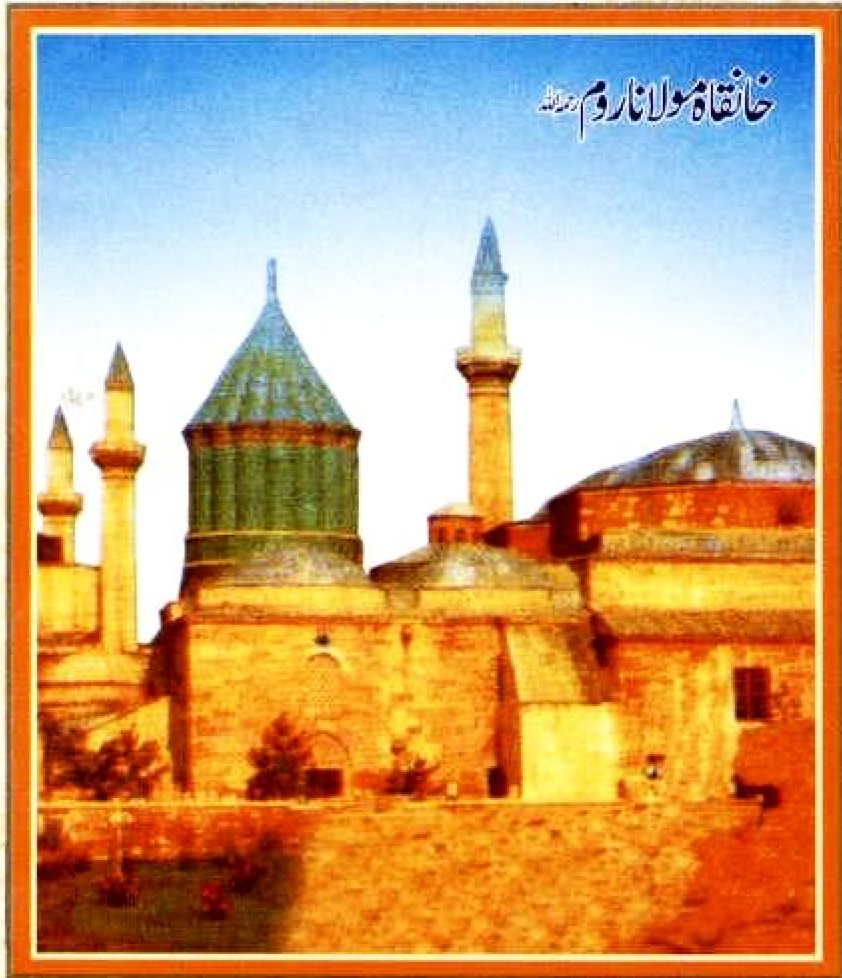
عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی



اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

العشر السادس من شرح الدفتر السادس

من المثنوی للمولوی المعنوی افتتح فیہ لمنتصف صفر ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داستان آں سہ مسافر مسلمان وترسا وجہود آنکہ بمنزلے قوتے یافتند ترسا وجہود سیر بودند، گفتند آں قوت را فردا خوریم مسلمان صائم بود وگرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بود

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ اُن کو راستہ میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے انہوں نے کہا کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا۔

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر	تا نگردی ممتحن اندر ہنر
ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر	تا کہ ہنر میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے
آں جہود و مومن و ترساگر	ہمرہی کردند باہم در سفر
اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالبًا	سفر میں باہم معیت اختیار کی
باد و گمرہ ہمرہ آمد مومنے	چوں خرد با نفس و باآہر یمنے
دو گمراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہو گیا	جس طرح عقل نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ
مروزی و رازی افتند در سفر	ہمرہ وہم سفرہ پیش ہمدگر
ایک مرو کا رہنے والا اور ایک رے کا رہنے والا سفر میں	ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں
در قفس افتند زاغ و چغد و باز	جفت شد در حبس پاک و بے نماز
قفس میں زاغ اور چغد اور باز واقع ہو جاتے ہیں	حبس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہو گئے
کردہ منزل شب بیک موضع بہم	مشرقی و مغربی قانع بہم
باہم منزل کی شب کے وقت ایک مقام میں	ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہم دگر قانع ہو کر
ماندہ در منزل زرہ خرد وشگرف	روز ہا باہم ز سرما وز برف
منزل میں رہ گئے ہیں راہ سے ایک خرد اور ایک بزرگ	کئی روز تک باہم دگر بوجہ سرما اور برف کے

چوں کشاید راہ و بردارند بند	بگسلند و ہر یکے جائے روند
جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو مرتفع کر دیں گے	تو باہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے
چوں قفص را بشکند شاہ خرد	جمع مرغاں ہر یکے سوئے پرد
جب قفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے	تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کو اڑ جائے
پر کشادہ پیش ازیں پر شوق و یاد	در ہوائے جنس خود سوئے معاد
اس سے پہلے شوق اور یاد میں بھرے ہوئے پر کھولے ہوئے تھے	اپنے ہم جنس کی محبت میں مقام عود کی طرف
پر کشادہ ہر دمے با اشک و آہ	لیک پریدن ندارد روئے و راہ
پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ	لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا
چونکہ رہ یابد پرد ہر یک چو باد	سوئے آں کز یاد آں پر می کشاد
جب راہ کشادہ ہو گیا ہر ایک ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے	اسی کی طرح جس کی یاد سے وہ پر کھولتا تھا
آں طرف کش بود اشک و سوز و آہ	چونکہ فرصت یافت آں سو کوفت راہ
جس طرف کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ تھا	جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا
در تن خود بنگر ایں اجزائے تن	از کجا جمع آمدند اندر بدن
تو اپنے تن میں ان اجزائے تن کو دیکھ لے	کہ بدن میں کہاں سے جمع ہو گئے
آبی و خاکی و بادی و آتشی	عرشی و فرشی و رومی و کشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی	عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی
از امید عود ہر یک بستہ طرف	اندریں منزل بہم از بیم برف
ہر ایک امید عود سے ٹکٹکی لگائے ہوئے ہے	اس منزل میں مجتمع ہیں خوف برف سے
برف گوناگوں جمود ہر جماد	در شتای بعد آں خورشید داد
برف گوناگوں سکون ہے ہر ساکن کا	اس خورشید عدل کے بعد کے زمستان میں
چوں بتابد تف آں خورشید خشم	کوہ گردد کاہ، ریگ و کاہ پشم
جب اس خورشید قہر کی گرمی چمکے گی	پہاڑ تو گھاس ہو جاوے گا ریگ اور گھاس مثل اون کے ہو جاوے گا
در گداز آید جمادات گراں	چوں گداز تن بوقت نقل جاں
گداختگی میں آدیں گے جمادات ثقیلہ	مثل گداختگی تن کے وقت نقل روح کے

ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر تا کہ ہنر (اور زیرکی) میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے (جس کا انجام ناکامی ہوا اور یہ تاغایت کے لئے ہے یعنی حکایت سننے سے یہ فائدہ ہوگا تو ہنر اور زیرکی کہ کا دعویٰ نہ کرے گا جس کی مذمت حکایت کے قبل کے اشعار میں بھی تھی اور اسی کی تائید میں یہ حکایت لائے ہیں اور حکایت سننے سے یہ فائدہ اس لئے ہوگا کہ اس میں چالاکی کی مضرت جو کہ یہودی اور ترسا کو پہنچی مذکور ہے وہ حکایت یہ ہے کہ) اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالباً (کسی ضرورت سے قصداً) سفر میں باہم معیت بااختیار کی (یا شاید اتفاق سے مرافقت ہوگئی ہو اور) دو گمراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہوگیا جس طرح عقل (کہ) نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ (ہمراہ ہوگئی جن کا اجتماع انسان میں ظاہر ہے کہ عقل آمر بالخیر مثل مومن کے لئے اور نفس و شیطان آمر بالشر مثل یہود و ترسا کے ہیں آگے اس اجتماع کی اور مثال ہے کہ جیسے کبھی ایک مرو کا رہنے والا اور ایک رے کا رہنے والا سفر میں ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں۔(اور جس طرح کبھی) قفس میں زاغ اور چغد (مشابہ یہود و ترسا) اور باز (مشابہ مومن) واقع ہو جاتے ہیں (اور جس طرح) حبس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہو گئے (اور جس طرح) باہم منزل کی (ہو) شب کے وقت ایک مقام میں ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہمدگر قانع ہو کر (اور جس طرح گویا) منزل میں رہ گئے ہیں راہ سی (تجاوز کر کے) ایک خرد اور ایک بزرگ کئی روز تک باہمدگر بوجہ سرما اور برف کے (ان سب مثالوں میں مابہ الاشتراک اجتماع اتفاقی عارضی ہے آگے اس کے عارضی ہونے پر تفریع ہے کہ) جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو (مرتفع کرنے والے) مرتفع کر دیں گے (مثلاً برف جو کہ مانع تھا موقوف ہوگیا) تو باہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے (سب سے مراد مروزی و رازی اور مشرقی و مغربی اور خرد و بزرگ اسی طرح) جب قفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے (شاہ خرد سے مراد انسان صاحب عقل یعنی کوئی آدمی اس کو توڑ ڈالے) تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کو اڑ جائے (طیور سے مراد زاغ اور چغد اور باز جو اوپر مذکور تھے یہ حالت تو قفس شکستن کے بعد ہوئی باقی) اس (قفس شکنی) سے پہلے (بھی یہ حالت تھی کہ) شوق اور یاد میں بھرے ہوئے (سب طیور) پر کھولے ہوئے تھے اپنے ہم جنس کی محبت میں (اپنے اپنے) مقام عود کی طرف (پر کھولنے سے مراد مستعد ہونا یعنی اس وقت بھی اڑنے کے لئے کہ اپنے اپنے موطن یعنی مسکن مشارکات فی النوع میں پہنچ جاویں پھڑ پھڑاتے تھے جس میں پر کا کسی قدر کھلنا ظاہر ہے اور آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ سب (پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ (کنایہ ہے شوق سے) لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا (کیونکہ قفس مانع تھا پس) جب (قفس ٹوٹنے سے) راہ کشادہ ہوگیا ہر ایک (پرندہ) ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے اسی (مقام) کی طرف جس کے یاد (اور شوق) سے وہ پر کھولتا تھا (اور پھڑ پھڑاتا تھا یعنی) جس طرح کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ (یعنی اشتیاق) تھا جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا (حاصل یہ کہ اجتماع عارضی و اتفاقی جو کہ مورد حکایت میں اور اس کے امثلہ میں ہوا تھا اس کے یہ آثار ہیں کہ قسری ہوتا ہے اور اجتماع کے وقت بھی انجذاب الی المجانس ہوتا ہے اور بمجرد ارتفاع مانع کے سب مجتمعات اپنی اپنی مقتضائے طبعی کی طرف راجع ہوتے ہیں پس اسی کلیہ اور مواد مذکورہ کی موافق) تو اپنے تن میں (بھی) ان اجزائے تن کو دیکھ لے کہ بدن میں کہاں سے جمع ہو گئے (ایک)

آبی (ہے) اور (ایک) خاکی (ہے) اور (ایک) بادی (ہے) اور (ایک) آتشی (ہے گویا ایک) عرشی (ہے) اور (ایک) فرشی (ہے) اور (ایک) رومی (ہے) اور (ایک) کشی (ہے یعنی باشندہ شہر کش از ماوراء النہر کذا فی الغیاث مراد مطلق موصوف باوصاف مختلفہ چنانچہ اجزائے بدن کا اختلاف بالماہیۃ وبالخواص ظاہر ہے اور ان اجزائے بدنیہ مختلفہ میں) ہر ایک امید عود (الی الاصل) سے ٹکٹکی لگائے ہوئے ہے (اور) اس منزل (دنیا) میں مجتمع ہیں خوف برف سے (جیسے وہ مسافرین مختلف الاحوال خوف برف سے جمع ہو گئے تھے آگے اس برف کا مصداق بتلاتے ہیں کہ) برف گوناگوں سکون ہے ہر ساکن کا اس خورشید عدل کے بعد کے زمستان (کے زمانہ) میں (مطلب یہ کہ دنیا عالم ابتلاء ہے اور آخرت عالم ظہور عدل ہے اور یہ وقت حیٰوۃ دنیویہ کا اس عالم آخرت سے بعد کا وقت ہے پس یہ مشابہ ہے موسم زمستان کے کہ اس میں برف گرتا ہے جس سے ہر متحرک چیز جامد ہو جاتی ہے اسی طرح زمانہ بعد ظہور عدل میں کہ زمانہ حیوۃ دنیویہ کا ہے ان سب اجزاء مختلفہ الطبع کو حرکت بالفعل الی اصولہا سے سکون ہو گیا ہے چنانچہ ظاہر ہے ورنہ سب میں انفکاک ہو کر حیٰوۃ زائل ہو جاوے پس وہ برف یہ ہے کہ اس کے قسر سے یہ سب جمع ہو رہے ہیں اور) جب اس خورشید قہر کی گرمی چمکے گی (خورشید قہر سے مراد وہی خورشید عدل ہے باوجودیکہ عدل میں لطف اور قہر دونوں ظاہر ہوں گے مگر اس کو خورشید خشم اس لئے کہا کہ لطف تو اس عالم ابتلاء میں بھی ظاہر ہو رہا ہے وہ تو رہے ہی گا صرف خشم اپنے محل پر ظاہر ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ جب عالم عدل ظہور پاوے گا جس کا مبدا قیامت ہے اس وقت) پہاڑ تو گھاس (اور ریگ) ہو جاوے گا (اور پھر وہ) ریگ اور گھاس مثل ان کے (منتشر و متفرق) ہو جاوے گا (قال تعالیٰ وتکون الجبال کالعهن المنفوش وقال تعالیٰ و بست الجبال بسا فكانت هباء منبثا پس اس وقت) گداختگی (اور حرکت) میں آویں گے جمادات ثقیلہ (یعنی جبال وغیرہا) مثل گداختگی (وانحلال اجزاء) تن کے وقت نقل روح کے (کہ روح نکلتی ہے سب اجزاء مضمحل و منحل ہو کر روح اپنے مقر میں اور سب اجزاء کے عناصر اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں جیسا آفتاب نکلنے سے اجزاء مائیہ منجمدہ گداختہ ہو کر مرکز ماء کی طرف حرکت کرنے لگتے ہیں مطلب یہ کہ مواد مذکورہ سابقہ کو دیکھ کر اپنی حالت میں غور کر اور عبرت پکڑ اور اس اجتماع پر مغرور مت ہو اور روح کی اصل کو یاد کر کے اس عالم سے مناسبت بڑھا آگے رجوع ہے قصہ کی طرف)

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے	ہدیہشاں آورد حلوا مقبلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے	تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوا لایا ایک صاحب اقبال
برد حلوا پیش آں ہر سہ غریب	محسنے از مطبخ انی قریب
ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا	ایک محسن مطبخ انی قریب سے
نان گرم و صحن حلوائے عسل	برد آکاں کا اندر ثوابش بد امل
نان گرم اور صحنک حلوائے شہد کی	لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی
الكياسة والادب لاهل المدر	الضيافة والقرىٰ لاهل الوبر
زیرکی اور تہذیب تو اہل شہر میں ہے	ضیافت اور مہمانداری اہل دیہات میں ہے

الضیافۃ للغریب والقریٰ	اودع الرحمٰن فی اھل القریٰ
مسافر کی ضیافت اور مہمانی	اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ میں ودیعت رکھی ہے
کل یوم فی القریٰ ضیف حدیث	مالہٗ غیرالالٰہ من مغیث
ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے	جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا
کل لیل فی القریٰ وفد جدید	مالھم ثم سوی اللہ المجید
ہر شب دیہات میں جدید واردین ہوتے ہیں	جن کا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا
تخمہ بودند آں دو بیگانہ ز خور	بود صائم روز آں مومن مگر
وہ دونوں بیگانے تو خورش سے تخمہ کے قریب تھے	وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا
چوں نماز شام آں حلوا رسید	بود مومن ماندہ در جوع شدید
جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا	وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا
آں دو کس گفتند ما از خور پریم	امشبش بنہیم وفردایش خوریم
ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں	آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے
صبر گیریم از خور امشب تن زنیم	بہر فردا لوت را پنہاں کنیم
آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں خاموش رہیں	کل کے واسطے طعام لذیذ کو چھپا کر رکھیں
گفت مومن امشب ایں خوردہ شود	صبر را بنہیم تا فردا بود
مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے	صبر کو رکھ دیں تا کہ کل کا روزہ ہو جاوے
پس بدو گفتند زیں حکمت گری	قصد تو آنست تا تنہا خوری
پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے	تیرا قصد یہ ہے تاکہ تو تنہا کھا لے
گفت اے یاراں کہ نے ماسہ تنیم	چوں خلاف افتاد ما قسمت کنیم
اس نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں ہم تین شخص ہیں	جب اختلاف واقع ہوا تو ہم تقسیم کر لیں
ہر کہ خواہد قسم خود بر جان زند	وانکہ خواہد قسم خود پنہاں کند
جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے	اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے
آں دو گفتندش ز قسمت درگزر	گوش کن قسام فی النار از خبر
ان دونوں نے اس سے کہا کہ تقسیم سے درگزر	القسام فی النار کو حدیث سے سن

گفت قسام آں بود کو خویش را	کرد قسمت بر ہوائے بر خدا
اس نے کہا کہ قسام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے کو	ہوا پر تقسیم کر دیا نہ کہ خدا پر
ملک حق و جملہ قسم او ستی	قسم دیگر را دہی دوگوستی
تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے	تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے دو کا قائل ہے
ایں اسد غالب شدے ہم برسگاں	گر نبودے نوبت آں بدرگاں
یہ شیر کتوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر ان بدطینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا
ایں اسد کہ نیست غالب شدے ہم بربقور	نوبت گاواں بدوآں گاؤ زور
یہ شیر گایوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر اس گاؤ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا
قصد شاں آں کاں مسلماں غم خورد	شب برو در بینوائی بگذرد
ان کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے	شب اس پر بے سامانی میں گزرے
بود مغلوب او بتسلیم و رضا	گفت سمعاً طاعۃً اصحابنا
وہ مغلوب تھا تسلیم و رضا کے ساتھ	کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے ہمراہیو
پس بخفتند آں شب و برخاستند	بامداداں خویش را آراستند
پس اس شب کو سب سو گئے اور اٹھے	صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا
روی شستند و دہان و ہر یکے	داشت اندر ورد راہ و مسلکے
باہر و اندر سے مونہ دھویا اور ہر ایک	اوراد میں ایک طریق و مسلک رکھتا تھا
یک زمانے ہر یکے آورد روی	سوی ورد خویش از حق فضل جوی
ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا	حق تعالیٰ سے فضل کا جویاں تھا
مؤمن و ترسا جہود و گبر و مغ	جملہ را وسوئے آں سلطاں الغ
مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر و مغ	سب کا رخ اس سلطان معظم کی طرف ہے
مومن و ترسا جہود و نیک و بد	جملگاں راہست روسوی احد
مومن اور ترسا اور یہودی اور نیک و بد	سب کا رخ احد کی طرف ہے
بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را	ہست و اگشت نہانی باخدا
بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی	ایک رجوع نہانی خدا کے ساتھ ہے

جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے (کہ وہ کوئی گاؤں تھا بدلیل اشعار عربیہ آئندہ) تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوالایا ایک صاحب اقبال (یعنی ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوالایا ایک محسن مطبخ انی قریب سے (اشارہ ہے آیت **واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعان** کی طرف یعنی چونکہ حق تعالیٰ علماً ولطفاً قریب ہیں اور دعا وحاجات عباد کے مجیب ہیں ان کی حاجت کے انجام کے لئے انہوں نے اس مہدی کے واسطہ سے حلوا بھیجا اشارہ اس طرف ہے کہ وہ شخص برائے نام مہدی تھا اور معطی حقیقی حضرت حق ہیں **کما فی الحدیث انما انا قاسم واللہ یعطی** غرض) نان گرم اور صحنک حلوائے شہد کی لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی (قرائن مقالیہ سے معلوم ہوتا ہے وہ مہدی مسلمان ہے ورنہ می بلرزد عرش از مدح شقی اس کو مقبل اور محسن نہ فرماتے اسی طرح راجی ثواب نہ کہتے کہ یہ رجاء مشروط بہ ایمان ہے اور بدوں اس کے وہ رجاء نہیں غرور ہے۔ اس کو بدوں رد کے نقل نہ فرماتے اس اثبات اسلام سے ختم قصہ پر کام لیا جاوے گا اور وہاں بھی یہاں کا حوالہ دیا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ آگے دیہاتیوں کا مہمان نواز ہونا بیان فرماتے ہیں اور اس سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ منزل کوئی گاؤں تھا پس ارشاد ہے کہ اکثر) زیرکی اور تہذیب تو اہل شہر میں (ہوتی) ہے (اور) ضیافت اور مہمانداری (اکثر) اہل دیہات میں (ہوتی) ہے (ضیافت وقری میں عطف تفسیری ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مسافر کی ضیافت اور مہمانی اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ میں ودیعت رکھی ہے ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے جس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا (اور ہر شب دیہات میں جدید وارد ین ہوتے ہیں جنکا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا (آگے قصہ ہے کہ جس وقت حلوا پہنچا تو) وہ دونوں (یہودی وترسا جو خدا سے) بیگانے (تھے وہ) تو خورش سے (خوب پر ہونے کے سبب) تخمہ کے قریب تھے (اور) وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں (اس لئے) آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے (اور) صبر کو رکھ دیں تا کہ کل کے روز ہو جاوے (نہ یہ کہ آج کے لئے صبر تجویز کیا جاوے اور کل کے لئے کھانا) پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے تیرا قصد یہ ہے کہ تا کہ تو تنہا کھا لے (کیونکہ بوجہ سیری کے ہم سے تو کچھ کھایا نہ جاوے گا تو ہی سارا کھا جاوے گا) اس (مومن) نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں (جو تم سمجھے بلکہ) ہم تین شخص ہیں جب (ہماری رائے میں) اختلاف واقع ہوا تو ہم (سب اس کو باہم) تقسیم کر لیں (پھر بعد تقسیم) جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے (یعنی کھا لے) اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے (اور پھر کھا لے ان دونے اس سے کہا کہ تقسیم سے درگزر (یعنی اس کو تجویز مت کر اور) **القسام فی النار** کو حدیث سے سن (ترجمہ اس کا یہ ہے کہ تقسیم کنندہ جہنم میں ہے اگر چہ حدیث ہو جس کی مجھ کو تحقیق نہیں تو اس کے یہ معنی نہیں جو ان قائلین نے سمجھے حقوق مشترکہ میں باہم افراز وامتیاز کر دینا تو تمام ملل میں عبادت ہے بلکہ مراد اس سے وہ قسام ہے جو اپنی نفسانی غرض مثل رشوۃ وغیرہ کیلئے ایک شریک کے نفع کے لئے دوسرے کو ضرر پہنچاوے جیسے آج

کل اکثر امین تقسیم ہوتے ہیں مگر ان دونوں نے اپنے مطلب کے لئے حدیث میں تحریف کی آگے مومن نے اس کے صحیح معنی بیان کئے یعنی) اس (مومن) نے کہا کہ قسام (جہنمی) وہ (قسام) ہوتا ہے جس نے اپنے کو ہوا (ئے نفسانی) پر تقسیم کر دیا نہ کہ خدا پر (آگے بطور التفات کے ایسے قسام کو خطاب ہے کہ) تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے (پھر افسوس ہے کہ باوجود اس کے) تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے (اور) دو کا قائل ہے (اس طرح سے کہ دوسرے کی ایسی اطاعت کرتا ہے جیسی اس واحد حقیقی کی اطاعت کرنا چاہئے تھا یہ تفسیر قسام ناری کی لازم کے ساتھ کر دی اصل تفسیر وہی ہے جو احقر نے بذیل شعر آں دو گفتندش کے بتلائی ہے جس میں قسام کا مفعول بہ اور متعلق شرکاء کے حقوق ہیں نہ کہ ذات قسام کی لیکن اس کا منشا کہ اس کے لئے لازم ہے یہی ہے کہ اس شخص نے اپنے کو بجائے خدا و حکم خدا کے سپرد کرنے کے ہمہ تن ہوائے نفسانی اور نفس کے کہ دیگر را کا مصداق بھی ہے حوالہ کر دیا پس بعض محشین کا یہ قول مومن ایں حدیث را حسب بطن تفسیر کردہ است اھ تکلف غیر ضروری بلکہ عدول عن الصواب ہے غرض مومن نے جواب دے کر ان کو لا جواب تو کر دیا مگر رائے میں اس کو غلبہ نہیں ہوا کیونکہ یہ ایک تھا وہ دو تھے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ شیر کتوں پر (رائے میں) غالب بھی ہو جاتا اگر ان بدطینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا (اور) یہ شیر گایوں پر غالب بھی ہو جاتا اگر اس گاؤ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا ان (دونوں) کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے (اور) شب اس پر بے سامانی (اور گرسنگی) میں گزرے وہ (مومن) مغلوب تھا (اس لئے) تسلیم و رضا کے ساتھ کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے ہمراہیو (تسلیم و رضا سے مراد ان کی رائے ہونے کی حیثیت سے نہیں یہ حیثیت تو کراہت کی تھی بلکہ کائن من اللہ ہونے کی حیثیت سے پس من وجہ عدم رضا تھی اور من وجہ رضا اب شبہ آگے تمام حلوا کھا جانے کے منافات رضا کا نہ ہوگا) پس (اس گفتگو کے بعد) اس شب کو سب سو گئے (خواہ حقیقۃً خواہ صورۃً جیسا مومن کہ شاید اس کو نیند نہ آئی ہو یا کم آئی ہو گی) اور (پھر نیند پوری کر کے) اٹھے (اور) صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا (یعنی) باہر اور اندر سے منہ دھویا اور ہر ایک (اپنے اپنے) اوراد میں ایک طریق اور مسلک رکھتا تھا (یعنی ہر شخص کا اس کے مذہب کے موافق کچھ خاص خاص وظیفہ اور معمول بھی تھا اسی کے موافق) ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا (اس حالت میں کہ) حق تعالیٰ سے فضل کا جویاں (تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر اور مغ (اس میں عطف تفسیری ہے) سب کا رخ (اپنے اپنے قصد کے موافق) اُس سلطان معظم کی طرف سے (خواہ وہ قصد طریق صحیح کے موافق ہو جیسا اہل حق کا قصد ہے یا نہ ہو جیسا اہل باطل کا قصد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مؤمن اور ترسا اور یہودی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (وتوجہ) نہانی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف ہے (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (وتوجہ) نہانی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے (رجوع وتوجہ نصوص سے ظاہر ہے فقال لھا وللارض أئتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین وقال الم تران اللہ یسجدلہ من فی السموٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب و غیر ذلک اور نہانی ہونا اس لئے کہ عامہ کو محسوس نہیں قال تعالیٰ ولکن لاتفقھون تسبیحھم آگے تتمہ ہے قصہ کا)۔

ایں سخن پایاں ندارد ہر سہ یار	روبہم کردند آں دم یار وار
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا تینوں رفیقوں نے	ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرح
آں یکے گفتا کہ ہریک خواب خویش	آنچہ دید او دوش گو آور بہ پیش
اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب	جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کہ پیش کر
ہر کہ خوابش بہتر ایں را او خورد	قسم ہر مفضول را فاضل برد
جس کا خواب اچھا ہو اس کو وہ کھاوے	ہر کہتر کے حصہ کو مہتر لے جاوے
آنکہ اندر عقل بالاتر رود	خوردن او خوردن جملہ بود
جو شخص عقل میں فائق تر ہو	اس کا کھانا سب کا کھانا ہو گا
فائق آید جان پر انوار او	باقیاں را بس بود تیمار او
اس کی روح پر انوار فائق ہو گی	باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے
عاقلاں را چوں بقا آمد ابد	پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بود
چونکہ عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے	پس معنی یہ عالم باقی ہو گا
پس جہود آورد آنچہ دیدہ بود	تا کجا شب روح او گردیدہ بود
یہودی لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا	کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی
گفت در رہ موسیٰؑ آمد بہ پیش	گربہ بیند دنبہ اندر خواب خویش
کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ میرے سامنے آئے	بلی اپنے خواب میں دنبہ ہی کو دیکھتی ہے
درپئے موسیٰؑ شدم تا کوہ طور	ہر سہ ماں گشتیم ناپید از نور
میں موسیٰ کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا	ہم تینوں نور سے مستور و غائب ہو گئے
ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب	بعد ازاں زاں نور شد یک فتحباب
تینوں سایہ اس آفتاب سے محو ہو گئے	بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا
نور دیگر از دل آں نور رست	پس ترقی جست آں ثانیش چست
ایک دوسرا نور اس نور کے وسط سے پیدا ہوا	پھر اسکے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی
ہم من وہم موسیٰؑ وہم کوہ طور	ہر سہ گم گشتیم زاں اشراق نور
میں بھی اور موسیٰ بھی اور کوہ طور بھی	ہم تینوں گم ہو گئے اس تابش نور سے

بعد ازاں دیدم کہ کہ سہ شاخ شد	چونکہ نور حق در و نفاخ شد
بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ تین ٹکڑے ہو گیا	جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا
وصف ہیبت چوں تجلی زد برو	می گسست از ہم ہمی شد سو بسو
صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی	تو وہ ایک دوسرے منقطع ہو کر ایک ایک طرف جا رہا
زاں یکے شاخے کہ آمد سوی یم	گشت شیریں آب تلخ ہمچو سم
اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا کی طرف آیا	آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا
آں یکے شاخش فروشد در زمیں	چشمۂ زاد و بروں آمد معیں
ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا	ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا
کہ شفای جملہ رنجوراں شد آب	از ہمایونی وحی مستطاب
کہ پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا	بسبب برکت وحی مستطاب کے
واں یکے شاخے دگر پرید زود	تا جوار کعبہ کہ عرفات بود
اور وہ ایک اور شعبہ جلدی سے .	قریب کعبہ تک اڑا کوہ عرفات ہو گیا
باز زاں صعقہ چو با خود آمدم	طور بر جا بود نے افزوں نہ کم
پھر اس بے ہوشی سے جب میں خودی میں آیا تو	طور جگہ پر تھا نہ زیادہ اور نہ کم
لیک زیر پائے موسیٰ ہمچو یخ	می گدازید و نماندش شاخ و شخ
لیکن موسیٰ کے زیر قدم وہ یخ کی طرح پگھل رہا تھا	اور اس میں شاخ اور سخت نہ رہا
باز میں ہموار شد کہ از نہیب	گشت بالایش ازاں ہیبت نشیب
پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا	اس کا ارتفاع اس ہیبت سے نشیب ہو گیا
باز با خود آمدم زاں انتشار	باز دیدم طور و موسیٰ برقرار
پھر اس انتشار سے میں خودی میں آیا	پھر طور اور موسیٰ کو برقرار دیکھا
واں بیاباں سر بسر درذیل کوہ	پر خلائق شکل موسیٰ باشکوہ
اور وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں	ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ کی ہمشکل باشکوہ ہیں
چوں عصا و خرقۂ او خرقہ شاں	جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں
ان ہی کے عصا اور خرقہ جیسا ان کا خرقہ ہے	سب کے سب طور کی طرف خوش بخوش دامن کشاں ہیں

جملہ کفہا در دعا افراختہ	نغمۂ ارنی بہم در ساختہ
سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے	ترانہ ارنی مل کر آراستہ کر رکھا ہے
باز آں غشیاں چو از من رفت زود	صورت ہر یک دگر گونم نمود
پھر جب وہ بیہوشی بھی مجھ سے جلدی جاتی رہی	تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور اور طرح کی دکھلائی دی
انبیا بودند ایشاں اہل ود	اتحاد انبیا ام فہم شد
وہ انبیاء تھے جو اہل مودت ہیں	مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا
باز املاکے ہمی دیدم شگرف	صورت ایشاں بد از اجرام برف
پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب	جن کی صورت اجرام برف سے تھی
حلقۂ دیگر ملائک مستعیں	صورت ایشاں ہمہ بد آتشیں
ایک دوسری جماعت ملائکہ کی استعانت چاہ رہے تھے	ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی
زیں نسق می گفت آں شخص جہود	بس جہودے کاخرش محمود بود
اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا	بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے
ہیچ کافر رابخواری منگرید	کہ مسلماں مردنش باشد امید
کسی کافر کو حقارت سے مت دیکھو	کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے
چہ خبر داری ز ختم عمر او	تا بگردانی ازو یکبارہ رو
تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے	تاکہ تو اس سے ایک بارگی اعراض کرتا ہے
بعد ازاں ترسا درآمد در کلام	کہ مسیحمؑ رونمود اندر منام
اس کے بعد تمام ترسا کلام میں آیا	کہ مجھ کو مسیحؑ نے خواب میں دیدار دکھلایا
من شدم با او بچارم آسماں	مرکز و مثوا ے خورشید جہاں
میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا	جو مرکز و مقام ہے آفتاب عالم کا
خود عجب ہائے قلاع آسماں	نسبتش نبود بآیات جہاں
خود قلعہائے آسمان کے عجائب کو	کوئی نسبت نہیں عجائب عالم کے ساتھ
ہر کسے داند اے فخر البنیں	کہ فزوں باشد فن چرخ از زمیں
تمام اشخاص جانتے ہیں اے فخر فرزنداں	کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین سے

یہ مضمون (کہ سب مطیع حق ہیں طوعاً وکرہاً) انتہا نہیں رکھتا (کیونکہ افراد اطاعت کے بقدر افراد مطیعین ہیں اور وہ خود غیر محصور عادۃً ہیں تو جدا جدا سب کی اطاعت کا مضمون بھی عادۃً غیر محدود ہے اس لئے اس کو ترک کر کے قصہ بیان کرو وہ یہ کہ) تینوں رفیقوں نے (اپنے اوراد سے فارغ ہوکر) ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرف (یعنی سب آمنے سامنے ہوکر مل کر باتیں کرنے بیٹھے) اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کہ پیش کر (تاکہ) جس کا خواب (سب سے) اچھا ہو اس (حلوے) کو وہ (تنہا) کھاوے (اور) ہر کہتر کے حصہ کو مہتر لے جاوے (وجہ اس کی ترجیح کی یہ ہے کہ اچھا خواب غالباً علامت ہے اس کی عقل کی افزونی کی پس) جو شخص عقل میں فائق تر ہو اس کا کھانا (گویا) سب کا کھانا ہوگا (کیونکہ وہ بوجہ کمال کے اکیلا قائم مقام سب کے ہے **کما قیل ۔ لیس علی اللہ مستکر ان یجمع العالم فی واحد** نیز عقل کی افزونی دلیل ہے اس کی روح کے فائق ہونے کی پس) اس (اچھا خواب دیکھنے والے) کی روح پر انوار (بھی) فائق ہوگی (ان وجوہ سے اس کو ترجیح ہونا چاہئے اور) باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے (کیونکہ ایسے اچھے شخص کی خدمت کرنا یہ بھی باطنی حصہ ہے تیمار غمخواری وخدمت کردن کذا فی الغیاث اور اچھا خواب بعادۃ غالبہ عقل اور روح کے فائق ہونے کی علامت اس لئے ہے کہ سچے خواب میں اتصال ہوتا ہے ملاء اعلیٰ کے ساتھ اور عقل اور روح میں جس قدر استعداد کامل ہوگی اس کو اتصال وادراک زیادہ ہوگا اور مصرعہ بالا خوردن او خوردن جملہ بود سے صاحب عقل کا بجائے سب کے ہونا جو مفہوم ہوتا ہے آگے اس پر ایک تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے یعنی) چونکہ (عقلاء قائم مقام سب کے ہوتے ہیں اور) عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے (چنانچہ نصوص قطعیہ میں اہل ایمان کا خلود مع النعیم مصرح ہے اور عاقل حقیقی وہی ہے جو صانع کی بہیمہ وجوہ تصدیق کرے) پس معنیٰ یہ عالم باقی ہوگا (کیونکہ وہ عقلاء اس عالم کے اجزاء میں سے قائم مقام کل اجزاء کے ہیں پس ان کے بقاء کو اس عالم کے کل اجزاء کا بقا کہا جاوے گا اور کل اجزاء کا مجموعہ یہ عالم ہے پس کل اجزاء کے بقاء سے اس عالم کے بقاء کا حکم صحیح ہوگا پس ظاہراً یہ عالم فانی ہے اور باطناً توجیہ مذکور سے یہ عالم باقی ہے پس دونوں حکم یعنی خوردن عاقل خوردن جملہ بود اور بقاء عاقل بقاء جملہ بود متناظر اور جزئی ہیں کلیہ **قیام العاقل مقام الکل** کی اور مقصود اس تفریع سے مدح ہے عاقل حقیقی کی اور اس فیصلہ میں مومن کا اتفاق معلوم نہیں بلکہ غالباً یہ تدبیر نکالی گئی ہے اس کے محروم کرنے کی یا تو اس لئے کہ اس تجویز کنندہ نے اسی طرح دوسرے نے بھی کوئی عجیب خواب دیکھا ہو جیسا آگے یہودی وترسا کا خواب آتا ہے اور انہوں نے ان خوابوں کو اتنا عجیب سمجھا ہو کہ یہ گمان نہ ہوا ہو کہ مسلمان نے ایسا خواب دیکھا ہوگا اس لئے دونوں متفق ہو گئے ہوں اور یا خواب وغیرہ کچھ نہ دیکھا ہو اور ارادہ یہ ہو کہ عجیب سے عجیب خواب گھڑ کر مستحق ہو جاویں گے اور مومن کو قرائن سے سمجھا ہوگا کہ یہ سلیم ہے یا تو گھڑ نہ سکے گا یا گھڑے گا نہیں پس محروم رہے گا اور خواب دیکھنے کی تقدیر پر بھی دو احتمال ہیں یا تو خیال کا تصرف ہو اور یا قابل تعبیر ہو اس بناء پر کہ آئندہ وہ مومن ہونے والا ہو اور ان ہی دونوں احتمالوں پر مولانا کے آئندہ دو مقولے منطبق ہوتے ہیں احتمال اول پر تو مصرعہ قریبہ گر بہ بیند الخ اور احتمال ثانی پر مصرعہ قریب ختم اشعار مقام بس جہود دے کا خرش محمود بود مع مابعد خود جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی رائے میں بھی کوئی احتمال متعین نہیں ہے ہر احتمال پر ایک ایک کلام فرما دیا غرض اس فیصلہ کے بعد) یہودی (معرض بیان میں) لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے آئے (مولانا فرماتے ہیں کہ) بلی اپنے خواب میں دنبہ ہی (کے گوشت) کو دیکھتی ہے (آگے تمہ ہے

خواب کا کہ) میں موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا (اور) ہم تینوں نور (حق) سے مستور و غائب ہو گئے (یعنی موسیٰ علیہ السلام بھی اور طور بھی اور میں بھی یعنی ہم) تینوں (کہ اس نور کے سامنے مثل) سایہ (کے تھے) اس آفتاب (نور حق) سے محو ہو گئے بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا (یعنی ایک اور فیض کا دروازہ کھلا اور وہ یہ تھا کہ) ایک دوسرا نور اس (پہلے) نور کے وسط سے پیدا ہوا پھر اس (نور اول) کے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی (یعنی اس نور ثانی میں وسعت و تزائد ہوا اس قدر کہ) میں بھی اور موسیٰ علیہ السلام بھی اور کوہ طور بھی ہم تینوں گم ہو گئے اس تابش نور سے (نور اول میں لفظ غائب تھا اور نور ثانی میں لفظ گم ہے جو استعمال میں غائب سے ابلغ ہے کیونکہ گم ہونے کو تو غائب ہونا لازم ہے اور غائب ہونے کو گم ہونا لازم نہیں جیسے کسی چیز کا نشان معلوم ہو مگر آنکھوں کے روبرو نہ ہو تو اس بناء پر یہ نور ثانی اقویٰ تھا اور ترقی جست بھی ظاہراً اسی پر دال ہے) بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ (طور) تین ٹکڑے ہو گیا جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا (یعنی حق تعالیٰ کی) صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی تو وہ ایک دوسرے سے منقطع (وجدا) ہو کر ایک ایک طرف جا رہا (پس) اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا (ئے شور) کی طرف آیا (اور اس کی برکت سے) آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا (اور اگر اس کو خواب بھی مانا جاوے تو اس کی کوئی تعبیر مناسب ہو گی بالفعل دریا کے شور ہونے سے شبہ نہ کیا جاوے اور) ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا (جس کی برکت سے) ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا کہ (وہ) پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا بسبب برکت وحی مستطاب کے (یعنی کوہ طور کہ محل وحی ہے اس وحی کی برکت اس کے اس شعبہ میں بھی تھی اس سے یہ اثر اس چشمہ میں پیدا ہوا) اور وہ ایک اور (یعنی تیسرا) شعبہ جلدی سے قریب کعبہ تک اڑا (اور) کوہ عرفات ہو گیا (کہ قریب ہے کعبہ سے گو اقرب نہیں) پھر اس بیہوشی سے (جس کو اوپر گم گشتیم سے تعبیر کیا تھا جس کے مدلول کا ایک جزو حواس گم شدن بھی ہے) جب میں خودی میں آیا تو (دیکھا کہ) طور (اپنی) جگہ پر تھا نہ زیادہ اور نہ کم (یعنی اصلی حالت پر تھا پارہ پارہ نہ تھا جس سے کمی ہو جاتی) لیکن (فوراً اس میں ایک اور تغیر شروع ہوا وہ یہ کہ) موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم وہ یخ کی طرح پگھل رہا تھا اور اس میں شاخ (یعنی جزو مرتفع) اور سخت (یعنی جزو صلب) نہ رہا (یعنی وہ) پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا (اور) اس کا ارتفاع اس ہیبت (تجلی) سے نشیب ہو گیا پھر اس انتشار (حواس) سے میں خودی میں آیا (تو) پھر طور اور موسیٰ علیہ السلام کو (بحالت اصلیہ) برقرار دیکھا اور (ایک بات پھر عجیب دیکھی کہ) وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل (اور) باشکوہ ہیں (یعنی) ان ہی کے عصا اور خرقہ جیسا ان کا (عصا اور) خرقہ ہے (اور) سب کے سب طور کی طرف خوش بخوش دامن کشاں (جارہے) ہیں (اور) سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے (اور) ترانہ ارنی مل کر آراستہ کر رکھا ہے پھر جب وہ بیہوشی بھی مجھ سے جلدی جاتی رہی تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور اور طرح کی دکھائی دی (یعنی مختلف جیسی واقع میں ہے) وہ انبیاء علیہم السلام تھے جو اہل مودت (حق) ہیں (ان کی تشابہ اشکال سے) مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب جن کی صورت اجرام برف سے تھی ایک دوسری جماعت ملائکہ کی (حق تعالیٰ سے) استعانت چاہ رہے تھے ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا (اور اگر یہ واقعی خواب بھی ہو تو تعجب مت کر کیونکہ) بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے (تو ایسا شخص بوجہ مومن فی علم اللہ ہونے کے ایسا مبارک خواب دیکھ سکتا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ کسی کافر کو حقارت (کی نظر) سے مت دیکھو کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے (کہ

کس حالت پر ہوگا) تا کہ تو اس سے یکبارگی (اور بالکلیہ براہ تحقیر) اعراض کرتا ہے (مراد تحقیر سے وہ اہانت نہیں جو کافر کے لئے) مامور بہ اور شعبہ ہے بغض فی اللہ کا جس کا منشاء حق تعالیٰ کی محبت ہے بلکہ مراد اس سے وہ تحقیر ہے جس کا منشاء اپنے ایمان پر عجب اور کبر نفس ہے) اس کے بعد ترسا کلام میں آیا کہ مجھ کو مسیح علیہ السلام نے خواب میں دیدار دکھلایا (اور) میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا جو مرکز اور مقام ہے آفتاب عالم کا (اور ظاہر بات ہے کہ) خود قلعہائے آسمان کے عجائب کو کوئی نسبت نہیں عجائب عالم (سفلی) کے ساتھ (بلکہ) تمام اشخاص جانتے ہیں اے (فرزند) فخر فرزندان کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین (کے حال) سے (فن بمعنی حال از غیاث مطلب ان اخیر کے دو شعر کا یہ ہے کہ مجھ کو تطویل کلام کی یہودی کی طرح حاجت نہیں سماء و ما فیھا کا اعجب والطف ہونا ظاہر ہے پس میرا خواب یقیناً احسن ہوا اس کے خواب سے اس لئے حلوے کا استحقاق مجھ کو ہے اور اس مضمون کا تتمہ یہاں سے تین سرخی کے بعد تحت عنوان رجوع بتقریر برتر سا تین شعر میں اور آوے گا جملگان داند الخ اور درمیان میں اس مضمون یعنی آیات سماء کے اعظم من آیات الارض ہونے کی تائید میں ایک حکایت شتر اور گاؤ اور گوسفند کی آ گئی جس کی ان اشعار اخیرہ میں وجہ تائید مصرح ہے کہ مرا خود حاجت الخ خود ہمہ کس الخ داند ایں را الخ پس بعض محشین کی تقریر وجہ ربط میں کہ جھود و ترسا بسبب گلہ زنی از خوردن حلوا محروم مانند و مومن گلہ زنی بگذاشت و آں حلوا را بخورد چنانکہ قچ و گاؤ بسبب گلہ زنی از خوردن بند گیاہ بے نصیب شد و اشتر آں را بخورد داہ علاوہ بعید و خلاف مقام ہونے کے قبل از وقت ہے کیونکہ ہنوز حلوا خوردن مومن کا ذکر بھی نہیں آیا بلکہ تقریر ترسا بھی پوری نہیں ہوئی۔

فائدہ:۔ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان چہارم پر ہونا بناء علی المشھور العالم فرمادیا ورنہ حدیثوں میں آپ کا آسمان دوم پر ہونا مذکور ہے علیٰ ہذا خورشید کا فلک چہارم پر ہونا بناء علی تخمین الریاضیین ہے ورنہ اس پر دلیل نہ ہونے کا اعتراف ان کو بھی ہے۔

حکایت شتر گاؤ و قچ کہ در راہ بند ہو گیاہ یافتند ہر یکے

می گفت کہ من می خورم گفتند ہر کہ از ما پیرتر او بہ برد

اونٹ اور بیل اور دنبہ کا قصہ جنہوں نے راستے میں گھاس کا مٹھا پایا (اور) ہر ایک کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا انہوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا۔

اشتر و گاؤ و قچے در پیش راہ	یافتند اندر روش بند گیاہ
ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے	چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پولہ پایا
گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں	ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو یقیناً	ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہو گا
لیک عمر ہر کہ باشد بیشتر	ایں علف او راست اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو	یہ گھاس اس کے لئے اولیٰ ہے کہو کہ کھا لے

که اکابر را مقدم داشتن	آمدست از مصطفیؐ اندر سنن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا	وارد ہے مصطفےؐ سے حدیثوں میں
گرچہ پیراں را دریں دور لئام	درد و موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑی بوڑھیوں کو لیئموں کے اس زمانہ میں	دو موقعہ میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں
یادراں لوتے کہ او سوزاں بود	یا براں پل کز خلل ویراں بود
یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو	یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو
خدمت شیخ بزرگے قائدے	عام نارد بے قرینہ فاسدے
خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی	عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے
خیرشاں اینست چہ بود شرشاں	قبح شاں را بازداں از قرشاں
ان کی خیر تو یہ ہے ان کا شر کیسا ہو گا	تو ان کی قبح کو ان کی خوبی سے پہچان لے

ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پولہ پایا دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو یقیناً ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہوگا لیکن (یوں کرو کہ) جس کی عمر سب سے زیادہ ہو یہ گھاس اس کے لئے اولیٰ ہے (اس سے) کہو کہ کھالے کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا وارد ہے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں میں (جیسا حدیث میں ہے کبر الکبر) اگرچہ بڑے بوڑھوں کو لیئموں کے اس زمانہ میں دو موقع میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو (کہتے ہیں کہ آپ شروع کیجئے تاکہ کھانے کے قابل وہ کریں اور اس وقت خود کھاویں اور) یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو (کہتے ہیں آگے چلئے تاکہ جو کچھ ضرر ہو اس کو ہو یہ تو سن کے اکابر سے خودغرض لوگ معاملہ کرتے ہیں اسی طرح رتبہ کے اکابر سے اہل غرض لوگ برتاؤ کرتے ہیں کہ ان کی خدمت و تعظیم دنیوی اغراض کے لئے کرتے ہیں چنانچہ) خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے (آگے اس سے استنباط کرتے ہیں) ان (دنیا پرستوں) کی خیر تو (کہ خدمت اس کی ایک فرد ہے) یہ ہے ان کا شر کیسا ہوگا تو ان کی قبح کو ان کی (اس) خوبی سے پہچان لے (یعنی اس خوبی ظاہری سے کہ وہ بھی شر ہے ان کے شر حقیقی کا اندازہ کرلے قیاس کن زگلستان من بہار مرا) آگے اس پر ایک حکایت ہے ایسوں کی خیر جب مضر ہے تو شر کیسا ہوگا)۔

حکایت در بیان حال خود پرستاں و شر ایشاں درلباس خیرات

خود پرستوں کی اور بھلائی کے پردے میں ان کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سوی جامع می شد آں یک شہریار	خلق را می زد نقیب و چوبدار
جامع مسجد کو ایک بادشاہ جا رہا تھا	خلق کو نقیب اور چوبدار مارتا جاتا تھا

آں یکے را سر شکستے چوب زن	واں دگر رابر دریدے پیرہن
چوب زن ایک کا سر توڑتا تھا	اور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا
درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد	بے گناہے کہ برو از راہ گرد
درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس لکڑیاں کھائیں	بدوں خطا کے کہ چل راستہ سے ہٹ
خوں چکاں روکرد باشاہ وبگفت	ظلم ظاہر بیں چہ پرسی از نہفت
خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور کہا	ظلم ظاہر دیکھ باطن سے تو کیا پوچھتا ہے
خیر تو اینست جامع میروی	تاچہ باشد شر وضرت اے غوی
تیری خیر تو یہ ہے تو جامع مسجد جا رہا ہے	سو تیرا شر اور ضرر تو کیا کچھ ہو گا اے گمراہ
یک سلامے نشنود پیر از خسے	تانہ پیچد عاقبت از وے بسے
ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خسیس سے ایسا نہیں سنتا	جس کے بعد انجام کار اس کے سبب بہت پیچ وتاب نہ کھاتا ہو
گرگ دریا بد ولی را بہ بود	زانکہ دریا بد مراو را نفس بد
کسی ولی کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے	کہ اس کو کوئی نفس بد مل جاوے
زانکہ گرگ ارچہ کہ بس استم گریست	لیکش آں فرہنگ وکید ومکر نیست
کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے	لیکن اس میں یہ تدبیر اورکید و مکر نہیں ہے
ورنہ کے اندرفتادے او بدام	مکر اندر آدمی باشد تمام
ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا ہے	مگر آدمی ہی میں پورا پورا ہوتا ہے
مکر زان اوست کو دارد درم	بشنود آواز و گوید ننگرم
مگر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے	آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں بہرا ہوں

جامع مسجد کوایک بادشاہ جارہاتھا خلق کونقیب اور چوبدار مارتا جاتا تھا چوب زن ایک کا سر توڑتا تھااور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا(اس) درمیان میں ایک آزاد (بزرگ) شخص نے دس لکڑیاں کھائیں بدوں خطا کے (اور چوبدار نے مار کرکہا) کہ چل راستہ سے ہٹ (بے سرودل بے پروا کذافی الغیاث ودرحاشیہ است مراد صاحب کمال پس از مجموع بآزاد بزرگ ترجمہ کردم) خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیااور کہا (یہ تو) ظلم ظاہر دیکھ (کہ خون ٹپکنے سے نظر آ رہاہےاور ظلم) باطن سے تو کیا پوچھتا ہے (ظلم باطن سے مراد یا تو دل دکھنا ہے اور یا وہ ظلم جس کو بادشاہ سے بھی پوشیدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہےاور یہ کہا کہ) تیری خیر تو یہ ہے (آگے اس کی تفسیر ہے یعنی) تو جامع مسجد جارہاہے سو تیرا

شر اور ضرر تو کیا کچھ ہوگا اے گمراہ (یہ شرح ہوگئی شعر سابق علے العنوان کی خیر شاں لیئست الخ پھر رجوع ہے اس سے قبل کے شعر کی طرف خدمت شیخے الخ جس سے مضمون خیر شان لیئست الخ کو مستنبط فرمایا تھا یعنی ان اہل غرض کی غرض پرستی سے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ) ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خمیس (دنی الطبع غرض پرست) سے ایسا نہیں سنتا جس کے بعد انجام کار اُس کے سبب بہت پیچ وتاب نہ کھاتا ہو (یعنی سلام بھی چونکہ غرض سے ہوتا ہے اول بگمان خلوص اس کے ساتھ خصوصیت کا معاملہ کرتا ہے پھر یہ شخص خود شیخ سے یا بذریعہ اظہار تعلق مع الشیخ کے اس کے دوسرے منتسبین سے دنیا کی کارروائیاں کرتا ہے جب اخیر میں معلوم ہوتا ہے تو شیخ کو سخت کلفت ہوتی ہے چنانچہ و شب روز ان واقعات کا جابجا مشاہدہ ہوتا ہے آگے ان خودغرض نفس پرستوں کا گرگ سے زیادہ ضرررساں ہونا بیان فرماتے ہیں کہ اگر) کسی ولی (بزرگ) کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کو کوئی نفس بد (والا) مل جاوے کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے لیکن اس میں یہ تدبیر اور کید اور مکر نہیں ہے ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا (یہ) مکر (وفریب) آدمی ہی میں پورا پورا ہوتا ہے (چنانچہ اس کے بعض مکر کا مثال کے طور پر آگے بیان ہے یعنی) مکر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے (اور حاجت مند کی) آواز (بھی) سنتا ہے اور (پھر) کہتا ہے میں بہرا ہوں (تاکہ دینا نہ پڑے پس اس مکر سے گرگ خالی ہے اور نفس پرست خودغرض اس سے مالی ہے پس اس کا ضرر گرگ سے دو وجہ سے زیادہ ہے ایک یہ کہ گرگ کا ضرر آنی ہے اور اس شخص سے ہر وقت کلفت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ گرگ کا ضرر جانی ہے اور اس سے بعض اوقات خود شیخ کو بھی دینی ضرر پہنچتا ہے کہ اپنی غرض فاسد کے لئے مثلاً کسی کی چغلی کھادی اس پر سختی کرادی جس سے ارتکاب ظلم کا گناہ شیخ کو ہوا اور بعض اوقات یہ شخص شیخ کو خلائق کی گمراہی اور ضرر دینی کا آلہ بناتا ہے کہ اپنی غرض کے لئے شیخ کی طرف بعض اقوال وافعال غیر واقعیہ کو منسوب کرتا ہے جس سے لوگوں کو اس سے سوء ظن ہوتا ہے اور سوء ظن کا ان کو گناہ ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسرے بزرگوں سے بھی قیاساً علی ہذا الشیخ سوء ظن ہو کر سب کا اتباع چھوڑ کر اپنی رائے کے متبع بن کر گمراہ ہو جاتے ہیں)۔

بازگشتن بحکایت شتر وگاؤ وقچ وہر یکے از تاریخ عمر خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قچ با گاؤ واشتر کاے رفاق	چوں چنیں افتاد مارا اتفاق
دنبہ نے بیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو	جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے
ہر یکے تاریخ عمر املا کنید	پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
تو ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرو	جو زیادہ مسن ہو وہ احق ہے باقی خاموش رہو
گفت قچ مرج من اندر آں عہود	باقچ قربان اسماعیلؑ بود
دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان زمانوں میں	دنبہ قربانی اسماعیلؑ کے ساتھ تھی

گاوٗ گفتا بودہ ام من سالخورد	جفت آں گاوم کش آدم زرع کرد
بیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال	میں اس بیل کی جوڑی ہوں جس سے آدمؑ نے زراعت کی تھی
جفت آں گاوم کش آدم جد خلق	در زراعت بر زمیں میکرد فلق
میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق	زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے
چوں شنید از گاوٗ و قچ اشتر شگفت	سر فرود آورد و آں را برگرفت
جب بیل اور دنبہ نے شتر نے یہ عجیب بات سنی	تو سر نیچا کیا اور اس کو لے لیا
در ہوا برداشت آں بند قصیل	اشتر بختی سبک بے قال و قیل
ہوا میں اس خوید کے دستہ کو اٹھا لیا	شتر بختی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل
کہ مرا خود حاجت تاریخ نیست	کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست
کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ کی نہیں	کیونکہ ایسا جسم اور ایسی بلند گردن ہے
خود ہمہ کس داند اے جان پدر	کہ نباشم از شمامن خرد تر
خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر	کہ میں تم سے تو چھوٹا نہ ہوں گا
داند ایں را ہر کہ ز اصحاب نہاست	کہ نہاد من فزوں تر از شماست
اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے	کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے

جواب گفتن مسلمان آنچہ دید بتر سا وجہو دوحسرت خوردن ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا ہے اس نے دیکھا اور ان کا حسرت کرنا

پس مسلماں گفت کاے یاران من	پیشم آمد مصطفیؐ سلطان من
پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو	میرے پاس مصطفیؐ میرے بادشاہ تشریف لائے
سید سادات و سلطان رسل	مفخر کونین و ہادی سبل
سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ	فخر کونین اور رہنما طریقوں کے
پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت	باکلیمؑ اللہ نرد عشق باخت
پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا	اس نے حضرت کلیم اللہؑ کے ساتھ عشق کی نرد کھیلی
واں دگر را عیسیٰؑ صاحبقراں	برد بر اوج چہارم آسماں
اور دوسرے کو حضرت عیسیٰؑ صاحب قراں	آسمان چہارم کی بلندی پر لے گئے

خیز اے پس ماندۂ دیدہ ضرر	بے توقف زود حلوا را بخور
اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے	تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے حلوے کو کھا لے
آں ہنر مندان پر فن راندند	نامۂ اقبال و منصب خواندند
وہ ہنر منداں پر فن تو روانہ ہو گئے	انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا
آں دو فاضل فضل خود دریافتند	با ملائک از ہنر دربافتند
ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کر لیا	ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہو گئے
اے سلیم گول واپس ماندہ ہیں	برجہ و برکاسۂ حلوا نشیں
اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں	جلدی اٹھ اور کاسہ حلوا پر جا بیٹھ

دنبہ نے بیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے (جس کا ذکر شروع قصے کے اس شعر میں ہے گفت قچ بخش ارکنیم ایں رالقیں ہیچ کس از ماںگرددسیر ازیں) تو ہر ایک (اپنی) عمر کی تاریخ بیان کرو (**اطلاقاللمقید علے المطلق لان الاملاء هو البیان لغرض خاص ای الاستکتاب**) جو زیادہ مسن ہو وہ احق ہے باقی خاموش رہو (پس) دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان (پرانے) زمانوں میں دنبہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تھی (پس میں ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا ہوں) بیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے آدم علیہ السلام نے زراعت کی تھی میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے (جو قلبہ رانی میں ہوتا ہے تو میں آدم علیہ السلام کے وقت کا ہوا اور دنبہ سے میری زیادہ عمر ہوئی) جب بیل اور دنبہ سے شتر نے یہ عجیب بات سنی تو سر نیچا کیا اور اس (پولہ) کو (منہ میں) لے لیا (اور) ہوا میں اس خوید کے دستہ کو اٹھا لیا شتر بختی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل (یعنی بلا استفسار رفقاء کے اور یہ کہا) کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ (بیان کرنے) کی نہیں کیونکہ (میرے پاس) ایسا جسم اور ایسی بلند گردن ہے خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر کہ میں تم سے تو (کسی حال میں) چھوٹا نہ ہوں گا اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے (پس عمر بھی میری تم سے زیادہ ہی ہوگی یہ ایک لطیفہ ہے جو مثال کی تطبیق کے لئے کافی ہے پس ترسا نے کہا کہ اسی طرح آسمان افضل و اعلیٰ ہے زمین سے پس میرا خواب آسمان میں جانے کا اس یہودی کے خواب سے کہ اس نے اپنے کو زمین پر دیکھا اعجب و اعظم ہے آگے اشعار میں یہی مضمون ہے۔

فائدہ:۔ فی الغیاث بختی نوے از شتر قوی و بزرگ و سرخ رنگ کہ از جانب خراسان آرند و ایں منسوب بہ بخت نصر بادشاہ است کہ مادہ شتر عرب و نر شتر عجم را جفت ساختہ بود۔

رجوع بہ تقریر ترسا

جملگاں دانند کایں چرخ بلند	ہست صد چندانکہ ایں خاک نژند
سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے	صدہا حصہ زیادہ اس خاک پست سے

کو کشاد قلعہائے آسماں	کو نہاد بقعہائے خاکداں
کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی	کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی
کو عجائبہائے بام آسماں	کو غرائبہائے گنج خاکداں
کہاں عجائب بام آسمان کے	کہاں ویرانے گوشہ خاکدان کے

سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے صد ہا حصے زیادہ اس خاک پست سے (کذافی الغیاث فی معنی نشزند) کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی۔ کہاں عجائب بام آسمان کے کہاں ویرانے گوشہ خاندان کے "مقصود ان اشعار کا سرخی ہذا کے قبل مذکور ہوا ہے کہ ترجیح دینا ہے اپنے خواب کو خواب یہودی پر)۔

من بفرمان چناں شاہ جہاں	خوردم آں دم کاسۂ حلواؤ ناں
میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق	اس وقت کاسۂ حلوا اور روٹی کھا گیا
پس بگفتندش کہ اے ابلہ حریص	اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص
پس ان دونوں نے اس سے کہا کہ اے ابلہ حریص	تعجب ہے تو نے حلوائے روغن و خرما کھا لیا
گفت چوں فرمود آں شاہ مطاع	من کہ باشم تا کنم زاں امتناع
اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا	تو میں کون ہوں کہ اس سے انکار کروں
تو جہود از امر موسیٰ سرکشی	گر بخواند در خوشی یا نا خوشی
تو یہودی ہے بھلا حکم موسی سے سرکشی کر سکتا ہے	اگر وہ آسانی یا سختی میں بلاویں
تو مسیحی ہیچ از امر مسیحؑ	سر توانی تافت در خوب و قبیح
تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسوی سے	سرتابی کر سکتا ہے اچھی میں اور بری حالت میں
من ز فخر انبیاء چوں سر کشم	خوردہ ام حلوا و ایں دم سر خوشم
میں فخر انبیاء سے کیونکر سرکشی کرتا	میں نے حلوا کھا لیا اور اس وقت خوش ہوں
پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست	تو بدیدی ویں بہ از صد خواب ماست
پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق	تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صد ہا خواب سے بہتر ہے
خواب تو بیداری ست اے ذو نظر	کہ بہ بیداری عیانستش اثر
خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر	کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے
خواب تو بیداری ست اے خوش نہاد	کہ تو در خوابت رسیدی بامراد
خواب تیرا بیداری ہے اے خوش نہاد	کہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خواب تو بیداریست اے نیک خو	کہ ازاں خوابت رسدامر کلوا
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو	کہ اس خواب سے تجھ کو حکم کلوا پہنچتا ہے
خواب تو بیداری ست اے نیک مرد	کہ ازاں خواب تو روے ماست زرد
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد	کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے
خواب تو بیداریست اے سیر جاں	کہ ہماں را ظاہراً دیدی عیاں
خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جاں	کہ اس کو ظاہراً بھی عیاں دیکھ لیا
خواب تو مانند خواب انبیاست	کہ شدایں خواب تو بے تعبیر راست
خواب تیرا مانند خواب انبیاً کے ہے	کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہو گیا

پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو میرے پاس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بادشاہ تشریف لائے سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ فخر کونین اور رہنما طریقوں کے پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا (اور) اس نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے ساتھ عشق کی نرد کھیلی اور دوسرے کو حضرت عیسیٰ صاحبقراں علیہ السلام آسمان چہارم کی بلندی پر لے گئے اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے حلوے کو کھالے (کہ بالکل خسارہ میں تو نہ رہے فی الغیاث یخنی انچہ بدارند از مال یا طعام کہ بوقت حاجت بکار آید اور مجھ سے فرمایا کہ) وہ ہنرمنداں پرفن تو (طور اور چرخ پر) روانہ ہوگئے (اور) انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کرلیا (اور) ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہوگئے اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں جلدی اٹھ اور کاسۂ حلوا پر جا بیٹھ (پس) میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق اس وقت کاسہ حلوا اور روٹی کھا گیا۔ پس ان دونوں نے اس (مسلمان) سے کہا کہ اے ابلہ حریص تعجب ہے تو نے (تنہا) حلوائے روغن وخرما کھا لیا (کذافی الغیاث فی معنی الخبیص) اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا تو میں کون ہوں کہ اس (حکم) سے انکار کروں تو یہودی ہے بھلا حکم موسوی سے سرکشی کرسکتا ہے اگر وہ (تجھ کو) آسانی یا سختی میں بلاویں (اور) تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسوی سے سرتابی کرسکتا ہے اچھی حالت میں اور بری حالت میں (تو) میں فخر انبیاء (کے حکم) سے کیونکر سرکشی کرتا میں نے حلوا کھالیا اور اس وقت خوش ہوں پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صدہا خواب سے بہتر ہے خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے (کہ حلوا کھایا ہوا ہے) خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو کہ اُس خواب سے تجھ کو حکم کلوا (نجوریہ) پہنچتا ہے خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے (یعنی ہم شرمندہ ہیں) خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جان (کہ تیری جان نعمت سے پر ہے) کہ اس کو ظاہراً بھی عیاں دیکھ لیا خواب تیرا مانند خواب انبیاء کے ہے کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہوگیا (یعنی بلا تاویل بصورتہ واقع ہوگیا)۔

فائدہ:۔ اگران یہود وترسا کا خواب مخترع تھا تو ظاہر یہ ہے کہ یہ مسلمان اس بات کو سمجھ گیا اور اس نے بھی

حلوا کھا کر خواب تصنیف کیا ہے اور اس صورت میں تائید اس کی ہنر وزیری کی کام نہیں آتی جو کہ مقصود ہے مولانا کا اس حکایت سے جیسا شروع حکایت میں بھی احقر نے لکھ دیا ہے بزعم اس یہود و ترسا کے ہوگی کہ وہ اپنے کو بڑا بڑا ہنرور سمجھتے تھے مگر محروم رہے اور خواب بنانا گو ناجائز ہے مگر ایک عامی کا فعل موجب اشکال نہیں اور اگر ان دونوں کا خواب واقعی ہے تو اس کا بھی صحیح ہو سکتا ہے اور اس پر یہ اشکال ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حق غیر کھانے کی کیسے اجازت دی جواب یہ ہے کہ مہدی حلوہ کا مومن تھا جس کے قرائن شروع حکایت کے بیس شعر کے بعد اشعار ثلثہ چوں رسید ند الخ کی شرح میں مذکور ہوئے ہیں اور اس نے وہ حلوا اس مومن ہی کی ملک کیا ہوگا مگر اس نے براہ مروت ان دونوں کو اباحت کے طور پر شریک کر لیا ہوگا اور حاجت اسی کو زیادہ تھی اس لئے اس کا تنہا کھانا جو نہ شریعت کے خلاف ہے اور نہ مروت کے مامور بہ من النبیؐ ہو سکتا ہے اور ایک اشکال ظاہراً اس صورت میں یہ متوہم ہوتا ہے کہ اشعار ہنر منداں الخ میں کفار کے لئے ایسے مدائح حضورؐ نے کیسے فرمائے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید وہ بعد میں ایمان لانے والے ہوں کما قال مولانا من قبل بس جہود ے کا خرش محمود بود۔

درگزر از فضل و از جلدی و فن	کار خدمت دارد و خلق حسن
فضیلت اور چستی اور ہنرمندی سے باز آ	خدمت اور خلق حسن کام آتا ہے
بہر ایں آورد ما یزداں بروں	ما خلقت الانس الا لیعبدون
اسی کے واسطے ہم کو حق تعالیٰ باہر لائے ہیں	میں نے انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے
سامری را آں ہنر چہ سود کرد	کاں فن از باب اللہش مردود کرد
سامری کو اس ہنر نے کیا نفع دیا	کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا
چہ کشیداز کیمیا قاروں ببیں	کہ فرو بردش بقعر خود زمیں
قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا	کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گئی
بوالحکم آخر چہ بربست از ہنر	سرنگوں رفت او ز کفراں در سقر
ابوالحکم نے ہنر سے کیا جمع کیا	وہ کفران سے سرنگوں دوزخ میں گیا
خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیان	نے گپ دل علی النار الدخان
بہ تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معاینۂ دیکھ لیا	نہ یہ دعویٰ کہ دخان دلالت کرتا ہے نار پر
اے دلیلت گندہ تر پیش لبیب	در حقیقت از دلیل آں طبیب
اے شخص تیری دلیل عاقل کے روبرو زیادہ گندی ہے	حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی
چوں دلیلت نیست جز ایں اے پسر	گوہ می خور در گمیزے می نگر
جب تیرے پاس بجز اس کے اور دلیل نہیں ہے	تو گوہ کھاتا رہ موت میں نظر کرتا رہ

اے دلیل تو مثال آں عصا	در کف دل علیٰ عیب العمیٰ
اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے	جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیب نابینائی پر دلالت کررہی ہے
اے دلیل ماچو فکر ما ذلیل	پیشی ما پیش دانایاں قلیل
اے شخص ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر کی طرح ذلیل ہے	ہمارا پیش ہونا عارفین کے سامنے کم قدر ہے
غلغل و طاق و طرم و گیرو دار	کہ نمی بینم مرا معذور دار
غلغلہ اور دھوم دھام اور آفت برپا ہے	کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ

(اس میں بیان ہے مقصود قصہ کا جو کہ قصہ کے قبل ان اشعار میں مذکور تھا اے بساعلم وذکاوت الابیات السبعۃ یعنی) فضیلت اور چستی اور ہنر مندی (کے دعویٰ) سے باز آ (کیونکہ) خدمت (یعنی طاعت حق) اور خلق حسن (مع الخلق جس میں تواضع بھی داخل ہے) کام آتا ہے (آگے اس کی دلیل ہے یعنی) اسی (خدمت وطاعات) کے واسطے ہم کو حق تعالیٰ (پردۂ عدم سے) باہر لائے ہیں (چنانچہ ارشاد ہے کہ) میں نے انسان (اور جن) کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے (تنگی وزن سے لفظ جن نظم میں نہیں آ سکا مگر مراد پوری آیت ہے آگے ہنر مندی مذموم مانع عن الحق کی مثالیں ہیں کہ دیکھو) سامری کو اس ہنر (اصطناع گوسالہ) نے کیا نفع دیا کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گئی ابوالحکم (ابوجہل) نے ہنر سے کیا جمع کیا وہ کفران سے سرنگوں دوزخ میں گیا (آگے بعض ہنر مقصود اور بعض ہنر غیر محمود کی تعیین بطور تمثیل ہے یعنی) تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معاینۃً دیکھ لیا نہ یہ دعویٰ کہ دخان دلالت کرتا ہے نار پر (مراد اول سے علوم دینیہ ومعارف یقینیہ کہ قلب ذوقاً ان کے معلومات کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے الصدق طمانینت کا تحقق ہوتا ہے اور مراد ثانی سے علوم استدلالیہ تخمینیہ غیر موصلہ الی الحق کہ خود مدعی کو بھی ان میں تذبذب ہوتا ہے جس سے الکذب ریبۃ کا تحقق ہوتا ہے مگر بضرورت صورت دلیل کے اس کی تحقیق کا دعویٰ کرتا ہے آگے بھی اسی کی نسبت فرماتے ہیں کہ) اے شخص تیری دلیل (مذکور بوجہ مانع عن الحق ہونے کے) عاقل (یعنی عارف) کے روبرو زیادہ گندی ہے حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی (مراد اس سے فارورہ ہے جس سے وہ استدلال کرتا ہے اور مقصود اس سے مشبہ بہ کی من حیث الاستدلال تقبیح شرعی نہیں کیونکہ اس سے استدلال بوجہ مطلوب کے مباح ہونے کے کہ دراک ہے کیفیت مزاج کا شرعاً جائز ہے بلکہ قبیح شرعی کو تشبیہ دینا ہے قبیح عرفی سے تنفیر کے لئے اور اس کو اس سے زیادہ گندہ اس لئے کہا کہ اس کی نجاست ظاہری اور سریع الزوال ہے اور اس کے باطنی وصعب العلاج ہے خصوص اس وجہ سے کہ صاحب دلیل اس کو نجس بھی نہیں سمجھتا بلکہ ان خرافات پر فخر کرتا ہے آگے اس نجس پر تفریع ہے کہ) جب تیرے پاس بجز اس (دلیل نجس) کے اور دلیل نہیں ہے (جو کہ عارفین کے پاس ہے اور نہ تجھ کو اس کی طلب ہے بلکہ فرحوا بما عندھم من العلم کی حالت ہے اور اسی پر قناعت ہے تو) تو (جان) گوہ کھا تارہ (اور) موت میں نظر کرتا رہ (یعنی ان ہی قاذورات باطنیہ میں مبتلا رہ) اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیبا نابینائی پر دلالت کررہی ہے (یعنی نابینا کے ہاتھ میں عصا ہونا جیسے دال ہے اس کے کور ہونے پر اسی طرح تیرے یہ علوم وادلہ جزافیہ دال ہیں علوم صحیحہ سے تیرے کورے ہونے پر) اے شخص

ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر (یعنی دعویٰ) کی طرح ذلیل ہے (کیونکہ دعویٰ کا مہمل و باطل ہونا مستلزم ہے دلیل کے اہمال و بطلان کو اور) ہمارا (ان علوم جزافیہ کے ساتھ) پیش ہونا (اور روبرو آنا) عارفین کے سامنے (بالکل) کم قدر ہے (ان دونوں مصرعوں میں وما لااعبد کے طرز پر حکم ہے اور مقصود مخاطب بالا کی مذمت ہے اور ان علوم جزافیہ کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اندھا شخص آ رہا ہے اور اس کا ایک) غلغلہ اور دھوم دھام اور (ایک) آفت برپا ہے کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ (یعنی اتنے شور وغل واہتمام سے یہ مہمل مضمون ظاہر کیا اسی طرح ان فلاسفہ کا کروفر دعویٰ تو اس قدر اور ادلہ وعلوم جب پیش کئے تو سب کا حاصل یہ ثابت ہوا کہ ہم اہل مشاہدہ نہیں رجماً بالغیب ہانک رہے ہیں اور مقصود سے دور ہیں جس طرح آگے حکایت ہے کہ وہ مسخرا ایسے تو اہتمام سے آیا اور کہا تو یہ تم نے جو سمرقند جانے کا اشتہار دیا ہے سن لو کہ میں نہیں جا سکتا۔

منادی کردن سید ملک ترمذ کہ کسے باشد بسمرقندرود بسہ روز بفلاں مہم، خلعت و مال بدہم وشنیدن دلقک دردہ وآمدن بالاغ نزد آں سید ملک کہ من بارے نتوانم

ترمذ کے بادشاہ کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے سمرقند جائے، ہم خلعت اور مال دیں اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا۔

سید ترمذکہ آنجا شاہ بود	مسخرہ او دلقک دلخواہ بود
شہر ترمذ کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا	اس کا مسخرہ دلقک محبوب دل تھا
داشت کارے در سمرقند او مہم	جست الاغے تاشود او مستتم
بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا	اس نے ایک قاصد تلاش کیا تا کہ وہ اتمام کو پہنچانے والا ہو
زد منادی کانکہ او در پنج روز	آردم پیغام خوب بافروز
منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں	میرے پاس پیغام خوب بارونق لاوے
بخشم او را زر و گنج بے شمار	تاشود میرو عزیز اندر دیار
میں اس کو زر اور گنج بیشمار دوں گا	یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا دیار میں
دلقک اندر دہ بدوآں را شنید	برنشست و تابہ ترمذی دوید
دلقک کسی گاؤں میں تھا اس نے یہ سنا	بیٹھا اور ترمذ تک دوڑنے لگا
مرکب دو اندراں رہ شد سقط	از دوانیدن فرس را زاں نمط
دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے	بسبب اس طرح گھوڑا دوڑانے کے
پس بدیواں دردوید از گرد راہ	وقت ناہنگام رہ جست او بشاہ
پھر دارالعدالت میں دوڑ کر آیا گرد راہ سے	ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے پاس راہ ڈھونڈا

فجے در جملہٗ دیواں فتاد	شورشے دروہم آں سلطاں فتاد
تمام دارالعدالت میں ایک کھر پچر ہونے لگی	ایک شورش اس بادشاہ کی قوت واہمہ میں واقع ہو گئی
خاص و عام شہر را دل شد زدست	تاچہ تشویش و بلا حادث شدست
شہر کے عوام و خواص کا دل قابو سے نکل گیا	کہ کیا تشویش و بلا پیدا ہوئی ہو گی
یا عدوے قاہرے درقصد ماست	یا بلائے مہلکے از غیب خاست
یا کوئی دشمن جلا ہمارے قصد میں ہے	یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے
کہ زدہ دلقک بسیران درشت	چند اسپ قیمتی در راہ کشت
جس کے سبب دلقک نے گاؤں سے رفتار سخت میں	کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے
جمع گشتہ برسرائے شاہ خلق	تاچرا آمد چنیں اشتاب دلق
بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہو گئی	کہ اس قدر تیز دلقک کیوں آیا ہے
از شتاب او وجد و اجتہاد	غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
اس کی تعجیل اور کوشش و اہتمام سے	ایک غلغلہ اور تشویش ترمذ میں واقع ہو گئی
آں یکے دو دست برزانو زناں	واں دگر از وہم واویلے کناں
ایک دونوں ہاتھ زانوں پر مار رہا تھا	اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا
از نفیر و فتنہ و خوف و نکال	ہر دلے رفتہ بصد گونہ خیال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے	ہر دل صدہا طرح کے خیال کی طرف جا رہا تھا
ہر کسے فالے ہمی زد از قیاس	تاچہ آتش او فتاد اندر پلاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا	کہ کونسی آگ ٹاٹ میں لگ گئی ہو گی
راہ جست و راہ دادش شاہ زود	چوں زمیں بوسید گفتا ہے چہ بود
اس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دیدیا	جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا ہائیں کیا ہوا
ہر کہ می پرسید حالے زاں ترش	دست برلب می نہاد او کہ خمش
جو شخص اس ترش رو سے حال پوچھتا تھا	وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ
وہم می افزود زیں فرہنگ او	جملہ در تشویش گشتہ دنگ او
اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا	سب تشویش میں اس کے سبب دنگ ہو رہے تھے

کرد اشارت دلقک اے شاہ کرم	یک دمے بگزار تا من دم زنم
دلقک نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم	تھوڑی دیر چھوڑ دیجئے پھر بولوں گا
تا کہ باز آید بمن عقلم دمے	کہ فتادم در عجائب عالمے
تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے	کیونکہ میں عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں
بعد یک ساعت کہ شاہ از وہم وظن	تلخ گشتش ہم گلوو ہم دہن
تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم و گمان سے	بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا
کو ندیدہ بود دلقک را چنیں	کہ ازو خوشتر نبودش ہمنشیں
کیونکہ اس نے دلقک کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا	کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشین نہ تھا
دائماً دستان و لاغ افراشتے	شاہ را او شاد و خنداں داشتے
ہمیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا	بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا
آنچناں خنداندش کردے درنشست	کہ گرفتے شہ شکم را با دو دست
اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں	کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ پکڑ لیتا تھا
ہم ز زور خندہ خوی کردے تنش	رو در افتادی زخندہ کردنش
نیز غلبہ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا	منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے
باز امروز ایں چنیں زرد و ترش	دست برلب میزند کاے شہ خمش
پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش	لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ
وہم در وہم و خیال اندر خیال	شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال	بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے
کہ دلے شہ باغم و پرہیز بود	زانکہ خواز شاہ بس خونریز بود
وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پر غم اور پر حذر تھا	اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خونریز تھا
جائے تخت او سمرقند گزیں	بد وزیر داہے او را ہمنشیں
اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا	ایک چالاک وزیر اس کا ہم نشیں تھا
بس شہان آں طرف را کشتہ بود	یا بحیلت یا بسطوت آں عنود
اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا	یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند

وایں شہ ترمذ ازو در وہم بود	وز فن دلقک خود آں وہمش فزود
اور یہ شاہ ترمذ اس کی طرف سے وہم میں تھا	اور دلقک کی چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا
گفت زوتر باز گوتا حال چیست	ایں چنیں آشوب وشور تو زکیست
بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے	تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے
گفت من در دہ شنیدم آنکہ شاہ	زد منادی برسر ہر شاہ راہ
دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے	ہر سڑک کے نکر پر منادی کرائی ہے
کہ کسے خواہم کہ تازد در سہ روز	تا سمرقند و دہم او را کنوز
کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ	سمرقند کو جا دوڑے مثل پیک شاندار کے
گنجہا بدہم و را اندر عوض	چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا	جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے
من شتابیدم برتو بہر آں	تا بگویم کہ ندارم آں تواں
میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں	تاکہ غرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں
ایں چنیں چستی نیاید از چو من	تار ایں امید را برمن متن
ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا	اس امید کے تار کو مجھ پر نہ تنئے
گفت شہ لعنت بریں زودیت باد	کہ دو صد تشویش در شہر اوفتاد
بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو	کہ شہر میں دو سو تشویشیں واقع ہو گئیں
از برائے ایں قدر اے خام ریش	آتش افگندی دریں مرج وحشیش
محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے	تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں

(وجہ مناسبت حکایت کی ماقبل میں مذکور ہو چکی ہے یعنی) شہر ترمذ کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا اس کا مسخرہ دلقک محبوب دل تھا (دلقک نام مسخرہ کذانی الغیاث) بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا اس نے ایک قاصد تلاش کیا (کذانی الغیاث فی معنی الاغ بالضم) تاکہ وہ (قاصد اس مہم کا) اتمام کو پہنچانے والا ہو (پس اس غرض کے لئے) منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں میرے پاس پیغام خوب (یعنی صحیح) بارونق (یعنی بااطمینان) لاوے میں اس کو زر اور گنج بیشمار دوں گا یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا (اپنے) دیار میں دلقک کسی گاؤں میں تھا اس نے (بھی) یہ (اشتہار) سنا (سواری پر) بیٹھا اور ترمذ تک دوڑنے لگا دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے۔ بسبب اس طرح (تیزی سے) گھوڑا دوڑانے کے پھر دار العدالت میں دوڑ کر آیا گردارہ سے (اور) ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے

پاس راہ ڈھونڈا (یعنی گرد بھی نہیں جھاڑی اور بے موقع جلدی کی وجہ سے اسی طرح جا پہنچا پس) تمام دار العدالت میں ایک کچر پچر ہونے لگی ایک شورش اس بادشاہ کے قوت واہمہ میں واقع ہوگئی شہر کے عوام وخواص کا دل قابو سے نکل گیا کہ کیا تشویش اور بلا پیدا ہوئی ہوگی یا کوئی دشمن جلاد ہمارے قصد میں ہے یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے جس کے سبب دلقک نے گاؤں سے رفتار سخت میں کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہوگئی کہ اس قدر تیز دلقک کیوں آیا ہے اس کی تعجیل اور کوشش واہتمام سے ایک غلغلہ اور تشویش ترمذ میں واقع ہوگئی ایک دونوں ہاتھ زانوں پر مار رہا تھا اور دوسرا او ہم سے واویلا کر رہا تھا فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے ہر دل صد ہا طرح کے خیال کی طرف جا رہا تھا ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا کہ کونسی آگ ٹاٹ میں لگ گئی ہوگی (کنایت از حادثہ عظیم کذا فی الحاشیۃ) اس (دلقک) نے (بادشاہ تک) راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دے دیا جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا ہائیں کیا ہوا (مگر) جو شخص (اہل دربار میں سے) اس ترشرو سے حال پوچھتا تھا وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ۔ اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا سب تشویش میں اس کے سبب دنگ ہو رہے تھے دلقک نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم تھوڑی دیر (مجھ کو) چھوڑ دیجئے پھر (دم لے کر) بولوں گا تا کہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے کیونکہ میں ایک عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم اور گمان سے بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا کیونکہ اس نے دلقک کو (کبھی) اس حالت میں نہ دیکھا تھا کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشین نہ تھا ہمیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا۔ بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ پکڑ لیتا تھا۔ نیز غلبہ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ۔ وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پر غم اور پر حذر تھا اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خونریز تھا اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا۔ ایک چالاک وزیر اس کا ہمنشین تھا (وہ تدبیریں تسخیر ملک کی بتلاتا تھا) اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند اور یہ شاہ ترمذ اس کی طرف سے وہم میں تھا اور دلقک کی (اس) چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا۔ بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے۔ دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے ہر سڑک کے نکر پر منادی کرائی ہے کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ سمرقند کو جا دوڑے مثل پیک شاندار کے تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا۔ جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے (وہ غرض صرف پیغام رسانی ہے) میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں تا کہ عرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا اس امید کے تار کو مجھ پر نہ تنئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو کہ شہر میں دوسو تشویشیں واقع ہوگئیں۔ (یہ کونسی کہنے کی بات تھی اور پھر کہنا بھی اس قدر اہتمام سے) محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے۔ تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں (یعنی جس طرح گھاس میں آگ لگا دینے سے پریشانی ہوتی ہے تو نے ایسا پریشان کیا جز و مقصود حکایت کا تو ختم ہو گیا آگے بترتیب انتقال اور حکایت کا اکمال ہے) یعنی اولا انتقال ہے اور پھر حکایت کا کمال ہے ۱۲ منہ

ہمچو ایں خامان باطبل و علم	کہ اما مانیم در فقر و عدم
جیسے یہ خاماں باطبل و علم ہیں	کہ ہم امام ہیں فقر و فنا میں
لاف شیخی در جہاں انداختہ	خویشتن را بایزیدؒ ساختہ
لاف مشیخت جہان میں ڈال رکھی ہے	اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے
ہم زخودسالک شدہ واصل شدہ	محفلے وا کردہ در دعوٰی کدہ
خود ہی سالک بھی ہو گئے خود ہی واصل بھی ہو گئے	ایک مجلس کھول رکھی ہے دعوٰی خانہ میں
خانۂ داماد پرآشوب و شر	قوم دختر را نبودہ زو خبر
دولہا کا گھر تو شور و شر سے پر ہو رہا ہے	دلہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں
ولولہ کہ کار نیمے راست شد	شرطہائے کاں زسوئے ماست شد
جوش و خروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے	جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں
خانہارا روفتیم آراستیم	زیں ہوس سرمست وخوش برخاستیم
ہم نے گھروں کو صاف و آراستہ کر لیا ہے	اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں
زاں طرف آمد یکے پیغام نے	آمد ایں سومرغکے زاں بام نے
اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا	اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی نہیں آیا
زیں رسالات مزید اندر مزید	یک جوابے ازحوالے شاں رسید
اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے	ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے پہنچا ہے؟
نے، ولیکن یار مازیں آگہ ست	زانکہ ازدل سوئے دل لابدرہ ست
نہیں۔ لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے	کیونکہ دل سے دل کی طرف لابد راستہ ہے
پس ازاں یارے کہ امید شماست	از جواب نامہ رہ خالی چراست
تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے	جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے
صد نشانست از سرا رو از جہار	لیک بس کن پردہ زیں در بر مدار
صدہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے	لیکن بس کرد پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ
باز رو تا قصۂ آں دلق گول	کہ بلا بر خویش آورد از فضول
پھر رجوع کرد دلقک جاہل کے قصہ کی طرف	کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا

(یہاں بطور انتقال کے مقولہ ہے مولانا کا کہ اس دلقک مسخرہ کی اس بے بنیاد طمطراق کی ایسی مثال ہے) جیسے یہ خامان باطبل وعلم میں (یعنی مشائخ مزورین جنہوں نے شہرت کا سامان فراہم کر رکھا ہے اور بزبان قال یا حال اس بات کے مدعی ہیں) کہ ہم امام ہیں فقر وفنا میں (اور) لاف مشیخت جہان میں ڈال رکھی ہے (اور) اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے خود ہی سالک بھی ہو گئے (پھر) خود ہی واصل بھی ہو گئے (یعنی بوجہ عار وکبر کسی شیخ کامل سے استفادہ بھی نہیں کیا اور) ایک مجلس کھول رکھی ہے دعویٰ خانہ میں (اور ان مشائخ کی اس شہرت بے بنیاد کی ایسی مثال ہے جیسے) دولہا کا گھر تو شور وشر سے پر ہو رہا ہے (مگر) دلہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں (آگے اس شور وشر خانہ داماد کا بیان ہے کہ دولہا والوں کو) جوش وخروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے (یعنی) جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں (مثلاً) ہم نے گھروں کو صاف وآراستہ کر لیا ہے (اور) اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں (وعلی ہذا تو آدھا کام یعنی ہماری طرف کا مکمل ہو گیا ہے آدھے کی کسر رہی ہے یہ تو ادھر ہو رہا ہے اور خانہ عروس کی حالت یہ ہے کہ) اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا (اور) اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی (نامہ لے کر) نہیں آیا (ان دولہا والوں سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمہارے) اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے (کسی پیام کا کوئی) ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے (تم کو) پہنچا ہے (وہ جواب دیتے ہیں کہ) نہیں (جواب تو نہیں آیا) لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے کیونکہ دل سے دل کی طرف لابد راستہ ہے (یہی حالت ہے شیخان مکار کی کہ نہ ان کو حق تعالیٰ سے کوئی نسبت ہے نہ ادھر سے علامات قبول ہیں اور پھر دعویٰ ہے کہ ہم محبوب ومقبول ہیں گو کوئی علامت نہیں مولانا اس جواب پر جرح فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے اور محبوب حقیقی کے درمیان تعلقات ہیں) تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے (یعنی جواب کیوں نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ علامات وآثار قبول کیوں نہیں جو نصوص میں آئے ہیں۔ مثلاً حدیث میں ہے **یوضع له لقبول فی الارض** اور مثلاً **اذا راؤ ذکر الله** قرآن میں علامات اولیاء میں فرمایا ہے **الذین اٰمنوا و کانوا یتقون** یہ آثار لازمہ کیوں نہیں اور جب آثار لازمہ نہیں تو موثر ملزوم کا دعویٰ کیسا کہ وجود ملزوم بدوں لازم محال ہے آگے مولانا ان آثار کی نسبت فرماتے ہیں کہ) صدہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے لیکن بس کرو (اور) پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ (یہ بات علامات باطنہ کے اعتبار سے فرمائی کیونکہ علامات ظاہرہ جو قرآن وحدیث سے ابھی مذکور ہوئیں ان سے تو پردہ اٹھا چکا ہے اور حفاظت خلق کے لئے اس سے پردہ اٹھنا ضرور بھی تھا۔ اب صرف علامات باطنہ رہ گئیں جن کا ادراک وجدان و فراست صحیحہ سے ہوتا ہے اس کا بیان ضروری تو اس لئے نہیں کہ عوام فاقد قوت قدسیہ اس سے پہچان نہیں سکتے اور خواص کو بتلانے کی ضرورت نہیں اور مناسب اس لئے نہیں کہ عوام شاید اپنے وجدان غیر صحیح کو صحیح سمجھ کر ممکن ہے کسی مزور کو ان علامات سے موصوف اور کسی کامل منتہی لطیف النسبۃ کو اس سے معرا سمجھ کر ضرر اور غلطی میں پڑ جاویں۔ پس اس لئے اس کو چھوڑ کر) پھر رجوع کرو دلقک جاہل کے قصہ کی طرف کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا (جو بعد میں مذکور ہے گفت دلقک راسوئے زنداں برید اور جہالت ہونا اس حرکت کا ظاہر ہے)۔

پس وزیرش گفت اے حق راستن	بشنو از بندہ کمینہ یک سخن
پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون	بندۂ کمتر سے ایک بات سن لیجے
دلقک از دہ بہر کارے آمدست	رائے اوگشت و پشیمانش شدست
دلقک گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے	اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے
زاب و روغن کہنہ را نومی کند	او بمسخرگی بروں شومی کند
آب و روغن سے کہنہ کو نیا کرتا ہے	تمسخر سے خلاصی کی صورت کرتا ہے
غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ	باید افشردن مر او را بیدریغ
اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کرلیا ہے	اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے
او میاں بنمود و پنہاں کرد کارد	بیگماں او را ہمی باید فشارد
اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے	بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے
پستہ را یا جوز را تا نشکنی	نے نماید دل نہ بدہد روغنی
پستہ کو یا اخروٹ کو جب تک توڑو نہیں	نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے
مشنو ایں دفع وے و فرہنگ او	در نگر در ارتعاش و رنگ او
آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنئے	آپ اس کے کانپنے کو اور رنگ کو دیکھئے
گفت حق سیماھم فی وجہھم	زانکہ غماز ست وسیما و منم
حق تعالی نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی اس کے چہرہ میں ہے	کیونکہ یہ نشانی۔ غماز اور نمام ہے
ایں معاین ہست ضد آں خبر	کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
یہ معائنہ کیا ہوا اس خبر کے خلاف ہے	کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے یہ بشر
گفت دلقک با فغان و با خروش	صاحبا درخون ایں مسکیں کوش
دلقک کہنے لگا فغاں و خروش کے ساتھ	کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوشش نہ کیجئے
بس گمان و وہم آید در ضمیر	کاں نباشد حق وصادق اے امیر
بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں	جو کہ واقعی اورراست نہیں ہوتے اے امیر
ان بعض الظن اثم ست اے وزیر	نیست استم راست خاصہ برفقیر
ان بعض الظن اثم ہے اے وزیر	ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر

شہ نگیرد آنکہ می رنجاندش	از چہ گیرد آنکہ میں خنداندش
بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جوان کو رنجیدہ کرے	کس سبب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جوان کو ہنساتا ہو
گفت صاحب پیش شہ جا گیر شد	کاشف ایں مکر و ایں تزویر شد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزیں ہو گئی	وہ اس مکر و تزویر کی کاشف ہو گئی
گفت دلقک را سوئے زنداں برید	چاپلوس و زرق او را کم خرید
بادشاہ نے حکم دیا دلقک کو جیل خانہ میں لے جاؤ	اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو
میزنیدش چوں دہل اشکم تہی	تا دہل وار او دہد ماں آگہی
اس کو پیٹتے رہو دہل خالی شکم کی طرح	تاکہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی دے
زانکہ ہم پر ہم تہی باشد دہل	بانگ او آگہ کند ما راز کل
وجہ یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تہی بھی ہوتا ہے	اس کی آواز ہم کو کل صفتوں سے آگاہ کر دیتی ہے
تا بگوید سر خودرا از اضطرار	آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار
تاکہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے	اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہو جاویں
چوں طمانین ست صدق بافروغ	دل نیارامد بگفتار دروغ
چونکہ صدق بافروغ سبب طمانیت کا ہے	جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا
کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں	خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں
جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے	تنکا دہان کے اندر ہرگز مخفی نہیں رہتا
تا درو باشد زبانے میزند	تا بدانش ازدہاں بیروں کند
جب تک وہ اس میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے	یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے
خاصہ کاندر چشم افتد خس زباد	چشم افتد درنم و بندد کشاد
خاص کر جبکہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے	آنکھ اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہو جاتی ہے
ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لگد	تا دہان و چشم زیں خس وارہد
پس ہم بھی اس خس کو اب لاتیں ماریں گے	تاکہ دہان اور چشم اس خس سے خلاصی پاوے

(برونشو مخلصی کذا فی الحاشیہ میان وسط چیزی او ہمیں سبب غلاف تیغ وغیرہ را گویند چرا کہ سلاح درمیان آں

میماند کذانی الغیاث **ملخصاً** صاحب بمعنی وزیر کذانی الغیاث ایضاً) پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون۔ بندۂ کمترین سے ایک بات سن لیجئے۔ دلقک گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے (اور یہاں آ کر) اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے (اس لئے اس نے یہ بات بنائی ہے اور اس راز کو آپ سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے پس یہ) آب و روغن سے کہنہ کو نیا کرتا ہے (کنایہ ہے تلبیس سے اور) تمسخر سے (اپنی) خلاصی کی صورت کرتا ہے اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کرلیا ہے (یہ بھی کنایہ ہے تلبیس سے اس لئے) اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے پستہ کو یا اخروٹ کو جب تک توڑو نہیں نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنئے آپ اس کے کانپنے کو اور رنگ کو دیکھئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی ان کے چہرہ میں ہے کیونکہ یہ نشانی غماز اور نمام (یعنی مخبر) ہے یہ معائنہ کیا ہوا (رنگ دار تعاش) اس خبر کے خلاف ہے (جو یہ دلقک زبان سے کہہ رہا ہے پس معائنہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس کے دعویٰ وخبر کا اور وہ مدلول رنگ وارتعاش کا یہ ہے) کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے۔ یہ بشر (غالب یہ ہے کہ وزیر کو غصہ میں یہ ترکیب اس کے سزا دلوانے کی سوجھی ہے اور غصہ اس بے موقع تمسخر پر آیا تا کہ سزا سے پھر آئندہ یہ ایسی حرکت نہ کرے) دلقک (بڑا گھبرایا اور) کہنے لگا فغان وخروش کے ساتھ کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوشش نہ کیجئے۔ بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں جو کہ واقعی اور راست نہیں ہوتے اے امیر **ان بعض الظن اثم** (ارشاد) ہے اے وزیر ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جو ان کو رنجیدہ کرے (پھر) کس سبب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جو ان کو ہنساتا ہو (یہ بادشاہ کی خوشامد کے لئے کہا مگر) وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزین ہوگئی (اور اس کے خیال میں) وہ (بات) اس مکر و تزویر (دلقک) کی کاشف ہوگئی (یعنی بادشاہ یہ سمجھا کہ وزیر نے اس کا واقعی مکر کھولا ہے پس) بادشاہ نے حکم دیا دلقک کو جیل خانہ میں لے جاؤ اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو اس کو پیٹتے رہو دہل خالی شکم کی طرح تا کہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی (حقیقت حال سے) دے (اور اوپر کے شعر کے دو مصرعوں میں جو اس کو دہل کے ساتھ دو حیثیت سے تشبیہ دی جن میں سے اول مقتضی ہے دہل کے تہی ہونے کو اور ثانی مقتضی ہے دہل کے پر ہونے کو کہ آگاہی موقوف ہے پر ہونے پر تو) وجہ (ان دونوں تشبیہ کی) یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تہی بھی ہوتا ہے (اور) اس کی آواز ہم کو (ان) کل صنعتوں سے آگاہ کردیتی ہے (یعنی آواز اس کی اس پر بھی دال ہے کہ یہ ہوا سے پر ہے اور اس پر بھی کہ اس میں کوئی جسم صلب نہیں پس یہی حالت اس کی ہے کہ صدق سے خالی اور کذب سے پر ہے اس لئے اس کو پیٹو) تا کہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے (مگر) اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہوجاویں (یعنی جی کو لگ جاوے کہ اس نے سچ کہہ دیا ہے) چونکہ صدق بافروغ سبب طمانینت کا ہے جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے تنکہ دہان کے اندر ہرگز مخفی نہیں رہتا۔ جب تک وہ (تنکہ) اس (دہان) میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے خاص کر جب کہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے آنکھ (فوراً) اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہوجاتی ہے پس ہم بھی اس (دلقک مشابہ) خس کو اب لاتیں ماریں گے تا کہ دہان اور چشم اس خس سے خلاصی پائے (یعنی سب کو پریشانی سے نجات ہو)۔

گفت دلقک کائے ملک آہستہ باش	روی حلم و مغفرت را کم خراش
دلقک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے	حلم و مغفرت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے
تابدیں حد چیست تعجیل نقم	من نمی پرم بدست تو درم
اس حدتک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام	میں اڑا تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں
آں ادب کہ باشد از بہر خدا	اندراں مستعجلی نبود روا
جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے	اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی
وانچہ باشد طبع و خشم عارضی	می شتابد تا نگردد منقضی
اور جو مقتضئے طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے	اس میں تعجیل کرتا ہے تاکہ ختم نہ ہو جاوے
ترسد ار آید رضا خشمش رود	انتقام و ذوق آں فائت شود
ڈرتا ہے کہ اگر رضا آ جاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا	انتقام اور ذوق اس سے فوت ہو جاوے گا
شہوت کاذب شتابد در طعام	خوف فوت ذوق ہست آں خود سقام
اشتہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے طعام میں	بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ بجز مرض کے کچھ نہیں ہے
اشتہا صادق بود تاخیر بہ	تا گوارندہ شود آں بے گرہ
اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے	تاکہ وہ خوب ہضم ہو گرہ نہ ہو جاوے
تو پئے دفع بلایم می زنی	تاہ بینی زخنہ رابندش کنی
آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں	تاکہ آپ رخنہ کو دیکھ لیں اس کو بند کر دیں
تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا	غیر آں رخنہ بسے دارد قضا
تاکہ اس رخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو	اس کے علاوہ اور رختہ قضا کے پاس ہیں
چارۂ دفع بلا نبود ستم	چارہ احسان باشد و عفو و کرم
دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے	چارہ احسان اور عفو و کرم ہے
گفت الصدقۃ تردد للبلا	دا و مرضاک بصدقۃ یافتیٰ
ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو	دوا کر اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فتے
صدقہ نبود سوختن درویش را	کور کردن چشم حلم اندیش را
درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے	چشم حلم اندیش کو کور کرنا

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش	لیک چوں خیرے کنی در موضعش
بادشاہ نے کہا کہ خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا اچھی بات ہے	لیکن جب کہ خیر کرے اس کے موقعہ پر
موضع رخ شہ نہی ویرانی ست	موضع شہ پیل ہم نادانی ست
تو شاہ کے موقعہ پر رخ رکھ دے تو ویرانی ہے	شاہ کے موقعہ پر پیل یہ بھی نادانی ہے
در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست	شاہ را صدر و فرس را درگہ است
شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے	بادشاہ کے لئے صدر ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے
عدل چہ بود وضع اندر موضعش	ظلم چہ بود وضع درناموقعش
عدل کیا چیز ہے اس کے موقعہ پر رکھنا	ظلم کیا چیز ہے اس کے غیر محل میں رکھنا
عدل چہ بود آب دہ اشجار را	ظلم چہ بود آب دادن خار را
عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے	ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا
نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید	از غضب و ز حلم و ز نصح و مکید
عبث کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے	غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے
خیر مطلق نیست زینہا ہیچ چیز	شر مطلق نیست زینہا ہیچ نیز
ان میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے	ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں
نفع و ضر ہر یکے از موضع ست	علم زیں رو واجب ست و نافع ست
ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے	اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے
اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود	در ثواب از نان و حلوا بہ بود
اے شخص بہت دفع زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے	وہ ثواب میں نان و حلوا سے بھی بہت ہوتا ہے
زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند	سیلیش از خبث مستنقا کند
اس سبب سے کہ حلوا تو گرمی اور صفرا کرتا ہے	چنانچہ اس کو گندگی سے صاف کرتا ہے
سیلئے در وقت بر مسکیں بزن	کہ رہاند آنش از گردن زدن
طمانچہ وقت میں مسکین پر مار	کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا
زخم در معنیٰ فتد بر خوی بد	چوب برگرد اوفتد نے برنمد
چوٹ حقیقت میں اس خلق مذموم پر واقع ہو گی	لکڑی گرد پر پڑتی ہے نہ کہ نمدہ پر

بزم و زنداں ہست ہر بہرام را	بزمِ مخلص را و زنداں خام را
بزم اور زنداں ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں	بزم تو مخلص کے لئے اور زنداں خام کے لئے
شق باید ریش را مرہم کنی	چرک را در ریش مستحکم کنی
شگاف کی ضرورت ہے زخم کو مرہم کرنے لگے	تو مادہ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم کر دے گا
تا خورد مر گوشت را در زیر آں	نیم سودے باشد و پنجہ زیاں
انجام یہ ہو گا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھا لے گا	آدھا تو فائدہ ہو گا اور پچاس حصہ نقصان ہو گا
از تف آں اندروں ویراں شود	مرگ ناگہ درمیاں پنہاں شود
اس کی گرمی سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی	موت ناگہاں درمیاں میں پوشیدہ ہو جاوے گی

دلقک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے حلم و مغرفت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے۔ اس حد تک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام میں اڑا تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں۔ جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی اور جو (ادب) مقتضا طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے اس میں تعجیل کرتا ہے تا کہ ختم نہ ہو جاوے (یعنی) ڈرتا ہے کہ اگر رضا آجاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا (اور اسکے جانے سے) انتقام اور ذوق (نفس) اس سے فوت ہو جاوے گا (اس غصہ کو عارضی اس اعتبار سے کہا کہ اس کا سبب رضائے نفس ہے جو مومن کے اعتبار سے حالت اصلیہ نہیں ہے اس کی اصلی حالت رضائے حق ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اشتہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے۔ طعام میں بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ (تعجیل طعام) بجز مرض کے کچھ نہیں ہے (اور اگر) اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے تا کہ وہ (طعام) خوب ہضم ہو گرہ (اور سدہ) نہ ہو جاوے آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں (کہ مارنے سے وہ راز جو آپ کے خیال میں موہوم ہو گیا ہے بتلا دوں تا کہ اس کی وہ مضرت جو آپ کے نزدیک مزعوم ہے دفع ہو جاوے یعنی مجھ کو اس لئے مارتے ہیں) تا کہ آپ (اس) رخنہ کو دیکھ لیں (اور) اس کو بند کر دیں تا کہ اس رخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو (لیکن) اس کے علاوہ اور رخنے قضا کے پاس ہیں (اگر بلا مقدر ہے تو ایک رخنہ کے بند کرنے سے کیا ہوتا ہے دوسرے) دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے (بلکہ اس کا) چارہ احسان اور عفو و کرم ہے (چنانچہ) ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو (یعنی) دوا کر اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فتی (اور) درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے (اور اسی طرح) چشم حلم اندیش کو کور کرنا (صدقہ نہیں ہے) بادشاہ نے کہا کہ (واقع میں جیسا تو کہتا ہے چارہ احسان باشد الخ) خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا (بیشک) اچھی بات ہے لیکن جبکہ خیر کرے اس کے موقع پر (جب اچھی بات ہے ورنہ اچھی بات نہیں چنانچہ اگر) تو شاہ کے موقع پر (شطرنج میں) رخ رکھ دے تو (بشاط شطرنج کی) ویرانی ہے (اسی طرح) شاہ کے موقع پر پیل (رکھ دے) یہ بھی نادانی ہے (اسی واسطے) شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے۔ بادشاہ کے لئے صدر (مجلس) ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے (در بمعنی دروازہ و گاہ بمعنی موضع چنانکہ آرامگاہ یعنی ہر شے کا جدا موقع ہے

اور یہی عدل ہے کیونکہ) عدل کیا چیز ہے ہر شی کا) اس کے موقع پر رکھنا (اور) ظلم کیا چیز ہے (کسی شے کا) اس کے غیر محل میں رکھنا (مثلاً) عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے (اور) ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا (وجہ یہ کہ) عبث کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے (بلکہ ہر شے اپنے موقع پر کام کی ہی غرض) اس میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے (کہ ہر جگہ نافع ہو اور اسی طرح سے) ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں (کہ ہر جگہ مضر ہو بلکہ) ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے (کہ اس سے) ہر شے کا موقع معلوم ہوتا ہے آگے مثالوں میں موقع کی تفصیل ہے یعنی) اے شخص بہت دفعہ زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے وہ ثواب میں نان وحلوا (دینے) سے بھی بہتر ہوتا ہے (اور ظاہر بیں کو اس کی مسکنت پر نظر کر کے اس پر رحم آتا ہے اور وہ بہتر ہونا) اس سبب سے (ہے) کہ حلوا تو (بعض اوقات) گرمی اور (تولید) صفرا کرتا ہے (اور) طمانچہ اس کے گمدگی (اخلاق) سے صاف کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ عطا نافع اکثر فی الثواب ہے اعطاء مضر سے) طمانچہ (مناسب) وقت میں مسکین پر مار کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا (یعنی بعض اوقات نرمی ورعایت سے اس مسکین میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جاوے جس سے کوئی فعل گردن زدنی صادر ہو تو یہ سختی اس عیب اور اس کے نتیجہ سے حفاظت کرے گی پس یہ) چوٹ حقیقت میں اس خلق مذموم پر واقع ہوگی (کہ اس کا ازالہ مقصود ہے جیسے) لکڑی (باعتبار قصد کے) گرد پر پڑتی ہے نہ کہ نمدہ پر (گو ظاہراً اس پر پڑتی ہے) بزم اور زندان (دونوں چیزیں) ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں بزم تو مخلص کے لئے اور زندان خام (فی الاخلاص) کے لئے کہ شگاف کی ضرورت ہے زخم کو (اگر ایسے وقت زخم کا) مرہم کرنے لگے تو مادۂ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم (اور قائم) کر دے گا (کیونکہ مرہم سے منہ بند ہو کر سب مادہ فاسدہ اندر ہی رہ جاوے گا) انجام یہ ہو گا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھا لے گا آدھا تو فائدہ ہو گا اور پچاس حصہ نقصان ہو گا (کیونکہ) اس (مادہ خبیثہ) کی گرمی (والتہاب) سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی (پھر) موت ناگہاں درمیان میں پوشیدہ ہو جاوے گی (یعنی مادہ خبیثہ سرایت کر کے مفضی الی الہلاک ہو جاوے گا) ۔

گفت دلقک من نمی گویم گزار	لیک می گویم تحری پیش آر
دلقک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ ہی دیجئے	لیکن میں کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھیے
ہیں رہ صبر و تأنی در مبند	صبر کن اندیشہ می کن روز چند
ہاں راستہ ضبط و تحمل کا بند نہ کیجئے	توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے
درتانی بر یقینے بر زنی	گوشمال من بایقا نے کنی
تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے	میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے
در روش یمشی مکباً خود چرا	چوں ہمی شاید شدن در استوا
رفتار میں یمشی مکباً کا مصداق کیوں بنا جاوے	جب کہ ممکن ہے حالت استواء پر چلنا

مشورت کن باگروہ صالحاں	بر پیغمبرؐ امر شاورھم بداں
مشورہ کیجئے گروہ صالحین سے	پیغمبرؐ پر شاورھم کا حکم سمجھئے
امرھم شوریٰ برائے ایں بود	کزتشاور سہو و کژکمتر شود
امرہم شورے اس واسطے ہے	کہ باہم مشورہ کرنے سے سہو اور کجی کم ہوتی ہے
ایں خودہا چوں مصابیح انورست	بیست مصباح از یکے روشن ترست
کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں	بیس چراغ ایک سے زیادہ نورانی ہیں
بوکہ مصباحے فتد اندر میاں	مشتعل گشتہ ز نور آسماں
ممکن ہے کہ کوئی چراغ درمیان میں ایسا واقع ہو	جو کہ نور آسمان سے مشتعل ہوا ہو
غیرت حق پردہَ انگیختہ ست	سفلی و علوی بہم آمیختہ ست
غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے	سفلی و علوی کو باہم ملا رکھا ہے
گفت سروامی طلب اندر جہاں	بخت و روزی راہمی کن امتحاں
ارشاد فرمایا ہے کہ چلو پھرو عالم میں	طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ امتحان کرتا رہ
در مجالس می طلب اندر عقول	آنچناں عقلے کہ بود اندر رسولؐ
مجالس میں عقول میں	ایسی عقل کو بھی طلب کرو جیسی رسولؐ میں تھی
زانکہ میراث از رسول آنست وبس	کوبہ بیند غیبہا از پیش و پس
کیونکہ رسول سے میراث یہی عقل ہے اور بس	جو کہ امور مخفیہ کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے
در بصر ہامی طلب ہم آں بصر	کہ نتابد شرح آں ایں مختصر
ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر	کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا
بہر ایں کردست منع آں باشکوہ	از ترہب و ز شدن خلوت بکوہ
اسی واسطے منع فرما دیا ہے اس عظیم الشان نے	رہبانیت سے اور پہاڑ میں خلوت سے
تانگردد فوت ایں نوع التقا	کاں نظر بخت ست و اکسیر بقا
تاکہ اسی قسم کی ملاقات فوت نہ ہو جاوے	کیونکہ ایسی نظر طالع ہے اور اکسیر بقا ہے
درمیان صالحاں یک اصلحے ست	بر سر توقیعش از سلطاں صحے ست
صالحین کے درمیان میں ایک اصلح ہے	اس کے فرمان پر سلطان کی طرف سے ایک صح ہے

کفو او نبود کبار انس و جن	کاں دعا شد با اجابت مقترن
اس کے ہمسر اکابر انس و جن بھی نہیں ہیں	کہ وہ دعا اجابت سے مقرون ہو گئی
حجت ایشاں برحق داحض ست	درمرے اش آنکہ حلووحامض ست
ان لوگوں کی حجت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر ہے	ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جوشخص شیریں اور ترش ہے
عذر و حجت از میاں برداشتیم	کہ چوما او را بخود افراشتیم
تو عذر و جدال کو درمیان میں مرتفع کر دیا ہے	کہ جب ہم نے اس کو خود بلند رتبہ کیا ہے
پس تحری بعدازاں مردود داں	قبلہ راچوں کرد دست حق عیاں
پھر تحری کو اس کے بعد مردود جان	جب قبلہ کو تصرف حق نے معائن کر دیا
کہ پدید آمد معاد و مستقر	ہیں بگرداں از تحری رو و سر
کیونکہ معائن ہو گیا محل رجوع اور محل قرار	ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے
سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی	یک زماں زیں قبلہ گرذاہل شوی
تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا	اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ سے غافل ہو جاوے گا
بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس	چوں شوی تمیزدہ را ناسپاس
تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے سلب ہو جاوے گا	جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا
نیم ساعت روز ہمدرہاں مبر	گر ازیں انبار خواہی بر و بر
تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ ہمراہوں سے مت قطع کر	اگر تو اس انبار سے نیکی اور گندم چاہتا ہے
مبتلا گردی تو بائیس القرین	کاندراں دم کہ ببری زاں معین
تو تو بری قریں کے ساتھ مبتلا ہو جاوے گا	کیونکہ جس وقت تو اس معیں سے قطع تعلق کرے گا

دلقک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ (مجھ کو) چھوڑ ہی دیجئے لیکن میں (یہ ضرور) کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھئے (یعنی جو کچھ کرنا ہو تحقیق سے کیجئے ہاں راستہ ضبط اور تحمل کا بند نہ کیجئے توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے (کیونکہ) تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے (اور) میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے (اور) رفتار میں یمشی مکبا کا مصداق کیوں بنا جاوے جبکہ ممکن ہے حالت استوا پر چلنا (اقتباس ہے اس آیت سے افمن یمشی مکبا علی وجھہ اھدی ام من یمشی سویا علی صراط مستقیم یمشی مکبا کا ترجمہ یہ ہے کہ چلتا ہے واژگور خلاصہ یہ کہ یہ تحقیق کر لیجئے کہ واقعی کیا میں کوئی راز رکھتا ہوں جس کو بدل کر میں نے یہ تمسخر کی بات بنائی ہے یا اپنی عادت کے موافق تمسخر ہی مقصود تھا اور اپنے تامل کے علاوہ) مشورہ (بھی) کیجئے گروہ صالحین سے

(اور مشورہ ایسی چیز ہے کہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاورہم کا حکم سمجھئے (آگے منفعت مشورہ کی مذکور ہے کہ) امر ہم شوری اس واسطے ہے کہ باہم مشورہ کرنے سے سہواور کجی کم ہوتی ہے کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں (اور ظاہر ہے کہ) بیس چراغ ایک (چراغ) سے زیادہ (ہی) نورانی ہیں ممکن ہے کہ کوئی چراغ (ان چراغوں کے) درمیان میں ایسا واقع ہو جو کہ دوسرے عامہ عقول کے درمیان میں ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے گو کہ مصباحے فتد اندر میاں وجہ اس کی خفاء کی یہ ہے کہ) غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے (اور) سفلی و علوی کو باہم ملا رکھا ہے غیرت سے مراد حکمت جو مثل غیرت کے مقتضی ہے اخفاء کو یعنی حکمت اخفاء نے ایسی عقل کو عقول عامہ سے مشتبہ و ملتبس کر رکھا ہے اور وہ حکمت ابتلا ہے آگے تفریع ہے اختلاط مذکور پر کہ اسی واسطے) ارشاد فرمایا ہے کہ (زمین میں) چلو پھرو (یعنی) عالم میں طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ (اور مواقع احتمال کا) امتحان کرتا رہ (معلوم ہوتا ہے دو آیتوں کا مضمون ملا دیا ہے ایک مضمون یہ ہے **سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین وسیروا فی الارض فانظروا کیف بداالخلق ثم اللّٰہ ینشئ النشاۃ الاخرہ** اور ایک مضمون یہ ہے **فامشوا فی مناکبھا و کلوا من رزقہ** الایہ طالع سے مراد نظر علمی کہ سبب سعادت ہے جو کہ اول مضمون ہے اور رزق سے مراد دوسرا مضمون اور ظاہر ہے کہ نظر علمی عادۃً موقوف ہے صحبت اہل نظر واہل علم پر پس امر بنظر علمی مستلزم ہے طلب اہل علم واہل نظر کو مطلب یہ کہ جس طرح طلب رزق کا امر ہے اسی طرح طلب اہل عقل کا بھی چنانچہ آگے اسی کی تصریح ہے کہ آیت کے معنی میں یہ بھی داخل ہے کہ) مجالس میں (جا کر) عقول میں ایسی عقل کو بھی طلب کرو جیسی رسول اللہ علیہ وسلم میں تھی (یعنی عقل حق بیں) کیونکہ (بروئے حدیث **ولکن ورثوا العلم** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث یہی عقل ہے اور بس جو کہ امور مخفیہ (غامضہ دینیہ) کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے (آگے پیچھے سے مراد احاطہ ہے ضروریات کا یعنی جمیع ماہو الضروری فی الوصول الے الحق کو محیط ہو اسی طرح) ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا (یعنی میری کتاب اس کی شان کے بیان کے لئے کافی نہیں عقل چونکہ مدرک معقولات کی ہوتی ہے اور بصر مدرک محسوسات کی شاید یہ مطلب ہو کہ نور حق کی مدد سے اس عارف کے ادراک معقولات کی شان بھی دوسرے عقلاء سے متفاوت ہوتی ہے اور اس کے ادراک محسوسات کی شان بھی دوسرے اہل احساس سے متفاوت ہوتی ہے چنانچہ ظاہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بصر سے مراد بصیرت لیا جاوے اور یہ شعر در بصر ہا الخ بطور تفسیر کے ہو شعر در مجالس الخ کی اور لفظ ہم کے یہ معنی نہ ہوں کہ مثل عقل کے ایسی بصر کو بھی طلب کر بلکہ یہ معنی ہوں کہ دوسرے ابصار میں ایسی بصر کو بھی طلب کر آگے اس وجوب طلب اہل عقل و بصر پر تفریع ہے کہ) اسی واسطے منع فرمادیا ہے اس (پیغمبر) عظیم الشان نے رہبانیۃ سے اور پہاڑ میں خلوت (اختیار کرنے) سے تا کہ اس قسم کی ملاقات (اہل عقل واہل بصر کے ساتھ) فوت نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی نظر (جس کو اوپر عقل اور بصر کہا ہے) طالع ہے اور اکسیر بقا ہے اور طائع کی توجیہ بدلیل شرح گفت سیر واالخ گزر چکی ہے اور اکسیر بقاء اس لئے کہا کہ اس سے حیوۃ حقیقیہ باقیہ حاصل ہوتی ہے غرض ایسا شخص) صالحین کے درمیان ایک اصلح (یعنی سب سے زیادہ صالح) ہے (اور) اس کے (نام زد) فرمان پر سلطان (حقیقی) کی طرف سے ایک صح (لکھا ہوا) ہے (جو کہ علامت ہے منظوری واجراء

فرمان کی مطلب یہ کہ اس کی مقبولیت منظور شدہ عنداللہ ہے اور اس صح کا حاصل یہ ہے) کہ (اس عارف کی) وہ دعا (جو ہر مومن کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ کو مقبول بنالے) اجابت سے مقرون ہوگئی (اور وہ شخص مقبول ہو گیا اور مقبولیت بھی ایسی عظیم ہوئی کہ اس میں) اس کے ہمسر اکابر انس و جن بھی نہیں ہیں (یعنی اپنے زمانہ میں ان اتقیاء انس و جن سے جو عارف نہیں وہ افضل ہے آگے ایسے شخص کے مخالف کی حالت کا بیان ہے کہ) ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جو شخص شیریں اور ترش ہے ان لوگوں کی محبت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر (اور باطل) ہے (آگے بیان ہے عندالحق اس کی حجت کے باطل ہونے کا یعنی گویا حق تعالیٰ اس باب میں یہ فرماتے ہیں) کہ جب ہم نے اس (عبد مقبول) کو خود بلند رتبہ کیا ہے تو (مخالفین کے) غدر و جدال کو درمیان میں مرتفع کر دیا ہے (یعنی لاشے و باطل قرار دیا ہے چنانچہ اہل حق کے مخالفین کی حجج کا بطلان ظاہر ہے لقولہ تعالیٰ **فماذا بعد الحق الا الضلال** اور اسی لئے اس میں کوئی اثر معتدبہ بھی نہیں ہوتا لقولہ تعالیٰ **یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون** ولقولہ تعالیٰ **قل جاء الحق و ما یبدئ الباطل وما یعید الایہ** اوران اشعار کان دعا شدالابیات الثلثۃ میں اشارہ ہے اس آیت کے مضمون کی طرف **والذین یحاجون فی اللہ من بعد مااستجیب لہ حجتھم داحضۃ عندربھم** الایہ فقولہ کان دعا شد با اجابت مقترن اشارۃ الے قولہ تعالیٰ **من بعد مااستجیب لہ** وقولہ درمری اش اشارہ الی قولہ تعالیٰ یحاجون وقولہ حجت ایشاں الخ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ **حجتھم داحضۃ** اور ہر چند کہ آیت میں محاجہ فی اللہ مذکور ہے اور استجابت بھی للہ مذکور ہے لیکن اہل حق سے محاجہ کرنا بھی حق ہی میں محاجہ ہوگا اور اسی طرح استجابت للہ بواسطہ ایسے ہی عباد کے قبول قول کے ہوگا جن کے مسئولات مجاب عنداللہ ہو کر وہ عباد مقبول ہو چکے ہیں اس لئے آیت کا اشتمال مضمون اشعار کو صحیح ہے اور حلو و حامض سے مراد متردد و مذبذب ہے کہ کبھی نرم ہو جاتا ہے کبھی گرم اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جب ان کے معاملہ میں تردد و شک کرنے والا مطرود ہے تو معاند تو بالاولیٰ ایسا ہوگا آگے مثال ہے اہل حق کے معاملہ میں اہل باطل کے حجت کے داحض ہونے کی کہ) جب قبلہ کو تصرف حق نے معاین کر دیا پھر تحری (وقیاس محض) کو اس کے بعد مردود جان (حاصل مثال کا ظاہر ہے کہ جس طرح کعبہ معاینہ کے ہوتے ہوئے تحری پر عمل جائز نہیں اسی طرح حق کے سامنے باطل لاشے ہے (اور یہاں سے بیس شعر اوپر گفت دلقک الخ میں جو تحری کو واجب الاتباع کہا ہے اور یہاں تحری کو ممنوع الاتباع سو وہاں تحرے کے اور معنی ہیں یعنی تحقیق حق میں اجتہاد و کوشش کرنا اور یہاں اور معنی ہیں یعنی دلیل صحیح کے سامنے محض رائے پر عمل کرنا فلا تعارض آگے شعر سابق کی تاکید ہے یعنی) ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے کیونکہ معاین ہو گیا (قبلہ جو کہ تیرا) محل رجوع اور محل قرار (قلب ہے اسی طرح اہل حق کو مثل قبلہ کے اپنا مرجع بنا اور اہل باطل سے روگردانی کرو ورنہ) اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ (مذکورہ) سے غافل ہو جاوے گا تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا (یعنی ان کے دست اضلال میں گرفتار ہو جاوے گا اور انجام اس کا اکثر یہ ہے کہ بعد چندے استعداد بھی حق شناسی کی مضمحل ہو جاتی ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے

سلب ہو جاوے گا (تمیز دہ سے مراد عارف جس کی تعلیم و توجہ سے حق و باطل میں امتیاز کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے اور ناسپاسی سے مراد بے قدری و مخالفت اور اس پر اصرار کرنے سے) استعداد کا اضمحلال مشاہد ہے پس جب اس کی مخالفت و مجانبت ایسی مضر ہے تو) اگر تو اس انبار (معرفت حق) سے نیکی اور گندم (یعنی ذخیرہ) چاہتا ہے تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ (قابل ہمراہی) ہمراہوں سے مت قطع کر کیونکہ جس وقت تو اس معین سے قطع تعلق کرے گا تو تو برے قرین کے ساتھ مبتلا ہو جاوے گا (جس کا انجام خسار و ہلاک ہے جس طرح آگے حکایت آتی ہے کہ ایک مینڈ یک نے چوہے سے دوستی کی اور ایک ڈورا دونوں نے اپنے پاؤں میں باندھ لیا اتفاق سے چوہے کو ایک زاغ پکڑ کر ہوا میں اڑا تو اس ڈورے کے سبب مینڈک بھی ہوا میں معلق ہوا اور پچھتایا کہ ناجنس کے ساتھ دوستی کا یہ انجام ہوا پس یہ حکایت مضمون مبتلا گردی تو بائبس القرین کے ساتھ مربوط ہوئی)

حکایت تعلق موش با چغز و بستن پائے ہر دو بر شتۂ دراز و برکشیدن زاغ موش را و معلق شدن چغز و نالیدن و پشیماں شدن او از تعلق با غیر جنس و با جنس خود نا ساختن

حکایت چوہے اور مینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور کوے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اس کا اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا موشے و چغزے با وفا	بر لب جو گشتہ بودند آشنا
قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک با وفا	ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے
ہر دو تن مربوط میقاتے شدند	ہر صباحے گوشۂ می آمدند
دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے تھے	ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے
نرد دل باہم گرمی باختند	از وساوس سینہ می پرداختند
دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے	اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے
ہر دو را دل از تلاقی متسع	ہمدگر را قصہ خوان و مستمع
دونوں کا دل باہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا	ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے
راز گویاں بازبان و بے زباں	الجماعۃ رحمہ را تاویل داں
راز گو تھے بازبان بھی اور بے زبان بھی	الجماعۃ رحمۃ کے معنے جاننے والے تھے
آں اشر چوں جفت ایں شاد آمدے	پنجسالہ قصہ اش یاد آمدے
وہ مسرور جب اس مسرد کا قرین ہوتا	تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا

قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک باوفا ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے

تھے (یعنی) ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے (جیسے دو متحابین جمع ہو کر اپنے اپنے مافی الضمیر کو بیان کیا کرتے ہیں) دونوں کا دل باہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے راز گو تھے با زبان بھی اور بے زبان بھی (یعنی قالاً بھی اور حالاً بھی گویا) الجماعۃ رحمۃ کے معنی جاننے والے تھے (کیونکہ جو اس کے معنی جانے کا وہ اس پر عمل کرے گا پس وہ اس پر عامل تھے مثل عالم کے) وہ (ایک) مسرور (محبت) جب اس (دوسرے) مسرور (محبت) کا قرین ہوتا تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا (مراد اشروشاد سے مطلق محبّ و محبوب اور متحابین میں ایسا ہونا معتاد ہے)۔

جوش نطق از دل نشان دوستی ست	بستگی نطق از بے الفتی ست
جوش گویائی کا دل سے علامت محبت کی ہے	بستگی گویائی کی بسبب بے الفتی کے ہے
دل کہ دلبر دید کے ماند ترش	بلبلے گل دید کے ماند خمش
دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش کب رہتا ہے	کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے
ماہی بریاں ز آسیب خضرؑ	زندہ شد در بحر گشت او مستمر
ماہی بریاں اثر خضرؑ سے	زندہ ہو گئی دریا میں رواں ہو گئی
یار چوں با یار خود بنشستہ شد	صد ہزاراں لوح دل دانستہ شد
جب یار اپنے یار کے پاس بیٹھتا ہے	تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں
لوح محفوظ ست پیشانی یار	راز کونینش نماید آشکار
لوح محفوظ ہے یار کی پیشانی	اس کو کونین کے اسرار آشکارا کر دیتی ہے
ہادی راہ است یار اندر قدوم	مصطفیؐ زیں گفت اصحابی نجوم
ہادی طریق ہے یار سلوک میں	اسی سے مصطفےؐ نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم
نجم اندر ریگ و دریا رہنما ست	چشم اندر نجم نہ کو مقتدا ست
ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے	آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے
چشم را با روی او می دار جفت	گرد منگیزاں ز راہ بحث و گفت
تو آنکھ کو اس کے چہرے کے قرین رکھ	غبار مت اٹھا مباحثہ و مکالمت کے طریقہ سے
زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار	چشم بہتر از زبان باعثار
اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے	چشم بہتر ہے زبان بالغزش سے

تا بگوید آنکہ وحیستش شعار	کاں نشاند گرد و ننگیزد غبار
تاکہ وہ شخص کہے جس کا شعار وحی ہے	کیونکہ یہ عمل گرد کو ساکن کر دیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا
چوں شد آدمؑ مظہر وحی و وداد	ناطقہ او علم الاسماء کشاد
جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت کے مظہر ہوئے	تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا
نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں	از صحیفہ دل روی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح سے کہ وہ چیز ہے	ان کی زبان صحیفۂ دل سے سیراب ہو گئی
فاش می گفتے زباں از رویتش	جملہ را خاصیت و ماہیتش
زبان صاف صاف اس ہر چیز کے دیکھنے سے کہہ رہی تھی	سب کی خاصیت اور ماہیت کو
آنچناں نامے کہ اشیا را سزد	نے چنانکہ حیز را خوانند اسد
ایسے نام جو کہ اشیاء کے مناسب تھے	نہ ایسا کہ حیز کو شیر کہہ دیتے ہیں
نوحؑ نہ صد سال در راہ سوی	بود ہر روزیش تذکیر نوی
نوح علیہ السلام نے نو سو سال تک صراط مستقیم میں	ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا
لعل او تازہ ز یاقوت القلوب	نے رسالہ خواندہ نے قوت القلوب
ان کا لب لعل تازہ تھا یاقوت القلوب سے	نہ تو انہوں نے رسالہ پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب
وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح	بلیک ینبوع کشوف و شرح روح
انہوں نے وعظ کو کچھ شروح سے بھی نہیں سیکھا تھا	بلکہ چشمہ مکاشفات اور انشراح رو سے سیکھا تھا
زاں مے کاں مے چونوشیدہ شود	آب نطق از گنگ جوشیدہ شود
اس شراب سے کہ وہ شراب جب پی لی جاوے	تو گونگے میں آب نطق جوش کرنے لگے
طفل نو زادہ شود حبر و فصیح	حکمت بالغ بخواند چوں مسیحؑ
طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے	وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے
از گہے کہ یافت زاں مے خوش لبی	صد غزل آموخت داؤدؑ نبی
جس وقت سے اس شراب سے خوش لبی حاصل کی تھی	صدہا غزل داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی
جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک	ہمزبان و یار داؤدؑ ملیک
تمام طیور اپنی چیں چیں ترک کر کے	داؤد علیہ السلام صاحب ملک کے ہمزبان اور رفیق ہو گئے

چہ عجب گر مرغ گردد مست او	چوں شنید آہن صدائے دست او
تعجب کیا ہے اے پرندہ ان کا مست ہو جاوے	جب کہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی
صرصرے برعاد قتالے شدہ	مر سلیمانؑ را چو حمالے شدہ
وہ صر صر جو عاد پر قتال ہو چکی تھی	سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل حمال کے ہوگئی تھی
صرصرے می برد برسر تخت شاہ	ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ
وہ صر صر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی	ہر صباح اور ہر شام ایک مہینے کے راستہ تک
ہم شدہ حمال وہم جاسوس او	گفت غائب را کناں محسوس او
وہ ہوا ان کی حمال بھی تھی اور ان کی جاسوس بھی تھی	قائل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس کراتی تھی
بادچوں گفتار غائب یافتے	سوی گوش آں ملک باشتافتے
وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی	تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی
کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں	اے سلیمانؑ شہ صاحبقراں
کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے	اے سلیمان شاہ صاحبقراں

(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا اور چند شعراول کے علت ہیں ماقبل کی کہ دونوں کی ملاقات سے ان کو مضامین یاد آتے تھے پھراس سے انتقال ہے دوسرے مضامین ارشادیہ کی طرف یعنی ان دونوں کو جو مضامین کی آمد ہوتی تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ) جوش گویائی کا (جو) دل سے (اٹھتا ہے یہ) علامت محبت کی ہے (پس محبت اس کی علت ہوئی اور) بستگی گویائی کی بسبب بےالفتی کے ہے دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش (اور منقبض) کب رہتا ہے (دیکھنے کو دل کی طرف نسبت کرنا باوجودیکہ دیکھنا فعل آنکھ کا ہے اس لئے کہ یہ حواس جو اسیس ہیں اصل مدرک قلب یا نفس ہے باختلاف العبارات آگے مثال ہے مضمون مصرعہ اولی کی کہ) کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے (آگے اور مثال ہے کہ جیسے) ماہی بریاں اثر (چشمۂ) خضر علیہ السلام سے (کہ عین الحیات ہے اور اضافت اس کی خضر علیہ السلام کی طرف بادنی ملابستہ ہے کہ وہ مقام تھا لقاء خضرؑ کا پس وہ ماہی) زندہ ہوگئی (اور) دریا میں رواں ہوگئی (جیسا احادیث میں مصرح ہے پس اسی طرح محبوب سے ملنے سے ایک قسم کی حیات وتازگی قلب میں پیدا ہوتی ہے جس سے نطق کو جوش ہوتا ہے آگے بطور انتقال کے صحبت شیخ کے برکات اور پھر چشم را باروی اوالخ سے اس کے بعض آداب اور پھر علوم شیخ کامل کا موہوب ہونا چوں شد آدم الخ سے پھر ایسے مقبولین کے بعض دوسرے احوال موہوبہ جملہ مرغاں الخ سے مذکور ہیں پس ارشاد ہے کہ جس طرح متحابین للطبع کی تلاقی مظہر اسرار محبت مجازیہ ہوتی ہے اسی طرح متحابین فی اللہ کی تلاقی مظہر اسرار محبت حقیقیہ یعنی محبت حق ہوتی ہے کہ اس تحابب کا اصلی سبب محبت حق ہی ہے پس جو اثر لقاء حق کا ہوتا وہی اثر لقاء ہادی الی الحق کا ہوتا ہے چنانچہ) جب یار (یعنی طالب) اپنے یار (یعنی مرشد) کے پاس بیٹھتا ہے

(لوقوع الماضی فی موقع الشرط) تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں (یعنی مرشد کے قلب سے فیض و برکات وعلوم ومعارف وواردات جو پہلے سے ظاہر نہ تھے منعکس ومنکشف ہوتے ہیں چنانچہ شب وروز سالکین کو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے آگے بھی بعنوان دیگر یہی مضمون ہے کہ) لوح محفوظ (کے مشابہ) ہے یار (یعنی مرشد) کی پیشانی (کہ) اس (طالب سالک) کو کونین کے اسرار آشکارا کر دیتی ہے (یعنی اس کی زیارت کو مستلزم ہے صحبت کو کہ اصل موثر یہی ہے سبب ہو جاتی ہے انکشاف اسرار متعلقہ سلوک کا خواہ وہ عالم شہادت کے متعلق ہوں جیسے اپنے امراض وعلل ومعالجات کا معلوم ہونا خواہ عالم غیب کے متعلق ہوں جیسے معاملات مع الحق کا معلوم ہونا آگے اس پر تفریع ہے کہ پس اس سے ثابت ہوا کہ ہادی طریق ہے یار (بالمعنی المذکور) سلوک میں (کہ جس کی صحبت بھی سبب ہدایت ہے چہ جائیکہ تعلیم) اسی سے مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم (یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں یعنی وجہ تشبیہ ذریعہ ہدایت ہونا ہے چنانچہ اسی حدیث میں اس وجہ تشبیہ کی بھی تصریح ہے۔ **بایھم اقتدیتم اھتدیتم** اور اسی کو آگے مولانا خود بھی فرماتے ہیں کہ) ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے (**کماقال تعالیٰ وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر والبحر** پس) آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے (کما مر آنفا من الحدیث آگے آداب مرشد بطور تفریع علم التشبیہ المذکور۔ بتلاتے ہیں کہ جب اس کی شان نجم کی سی ہے تو) تو آنکھ کو اس کے چہرہ کے قرین رکھ (یعنی اس کی زیارت وصحبت وانتظار تعلیم وفیض کو اختیار کر اور) غبار مت اٹھا مباحثہ ومکالمت کے طریقہ سے (یعنی اس کے ساتھ ردوقدح وسوال بطور اعتراض واشکال مت کرو کہ اس کا اثر مثل غبار کے ہے کہ قلب شیخ کو مکدر کر دیتا ہے جس سے فیض بند ہو جاتا ہے آگے اس کی حلت ہے یعنی) اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے (جس کی تطبیق کی توجیہ ابھی گزری پس) چشم (جو اس کی زیارت وتوقع وانتظار افادہ میں مشغول ہو) بہتر ہے زبان بالغرش سے (جو مباحثہ میں مشغول ہو جو کہ لغزش اور خطا کی بات ہے پس جب اس زبان سے وہ چشم بہتر ہے تو تو حسب مضمون مصرعہ چشم را باروی اومیدار جسفت چشم ہی سے کام لے) تا کہ وہ شخص (خود) کہے جس کا شعار (اور طریقہ) وحی (کا اتباع) ہے (علماً وعملاً) کیونکہ یہ عمل (یعنی قیل وقال نہ کرنا اور منتظر افادہ رہنا) گرد کو ساکن کر دیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا (یعنی اس سے شیخ مکدر نہیں ہوتا اور تا بگوید متعلق میدار حفت کے ہے جیسا میں نے تقریر بھی اسی کے موافق کی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالکل اس کے سامنے مت بولو کیونکہ بالکل نہ بولنا بھی مانع فیض ہے کیونکہ ہر ضرورت شیخ کو خود نہیں معلوم ہوتی تو بالکل نہ بولنے سے بعض احوال مخفی رہیں گے نیز باہم موانست ومناسبت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ بطور معارضہ کے کلام مت کرو چنانچہ اوپر بھی مصرعہ گرد منگیز ان الخ کی تقریر میں اس قید کی تصریح کر دی گئی ہے آگے بمناسبت وحیستش شعار مذکور فی ھذا الشعر کے مرشدین الی اللہ کے علوم وبعض دیگر برکات کا مستفاد من الوحی وموھوب من اللہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں اور چونکہ اس میں اصل حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں کہ خود بلا واسطہ مستفید ومقتبس ہیں حضرت حق سے کیونکہ ملائکہ کا توسط محض سفارت بطور واسطہ فی الاثبات کے ہے افادہ نہیں اور اولیاء وعارفین اس میں تابع ہیں انبیاء علیہم السلام کے کہ بواسطہ ان حضرات کرام کے وہ ان علوم وبرکات سے مستفید ومقتبس ہوتے ہیں اس لئے اس مقام پر حضرات انبیاء ہی کے استفادہ علوم وبرکات من اللہ کا ذکر کیا ہے اول آدم علیہ السلام کا پھر نوح علیہ السلام کا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا پھر داؤد علیہ السلام کا پھر سلیمان علیہ السلام کا کہیں علوم کا کہیں دوسرے برکات کا اور

اولیاء تابعین کا حکم سوق کلام سے معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اوپر سے اولیاء و عارفین ہی کا ذکر چلا آتا تھا اور وحیستش شعار میں ان کا تابع وحی ہونا مذکور تھا آگے اہل وحی کا ذکر فرمایا جس نے واضح طور پر دلالت کی کہ یہ متبوعین ایسے ہی علوم و برکات میں ان تابعین کے لئے واسطہ فی الثبوت یا واسطہ فی العروض ہیں یعنی اگر ان فیوض ثابتہ الانبیاء کے خصوصیات پر بھی نظر کی جاوے تب تو اولیاء کے لئے یہ حضرات واسطہ فی العروض ہیں کیونکہ وہ خصوصیات اولیاء کے لئے غیر جائز الثبوت ہیں اور اگر اطلاق کا درجہ لیا جاوے تو واسطہ فی الثبوت ہونا موجب کسی اشکال کا نہیں باقی دونوں کے صفات میں حقیقت و مجاز کا تفاوت ہونا ظاہر بھی ہے پس خلاصہ مقصود مقام کا یہ ہوا کہ عارفین جن کے فیوض کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان میں وہ تابع و مشابہ انبیاء کے ہیں جو مدلول ہے جملہ وحیستش شعار کا چنانچہ ان متبوعین کی یہ شان تھی کہ) جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت (یعنی محبت و مقبولیت حق) کے مظہر ہوئے تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا (پس اتباع کی برکت سے یہی شان ہو جاتی ہے عارفین کی اور جلیسان ان و مستفیدان عارفین کی کما یدل علی الاول قولہ وحیستش شعار و علی الثانی راز کونینش نماید آشکارا آگے شرح ہی علم الاسماء کشادکی کہ) ہر چیز کا نام (و وصف) جس طرح سے کہ وہ چیز ہے (اس کے نطق کے ساتھ) ان کی زبان صحیفہ دل سے سیراب ہوگئی (یعنی زبان نے اس کے ساتھ ایسا پورے طور پر سے نطق کیا کہ وہ سیراب ہوگئی۔ کذا فی المنتخب فی معنی روی اور از صحیفہ دل اس لئے بڑھایا کہ اصل محل وحی قلب ہی ہے اور میں نے نام کے ساتھ جو وصف بھی بڑھا دیا دلیل آگے کی میری تفسیر میں ہے اور شعر آئندہ میں خود مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے غرض) زبان (آدم علیہ السلام کی) صاف صاف (سب اسماء کو) اس ہر چیز کے دیکھنے سے (کہ مسمیات میں ان اسماء کے) کہہ رہی تھی (یعنی وہ سب مسمیات ان کے سامنے مرئی اور منکشف تھے دیکھتے جاتے تھے اور زبان سے کہتے جاتے تھے آگے مفعول ہے میگفتے کا یعنی) سب کی خاصیت اور ماہیت کو (اور چونکہ اسماء کی بھی تفسیر ہے اس لئے میں نے اسماء کو مفعول کے طور پر نکال دیا آگے بدل ہے خاصیت و ماہیتش کا یعنی) ایسے نام جو کہ (واقع میں ان) اشیاء کے مناسب تھے (یعنی اسماء و اوصاف و خواص و حقائق واقعیہ) نہ ایسا کہ چیز (یعنی بزدل کو (تمسخراً) شیر کہہ دیتے ہیں (یعنی غیر واقعی نہیں اول نام ہر چیزے کو مقول کہنا پھر خاصیت و ماہیش کو میگفتی کا مفعول بنانا پھر آنچناں نامی کو اس کا بدل بنانا یہ دلیل ہے اس کی کہ اسماء سے مراد صرف اعلام و الفاظ نہیں بلکہ مع خواص وغیر ہا ہے اسی کو میں نے ابھی کہا تھا کہ مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ یہ تو بیان ہوا آدم علیہ السلام کے علوم وہبیہ کثیرہ وافرہ کا آگے بیان ہے نوح علیہ السلام کے علوم موہوبہ غزیرہ متکاثرہ کا کہ) نوح علیہ السلام نو سو سال تک صراط مستقیم (کی دعوت) میں (اس حالت پر رہے کہ) ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا (اور ظاہر ہے کہ علم مکتسب میں اتنی وسعت کہاں کہ نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ ہو کیونکہ اگر سال تین سو ساٹھ دن کا لیا جاوے تو نو سو سال کے تین لاکھ چوبیس ہزار دن ہوتے ہیں اگر کم سے کم ہر وعظ میں دس ہی مضمون رکھے جاویں تو بتیس لاکھ چالیس ہزار مضمون ہوتے ہیں بیچارہ اکتساب کہاں تک ساتھ دے سکتا ہے یہ وسعت وہب ہی سے ہوسکتی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ مقاصد اتنے تھے مقصود تو چند اصول یا کچھ فروع بھی ہوں گے یہ سب ان مقاصد کے طرق تھے کہ ایک ایک مقصود کو ہزاروں طریق سے بیان فرماتے تھے جو اور بھی زیادہ عجیب ہے کیونکہ مضامین مختلفہ کو اسالیب مختلفہ سے بیان کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک مضمون کو اتنے اسالیب سے بیان کیا جاوے) ان کا لب لعل تازہ تھا یا قوت القلوب سے (مراد اس سے ان کا قلب ہے جو اور قلوب سے افضل

تھا یعنی ان کے قلب سے مضامین کا جوش ہوتا تھا اور لب سے تازہ مضامین نکلتے تھے) نہ تو انہوں نے رسالہ (مکیہ امام قشیری کا) پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب (ابوطالب مکی کی پڑھی تھی کذا فی الحواشی اور) انہوں نے وعظ کو کچھ شروح سے بھی نہیں سیکھا تھا (یعنی مکتسب نہ تھا) بلکہ چشمۂ مکاشفات اور انشراح روح سے سیکھا تھا (مراد وحی ہے یعنی موہوب تھا آگے اس علم وہبی کی خاصیت مدحیہ ہے کہ) اس شراب (الٰہی) سے (وہ وعظ حاصل کیا تھا) کہ وہ شراب جب پی لی جاوے تو گونگے میں آب نطق جوش کرنے لگے (اور اس سے) طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے (اور) وہ (طفل) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے (چنانچہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے بھی طفولیت ہی میں اس علم وہبی سے کیسے حکمت آمیز مضامین فرمائے **انی عبدالله اتا نی الکتب الٰی قوله ابعث حیا** تشبیہ کے پیرایہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے علوم کا بھی ذکر ہو گیا آگے داؤد علیہ السلام کے علوم کا ذکر ہے کہ) جس وقت سے اس شراب (الٰہی) سے خوش لبی حاصل کی تھی صدہا غزل (یعنی کلام رقت انگیز و محبت آمیز خواہ از قبیل مناجات باشد) داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی (جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار عجیبہ و برکات غریبہ اور بھی یہ مرتب ہوئے کہ) تمام طیور اپنی چیں چیں (کی آواز) ترک کر کے داؤد علیہ السلام صاحب ملک (وسلطنت) کے ہمزبان اور رفیق ہو گئے (**کماقال تعالیٰ یٰجبال او بی معه والطیر** آگے مولانا اس سے تعجب کو رفع فرماتے ہیں کہ) تعجب کیا ہے اگر پرندان کا مست ہو جاوے جبکہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی (یہ سننا مجاز ہے یعنی ان کے ہاتھ لگانے سے لوہا نرم ہو گیا گویا وہ ہاتھ کی آہٹ سنتا اور پہچانتا تھا قال تعالیٰ **والنالہ الحدید** مقصود یہ کہ جب ان کی برکت سے جماد متاثر ہوتا تھا تو حیوان کا تاثر کیا عجیب ہے یہاں داؤد علیہ السلام کے علوم اور دوسرے برکات کا بیان ہو گیا آگے سلیمان علیہ السلام کے بعض برکات علاوہ علوم کے قصداً اور بعض طرق بعض علوم وہبیہ کے استطراداً اخیر اشعار میں بیان فرماتے ہیں جس طرح داؤد علیہ السلام کے علوم کا قصداً بیان فرمایا تھا اور دوسرے برکات کا استطراداً جس کی استطرادیت کی طرف احقر نے تمہید شعر جملہ مرغاں الخ میں اس قول سے اشارہ بھی کر دیا تھا جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار الخ پس فرماتے ہیں کہ) وہ صرصر (یعنی بادتند) جو عاد پر قتال ہو چکی تھی سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل حمال کے ہو گئی تھی (چنانچہ) وہ صرصر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی ہر صباح اور ہر شام ایک مہینہ کے راستہ تک (کما قال تعالیٰ **غدوها شهر ورواحها شهر** اور صرصر اس کو تیز روی کے سبب کہا کما قال تعالیٰ **ولسلیمان الریح عاصفة** نہ کہ سخت روی کے سبب کہ اس کا انتفاء تو دوسری آیت میں مذکور ہے **فسخرنا له الریح تجری بامره رخاءً** یہ ذکر ہو گیا دوسری برکات کا آگے استطراداً علوم کے متعلق بھی کچھ بیان ہے کہ) وہ ہوا ان کی حمال بھی تھی اور ان کی جاسوس (ومخبر) بھی تھی (یعنی) قائل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس (و معلوم) کراتی تھی (اس طرح سے کہ) وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے اے سلیمان شاہ صاحبقران (ظاہر ہے کہ یہ طریقہ علم بالاقوال کا مکتسب اور اختیاری نہیں پس موہوب ہوا تو ایک قسم علم وہبی کی یہ بھی ہوئی جبکہ اس میں یہ لحاظ بھی ہو کہ یہ خبر پہنچنا کسی دینی عمل و غرض سے تعلق رکھے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود ہر امر میں یہی دین ہوتا ہے تو وہ علم وہبی محمود و مقصود بھی ہوا اور نہ نفس خبر من حیث خبر علوم وہبیہ میں شمار نہیں کی جاتی اور یہ خبر پہنچانا ہوا کا اضطراری بواسطہ تسخیر ہے پس اسناد ایصال خبر کی اس کی طرف ان اشعار میں اسناد مجازی الی السبب ہے آگے عود ہے قصہ کی طرف) ۔

تدبیر کردن موش بچغز کہ من نمی توانم آمدن بر تو بوقت حاجت، در آب درمیان ما وسیلتے باید کہ چوں من برلب آب آیم ترا توانم خبر کردن و چوں تو بر در سوراخ آں موش خانہ آئی مرا توانی خبر کردن

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آ سکتا ہوں ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے پر آئے مجھے خبر کر سکے۔

ایں سخن پایاں ندارد گفت موش	چغز را روزے کہ اے مصباح ہوش
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا چوہے نے کہا	مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر وحوش
وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز	تو درون آب داری ترکتاز
بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار کہوں	تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے
برلب جو من ترا نعرہ زناں	نشنوی درآب بانگ عاشقاں
میں ندی کے کنارہ پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں	تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا
من دریں وقت معین اے دلیر	من نگردم از محاکات تو سیر
میں اس معین وقت میں اے دلیر	تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا
پنج وقت آمد نماز اے رہنمون	عاشقاں را فی صلوٰۃ دائمون
پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما	عاشقوں کے لئے ہم فی صلوٰۃ دائمون ہے
نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار	کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار
نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار	جو کہ ان سروں میں ہے نہ پانچ سو سے
نیست زرغباً نشان عاشقاں	سخت مستسقی ست جان صادقاں
نہیں ہے زرغباً نشان عشاق کا	صادقین کی روح سخت مستقی ہے
نیست زرغباً وظیفہ ماہیاں	زانکہ بے دریا ندارند انس جاں
زرغباً معمول مچھلیوں کا نہیں ہے	کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے
آب ایں دریا کہ ہائل بقعہ ایست	باخمار ماہیاں خود جرعہ ایست
اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے	مچھلیوں کی خمار کے سامنے خود ایک جرعہ ہے

یک دم ہجراں بر عاشق چو سال	وصل سال متصل پیشش خیال
ہجر کا ایک لحظہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے ہے	متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے ایک خیال ہے
عشق مستسقی ست مستسقی طلب	در پئے ہم این وآں چوں روز وشب
معشوق بھی مستسقی ہے اور مستسقی کا طالب ہے	یہ اور وہ ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں
روز بر شب عاشق ست ومضطر ست	چوں بہ بینی شب برو عاشق تر ست
دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطر ہے	جب دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق ہے
نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست	از پئے ہم شاں یکے دم ایست نیست
ان کو طلب سے ایک لحظہ بھی توقف نہیں ہے	ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے
ایں گرفتہ پائے آں، آں گوش ایں	ایں براں مدہوش وآں بیہوش ایں
اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے اس نے اس کا کان	یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بے ہوش ہے
در دل معشوق جملہ عاشق ست	دردل عذرا ہمیشہ وامق ست
معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے	عذرا کے قلب میں ہمیشہ وامق ہے
دردل عاشق بجز معشوق نیست	درمیاں شاں فارق ومفروق نیست
عاشق کے دل میں بجز معشوق کے کچھ نہیں ہے	ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے
بر یکے اشتر بود ایں دود را	پس چہ زرغباً بگنجد ایں دورا
ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں	پھر زرغبا کیا گنجایش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے
ہیچکس باخویش زرغباً نمود	ہیچ کس باخود بنوبت یار بود
کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زر رغبت کو ظاہر کیا ہے	کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت سے یار ہوا ہے
آں یکیی نے کہ عقلش فہم کرد	فہم ایں موقوف شد برمرگ مرد
وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو	اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر
جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مرد	رخت ہستی را بسوی یار برد
مگر بجز اس شخص کے کہ مرنے سے پہلے مر گیا	رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا
ور بعقل ادراک ایں ممکن بدے	قہر نفس از بہر چہ واجب شدے
اور اگر عقل سے اس کا ادراک ممکن ہوتا	تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا

باچناں رحمت کہ دارد شاہ ہش	بے ضرورت چوں بگوید نفس کش
باوجود ایسی رحمت کے کہ سلطان العقول رکھتا ہے	بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر

(یہاں سے عود ہے قصہ کی طرف پھر چار پانچ ہی شعر کے بعد انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف یعنی) یہ مضمون (مذکورہ فیما قبل متعلق بیان آثار و برکات قبول عنداللہ) انتہا نہیں رکھتا (کما قال تعالیٰ **و یزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب** اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) چوہے نے کہا مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر وحوش بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار (دل) کہوں (مگر) تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے (اور) میں ندی کے کنارے پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں (اور) تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا (یا تو پانی حائل ہونے سے کہ اس میں ہوا نہیں پہنچتی اور یا اس لئے کہ پانی دور تک ہے اور تو بعض اوقات اس کنارہ سے دور چلا جاتا ہے اور) میں (بوجہ غایت محبت کے) اس معین وقت میں (جو کہ میری تیری ملاقات کے لئے مقرر ہے جیسا شروع قصہ میں ہے ہر صباحے گوشہ می آمدند) اے دلبر تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا (دوسرے وقت بھی جی چاہتا ہے کہ تجھ سے ملوں بات کروں اور تجھ کو خبر نہیں ہوتی اس لئے کوئی ایسی تدبیر ہونا چاہئے کہ تجھ کو خبر کرسکوں جس کا بیان سرخی آئندہ سے آئندہ میں آوے گا کہ

بدست آرند یک رشتہ دراز تاز جذب رشتہ گردد کشف راز

اب یہاں سے بمناسبت می نگردم از محاکات تو سیر کے انتقال ہے بیان آثار محبت وفنا کی طرف یعنی) پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما (لیکن) عاشقوں کے لئے ہم فی صلوۃ دائمون ہے (کیونکہ) نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار (عشاق کا) جو کہ ان سیروں میں ہے (اور) نہ پانچ سو سے (اس لئے ان کے لئے ارشاد ہے مضمون فی صلوۃ دائمون کا مولانا نے اس آیت کی تاویل بطور علم تعبیر کے فرمائی ہے تفسیر مقصود نہیں تقریر یہ ہے کہ نماز گو پانچ وقت ہے مگر یہ باعتبار وجوب کے ہے اور عوام اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور عشاق کی حالت یہ ہے کہ باوجودیکہ فرض ان پر بھی یہی پانچ ہیں لیکن ان کو اس سے سکون نہیں ہوتا اس لئے باستثنائے اوقات مکروہہ ہمہ وقت نوافل میں مشغول ہوتے ہیں اور فضائل ناجین میں جو ارشاد ہے **والذین ھم علی صلوتھم دائمون** اس کا یہی محمل ہے بطور علم اعتبار کے اور فضائل میں مذکور ہونا مستلزم افتراض کو نہیں ہوگا اور مضمون مقام اس تاویل پر موقوف نہیں اگر آیت اپنی تفسیر منقول پر رہے کہ دوام سے مراد محافظت علی الخمس ہے تب یہی حدیث **جعلت قوۃ عینی فی الصلوۃ** وغیرہ سے عشاق کی کثرت صلوۃ کی مرغوبیت پھر مشاہدہ سے اس میں ان کی مشغولیت ظاہرہ ثابت ہے اور حدیث **لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل** میں مشروعیت نوافل کی ترقی قرب محبین کے لئے ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اس مجموع سے مقصود مقام حاصل ہوگیا اور جس طرح اس آیت میں تخصیص بالعشاق کا حکم کیا آگے ایک حدیث میں تخصیص العشاق کا حکم ہے یعنی آیت میں تو یہ کہا تھا کہ یہ عاشقوں کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث میں یہ کہیں گے کہ اس سے عاشق مخصوص ہیں یعنی آیت سے تو غیر عشاق خارج ہیں اور حدیث سے عشاق خارج ہیں لیکن آیت میں تعبیراً کلام تھا اور حدیث میں تفسیراً ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) نہیں ہے (مضمون حدیث) زرغبا (کا یعنی ملاقات کیا کر ایک دن فصل کر کے پس یہ مضمون) نشان عشاق کا

(یعنی یہ امر جو کہ شرعی نہیں ارشادی ہے عشاق کے حق میں نہیں کیونکہ) صادقین (یعنی طالبان صادق کی روح سخت مستسقی (ومشتاق سیر ناشوندہ) ہے (بلکہ ان کی وہ شان ہے جیسا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے **کنت الزمہم لصحبته رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لزوم کو جائز رکھنا جس سے یہ حدیث مرفوع تقریری ہو گئی صریح دلیل ہے حدیث زرغباً کے مطلق نہ ہونے کی چنانچہ اس کا شان ورود بھی قرینہ ہے اس کی تقیید کا جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے کہ ابو ہریرہ سے پوچھا گیا کہ کل تم کہاں تھے انہوں نے کہا کہ بعض اعزہ کی ملاقات کو گیا تھا آپ نے فرمایا **اباهریرة زرغبا تزددحبا** ظاہر یہی ہے کہ جس ملاقات کا ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا اسی کی نسبت یہ فرمایا گیا پس معلوم ہوا کہ ایسے تعلقات کے حق میں فرمایا جیسا عام اعزہ سے ہوتا ہے پس اس مجموع لزوم وشان ورود مذکور سے دونوں میں تطبیق اس طرح ہوئی کہ لزوم کا موقع تعلق شدید ومحبت قوی ہے اور غب کا موقع تعلق غیر قوی ومحبت غیر شدید ہے فصل ما قالہ المولویؒ اور مقاصد میں اس حدیث کے طرق جمع کئے ہیں اور باوجود درجہ صحت کے نہ پہنچنے کے ایک گونہ اس میں قوت کا حکم کیا ہے آگے بھی یہی مضمون شعر ہذا کا ہے یعنی) زرغباً معمول مچھلیوں کا نہیں ہے کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے (عشاق کو ماہی سے اور خدمات وتعلقات محبوب کو دریا سے تشبیہ دی ہے آگے بھی اسی کے مناسب تعبیر ہے کہ) اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے مچھلیوں کی خمار (اشتیاق) کے سامنے خود ایک جرعہ ہے (جس سے سیری نہیں ہوا کرتی اسی طرح ان کو دریا سے سیری نہیں ہوتی) ہجر کا ایک لحظہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے (کثیر) ہے (اور) متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے (مثل) اک خیال (کے قلیل) ہے (یہاں تک امر زرغباً کے مخصوص بغیر اہل المحبت ہونے کا مقتضی جانب محبّ سے ہونے کا بیان ہوا تھا آگے اس کا مقتضی جانب محبوب سے بھی ہونیکا بیان ہے تو اس میں سابق سے مبالغہ ہو گیا عاشق تو عاشق عشق کا اثر معشوق پر بھی ہوتا ہے اور بھی اس قول میں جانب محبوب سے بھی اس لئے کہا گیا کہ محبّ کی جانب سے تو مقتضی ہے ہی اس کے ساتھ محبوب کی جانب سے بھی وجود مقتضی کا حکم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ تعلق محبت جانبین سے اسی کو مقتضی ہے کہ نہ وہ اس سے سیر ہو نہ یہ اس سے اگرچہ حیثیت عدم سیری کی متفاوت ہے پس فرماتے ہیں کہ) معشوق بھی مستسقی (وسیر ناشوندہ ومشتاق) ہے اور مستسقی (یعنی عاشق) کا طالب ہے (اور عاشق کا مستسقی وطالب ہونا تو معلوم ہی ہے پس یہ امر محقق ہوا کہ) یہ اور وہ (یعنی عاشق ومعشوق) ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں (کہ وہ اس کا طالب ہے اور وہ اس کا کمال قال تعالیٰ **یغشی اللیل النهار یطلبه حثیثا الایه علی الاحتمالین کون ضمیر الفاعل النهار والمفعول اللیل و بالعکس** اسی طرح عاشق ومعشوق کا حال ہے پس شعر ہذا میں عشق بمعنے معشوق ہے مبالغۃً جیسا دفتر اول کے دیباچہ کے اس شعر میں یہی معنے تھے۔

چوں نباشد عشق را پروائے او — او چو مرغے ماند بے پروائے او

اور معشوق من حیث المعشوقیہ کا طالب ہونا بایں معنے ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ پر کوئی عاشق ہو اور یہ عاشق خواہ کتنے ہی ہو جاویں یا ایک ایک عاشق کسی حد محبت تک بھی پہنچ جاوے مگر معشوق اس میں بس نہیں کرتا زیادہ کثرت اور قوت چاہتا ہے اور اگر وہ معشوق کسی وجہ سے عاشق بھی ہو جاوے جیسے بعض دو شخص میں دونوں جانب سے عشق ہوتا ہے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں یہاں وہ طالب مراد ہے جو من حیث المعشوقیہ ہو اور عاشق کے طالب ہونے کے معنے ظاہر اور معلوم ہیں آگے تشبیہ چوں روز وشب کی شرح ہے کہ) دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطر ہے جب (بغور) دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق

ہے ان (روز و شب) کو طلب سے ایک لحظہ بھی توقف نہیں ہے ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے (اور) اس نے (یعنی دن نے اس کا (یعنی رات کا) کان یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بیہوش ہے (یہ سب تعبیرات ہیں طلب کی اور طلب بمعنی مطلق تعاقب ہے اور یطلبہ حثیثا میں یہی تعاقب مراد ہے آگے مشبہ یعنی محبّ ومحبوب کے متعلق احکام جو کہ مقصود مقام ہے مذکور ہیں کہ) معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے (یہ مطلب نہیں کہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ عاشق اس کے دل میں اتنا ہے کہ گویا دوسری چیز نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے کو سب سے زیادہ مترفع رکھنا چاہتا ہے اور معشوق ہونے سے اس کا ترفع بہت زیادہ بڑھتا ہے اور اس کا ذریعہ کسی کا عاشق ہونا ہے اس لئے یہ خیال کہ عاشق مجھ پر عاشق رہے، بہت زیادہ اس کو پسند اور دل نشین ہوگا آگے مصرعہ اولیٰ کلیہ کا ایک جزئیہ ذکر فرماتے ہیں کہ) عذرا کے قلب میں ہمیشہ وامق ہے (عذرا نام معشوقہ خاصہ ووامق نام عاشق خاص یہ حکم تو جانب معشوق میں تھا آگے جانب عاشق کا حکم بتلاتے ہیں کہ) عاشق کے دل میں بجز معشوق کے کچھ نہیں ہے (اور یہ ظاہر ہے آگے مجموعہ حکم میں مذکور یں طلب من جانب العاشق وطلب من جانب المعشوق پر تفریع ہے کہ) ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے (بہتر یہ ہے کہ مفروق سے مراد مفروق بہ ہو یعنی ان میں ایسا تعلق ہے کہ نہ کوئی بالاختیار والمباشرۃ اس کو قطع کرسکتا ہے اور فارق سے یہ مراد ہے اور نہ کوئی بالاولیۃ والتسبب اس کو قطع کرسکتا ہے اور مفروق بہ سے یہ مراد ہے اور یہ حکم بالکل ظاہر ہے جب تک دونوں وصف عاشقیت ومعشوقیت سے موصوف ہوں گے اس وقت تک اس حکم کا ثبوت لازم ہے آگے اس تعلق وعدم فرق کی مثال ہے کہ گویا) ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں (کذا فی الغیاث فی معنے درا بالفتح بالکسر پس جس طرح ان دونوں جرس میں تقارب وتعلق ہے کہ جب تک ایک شتر کی گردن میں ہیں ان میں فصل و فرق نہیں ہوسکتا اسی طرح جب تک دونوں اس وصف سے موصوف ہیں ان میں بھی عدم فرق لازم ہے آگے دونوں جانب سے مقتضی مخصوصیت زرغبا بغیر اہل المحبت کے تحقق پر تفریع ہے۔ اس مقتضی یعنی مخصوصیت مذکورہ کی جس کا اوپر بھی ذکر تھا یعنی جب دونوں طرف سے یہ مقتضے مذکور متحقق ہے) پھر زرغباً کیا گنجائش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے (آگے اس کی مزید توضیح ہے کہ بھلا) کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زرغباً کو ظاہر کیا ہے (یعنی) کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت (اور باری) سے (مراد ناغہ کرنا ہے) یار (ومصاحب) ہوا ہے (کیونکہ اپنے ساتھ تو ہر وقت ہی رہے گا تو جس شخص سے ایسی محبت ہو جیسی اپنے سے اس کے ساتھ زرغباً کا تعلق کیسے ہوگا یہاں تک مطلق محبت کے آثار واحکام کا بیان تھا جو کہ محبت مجازیہ کو بھی شامل تھی مگر چونکہ مقصود مولانا و جملہ عارفین کا محبت مجازیہ کے آثار کے ذکر سے بھی محبت حقیقیہ کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے اور وہ صرف توطیہ ہوتا ہے اس لئے آگے احکام محبت حق کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے محبّ ومحبوب مجازی میں تشبیہ مذکور شعر ہذا یعنی ہیچ کس با خویش الخ میں اتحاد کا حکم کیا ہے ایسے ہی اتحاد کا فیما بین المحب والمحبوب الحقیقی حکم جابجا عارفین کے کلام میں پاؤ گے مگر اس کو اس مجازی پر قیاس مت کر لینا کیونکہ) وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر (حاصل یہ کہ محبت مجازیہ میں تو عاشق کو معشوق کے سامنے اپنے وجود سے محض ذہول ہوجاتا ہے مگر واقع میں اس کا وجود بھی ایسا ہی مستقل ہوتا ہے جیسا معشوق کا بخلاف محبت حقیقیہ کے کہ وہاں ذہول بھی ہوتا ہے اور اضمحلال واقعی بھی مکشوف ہوتا ہے اور اسی مکشوفیت کے اعتبار سے اس کو محبت پر مبنی کہا گیا اور نہ اضمحلال تو واقع میں پہلے سے بھی ہے مگر محبت سے اس کا انکشاف بھی ہوگیا اسی کو اصطلاح میں اتحاد وفنا بھی کہتے ہیں اور چونکہ یہ امر ذوقی ہے

مدرک بالعقل نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ پر موقوف ہے اور موت سے سب کو مشاہدہ ہو جاوے گا اس لئے اس شعر میں دو حکم فرمائے ایک غیر مفہوم بالعقل ہونا دوسرا مفہوم بالموت ہونا اور چونکہ علاوہ موت کے ایک اور طریق بھی ہے اس کے مشاہدہ کا اس لئے آگے حکم کلی مذکور فی المصراع الثانی سے بطور استثناء کے فرماتے ہیں کہ) مگر بجز اس شخص کے مرنے سے پہلے مرگیا (اور) رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا (اور اس کے نذر کر دیا یعنی موت قبل الموت حاصل کر لی اس کو بھی ذوق اس کا ہو سکتا ہے) اور اگر عقل (نظری) سے اس کا ادراک ممکن ہوتا تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا (کیونکہ) باوجود ایسی رحمت (و شفقت) کے کہ سلطان العقول (یعنی حق تعالیٰ) رکھتا ہے بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر (مگر باوجود اس کے جو پھر مجاہدہ کا حکم فرمایا حیث قال اتقوا اللہ حق تقاته وقال تعالیٰ جاهدوا في سبيله اس سے معلوم ہوا کہ اس کی بڑی ضرورت ہے اور وہ ضرورت اصل تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ہو لیکن اسکی معرفت اور اپنے وجود ہستی کا مضمحل سمجھنا متلازم ہیں اور وہ کشف اضمحلال موقوف ہے مجاہدہ پر اس لئے مجاہدہ ضروری ہوا تا کہ اس سے اضمحلال وفنا ذوقاً منکشف ہو اور اسکے ساتھ معرفت حق نصیب ہو کما قیل من عرف نفسه فقد عرف ربه پس امر بوجوب المجاہدہ سے توقف انکشاف اضمحلال وفناء کا کہ دوسری تعبیر اس کی اتحاد ہے ذوق پر اور عقل فکری کا اس کے لئے کافی نہ ہونا ثابت ہوا اور یہی مقصود تھا کلام سابق میں پس مقصوداً تو یہ حکم مذکور ثابت ہوا اور چونکہ مقصود اس انکشاف وعلم سے حصول ہے فناء واتحاد مذکور کا اس لئے اس کے ضمن میں توقف حصول فنا واتحاد کا بھی مجاہدہ پر ثابت ہوا اور یہ حصول ومعرفت حق چونکہ متلازم ہیں اس لئے معرفت حق کی مقصودیت بھی مجاہدہ سے ثابت ہوگئی گو اس مقام میں اس کا ذکر صراحۃً نہیں ہے مگر بوجہ اس کی مقصودیت کے اس کی مدلولیت کی بھی تقریر کر دی گئی)

مبالغہ کردن موش درلابہ وزاری کردن و وصلت جستن از چغز آبی

خوشامد میں چوہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یار عزیز مہر کار	من ندارم بے رخت یکدم قرار
چوہے نے کہا اے یار عزیز مہر کار	میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا
روز نور و مکسب و تابم توئی	شب قرار و سلوت و خوابم توئی
دن کو میر انور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے	شب کو میرا قرار اور تسلی اور نیند تو ہی ہے
از مروت باشد ارشادم کنی	وقت و بے وقت از کرم یادم کنی
مروت کی بات ہو گی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے	وقت بے وقت سے مجھ کو یاد کر لیا کرے
درشبا روزے وظیفہ چاشتگاہ	راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
شب و روز میں معمول چاشت کے وقت	تو نے معین کر لیا وصال کو اے خیر خواہ
من بدیں یکبار قانع نیستم	در ہوایت طرفہ انسانیستم
میں اس ایک بار پر قانع نہیں ہوں	تیری محبت میں ایک عجیب انسان کے ہوں

پانصد استسقاستم اندر جگر	باہر استسقا قریں جوع البقر
میرے جگر میں پانسو استقاء ہیں	ہر استقاء کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے
بے نیازی از غم من اے امیر	دہ زکات جاہ و بنگر در فقیر
تو میرے غم سے بے پروا ہے اے امیر	حسن کی زکوٰۃ دے اور محتاج میں نظر کر
ایں فقیر بے ادب نادر خورست	لیک لطف عام تو زاں برترست
یہ محتاج بے ادب نالائق ہے	لیکن آپ کا لطف عام اس سے ارفع ہے
می نجوید لطف عام تو سند	آفتابے برحد ثہامی زند
آپ کا لطف عام سند نہیں ڈھونڈھتا	آفتاب نجاستوں پر اثر کرتا ہے
نور او را زاں زیانے نابدہ	واں حدث از خشکی ہیزم شدہ
اس کے نور کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا	اور وہ نجاست خشک ہونے کے سبب ہیزم ہو گئی
تا حدث در گلخنی شد نور یافت	بر در و دیوار حمامے بتافت
نجاست چولہے میں پہنچی روشنی ہو گئی	حمام کے درودیوار پر تاباں ہوئی
بود آلائش شد آرائش کنوں	چوں برو برخواند خورشید آں فسوں
وہ آلائش تھی اب آرائش ہو گئی	جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا
شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد	تا زمیں باقی حدثہا را بخورد
آفتاب نے نیز معدۂ زمین کو گرم کر دیا	یہاں تک کہ زمین باقی نجاستوں کو کھا گئی
جزو خاکی گشت ورست از وے نبات	ھٰکذا یمحوا الالٰہ السیاٰت
وہ جزو خاکی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے	اسی طرح اللہ تعالیٰ سیئات کو محو کر دیتے ہیں
جزو خاکی گشت از وے پر ز نور	ھٰکذا یغفر لمن یعطی الغفور
جزو خاکی اس سے پر از نور ہو گیا	اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کیلئے جس پر عطا فرماتا ہے
جزو خاکی گشت از وے بار شاد	ھٰکذا یرحم الاٰلہ للعباد
جزو خاکی اس سے باسامان ہو گیا	اسی طرح رحمت فرماتا ہے الٰہ بندوں کیلئے
باحدث کاں بدترین ست ایں کند	کش نبات و نرگس و نسریں کند
وہ نجاست کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ کرتا ہے	کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں کر دیتا ہے

تا بہ نسرین مناسک در وفا حق چہ بخشد در جزا و در عطا
تو نسرین عبادات کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں حق تعالیٰ کیا کچھ دیں گے جزاء اور عطاء میں

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد طیبیں را تا چہ بخشد در رسد
جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں تو طیبین کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں

آں دہد حق شاں کہ لاعین رأت کہ نگنجد در زبان و در لغت
حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا

ما کئیم ایں را بیاں کن یار من روز من روشن کن از خلق حسن
ہم کون ہیں اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب میرے دن کو خلق حسن سے روشن کیجئے

منگر اندر زشتی و مکر وہئیم کہ ز پر زہرے چو مار کوہیم
آپ میری زشتی اور مکروہیت کو نہ دیکھئے کیونکہ میں پرزہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں

ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت
اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصائل بھی زشت ہیں میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا

نو بہارا حسن گل دہ خار را زینت طاؤس دہ ایں مار را
اے نو بہار آپ خار کو گل کا حسن دیدیجئے اس سانپ کو زینت طاؤس دیدیجئے

در کمال زشتیم من منتہیٰ لطف تو در فضل و در فن منتہی
عین کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں آپ کا لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے

حاجت ایں منتہی زاں منتہی تو برآر اے غیرت سرو سہی
حاجت اس کامل کی اس کامل سے برلائیے اے غیرت سرو سہی

چوں بمیرم فضل تو خواہد گریست از کرم، گرچہ ز حاجت او بری است
جب میں مر جاؤں گا تو تیرا ہی لطف روئے گا بوجہ کرم کے اگرچہ وہ محتاج ہونے سے بری ہے

برسر گورم بسے خواہد نشست خواہد از چشم لطیفش اشک جست
میری گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا

نوحہ خواہد کرد بر محرومیم چشم خواہد بست از مظلومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا اور وہ میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا

اند کے زاں لطفہا اکنوں بکن	حلقہ در گوش من کن بے سخن
تھوڑا سا ان الطاف میں سے ابھی کر دے	ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے
آنکہ خواہی گفت تو باخاک من	برفشاں بر مدرک غمناک من
تو جو جو باتیں میری خاک سے کہے گا	میری جان باادراک غمناک پر چھڑک دے
دست گیرم در چنیں بیچارگی	شاد گردانم دریں غمخوارگی
میری دستگیری کر ایسی بیچارگی میں	مجھ کو شاد کر دے اس غمخوارگی میں

لابہ کردن موش مرچغز را کہ بہانہ میندیش و در نسیہ میندازانجاح آں حاجت مرا کہ فی التاخیر آفات والصوفی ابن الوقت وابن دست از دامن پدر باز ندارد واب مشفق صوفی کہ وقت ست اورا بنگرش فرد احتاج نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسنات خویش کہ چوں عوام منتظر مستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ نہری باشد و نہ دہری کہ لیس عنداللہ صباح ولا مساء ماضی و مستقبل وازل وابد آنجا نباشد آدم سابق و دجال مسبوق نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقل جزوی ست و روح حیوانی را در عالم لامکان ولازمان ایں رسوم نباشد پس او ابن وقت ست کہ لایفھم منہ الاتفرقۃ الازمنۃ چنانکہ ان اللہ تعالیٰ واحد فہم شود ونفی دوئی نہ حقیقت واحدی

چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا" کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا کرنے کو ادھار میں نہ ڈال' کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان باپ جو کہ وقت ہے اس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ کے لئے اس کو محتاج نہیں بناتا ہے اور اس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اس قدر مصروف رکھتا ہے کہ وہ عوام کی طرح آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے' وہ نہ دہری ہوتا ہے نہ قدری نہ منع کرنے والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گزرا ہوا زمانہ اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے آدم پہلے اور دجال بعد میں نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالم لامکان ولازمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں' تو وہ ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا' جس طرح اللہ (تعالیٰ) ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی کہ واحدی حقیقت

صوفیٔ را گفت خواجہ سیم پاش	اے قدمہائے ترا جانم فراش
کسی صوفی سے کسی خواجہ سیم بخش نے کہا	کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے
یک درم خواہی تو امروز اے شہم	یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم
اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم چاہتا ہے	یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم

گفت امروز ایں درم راضی ترم	زانکہ امروز این و فردا صد درم
اس نے کہا کہ میں ایک درم پر زیادہ راضی ہوں	جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم
سیلیئے نقد از عطائے نسیہ بہ	نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ
نقد چپت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے	اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دیدے
خاصہ آں سیلی کہ از دست تو است	کہ قفا و سیلیش مست تو است
خاص کر وہ چپت جو تیرے ہاتھ سے ہے	کیونکہ قفا اور اس کا چپت تیرے عاشق ہیں
ہیں بیا اے شادی جان و جہاں	خوش غنیمت دار نقد ایں زماں
ہاں آ جا اے [illegible] جان کے اور جہان کے	اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ
درمدزد آں روی ماہ از شب رواں	سر مکش زیں جوئے اے آب رواں
وہ چاند کا سا منہ رات کے چلنے والوں سے مت چھپا	اے آب رواں اس ندی سے سر مت پھیر
تالب جو خندد ازمای معیں	وز لب جوسر برآرد یاسمیں
تا کہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے	اور لب جو سے یاسمین ظاہر ہو
چوں بہ بینی برلب جو سبزہ مست	پس بداں از دور کانجا آب ہست
تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے	پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے
گفت سیماھم وجوھم کردگار	کہ بود غماز باراں سبزہ زار
سیماھم فی وجوھہم فرمایا ہے کردگار نے	کیونکہ بارش کا مخبر سبزہ زار ہوتا ہے
گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس	کہ بود در خواب ہر نفس و نفس
اگر شب کو بارش ہو کوئی نہ دیکھے	کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا
تازگئی ہر گلستان جمیل	ہست برباران پنہانی دلیل
ہر باغ باجمال کی تازگی	باران مخفی پر علامت ہو گی

چوہے نے کہا اے یار عزیز مہر کار میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا۔ دن کو میرا نور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے (یعنی دن ان منافع کے لئے موضوع ہے تو بجائے ان منافع کے تو ہی میرا مطلوب ہے اور اسی معنی کر) شب کو میرا اقرار اور تسلی اور نیند تو ہی ہے۔ مروت کی بات ہوگی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے۔ وقت بے وقت کرم سے مجھ کو یاد کر لیا کرے (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ذریعہ باہمی اطلاع کا تجویز کر کے کبھی میں بلایا کروں تو آ جایا کر اور یہ مصرع

اول میں ہے اور کبھی تو بھی مجھ کو بلا لیا کر اور یہ مصرعہ ثانی میں ہے اور مجموعہ) شب و روز میں معمول چاشت کے وقت تو نے معین کر لیا ہے وصال کو اے خیر خواہ (او پر صباح کا لفظ آیا ہے مگر صباح عرفاً عام ہے قبل زوال تک کو) میں اس ایک بار (کی ملاقات) پر قانع نہیں ہوں (اور) تیری محبت میں (بمنزلہ) ایک عجیب انسان کے ہوں (کہ جیسے انسان دور دور کے خیالات سوچتا ہے اسی طرح مجھ کو تیری محبت میں دور دور کے خیالات آتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی تدبیر اطلاع باہمی کی ہونا چاہئے) میرے جگر میں پانسو استسقاء ہیں (لان سببہ بردالکبد کما صرحوا بہ اور) ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے (یعنی میری حالت شدت اشتیاق سے مشابہ اس شخص کے ہے جس کو استسقاء اور جوع البقر دونوں مرض ہوں کہ پیاس بھی نہ بجھے اور بھوک بھی نہ بھرے) تو میرے غم (عشق) سے بے پروا (و بے خبر) ہے اے امیر (ورنہ اتنی بے فکری تجھ کو نہ ہوتی کہ میں جس چیز کو سوچ رہا ہوں تو نہیں سوچتا مجھ کو اپنے) حسن کی زکوٰۃ دے اور (اس) محتاج میں نظر کر (زکوٰۃ اور فقیر کے لفظ سے اے امیر کا تناسب کس قدر با موقع ہے) یہ محتاج بے ادب نالائق ہے لیکن آپ کا لطف (ورحم) عام اس سے ارفع ہے (یعنی وہ میری بے ادبی و نالائقی کو مانع عن التوجہ نہیں سمجھتا میرے نزدیک اس شعر ایں فقیر الخ سے دور تک انتقال ہے خطاب الی المحبوب المجازی سے طرف خطاب الی المحبوب الحقیقی کے جیسا سیاق میں نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے اور اسی لئے ضمیر مخاطب کا ترجمہ میں نے عنوان ادب سے کیا ہے پھر جہاں سے عود ہو گا خطاب الی المجازی کی طرف وہاں بھی متنبہ کر دیا جاوے گا یعنی اے محبوب حقیقی آپ کا لطف ایسا عام ہے کہ لیاقت کاملہ کے ساتھ مشروط نہیں اور لیاقت میں کاملہ کی قید اس لئے لگائی کہ ضروری درجہ لیاقت کا کہ مصداق اس کا مطلق ایمان ہے نصاً شرط ہے توجہ لطف کی کیونکہ مراد یہاں لطف سے رحمت مختصہ باہل الایمان ہے دلیل اس کے مراد ہونے کی یہ ہے کہ اس لطف کو طلب کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو رحمت عام ہے کفار کو بھی اس کی طلب پر مومن اکتفا نہیں کرتا۔ پس اس لطف کو جو شعر میں عموم کے ساتھ موصوف کیا ہے مراد اس سے وہ عموم نہیں جو رحمت شاملہ الکفار میں عموم ہے بلکہ اس عموم کے مقابل خصوص کا اعتبار کرنے کے بعد پھر اس میں عموم بایں معنی معتبر ہے کہ سب اہل ایمان کو جن میں عصاۃ بھی ہیں شامل ہے خصوصیت متیقن کی نہیں پس یہ لطف من وجہ خاص بھی ہے یعنی بمقابلہ عام الکفار کے اور من وجہ عام بھی ہے یعنی بمقابلہ خاص للابرار کے کہ ایک رحمت ایسی خاص بھی ہے جو اتقیاء و ابرار ہی کے ساتھ متعلق ہے ایک اس سے بھی اخص ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ متعلق ہے خوب سمجھ لو آگے اسی لطف خاص مذکور کے عموم کے احکام و افعال بیان کرتے ہیں کہ) آپ کا لطف عام سند (استحقاق کی یعنی علت و شرط نہیں ڈھونڈھتا (بلکہ) آفتاب (کی طرح) نجاستوں پر اثر کرتا ہے (جس کا آگے تتمہ ہے کہ) اس (آفتاب) کے نور کو اس (نجاست) سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور وہ نجاست (اس آفتاب کے اثر سے) خشک ہونے کے سبب (بمنزلہ) ہیزم (کے) ہو گئی (یہاں تک کہ وہ) نجاست (حمام کے) چولہے میں پہنچی (اور) روشنی ہو گئی (اور) حمام کے در و دیوار پر تاباں ہوئی (چنانچہ ظاہر ہے کہ سوختہ حمام کا اگرچہ سرگیں وغیرہ ہی ہو جلنے کے وقت خود بھی صاحب نور ہوتا ہے اور حمام کے در و دیوار کو بھی اس پر عکس پڑنے سے منور کرتا ہے پس) وہ (پہلے) آلائش تھی (اور) اب آرائش (کا آلہ) ہو گئی (چنانچہ تنویر کا موجب آرائش ہونا ظاہر ہے) جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا (آفتاب کے اثر پہنچنے کو افسوں خوانی سے تشبیہ دی کہ افسوں کا بھی اثر پہنچتا ہے اور جو نجاست سرگیں وغیرہ حمام وغیرہ میں نہیں پہنچا جس سے وہ متنور اور منور ہوتا بلکہ وہ زمین ہی پر مدت دراز

تک پڑا رہا اس پر آفتاب کا اور طرح فیض پہنچا وہ یہ کہ) آفتاب نے نیز معدۂ زمیں کو گرم کر دیا یہاں تک کہ زمیں باقی نجاستوں کو کھا گئی (اور جس طرح معدہ کی گرمی سے کھانا ہضم ہو کر جزو بدن ہو جاتا ہے اسی طرح) وہ (نجاست گرمی زمین سے) جزو خاکی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے (چنانچہ کھاد سے پیداوار زمین میں قوت ہونا مشاہد ہے اور اس استحالہ کو حرارت کا مسبب بنانا اس لئے ہے کہ برودت کا خاصہ حفظ صورت ہے چنانچہ برف میں گوشت تک نہیں بگڑتا پس باوجود برودت مزاج ارض کے اس سے ایسا استحالہ ہونا یہ عارض حرارت سے ہے جو آفتاب سے مکتسب ہے خواہ سطح ارض پر ہو یا اعماق ارض میں ہو جیسا اقتباس کے وقت اور مصرعہ آفتابے برحد ثامی زند سے اس مصرعہ جزو خاکی گشت درست از وے نبات تک خواص مشبہ بہ کے بیان کئے اب تطبیق تشبیہ کے ساتھ مشبہ کا وصف بیان کرتے ہیں کہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سیئات کو محو کر دیتے ہیں (اور حسنات سے مبدل کر دیتے ہیں کما ہو منصوص یعنی جس طرح آفتاب سے بعد تصرفات مذکورہ کے وہ انجاس متبدل ہو کر ان میں سے نجاست کا وصف زائل ہو گیا اور وہ سبب ہو گیا انوار جمع نور بالضم بمعنے روشنی اور انوار جمع نور بمعنے شگوفہ کا اسی طرح رحمت حق سے بعد مغفرت کے وہ سیئات متبدل ہو کر ان میں سے وصف انحاط کا زائل ہو گیا اور اس کا بدل یعنی حسنات سبب ہو گیا انوار رضوان وانوار جنان کا آگے بھی یہی تطبیق ہے کہ جس طرح جزو خاکی اس (آفتاب) سے پر از نور ہو گیا (جیسا مثال حمام میں بیان کیا) اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کے لئے جس پر عطا فرماتا ہے (اور جس طرح) جزو خاکی اس (آفتاب) سے باسامان ہو گیا (ہکذا فی المنتخب فی معنی رشاد جیسا مثال انبات میں بیان کیا اور ازہار واشجار کا سامان فرحت وحاجت ہونا ظاہر ہے) اسی طرح رحمت فرماتا ہے الہ (حق) بندوں کے لئے (یہاں تک ذکر تھا ناقابل کے ساتھ رحمت فرمانے کا آگے اسی سے استنباط کر کے ذکر فرماتے ہیں قابل تام کے ساتھ رحمت فرمانے کا **وکون ہذا القابل تاما بمقابلۃ الناقص المذکور والافالکل ناقص بالنظر الی عظمۃ حق الحق تعالیٰ** یعنے) وہ (آفتاب معنوی جب) نجاست (سیئات) کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ (معاملہ لطف کا) کرتا ہے کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں (یعنی حسنات) کر دیتا ہے تو نسرین عبادات (و حسنات) کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں حق تعالیٰ کیا کچھ دے دیں گے جزاء (ثواب موعود) اور عطا (ثواب مزید غیر موعود) میں (حاصل اس کا یہ ہے کہ) جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں تو طیبین کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں (کذا فی الغیاث فی معنی رسد آگے اس دینے کا اجمالاً بیان ہے کہ) حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا (اشارہ ہے طرف حدیث قدسی **اعدت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولااذن سمعت ولاحظر علی قلب بشر** کے آگے مناجات ہے جس میں اول درخواست ہے بیان نعم کی بطور تفریع کے اپنے عجز عن البیان پر جو اوپر مذکور تھا پھر درخواست ہے ان نعم فضل وکرم کے عطا کی اور ساتھ ساتھ اپنے ناقابل ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) ہم کون (چیز) ہیں (کہ نعم مذکورہ کو بیان کر سکیں) اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب (مطلب یہ کہ آپ ہی پورا بیان کر سکتے ہیں لیکن ہماری استعداد کے موافق ہم پر بھی ذوقاً ظاہر کر دیجئے کہ طلب میں ترقی ہو اور اس کے ساتھ) میرے دن کو خلق حسن سے روشن کیجئے (یعنی وہ نعمتیں خلق حسن یعنی فضل وکرم سے عطا بھی کیجئے کہ یوم السرور نورانی ہوتا ہے اور گو میں اس کے قابل نہیں ہوں لیکن) آپ میری زشتی اور مکروہیت کو نہ دیکھئے کیونکہ میں پرزہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں (کہ خشک پہاڑ کے سانپ زیادہ زہری ہوتے

ہیں اور اسی قرینہ سے مراد خشک پہاڑ ہے) اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصال بھی زشت ہیں میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا (اس میں التفات ہے خطاب سے غیبت کی طرف اور مقصود اس سے اپنا بیان عذر نہیں ہے بلکہ اپنا عجز بیان کرنا ہے تا کہ زشتی کا درجہ بالغہ ثابت ہو جاوے مگر عجز بدرجہ جبر نہیں ورنہ زشتی کو اپنی اور اپنے خصال وافعال کی طرف منسوب نہ کرتے کیونکہ افعال اضطرار یہ موصوف بالقبح والذم نہیں ہوتے آگے پھر خطاب کے صیغوں سے کلام ہے کہ) اے نو بہار (کے مشابہ فی اعطاء النضر ۃ) آپ خار کو گل کا (سا) حسن دے دیجئے (لان من شانک تبدیل السیئات بالحسنات کما مراور) اس سانپ کو زینت طاؤس دے دیجئے۔ (مصرعہ اول ناظر ہے مصرعہ بالا چوں شوم گل الخ کی طرف اور مصرعہ ثانیہ ناظر ہے مصرعہ سابقہ از بالا کہ پر زہرے چو مار کوہیم کی طرف) میں کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں (اور) آپ کے لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے (یہ مشاکلۃً و مجازاً کہہ دیا ورنہ فضل ولطف کی تو کوئی نہایت ہی نہیں مراد دونوں مصرعوں میں کامل ہے گو ایک کا کمال بوصف تناہی ہے دوسرے کا کمال بوصف عدم تناہی اور جب میں قبح میں کامل ہوں اور آپ کا لطف حسن میں تو) حاجت اس (قبح) کامل کی اس (حسن) کامل سے برلائیے اے غیرت سرو سہی (یعنی اے جامع المحاسن اور میرے نزدیک یہاں خطاب الی المحبوب الحقیقی ختم ہو گیا آگے عود ہے خطاب الی المحبوب المجازی کی طرف جیسا کہ تمثیل آئندہ کا انطباق اسی پر موقوف ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے معاملہ عاجلہ کو ان کے معاملہ آجلہ پر ترجیح دینا لازم آوے گا۔ اس قول میں سلیئے نقد از عطائے نسیہ بہ اور اس کا کون قابل ہو سکتا ہے اور اس صورت میں یہ احکام آئندہ کہ خواہد گریست اور اشک خواہد جست اور نوحہ خواہد کرد اور نیز اثبات اپنی مظلومی کا سب بے تکلف درست ہو جاوے گا صرف دو خدشے خفیف رہیں گے ایک لفظی کہ اوپر بھی فضل کا ذکر آیا ہے لطف تو در فضل الخ اور آئندہ بھی ہے چوں بمیرم فضل تو الخ تو ظاہر ادونوں فضل کا فاعل ایک ہوگا مگر یہ ضروری نہیں دوسرا معنوی کہ آگے فضل کو حاجت سے بری کہا ہے لیکن خاص حاجت الی المتکلم سے بری کہنا صحیح ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ وہ موش اس غوک سے اس شعر سابق علی الانتقال الی الخطاب للمحبوب الحقیقی بے نیازی از غم من اے امیر الخ کے مضمون سے مرتبط کر کے کہتا ہے کہ تو آج تو میرے غم عشق سے بے نیاز و بے پرواہ ہے لیکن) جب میں مر جاؤں گا تو تیرا ہی لطف (مجھ کو) روئے گا بوجہ کرم کے اگر چہ وہ (میری طرف) محتاج ہونے سے بری ہے (یعنی وہ رونا اس لئے نہ ہوگا کہ میرے مرنے سے اس کی کوئی حاجت جو مجھ سے متعلق تھی فوت ہو گئی بلکہ وہ رونا مقتضا کرم کا ہوگا کہ اہل کرم دوسروں کی مصیبت سے کڑھا کرتے ہیں اور موت کا مصیبت ہونا ظاہر ہے قال تعالیٰ **فاصابتکم مصیبة الموت** مطلب یہ ہوا کہ میرے مرنے پر کل تو ہی بیٹھ کر روے گا تو آج اتنی بے پروائی مت کر آگے بھی یہی مضمون بلفظ دیگر بطور التفات من الخطاب الی الغیبۃ ہے کہ) وہ (محبوب) میرے گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا (اور) اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا (اور) وہ (محبوب) میری محرومی (عن وصلہ) پر نوحہ کرے گا (یعنی افسوس کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا (یعنی یہ یاد کر کے شرمندہ ہوگا کہ میں نے ناحق اس پر ظلم کیا۔ آگے پھر التفات ہے غیبت سے طرف خطاب کے کہ اے محبوب جب انجام کار یہ سب الطاف میرے حال پر تو مبذول کرے ہی گا تو) تھوڑا سا ان الطاف میں سے

ابھی (مجھ پر مبذول) کر دے (اور جو جو باتیں اس وقت میری قبر پر بیٹھ کر کرے گا) ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے (یعنی تیری باتیں کہ بمنزلہ حلقہ وزیور گوش کے ہیں اس میں سے ایک ہی بالی میرے کان میں ڈال دے یعنی ایک ہی آدھ بات کر لے چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) تو جو جو باتیں میری خاک (گور) سے کہے گا (ان میں سے کچھ) میری جان بادراک غمناک پر اب) چھڑک دے (غرض) میری دستگیری کر ایسی بے چارگی میں (اور) مجھ کو شاد کر دے اس غمخوارگی میں (اور جو کچھ قلیل و کثیر کرنا ہوا بھی کر دے وعدوں سے قناعت نہیں ہوتی کہ نقد قلیل بہتر ہے نسیہ کثیر سے جیسا کہ ایک تمثیلی قصہ ہے کہ) کسی صوفی سے کسی خواجہ سیم بخش نے کہا کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے (یعنی تیرے قدموں کے نیچے اپنی جان بچھاتا ہوں یہ مدح و تعظیم ہے یہ بتلا کہ) اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم (لینا) چاہتا ہے یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم۔اس نے کہا کہ میں ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم (بھی دے تب بھی آج کا ایک درم اچھا اور یہ تو درم ہے نقد تو ایسی چیز ہے کہ) نقد چپت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے۔اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دے دے (کیونکہ انتظار کی کلفت تو رفع ہوئی تو اس میں اس خاص وجہ سے ارجحیت ہوگی نہ کہ من کل الوجوہ اور سیلی نقد کا ارجح ہونا بوجہ مذکور عام بھی ہے پھر) خاص کر وہ چپت جو تیرے ہاتھ سے ہے کیونکہ (میری) قفا اور اس کا چپت (لگنا یعنی چپت کھانا یہ سب) تیرے عاشق ہیں (وہ من کل الوجوہ عطائے نسیہ سے بہتر ہے اوروں کے عطا سے تو ظاہر ہی ہے اور تیری عطا سے بھی جب کہ وہ عطا ہوتی تو یہ سیلی نہ ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تو قرب ابھی ہوتا ہے اور اس میں بعد حین اور قرب ایسی چیز نہیں کہ اس کا تاخر اس کے تقدم سے کسی وجہ سے بھی راجح ہو گو یہ قرب بصورت قہر ہوگا لیکن معنیً لطف ہی ہے اور مومنین کے بعض اقسام قرب کے تاخر کا وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ اس قرب کی اس وقت ان میں استعداد نہیں ہے اور جو قرب ان کی استعداد کے لائق ہے اس سے یہ اس وقت بھی محروم نہیں یعنی قبول ورضا ونسبت ومعیت اب قصہ تمثیلی ختم کر کے حاصل تمثیل کی درخواست کرتا ہے کہ) ہاں آجا اے سرور جان کے اور جہان کے (یہ مبالغہ ہے) اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ (اور) وہ چاند کا سامنہ رات کے چلنے والوں سے (کہ طالب ہیں چاند کے) مت چھپا (اور) اے آب رواں (غیر منقطع) اس ندی سے (کہ محتاج ہے آب رواں کی اور اس کی طالب ہے) سر مت پھیر تا کہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے (یعنی وہ شاداں و رونق دار ہو) اور (پھر) لب جو سے یاسمیں ظاہر ہو (پانی سے پھولوں کا پیدا ہونا ظاہر ہے مطلب یہ کہ فرحت اور آثار فرحت نمایاں ہوں آگے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے طرف مضمون ارشادی کے کہ بناءً علے مضمون الشعر المذکور) تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے (اور اتفاق سے یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں ندی ہے اور یہ اس کا کنارہ ہے مثلاً اشجار وغیرہ حائل تھے مگر اس سبزہ کو جب دیکھے) پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے (خواہ ندی ہو یا مثل ندی کے مقصود بقرینہ شعر آئندہ یہ ہے کہ جب انوار و برکات کسی شخص پر دیکھو سمجھ لو کہ صاحب نسبت ہے کہ آب نسبت سے یہ پھول کھلے ہیں اسی کی نسبت) **سیماهم فی وجوههم** فرمایا ہے کردگار نے کیونکہ بارش کا مخبر سبزہ زار ہوتا ہے اگر شب کو (مثلاً) بارش ہو (اور) کوئی نہ دیکھے کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا (یعنی حیوانات مگر) ہر باغ باجمال کی تازگی (جو صبح کو نظر آوے گی) باران مخفی پر علامت ہوگی (کہ شب کو مینہ برسا ہے گو وہ دیکھا نہیں گیا آگے پھر رجوع ہے طرف قصہ کے۔

رجوع بحکایت موش و چغز آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبئی	لیک شاہ رحمت و وہابیی
اے میرے بھائی میں خاکی ہوں اور تو آبی ہے	لیکن تو شاہ ترحم اور منسوب الی الوہاب ہے
آنچناں کن از عطا و از قسم	کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے	کہ وقت اور بے وقت میں خدمت میں پہنچتا رہوں
بر لب جو من بجاں میخوانمت	می نہ بینم از اجابت مرحمت
لب نہر پر میں جان سے تجھ کو بلاتا ہوں	منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں
آمدن درآب برمن بستہ شد	زانکہ ترکیبم ز خاکے راستہ شد
پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے	کیونکہ میری ترکیب خاک سے ناشی ہوئی ہے
یا رسولے یا نشانے کن مدد	تا ترا از بانگ من آگہ کند
یا تو کوئی قاصد یا کوئی علامت مدد کے لئے مقرر کر	تا کہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کر دے
بحث کردند اندریں کار آں دو یار	آخر آیں بحث آں آمد قرار
ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث کی	اس بحث کا انجام یہ قرار پایا
کہ بدست آرند یک رشتہ دراز	تا زجذب رشتہ گردد کشف راز
کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لاویں	تا کہ اس ڈورے کو کھینچنے سے کشف راز ہو جاوے
یکسرے برپائے ایں بندہ دوتو	بستہ باید' دیگرش برپائے تو
ایک سرا تو اس بندہ خمیدہ یا مضاعف العقیدہ کے پاؤں میں	بندھا ہوا ہونا چاہئے اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں میں
تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن	اندر آمیزیم چوں جاں بابدن
تا کہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص مجتمع ہو سکیں	مل جایا کریں جس طرح جان ہے بدن کے ساتھ
ہست تن چوں ریسماں برپائے جاں	می کشاند بر زمینش ز آسماں
جسم مثل ریسمان کے ہے روح کے پاؤں میں	وہ اس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے
چغز جاں درآب خواب بیہشی	رستہ از موش تن' آید در خوشی
چغز روح آب خواب بیہوشی میں	موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے

چند تلخی زیں کشش جاں می چشد	موش تن زاں ریسماں بازش کشد
بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چکھتی ہے	موش جسم اس ریسمان سے اس کو پھر کھینچ لیتا ہے
عیشہا کردے درون آب چغز	گر نبودے جذب موش گندہ مغز
تو چغز پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا	اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی
بشنوی از نور بخش آفتاب	باقیش چوں روز برخیزی زخواب
تو سن لے گا آفتاب نور عطا کرنے والے سے	اس کا بقیہ جب تو روز معہود کو خواب سے اٹھے گا
زاں سر دیگر تو بر پا عقد زن	یک سر رشتہ گرہ بر پائے من
اس دوسرے سرے کی گرہ تو پاؤں پر لگا لے	ایک سرا ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا ہے
مر ترانک شد سر رشتہ پدید	تا توانم من دریں خشکی کشید
اب مقصود کی صورت سمجھ میں آ گئی	تا کہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو
کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث	تلخ آمد بر دل چغز ایں حدیث
کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث	چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی

(موش نے غوک سے کہا کہ) اے میرے بھائی (اگرچہ) میں خاکی ہوں (اور) تو آبی ہے (اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ بوجہ عدم تجانس کے تو مجھ پر مہربانی نہ کرتا) لیکن (باوجود اس کے چونکہ) تو شاہ ترحم اور منسوب الی الوہاب (یعنی مظہر رحمت حق) ہے (اس لئے میں تجھ سے درخواست ترحم کی کرتا ہوں چنانچہ جس کی رحمت کا تو مظہر ہے وہ بھی باوجود عدم تجانس کے بندوں پر رحمت فرماتا ہے پس اس ترحم کے مقتضا سے) تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے (جو کہ مقتضا ہے اس ترحم کا) کہ وقت بے وقت میں (تیری) خدمت میں پہنچتا رہوں (اب تو یہ کیفیت ہے کہ) لب نہر پر (آ کر) میں (دل و) جان سے تجھ کو بلاتا ہوں (مگر) منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں (اور کنارہ سے آگے بڑھ کر) پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے کیونکہ میری ترکیب (عنصر) خاک سے ناشی ہوئی ہے (اس لئے آگے چل کر تجھ کو نہیں بلا سکتا پس اسلئے اسکی ضرورت ہے کہ) یا تو کوئی قاصد (جو باوجود خشکی میں رہنے کے ہر وقت پانی میں پہنچ سکے کہ میں اس سے کہہ دیا کروں اور وہ تیرے پاس تو جہاں ہو پہنچ جاوے) یا کوئی (اور) علامت (اطلاع کی) مدد کے لئے مقرر کرتا کہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کردے (قاصد تو مباشرۃً اور علامت تسببًا غرض) ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث (وگفتگو) کی (اور) اس بحث کا انجام یہ قرار پایا کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لاویں تا کہ اس ڈورے کے کھینچنے سے کشف راز ہو جاوے (اس طریقہ سے کہ) ایک سرا تو اس بندۂ خمیدہ (بار عشق) یا (بندہ) مضاعف العقیدہ (کذا فی الحواشی) کے پاؤں میں بندھا ہوا ہونا چاہئے (اور) اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں میں (بندھا ہوا رہے) تا کہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص مجتمع ہو سکیں (کہ جب خبر کرنا چاہا ڈورا کھینچ لیا اور) مل جایا

کریں جس طرح جان (ملی ہوئی) ہے بدن کے ساتھ (آگے انتقال ہے ظاہری قصہ سے باطنی حصہ کی طرف کہ اسی طرح یہ) جسم مثل ریسمان کے ہے روح کے پاؤں میں وہ (جسم) اس (روح) کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے (جیساوہ چوہا ریسمان سے مینڈک کو کھینچ لیتا تھا۔ پس روح مثل غوک کے ہوئی چنانچہ آئندہ شعر میں مع شرح فرماتے ہیں کہ) چغز روح آب خواب بیہوشی میں موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے (یعنی بیہوشی واستغراق کی نیند سے جو کہ بوجہ راحت بخش ہونے کے مشابہ پانی کے ہے تعلقات مخصوصہ جسم سے اس روح کو ذہول اور ملاء اعلیٰ کی طرف اس کو کچھ مشغولی ہو جاتی ہے اور اوپر جسم کو ریسمان سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں موش سے سواء پر تسامح ہے مراد جسم سے تعلق ہے جسم کا پس جسم مشابہ موش کے ہوا اور علاقہ جسم مشابہ ریسمان کے اور کھینچنا یہ ہے کہ جسم ہی کا مزاج وخواص وطبیعت وعوارض سبب ہوتا ہے جاگ اٹھنے کا پس گویا جسم سبب ہوتا ہے روح کے ادھر متوجہ ہو جانے کا ورنہ اگر جسم سے مفارق ہو جاوے اور اس سے علاقہ نہ رہے تو پھر احکام وافعال جسم سبب نہیں ہوتے توجہ روح کے چنانچہ آگے اسی تعلق ومفارقت کا ایک ایک شعر میں بیان ہے کہ) موش جسم اس ریسمان سے اس (روح) کو پھر کھینچ لیتا ہے۔ بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چکھتی ہے اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی (جیسا بعد مفارقت کے) تو چغز (روح) پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا (ایک حالت تو اس کشش کی یہ ہے اور) اس (مضمون) کا بقیہ جب تو روز معہود (یعنی قیامت) کو خواب (مرگ) سے اٹھے گا (یعنی دوبارہ زندہ ہوگا) تو سن لے گا آفتاب کو نور عطا کرنے والے سے (یعنی حق تعالیٰ سے اور یہ سننا حالی ہوگا جو سماع قالی سے اوضح فی الکشف ہے مطلب یہ کہ اس روز اس عودالروح الی الجسم کے کامل درجہ کا مشاہدہ ہو جاوے گا اور کامل ہونا اس کا ظاہر ہے کیونکہ وہ عود بعد مفارقت تام کے ہوگا بخلاف خواب کے کہ مفارقت من وجہ ہوتی ہے اور جس درجہ کی مفارقت ہوگی اسی درجہ کا عود ہوگا ان ناقصاً فناقص وان تاماً فتام آگے پھر مقولہ ہے موش کا یعنی) ایک سرا (اس) ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا رہے (اور) اس دوسرے سرے کی گرہ تو (اپنے) پاؤں پر لگالے تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو (بس) اب مقصود کی صورت سمجھ میں آ گئی۔ چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث۔

ہر کراہت دردل مرد بہی	چوں درآید زآفتے نبود تہی
جو کراہت مرد روشن ضمیر کے قلب میں آتی ہے	وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی
وصف حق داں آں فراست رانہ وہم	نور دل از لوح کل کردست فہم
اس فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم	نور دل نے لوح کل سے فہم کیا ہے
امتناع پیل از سیراں بہ بیت	باجد آں پیلبان و بانگ ہیت
ہاتھی کا ٹھٹھکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے	باوجود اس پیلبان کی کوشش کے اور بانگ ہیا کے
جانب کعبہ نرفتے پائے پیل	باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
جانب کعبہ کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا	باوجود تمام تر لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا

گفتیی خود خشک شد پا ہای او	یا بمرد آں جان ہول افزائے او
یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے	یا اس کی وہ جان ہول افزا مر گئی تھی
چونکہ کردندے سرش سوی یمن	پیل نرد و اسپہ گشتے گام زن
جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے	تو وہ فیل نر تیزی سے قدم اٹھانے لگتا
حس پیل از زخم غیب آگاہ بود	چوں بود حس ولی با ورود
فیل کی حس اثر غیب سے باخبر تھی	تو ولی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہو گی
نے کہ یعقوبؑ نبی گفت آں زماں	کہ ازو جستند یوسفؑ را نہاں
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت	کہ ان سے یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا
نے کہ یعقوبؑ نبی آں پاک خو	بہر یوسفؑ باہمہ اخوان او
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خو نے	یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں سے
از پدر چوں خواستند آں داوراں	تا برندش سوی صحرا یک زماں
جب ان بھائیوں نے باپ سے مانگا	تا کہ ان کو ایک زمانہ کے لئے صحرا کی طرف لے چلیں
جملہ گفتندش میندیش از ضرر	یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
سب نے ان سے کہا کہ آپ ضرر سے اندیشہ نہ کیجئے	ایک دو روز ان کو مہلت دے دیجئے اے پدر
تو چرا مارا نہ پنداری امین	یوسفؑ خود نسپری با حافظین
آپ ہم کو معتمد کیوں نہیں سمجھتے	اپنے یوسف کو محافظین کے سپرد نہیں کرتے
تا ہم در مرجہا بازی کنیم	ما دریں دعوت امین و محسنیم
تاکہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعبت کریں	ہم اس درخواست میں معتمد اور نیک معاملہ ہیں
گفت ایں دانم کہ نقلش از برم	می فروزد در دلم رنج و سقم
یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے انکا لے جانا	میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے
ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ	کہ ز نور عرش دارد دل فروغ
میرا دل یہ ہرگز دروغ نہیں کہتا	کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے
آں دلیل قاطعی بد بر فساد	از قضا آں را نکرد او اعتداد
وہ خرابی پر دلیل قاطع تھا	قضا کے سبب انہوں نے اس کو معتد بہ قرار نہیں دیا

درگذشت از وئے نشانے آنچناں	کہ قضا در فلسفہ بود آں زماں
وہ دلیل جو اس درجہ کی تھی ان سے گزر گئی	کیونکہ قضا حکمت میں تھی اس وقت
ایں عجب نبود کہ کور افتد بچاہ	بوالعجب افتادن بینائے راہ
یہ عجیب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنوئیں میں	بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا
ایں قضارا گونہ گوں تصریفہاست	چشم بندش یفعل اللہ ما یشاست
اس قضا کے انواع انواع تصرفات ہیں	اس کی چشم بندی یفعل اللہ ما یشاء ہے
ہم بداند ہم نداند دل فنش	موم گردد بہرآں مہر آہنش
قلب اس کے فن کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے	اس کی مہر کے لئے اس کا آہن موم ہو جاتا ہے
گوئیا دل گوید اے کہ میل او	چوں دریں شد ہرچہ افتد باش گو
گویا قلب کہتا ہے کہ اے شخص اس کا جب اس میں میلان ہے	تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے
خویش راہم زیں مغفل می کند	درعقالش جاں معقل می کند
وہ اپنے کو اس سے مغفل بھی کر دیتا ہے	اس کی رسن میں جان کو بستہ کر دیتا ہے
گرشود مات اندریں آں بوالعلا	آں نباشد مات' باشد ابتلا
اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ اس میں کم ہمت ہو جاتا ہے	تو وہ کم ہمت نہیں ہوتا ایک امتحان ہوتا ہے
یک بلا از صد بلا لیش وا خرد	یک ہبوطش برمعار جہا برد
ایک بلا اس کو سو بلاؤں سے چھڑا لیتی ہے	ایک ہبوط اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے
خام شوخے کہ رہانیدش مدام	از خمار صد ہزاراں زشت خام
وہ شوخ خام کہ اس کو شراب نے	لاکھوں زشت خام کے خمار سے چھڑا دیا تھا
عاقبت او پختہ و استاد شد	جست ازرق جہاں آزاد شد
انجام کار وہ پختہ اور استاد ہو گیا	دنیا کی غلامی سے نکل گیا۔ آزاد ہو گیا
از شراب لایزالی گشت مست	شد ممیّز از خلائق باز رست
شراب لایزالی سے وہ مست ہو گیا	وہ خلائق سے ممیز ہو گیا وہ چھوٹ گیا
زاعتقاد سست پر تقلید شاں	وز خیال دیدۂ بے دیدشاں
ان کے اعتقاد ست پر تقلید سے	اور ان کے دیدۂ بے بصیرت کے خیال سے

(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے بمناسبت مضمون بالا کے کہ چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی یعنی یہ تو ایک جزئیہ تھا کہ جس بات کا انجام ضرر ہونے والا تھا وہ چغز کے قلب کو مکروہ معلوم ہوئی لیکن یہ حکم کلی بھی ہے کہ) جو کراہت مرد روشنضمیہ کے قلب میں آتی ہے (من البہار بمعنی روشنی) وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی (اور) اس فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم نور دل نے لوح کل سے (اس کو) فہم کیا ہے (وصف حق سے مراد خاص صفت علم ہے اور اسی کو لوح کل اس اعتبار سے کہا ہے کہ کل معلومات اس کے روبرو حاضر ہیں۔ اور نور دل سے مراد وہی فراست مذکورہ مصرعہ اولے پس مصرعہ ثانیہ تفسیر ہے مصرعہ اولےٰ کی اور اسی لوح کل وعلم حق کو حدیث میں نور اللہ سے اور اس فراست و نور قلب کو نظر سے تعبیر فرمایا ہے حیث قال علیہ السلام اتقوا فراسة المومن ينظر بنور الله اور اس فراست کے استناد الے صفۃ علم الحق کا مبنی مسئلہ مظہریت صفات عبد الصفات الحق اور تناسب بین الظاہر والمظہر ہے کمااشار اليه الحديث الذى رواه البيهقى عن ام الدرداؔفى فضل هذه الامة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الله تبارک و تعالىٰ قال يا عيسى انى باعث من بعد امة اذا اصابهم مايحبون حمدواالله وان اصابهم ما يكرهون احتسبوا وصبروا ولاحلم ولاعقل فقال يارب كيف يكون هذالهم ولا حلم ولاعقل قال اعطيهم من حلمى وعلمى كذافى المشكوة آخر باب البکا رعلی المیت اور اس فراست کی صحت شب و روز خواص عباد میں مشاہد ہے اور کسی جگہ تخلف ہو جانا قادح اس کی کلیت کا نہیں کیونکہ وہ شروط ہے ارتفاع عوارض کے ساتھ اور چونکہ عوارض غیر صاحب وحی میں ہر وقت محتمل ہیں اس لئے یہ فراست حجت شرعیہ نہیں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ واقعات میں جاری ہے اسی طرح احکام شرعیہ ظاہرۃ الدلیل میں بھی کما قال عليه السلام الاثم ماحال فى صدرک وقال عليه السلام استفت قلبک اور احتمال عوارض یہاں بھی ہے آگے شعر ہر کراہت الخ کی دلیل ہے کہ انسان کامل میں ہونے کا کیا تعجب ہے بعض اوقات جانوروں کو اللہ تعالیٰ ایسا ادراک دے دیتا ہے چنانچہ ابرہہ کے قصہ میں) ہاتھی کا ٹھٹکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے باوجود اس پیلبان کی کوشش کے اور بانگ بیا کے (ہیت اسم فعل ہے بمعنے بیا اور امتناع الخ یا مبتداء ہے مخذوف المبتداء یعنی دلیل بر آن ست آگے اس امتناع کا بیان ہے کہ) جانب کعبہ کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا باوجود (فیلبان کے) تمام تر لاتیں مارنے کے نہ بہت (چلتا تھا) اور نہ تھوڑا (چلتا تھا گویا) یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے یا (یوں کہو کہ) اس کی وہ جان ہول افزا (کہ دوسرے اس کو دیکھ کر ہول کھاویں) مرگئی تھی (لیکن) جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے تو وہ فیل نر تیزی سے قدم اٹھانے لگتا (پس جس حالت میں کہ) فیل کی حس اثر غیب سے باخبر تھی تو ولی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہوگی (یہ تقریر ہوئی استدلال کی جو کہ ظاہر ہے آگے پھر دعویٰ کی تقریر ہے یعنی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت کہ ان سے (بھائیوں نے) یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا (اس گفت کا مفعول آگے آوے گا تکرار تفت کے ساتھ ایں دانم الخ اور خفیہ کے معنے یہ ہیں کہ مانگنے کی غرض خفیہ تھی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خو نے یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں سے (اس بااخوان کا عامل آگے آوے گا گفت ایں دانم الخ اور درمیان کے جملے خواستند اور گفتند یہ سب حال واقع ہو جاویں گے یعنی) جب ان بھائیوں نے (کذافی الغیاث) باپ سے مانگا تاکہ ان کو ایک زمانہ کے لئے صحرا کی طرف لے جاویں سب نے ان سے کہا کہ آپ ضرر (وتکلیف) سے اندیشہ نہ کیجئے۔ ایک دو روز ان کو مہلت

دے دیجئے اے پدر آپ ہم کو معتمد کیوں نہیں سمجھتے (اور) اپنے یوسف کو (ہم) محافظین کے سپرد نہیں کرتے (کما قال تعالیٰ **مالک لاتا مناعلی یوسف و انا له لنا صحون** تا کہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعبۃ کریں ہم اس درخواست میں معتمد اور نیک معاملہ ہیں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے ان کا لے جانا میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے کما قال تعالیٰ انی لیحز ننی ان تذهبوا به اور کوئی آفت آنے والی معلوم ہوتی ہے کما قال و اخاف ان یاکله الذئب اور) میرا یہ دل ہرگز دروغ نہیں کہتا۔ کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے (کوئی شخص شبہ نہ کرے کہ ان کو گرگ نے تو نہیں کھایا تو وہ خیال دل کا تو غلط ہو گیا جواب یہ ہے کہ قلب کو اجمالاً اسی قدر منکشف ہوا تھا کہ کوئی آفت آوے گی اور یہ صحیح تھا باقی تعیین اس آفت کی وہ منکشف نہ ہوئی تھی اس کو رائے سے بطور احتمال فرمایا جیسا کہ اخاف کا مدلول صریح ہے کہ وہ محض احتمال تھا اور رائے کا غلط ہو جانا مضر نہیں اور اسی طرح اس تمام قصہ یوسفی میں جو خیال یعقوب علیہ السلام کے صحیح ہوئے وہ کشف تھا اور جو صحیح نہیں ہوئے وہ تفصیل کے درجہ میں رائے تھے اور اجمال کے درجہ میں وہ بھی کشف تھا اور اس درجہ میں ایک بھی غلط نہیں ہوا اور گو کشف وفراست کا خلاف واقع ہونا بوجہ اس کے ظنی ہونے کے ممکن ہے جیسا اوپر فراست کی ظنیت کو احقر نے تصریحاً لکھا ہے مگر میں نے یہاں اس جواب کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ یعقوب علیہ السلام صاحب وحی ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ ان کا کشف وفراست مستند الی الوحی ہے اس لئے اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں چنانچہ آگے مولانا بھی اس کو دلیل قاطع کہہ رہے ہیں یعنی) وہ (ان کے دل کا حزن) خرابی (واقع ہونے) پر دلیل قاطع تھا (لیکن) قضا کے سبب انہوں نے اس کو (معمول بہ ہونے کی حیثیت سے) معتد بہ نہیں قرار دیا (گو قطعی ہونے کے سبب معتقد فیہ سمجھا اس لئے) وہ دلیل جو اس درجہ (قطعیت) کی تھی ان (کے عمل) سے گزر گئی کیونکہ قضا (اپنی) حکمت میں تھی اس وقت (نشان دلیل کو اس لئے کہا کہ دلیل انی علامت ہوتی ہے مدلول کی اور مطلق دلیل کا اطلاق دلیل انی ہی پر ہوتا ہے اور لمی کا اصل لقب علت ہے اور یہاں کشف یعقوبی موثر فی الواقعہ نہ تھا بلکہ صرف دال علی الواقعہ تھا پس اس کو نشان کہنا بلا تکلف صحیح ہوا اور آنچناں کا ترجمہ ہے ویسا اور ویسے کا مطلب ہے عظیم الشان یعنی قطعی جیسا اوپر کے شعر میں اس کو دلیل قاطع کہا ہے پس نشان آنچناں اور دلیل قاطع اپنی اپنی دونوں جزو کے اعتبار سے کالمترادف ہیں اور میں نے جو مصرعہ از قضا انرانکرداواعتداد کی تقریر کی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ جب وہ قطعی تھا تو ان کو اس کا معتد بہ قرار نہ دینا جائز کیسے ہو سکتا ہے تقریر دفع ظاہر ہے کہ صرف حادثہ کا وقوع منکشف ہوا تھا سو وقوع کو غیر معتد بہ نہیں سمجھا واشرت الیہ بقولی قطعی ہونے کے سبب الخ اور یہ حکم منکشف نہ ہوا تھا کہ اس کشف پر عمل کرو اور یوسف علیہ السلام کو نہ جانے دو اس واسطے عمل کو غیر معتد بہ وغیر مہتم بالشان سمجھنا جائز تھا واشرت الیہ بقولی معمول بہ ہونے کی حیثیت سے الخ بلکہ جب قضا کا تعلق اس واقعہ سے مع اس کی حکمتوں کے اور مع عدم نہی عن ارسال یوسف کے مکشوف ہوا تو رضا بالقضا کا مقتضی یہی عدم اعتداد بالکشف بدرجہ عمل تھا اور اس واقعہ میں جو حکمتیں تھیں ان کی طرف مولانا نے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ کہ قضا درفلسفہ الخ میں اشارہ کیا ہے کیونکہ فلسفہ کے معنے حکمت ہیں پس بعض کا فریب کے ساتھ تفسیر کرنا پھر اس کی توجیہ تصحیح کی کرنا تکلف وتعسف ہے اور شعر ایں دلم الخ کی اخیر شرح میں جو میں نے کہا ہے کہ اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں باوجودیکہ ظاہر عبارت اس تقدیر استناد الی الوحی پر یہ ہے کہ ظنی کہنا صحیح نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ خود اس تقدیر استناد کی نسبت اس کے قبل کہا گیا ہے کہ ظاہر یہی ہے الخ پس اگر یہ استناد قطعی ہوتا تو وہ دوسری عبارت واجب تھی اب چونکہ یہ استناد خود ظنی ہے اس لئے

پہلی عبارت اختیار کی گئی خوب سمجھ لو یہ سب مضامین ان تینوں شعروں کے متعلق یعنی ایں دلم الخ وآں دلیل الخ و در گذشت الخ نہایت ضروری ہیں آگے مولانا یعقوب علیہ السلام کے عدم اعتداد عمل بالکشف پر ظاہر کے اعتبار سے تعجب فرماتے ہیں کہ) یہ عجیب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنویں میں۔ بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا گر پڑے کنویں میں۔ بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا دھوکہ یا غفلت سے نہیں گرا جو تعجب ہو بلکہ اس بینا کو جہاں اس کی بینش ہوئی کہ یہ کنواں ہے یہ بھی بینش ہوتی کہ میرا گرنا اس میں مشیت و رضا دونوں امر کا متعلق بفتح اللام ہے اس لئے قصداً اس میں گر پڑا کہ ضرب الحبیب للعاشقین زبیب والرضا بالقضا للعارفین نصیب وقد مر تقریرہ فی شرح مصراع کہ قضا در فلسفہ الخ آگے بھی اسی تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے کہ) اس قضا کے انواع انواع تصرفات ہیں اس کی چشم بندی (یعنی اس قضا کا لوگوں کی آنکھیں بند کر دینا) یفعل اللہ مایشاء (سے مسبب) ہے (پس مبالغۃً سبب کو مسبب پر محمول کر دیا یہ تو اس کی ترکیب تھی آگے تفسیر ہے کہ وہ تصرف اور چشم بندی اس طرح ہے کہ عارف ذی کشف کا) قلب اس (قضا) کے فن (وتدبیر) کو (من وجہ) جانتا بھی ہے اور (اس وجہ) نہیں بھی جانتا ہے (اور یہ دونوں وجہ مصرعہ از قضا آنرا نہ کرداو اعتداد کی شرح میں گزر چکی ہیں یعنی مرتبہ علم واعتقاد میں تو جانتا ہے اور مرتبہ عمل میں نہ لانے کے سبب گویا نہیں جانتا جیسا کہ علم بلا عمل کو بہت آیات میں عدم علم کے حکم میں ٹھہرایا ہے پس مطلب نداند بالنون کا عمل نمی کند ہے اسی کو اوپر چشم بند اور اسی کو تصریفات متنوعہ قضا کہا ہے پس یہ چشم بند بھی باعتبار ظاہر کے ہے یعنی صورت چشم بندی کی سی ہے ورنہ وہ تو جاننے کے بعد تسلیم وتفویض کرتا ہے اس لئے اس شعر کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے آگے مصرعہ ثانیہ میں اس بداند بالباء پر تفریع ہے کہ اسی وجہ سے) اس (قضا) کی مہر (کرنے) کے لئے اس (قلب) کا آہن (کحبین الماء یعنی قلب قوی غیر متاثر من الحادث وھو قلب اہل التمکین) موم (کی طرح) ہو جاتا ہے (جس پر مہر کرنا متعارف ہے یعنی تسلیم وتفویض اختیار کر لیتا ہے اور کشف پر اس طرح عمل نہیں کرتا کہ احتیاط وحذر اختیار کرے اس کا حاصل وہی ہے جس کو اوپر ایک جگہ عدم اعتداد فی درجۃ العمل اور ایک جگہ نداند سے تعبیر کیا ہے تو اس اخیر تعبیر کے اعتبار سے نویا بداند بالباء پر نداند بالنون متفرع ہوا آگے مصرعہ موم گردد الخ کی مزید شرح ہے یعنی) گویا (وہ) قلب (مذکور اپنے سے) کہتا ہے کہ اے شخص اس (محبوب صاحب قضا) کا جب اس میں میلان ہے تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے (مراد اس سے تسلیم ورضا جیسا پہلے گزرا ہے اور اس رضا وتسلیم کے سبب) وہ اپنے کو اس (بداند بالباء) سے مغفل بھی کر دیتا ہے (اور نداند بالنون کا مصداق ہو جاتا ہے اور) اس (قضا) کی رسن میں (اپنی) جان کو بستہ (ومقید) کر دیتا ہے (اس کا حاصل وہی تسلیم ورضا ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ظاہر میں تو اس کی یہ حالت تدبیر واحتیاط سے تقاعد کرنا حالت نقصان کی معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ تفویض وتسلیم ورضا بالقضا تو اس کا منشا ہے اور مراتب قرب وقبول وترقی علوم ومعارف اس سے ناشی ہیں اس لئے یہ حالت عین کمال کی ہے پس شعر گرشود مات سے شعر زاعتقاد ست تک یہی مضمون ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ (یعنی عارف) اس (معاملہ) میں (تدبیر سے) کم ہمت ہو جاتا ہے تو وہ (واقع میں) کم ہمت نہیں ہوتا (اس کا یہ حال) ایک امتحان ہوتا ہے (یعنی وہ ظہور ہوتا ہے اس کے کمال رضا بالقضا کا اس کو امتحان کہہ دیا کیونکہ غایت امتحان کی یہی ظہور ہے فاطلق السبب وارید المسبب اس میں تو اس کی اس

حالت کے منشاء کی حالت اشارہ ہوگیا کہ وہ تفویض و رضا ہے اور آگے اس سے جو ثمرات ناشی ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے یعنی یہ) ایک بلا اس کو سو بلاؤں سے چھڑا لیتی ہے (اور اس کا یہ) ایک (ظاہری ہبوط اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے (یعنی ایک بلا کو جو اس نے دل سے قبول کیا اس سے بہت سے اس کے اخلاق درست ہوئے گناہ معاف ہوئے جو کہ اصلی بلائیں ہیں اور ظاہر میں تو یہ اس کی پستی ہے کہ گرفتار بلا ہو کر اپاہج بیٹھا ہے لیکن رضا بالقضا کے سبب اس کا قرب بڑھتا ہے اس ثمرہ کا حاصل تو حاصل و مقام کی ترقی ہوئی آگے دوسرا علم کی ترقی کا مذکور ہے کہ) وہ شوخ (یعنی عاشق) خام (یعنی ناقص) کہ اس کو شراب (عشق الٰہی) نے (ایک درجہ میں) لاکھوں (خیالات) زشت خام کے خمار (وغلبہ وہجوم) سے چھڑا دیا تھا (اس کو بھی ان حوادث میں رضا و تسلیم اختیار کرنے سے یہ نفع ہوتا ہے کہ ان خیالات غیر اللہ کا زوال اور اس کی نظر توحید بجائے حال کے مقام ہو جاتا ہے چنانچہ) انجام کار (اگر اس نے رضا کو اختیار کر لیا تو) وہ پختہ اور استاد ہو گیا (اور) دنیا کی غلامی سے نکل گیا (یعنی خلق سے اس کی نظر بدرجہ رسوخ مرتفع ہوگئی اور) آزاد ہو گیا (اور) شراب لایزالی سے وہ مست ہوگیا (اور) وہ خلائق سے (اس صفت میں) ممیّز ہوگیا (اور) وہ چھوٹ گیا (کس چیز سے اگلے شعر میں بتلاتے ہیں کہ) ان کے اعتقاد ست پر تقلید سے (کہ غیر حق کے وجود کو معتدبہ سمجھتے ہیں بتقلید عقل متوسط کے) اور (وہ چھوٹ گیا) ان کے دیدۂ بے بصیرت کے خیال سے (دیدہ سے مراد دیدۂ عقل یعنی ہر چند کہ وہ حصول عشق ابتدائی سے بھی غافل عن الخلق وشاغل مع الحق تھا اور ظاہراً اس کو درجہ علم حاصل تھا مگر یہ علم اس کا پختہ نہ تھا رضا و تفویض سے کہ شعبہ ہے عبدیت کا ان علوم میں رسوخ و کمال حاصل ہو گیا پس رضا بالقضا سے احوال و علوم سب میں ترقی ہوئی یہ بیان ہو گیا اس کے ثمرات کا اور شوخ کے لغوی معنے بیباک کے ہیں مگر چونکہ عشق کے لوازم عادیہ سے ہے بے باکی نہ بمعنے بے حیائی بلکہ بمعنی دلیری و عالی ہمتی و آزادی اس لئے مجازاً شعر خام شوخے الخ میں یہ تعبیر کی گئی۔

فائدہ:۔ ان اشعار کی شرح جیسی ہوگئی ہے مجھ کو ویسی امید نہ تھی۔ **وللّٰہ الحمد وھو الذی ینزل الغیث من بعد ماقنطوا و ینشر رحمتہ وھو الولی الحمید.**

اے عجب چہ فن زند ادراک شاں	پیش جزر و مد بحر بے نشاں
تعجب کی بات ہے ان کا ادراک کیا تیر مارے گا	دریائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ کے سامنے
زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید	ملک و شاہی و وزارتہا رسید
اس بیابان سے یہ سب عمارتیں پہنچی ہیں	ملک اور شاہی اور وزارتیں پہنچی ہیں
زاں بیاباں عدم مستان شوق	میرسند اندر شہادت جوق جوق
اس صحرائے عدم سے مستان شوق	پہنچ رہے ہیں شہادت میں جوق جوق
کارواں بر کارواں زیں بادیہ	مس رسد در ہر مساء و غادیہ
قافلہ پر قافلہ اس صحرا سے	پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں
آید و گیرد وثاق ما گرو	کہ رسیدم نوبت ماشد تو رو
آتا ہے اور ہمارے گھر کو قبضہ کر کے لے لیتا ہے	کہ میں آ پہنچا ہوں میری باری ہوگئی تو جا

چوں پسر چشم خرد را واکشاد	زود با بارخت برگردوں نہاد
جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی	تو جلدی سے بابا نے سامان آسمان پر رکھا
جادۂ شاہ ست آں زیں سو رواں	واں ازاں سو صادران و وارداں
یہ ایک سڑک اعظم ہے کہ ایک ادھر سے جا رہا ہے	اور دوسرا ادھر سے صادر ہیں اور وارد ہیں
نیک بنگرما نشستہ میرویم	می نہ بینی قاصد جائے نویم
خوب دیکھ ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں	تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں
بہر حالے می نگیری راس مال	بلکہ از بہر غرضہا در مآل
تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا	بلکہ خاص اغراض کے لئے مال میں
پس مسافر آں بود اے رہ پرست	کہ مسیر و روش در مستقبل ست
پس مسافر وہی ہے اے ابن السبیل	کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو
ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال	دمبدم در میرسد خیل خیال
جس طرح سے کہ پردۂ قلب سے بلا تعب	دمدم پہنچا کرتے ہیں سواران خیال
گر نہ تصویرات از یک مغرسند	در پے ہم سوی دل چوں میرسند
اگر یہ تصورات ایک منبت سے نہیں ہیں	تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب کی طرف کیوں آ رہی ہیں
جوق جوق اسپاہ تصویرات ما	سوئے چشمہ دل شتاباں از ظما
جوق جوق ہمارے تصورات کا لشکر	چشمۂ قلب کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی سے
جرہا پرمی کنند و میروند	دائما پیداد پنہاں می شوند
وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر چلے جاتے ہیں	ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں
فکر ہارا اختران چرخ داں	دائر اندر چرخ دیگر آسماں
افکار کو اختران چرخ جان	دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں
سعد دیدی شکر کن ایثار کن	نحس دیدی صدقہ و استغفار کن
تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر	نحس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر

(اوپر تصرفات قضا کے وہ مصالح مذکور تھے جو راجع الی الدین یا بعنوان دیگر راجع الی الباطن تھے چنانچہ برمعار

جہابر دسے باز رست تک کے حل میں عالی اور علمی ثمرات کی تقریر ہو چکی ہے آگے تصرفات قضا کے وہ مصالح مذکور ہیں جو راجع الی الدنیا یا بعنوان دیگر راجع الی الظاہر ہیں چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ مضمون مستقلاً ذکر فرمایا جاتا ہے ماقبل کا تتمہ نہیں ہے یعنی عارف کو جو تفویض ورضا للقضا سے ترقی ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر تھا یہاں یعنی مابعد میں یہ مقصود نہیں کہ قضا کے ان تصرفات نوع آخر کے تفویض سے بھی ترقی ہوتی ہے گو وہ بھی سبب ترقی ہے مگر یہاں اس کا ذکر نہیں ہے چنانچہ تمام اشعار مقام میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں پس چونکہ یہ تتمہ نہیں بلکہ مستقل ہے اس لئے اس کو انتقال کہا جاوے گا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت آخر اشعار بالا زاعتقادست الخ کے یعنی اس شعر سے جو عوام کا تحقیق وبصیرت سے خالی ہونا مذکور ہے اس کے متعلق ہم مضمون آئندہ ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ) تعجب کی بات ہے (اگر عوام بحالت عوام یعنی بے بصیرت ہونے کے ادراک حقائق مذکورہ فیما بعد کا کرلیں) ان (بیچاروں) کا ادراک (بحالت مفروضہ واقعیہ) کیا تیر مارے گا دریائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ (یعنی گھٹاؤ بڑھاؤ) کے سامنے (مراد اس دریا سے عالم غیب ہے جہاں سے تصرفات قضا کا تعلق عالم شہادت سے ہوتا ہے اور جزرومد سے مراد ان تصرفات کا تنوع وتلون ہے اور اس کو بے نشان کہنا بوجہ اس کے غائب عن الحواس ہونے کے ہے جس طرح سے بے پتہ چیز محسوس نہیں ہوا کرتی مطلب یہ کہ بے بصیرت آدمی بے چارہ تصرفات قضا کو جن کا نزول عالم غیب سے ہوتا ہے کیا سمجھے گا اور مقصود اس نفی ادراک سے ان کا عذر بیان کرنا نہیں جیسا ظاہراً عنوان بے نشان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ مطلب ہو کہ جب وہ بے نشان ہے تو اس کا کوئی کیا ادراک کرے بلکہ مقصود ترغیب ہے تحصیل بصیرت کی دلیل اس کی اشعار آئندہ ہیں نیک بنگر الخ بہر حالے الخ پس مسافر الخ فکر ہارا الخ سعد دیدی الخ خلاصہ یہ کہ بلا بصیرت تو ادراک ہوتا نہیں اور ادراک ضروری پس بصیرت حاصل کرنا چاہئے آگے شرح ہے اس جزرومد یعنی تصرفات کی یعنی) اس بیابان (عالم غیب) سے یہ سب عمارتیں (عالم شہادت کی) پہنچی ہیں (اور) ملک اور شاہی اور وزارتیں (سب وہاں ہی سے) پہنچی ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ عالم شہادت مسبب احکام عالم غیب ہی سے ہے اور اوپر بحر اور یہاں بیابان کہنا محض اختلاف عنوان باختلاف اعتبارات ہے اول باعتبار تشبیہ اس کے تصرفات کے جزرومد کے ساتھ اور ثانی باعتبار اس کی وسعت وسنداجت کے ان قیود خاصہ عالم شہادت سے جیسا صحرا ساذج ہوتا ہے قیود خاصہ آبادی سے آگے ابہام مذکور کی تفسیر کی تصریح ہے یعنی اوپر عنوان بیابان مبہم تھا آگے اس کو عدم کے ساتھ مقید کیا جو کہ اہل فن کے عرف خاص میں عالم عیب پر اطلاق کیا جاتا ہے اسی طرح اوپر ملک وشاہی مبہم تھا آگے اس کو شہادت سے تعبیر کیا پس شعر آئندہ شعر مذکور کی تفسیر ہوگئی اور اس کے بعد پھر اسی کی تفصیل چلی گئی پس فرماتے ہیں کہ) اس صحرائے عدم سے مستان شوق (یعنی کائنات کہ حکم تکوینی کی اطاعت میں مشابہ ہیں مستان شوق کے) پہنچ رہے ہیں (عالم) شہادت میں جوق جوق (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) قافلہ پر قافلہ اس صحرا (ے عدم یعنی غیب) سے (عالم شہادت میں) پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں (اس طرح سے کہ ایک نیا قافلہ) آتا ہے اور ہمارے (یعنی پرانے آئے ہوئے قافلہ کے) گھر کو قبضہ کر کے لے لیتا ہے (اور بزبان حال کہتا ہے) کہ میں آ پہنچا ہوں میری باری (آنے کی) ہوگئی (اب) تو (یہاں سے) جا (اس مضمون کا ایک مادہ تحقق یہ بھی ہے کہ) جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی تو جلدی سے بابا نے (اپنا) سامان آسمان پر (لے جا کر) رکھا (یہ ایک مثال ہے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اولاد کے ہوش سنبھالنے کے بعد ماں باپ مرجاتے ہیں غرض) یہ (مسافت بین عالم الغیب وعالم الشہادۃ) ایک سڑک اعظم ہے کہ (اس میں ایک ادھر سے (ادھر) جا رہا ہے اور دوسرا ادھر سے (ادھر آ رہا ہے تو

کچھ) صادر ہیں اور (کچھ) وارد ہیں۔ (صادر معنی کام کر کے واپس ہونے والا اور وارد کے معنی نیا آنے والا یہ تو بیان ہوا تصرفات کا آگے ترغیب ہے اس تصریف کو بنظر بصیرت ادراک کرنے کی جس کے عدم پر اوپر نکیر مذکور تھی اے عجب چہ فن زندادراک شان الخ میں پس ارشاد ہے کہ) خوب (غور سے) دیکھ (کہ) ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ گو ہم فی المکان حرکت نہ کریں اور نشستن سے یہ مراد ہے مگر فی الزمان عالم غیب کی طرف حرکت کر رہے ہیں اور میر دیم سے یہ مراد ہے) تو (واقعات میں غور کر کے) یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں (نیا کہنا عوام کے حال کے اعتبار سے ہے کہ عالم شہادت کو اپنی اصلی جگہ سمجھتے ہیں ورنہ اول اور قدیم مقام تو عالم غیب ہی ہے نیک بنگر میں تو صریح امر ہے نظر عبرت و بصیرت حاصل کرنے کا اور می نہ بنی میں بھی جو کہ استفہام توبیخی ہے مقصود امر ہے اسی نظر عبرت و بصیرت کا اب اس نظر کی جو غایت ہے کہ وہی مقصود ہے امر بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا بلکہ بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا بلکہ خاص اغراض کے لئے (لیا کرتا ہے) مآل میں (چنانچہ ظاہر ہے کہ تاجر جو راس المال لے کر تصرف کرتا ہے مقصود بالذات خود وہ راس المال یا تصرف نہیں ہوا کرتا بلکہ ربح فی المآل مقصود ہوتا ہے اسی طرح تو عمر کا راس المال لے کر دنیا میں آنے کو سمجھ کہ مقصود اس عمر سے مقاصد حالیہ اکل و شرب و تمتع و تلذذ نہیں بلکہ مقصود اس سے مقاصد مآلیہ ہیں یعنی مثوبات آخرت اور وہ موقوف ہیں بعض خاص تصرفات فی العمر پر کہ وہ اعمال صالحہ و طاعات ہیں پس تجھ کو چاہئے کہ اغراض حالیہ سے اعراض کر کے اغراض مآلیہ میں مشغول ہو اور یہی مقصود تھا نظر عبرت کی تحصیل سے آگے اس کی سابق سے زیادہ تصریح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) پس مسافر (فہیم) وہی ہے اے ابن السبیل کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو (یہاں تک تو بیان تھا عالم غیب اور عالم شہادت میں ان اشیاء کے ورود و صدور کا جن کو یہاں سے ذہاب کے بعد پھر ایاب نہیں ہوتا آگے بیان ہے ایسی اشیاء کے صدور و ورود کا جن کو اکثر صدور و ذہاب کے بعد پھر بھی ورود و ایاب ہو جاتا ہے کہ یہ ورود و صدور سابق سے زیادہ عجیب ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ پہلی اشیاء موجودات خارجیہ ہیں عدم عن الخارج کے بعد پھر اس عالم میں ان کا وجود حسب عادۃ الٰہیہ عود نہیں کرتا اور یہ اشیاء موجودات ذہنیہ ہیں یعنی خیالات اور ان کا عود خلاف عادت الٰہیہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ ان موجودات مذکورہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں آنا اور جانا ایسا ہے) جس طرح سے کہ پردۂ قلب سے بلا تعب (یعنی بے تکلف) دمبدم پہنچا کرتے ہیں سوا ان خیال (از پردۂ دل میں تو مبداء ان کا بتلایا ہے اور منتہا ان کا دو شعر آئندہ میں ہے فی قولہ سوئے دل و فی قولہ سوے چشمہ دل اور اس طرح مبتداء و منتہا قلب ہی ہوا تو میرے نزدیک دل سے مراد مبداء میں تو قلب حقیقی ہے جو کہ لطیفہ مجردہ ہے اور موجودات عالم غیب سے ہے اسی لئے مولانا نے اس کو پردۂ بمعنی انچہ در پردہ باشد سے تعبیر کیا ہے اور منتہائے مراد قلب صنوبری ہے جو کہ مضغہ لحمیہ و مورد خیالات و موجودات عالم شہادت سے ہے پس خیالات کا عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف آنا اس سے ظاہر ہو گیا آگے اس کی تائید ہے کہ یہ سب خیالات اسی لطیفہ قلبیہ من اجزاء عالم الغیب سے ہیں یعنی اگر یہ تصورات ایک منبت (بمعنے جائے درخت نشاندن و جائے روئیدن) سے نہیں ہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب (صنوبری) کی طرف کیوں آ رہے ہیں (یہ استدلال امتناعی مقدمہ عادیہ سے ہے یعنی عادت یہ ہے کہ ایسا تعاقب کہ بلا کسی کے اہتمام کے ایک دوسرے کے پیچھے برابر آ رہا ہو عادۃً موقوف ہے خاص اس تناسب پر کہ وہ سب چندے

ایک جگہ مجتمع رہے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ خیالات جو قلب صنوبری میں وارد ہیں ان میں ایسا ہی تعاقب ہے کہ خود بخود ایک خیال کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا الی مالا یقف عند حد سلسلہ وار چلے آتے ہیں تو ضرور ان میں بھی ایسا ہی تناسب ہے اور چونکہ وہ اعراض ہیں ان میں بلا واسطہ محل کے اجتماع ہو نہیں سکتا تو لامحالہ وہ چندے ایک محل میں جمع رہے ہیں اور قلب صنوبری کے قبل بجز قلب حقیقی کے اور کوئی محل ثابت نہیں ہوا پس ظناً واقناعاً ثابت ہوا کہ وہ سب قلب حقیقی میں مجتمع تھے اور یہی معنی ہیں از یک مغرسند کے غرض) جوق جوق ہماری تصورات کا لشکر چشمہ قلب (صنوبری) کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی (یعنی اشتیاق) سے (اور اس اشتیاق سے ویسے ہی معنی مراد ہیں جیسے اوپر شعر زاں بیاباں عدم میں مستان شوق میں مراد تھے یعنی حکم تکوینی سے مثل شائق کے مطیع ہیں اور یہاں تک ذکر تھا ان خیالات کے ورود کا آگے ذکر ہے صدور کا یعنی) وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر (واپس) چلے جاتے ہیں (چونکہ اوپر کہا ہے از ظما اس لئے اس کی مناسبت سے یہاں ان خیالات کے ذہاب بعد حصول غایا تھا کو اس عنوان سے تعبیر کیا اور وہ غایات خواہ واقعی ہوں یا خیالی مثلاً یہ خیال آیا کہ روپیہ حاصل کروں اور جب روپیہ حاصل ہو گیا وہ خیال جاتا رہا یہاں تو غایت واقعیہ حاصل ہوئے یا یہ خیال آیا کہ میں فلاں شخص سے رتبہ میں بڑا ہوں اور اپنے نزدیک کچھ تائیدات خیالیہ سے تسلی کر کے وہ خیال ختم ہو گیا یہاں غیر واقعی غایت حاصل ہو گئی و مثل ذلک اور اس میں ان خیالات کے مصالح بھی معلوم ہو گئے کہ ان ہی غایات پر تمام کارخانہ عالم چل رہا ہے گو غیر واقعی ہی کیوں نہ ہوں اور یہ جاتا رہنا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پھر عود کرآتا ہے تو ضرور اس اثناء میں وہ کسی خزانہ میں رہا ہے کہ اس سے پھر چلا آتا ہے جیسا حکماء نے ہر قوت مدرکہ کا ایک ایک خزانہ جدا جدا مانا ہے سو اگر کوئی شخص خزانہ حقیقی صرف قلب حقیقی کو مان لے اور ان خزائن کو محض وسائط مانے جیسے حکماء نے اصل مدرک نفس کو مانا ہے اور باقی مدرکات کو آلات تو اس میں کیا استبعاد ہے اور اس صورت میں ان سب خیالات کا صدور عالم غیب کی طرف ظاہر ہو جاوے گا۔ مولانا کا ظاہر کلام اسی پر منطبق ہوتا ہے اور کبھی اگر بالکل نسیان ہو جاوے تو ممکن ہے کہ وہ اس مقام پر مذکور نہ ہوا گر اکثر خیالات کا صدور بھی مذکور ہو نفس مدعا کے اثبات میں کافی ہے کیونکہ ایجاب کلی کا دعویٰ مقصود بھی نہیں چونکہ اس صدور کے بعد پھر بھی کبھی ورود ہوتا ہے اور یہی ورود بعد الصدور مابہ الامتیاز ہے اشیاء سابقہ و اشیاء لاحقہ میں اس لئے ورود اول پھر وصدور پھر ورود ثانی بعد الصدور کا سلسلہ جاری رہنے کی بناء پر فرماتے ہیں کہ یہ خیالات) ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں (اور جس طرح اشیاء سابقہ کے ورود وصدور پر نظر اعتبار واستبصار کی ترغیب دی تھی اسی طرح ان اشیاء لاحقہ کے ورود وصدور مذکور پر ایسی ہی نظر کی ترغیب ہے پس فرماتے ہیں کہ ان) افکار کو (مثل) اختران چرخ (کے) جان (جو) دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں (مراد اس دیگر آسمان سے قلب ہے حقیقی بھی کہ اول وہاں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس اس شخص کو نہیں ہوتا اور صنوبری بھی کہ ثانیاً اس میں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس بھی ہوتا ہے آگے اس گردش کے محسوس ہونے پر جو کہ قلب صنوبری میں آنے کے وقت ہو گا تفریع کرتے ہیں کہ اگر) تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر (یعنی دوسروں کو بھی نفع پہنچا اور اگر) نحس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر (مطلب یہ کہ جس طرح نجومی کواکب میں سعد و نحس مانتے ہیں وہ تو مہمل ہیں مگر ہاں ان خیالات میں سعد و نحس ضرور ہیں یعنی جو خیال سبب طاعت ہو وہ سعد ہے اور جو جاذب الی المعصیت ہو وہ نحس ہے پہلے خیال پر شکر بجالا اور دوسرے پر پناہ مانگ اور یہی مراد ہے اعتبار واستبصار سے)۔

فائدہ:۔ میں ان اشعار کے ارتباط میں ماقبل کے ساتھ اور شعر اول میں جو لفظ بحر واقع ہوا ہے اس کی مراد

میں دو دن بہت بہت دیر متحیر رہا جب عاجز ہو گیا دعا کی کہ مولانا کے کلام کی تفسیر ان ہی کے کلام سے واضح فرمادی جاوے پس بسم اللہ کر کے اس دفتر سادس کو بند کر کے کیف ما اتفق کھولا تو یہ اشعار نکلے۔

طالب الدنیا و توفیراتہا طالب العلم و تدبیر اتہا

پس دریں قسمت چو بگماری نظر غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر

غیر دنیا پس چہ باشد آخرت کت کند زینجا و باشد رہبرت

غیر دنیا آخرت باشد یقیں کان بردزینجات آنجا اے امیں

اس سے تو ارتباط ظاہر ہو گیا جس کو میں نے ان اشعار کی شرح کے اول میں لکھا ہے کہ اوپر مصالح راجع الی الدین تھے اور آگے راجع الی الدنیا ہیں پھر دوبارہ کھولا تو اس دفتر کے اختتام کا یہ شعر نکلا۔

دندراں جمعہ اش سقاے زرع بود آب نہر آں روز بہرش می کشود

اس سے تفسیر بحر کی سمجھ میں آ گئی کہ مراد اس بحر سے موجود حادث ہے اس لئے عالم غیب سے اس کی تفسیر کر دی گئی موجود قدیم مراد نہیں کہ کبھی اس کو بھی مجازا بحر سے تعبیر کر دیتے ہیں بحکم **وامابنعمة ربک فحدث** اس واقعہ کو ذکر کیا گیا۔

ما کئیم ایں را بیا اے شاہ من	طالعم مقبل کن و چرخے بزن
ہم اس کے لئے کیا چیز ہیں اے میرے بادشاہ آپ توجہ فرمایئے	میری طالع کو بااقبال کر دیجئے اور ایک گردش دیجئے
روح را تاباں کن از انوار ماہ	زاں کز آسیب ذنب شد جاں سیاہ
روح کو روشن کیجئے انوار ماہ سے	کیونکہ وہ جان صدمہ ذنب سے سیاہ ہو گئی ہے
روح رازاں نور مہ کن ملتہب	کہ سیہ شد جان من ز آسیب تب
روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے	کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تپ سے
از خیال و وہم وظن بازش رہاں	از چہ و وجور رسن بازش رہاں
خیال اور وہم اور ظن اسے اس کو چھڑا دیجئے	چاہ اور جور رسن سے اس کو چھڑا دیجئے
تاز دلداری خوب تو دلے	پر برآرد بر پرد زاب و گلے
تاکہ آپ کی دلداری خوب سے ایک دل	پر پیدا کر لے آب و گل سے اڑ جاوے
اے عزیز مصر جانم دستگیر	عذر ایں زندانی خود در پذیر
اے میرے مصر روح کے عزیز دستگیری کیجئے	اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے
اے عزیز مصر در پیمان درست	یوسفؑ مظلوم در زندان تست
اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں	یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے

در خلاص او یکے خوابے ببیں	زودْ کاللہ یحب المحسنین
اس کی خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے	جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو
ہفت گاو لاغرے و پرگزند	ہفت گاو فربہش را میخورند
سات گائے لاغر پر ضرر	اس کی سات گائے فربہ کو کھا رہی ہیں
ہفت خوشہ خشک و زشت و ناپسند	سنبلات تازہ اس را می چرند
سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند	اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں
قحط از مصرش برآمد اے عزیز	ہیں مباش اے شاہ ایں را مستجیز
اے بادشاہ اس کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے	ہاں اے بادشاہ اس کو جائز نہ رکھئے
یوسفم در حبس تو اے شہ نشاں	ہیں زدستان زنانم وارہان
میں یوسف ہوں آپ کے حبس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے	ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے
از سوی عرشے کہ بودم مربط او	شہوت مادر فگندم کاھبطوا
عرش کی جانب سے کہ وہ میرا مسکن تھا	مجھ کو ماں کی شہوت نے گرا دیا کہ اترو
پس فتادم زاں کمال مستتم	از فن زالے بزندانے رحم
پس میں اس کمال تام سے گر گیا	ایک پیرزال کے فن سے زندان رحم میں
روح را از عرش آرد در حطیم	لاجرم کید زناں باشد عظیم
روح کو عرش سے ایک شکستہ مکان میں لے آتا ہے	لاجرم عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے
اول و آخر ہبوط من ززن	چونکہ بودم روح و چوں ہستم بدن
میرا اول ہبوط اور آخری ہبوط عورت ہی سے ہوا	جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن ہوں
بشنو ایں زاری یوسفؑ در عثار	یا براں یعقوبؑ بیدل رحم آر
یوسف کی یہ زاری ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے	یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے
نالہ از اخواں کنم یا از زناں	کہ فگندندم چو آدمؑ از جناں
میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے	جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا
زاں مثال برگ دے پژمردہ ام	کز بہشت وصل گندم خوردہ ام
میں اس لئے مثل خزاں کے پژمردہ ہو رہا ہوں	کہ بہشت وصل سے گیہوں کھا لیا

چوں بدیدم لطف و اکرام ترا	واں سلام سلم و پیغام ترا
جب میں نے آپ کے لطف و اکرام کو دیکھا	اور آپ کے سلام صلح اور پیام کو
من سپند از چشم بد کردم پدید	در سپندم نیز چشم بد رسید
تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا	سپند میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی
دافع ہر چشم بد از پیش و پس	چشمہائے پرخمار تست و بس
ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے	آپ کی پرخمار آنکھیں ہیں اور بس
چشم بد را چشم نیکویت شہا	مات و مستاصل کند نعم الدوا
چشم بد کو آپ ہی کی چشم خوب اے بادشاہ	عاجز اور از بیخ برکندہ کرتی ہے وہی اچھی دوا ہے
بل ز چشمت کیمیا ہامی رسد	چشم بد را چشم نیکو می کند
بلکہ آپ کی چشم سے کیمیائیں پہنچتی ہیں	وہ چشم بد کو چشم خوب کر دیتی ہے
چشم شہ بر چشم باز دل ز دست	چشم بازش سخت باہمت شدست
چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا	اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی
تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر	می نگیرد باز شہ جز شیر نر
یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر سے پائی ہے	بازشاہی بجز شیر نر کے کسی کو نہیں پکڑتا
شیر چہ کاں شہباز معنوی	ہم شکار تست وہم صیدش توئی
شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہباز معنوی	آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں
شد صفیر باز جاں در مرج دیں	نعرہائے لااحب الآفلین
باز روح کی آواز چراگاہ دین میں	لااحب الآفلین کے نعرے ہیں
باز دل را کز پئے تو می پرید	از عطای بیحدت چشمے رسید
باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا	آپ کے عطائے غیر محدود سے ایک بینا آنکھ وصول ہوئی
یافت بینی بوی و گوش از تو سماع	ہر حسے را قسمتے آمد مشاع
بنی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ	حاصل کی ہر حس کا حصہ مشہور ہے
ہر حسے را چوں دہی رہ سوی غیب	نبود آں حس را فتور مرگ و شیب
جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دیتے ہیں	تو اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا نہیں ہوتا

مالک الملکی بحس چیزے دہی	تا کہ برحسہا کند آں حس شہی
آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز دے دیتے ہیں	تا کہ اور حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے
جہد کن تا حس تو بالا رود	تا کہ کارے حس ازاں بالا شود
تو کوشش کر تا کہ تیری حس بالا کی طرف جاوے	تا کہ حس کا فعل اس کے سبب بالا ہو جاوے

(یہاں سے انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف جو مضمون بالا کا عین تو نہیں مگر مناسب ہے یعنی اوپر اشیاء مختلفہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں اضطراراً وتکویناً متوجہ ہونے کا مضمون تھا اب اس کی مناسبت سے اپنے اختیاراً وقصداً عالم شہادات میں متوجہ ہونے کا یعنی مقتضیات غضب وشہوات میں مبتلا ہو جانے کا جو کہ اکثر اہل غفلت کی حالت ہے مضمون ہے گو اس کے ساتھ تبعاً اظہار عجز واستجلاب ترحم کے لئے کہیں کہیں توجہ اضطراری مذکور کا بھی ذکر ہے لیکن مقصوداً توجہ اختیاری ہی مذکور ہے اور اس کو بطریق مناجات والتجا بجناب حق سبحانہ وتعالیٰ ذکر کیا ہے جس کا حاصل استدعا ہے اس بلیہ سے نجات وخلاصی کی اور طلب ہے عنایت واصطلاح کی اور بیان ہے اس عنایت وکرم کے بعض آثار وخواص کا لیکن حسب عادت ایک آدھ جگہ غلبہ حال میں کلام مستانہ بھی ہو گیا ہے جس میں بعض عنوانات وتعبیرات ظاہر کے خلاف اور محتاج تاویل ہیں یہ خلاصہ ہے ان سب اشعار کا پس کہتے ہیں کہ میں نے جو اوپر کہا ہے کہ خیالات نحسہ ومضرہ کو جو کہ عالم غیب سے اضطراراً آئے ہیں تدارک کی تدبیر طاعات بدنیہ ومالیہ سے کرو اور اس کی غوائل میں قصداً واختیاراً مت پھنس جاؤ کہ ان کے مقتضاء پر عمل مت کرنے لگو اس طرح سے کہ شہوات وغضب میں مبتلا رہو جاؤ سو گو میں نے اس کی تدبیر کرنے کو کہا ہے لیکن اصل تو یہ ہے کہ اس تدبیر کا نافع و موثر ہونا بھی حق تعالیٰ ہی کے فضل وتوفیق پر موقوف ہے اس لئے اس کی درگاہ میں مناجات کرتا ہوں کہ وہ ان بلیات سے نجات بخشے وہ مناجات واسترحام یہ ہے) ہم اس (تدارک مذکور) کے لئے کیا چیز ہیں (یعنی ہماری تدبیر کیا کافی ہے) اے میرے (حقیقی) بادشاہ آپ توجہ فرمائیے (اور) میرے طالع کو بااقبال کر دیجئے (یعنی حالات نحسہ مذکورہ کی تبدیل کر دیجئے) اور (ان کو اک خیالات نحسہ کو) ایک گردش دیجئے (جس سے وہ سعد ہو جاویں گے آگے بلفظ دیگر اس کی تفسیر ہے یعنی میری) روح کو روشن کیجئے انوار ماہ (ذکر وطاعات وحسنات) سے کیونکہ وہ جان (یعنی روح) صدمہ ذنب سے (کہ ایک نقطہ ہے منجملہ دو نقطوں کے جس میں آفتاب کے آجانے سے اس کو کسوف ہو جاتا ہے جس کی تحقیق عشر ثالث کے شروع میں بذیل شعر کز ذنب پرہیز کن الخ گزری ہے مراد اس سے ظلمت ہے سیئات وغفلت کی یعنی اس ظلمت غفلت ومعصیت سے) سیاہ ہو گئی ہے روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تپ (شہوت وغضب) سے (شہوت وغضب میں حرارت طبعیہ ہونے سے اس کو تپ سے تشبیہ دینا نہایت مناسب ہے) خیال اور وہم اور ظن (ان تصورات نحسہ مضرہ مفضی الی المعاصی) سے اس (روح) کو چھڑا دیجئے (اور) چاہ اور جور رسن (یعنی اعمال مضرہ مفضی الی الہلاک والبوار) سے اس کو چھڑا دیجئے (اور احوال مبعدہ عن الحق دو ہی ہیں علوم مضرہ واعمال مضرہ دونوں سے نجات طلب کی گئی) تا کہ آپ کی دلداری خوب سے ایک دل (یعنی میرا دل) پر پیدا کر لے (اور) آب وگل (یعنی تعلقات مذمومہ عالم شہادت) سے اڑ جاوے (اور جلدی سے نکل جاوے دلے کی تنکیر تحقیر کے لئے ہے بغرض ترحم کے) اے میری مصر روح کے عزیز (بادشاہ میری) دستگیری کیجئے (اور) اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے (عزیز کا اطلاق مصر کے وزیر و بادشاہ دونوں پر آتا ہے یہاں بادشاہ مراد ہے روح

کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی بوجہ زنداں میں گرفتار ہونے کے اور چونکہ ان کو شاہ مصر نے چھوڑا تھا اس لئے حق تعالیٰ کو عزیز سے تشبیہ دی یعنی میں زندان غضب وشہوت میں مبتلا ہوں مجھ کو خلاصی دیجئے) اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں (کما قال تعالیٰ و من او فی بعهده من الله) یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے (یہ اضافہ تملیکیہ ہے اور یہ مطلب کہ آپ نے پھنسا دیا اس کو تو پیاندرست میں قطع کر دیا اشارہ اس طرف ہے کہ آپ کی طرف سے تو وفا ہی وفا ہے یہ سب جفا میری طرف سے ہے اور مظلوم اس لئے کہا کہ نفس شیطان نے روح پر تعدی کر رکھی ہے آگے اسی مضمون کا ایک عنوان محتاج تاویل ہو گیا ہے یعنی) اس (یوسف) کے خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو (مراد توجہ ہی جو سبب ہو جاوے خلاصی کا جیسا شاہ مصر کا خواب بواسطہ تعبیر یوسف علیہ السلام کے ان کی خلاصی کا سبب ہو گیا تھا اور وہ تاویل یہی تشبیہ ہے اور تشبیہ بھی من کل الوجوہ نہیں کہ سب اجزاء مشبہ بہ کے مقابل مشبہ میں بھی اتنے ہی امور ہوں۔ من رویته للمنام و طلب تعبیره ثم ذکر احد الفتیین له ثم تعبیر یوسف نحوذلک کما هو ظاهر اور الله یحب المحسنین میں وضع مظہر موضع مضمر ہے مطلب یہ کہ آپ مجھ پر توجہ فرمایئے کیونکہ آپ تو اہل احسان کو دوست رکھتے ہیں تو خود کیوں نہ احسان فرماویں گے۔ لاتظهر باحسن من هذا الوجه لهذا الکلام اب لفظ خواب بیں کی مناسبت سے بعض اجزاء خواب کے مناسب عنوان سے عرض حاجت کرنے لگے کہ روح کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ) سات گائے لاغر پرضرر اس (روح) کے سات گائے فربہ کو کھا رہی ہیں (اور) سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں (مراد یہ کہ اس کے احوال سیئہ اس کے احوال حسنہ کو ضرر پہنچا رہے ہیں اور اس شعر کی تمہید میں جو میں نے تقریر کی ہے اس سے یہ اشکال جاتا رہا کہ جب اللہ تعالیٰ کو بادشاہ مصر سے تشبیہ دی تو اللہ تعالیٰ میں اس کا تحقق بے معنے ہے وجہ دفع ظاہر ہے کہ مقصود تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہے محض مناسبت لفظیہ مقام سے یہ بھی ایک تعبیر ہے مقصود کی اسی طرح ایسی ہی مناسبت سے شعر آئندہ کا بھی عنوان ہے یعنی) اے بادشاہ اس (یوسف روح) کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے ہاں اے بادشاہ اس (قحط) کو جائز نہ رکھئے (اس کی تدبیر کیجئے مطلب یہ کہ مجھ میں غلبہ غفلت ومعصیت سے دواعی (طاعت و ذکر کے ضعیف و مضمحل ہو گئے ہیں آپ ان کو تقویت دیجئے) میں (مثل) یوسف (کے) ہوں آپ کے حبس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے (جیسے سلاطین سند حکم استخلاص کے لئے ایسا کرتے ہیں مراد یہاں صرف یہ ہے کہ اس کا حکم کر دیجئے) ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے (مراد اس سے مکاید وشہوات نفس ہیں جو سبب ہو گئے غفلت ومعصیت میں مقید ہو جانے کا آگے اس شہوت نفس معبر بکید زن کی تسبب کی ایک صورت ایک لطیفہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ) عرش کی جانب سے (یعنی عالم علوی وعالم ارواح کی جانب سے) کہ وہ میرا مسکن تھا مجھ کو ماں کی شہوت نے (عالم سفلی میں) گرا دیا کہ اترو (یعنی ماں کا جماع جو مسبب ہے شہوت سے اس کا سبب ہو گیا چنانچہ ظاہر ہے کہ جماع سے طلوق حمل کا ہوا پھر اس سے روح کا تعلق ہوا مطلب یہ کہ شہوت نفس مجھ کو دو طرح ضرر رساں ہوئی ایک تو مباشرۃ کہ خود معاصی وشہوات مذمومہ میں مبتلا ہوا اور دوسرے تسبباً کہ ماں باپ کو شہوت ہوئی اس سے باہم صحبت ہوئی اس سے میری روح میرے بدن سے متعلق ہوئی پھر میں اپنے ہاتھوں مبتلا ہوا تو وہ شہوت گو مباح تھی مگر بوسائط میں اس سے متضرر ہوا گو اپنی سوء اختیار ہی سے ہوا تو شہوت کا ایک امر خطرناک ہونا تو اس سے ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ اس کو دستان زناں کی تائید میں لانا لفظاً لطیفہ ہے کہ دیکھو عورتوں سے یہ نقصان مجھ کو ہوا اور معنے بالکل محققانہ مضمون ہے جیسا ابھی تسبب سے توجیہ کی گئی آگے بھی اسی لطیفہ کی صورت میں اس مضمون کی تتمیم ہے کہ)

پس میں اس کمال تام (یعنی سکونت عالم علوی) سے گر گیا ایک پیرزال (یعنی مادر) کی فن (شبق) سے زندان رحم میں (جس کی تقریر اوپر ہو چکی) روح کو (فن مذکور) عرش سے ایک شکستہ (وویران) مکان (عالم) میں (فی المنتخب حطیم شکستہ) لے آتا ہے لاجرم (یہ مضمون صحیح ہے کہ) عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے (آگے اسی مضمون کی تائید ہے اسی عنوان سے کہ) میرا اول ہبوط (بضمن ہبوط آدم علیہ السلام) اور آخری ہبوط (بواسطہ تعلق روح بحمل) عورت ہی سے ہوا (اول وآخر کی آگے تفسیر ہے یعنی) جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن (ہو گیا) ہوں (ہبوط آدم کے وقت جسد کا نہ ہونا اور تعلق روح کے وقت بدن کا ہونا ظاہر ہے اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام نے گیہوں کھانے کا ایک تاویل سے مشہورہ دیا اور گندم کھانا بھی ایک فرد ہے شہوت بطن کی جیسا کہ شہوت مادر ایک فرد ہے شہوت فرج کی) یوسف (روح) کی یہ زاری (اس کے) ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے (یعنی وہ ٹھوکر کھا کر پریشانی میں زاری کر رہا ہے اور) یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے (یعقوب سے مراد مرشد وشیخ کذافی الحاشیہ عن مرشدیؒ کہ جس طرح یعقوب علیہ السلام مربی یوسف علیہ السلام تھے اسی طرح شیخ مربی مرید ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح چاہتا ہے جیسا مولانا اس مقام پر اس کی درخواست کر رہے ہیں خواص عباد بھی اس کے لئے دعا ہمت کیا کرتے ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ اگر میری درخواست بوجہ فقدان شرائط قابل قبول نہیں تو اپنے خاص بندوں ہی کی دعا کی برکت سے میری اصلاح فرما دیجئے اور اس میں یہ بھی تعلیم ہو جاوے گی کہ عبادت صالحین سے بھی دعا کے لئے رجوع کرنا چاہئے اپنی دعاء پر تکیہ نہ کرے جیسے شروع اشعار میں اس کی تعلیم تھی کہ کوشش وتدبیر پر تکیہ نہ کرے بلکہ التجا بجناب حق سبحانہ بھی کرے) میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا (میرے نزدیک اخوان میں بمشارکت حسد کے اشارہ ہے غوائل غضب کی طرف اور زنان میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اشارہ ہے غوائل شہوت کی طرف مطلب یہ کہ میں اپنے شر شہوت وغضب دونوں سے نالاں ہوں اور فلکندم الخ کی وہی تقریر ہے جو اول وآخر ہبوط من الخ کی شرح میں گزر چکی ہے) میں اس لئے مثل خزاں کے پژمردہ ہو رہا ہوں کہ بہشت وصل (وقرب) سے (جہاں بے حد فوا کہ ذکر وطاعات وسرور روح کے تھے اور ابتلاء کے لئے وہاں دواعی شہوت وغیرہ کی بھی تھی میں نے براہ نادانی اس جنت میں) گیہوں (جو کہ شجرہ منہی عنہا تھا) کھالیا (اس لئے مبعود ہو کر افسردہ ہو رہا ہوں اور توبہ کر کے عود کرنا چاہتا ہوں اس حالت مالوفہ کی طرف بہشت وصل کہا ہے دواعی طاعت کو اور اس کے ساتھ دواعی معصیت کا بھی مجتمع ہونا ظاہر ہے اس کے بعد باقی تقریر ظاہر ہے یہاں تک طلب تھی ترحم کی اپنے فضائح و مفاسد کے اظہار کے ساتھ آگے استجلاب ہے عنایت کا حضرت حق کے مدائح ومحامد اور اس عنایت کے خواص وآثار کے بیان کے ساتھ کہ ادب دعا کا یہی ہے کہ اپنی نااہلی اور حضرت حق کے کمالات عرض کرے پس کہتے ہیں کہ) جب میں نے آپ کے لطف واکرام کو دیکھا (جس کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے) اور آپ کے سلام صلح (وعدہ قبول توبہ) اور پیام (دعوت الی دارالسلام) کو (دیکھا جس کا مقتضا یہ تھا اور یہی واقع بھی ہوا کہ عدو مبین یعنی شیطان لعین کو حسد ہوا اور وہ اضرار واغواء کے درپے ہو کما قال تعالیٰ ناقلا منہ لما امر بالسجود ثم ابی حسدا وکبراً فقال ارایتک ھذاالذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمة لاحتنکن ذریته الاقلیلا پس اس کے دفع کے لئے میں نے تدبیر اور کوشش کی جس کو آگے ایک خاص عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ لطف دیکھا) تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا (کہ اس سے چشم بد کو دفع کروں گا جیسا بعض میں متعارف تھا کہ اس غرض کے لئے اسپند جلاتے تھے یہ ماخذ ہے اس کنایہ کا لیکن اس) سپند

(جلانے) میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی (چشم بد اسی حسد و قصد اغوا ابلیس کو کہا اور اس سے بچنے کی تدابیر کرنے کو سپند سوختن کہا پھر ان تدابیر میں بھی خلل ڈالنے کو جیسا کہ شیطان کا طریقہ مستمرہ ہے کہ ان میں بھی طرح طرح کے علمی و عملی غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے چشم بدرسیدن در پسند سے تعبیر کیا مطلب یہ ہوا کہ قبل اہتمام تدبیر تو اس کا تختہ مشق ہوں ہی بڑی مصیبت یہ ہے کہ بعد اہتمام تدبیر بھی اس کے پنجہ میں گرفتار ہوں جب یہ حالت ہے تو بس اصلی تدبیر آپ کی حفاظت و عنایت ہے آگے اسی کو کہتے ہیں کہ) ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے (یعنی جس طرف سے بھی چشم بد کو) آپ کی پرخمار آنکھیں ہیں اور بس (مراد چشمہائے پرخمار سے عنایت محبوبانہ ہے آگے بھی اس کی خاصیت کا بیان ہے کہ) چشم بد کو آپ ہی کی چشم خواب اے بادشاہ عاجز اور از بیخ برکندہ کرتی ہے (اور اس کی) وہی اچھی دوا (یعنی موثر حقیقی) ہے (نہ کہ سپند تدبیر یعنی وہ علت حقیقیہ نہیں مگر بوجہ مامور بہ ہونے کے اس کا کرنا بھی عبادت ضرور یہ ہے اور اکثر اسی پر وہ علت حقیقی بھی متوجہ ہو جاتی ہے آگے اس خاصیت مذکورہ کے بیان میں ترقی کرتے ہیں یعنی آپ کی چشم واقع تو کیوں نہ ہوتی) بلکہ (واقع سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ) آپ کی چشم سے کیمیائیں پہنچتی ہیں (یعنی) وہ چشم بد کو چشم خوب کر دیتی ہے (یہ تفسیر ہے کیمیا کی جس کی خاصیت تبدیل خواص ہے مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی خواص عباد کی نظر و توجہ میں یہ خاصیت رکھ دیتے ہیں کہ ان کے محل عنایت پر چشم بد ابلیسی اثر نہیں کرتی بلکہ ہر طرح محفوظ رہتے ہیں۔ **قال تعالیٰ انه ليس له سلطان على الذين امنوا و على ربهم يتوكلون و نقل تعالیٰ عنه لاغوينهم اجمعين الاعبادک منهم المخلصين** اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان اور توکل اور اخلاص یہ سب برکت صحبت انبیاء یا من صحب الانبیاء ولو بوسائط کی ہے پس یہ حکم مذکور صحیح ہو گیا اور اس میں اشارہ ہو سکتا ہے اس طرف کہ تدبیر و دعا کے ساتھ صحبت مقبولین کا بھی اہتمام رکھے کہ ان کی طرف رجوع کرنا یہ عین رجوع الی الحق ہے کیونکہ وہ ہادی الی الحق ہیں قال تعالیٰ ان الذين يبايعونک انما يبايعون الله الایہ اور اس شعر میں تو خواص عباد کی نظر کی وہ خاصیت مذکور تھی جو باعتبار تاثیر فی الغیر یعنی المستفید ہے کہ دوسروں سے چشم بد کی دافع ہو جاتی ہے جیسا ذکر کیا گیا آگے اس کی وہ خاصیت مذکور ہے جو اس میں فی نفسہ ہے یعنی باعتبار مستفید کے نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس کا اپنے کسی غیر سے تعلق نہیں کیونکہ نظر کے لئے کسی منظور الیہ کے ساتھ متعلق ہونا ضروری ہے پس فرماتے ہیں کہ) چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا (اس سے) اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر (شاہی) سے پائی ہے باز شاہی بجز شیر نر کے کسی کو نہیں پکڑتا (یعنی ادنی درجہ کے جانوروں کو نہیں پکڑتا مراد اس سے یہ ہے کہ وہ عالم شہادت کی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ عالم غیب کی طرف متوجہ رہتا ہے چنانچہ اہل اللہ کی یہ حالت ظاہر ہے آگے اور ترقی ہے کہ) شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہباز معنوی (یعنی صاحب معنے و باطن) آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں (مطلب ترقی کا یہ ہوا کہ وہ عالم غیب کی طرف بھی التفات بالذات نہیں کرتا بلکہ صرف آپ ہی کی طرف کرتا ہے چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مگر کچھ غلبہ حال کچھ مشاکلۃ شکارتست کی اس کی تصحیح کی توجیہ ہے اور ان دونوں حکموں میں تعارض نہ سمجھا جاوے عالم غیب کی طرف التفات کا اثبات بمقابلہ دنیا کے ہے اور اس کی طرف التفات کی نفی بمقابلہ حق تعالیٰ کے ہے اور مجموع شکارتست اور صیدش توئی کا حاصل **يحبهم و يحبونه** ہے آگے شعر مذکور پر تفریع ہے کہ) باز روح کی آواز چراگاہ (یعنی شکارگاہ) دین میں **لااحب الآفلين** کے نعرے ہیں (اور آفلین سے مراد کل ممکنات پس وہی مضمون حاصل ہو گیا شیر چہ الخ آگے بھی اسی باز شاہی یعنی جانباز الٰہی کے بقیہ افعال و اوصاف ہیں کہ) باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا (یعنی رضائے الٰہی کے لئے

مجاہدہ کر رہا تھا) آپ کے عطاے غیر محدود سے (اس کو) ایک بینا آنکھ وصول ہوئی (یعنی مشرف بہ بصیرت ومشاہدہ ہوا اور آنکھ کے علاوہ اس کی) بنی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ حاصل کی (اوران حواس مذکورہ میں سے) ہر حس کا حصہ (مدرکات کا) مشہور (اور معلوم) ہے (کہ باصرہ کے مثلاً مدرکات الگ ہیں اور سامعہ کے الگ پس اہل اللہ کو جو باصرہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مبصرات حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جو سامعہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مسموعات حقیقت کو سنتے ہیں و علے ہذا اور مراد اس باصرہ وسامعہ سے جس کا یہاں ذکر ہے وہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ **کنت بصره الذی یبصربه و سمعه الذی یسمع به** اسی طرح دوسرے قوی فاعلہ مثل ید ورجل کی نسبت فرمایا ہے حاصل یہ کہ ایسا شخص مبصر للحق وبالحق اور سامع للحق وبالحق ہوجاتا ہے۔ جس کو فانی فی الحق وباقی بالحق کہا جاتا ہے چنانچہ آگے بطور تفریع کے اسی بقاء کا ذکر ہے یعنی) جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دے دیتے ہیں (یعنی عالم حقائق سے اس کا تعلق ہوجاتا ہے جس کا اوپر ذکر تھا) تو (پھر) اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا (لاحق) نہیں ہوتا (بوجہ اس کے کہ وہ باقی بقاء حق ہوجاتا ہے اور گو نفس بقاء میں محرومیں بھی شریک ہیں مگر وہ بقاء ہلاک سے بھی بدتر ہے کما قال تعالیٰ **لایموت فیها ولایحیی وقال تعالیٰ و یاتیه الموت من کل مکان وما هو بمیت** اس لئے اس کو معتد بہ قرار نہیں دیا اور عارف واصل کے چونکہ سب افعال طبعاً مرضی حق ہوجاتے ہیں اور یہی معنی ہیں بقاء بالحق کے اس لئے وہ بقاء جو حیوۃ طیبہ کے ساتھ ہو معتد بہ قرار دیا گیا آگے اس حس کی تفصیل کی دوسرے حواس پر تصریح ہے اگرچہ ماقبل سے بھی مفہوم ہے پس کہتے ہیں کہ) آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز یعنی ایسی خاصیت دے دیتے ہیں تاکہ اور (لوگوں کے) حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے (جیسا اوپر **ابصار للحق و بالحق و سمع کذالک** کا بیان ہوچکا یہاں مناجات ختم ہوئی اخیر شعر میں مضمون بالا پر تفریع کے طور پر ارشاد کی طرف انتقال ہے گویا ایک قسم کا عود ہے مضمون سابق علے المناجات کی طرف کہ وہاں ترغیب تھی تحصیل بصیرت وتصحیح نظر کی مثلاً اس شعر میں فکر بار اختران چرخ داں الخ اور اس کے اوپر اسی شعر میں نیک بنگر الخ جیسا دونوں کی شرح میں اس کا بیان بھی ہوا ہے پس اس قسم کا مضمون آئندہ کے شعر میں ہے کہ جب تک احساس وادراک کے مراتب حلمیا اوپر اشعار مناجات میں معلوم ہوگئے تو) کوشش کرتا کہ تیری حس بالا کی طرف جاوے تاکہ (اس) حس کا فعل اس (بالا جانے) کے سبب بالا ہوجاوے (بالا کی طرف جانا اور فعل کا بالا ہونا سب اوپر کے اشعار سے واضح ہوچکا ہے)۔

فائدہ:۔ آگے اسی مضمون پر کہ حس میں ترقی ہوجانا نافع ہوتا ہے حکایت لاتے ہیں سلطان محمود کی اور راہ میں چوروں کے ملنے کی اور ہر چور کے اپنے اپنے کمال بیان کرنے کی اور پھر چوری کرنے اور پکڑے جانے کی اور سلطان کے روبرو پیش ہونے کی اس چور کے حس کے نافع ہونے کی جو احساس میں اوروں سے بڑھا ہوا تھا کہ شب تاریک میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا جس نے سلطان کو پہچانا اور اس کے بعض اوصاف کو جتلایا اور سب کو رہائی ہوگئی چنانچہ اس قصہ کے اخیر میں اس کی بھی تصریح ہے کہ اس کی حس کو دوسرے حواس پر فضیلت تھی ان اشعار میں۔

آں ہنر ہا گردن ما را بہ بست الخ اور جز ہماں خاصیت آں خوش حواس الخ اور اس کی تصریح ہے کہ وہ فضیلت نافع بھی ہوئی اس شعر میں۔

شاہ را شرم آمد ازروے روز بار کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار

اور اس کے حس کا بڑھا ہوا ہونا معنےً بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی حس شاہ میں تھی بہرحال خواہ صورۃً بڑھی ہوئی ہو

یا معنیٰ ترقی حس سے یہ نفع ہوا لازم بھی اور متعدی بھی کہ اور بھی اس کے ساتھ چھوٹے **و كذلك من فاق نظره على الناظرين بان يشاهد الحق فنظره هذا نافع له و لغيره ممن معه من المستفيدين والمحبين له** یہ وجہ ہوگئی ربط کی واللہ اعلم

فائدہ: یہاں عشر سادس ختم کر دیا گیا گو یہاں پر ختم کر دینے سے اس عشر کا متن اپنے دو سابق عشروں کے متن سے تخمینا بقدر عشر العشر کم ہے لیکن اس سے آگے بڑھنے میں چونکہ سلطان محمود کا قصہ پورا ہونے کے قبل کوئی سرخی نہ تھی کم از کم وہاں تک پہنچنا ضرور ہوتا اور اول تو وہاں تک بھی زیادہ بڑھ جاتا پھر وہاں پہنچ کر اس کے متصل موش و چغز کا تتمہ حکایت مذکور ہے اس کا چھوڑنا بھی گوارا نہ ہوتا اور اس کو لینے سے بہت ہی زیادہ بڑھ جاتا اس لئے یہاں ہی ختم کرنا مناسب ہوا جیسے عشر ثالث بھی اسی کے قریب مصلحت سے اتنی ہی مقدار پر ختم کر دیا گیا تھا جس کا اس کے آخیر میں ذکر بھی کیا گیا ہے اور اتفاق سے بلا قصد عشر ثانی بھی اتنی ہی مقدار کا ہے پس یہ عشر سادس اپنے دو سابق عشروں سے تو بقدر عشر العشر کے کم ہے اور ان دو سابق عشروں سے دو سابق عشروں کے برابر ہے یہ تو متن کی کمی کی مصلحت تھی اور اتفاق سے اس کی شرح اپنے ہر سابق عشر سے انداز کرنے سے متعدبہ مقدار میں کم معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھ کو یہ عشر اپنے سابق اعشار سے آسان معلوم ہوتا ہے اس لئے شرح زیادہ نہیں کرنا پڑی البتہ اس کا صرف اخیر حصہ یعنی تحقیق احکام فراست سے من ابتدائے شعر

ہر کراہت در دل مراد بہی الخ جو کہ سرخی رجوع بحکایت موش و چغز آبی میں ہے یہ غامض اور دقیق معلوم ہوا سو اسی مقام سے شرح میں طول ہو گیا ہے۔

فائدہ:۔ موش و چغز کی حکایت اس عشر میں بوجہ مذکور

فائدہ:۔ سابق پوری نہ ہو سکی لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تتمہ کا خلاصہ یہاں بھی نقل کر دیا جاوے تاکہ ناظرین کو بے لطفی نہ ہو وھو ھذا

آں سرشتہ عشق رشتہ می کشد ۔۔۔ بر امید وصل چغز بارشد

چوں غراب البین آمد ناگہاں ۔۔۔ در شکار موش و بردش زاں مکاں

چوں برآمد برہوا موش از غراب ۔۔۔ منسحب شد چغز نیز از قعر آب

موش در منقار زاغ و چغز ہم ۔۔۔ در ہوا آویختہ پا در رتم

وقد كتب هذا العشر في اسبوعين من آخر صفر ١٣٣٣ھ و يتلوه العشر السابع انشاء الله تعالىٰ اتمه الله كباقي الاعشار بالخير والبركة واعانني بفضله في هذه الحركة و صلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد و آله اولا و آخرا و باطنا و ظاهراً و ماضيا و غابراً سلاماً متكاثراً متوافراً فقط

العشر السابع من شرح الدفتر السادس
من المثنوی للمولوی المعنوی افتتح فیہ لغرۃ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حکایت شب ودزداں کہ شاہ محمود میان ایشاں افتاد کہ من نیز یکے ازشماام وبرحال ایشاں مطلع شدالخ

رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود ان میں پہنچ گیا کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اوران کی حالت سے باخبر ہوگیا

شب چو شہ محمود برمی گشت فرد	باگروہ قوم دزداں باز خورد
شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا	رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی
پس بگفتندش کہ اے بوالوفا	گشت شہ من ہم یکے ام از شما
پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب وفا	بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں
آں یکے گفت اے گروہ مکرکیش	تا بگوید ہر یکے فرہنگ خویش
ایک نے کہا کہ اے گروہ مکر کیش	ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کرو
تا بگوید با حریفاں درسمر	کوچہ دارد در جبلت از ہنر
تاکہ رفیقوں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے	کہ وہ جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے
آں یکے گفت اے گرہ فن فروش	ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعوے کرنے والے	میرے دونوں کانوں میں خاصیت ہے
کہ بدانم سگ چہی گوید ببانگ	قوم گفتندش زدیناری دو دانگ
کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے	جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دو دانگ کی برابر ہے
آں دگر گفت اے گروہ زرپرست	جملہ خاصیت مرا چشم اندرست
دوسرا بولا اے گروہ طالب زر	تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے

هر کہ را شب بینم اندر قیرواں | روز بشناسم من او را بیگماں

میں جس کو شب تاریک میں دیکھ لوں | دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں

گفت یک خاصیتم در بازوست | کہ زنم من نقبہا بازور دست

ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے | کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں

گفت یک خاصیتم در بینی ست | کار من در خاکہا بو بینی ست

ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے | میرا کام خاک کے اندر بو کا دریافت کر لینا ہے

سر الناس معادن داد دست | کہ رسولؐ آں راپئے چہ گفتہ است

راز الناس معادن کا حاصل ہو گیا | کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بت سے فرمایا ہے

من ز خاک تن بدانم کاندراں | چند نقد ست و چہ دارد اوز کاں

میں خاک تن سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر | کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے

در یکے کاں زر بے اندازہ درج | واں دگر دخلش بود کمتر ز خرج

کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے | اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے

ہمچوں مجنوں بوکنم من خاک را | خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا

میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں | خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پا لیتا ہوں

بو کنم دائم زہر پیراہنے | گر بود یوسفؑ وگر آہر منے

میں سونگھ لیتا ہوں ہر قمیص سے جان لیتا ہوں | اگر وہ یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرمن ہو تب بھی

ہمچو احمدؐ کہ برد بو از یمن | زاں نصیبے یافت ایں بینی من

مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں | اس سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے

کہ کدامیں خاک ہمسایہ زرست | یا کدامیں خاک صفر و ابترست

کہ کونسی خاک قرین زر ہے | یا کونسی خاک خالی اور مقطوع ہے

گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام | کہ کمندے افگنم طول علم

ایک بولا میری وہ خاصیت میرے پنجہ میں ہے | کہ کمند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک

قصر اگرچہ چند باشد بس بلند | کنگرہ اش در سخت گردانم کمند

قصر اگرچہ کتنا ہی بہت بلند ہو | اس کے کنگرہ کے اندر کمند کو مضبوط لگا دیتا ہوں

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش	تا کمندش برد سوئے آسمانش
مثل احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے کمند ڈالی	یہاں تک کہ وہ کمند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی
ہمچو احمد کہ کمند انداخت سخت	کہ کمندش بردسوئے بخت وتخت
مثل احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے مضبوط کمند ڈالی	کہ وہ کمند آپ کو تخت اور بخت کی طرف لے گئی
گفت حقش اے کمند انداز بیت	آں زمن داں مارمیت اذ رمیت
حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کمند انداز بیت المعمور کے	اس کو میری طرف سے جانئے مارمیت اذ رمیت
پس پرسیدند زاں شہ کاے سند	مر ترا خاصیت اندر چہ بود
پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند	تیری کس چیز میں خاصیت ہے
گفت در ریشم بود خاصیتم	کہ رہانم مجرماں را از نقم
سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری داڑھی میں ہے	کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں
مجرماں را چوں بجلاداں دہند	چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند
جب مجرموں کو جلادوں کے حوالہ کر دیں	اگر میری داڑھی ہل جاوے وہ چھوٹ جاویں
چوں بجنبانم برحمت ریش را	طے کنند آں قتل وآں تشویش را
جب میں ترحم سے داڑھی کو ہلا دوں	تو ختم کر دیں اس قتل اور تشویش کو
قوم گفتندش کہ قطب ما توئی	کہ خلاص روز محنتہا شوی
قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے	چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے
بعد ازاں جملہ بہم بیروں شدند	سوی قصر آں شہ میموں شدند
اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے	اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے
چوں سگے بانگے بزداز دست راست	گفت می گوید کہ سلطاں باشماست
ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی	کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے
خاک بو کرد آں دگر از ربوۂ	گفت ایں ہست از وثاق بیوہ
اس دوسرے نے ایک ٹیلہ کی خاک سونگھی	کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جزو ہے
پس کمند انداخت استاد کمند	تاشدند آں سوی دیوار بلند
پھر استاد کمند نے کمند پھینکی	یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے

جای دیگر خاک راچوں بوئے کرد	گفت خاک مخزن شاہے ست فرد
دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا	کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو فرد ہے
نقب زن زد نقب در مخزن رسید	ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا	ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا
بس زر و زربفت و گہرہای زفت	قوم بردند و نہاں کردند تفت
بہت سا زر اور زربفت اور بڑے بڑے موتی	وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا
شہ معین دید منزل گاہ شاں	حلیہ و نام و پناہ و راہ شاں
سلطان نے بالتعیین ان کی منزل گاہ دیکھ لی	ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا
خویش را دزدید از ایشاں بازگشت	روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
اپنے کو ان سے مخفی کر لیا ان کے پاس سے لوٹ گیا	دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی
پس رواں گشتند سرہنگان مست	تا کہ دزداں را گرفتند و بہ بست
پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے	یہاں تک کہ ہر ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا
دست بستہ سوی دیواں آمدند	وز نہیب جان خود لرزاں شدند
مشکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے	اور خوف جان سے سب لرزاں تھے
چونکہ استادند پیش تخت شاہ	یار شب شاں بود آں شاہ چو ماہ
جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے	ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثال ماہ کے ہے
آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختے	روز دیدے بے شکش بشناختے
جو شخص کہ شب جس پر نظر ڈالتا تھا	دن کو دیکھتا بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا
شاہ را بر تخت دید و گفت ایں	بود بارا دوش شب گرد و قریں
اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا کہ یہ	شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قرین تھا
آنکہ چندیں خاصیت در ریش اوست	ایں گرفت ماہم از تفتیش اوست
وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت اس کی داڑھی میں ہے	یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے
عارف شہ بود چشمش لاجرم	بر کشاد از معرفت لب با حشم
اس کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے	مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے

وھو معکم گفت او ایں شاہ بود	فعل ما می دید و سرماں شنود
اس نے کہا کہ و ھو معکم یہ بادشاہ تھا	وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا
چشم من رہ برد شب شہ را شناخت	جملہ شب باروی ماہش عشق باخت
میری آنکھ نے پتہ لگا لیا شب کے وقت بادشاہ کو پہچان لیا	تمام شب اس کے روے چوں ماہ سے عشق بازی کی
امت خود را بخواہم من ازو	کو نگرداند ز عارف ہیچ رو
اپنے گروہ کو میں اس سے مانگ لوں گا	کیونکہ وہ جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا

(ایک) شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوگئی۔ پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب دانا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں (وہ سمجھے کہ چور ہے اور ساتھ لے لیا۔ پھر باتیں کرنے لگے) ایک نے کہا کہ اے گروہ مکر کیش (چوروں کا مکر کیش ہونا ظاہر ہے) ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کروتا کہ (اپنے) رفیقوں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے کہ وہ (اپنی) جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعویٰ کرنے والے میرے کانوں میں (ایک) خاصیت ہے کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے۔ جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دو دانگ کی برابر ہے (یعنی قلیل الفن ہے کیونکہ دانق چھٹا حصہ ہے درم کا اور درم دسواں حصہ ہے دینار کا تو دانق ساٹھواں حصہ ہوا دینار کا پس دو دانگ تیسواں حصہ ہوا گویا اٹھنی میں سے ایک پیسہ) دوسرا بولا اے گروہ طالب زر تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے میں جس کو شب تاریک میں (جو کہ روغن قیر کی مانند ہو) دیکھ لوں دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں (فی الغیاث قیر بالکسر روغن سیاہ کہ بر شتران گرگیں مالند و قیہ وآں حرف تشبیہ بمعنی مانند) ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں (خواہ کیسی ہی مضبوط دیوار یا زمین ہو) ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے میرا کام خاک کے اندر بو کا دریافت کر لینا ہے (مولانا درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر اس اختلاف اوصاف مذکورہ حکایت سے ایک استنباط کرتے ہیں کہ اس سے) راز الناس معادن (کمعادن الذھب والفضۃ) کا حاصل ہو گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بات سے فرمایا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ان لوگوں کے اوصاف وخواص متعلق بدنیا مختلف تھے اسی طرح لوگوں کے اوصاف وخواص متعلق بالدین مختلف ہوتے ہیں جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے پس یہ خواص دینیہ چونکہ مخفی تھے مولانا نے موقع پا کر اس مثال مذکور فی الحکایت سے اس کی توضیح کر دی اور اسی اختفاء کے سبب اُس کو راز کہا اور اُسکی وضاحت کو دادودست کہا اور اختلاف خواص دینیہ کو جو کہ مبنیٰ ہے اس ارشاد کا چہ سے تعبیر کیا اور اُسکے مبنیٰ ہونے کو از کا رمدلول قرار دیا اور خیارھم فی الجاھلیۃ کو منافی ان خواص کے دینی ہونے کے نہ سمجھا جاوے کیونکہ جاہلیت کے سا۔ ان خواص کا مرتبہ استعداد میں جمع ہونا ممکن و واقع ہے آگے پھر قصہ ہے کہ اس شخص نے کہا کہ) میں خاک تن (زمین یعنی ظاہر سطح زمین کی خاک) سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے (چنانچہ) کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے (یعنی اس کے نکالنے میں جس قدر صرف ہو اس میں سے اتنا بھی حاصل نہیں ہوتا تو پہچاننے سے یہ فائدہ ہے کہ ایسی کان کے کھودنے کا

اہتمام نہ کیا جاوے) میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں (اور اس میں سے) خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پالیتا ہوں (جیسا کہ مجنون کا قصہ مشہور ہے کہ لیلیٰ کی قبر کو کسی نے بتلایا نہیں تھا اس کی مٹی سونگھ کر پہچان لیا) میں سونگھ لیتا ہوں (اور) ہر قمیص سے جان لیتا ہوں اگر وہ (صاحب قمیص) یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرمن ہو تب بھی (یہ سب بعبارت مولانا تشبیہات ہیں ادراک کے یقیناً صحیح ہونے کی اسی طرح تشبیہ آئندہ بھی یعنی) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں (اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من ھھناو اشار الی الیمن کی طرف رواہ الطبر انی کذافی کنز العمال ج ۶ ص ۲۰۵ جس کا مصداق اویس قرنی تابعی خصوصاً اور دوسرے اہل یمن ناصرین اسلام عموماً ہیں پس) اس (مطلق ادراک بالشامہ نہ کہ ادراک مدلول حدیث) سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے کہ کونسی خاک قرین زر ہے یا کونسی خاک خالی اور مقطوع (المال) ہے ایک بولا میری وہ خاصیت (جس کے اظہار کے لئے اس وقت فرمائش ہے) میرے پنجہ میں ہے کہ (اس پنجہ کے زور سے) کمند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک (کذافی المنتخب بمعنی علم) قصر اگر چہ کتنا ہی بہت بلند ہو (مگر اس کے کنگرہ کے اندر کمند کو مضبوط لگا دیتا ہوں (آگے اس کی بھی تشبیہ بعبارت مولانا ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے (عشق الٰہی کی) کمند ڈالی یہاں تک کہ وہ کمند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی (کیونکہ معراج کا سبب محبوبیت ہے اور محبوبیت متفرع ہوتی ہے محبیت پر آگے اس سے ترقی ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے مضبوط کمند (عشق الٰہی کی) ڈالی کہ وہ کمند آپ کو تخت (یعنی عرش) اور بخت (یعنی مقام قرب) کی طرف لے گئی (اور عرش کا آسمان کی نسبت مقام ترقی ہونا اور مقام قرب خاص کا عرش کی نسبت مقام ترقی ہونا ظاہر ہے آگے بطور مقائسہ کے اس کمند اندازی کو ایک آیت کے مضمون سے مؤید فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کمند انداز بیت المعمور کے (کہ لیلۃ المعراج میں وہاں بھی آپ پہنچے) اس (کمند اندازی) کو میری طرف سے جانئے (جس کی دلیل قیاسی یہ ہے کہ) مارمیت اذرمیت (ولکن اللہ رمی پس جس طرح سنگریزہ انداز کو ظاہر میں آپ تھے مگر واقع میں میں تھا کہ محل مقصود تک اس کو میں نے پہنچایا اسی طرح کمند انداز محبت گو ظاہر میں آپ ہیں مگر واقع میں میں ہوں کہ محل مقصود تک اس کو بھی میں نے ہی پہنچایا کہ اس محبیت پر ثمرہ محبوبیت و مقبولیت کو مرتب فرمایا آگے پھر قصہ ہے کہ) پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند تیری کس چیز میں خاصیت ہے (جیسے کسی کے کان میں ہے کسی کی ناک میں ونحوہا) سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری ڈاڑھی میں ہے کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں جب مجرموں کو جلادوں کے حوالہ کر دیں اگر میری داڑھی ہل جاوے وہ چھوٹ جاویں (کیونکہ بادشاہ کے اختیار میں ہے رہائی کا حکم دینا اور حکم خواہ بان سے ہو یا اشارہ سر سے دونوں حالت میں داڑھی کو حرکت ہوگی) جب میں ترحم سے داڑھی کو ہلادوں تو ختم کر دیں اس قتل اور اس تشویش کو قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے (کیونکہ اوروں کے ہنروں سے چوری کی تو تکمیل ہوگئی مگر یہ کسر رہ گئی تھی کہ اگر پکڑے جاویں تو کیا ہو تیرے ہنر سے یہ کسر بھی مٹ گئی اور بالکل ہی بے فکری ہوگئی) اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی (تو اس شناسندہ آواز سگ نے) کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے اس دوسرے نے ایک ٹیلہ کی خاک سونگھی (یا ہوشیاری سے خاک کو سونگھا اور بعض نسخ ربوہ بباء موحدہ واقع ست و معنی آں ہمانست کہ نوشتہ شد و در بعضے ریوہ بیاء تحتیہ واقع ست و ظاہر قافیہ بیوہ مقتضی ہمیں ست لیکن ایں لعنت بنظر نیامدہ دو احتمال بذہن می آید یکے آنکہ ایں مخفف کر یوہ باشد کہ ہم معنی ربوہ است چنانچہ نظیرش

بعد بست اشعار می آید در شب دنیا کہ محجوب ست شید کہ در حاشیہ مخفف خورشید نوشتہ است و دیگر آنکہ در ریومعنی مکر وفریب ہا زائد کردہ باشند چنانچہ نظیرش بعد دہ اشعار از حکایت ترک مخمور گذشتہ لفظ رہا نندہ ایں جسم داں کہ ہا رادر مانند زائد کردہ اند پس معنے آں باشد کہ از فن وفرہنگ خاک را بو کرد زیادہ ازیں تحقیق نشدہ من ظفر بہ فلیلحق اور سونگھ کر) کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جزو ہے (بیوہ ہونا مالک کا بالتخصیص مدرک قوت شامہ کا نہیں ہوا بلکہ شم سے اتنا معلوم ہوا ہوگا کہ یہاں مال نہیں ہے تو ایسا گھر غریبوں ہی کا ہوتا ہے تو بیوہ کی تخصیص تمثیلا ہے اور یہ پشتہ زمین مقصود ان لوگوں کا نہ تھا قصر شاہی کی راہ میں یہ جگہ آ گئی اس نے صرف اپنے کمال کا یقین دلانے کو یہ بھی خبر دے دی اور اس پشتہ پر کوئی عمارت بنی تھی جس کی دیوار بہت بلند تھی) پھر استاد کمند نے کمند پھینکی یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے (پھر) دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو (اور خاکوں سے) فرد (اور ممتاز) ہے (یعنی ان خاکوں سے ممتاز ہے جس کے نیچے خزانہ نہیں پھر) نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا (اور) ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا۔ بہت ساز راور زربفت اور بڑے بڑے موتی وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا۔ سلطان نے بالتعیین ان کی منزل گاہ دیکھ لی (اور پہچان لیا) ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا (اور) اپنے کو ان سے مخفی کر لیا (اور) ان کے پاس سے لوٹ گیا (اور) دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی۔ پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ہر ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا۔ مشکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے اور خوف جان سے سب لرزاں تھے جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے (تو اس شناسندۂ شب کو معلوم ہوا جیسا آئندہ شعر میں تصریح ہے پس یہاں یہ جملہ جزائیہ مقدر ہے یعنی یہ معلوم ہوا کہ) ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثال ماہ کے ہے (تشبیہ یا تو تابانی میں ہے یا رفاقت شب میں کہ شب کو ماہ بھی رفیق ہوتا ہے) جو شخص کہ شب کو جس پر نظر ڈالتا تھا دن کو دیکھتا (اور) بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا (یا تو اپنے دل میں یا رفیقوں سے) کہ یہ شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قریں تھا (اور یہ بھی اسی کا قول ہے) وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت (یعنی تخلیص مجر میں) اس کی داڑھی میں ہے۔ یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے (اور یہ ظاہر بھی ہے کیونکہ سلطان کی معیت ان کے ساتھ بغرض تفتیش کے تھی کہ یہ کہاں چوری کریں گے اور کہاں رہتے ہیں مثلاً اور اس شعر کا مضمون بعبارت مولانا اشارہ ہے امر بتعدیل رجاء وخوف ونہی عن الغرور کی طرف کہ اسی طرح حق تعالیٰ کی ساتھ معاملہ رکھے کہ اس کے لطف پر مغرور نہ ہو اس کو منتقم وقاہر بھی سمجھتا رہے اور ڈرتا رہے) اس (تیز بین) کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے (اور) اس نے کہا کہ (ایک صورت سے وان لم یکن مما ذکر فی الایہ) و ھو معکم (کا مصداق) یہ بادشاہ تھا (ففی العبارۃ تقدیم وتاخیر وحقہ ہکذا گفت او وھو معکم ایں شاہ بود بحذف المضاف اور) وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا (اس میں بھی بعبارت مولانا اشارہ ہے امر بالمراقبہ کی طرف کہ حق تعالیٰ کو سمیع وبصیر ہر وقت سمجھے اور وھو معکم کو نصب العین رکھے کہ مانع ہو مخالفت سے) میری آنکھ نے پتہ لگا لیا شب کے وقت بادشاہ کو (ایسا خوب) پہچان لیا (کہ جس کی بناء پر اس وقت بھی پہچان لیا اور) تمام شب اس کے روی چوں ماہ سے عشق بازی کی (اس لئے اس وقت رات کی بات عرض کر کے) اپنے گروہ کو میں اس سے مانگ لوں گا کیونکہ وہ (غایت مروت سے اپنے) جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا (بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا اس میں بعبارت مولانا اشارہ ہے کہ اسی طرح قیامت کے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اور دوسرے اولیاء وعارفین بھی اپنے اتباع کو حق جل وعلا شانہ سے شفاعت کر کے انشاء اللہ

تعالیٰ بخشوالیں گے اور حق تعالیٰ ان کی شفاعت کو اس لئے قبول فرمالیں گے کہ وہ محبوب ہیں اور چونکہ یہ محبوبیت مسبب ہے محسبیت سے اور محسبیت مرتب ہے معرفت مطلوبہ یعنی علم مع العمل والحال پر اور سبب کا سبب سبب ہے اس لئے مدار اس استخلاص کا تعبیر میں معرفت پر رکھا گیا تو جس طرح شعر آنکہ چندیں خاصیت مع ملیلیہ میں اشارہ تھا معاملہ حق تعالیٰ کی طرف عصاۃ کے ساتھ اسی طرح اس شعر چشم من مع ملیلیہ میں اشارہ ہے معاملہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودیگر مقبولین کی طرف ان عصاۃ کے ساتھ چنانچہ آگے اس کو صراحۃً ذکر فرمارہے ہیں۔

چشم عارف داں امان ہر دو کون	کہ بدو یابید ہر بہرام عون
عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان	کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے مدد پائی ہے
زاں محمدؐ شافع ہر داغ بود	کہ زجز حق چشم او مازاغ بود
اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ کے شافع ہوئے ہیں	کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ مازاغ تھی
در شب دنیا کہ محجوب ست شید	ناظر حق بود و زو بودش امید
شب دنیا میں جہاں کہ خورشید مخفی ہے	آپ ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی
از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت	دید آنچہ جبرئیلؑ آں بر نتافت
الم نشرح سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا	آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے
ہر یتیمے را کہ سرمہ حق کشد	گردد او در یتیم بار شد
جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگاویں	وہ در یتیم با ہدایت ہو جاویں گے
نور او بر درہا غالب شود	آنچناں مطلوب را طالب شود
ان کا نور دوسرے موتیوں پر غالب ہو جاوے گا	ایسے مطلوب کے طالب ہو جاویں گے
در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے	لاجرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا
آلت شاہد زبان و چشم تیز	کہ ز شب خیزش ندارد سر گریز
شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز ہے	کہ آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی گریز نہیں کرتا
گر ہزاراں مدعی سر برزند	گوش قاضی جانب شاہد کند
اگر مدعی ہزار سر ٹپکے	تب بھی قاضی کان بجانب شاہد کے کرتا ہے
قاضیاں را در حکومت ایں فن ست	شاہد ایشاں را دو چشم روشن ست
حکام کا حکومت میں یہی فن ہے	شاہد ان کے لئے دو چشم روشن ہے

گفت شاہد زاں بجای دیدہ است	کہ بدیدہ بیغرض سر دیدہ است
شاہد کا قول اس لئے بجائے دیدہ کے ہے	کہ اس نے دیدۂ بے غرض سے حقیقت کو دیکھا ہے
مدعی دیدہ است امابا غرض	پردہ باشد دیدۂ دل را غرض
مدعی نے دیکھا ہے مگر بغرض	غرض دیدۂ دل کے لئے حجاب ہو جاتا ہے
حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی	تاغرض بگزاری و شاہد شوی
حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہو جاوے	تا کہ تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے
حق ہمی گوید غرض را ترک کن	تا قبول افتد ترا باما سخن
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کر دے	تا کہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو
کایں غرضہا پردۂ دیدہ بود	بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود
کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا ہے	نظر پر وہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے
پس نہ بیند جملہ را باطم ورم	حبک الاشیاء یعمی و یصم
پس وہ مجموعہ کو مع رطب و یابس کے نہیں دیکھتا	تیری محبت کرنا کسی شئے سے کوراور کر دیتا
در دلش خورشید چوں نورے فشاند	پیشش اختر را مقادیرے نماند
آپ کے قلب میں خورشید نے جب نور افشانی فرمائی	تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی
پس بدید او بے حجاب اسرار را	سیر روح مومن و کفار را
پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا	ارواح مومنین اور کفار کی سیر کو
در زمیں حق را و در چرخ سمی	نیست پنہاں تر ز روح آدمی
زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالیٰ کی کوئی چیز	روح انسانی سے زیادہ مخفی نہیں
بازکرد از حق دو چشم خویشتن	آنکہ صاحب رفعت آمد در سنن
حق تعالیٰ سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں	جو کہ احادیث میں صاحب رفعت ہے
بازکرد از رطب و یابس حق نورد	روح را من امر ربی مہر کرد
حق تعالیٰ نے رطب و یابس سے پیچ کھول دیا ہے	روح پر من امر ربی کی مہر لگا دی ہے
پس چو دید آں روح را چشم عزیز	پس بروپنہاں نماند ہیچ چیز
پھر جب اس روح کو چشم عزیز نے دیکھ لیا	پس آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

شاہد مطلق بود در ہر نزاع	بشکند گفتش خمار ہر صداع
آپ ہر نزاع میں شاہد کامل ہیں	آپ کا قول ہر درد سر کا خمار زائل کر دیتا ہے
نام حق عدلست شاہد آن اوست	شاہد عدلست زیں روچشم دوست
نام حق تعالیٰ کا عدل ہے شاہد اس کا مخصوص ہوتا ہے	اس لئے یہ شاہد عدل باصرہ ہیں دوست کے
منظر حق دل بود در دوسرا	کہ نظر در شاہد آید شاہ را
قلب دونوں جہاں میں محل نظر حق ہو گیا	کہ بادشاہ کی نظر شاہد میں ہوا کرتی ہے
عشق حق و سر شاہد بازیش	بود مایہ جملہ پردہ سازیش
حق تعالیٰ کی محبت اور حق تعالیٰ کا راز جیت	اس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ تھا
پس ازاں لولاک گفت اندر لقا	در شب معراج شاہد بازما
پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولاک الخ فرمایا	شب معراج میں ہمارے محب نے
ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود	بر قضا شاہد نہ حاکم می شود
یہ قضا نیک و بد پر حاکم ہوتی ہے	قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا
شد اسیر آں قضا میر قضا	شادباش اے چشم تیز مرتضیٰؓ
جو ذات کہ اسیر قضا تھی وہ امیر قضا ہو گئی	شادباش اے چشم تیز ہیں مرتضوی

(اوپر......صاحب قصہ کو عارف سلطان محمود تھا بعبارت خود بضمن معاملہ حق و معاملہ نبوی جو مضمون فضائل وخواص معرفت وبصیرت کا اشارۃً واجمالاً مولانا نے ذکر فرمایا تھا ان اشعار میں مولانا اسی کو بلسان خود مثل عبارت خود صراحۃً وتفصیلاً بیان فرماتے ہیں یعنی معرفت وبصیرت کے ایسے فضائل وخواص ہیں کہ) عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے (کا طلاق حاتم علے مطلق الجواد) مدد پائی ہے (یعنی جن کے پاس ظاہری اسباب وسامان بھی ہے عون فی الحاجات کے لئے وہ سامان کافی نہیں وہ بھی محتاج بصیرت عارف کا ہے وجہ احتیاج یہ ہے کہ امان دنیا کا موقوف ہے اس کے بقاء اور دفع بلاء پر اور بقاء اس کا حسب حدیث موقوف ہے اللہ تعالیٰ کا نام لئے جانے پر کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ یقال فی الارض اللہ اللہ اور یہ نام لیا جانا موقوف ہے معرفت حق پر خواہ کسی درجہ کی معرفت ہو اسی طرح دفع بلاو نزول مطر وغیرہ کا مسبب ہونا عباد صالحین خصوص ابدال کی برکت سے حدیثوں میں وارد ہے منھا ما قال صلی اللہ علیہ وسلم ھل تنصرون وترزقون الابضعفائکم اور اس خطاب میں ملوک وامراء بھی داخل ہیں اور صلاح موقوف ہے معرفت پر اور امان آخرت کا موقوف ہے ایمان واعمال صالحہ پر اور یہ موقوف ہے علم ومعرفت حق پر نیز آخرت کا امان بعض کے لئے بواسطہ شفاعت متحقق ہوگا اور شافع ہونا موقوف ہے مقبولیت ومحبوبیت پر اور وہ موقوف ہے محبیت پر اور وہ موقوف ہے معرفت پر جیسا کہ یہی تقریر مختصراً شعر بالا امت خود را الخ کی شرح میں بیان بھی کی گئی ہے پس یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ

چشم عارف داں اماں ہر دو کون الخ اور ہر داغ کا عموم اگر اہل ایمان تک محدود ہو تب تو کوئی اشکال نہیں اور اگر کفار کو بھی عام ہو تو شفاعت کو عام کہا جاوے گا۔ تخفیف عقوبت کے لئے بھی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے لئے ایک قسم شفاعت کی یہ بھی ثابت کی ہے کہ آپ کی شفاعت سے کفار کو بھی عقوبت میں تخفیف ہو جاوے گی اور اس صورت میں **لایخفف عنهم العذاب** کو خاص کہا جاوے گا اس تخفیف کے غیر کے ساتھ یا یوں کہیں گے کہ جو عذاب اخیر میں ان کے لئے مقدر ہو چکے گا اس سے تخفیف نہ ہو گی حاصل دونوں توجیہوں کا ایک ہی ہے صرف الفاظ کا اختلاف ہے اور ابو طالب کے لئے تخفیف آپ کی برکت سے خود صحاح میں مصرح ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ (یعنی جرم) کے شافع ہوئے ہیں کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ (بدلیل) مازاغ (ہٹی ہوئی) تھی (تقریر ترجمہ سے تقدیر کلام کی ظاہر ہو گئی اور بدوں تقدیر کے ظاہر عبارت مشکل ہے کیونکہ مازاغ کا مدلول تو یہ ہے کہ مازاغ عن الحق اور اس مصرعہ کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مازاغ عن غیر الحق اس تقدیر کے بعد یہ حاصل ہوا۔ ان **بصره کان مصروفاعن غیر الحق** بدلیل قول...... اللہ تعالیٰ **مازاغ البصر ای بصره عن الحق فالمذکور فی الأیة یستلزم المقدر ای صرفه عن غیر الحق** اور مصرعہ ثانیہ تعلیل ہے مصرعہ اولیٰ کی یعنی آپ شافع ہوئے بوجہ عارف کامل ہونے کے پس تفریع ماقبل پر ظاہر ہو گئی اور عارفیت پر اس کا ترتب شعر چشم عارف کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے آگے بھی اسی کی تفصیل ہے کہ) شب دنیا میں جہاں کہ خورشید (حقیقی) مخفی ہے آپ (وہاں بھی) ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی (بمعنے یقین بوجہ وعدہ کے کہ آپ کو ذریعہ امان امت کا بنایا جاوے گا چنانچہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا)...... **الم نشرح** سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا (یعنی شرح صدر کے سبب آپ کی معرفت و بصیرت میں ترقی ہو گئی جیسے سرمہ سے بصر میں ترقی ہوتی ہے پس) آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے (بلکہ انہوں نے تو اس مقام پر پہنچنے تک کے متحمل نہ ہو سکنے کو ظاہر فرمادیا کہ

اگر یک سرموئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

کذافی نشر الطیب عن شفاء الصدور بروایۃ ابن عباسؓ) جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگاویں (اس سرمہ کا شعر سابق میں ذکر ہوا ہے) وہ (بصیرت میں مثل) در یتیم (کے یکتا اور) باہدایت ہو جاویں گے (اور) اُن کا نور (اُس سرمۂ حق سے) دوسرے موتیوں پر (یعنی اور انوار پر) غالب ہو جاوے گا (اور نور کی افزونی سے حقائق کا ادراک زیادہ ہو جانے کے سبب) ایسے مطلوب (یعنی سرمہ کشندہ) کے طالب ہو جاویں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ادراک حقائق کا دخل اس میں ظاہر ہے اس لئے اسی ادراک سے معلوم ہوا کہ مطلوب حقیقی بنانے کے قابل وہی ہے جس نے یہ نور عطا فرمایا بصیرت کے اس خاصہ کا حاصل تو یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی اب دوسرا خاصہ اُسکا آگے مذکور ہے کہ حقائق محدثہ کی بھی معرفت کاملہ آپ کو حاصل ہوئی اور کاملہ سے مراد محیطہ نہیں کہ خواص باری تعالیٰ سے ہے بلکہ نبوت کے لئے جتنے مراتب کی ضرورت ہے ان میں کوئی کمی نہیں رہی آئندہ اشعار میں جہاں جہاں الفاظ ظاہرۃ العموم ہیں جیسے مقامات العباد اور پنہاں نماند ہیچ چیز اور در ہر نزاع وہاں استغراق عرفی مراد ہے حقیقی نہیں اور جو الفاظ مطلق ہیں جیسے ندارد سر گریز اور دید اسرار را اور سیر روح مومن و کفار راہ اور بھی سہل ہے کیونکہ اطلاق مستلزم عموم کو نہیں پس آپ کی اس معرفت تامہ متعلقہ بالمحدثات کا بیان یہ ہے کہ) آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے (مقامات سے مراد احوال و اعمال جو محل ہیں جزاء کے اور نظر میں ہونا بعض کا تو مشاہدہ سے اور بعض کا عرض اعمال سے کمافی المواہب عن سعید بن المسیب) لاجرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا (کما قال تعالیٰ انا

ارسلناک شاهداومبشراونذیرا الخ پس آپ کا شاہد نام رکھا جانا دلیل انی ہے درنظر بودش کی کہ تحمل شہادت کا موقوف علی المعرفت ہونا ظاہر ہے آگے یہی مضمون تحمل شہادت کا مع اضافہ مضمون متعلق ادائے شہادت کے مذکور ہے یعنی) شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز (یعنی صحیح بین) ہے (چشم تو تحمل کے لئے اور زبان ادا کے لئے اس مجموعہ سے تکمیل ہو جاتی ہے شہادت کی چنانچہ آپ کا شاہد نام رکھا جانا چشم کی بھی دلیل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا اور ادا کی بھی چنانچہ قرآن مجید میں ہے وجئنا بک علیٰ هؤلاء شهيدا اوریکون الرسول علیکم شهیداً چونکہ چشم کے ظاہر لفظ سے متبادر مشاہدہ کا حکم ہوتا ہے اور آپ نے جمیع واقعات مشہود فیہا کا مشاہدہ نہیں فرمایا اس لئے دوسرے مصرعہ میں چشم تیز واقع فی المصر اع الاول کی تفسیر ہے کہ چشم تیز سے مراد یہ ہے کہ) آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی (متعلق بہ مقامات العباد) گریز (اور سبقت) نہیں کرتا (یعنی چشم سے مراد باصرہ نہیں بلکہ بصیرت وادراک قلب ہے اور بصیرت آپ کو بواسطہ عرض اعمال واعلام حق تعالیٰ کے سب واقعات مشہود فیہا کی حاصل ہے اور شب خیز کہنے میں اشارہ ہے مضمون حدیث تنام عیناى ولاينام قلبى کی طرف اور اس شہادت پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ واقعہ غیر مشاہدہ کی شہادت کیسے صحیح ہوسکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس اشتراط کی علت تیقن ہے اور شریعت نے احکام دنیویہ میں تیقن کی شرط مشاہدہ ٹھہرادیا ہے تو اگر احکام اخرویہ میں دوسرا واسطہ تیقن کا قرار دیا جاوے تو اس میں اشکال کیا ہے دوسرے خود احکام دنیویہ میں بھی بعض حقوق میں شہادت علی الشهادة کو جائز رکھا گیا ہے سو اس کو اس کی نظیر بھی کہہ سکتے ہیں رہا نصاب شہادت میں تعدد نہ ہونا یہ بھی ایک امر راجع الی القانون ہے وہاں دوسرا قانون ہوسکتا ہے دوسرے بعض حقوق میں دنیا میں بھی تعدد شرط نہیں کشهادة القابلة على الولادة یہاں تک آپ کے شاہد ہونے کا مدار یعنی عارف ہونا بیان کیا ہے آگے بھی اس کا تتمہ دردلش خورشید الخ سے آوے گا۔ درمیان میں مطلق شاہد میں بھی مدار شہادت معرفت کا ہونا اور شاہد کی فضیلت اور اس فضیلت کی شرط اس لئے مذکور ہے تاکہ آپ کے لئے ان کا بھی اثبات ہوجائے فان الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمه یعنی عام قاعدہ سے شاہد کی یہ فضیلت ومقبولیت ہے کہ) اگر مدعی ہزار سر ٹیکے (پس ہزاراں قید مدعی نیست قید سر برزند ہست) تب بھی قاضی (حاکم) کان بجانب شاہد کے کرتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ مدعی کیسا ہی ثقہ ہو مگر مدعا علیہ کے انکار پر محض اس کے دعویٰ سے حق نہیں دلاتے البتہ شاہد کے قول پر بشرائط حق دلاتے ہیں) حکام کا حکومت میں یہی فن ہے (جو مذکور ہوا پس) شاہدان (حکام) کے لئے (گویا) دو چشم روشن ہے (یعنی مشاہدہ سے اس کا بیان بمنزلہ اس کے ہے کہ گویا حاکم نے خود مشاہدہ کرلیا تو وہ بمنزلہ چشم کے آلہ ہے اس کے مشاہدہ حکمیہ کا بلکہ اس مسئلہ کی بناء پر کہ قضاء قاضی بعلمه جائز نہیں یہ مشاہدہ حکمیہ مشاہدہ حقیقیہ سے ارجح واقویٰ ہے آگے اس کا نکتہ بیان کرتے ہیں کہ مدعی کا قول معتبر نہیں حالانکہ وہ بھی مثل شاہد واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا ہے اور شاہد کا قول معتبر ہے حالانکہ وہ مشاہدہ میں مدعی سے بڑھا ہوا نہیں پس فرماتے ہیں کہ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ) شاہد کا قول (قانوناً) اس لئے بجائے دیدہ کے ہے (کما مر قبل) کہ اس نے دیدۂ بےغرض سے حقیقت کو دیکھا ہے (اور) مدعی نے (بھی گو) دیکھا ہے مگر بہ غرض (دیکھا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ) غرض دیدۂ دل کے لئے حجاب ہوجاتا ہے (اس لئے حقیقت کا کوئی جز و اس سے مخفی رہ جاتا ہے اور مشاہدہ تام نہیں ہوتا یا وہ قصداً کسی جزو کو مخفی رکھتا ہے اور اس لئے مشاہدۂ تام کا اظہار حاکم کے سامنے نہیں ہوتا اور چونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے اس واسطے حاکم کے نزدیک وہ مشاہدہ محتمل ہوگیا اور محتمل میں قابلیت دلیل بننے کی نہیں ہوتی اور حاکم کو دلیل کی ضرورت ہے اس لئے قول مدعی پر حکم نہیں ہوسکتا۔ بخلاف شاہد کے کہ وہ بےغرض ہے اس لئے

وہاں یہ احتمالات نہیں اور دوسرے احتمالات کذب وغیرہ کا انسداد شاہد کی عدالت سے کرلیا گیا ہے مگر غرض مندی کا احتمال منفی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں قوی احتمال غرض وانتفاع کا ہو ایسے شخص کی شہادت بھی مقبول نہیں جیسے اصول کی فروع کے لئے وبالعکس یا غایت صداقت میں یا غایت عداوت میں کما ہو مبسوط فی الفروع الفقہیہ اس مضمون کا تتمہ تین شعر کے بعد پس نہ بیندالخ میں آتا ہے گو اپنے متصل کا بھی تتمہ ہے پس اس کی متممیت مشترک ہے اور درمیان میں ایک مضمون جو بمنزلہ جملہ معترضہ کے ہے بطور تفریع کے ماقبل پر مذکور ہے یعنی جس طرح شاہد عندالقاضی وہی ہوتا ہے جو علم قاضی میں بے غرض ہو اسی طرح شاہد عنداللہ بھی وہی ہوتا ہے جو علم الٰہی میں یعنی واقع میں بے غرض ہو پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہو جاوے تاکہ (زہد کے سبب جس کی حقیقت ہے دنیا و اغراض دنیا سے بے رغبتی) تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کر دے تاکہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو (یہ قید باما قرینہ ہے اس کا کہ مراد اس شہادت مذکورہ فی الشعر السابق میں شہادت عنداللہ ہے جیسا بندہ نے اس شعر کی تمہید میں لکھا ہے گویا مولانا کے اس کلام میں اشارہ ہو جاوے گا تفسیر آیۃ **لتکونوا شهداء على الناس** کی طرف یعنی اس آیت میں جو علی القول المشہور المنصور شہادت یوم القیٰمۃ مخاطبین کی مذکور ہے تو اس کی قابلیت جب ہوگی کہ زہد واخلاص اختیار کیا جاوے اور اس میں ترغیب بھی ہوگی زہد واخلاص کی اسی طرح اس سے شرح ہو جاوے گی حدیث **انتم شهداء الله فى الارض** کی جبکہ صحابہؓ نے ایک جنازہ کی تعریف کی اور ایک جنازہ کی مذمت کی اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا حاصل شرح کا یہ ہوا کہ ہر شخص کا بھلا برا کہنا علامت ناجی یا جانی ہونے کی نہیں بلکہ جو قابلیت شہادت کی رکھتے ہوں یعنی بلا کسی غرض کے مدح یا قدح کریں بخلاف اس شخص کے جس کو اس میت سے کوئی نفع دنیوی تھا یا وہ اس کو کوئی ضرر پہنچاتا تھا ایسے شخص کا قول علامت وشہادت نہیں ہے آگے علت ہے مضمون شعر ہذا کی یعنی قبول سخن کا مدار ترک غرض پر اس لئے رکھا گیا ہے) کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا (جیسا اوپر بھی مذکور ہوا اور) نظر پردہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے (پس وہ غشاوہ مانع ابصار ہوتا ہے آگے تفریع ہے مصرعہ متصلہ برنظر چوں پردہ پیچیدہ بود اور مصرعہ منفصلہ پردہ باشد دیدۂ دل راغرض پر کہ ایک شہادت عندالخلق میں ہے اور ایک شہادت عندالخالق میں یعنی دونوں جگہ جب غرض حجاب قلب ہوتا ہے پس (اس حجاب کے سبب) وہ (واقعہ کے) مجموعہ کو مع (اس کے) رطب ویابس کے نہیں دیکھتا (فی المنتخب طم بالکسر آب و دریا و رم بالکسر خاک نمناک وعرب گوید جاء بالطم والرم یعنی تر وخشک اھ مختصراً می گویم کہ چوں رم بمقابل طم باشد پس قید نمناک در خاک ملحوظ نبود واو اگرچہ نمناک بود لاکن بمقابلہ آب و دریا خشک پنداشتہ شود یہاں رطب ویابس کنایہ ہے جمیع اجزاء سے اگرچہ ان میں دونوں وصف نہ ہوں مطلب یہ کہ صاحب غرض کی نظر محیط نہیں ہوتی کیونکہ مسئلہ حکمیہ ہے کہ) تیری محبت کرنا کسی شے سے (فالاشیاء للجنس) کور اور کر کر دیتا ہے (یعنی اس کے عیوب کو وہ نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اغراض سے بعض خطا نظر میں ہوتی ہے اسی پر دوسرے اغراض مثل بغض کو اور دوسری خطائی النظر کو قیاس کرلیا جاوے گا یہاں تک شاہد کی فضیلت اور شرط بیان کر کے پھر عود کرتے ہیں مضمون سابق یعنی آپ کی عارفیت کی طرف کہ مدار ہے شاہد ہونے کا یعنی آپ کی عارفیت کی یہ شان ہے کہ) آپ کے قلب میں خورشید (معنوی یعنی حضرت حق) نے جب نور افشانی فرمائی (یعنی اپنی صفت علم کا فیض اکمل عطا فرمایا) تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی (یعنی تمام اہل علوم و اہل معارف سے آپ کا علم اکمل وافضل ہو گیا جس طرح قمر کے سامنے کہ نور میں شمس سے مستفید ہے دوسرے کواکب ماند ہو

جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو نظر بھی نہیں آتے اور بعض گو نظر آتے ہیں مگر ان کا نور ضعیف معلوم ہوتا ہے جب آپ کو حق تعالیٰ نے اپنی صفت علمیہ کا ایسا مظہر اکمل فرمایا) پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا (یعنی) ارواح مومنین اور کفار کی سیر (اور اس سیر کے محل یعنی جنان و نیران) کو (دیکھ لیا جیسا اوپر اس سیر کے مدار کو کہ اعمال واحوال ہیں ملاحظہ فرمانا اس شعر میں مذکور ہوا ہے درنظر بودش مقامات العباد الخ پس وہاں عمل مذکور تھا یہاں جزاء اور اس شعر کی تمہید میں ایک ضروری بحث اطلاق وعموم کے تحقیق میں لکھی ہے یہاں کے لئے بھی دیکھ لی جاوے آگے آپ کی کمال معرفت وبصیرت کو جس کا اوپر دعویٰ تھا پس بدید او بے حجاب اسرار را الخ جس کے مصرعہ ثانیہ میں دلیل آئندہ کا ایک مقدمہ بھی ہے سیر روح الخ ایک خاص دلیل سے بیان کرتے ہیں کہ دیکھو) زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالیٰ کی کوئی چیز روح انسان سے زیادہ مخفی نہیں (یہ ایک مقدمہ ہوا آگے دلیل ہے اس مقدمہ کی کہ چنانچہ) حق تعالیٰ (کی تعلیم) سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں جو کہ (آیات) واحادیث (کے علم) میں صاحب رفعت (یعنی فاضل کامل) ہے (پس) حق تعالیٰ نے (قرآن وحدیث میں اپنے کلام سے یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے سب ضروری) رطب ویابس (یعنی ہر قسم کے معلومات) سے پیچ (یعنی پردہ) کھول دیا ہے (یعنی بیان فرمادیا ہے کما قال تعالیٰ **تبیانا لکل شیٔ ای مما لا بد منه فی الدین** لیکن باوجود اس کے) روح پر **من امر ربی** کی مہر لگادی ہے (یعنی اجمالی جواب پر اکتفا کرنے سے اور تفصیل بیان نہ فرمانے سے اس کو قرآن میں مخفی رکھا جہاں کہ دوسرے مغیبات کا مفصل بیان فرمادیا ہے اسی طرح حدیث میں بھی چنانچہ جنت اور دوزخ اور حور اور غلمان اور ملائکہ وعرش وکرسی وبیت المعمور وسدرۃ المنتہیٰ سب کی معتد بہ تفصیل ہے مگر روح میں بالکل اجمال ہے یہ دلیل ہوئی اس مقدمہ کی نیست پنہاں تر ز روح آدمی اور رطب ویابس سے مراد وہ اشیاء ضروریہ فی الدین ہیں جن کا علم نقل پر موقوف ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اشیاء حسیہ کا علم بھی قرآن سے حاصل ہو وہ تو خود محسوس ہیں ان سے اخفی ہونا روح کا تو محتاج اثبات ہی نہیں اور ضروریہ فی الدین کی قید سے قرآن مجید میں تمام علوم کا مذکور ہونا یا صاحب وحی کے علم کا مثل علم حق کے محیط ہونا بھی لازم نہ رہا آگے ایک مصرعہ میں دوسرا مقدمہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں مدعا ہے یعنی یہ تو تم کو معلوم ہو گیا کہ روح سے مخفی زیادہ کوئی چیز نہیں) پھر جب اس روح (اخفی) کو (آپ کی) چشم عزیز نے دیکھ لیا (جس کا اوپر بھی مثل یہاں کے بلا دلیل ذکر ہوا ہے سے روح الخ اور یہ دوسرا مقدمہ ہے) پس (اس صورت میں) آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی (یہ مطلوب ہے جو اوپر اس عنوان سے مذکور ہوا تھا پس بدید او بے حجاب اسرار را الخ اور ہیچ چیز کے عموم کی تحقیق اوپر شعر درنظر بودش الخ کی تمہید میں مکرر دیکھ لی جاوے اب دو امر باقی رہ گئے ایک یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ نے روح کو دیکھا ہے دوسرے یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ روح کو دیکھنا مستلزم ہے دیگر اشیاء مخفیہ کے دیکھنے کو سوامر اول کی دلیل سہل میرے نزدیک اہل کشف کا مشاہدہ کرنا ہے روح کو اور چونکہ یہ علوم عالیہ سے ہے اس لئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اور اعلم ہونا ضروری ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے بھی مشاہدہ فرمایا ہے اور اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ اوپر صاحب رفعت در سنن سے بھی علم روح کا مکتوم ہونا آچکا ہے پھر یہ کہ اس اشتراک سے آپ کا اعرف واعلم ہونا جو کہ مقصود مقام ہے کیسے ثابت ہوگا جواب یہ ہے کہ اس صاحب رفعت سے مراد فاضل غیر صاحب کشف وشہود ہے اور اشتراک کا جواب یہ ہے کہ آپ واسطہ فی الثبوت ہیں پس بالعرض کو جو اشتراک ہوتا ہے وہ قادح اعرفیۃ کا نہیں اور اس باب مشاہدہ روح میں حدیث **تجلی لی کل شیٔ** سے استدلال مناسب نہیں کیونکہ یہ کل شئ مقید ہے ضروری فی الدین کے ساتھ اور امر ثانی

کی دلیل استلزام عادی ہے اور اس کی ظنیت اس لئے مضر نہیں کہ مستقل دلائل سے بھی آپ کا اعلم الخلق ہونا ثابت ہے اور اثبات شاہدیت کاملہ کے لئے یہی اعلمیت کافی ہے یہاں تک بیان ختم ہوا آپ کے شاہدیت کے مدار کا کہ اعلمیت و عارفیت ہے آگے بیان ہے اس شاہدیت کے آثار کا کہ مقبولیت وکاشفیت ہے اور یہاں بھی اول عارفیت پر شاہدیت کی تفریع اور اس شاہدیت پر کاشفیت کی تفریع کر کے وہ مضمون فرماتے ہیں یعنی تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ) آپ ہر نزاع (و خصومت) میں (جو قیامت کے روز واقع ہوگی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے فی قولہ در شب دنیا الیٰ قولہ در نظر بودش بلکہ دنیا میں بھی دین کے ابواب واحکام میں آپ) شاہد کامل ہیں (اور شاہد ہونے سے ثابت ہوا کہ) آپ کا قول ہر دردسر کا خمار زائل کر دیتا ہے (جیسے کہ شاہد کی یہی شان ہوتی ہے کہ خصومت وتعب اختلاف اس سے رفع ہو جاتا ہے چنانچہ قیامت میں بھی خاص خصومات رفع ہوں گی اور یہاں بھی امور دینیہ میں آپ فاصل ہیں اور اس وصف شاہد کا اوپر بھی ذکر آیا ہے گر ہزاراں مدعی الخ یہ کاشفیت کا بیان ہو چکا آگے آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کا ذکر ہے کہ یہ بھی شان ہوتی ہے مطلق شاہد کی کہ حاکم عادل کے نزدیک مقبول ومحبوب ہوتا ہے۔**فذکر المحبوبية التی هی من آثار الشاهدية لمطلق الشاهد ههنا کذکر المعرفة التی هی مدار الشاهدية لمطلق الشاهد فیما مضی من قوله** گر ہزاراں مدعی الخ **کما قد ذکر فی تمهیده** خصوص جبکہ اور اوصاف موجبہ حب بھی اس میں مجتمع ہوں جیسے آپ میں ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ) نام حق تعالیٰ کا عدل (بمعنی عادل) ہے (اور) شاہد (عدل مطلقاً) اس کا (یعنی مطلق حاکم عادل کا) مخصوص ہوتا ہے (پس) اس لئے یہ شاہد عدل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باصرہ ہیں (یعنی بمنزلہ باصرہ کے محبوب ومظہر علم ہیں) دوست (یعنی حق تعالیٰ) کے (جن کا نام عدل ہے کما ذکر اور اس تشبیہ میں احتیاج ملحوظ نہیں جیسا کہ نفس کیلئے باصرہ مظہر احساس احتیاج کے ساتھ ہے **تعالیٰ اللہ عن ذلک** اور اس تشبیہ میں تلمیح ہے مضمون بالا شاہد ایشاں را دو چشم روشن ست کی طرف مگر قطع نظر احتیاج سے آگے تائید مدعائے مقام کے لئے ایک دوسرے خاص شاہد کی محبوبیت کا ذکر فرماتے ہیں کہ شاہدیۃ کا اثر محبوبیت اس درجہ ہے کہ) قلب دونوں جہاں میں محل نظر حق ہو گیا (**کما ورد ان اللہ لاینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم** پس وہ اس لئے محل نظر حق ہو گیا) کہ بادشاہ (حاکم) کی نظر شاہد میں ہوا کرتی ہے (اور قلب میں شان شاہدیۃ کی ہے **کما ورد استفت قلبک فاعتبر. صلی اللہ علیه وسلم شهادة القلب بالشرط الخاص فی المحل الخاص.** پس اس سے تائید ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی آگے تفریع ہے آپ کی محبوبیۃ مطلقہ پر کہ آپ اس محبوبیت میں تمام خلق سے ایسے اکمل واسبق ہیں کہ) حق تعالیٰ کی محبت (جو آپ کے ساتھ ہے) اور حق تعالیٰ کا راز محبت (جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے شاہد بازی کنایہ است از عشق بازی **ولایخفی لطافة لفظ الشاهد وان ساستعمل فی معنیً آخر**) اس کی تمام تر پردہ سازی (یعنی ایجاد عالم) کا سرمایہ (اور اصل) تھا (یعنی ایجاد عالم کا اصل سبب وہی محبت ہے جو حق تعالیٰ کو آپ کے ساتھ ہے اس محبت سے آپ کو ایجاد کرنا مقصود تھا اور باقی عالم آپ کے طفیل میں پیدا فرمایا اور اسی واسطے اس ایجاد کو پردہ سازی سے تعبیر کیا گیا زیرا کہ پردہ سازی آں باشد کہ شخصے کار کند و مراد و غرض ازاں کار چیزے دیگر باشد کذا فی الحاشیۃ آگے اس پر تفریع ہے تائید کے لئے یعنی چونکہ آپ ہی اصل مقصود ہیں) پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولاک الخ فرمایا شب معراج میں ہماری محبّ (للرسول یعنی حق تعالیٰ) نے (تائید اس سے ظاہر ہے آگے مثل موقعین مذکورین گر ہزاراں مدعی الخ اور نام حق عدل ست الخ کے اول ایک خاصہ مطلق شاہد کا پھر اس

سے استدلال کر کے ویسا ہی خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ وہ احبیۃ مقصودہ مقام میں اور بھی اظہر ہے بیان فرماتے ہی یعنی قاعدہ ہے کہ) یہ قضا (یعنی حکم حاکم) نیک و بد (سب) پر حاکم ہوتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے لیکن شاہد کی یہ شان ہے جو تم کو بھی معلوم ہے کہ) قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا (یعنی حاکم خود شاہد کا تابع ہوتا ہے تو اس سے شاہد کی بڑی شان ظاہر ہوئی کہ جو سب پر حاکم ہے شاہد خود اس پر حاکم ہے یہ تو قاعدہ عامہ ہے اسی سے اس خاص مدعاے مقام کو سمجھ لو کہ) جو ذات (نبویہ) کہ (بحیثیت محبوبیۃ مطلقہ کے) امیر قضا ہوگئی (نہ بمعنے متبوع بلکہ بمعنے من یرائی موافقۃ اور وہ بھی اضطراراً نہیں نعوذ باللہ جس طرح کہ قاضی موافقت میں مضطر ہے بلکہ بمعنی ان یقصد موافقۃ بالاخ ار اور یہ امر نصوص صریحہ صحیحہ سے ثابت ہے قال تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضی وقال تعالے فلنولینک قبلة ترضاها وفی الحدیث عن عائشةؓ ماارى ربک الایسارع فی هواک آگے اس تمام شان مجموعی مذکور پر جوش میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بطور خطاب عرض کرتے ہیں کہ) شاد باش اے چشم تیز بین مرتضوی (کہ اس معرفت سے یہ شان محبوبیت مطلقہ کی آپ کو عطا ہوئی یہاں فضائل نبویہ میں مضمون مقام پر کفایت کر کے آگے پھر عود ہے مضمون شعر بالا یعنی اولین اشعار مقام چشم عارف الخ کی طرف جس میں امان کا ایک خاص طریق مذکور ہے یعنی مناجات جس میں سب کے لئے عارف امان کی درخواست کر رہا ہے اور مرجو القبول ہونے سے امان بھی متوقع الحصول ہے۔

عارف از معروف بس درخواست کرد	کاے رقیب ما تو اندر گرم و سرد
بس عارف نے معروف سے یہ درخواست کی	کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں
اے مشیر ما تو اندر خیر و شر	زاشا رتہائے دل ما بے خبر
اے ہمارے مشیر خیر اور شر میں	ہم اشارات قلب سے بے خبر ہیں
اے یرانا لانراہٗ روز و شب	چشم بند ناشدہ دید سبب
اے وہ ذات کہ وہ روز و شب ہم کو دیکھتا ہے ہم اس کو نہیں دیکھتے	ہمارا مانع ابصار سبب بینی ہے
چشم من از چشمہا بگزیدہ شد	تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد
میری آنکھ اور آنکھوں سے متمیز ہوئی	یہاں تک کہ ظلمت میں آفتاب مجھ کو دکھائی دے گیا
لطف معروف تو بود اے منتہی	پس کمال البرفی اتمامہ
یہ لطف معروف ہو چکا ہے اے کامل	پس کمال احسان اس کے اتمام میں ہے
رب اتمم نورنا فی الساهره	وانجنا من مفضحات القاهره
اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں تام فرمایئے	ہم کو رسوا کنندہ قہروں سے نجات دیجئے
یار شب را روز مہجوری مدہ	جان قربت دیدہ را دوری مدہ
رفیق شب کو مہجوری کا دن مت دیجئے	اس روح کو جو کہ قرب دیدہ ہے دوری مت دیجئے

بعد تو مرگیست با درد و نکال	خاصہ بعدے کاں بود بعد الوصال
آپ کی دوری ایک موت ہے جو درد و عقوبت کے ساتھ مقرون ہے	خاص کر وہ بعد جو بعد وصال کے ہو
آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش	آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش
جس نے آپ کو دیکھ لیا اس کو ان دیکھا نہ کیجئے	اس کے سبزۂ بالیدہ پر پانی چھڑکئے
من نکردم لا ابالی در روش	تو مکن ہم لاابالی در خلش
میں نے سلوک میں بے پروائی نہیں کی	تو آپ بھی بے پروائی نہ کیجئے عقوبت میں
ہیں مراں از روی خوداو را بعید	آنکہ او یک بار آں روی تو دید
ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے	جس نے ایک بار آپ کا رخ دیکھ لیا
دید روی جز تو شد غل گلو	کل شی ماسوی اللہ باطل
آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو ہے	تمام اشیاء ما سوی اللہ باطل ہیں
باطلند و می نمایندم رشد	زانکہ باطل باطلاں را می کشد
یہ سب باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھائی دیتے ہیں	کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے
ذرہ ذرہ کاندریں ارض وسماست	جنس خود را ہر یکے چوں کہرباست
ذرہ ذرہ جو کہ اس ارض و سما میں ہے	اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہربا کے ہے
معدہ ناں را می کشد تا مستقر	می کشد مرآب را تف جگر
معدہ روٹی کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے	پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے
چشم جذاب بتاں زیں کویہا	مغز جویاں از گلستاں بویہا
آنکھ کشش کرنے والی ہے معشوقوں کے ان کوچوں سے	مغز طالب ہے روائح کا باغ سے
زانکہ حس چشم آمد رنگ کش	مغز و بینی می کشد بوہای خوش
کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ کا کشش کرنے والا ہے	مغز اور شامہ روائح طیبہ کو کشش کرتا ہے
زیں کششہا اے خدای رازداں	تو بجذب لطف خود ماں دہ اماں
ان جذبات سے اے خدائے رازداں	آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو امان دیجئے
غالبی بر جاذباں اے مشتری	شاید اردر ماندگاں را واخری
آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار	ممکن ہے اگر آپ درماندوں کو خرید لیجئے

(اس میں عود ہے شعر مذکور بالا چشم عارف داں اماں الخ کی طرف اس کے مضمون عام میں سے ایک وجہ خاص یعنی شفاعت کی حیثیت سے اور اس میں اشعار متصلہ کی مناسبت کا بھی لحاظ ہے یعنی اشعار بالا کے اول میں مذکور ہوا ہے کہ عارف سبب اماں خلق کا ہوتا ہے اور اشعار متصلہ کے اخیر میں مذکور ہوا ہے کہ بوجہ محبوب ہونے کے اس کی درخواستیں مقبول ہوتی ہیں اس کا اقتضا یہ ہوا کہ) بس عارف نے (جس میں انبیاء اصل ہیں اور غیر انبیاء تابع ہیں) معروف (یعنی حضرت حق) سے یہ درخواست (ومناجات) کی (جس میں بعض متعلق قیامت کے ہیں اور بعض عام ہیں) کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں (یعنی ہر حال میں اور) اے ہمارے مشیر خیر اور شر کے (خیر میں تو ترغیب کے ساتھ اور شر میں ترہیب کے ساتھ اور طریق خاص اس مشورہ کا غیر صاحب وحی کے لئے بعد خطابات شرعیہ عامہ مشترکہ کے یہ ہے کہ قلب کو اس پر تنبہ ہوتا ہے جیسا حدیث میں ہے **الاثم ماحاک فی صدرک** اور **الصدق طمانینة والکذب ریبة** چنانچہ ظاہر ہے کہ اسباب اکثر کے لئے حجب ہو جاتے ہیں توجہ ومعرفت حق وحقیقت سے پس ابصار سے مراد بصیرت ہے اور اس تمام مناجات میں عارف نے جن احوال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے ان میں بعض ظاہراً شان عارفیت پر منطبق نہیں ہوتے جیسے از اشارتہا الخ اور چشم بند ما الخ اوپر کے اشعار میں اور بعض آگے بھی آویں گے سوان کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ محمول کیا جاوے تواضع پر کیونکہ ہر مرتبہ میں طلب ہوتی ہے مرتبہ فوق کی تو وہ مرتبہ ماتحت ناقص معلوم ہوتا ہے اور یا عارف نے اس درخواست میں عوام غیر عارفین کو بھی شریک کر رکھا ہے ایسے احوال ان کے اعتبار سے ذکر کئے گئے اور بعض جو عارفیت کی شان کے مناسب ہیں جیسے آگے آتا ہے چشم من الخ اور نہ کردم لاابالی الخ اس سے دعویٰ مقصود نہیں بلکہ اعتراف بالنعمۃ اور ادائے شکر اور اس کو بقیہ نعم کی درخواست کی توطیہ قرار دینا کہ جب اتنی نعمتیں دی ہیں تو اور بھی عطا فرمایئے تاکہ **لاتم نعمتی** کا مصداق ہو جاوے **کدعاء یوسف علیه السلام رب قد آتیتنی من الملک و علمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین** پس اسی طرز پر عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ باوجودیکہ اسباب مانع ابصار ہیں عوام کے لئے تو زیادہ اور میرے لئے بھی ایک درجہ میں مگر باوجود اس کے آپ کی رحمت و فضل ولطف وکرم سے کما یدل علیہ صیغۃ بگزیدہ شد) میری آنکھ اور آنکھوں سے متمیز ہوئی یہاں تک کہ ظلمت (دنیا) میں آفتاب مجھ کو دکھلائی دے گیا (مطلب یہ کہ مجھ کو حسب استعداد نعمت معرفت نصیب ہوئی جب آپ کا) یہ لطف معروف (اور معمول) ہو چکا ہے اے کامل پس کمال احسان (جس کے آپ اہل ہیں) اس (احسان) کے اتمام میں ہے (یعنی احسان میں اور ترقی فرما اور اس کی اور تکمیل فرما جس کا بیان آخر اشعار تک چلا گیا یعنی) اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں (کذا فی المنتخب فی الساہرہ) تام فرمایئے (اور) ہم کو رسوا کنندہ قہروں سے نجات دیجئے (اور) رفیق شب کو مہجوری کا دن مت دیجئے (مراد شب سے دنیا جیسا اس کے قبل مصرعہ تاکہ در شب الخ کی شرح میں یہی تفسیر کی گئی ہے اور اس عنوان میں رعایت ہے قصہ رفاقت محمود وقت شب کی جیسا اس کے قبل بھی اے رقیب ما تو اندر گرم وسرد اور تاکہ در شب آفتابم دیدہ شد میں اس کی رعایت ہے چونکہ اسی قصہ سے ان مضامین کی طرف انتقال ہوا ہے اس لئے اس رعایت میں ایک خاص استحسان بھی ہے اور میری) اس روح کو جو کہ قرب دیدہ دوری مت دیجئے آپ کی دوری (مطلقاً) ایک (سخت) موت ہے جو درد وعقوبت کے ساتھ مقرون ہے۔ خاص کر وہ بعد جو بعد وصال کے ہو (جیسی معرفت کے بعد طرد ہو نعوذ باللہ من الحور بعد الکور) جس نے آپ کو نظر معرفت سے) دیکھ لیا اس کو (مطرود کر کے) آن دیکھا نہ کیجئے (بلکہ) اس کے سبزۂ بالیدہ پر پانی چھڑکئے (جس

سے اس کو زیادہ نشو ونما ہو یعنی اس کی معرفت کو مع اس کے مقصود کے کہ قرب ہے ترقی دیجئے) میں نے سلوک (طریق) میں بے پروائی (اور بے فکری وتولی مذکور فی لآ یۃ لآ تیہ) نہیں کی (کہ نہ قرب کی طلب ہوتی اور نہ بعد سے استعاذہ گو اسباب قرب کی کم توفیق ہوئی مگر اس کی دھن میں رہا) تو آپ بھی (مجھ سے) بے پروائی (واستغناء مذکور فی قولہ **فکفروا وتولوا واستغنی اللہ**) نہ کیجئے عقوبت میں (از خلیدن) ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے جس نے ایک بار آپ کا رخ (بنظر معرفت وبصیرت) دیکھ لیا آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو (کی طرح قید وبند) ہے (کیونکہ) تمام اشیاء ماسوی اللہ باطل (یعنی مستہلک) ہیں (اور مستہلک میں نظر کرنے کا ظاہر ہے کہ انجام ضرر ہے) یہ سب (ماسوی اللہ) باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھلائی دیتے ہیں (فی المنتخب رشد بفتحتین براہ شدن) کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے (صواب نمودن ظاہر ہے کہ سبب ہوگا کشش کا تو می نمایندم رشد قوت میں اس کلام کے ہوا کہ مرا بسوئے خودمی کشد اب تعلیل مدلول مصرعہ ثانیہ جس میں ایک مقدمہ ومن باطلم مطوی ہے جس کی دلیل موضوع کا فرد ہونا ہے کل شئی محکوم علیہ بالباطل کا واضح ہوگئی یعنی ایں باطلاں مرا بسوئے خود ازیں جہت می کشد کہ من ہم باطلم وباطل وباطلاں رامی کشد آگے اس مصرعہ ثانیہ کی تائید ہے کہ) ذرہ ذرہ جو کہ اس ارض وسما میں ہے اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہرباء کے (جاذب) ہے (چنانچہ) معدہ روٹی کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے (اور) پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے (ان امثلہ سے معلوم ہوا کہ جنس سے مراد معنی اصطلاحی نہیں بلکہ مطلق مناسب گوان میں اصطلاحی تجانس نہ ہو آئندہ امثلہ میں بھی معنی ہیں یعنی) آنکھ کشش کرنے والی ہے معشوقوں کی ان کوچوں سے (یعنی معشوق جو بن سنور کر نکلتے ہیں اسی واسطے کہ کوئی ہم کو دیکھے اور مفتون ہو تو آنکھ ان کی جذاب ہوئی اسی طرح) مغز طالب ہے روائح کا باغ سے کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ (وروغن) کا کشش کرنے والا ہے (اس لئے رنگ والی اس کے سبب کھنچ آئے کما ذکر تو اں میں باہم مناسبت تھی اور مغز اور شامہ روائح طیبہ کو کشش کرتا ہے (کہ ان میں باہم مناسبت ہے اور یہ کشش اس قول حکماء پر اور زیادہ ظاہر ہے جو کہتے ہیں کہ بعض اجزاء مشموم کی منفصل ہو کر شامہ تک پہنچتے ہیں پس جب اس قاعدہ مویدہ بالا امثلہ کی موافق مجھ کو اشیاء باطلہ مستہلک اپنی طرف منجذب اور مائل کرتی ہیں اور میرے لئے مضر ومہلک ہے پس) ان جذبات سے اے خدائے رازداں (جو کہ کشش مخفی اور اس کے اسباب ومضار پر مطلع ہیں) آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو اماں دیجئے (یعنی اپنے لطف سے اپنی طرف منجذب کر لیجئے کہ ان جذبات کے مضار سے اماں ونجات ہو) آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار (اشارۃ الی قولہ **ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ**) ممکن (اور آپ کا مقدور) ہے اگر آپ درماندوں کو (ان جذبات سے) خرید لیجئے (یعنی چھڑا لیجئے کیونکہ آپ ان سب پر غالب ہیں گو ہم درماندہ ہونے کے سبب خود نہیں بچ سکتے اور اے مشتری میں اشارہ کیا ہے کہ حق تعالیٰ بھی جاذب ہوتے ہیں کیونکہ اشترا کے لوازم میں سے **جلب المشتری المبیع** اور عجب نہیں کہ اس عنوان مشتری وغالبی میں اس شبہ کا جواب ہو کہ جذب تو فعل مجانس کا ہے پھر باطل کو حق کس طرح جذب کرے گا جس کی درخواست شعر بالا میں کی ہے زیں کششہا الخ دوسرے اس وقت بھی تو باطل جذب کرے گا بوجہ مجانست کے پھر اس جذب باطل کا یہی اثر ہوگا حاصل جواب کا یہ ہے کہ فعل جذب کا مجانس کے لئے ثابت ہونا مستلزم حصر کو نہیں کہ غیر مجانس جذب ہی نہ کر سکے۔ مجانس کا تو وہ فعل طبعی ہے لیکن غیر مجانس بھی اگر اپنی قدرت واختیار سے جذب کرے تو کوئی مانع نہیں گو وہ جذب طبعی نہ ہوگا ارادی ہوگا اور اگر وہ جاذب غالب ہو تو اور جاذب اثر نہ کریں گے آگے تتمہ ہے قصہ کا۔)

روبشہ آورد چوں تشنہ بابر	آنکہ بود اندر شب قدر آں چو بدر
اس نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف	اس کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا
چوں لسان و حال او بود آن او	آن او با او بود گستاخ گو
چونکہ اس کی زبان اور حال اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا	جو شخص اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوگا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کریگا
گفت ما گشتیم چوں جاں بندطیں	آفتاب جاں توئی در یوم دیں
کہا کہ ہم ایسے ہوگئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے خاک میں	آپ آفتاب روح ہیں یوم جزا میں
وقت آں شد اے شہ مکتوم سیر	کز کرم ریشے بجنبانی بخیر
اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا چلنا مخفی ہے	کہ براہ کرم ڈاڑھی ہلا دیجئے خیر کے ساتھ
ہر یکے خاصیت خود وانمود	آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود
ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا	ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی
آں ہنرہا گردن مارا بہ بست	زاں مناصب سرنگونساریم و پست
ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی	ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں
آں ہنر فی جیدھا حبل مسد	روز مردن نیست زاں فنہا مدد
وہ ہنر فی جیدھا حبل من مسد ہے	مرنے کے دن ان فنون سے مدد نہ ملے گی
جز ہماں خاصیت آں خوش حواس	کہ بشب بدچشم او سلطاں شناس
بجز اس خاصیت اس خوش حواس کے	کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی
آں ہنرہا جملہ غول راہ بود	غیر چشمے کوز شاہ آگاہ بود
وہ سب ہنر تمامی غول طریق تھے	بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی
شاہ را شرم آمد ازوے روز بار	کہ بشب برروئے شہ بودش نظار
بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی پیشی کے دن	اس لئے کہ شب میں روے شاہ پر اس کی نظر تھی
واں سگ آگاہ از شاہ و داد	خود سگ کہفش لقب باید نہاد
اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا	اس کا لقب خود سگ کہف رکھنا چاہئے
خاصیت درگوش ہم نیکو بود	گو ببانگ سگ ز شیر آگہ شود
کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی	کیونکہ اس خاصیت والا بانگ سگ کے سبب شیر سے آگاہ تھا

سگ چو بیدارست شب چوں پاسباں	بیخبر نبود ز شب خیز شہاں
جب سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسبان کے	وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں کی شب خیزی سے
ہیں زبدناماں نباید ننگ داشت	ہوش بر اسرار شاں باید گماشت
ہاں بدناموں سے ننگ رکھنا نہ چاہئے	ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہئے
ہر کہ او یک بار خود بدنام شد	خود نباید نام جست و خام الد
جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو	تو خود نام ڈھونڈھنا اور خام ہونا نہ چاہئے
اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند	تاشود ایمن ز تاراج و گزند
اے شخص بہت زر ایسا ہوتا ہے کہ اس کو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں	تا کہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے
ہر کسے کے پے برد در سرما	باز کن دو چشم سوئے مابیا
ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے	دونوں آنکھیں کھول ہماری طرف آ

اس (وزدشاہ شناس) نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف (توجہ کرتا ہے آگے بادشاہ کی صفت ہے یعنی) اس (بادشاہ) کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا (یہ اندر شب قید ہے بدر کی یعنی اگر شب قدر میں چاند بھی پورا ہوتو نور علی نور ہوگا وہ بادشاہ ایسا ہی تھا کیونکہ ملک دنیا بودش وہم ملک دین چنانچہ محمود کے مناقب مشہور ہیں اور اس میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ شب قدر غیر عشرہ اخیرہ میں بھی کبھی ہوتی ہے چنانچہ ایک قول یہ بھی ہے اور روایات عشرہ کو اکثر پر محمول کیا جاوے گا جیسا کہ لفظ تحروا اس کا قرینہ بھی ہوسکتا ہے آگے اس توجہ الے السلطان کا طریق اور توجہ کے بعد جو کلام کیا اس کا بیان ہے یعنی) چونکہ اس (وزدشاہ شناس) کی زبان اور (اس کا) حال اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا (اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوگا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کرے گا (اس سبب سے اس نے بھی جرات کے ساتھ اور وہ طریق توجہ یہ تھا بادشاہ سے یہ) کہا کہ ہم (اس وقت) ایسے (قید) ہوگئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے (جسم) خاک میں (کہ اس میں قید ہونے کے سبب مکلف ہوکر اور معاصی کی مرتکب ہوکر مستحق سزا کی ہو جاتی ہے یہی حالت ہماری ہے کہ ہم مقید اور مستحق سزا ہوگئے ہیں ہماری تو یہ مثال اور یہ حالت ہے اور) آپ آفتاب روح (کے مثال) ہیں یوم جزاء میں (وجہ تشبیہ یہ ہے کہ آفتاب سے روح کو جیسا اطباء نے کہا ہے انشراح وانبساط ہوتا ہے اور ان کا انشراح موقوف ہے خلاصی پر حاصل یہ کہ آج کا دن مشابہ ہے یوم الجزاء کے اور اس میں آپ سبب ہیں ہماری خلاصی کے جس کا طریقہ شعر آئندہ میں آتا ہے اور شعر بالا میں چوں شرط ہے اور شعر ثانی جزاء اور مصرعہ ثانیہ شعر بالا کا جملہ معترضہ حاصل جملہ شرطیہ کا یہ ہے کہ وہ عارف تھا بادشاہ کا اور خصوصیت سے یہی مراد ہے اور جملہ معترضہ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر شناسائی زیادہ ہوتی ہے دل کھلا ہوا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ یہ امر طبعی اور مشاہد اور موافق عادت کے ہے اور گستاخی اور جرات سے یہی مراد ہے نہ کہ بے باکی و بے حیائی اور اس میں من وجہ اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اسی طرح عارف حق ایک گونہ حق تعالیٰ کے ساتھ بے تکلف ہوتا ہے مگر ادب کے ساتھ اور قرینہ اس اشارہ کا اوپر کے بعض اشعار میں بھی اس عارف شاہ کے حالات سے انتقال

ہے عارف حق کے حالات کی طرف کمافی قولہ چشم عارف داں اماں الخ اور بعض اشعار میں عارف حق کے حالات میں عنوانی رعایت ہے اس عارف شاہ کے قصہ کی کمافی قولہ چشم من از چشمہا الخ کماذ کرثم آگے تتمہ ہے کلام کا یعنی جب آپ ہی سبب ہیں خلاصی کے تواب) اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا (شب کا) چلنا (اوروں سے) مخفی ہے (مگر مجھ پر ظاہر ہو گیا آگے بیان ہے کہ کا ہے کا وقت آ گیا۔ یعنی اس بات کا) کہ براہ کرم ڈاڑھی ہلا دیجئے خیر کے ساتھ (یعنی ہماری خیر اس کے ساتھ مقرون ہے) ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا۔ (جس کا رات تذکرہ تھا مگر) ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی (چنانچہ) ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی (اور) ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں وہ (ہمارا) ہنر فی جیدھا حبل من مسد (کی مثال) ہے (یہ آیت ابولہب کی بیوی کی شان میں ہے وزن شعر کے سبب من نہ آسکا یعنی اس کی گردن میں دوزخ میں مضبوط رسی کی مشابہ زنجیر ہوگی کذافی تفسیری مطلب یہ کہ سبب عقوبت کا ہو گیا اور اس میں انتقال ہے وخامت عاقبت حیل دنیویہ کی طرف اشارۃً اور دوسرے مصرعہ میں صراحۃً یعنی) مرنے کے دن ان فنون سے (کچھ) مدد نہ ملے گی (اور مراد ان ہنروں سے ان چوروں کے صرف وہ فنون ہیں جو سرقہ میں معین ہیں جیسے خاک کو سونگھ کر خزانہ بتلا دینا کہ یہ مفضی ہوا سرقہ کی طرف جو کہ سبب ہے عقوبت کا اسی طرح کمند ڈال کر چڑھ جانا اسی طرح نقب لگانا ان سب کا سبب سرقہ ہونا ظاہر ہے اور کتے کی آواز پہچاننا اور تاریکی میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لینا یہ اس عموم میں داخل نہیں چنانچہ آگے جز ہماں خاصیت میں صورت شناسی کا استثناء بھی ہے اور نیز اوپر بھی اس کے منافع وخواص مذکور ہو چکے ہیں جس کی مناسبت سے معرفت حق کے فضائل و برکات مفصلاً مذکور ہوئے تھے اور صورت شناسی یعنی آواز کی شناخت کی مدح عنقریب آتی ہے خاصیت در گوش الخ اور اس میں یہی استماع للحق کی نافعیت وکفایت اجمالاً مذکور ہوگی اور اس صورت شناسی وصوت شناسی کا نافع ہونا ظاہر بھی ہے چنانچہ ایک کا نفع تو ظاہر ہوا کہ بادشاہ کے ترحم کا سبب ہوا اور دوسرے سے بھی اگر کام لیا جاتا تو وہ سبب ہو جاتا چوری سے بچ جانے کا کیونکہ اس صوت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بادشاہ ہمارے ساتھ ہے تو چاہئے تھا کہ سرقہ سے رک جاتے مگر کام نہ لینے سے اس کا نفع ظاہر نہ ہوا اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر یہ دونوں وصف نافع تھے تو پھر گرفتار کیوں ہوئے جواب یہ ہے کہ گرفتاری یا سبب گرفتاری یعنی سرقہ میں ان وصفوں کو دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے یہ گرفتاری سرقہ سے ہوئی جس کا ان وصفوں سے کوئی تعلق نہیں اسی واسطے آگے ان دونوں کا استثناء ہے ایک کا یعنی صورت شناسی کا نقطاً دوسرے کا یعنی صوت شناسی کا معنیً چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ سب فنون مضر تھے) بجز اسی خاصیت اس خوش حواس کے کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) وہ سب ہنر تمامی غول طریق تھے بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی (جس نے شناسائی کو واسطہ بنا کر اوپر کی گفتگو کی جس کا اثر یہ ہوا اور یہی سبب اس استثناء کا ہے کہ) بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی پیشی کے دن (از بار بمعنے بارگاہ یعنی دربار یابار یافتن یعنی حاضر شدن ہر دو معنی در غیاث ست وتفسیر ہر دو بلفظ یعنی از احقر اور شرم) اس لئے (آ گئی) کہ شب میں روئے شاہ پر اس کی نظر تھی (مخفف نظارہ بمعنی نگریستن بفتح وتخفیف از غیاث یعنی بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی کہ جب اس نے رات کے دیکھنے سے دن کو پہچان لیا تو میری رفاقت اور محبت اس کو اولاً اور دوسروں کو اس کے واسطے سے محقق ہو گئی تو ایسے شخصوں کو کیا سزا دوں جن کو میرا رفیق ہونا معلوم ہے تو اصل سبب شرم کا یہ ہے مگر اس کا سبب معرفت ہے اور اس کا سبب شب کا دیکھنا ہے تو شب کا دیکھنا سبب بعید ہوا ظہور وتحقق رفاقت کا اس کی طرف منسوب کر دیا یہ تو استثناء لفظاً تھا صورت شناسی کا آگے معنیً استثناء ہے صوت شناسی کا بعد ایک توطیہ کے کہ اس میں بھی ایک شناسندہ شاہ کی مدح

ہے یعنی) اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا اس کا لقب خود سگ (اصحاب) کہف رکھنا چاہئے (کہ اس نے بھی شاہان دین کو پہچانا تھا اس لئے ساتھ ہولیا تھا تو اس شعر کے مضمون کو ماقبل سے بھی مناسبت ہوئی کہ ماقبل میں ایک شناسندہ کی مدح تھی اور اس میں ایک شناسندہ کی مدح ہے اور مابعد سے بھی مناسبت ہے کہ مابعد میں اس سگ شناسندہ کی آواز شناس کی مدح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنکھ کی خاصیت والا بوجہ معرفت اچھا تھا اور اسی معرفت کے سبب یہ سگ بھی اچھا تھا اسی طرح ایک کے) کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی کیونکہ اس خاصیت والا بانگ سگ کے سبب شیر (یعنی شاہ) سے آگاہ تھا (جس کی ممدوحیت کی تقریر تمہید شعر جز ہماں خاصیت الخ میں لکھ چکا ہوں اور اس میں اشارہ ہے استماع للحق کی نافعیت کی طرف جس کے ذکر کا وعدہ تمہید مذکور میں احقر نے کیا ہے تقریر اس کی یہ ہے جو کہ بعض حواشی میں لکھی ہے یعنی مرتبہ صاحب دید از ہمہ بالاترست واگر آں نبود مرتبہ شنید کہ بگفتن کسے از حق آگاہ شود ہم کمالے ست اھ کما قال تعالیٰ **وقالو الو کنا نسمع او نعقل الخ** جس کا حاصل یہ ہے کہ محقق نہ ہو تو مقلد ہی ہو اور اس کا دوسرے درجہ میں ہونا عنوان ہم نیکو بود سے بھی ظاہر کر دیا ہے اور مراد دید سے بصیرت ہے یہاں تک مضمون مقصود مقام ختم ہو چکا آگے سگ کے فعل مذکور یعنی آگاہی از شاہ پر متفرع کر کے ایک مستقل مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں یعنی) جب (یہ بات معلوم ہے کہ) سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسبان کے (جیسا قصہ میں بھی مذکور تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ) وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں (یعنی بزرگوں) کی شب خیزی سے (اور یہ ظاہر ہے کہ جو شب کو بیدار رہے گا دوسرے کی شب خیزی سے بھی آگاہ ہوگا اور قصہ میں بھی مع زیادت شناخت شاہ مذکور تھا پس جب سگ میں یہ خاصیت ہے تو اس سے یہ مضمون سمجھو کہ) ہاں بدناموں سے (کسی بدنامی کے سبب) ننگ رکھنا نہ چاہئے (بلکہ) ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہئے (چنانچہ کتا بدنام تو ہے مگر اس میں دیکھو یہ ایک وصف کیسے کام کا ہے کہ قابل عمل ہے اسی طرح ظاہری و عرفی ذلت پر نفرت نہ کرے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو اس کو تتبع کر کے اس کا اتباع اور اس کی قدر کرے البتہ اگر بدنام کے ساتھ بدکام بھی ہو تو اس سے بغض فی اللہ کا معاملہ ضروری ہے بلکہ اگر چہ بدنام نہ بھی ہو اور مقصود یہاں صرف یہ مضمون ہے نہ کہ کتے کے فضائل بیان کرنا جس سے اس کے اقتناء کی نہی پر شبہ ہو سکے اہل نظر کی عادت ہے کہ حیوانات بلکہ جمادات تک سے عبرت حاصل کیا کرتے ہیں جیسا بکثرت ان حضرات کے بلکہ حکماء کے کلام میں بھی فرضی مکالمات حیوانات و نباتات و جمادات کے مذکور ہیں جن کا مبنی یہی ہے گلستان کے اول ہی میں اس قسم کی ایک حکایت ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — و لیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آگے بھی اسی مضمون کی تفصیل ہے کہ) جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو تو خود (دوسروں کو تو اس کا) نام ڈھونڈنا اور خام (و ناقص) ہونا نہ چاہئے (یعنی صرف اس نام پر مدار کار نہ رکھے کہ یہ خام شدن ہے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو جس کی مثال آگے ہے یعنی) اے شخص بہت زر ایسا ہوتا ہے کہ اس کو (قصداً) سیاہ رنگ کر دیتے ہیں تا کہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے (دیکھنے والے اس کی سیاہی دیکھ کر لوہا وغیرہ سمجھ کر چھوڑ

دیں فی الغیاث سیہ تاب رنگے باشد سیاہ بنفسجی کہ آہن صیقل دیدہ را بہ آب لیموں وگرمی آتش رنگ کنند اھ اور اس وقت وہ زر بزبان حال کہتا ہے کہ) ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے۔ (اے طالب دونوں آنکھیں کھول (اور) ہماری طرف آ کہ پاس آ کر کسوٹی سے پتہ لگے گا دور دور جاہل ومحروم رہے گا حاصل اس مضمون کا وہی ہے جو شعر ہیں زبدنا ماں الخ کی شرح میں مذکور ہوا ہے آگے اس کی تائید میں گاوِ بحری کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کے گوہر شب چراغ کے حاصل کرنے کے لئے تاجر اس پر گارا رکھ دیتا ہے پھر موقع سے اٹھالیتا ہے تو دیکھو اگر کوئی شخص صرف ظاہر پر نظر کرے تو گارا ہے چنانچہ یہی سمجھ کر وہ گاؤ دریائی اس کو چھوڑ دیتی ہے مگر اس کے باطن میں کیسا بے بہا گوہر ہے چنانچہ تاجر اس راز سے آگاہ ہے وہ نہیں چھوڑتا)۔

فائدہ:۔ شعر سگ چو بیدار ست کا مصرعہ اول شرط ہے اور مصرعہ ثانیہ بحذف عاطف اس پر معطوف ہے اور شعر مابعد ہیں زبدنا ماں الخ جزا ہے اور میری تقریر ترجمہ سے بھی یہ ترکیب ظاہر ہوتی ہے اور اس مثال میں اور اسی طرح اس سے اوپر زر سیہ تاب کی مثال میں اشارہ اس طرف ہے کہ کبھی اہل کمال اپنے کمال کو اور کبھی ایزد متعال ان کے کمال کو قصداً بھی مخفی کر دیتے ہیں۔ لبعض الحکم من الابتلاء و نحوہ واللہ اعلم.

قصۂ آں گاؤ بحری کہ گوہر کاویانی از قعر دریا برآوردہ شب بر ساحل دریا نہد و در درخش وتاب آں می چرد و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاؤ از گوہر دورتر رفتہ باشد بازرگاں بلجم و باگل تیرہ گوہر را پوشاند و بر درخست گریزد

اس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دور چلا جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت پر بھاگ جاتا ہے۔

گاو آبی گوہر از بحر آورد	بنہد اندر مرج و گردش می چرد
دریائی گاؤ دریا سے گوہر کو نکال کر لاتا ہے	سبزہ زار میں رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے
در شعاع نور گوہر گاو آب	می چرد از سنبل و سوسن شتاب
نور گوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی	سنبل اور سوسن جلدی جلدی چرتا ہے
زاں فگندہ گاو آبی عنبرست	کہ غذایش نرگس و نیلوفرست
اس لئے گاؤ آبی کا پس افگندہ عنبر ہوتا ہے	کیونکہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہیں
ہرکہ باشد قوت او نور جلال	چوں نزاید از لبش سحر حلال
جس کی غذا نور جلال ہو	کیونکر اس کے لبوں سے سحر حلال پیدا نہ ہو گا

ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل	چوں نباشد خانۂ او پر عسل
جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام ہو	کیونکر اس کا گھر پر عسل نہ ہو گا
می چرد در نور گوہر آں بقر	ناگہاں گردد ز گوہر دور تر
وہ گاؤ نور گوہر میں چرتا رہتا ہے	اچانک وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے
تاجرے بردر نہد وحل سیاہ	تاشود تاریک مرج و سبزہ گاہ
کوئی تاجر اس گوہر پر سیاہ کیچڑ رکھ دیتا ہے	تاکہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے
پس گریزد مرد تاجر بر درخت	گاو جویاں مرورا با شاخ سخت
پھر مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے	وہ گاؤ اس کو مضبوط سینگ لئے ہوئے ڈھونڈھتا ہے
چند بار آں گاؤ تازد گرد مرج	تا کند آں خصم را در شاخ درج
چند بار وہ گاؤ چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے	تاکہ اس مخالف کو سینگ میں لپیٹ لے
چوں ازو نومید گردد گاو نر	آیدآنجا کہ نہادہ بدگہر
جب وہ گاؤ نر اس سے ناامید ہو جاتا ہے	تو وہاں آتا ہے جہاں موتی رکھا تھا
وحل بیند فوق در شاہوار	پس زطیں بگریزد او ابلیس وار
کیچڑ دیکھتا ہے در شاہوار کے اوپر	پس کیچڑ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح
کاں بلیس از متن طیں کور و کرست	گاؤ کے داند کہ در گل گوہرست
کہ وہ ابلیس مابین الطین سے کور و کر ہے	گاؤ کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے
اہبطوا افگند جاں را در حضیض	از نمازش کرد محروم آں محیض
حکم اہبطوا نے روح کو پستی میں ڈال دیا	اس روح کو نماز سے محروم کر دیا اس حیض نے
اے رفیقاں زیں مقیل وزاں مقال	اتقوا ان الہویٰ حیض الرجال
اے رفیقو اس قیلولہ اور اس مقولہ سے	پرہیز کرو بتحقیق ہوائے نفسانی حیض الرجال ہے
اہبطوا افگند جاں را در بدن	تابگل پنہاں بود در عدن
حکم اہبطوا نے روح کو بدن میں ڈال دیا	تاکہ گل میں درعدن پنہاں ہو جاوے
تاجرش داند ولیکن گاؤ نے	اہل دل دانند ہرگل کاؤ نے
اس کو تاجر جانتا ہے اور گاؤ نہیں	اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا نہیں

ہر گلے کاندر دل او گوہریست	گوہرش غماز طین دیگریست
جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے	اس کا یہ گوہر دوسری گل کا مخبر ہے
واں گلے کز رش حق نورے نیافت	صحبت گلہائے پر در برنتافت
اور جس گل نے نور پاشی حق سے نور نہیں پایا	گلہائے پردر کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکا
ایں سخن پایاں ندارد موش ما	ہست برلبہائے جوبرگوش ما
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس ہمارے چوہے کی آواز	لب جو پر ہمارے کان میں ہے

دریائی گاؤ (گائے یا بیل) دریا سے گوہر کونکال کرلاتا ہے (اور) سبزہ زار میں (اس کو) رکھتا ہے اوراس کے گرد چرتا ہے (رات کو) ایسا کرتا ہوگا تا کہ اس کی روشنی سے نظر آوے) نورگوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی سنبل اور سوسن (وغیرہ) جلدی جلدی چرتا ہے اس لئے گاؤ آبی کا پس افگندہ عنبر ہوتا ہے کیونکہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر (وغیرہ لطیف اورخوشبودار نباتات ہیں) یہ ایک مشہور قول ہے بعض نے اس کورد کر کے عین **فی البحر یا نبات فی البحر** اس کی ماہیت لکھی ہے **کما نقله العلامة الشامی فی کتاب الطهارة** اور صاحب غیاث نے تحقیق کیا ہے کہ وہ ایک موم ہے جو زنبور عسل سے جس کی غذا انواع گیاہ خوشبودار ہے حاصل ہوتا ہے الخ آگے انتقال ہے کہ جس طرح گاؤ بحری کا خوشبو کھانا سبب ہوتا ہے خوشبو حاصل ہونے کا اسی طرح) جس کی (روحانی) غذا نور جلال (ذکر و طاعت) ہو کیونکر اس کے لبوں سے سحر حلال (کلام موثر) پیدا نہ ہوگا جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام (حق) ہو کیونکر اس کا گھر (یعنی دہن) پرعسل نہ ہوگا (نحل بفتحتین غنیمت و ہبہ من القاموس اشارہ ہے آیت **واوحی ربک الی النحل الی قوله کلی من کل الثمرات الی قوله یخرج من بطونها** اس آیت میں مذکور ہے کہ نحل سے عسل حاصل ہونا الہام سے مسبب ہے اسی طرح صاحب الہام کے منہ سے معارف ظاہر ہوتے ہیں جو مسبب ہیں الہام سے اور بعض نے خانہ سے مراد دل لیا ہے مگراس کو بطون نحل سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہوتا البتہ فم مثل خانہ عسل کے ظاہر اور مظہر عسل ہے غرض) وہ گاؤ نور گوہر میں چرتا رہتا ہے اچانک (چرتے چرتے) وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے (اس وقت) کوئی تاجر (جو اسی غرض سے وہاں گیا ہوا ہوتا ہے) اس گوہر پر سیاہ کیچڑ رکھ دیتا ہے تا کہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے (کیونکہ وہ موتی کو چھپا کر شعاعوں کو روک دیتا ہے) پھر (کیچڑ رکھتے ہی) مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے (اور) وہ گاؤ اس کو مضبوط سینگ لئے ہوئے ڈھونڈتا ہے چند بار وہ گاؤ چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے تا کہ اس مخالف کو سینگ میں لپیٹ لے (مگر وہ درخت پر مامون بیٹھا رہتا ہے پس) جب وہ گاؤ نر اس سے ناامید ہو جاتا ہے تو وہاں آتا ہے جہاں (اول) موتی رکھا تھا (مگر وہاں آکر) کیچڑ دیکھتا ہے (جو) در شاہوار کے اوپر (رکھ دیا گیا تھا) پس کیچڑ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح کہ وہ ابلیس (بھی) مابین الطین سے (یعنی مافی بطن الطین سے) کورو کر ہے (اسی طرح) گاؤ کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے (اس تشبیہ با بلیس میں اشارہ ہے اس کے سبب اباء کی طرف **خلقتنی من نار وخلقته من طین** پس اس نے صرف طین آدم کو دیکھا اس طین کے

اندر جو روح متصف بالکمالات تھی اس کو نہ دیکھا فی المنتخب متن مابین پر تیر تاسیان تیر اس شعر میں تو روح آدم علیہ السلام کا طین بدن میں مستور ہونا مذکور تھا آگے تمام بنی آدم کی روح کی یہی کیفیت کہ تکوینیہ ہے اور اس کے ساتھ بعض کے سوء اکتساب سے روح کی ایک دوسری کیفیت کہ اختیاریہ ہے بیان فرماتے ہیں کہ) حکم **اهبطوا** نے روح کو پستی میں (جس کی تفسیر آگے ہے در بدن) ڈال دیا۔ (یعنی ارواح کو حکم ہوا کہ نیچے زمین میں اترو اور زمین میں اترنا یہی ہے کہ بدن خاکی سے متعلق ہو جاؤ اور ممکن ہے کہ یہ **اهبطو** وہی ہو جو قصہ آدم علیہ السلام میں واقع ہوا ہے وہ تو جنت سے بدن بھی لے کر آئے اور دوسروں کے ابدان یہاں بنتے ہیں پھر روح متعلق ہو جاتی ہے تو اوروں کی صرف روح مخاطب ہوگی بضمن خطاب آدم علیہ السلام اسی لئے جمع کا صیغہ آیا حاصل دونوں توجیہ کا ایک ہی ہے سو یہ ہبوط تو اضطراری اور غیر مذموم تھا مگر یہ سبب ہو گیا بعض کے لئے بواسطہ سوء اکتساب کے دوسرے تنزل معنوی کا یعنی معاصی کا آگے اس سبب کی تقریب سے اس مسبب کا بھی ذکر کرتے ہیں ترہیب کے لئے **کما یدل علیه اتقو االآتی** یعنی) اس روح کو نماز (یعنی قرب) سے محروم کر دیا اس حیض (یعنی گناہ) نے (جس کا ذکر شعر آئندہ میں ہے الہوی حیض الرجال یعنی) اے رفیقو اس قیلولہ (یعنی عیش غیر مباح) اور اس مقولہ (یعنی تکلم بالجناح) سے پرہیز کرو تحقیق ہوائے نفسانی (مقرون بالمعصیت) حیض الرجال ہے (کہ مانع قرب حق ہے اس ہبوط معنوی کا ذکر اس کے سبب بعید یعنی ہبوط سوری کے ساتھ ایسا ہے جیسا قرآن مجید میں **انا عرضنا الامانة الی قوله حملها الانسان** کے بعد **انه کان ظلوما جهولا لیعذب الله** الخ ارشاد ہوا ہے ظاہر ہے کہ محض عرض یا حمل نہ ظلومیت و جہولیت کو مستلزم ہے نہ تعذیب کو مگر چونکہ بواسطہ وہ سبب ہو گیا اس کا اس لئے بصورت ترتب کے اس کا ذکر فرما دیا جیسا وہ اس کے مقابل یعنی یتوب کا بھی بواسطہ حسن اکتساب کے آیت میں سبب قرار دیا گیا اسی طرح از نماز ش کرد الخ میں بعد ہبوط اضطراری کے بصورت ترتب اس کا ذکر بھی لایا گیا آگے اسی **اهبطو** اور حضیض مبہم کی تفسیر ہے یعنی) حکم **اهبطوا** نے روح کو بدن میں ڈال دیا تا کہ گل (بدن) میں (روح کا) درعدن پنہاں ہو جاوے (اور جس طرح) اس (گوہر) کو تاجر جانتا ہے اور گاؤ نہیں (جانتا اسی طرح گوہر روح باکمال کو) اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا (باحث عن احکام الجسم) نہیں (جانتا آگے اہل دل دانند کا بیان ہے کہ) جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے (یعنی جس بدن میں کوئی روح صاحب کمال ہے) اس کا یہ گوہر دوسرے گل کا مخبر ہے (یعنی اس کو دوسرے بدن کی روح باکمال کا بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ ولی را ولی می شناسد اور جس گل نے (جو کہ اس مذکور کی ضد ہے کہ اس نے) نور پاشی حق سے نور نہیں پایا (یعنی وہ مہتدی نہ ہوا کما فی الحدیث المرفوع **ان الله خلق خلقه فی ظلمة فالقی علیهم من نوره فمن اصابه من ذلک النور اهتدی ومن اخطأه ضل** رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ وہ) گل ہائے پردر کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکا (چنانچہ معاندین کو اہل اللہ سے نفور دیکھا جاتا ہے آگے رجوع ہے قصہ موش و چغز واقعہ عشر سادس کی طرف کہ) یہ مضمون (مذکور اختفاء کمال درصورت ظاہر الابتذال) انتہا نہیں رکھتا (لکثرۃ جزئیاتہ اس لئے اس کو رہنے دو اور وہ قصہ پورا کرو کیونکہ) اس ہمارے چوہے کی آواز لب جو پر ہمارے کان میں ہے (جو چغز سے بول رہا ہے یعنی ہم اس قصہ کو بھولے نہیں)۔

رجوع کردن بقصۂ طلب کردن آں موش آں چغز را از لب جو و کشیدن او سر رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلب او

اس چوہے کے اس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تا کہ مینڈک پانی میں اس کے بلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرشتہ عشق رشتہ می کشد	بر امید وصل چغز بارشد
وہ عشق کا خمیر کیا ہوا ڈورے کو کھینچ رہا ہے	چغز صاحب رشد کی امید وصل پر
می تند بر رشتۂ دل دمبدم	کہ سررشتہ بدست آوردہ ام
تن رہا ہے رشتہ دل پر دمبدم	کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے
ہمچو تارے شد دل و جاں در شہود	تا سر رشتہ بمن روی نمود
مثل تار کے ہو گیا دل و جان مشاہدہ میں	تب کہیں یہ سر رشتہ مجھ کو نظر آیا ہے
چوں غراب البین آمد ناگہاں	در شکار موش و بردش زاں مکاں
جب فراق کا کوا آیا ناگہاں	شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے لے گیا
چوں برآمد بر ہوا موش از غراب	منسحب شد چغز نیز از قعر آب
جب چوہا غراب کے سبب ہوا میں آیا	تو چغز بھی قعر آب سے کھنچ گیا
موش در منقار زاغ و چغز ہم	در ہوا آویختہ پا در رتم
موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی	ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں
خلق می گفتند زاغ از مکر و کید	چغز آبی را چگونہ کرد صید
عام خلق کہہ رہے تھے کہ زاغ نے مکر و حیلہ سے	چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے
چوں شد اندر آب و چونش در ربود	چغز آبی کے شکار زاغ بود
وہ پانی کے اندر کیسے گیا اور اس کو کیسے اچک لیا	چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا
چغز گفتا ایں سزای آں کسے	کو چو بے آباں شود جفت خسے
چغز نے کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے	جو کہ بے آبروؤں کی طرح کمینوں کا قرین ہو جاوے
اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں	ہمنشین نیک جوئید اے مہاں
اے لوگو فریاد ہے یار ناجنس سے اے لوگو فریاد ہے	ہمنشیں صالح ڈھونڈو اے بزرگو

وہ عشق کا خمیر کیا ہوا (چوہا) ڈورے کو کھینچ رہا ہے چغز صاحب رشد کی امید وصل پر (اور) تن رہا ہے (یعنی عجب وناز کر رہا ہے) رشتہ دل (یعنی تعلق قلب) پر دمبدم کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے (یعنی اپنے علاقہ محبت کے استحکام پر خوش ہے کہ اس کا ایک ذریعہ میرے ہاتھ آ گیا اور اس سے کام لے کر جس وقت چاہتا ہے چغز کو کھینچ لیتا ہے جیسا شعر اول میں ہے اور وہ اپنی اس مشقت کے بعد کارگزاری و کامیابی پر اتراتا ہے اور کہتا ہے کہ) مثل تار کے ہو گیا (میرا) دل و جان (شوق) مشاہدہ میں تب کہیں یہ سر رشتہ مجھ کو نظر آیا ہے (یعنی مشقت اور سوچ میں میرا دل تار تار ہو گیا تب اس تدبیر کا ظہور ہوا پھر اس کا جو انجام ہوا اس کو ذکر فرماتے ہیں کہ) جب فراق کا کوا آیا نا گہاں شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے (اٹھا) لے گیا۔ جب چوہا غراب کے سبب ہوا میں آیا تو چغز بھی قعر آب سے کھنچ گیا (کیونکہ دونوں ایک رشتہ میں منسلک تھے اور بعض اقسام غراب کو جاہلیت میں سبب فراق احبا کا سمجھتے تھے اس سے یہ محاورہ ہو گیا مطلق منحوس اور مضر شے میں اور یہاں اس غراب سے نصرت کا وقوع ظاہر ہے کہ) موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں عام خلق (اس تماشہ کو دیکھ کر) کہہ رہے تھے کہ (دیکھو) زاغ نے مکر و حیلہ سے چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے (یعنی وہ (زاغ) پانی کے اندر کیسے گیا اور اس (چغز) کو کس طرح اچک لیا (ورنہ بھلا) چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا چغز نے (دل میں) کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے جو کہ بے آبروؤں کی طرح کمینوں کا قرین ہو جاوے (یعنی صحبت اشرار کا یہ نتیجہ ہے اور ایسی محبت چونکہ سبب ہوتا ہے بے آبروئی کا اس لئے ایسی صحبت والے کو تشبیہ دی بے آبروؤں کے ساتھ اور بے آبان میں عجیب لطیفہ ہے کہ وہ چغز آبی تھا اور موش بے آب تھا آگے مولانا نتیجہ قصہ کا بتائید شعر سابق فرماتے ہیں کہ) اے لوگو فریاد ہے یار نا جنس سے اے لوگو فریاد ہے ہمنشیں صالح ڈھونڈ وا اے بزرگو (نا جنس سے مراد بد کہ وہ نیکوں کا مجانس نہیں اور ہمنشین نیک جوئید میں اشارہ اس طرف ہے کہ چغز کو جو موش کی صحبت سے ضرر ہوا وہ اختلاف صنفی کے سبب نہیں ہوا اگر وہ عاقل ہوتا تو یہ اختلاف مضر نہ تھا کیونکہ وہ ایسی مہمل حرکت ہی نہ کرتا بلکہ اس لئے ضرر ہوا کہ وہ نیک یعنی عاقل نہ تھا پس مجانست سے مراد اوصاف حمیدہ میں اشتراک ہے نہ کہ جنس و نوع منطقی میں اسی طرح نا جنسی سے مراد اوصاف مذکورہ میں اختلاف ہے پس اب یہ شبہ بھی نہ رہا کہ انسان کو اگر انسان کی صحبت ہو وہ کیوں مذموم ہے وہ تو دونوں متجانس ہیں چنانچہ اشعار مابعد میں آگے کی سرخی تک یہی مضمون ہے اس تقریر میں وہاں تک کا ربط ظاہر ہو گیا)۔

عقل را افغاں زنفس پر عیوب	ہمچو بینی بدے بر روی خوب
عقل کو نفس پر عیوب سے فغاں ہے	جیسے بری ناک خوبصورت چہرہ پر
عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں	از رہ معنیٰ ست نے از آب وطیں
عقل اس سے کہتی تھی کہ جنسیت یقیناً	راہ اوصاف سے ہے نہ کہ آب و گل سے
ہیں مشو صورت پرست و ایں مگو	سر جنسیت بصورت در مجو
ہاں تو صورت پرست مت ہو اور یہ مت کہہ	حقیقت تجانس کو صورت سے مت ڈھونڈھ

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر	نیست جامد را ز جنسیت خبر
صورت مثل جماد اور مثل حجر کے ہے	جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں
جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے	می کشاند سو بسویش ہر دمے
روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے	وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچے لئے پھرتی ہے
مور داند کاں حبوب مرتہن	مستحیل و جنس من خواہد شدن
چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ حبوب	مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے
آں یکے مورے گرفت از راہ جو	مور دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو لے لیا	دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور دوڑتا
جو سوی گندم نمی تازد و لے	مور سوی مور می آید بلے
جو گندم کی طرف نہیں دوڑتا لیکن	ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آ رہی ہے البتہ
رفتن جو سوی گندم تابع ست	مور رابیں کو بجنس راجع ست
جو کا جانا گندم کی طرف تابع ہے	چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے
تو مگو گندم چرا شد سوی جو	چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
تو مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف	چشم کو صاحب معاملہ پر رکھ نہ کہ مقبوض پر
مور اسود برسر لبد سیاہ	مور پنہاں دانہ پیدا پیش راہ
سیاہ چیونٹی سیاہ نمدہ کی سطح پر ہو	تو چیونٹی مخفی رہے گی دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہو گا
عقل گوید چشم را نیکو نگر	دانہ ہرگز کے رود بیدانہ بر
عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ	دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا
زیں سبب آمد سوی اصحاب کلب	ہست صورتہا حبوب و مور قلب
اسی سبب سے اصحاب کی طرف کتا آیا	صورتیں حبوب ہیں اور قلب مور ہے
زاں شود عیسیٰؑ سوی پاکان چرخ	بدقفسہا مختلف یک جنس فرخ
اسی سے عیسیٰ علیہ السلام قدسیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں	قفس تو مختلف ہیں چوزے ایک جنس ہیں
ایں قفس پیدا و آں فرخش نہاں	بے قفس کش کے قفس گردد رواں
یہ قفس تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ خفی ہے	بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہو سکتا ہے

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر	عاقبت بیں باشد و حبر و قریر
اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہی کہ عقل اس کی حاکم ہو	وہ عاقبت بین ہو اور دانشمند اور خنک ہو
فرق زشت و نغز از عقل آورید	نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید
فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ	نہ کہ آنکھ سے کہ سیاہ و سفید سے حکایت کر دیتی ہے
چشم غرہ شد بخضرای دمن	عقل گوید برمحک ماش زن
آنکھ فریفتہ ہو گئی سرگیں پر جمے ہوئے سبزہ پر	عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا
آفت مرغست چشم کام بیں	مخلص مرغست عقل دام بیں
مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب بیں	مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام بیں
دام دیگر بد کہ عقلش در نیافت	وحی غائب بیں بداں سوزاں شتافت
ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل دریافت نہ کر سکی	وحی غیب بیں اس طرف اس سبب سے دوڑی
جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت	سوی صورتہا نشاید زود تاخت
جنس اور ناجنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے	صورتوں کی طرف جلدی دوڑنا نہ چاہئے
نیست جنسیت بصورت لی و لک	عیسیٰؑ آمد در بشر جنس ملک
جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے	عیسے علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے
برکشیدش فوق ایں نیلی حصار	مرغ گردونی چو چغزش زاغ وار
ان کو اس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا	طائر آسمانی نے مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے

(انتقال ہے قصہ سے طرف ارشاد کے جو اس سے اوپر کے شعر میں مجمل تھا یہاں مفصل ہے اور ربط کی تقریر اس شعر کی شرح میں مذکور ہو چکی ہے کہ تحذیر ہے صحبت ناجنس سے اور تفسیر ہے ناجنس کی یعنی ہم نے جو ناجنس سے فغاں بغرض تحذیر کیا ہے اس ناجنس سے مراد غیر متوافق فی الخلق بفتح الخاء نہیں بلکہ غیر متوافق فی الخلق بضم الخاء ہے چنانچہ اسی بناء پر روح اور نفس میں باوجود اس کے کہ حقیقۃ خلقیہ بفتح الخاء میں باہم متوافق یعنی جنس قریب میں شریک ہیں کہ جوہر مجرد کی دونوں نوع ہیں اگر روح اور نفس کچھ ذاتیات میں بھی مختلف ہوں یا اس معنے کر متوافق ہیں کہ نوع میں شریک ہیں اگرچہ دونوں میں عوارض ہی کا اختلاف ہو کہ داعی الے الخیر کو روح اور داعی الے الشر کو نفس کہا جاوے گو یہ دعوت الی الشر وامر بالسوء کبھی مجاہدہ وغیرہ سے بدل کر اُسکی صفت لوامہ و مطمئنہ ہو جاوے جیسے ایک اقلیم کا آدمی دوسری اقلیم میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی عادات راسخ کر لے لیکن اصل کے اعتبار سے وہ صنفاً مختلف ہی رہے گا اور اس طرح ان دونوں میں صرف اختلاف صنفی ہی ہو اور یہ دو احتمال اس لئے نکالے ہیں کہ ان کی حقیقت کسی دلیل قطعی سے معلوم نہیں ہوئی اور ذوقاً مجھ کو دوسرا احتمال اقرب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

حاصل یہ کہ روح نفس میں باوجودیکہ حقیقۃ خلقیہ بفتح الخاء میں باہم توافق ہے اور اس اعتبار سے ناجنس نہیں ہیں لیکن چونکہ حقیقۃ خلقیہ بضم الخاء میں باہم متوافق نہیں یعنی اوصاف میں مختلف ہیں چنانچہ نفس باعتبار اقتضاء اپنی اصل صنف کے امارہ بالسوء ہے اور روح آمر بالخیر ہے اس لئے اس اعتبار سے یہ ناجنس ہیں اور ہمارے اس کلام بالا میں کہ اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں ناجنس سے یہی مراد ہے پس اس بناء پر) عقل (یعنی روح صاحب قوت عاقلہ) کو نفس پر عیوب سے فغاں ہے (کہ وہ نفس عدم تجانس کے سبب باعتبار روح کے ایسا ہے) جیسے بڑی ناک خوبصورت چہرہ پر (روح کو بعنوان عقل تعبیر کرنے میں اشارہ ہے اس کے وصف دعوت الی الخیر کی طرف اس لئے کہ عقل کا اقتضاء للخیر مشہور ہے اور نفس کو پرعیوب کے ساتھ موصوف کرنا اس کے امارہ بالسوء ہونے پر صریح دال ہے تو دونوں وصف کے ذکر میں اقل درجہ ان کے اختلاف صنفی کی طرف اشارہ ہو گیا اور جس طرح ان دونوں وصف یعنی عاقلیت و معیوبیت کے ایراد میں دلالت ہوگئی روح اور نفس کے مختلف الاوصاف ہونے پر جس کا ذکر اس شعر کی تمہید کے آخر میں ہوا ہے اور شعر آئندہ میں بھی از رہ معنی ست میں اس کا ذکر ہوگا اسی طرح اسی شعر آئندہ میں روح اور نفس کے توافق فی الجنس یا فی النوع کو جس کا ذکر شعر عقل راافغاں الخ کی تمہید کے اول میں احقر نے کیا ہے بیان فرماتے ہیں اور اسی کو دیکھ کر احقر نے تمہید میں ربط ہر دو شعر اور توضیح معنے کے لئے لکھا تھا پس فرماتے ہیں کہ) عقل (یعنی روح) اس (نفس) سے (فغاں کے وقت) کہتی تھی کہ جنسیت یقیناً راہ اوصاف (باطنیہ) سے ہے نہ کہ آب و گل (یعنی صورت و حقیقت خلقیہ بکسر الخاء) سے (اور اے نفس مجھ کو یعنی روح کو تیرے ساتھ شرکت وصفی و خلقی بضم الخاء ہی نہیں گو شرکت صوری و خلقی بکسر الخاء ہو اس لئے تجھ سے میں فغاں کرتی ہوں آگے اسی تحقیق مذکور متعلق تجانس کی تفصیل و توضیح ہے بمقولہ مولانا پس فرماتے ہیں کہ) ہاں تو صورت پرست مت ہو (یعنی شرکت خلقیہ بالکسر پر نظر مت کر) اور یہ مت کہہ (کہ صورت معتبر ہے اور) حقیقت تجانس کو صورت (بالمعنی المذکور) سے مت ڈھونڈھ (آگے صورت بالمعنے المذکور کو کہ شامل ہے ذوی العقول کو بھی چنانچہ اسی بناء پر روح و نفس میں اوپر شرکت صوری کا حکم کیا گیا اس صورت کو تشبہ دیتے ہیں صورت بمعنی جسد محض کے ساتھ کہ غیر ذوی العقول میں سے ہے اور تشبیہ دیکر صورت مشبہ بہ کے لئے حکم مذکور عدم اعتداد بالصورۃ کا ثابت کر کے صورت شبہ کے لئے اس حکم کے اثبات سابق کی توجیہ کرتے ہیں کیونکہ صورت مشبہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود خفی الوجود ہے خفی تھے اور صورت مشبہ بہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود محسوس ہے ظاہر پس مقصود استدلال نہیں کیونکہ حکم مذکور نظری نہیں بدیہی ہے مگر چونکہ بدیہی جلی بھی نہیں بلکہ خفی ہے اس لئے تشبیہ و تمثیل سے اس کی توضیح مناسب ہوئی پس فرماتے ہیں کہ) صورت (جسدیہ) مثل جماد اور مثل حجر کے ہے (یعنی اگر اس کے ساتھ روح کا تعلق ملحوظ نہ ہو تو وہ ہوئی نفسہ جماد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ وہ مجموعہ ہے چند عناصر کا مثل دیگر جمادات کے اور مثل اس لئے کہا کہ اور جمادوں سے اس کو یہ فرق ہے کہ اس کے ساتھ بالفعل روح کا بھی تعلق ہے اس اعتبار سے مثل جماد کے ہوا لیکن فی نفسہ وہ جماد ہی ہے اور مقصود اس مقام پر یہی ہے خصوصیت مماثلت کی مقصود نہیں وسیاق القرینۃ علیہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور) جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں (دوسرا مقدمہ یہ ہوا وہذا قرینۃ ما اذعیت قبل والالم یتکرر الاوسط فلا ینتج نتیجہ یہ نکلا کہ صورت کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ یہ منضم ہوگا کہ جنسیت معتبرہ معتد بہا مجوث عنہا فی الفنون المقصودہ وہ ہے جس کی جنس کو خبر بھی ہو جس کی دلیل یہ حدیث ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف کہ اس میں ائتلاف کہ مستلزم ہے تناسب اخلاق و اوصاف کو جو حقیقت ہے تجانس کی مبنی کیا گیا ہے تعارف پر والضد علی الضد اور تعارف اور تناکر دونوں مستلزم ہیں

خبر وشعور کو اس سے صاف معلوم ہوا کہ جنسیت معتبرہ وہ ہے جس کی اس مجانس کو خبر بھی ہو پس جب صورت کو جنسیت کی خبر نہیں پس اس کا تجانس معتبر بھی نہیں پس ثابت ہوگیا کہ صورت میں تجانس کا اعتبار نہیں پس اس صورت مشبہ بہ میں تجانس کے غیر معتبر ہونے سے صورت مشبہ میں بھی تجانس کے غیر معتبر ہونے کی توضیح ہوگئی آگے اس صورت مشبہ بہ کی بے خبری از جنسیت کو کہ مطلوب تھا قیاس اول کا ایک مثال سے واضح کرتے ہیں جس میں ایک شبہ کا بھی دفع ہے جو اس مطلوب پر واقع ہوتا ہے کہ ہم تو جسد کو بھی حساس اور متحرک دیکھتے ہیں جس سے اس کی باخبری ثابت ہوتی ہے پھر یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوا حاصل دفع کا اس مثال کے بعد یہ ہوگا کہ اس کا حساس سمجھنا دھوکہ ہے وہ حساس نہیں بلکہ حساس روح ہے اسی طرح متحرک وہ خود نہیں اس کی محرک روح ہے پس وہ دعویٰ بلاغبار صحیح رہا تقریر مثال کی یہ ہے کہ) روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچے لئے پھرتی ہے (اور ایک شبہ مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی پر خود اس مثال سے واقع ہوسکتا تھا کہ دانہ اگر چیونٹی کی جنس نہیں ہے تو چیونٹی کو اس کی رغبت کیوں ہے اور اگر جنس ہے تو دانہ بے خبر ہے تو جنسیت کے لئے باخبری ضروری نہ ہوئی تو مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی کا غلط ہوگیا شعر آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ) چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ حبوب مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے (جیسا کہ غذا ہونے کے بعد ہوتا ہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ دانہ بالفعل تو چیونٹی کی جنس نہیں اور اس کی حالت بالفعل کی اس کا مدار رغبت بھی نہیں اس کو رغبت ہے آئندہ کے حالت کے اعتبار سے اور اس وقت وہ اس کی جنس ہو جاوے گا اور جب وہ جنس ہو چکے گا تو ذی روح ہونے کے سبب باخبر بھی ہوگا پس وہ مقدمہ بھی صحیح رہا اب ایک اور شبہ ہو سکتا تھا قیاس اول کے مطلوب پر کہ اگر اجساد باخبر نہ ہوتے تو ان میں باہم ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا کیسے ہوتا اور یہ بھی ویسا ہی شبہ ہے جیسا اسی مطلوب پر پہلے بھی ہوا تھا جس کا جواب جان چو مورالخ میں دیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح کا ہے تقریر جواب اسی مثال سے ہے کہ فرض کرو کہ) ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو (کا دانہ) لے لیا (اور) دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور دوڑنا (اختیار کیا فقولہ دو معطوف علے قولہ گندمی ومعمول کمثلہ لقولہ بگرفت یعنی دویدن گرفت اور پھر مثلاً وہ جو لینے والی چیونٹی گندم والی کی طرف چلی تو ظاہر ہے کہ) جو (خود) گندم کی طرف نہیں دوڑتا لیکن ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آرہی ہے البتہ (اور ظاہر میں کم بین ناحقیقت داں کو جو یہ معلوم ہوگا کہ جو جارہا ہے گندم کی طرف تو یہ) جو کا جانا گندم کی طرف تابع ہے (حرکت مور کے اور واقع میں) چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے تو (تعجب سے یوں) مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف (بلکہ) چشم کو صاحب معاملہ (یعنی مور) پر رکھ نہ کہ (اس کے) مقبوض پر (**وسماہ خصماً بمناسبة لفظ الرهن الذی یقتضی الفریقین الذین یختصمان احیاناً** حاصل جواب یہ ہوا کہ ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا بالذات نہیں بلکہ بواسطہ روح محرک کے ہے اب ایک شبہ اس جواب پر یہ ہے کہ ہم تو مشاہدۃً اجساد کو متحرک دیکھتے ہیں روح کا تو کہیں نشان بھی نہیں دیکھتے آگے اس کا جواب ایک مثال میں دیتے ہیں کہ فرض کرو کہ) سیاہ چیونٹی سیاہ نمدہ کی سطح پر ہو تو چیونٹی (نظر سے) مخفی رہے گی (اور) دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہوگا (لیکن) عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ (کیونکہ) دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا (حاصل جواب یہ ہوا کہ اسی طرح یہاں گو مشاہدہ روح کا نہیں ہوتا مگر دلیل عقلی سے ثابت ہے کہ وہی محرک ہے پس وہ مطلوب صحیح رہا اور مثال صورت مشبہ بہ سے حکم متعلق بصورت مشبہ واضح ہوگیا کہ جنسیت میں شرکت خلقیہ بالکسر معتبر نہیں شرکت خلقیہ بالضم معتبر ہے آگے اس حکم پر بعض تفریعات ہیں جن میں تفریع اول کے عنوان تعبیری میں مثال صورت مشبہ بہ کے الفاظ رعایت ہے یعنی) اسی (حکم مذکور

کے) سبب سے اصحاب (کہف) کی طرف کتا (دوڑ کر) آیا (کیونکہ) صورتیں (بمنزلہ) حبوب (کے) ہیں اور قلب (بمنزلہ) مور (کے) ہے (اوراس کلب کے قلب میں مثل اصحاب کہف کے توحید ومعرفت وحب حق تھی اس سے اس میں معنی جنسیت کے تھے گوصورۃ نوعیہ میں متخالف تھے یہ فرع ہوئی شرکت اوصاف کے معتبر وموثر ہونے کی اور عاریت مثال کی محض لفظا ہے اس مثال پر یہ تفریع نہیں آگے دوسری تفریع ہے یعنی اور) اسی (حکم مذکور کے سبب) سے عیسیٰ علیہ السلام قد سیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں (کہ ان سب کے) قفس (یعنی قوالب) تو مختلف ہیں (لیکن) چوزے (یعنی ارواح جواس تن میں ہیں) ایک جنس ہیں (یعنی گوایک بشر اور دوسرے ملائکہ ہیں مگر اوصاف روحیہ کے اشتراک سے اس میں تجانس ایسا تھا کہ اس کے بعض آثار نہایت ہی قوی وخارق عادت ظاہر بھی ہو گئے کہ وہ ملحق بالملائکہ ہو گئے آگے روح کے اختفاء کو کہ وہی سبب ہو جاتا ہے حکم مذکور میں تشکیک کا فرماتے ہیں جیسا شعر مذکور مورا سودالخ میں بھی اس کو فرمایا تھا یعنی) یہ قفس (یعنی قالب) تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ (یعنی روح) خفی ہے (لیکن عقل سے سمجھنا چاہئے کہ) بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہوسکتا ہے (یہاں قالب کی تشبیہ بہ قفس اس اعتبار سے نہیں کہ طیر مقید فی القفس قفس کو لئے پھرتا ہے یہ تو واقع کے خلاف ہے بلکہ اوپر جو تشبیہ صرف باعتبار تقید الطیر فی القفس کے دے گئی ہے اسی اعتبار سے یہاں بھی اس عنوان سے تعبیر فرمادیا خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں اشارۃً اور اوپر کے ایک شعر عقل گویدالخ میں صراحۃً عقل کو اس تلبیس غلط انداز کا رافع بتلایا ہے اس لئے آگے عقل کی مدح کرتے ہیں کہ) اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہے کہ عقل اس کی حاکم ہو (کہ اپنی ادراکات میں اس کی تابع رہی جہاں اپنے مشاہدہ کو اس کے حکم کے خلاف دیکھے اپنی عقل سمجھے اور اس کے اتباع کے سبب) وہ عاقبت بین ہو اور دانشمند اور خنک (یعنی روشن) ہو (افسوس ہے کہ اہل سائنس مشاہدہ بلکہ تخمین کے ایسے غلام ہیں کہ اس دولت اتباع عقل صحیح سے بالکل محروم ہیں آگے بھی تتمہ ہے مدح کا کہ) فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ نہ کہ آنکھ سے کہ (صرف) سیاہ وسفید سے حکایت کردیتی ہے (یعنی محض الوان کا ادراک کرتی ہے حقائق کا ادراک نہیں کرسکتی یہ کام عقل ہی کا ہے اس لئے آنکھ نے دانہ کو متحرک دیکھا اور ابدان کو مجتمع ومتلاقی دیکھا اور بشر اور کلب کی صورت مختلف دیکھی اور قالب عیسوی کو ملائکہ کا مغائر دیکھا اور دھوکہ میں پڑ گئی عقل نے سب جگہ رہبری کی آگے کچھ امثلہ سے عقل کی ترجیح چشم پر ذکر فرماتے ہیں کہ) آنکھ فریفتہ ہو گئی سرگیں پر جمے ہوئے سبزہ پر (مگر) عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا (تا کہ اس کی پوری حالت واقعیہ معلوم ہونے پر وہ فریفتگی نہ رہے اسی طرح اس کی اور مثال ہے کہ) مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب بین (یعنی جو صرف دانہ کو دیکھتی ہے اور) مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام بین (یعنی جو جال کو بھی دیکھ کر مرغ کو بچاتی ہے اسی طرح علوم نافعہ میں بھی مشاہدات کے اغلاط والتباسات کو دلائل صحیحہ عقلیہ ہی رفع کرتے ہیں اب چونکہ مدح عقل سے احتمال یہ بھی تھا کہ شاید کوئی شخص احکام سمعیہ ثابتہ بالوحی پر بھی اس کو ترجیح دینے لگے اور افسوس ہے کہ اہل سائنس اس بلا میں بھی مبتلا ہیں اس لئے آگے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ گو عقل کو ہم نے اس شعر میں دام بین کہا ہے یعنی رافع التباس وکاشف حقیقت لیکن) ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل (مذکور) دریافت نہ کرسکی وحی غیب بین اس (عقل کی) طرف اس مسبب سے دوڑی (کہ عقل اس دام کو نہ سمجھ سکی اور پھنسنے یا پھنسانے کے قریب ہے میں اس کو رہبری واطلاع کردوں مطلب یہ کہ بعض اغلاط ایسے خفی ہیں جیسے مبداومعاد کے متعلق اشتباہات وشکوک ہیں کہ جن لوگوں نے محض عقل کا اتباع کیا جیسے فلاسفہ وامثالہم ومنہم **بعض من یدعی العقل فی عصرنا** وہ ان اغلاط سے نہ بچ سکے ان اغلاط سے وحی نے پردہ اٹھایا اور اسی لئے اس کو غیب

میں کہا یعنی کوئی غلطی کیسی ہی غائب و مختفی ہو وہ اس کے ادراک کا سبب اور ذریعہ بن جاتی ہے پس غیب بینی بمعنی غیب یابی کے سبب کو غیب بیں کہا گیا اور شتافتن میں اشارہ ہے رحمت حق کی طرف کہ جس طرح بچہ کو کنوئیں میں گرنے سے بچانے کے لئے اس کا شفیق باپ دوڑتا ہے اس شعر میں استعمال عقل کی تعدیل کر کے آگے پھر عود ہے تجانس میں اوصاف کے معتبر اور صورت کے غیر معتبر ہونے کا اور اس کے ادراک کے لئے عقل سے کام لینے کا جو رافع التباس ہے پس فرماتے ہیں کہ) جنس اور ناجنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے (جو بتلاتی ہے کہ اس میں اوصاف کا اعتبار ہے پس اوصاف ہی کا اعتبار کرنا چاہئے اور) صورتوں کی طرف جلدی (یعنی بے سوچے سمجھے) دوڑنا نہ چاہئے (کیونکہ) جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے (بلکہ جنسیت اوصاف سے ہے چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے (اسی سبب سے) ان کو اس نیلے قلعہ (یعنی آسمان) پر کھینچ لیا طائر (قدسی) آسمانی نے (یعنی ملائکہ نے بامرحق بالرفع) مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے (مصرعہ ثانیہ میں دو تشبیہ ہیں جو چغز اور زاغ وار تشبیہ اول کا مشبہ عیسیٰ علیہ السلام اور تشبیہ ثانی کا مشبہ طائر گردونی یعنی جس طرح چغز کو زاغ لے گیا بتبعیت موش کے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ لے گئے بتبعیت اوصاف مشترکہ کے اور یہ تشبیہ صرف بر کشیدن میں ہے نہ کہ وصف مضرت میں جیسا اس قصہ کے ایراد کا مبنیٰ وہی مضرت تھا یہاں اس کا اعتبار نہیں کیا گیا آگے قصہ ہے اس حکم کی تاکید و تائید میں کہ جنسیت کا مدار تناسب فے الوصف ہے نہ تشارک فی النوع کہ عبدالغوث کوئی آدمی ہوگا اس میں مناسبت اوصاف جن سے تھی سالہا سال ان ہی میں رہا پھر اتفاق سے اپنے وطن میں آ گیا مگر اس مناسبت کی کشش سے پھر ان ہی میں چلا گیا اور اپنے گھر والوں میں باوجودیکہ ان کا ابن النوع تھا نہ رہ سکا واللہ اعلم اس قصہ کی کیا تفصیل اور حقیقت ہے معلوم نہیں)۔

قصہ عبدالغوث و ربودن پریاں او را و سالہا در میان پریاں ساکن شدن و بعد ازاں بشہر خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن و از پریاں ناشکیفتن بحکم جنسیت و ہمدلی با ایشان

عبدالغوث کا قصہ اور اس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں میں رہنا اور اس کے بعد اپنے شہر میں آ جانا اور اولاد کو دیکھنا اور پریوں سے صبر نہ کرنا ان کے ساتھ ہم جنس اور ہمدل ہونے کی وجہ سے

بود عبدالغوث ہم جنس پری	چوں پری نہ سال در پنہاں پری
عبدالغوث جنات کا ہم جنس تھا	بمثل جنات کے نو سال خفیہ اڑنے میں
چونکہ بر بودند او را از وطن	گشت ناپید از فرزند و ززن
جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے	وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے
شد زنش را نسل از شوی دگر	واں یتیمانش ز مرگش در سمر
اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے	اور اس کے وہ یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے
کہ مر او را گرگ زد یا رہزنے	یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
کہ اس کو بھیڑیئے نے مار لیا یا کسی ڈاکو نے	یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ میں

جملہ فرزندانش در اشغال مست	خود نگفتندے کہ بابائے بدست
اس کے تمام فرزند کاروبار میں مست رہتے	یہ بھی نہ کہتے کہ کوئی بابا بھی تھا
بعد نہ سال آمد آں ہم عاریہ	گشت پیدا بازشد متواریہ
وہ نو سال کے بعد آیا وہ بھی عارضی طور پر	ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا
یک بیک فرزند و زن را دید باز	گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
یکا یک فرزندان کو دیکھا	پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا
یک مہے مہمان فرزندان خویش	بود وزاں پس کس ندیدش رنگ پیش
ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان	رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ سامنے نہ دیکھا
برد ہمجنسی پریانش چناں	کہ رباید روح را زخم سناں
جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی	جیسا کہ روح کو زخم سناں اڑا دیتی ہے

عبدالغوث جنات کا ہمجنس تھا (اور) مثل جنات کے نو سال خفیہ اڑنے میں (رہا) جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے (اور خفیہ اڑنا یا تو اس طرح ہوگا کہ وہ جنات اس کو پکڑے ہوئے اڑتے ہوں گے یا دفعۃً بخطف جن غائب ہونے کو اڑنا کہہ دیا اور ان میں رہنے سے اس میں دوسرے اوصاف بھی ان کے مناسب پیدا ہو گئے ہوں گے) اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے اور اس کے وہ یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے (جو شعر آئندہ میں ہے) کہ اس کو بھیڑیئے نے مار لیا یا کسی ڈاکو نے (قتل کر دیا) یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ (غار وغیرہ) میں (گر گیا) اس کے تمام فرزند (اپنے) کاروبار میں مست (یعنی منہمک) رہتے۔ یہ بھی نہ کہتے کہ (ہمارے) کوئی بابا بھی تھا (یعنی خاص تعلق کے طور پر یاد نہ کرتے تو یہ منافی نہ ہوا اس اوپر کے مضمون کے کہ وہ اس کی موت کی حکایت بیان کیا کرتے پھر اتفاقاً) وہ نو سال کے بعد آیا (اور) وہ (آنا) بھی عارضی طور پر ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا (التاء للمبالغۃ کمافی العلامۃ) یکا یک فرزند و زن کو دیکھا (اور) پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اس کا راز نہ دیکھا ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ (چہرہ کا اپنے) سامنے نہ دیکھا (چونکہ مبصرہ کو ادراک لون ہی کا ہوتا ہے اور جہت مقابل ہی سے یہ ادراک ہوتا ہے اس لئے رنگ اور پیش کہا گیا آگے دوسری بار جانے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی جیسا کہ روح کو زخم سنان اڑا دیتی ہے (کہ پھر عود ہی نہیں کرتی وہ بھی ایسا ہی غائب ہوا کہ پھر عود ہی نہیں کیا وجہ تشبیہ یہی ہے اور یہ دوبارہ جانا ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قسراً نہیں ہوا قصداً و شوقاً ہوا ان میں رہ کر ان سے موانست و مناسبت بڑھ گئی ہوگی کہ وہ یاد آئے اور یہاں جی نہ لگا ان کا مقام وغیرہ جانتا ہو چلا گیا جیسا بعض نسخ میں سرخی کی عبارت میں بشہر آمدن کے بعد یہ الفاظ بھی زائد ہیں واز پریاں ناشکیفتن بحکم جنسیت و ہمدلی با ایشاں)۔

فائدہ:۔ کئی سال ہوئے مدرسہ دیوبند میں ایک نوعمر بنگالی طالب علم جو صبیح تو نہ تھا مگر قدرے ملیح تھا تحصیل علم کرتا تھا ایک شب اس پر کچھ اثر ہوا جو جن کا اثر سمجھا گیا اس شب میں احقر وہاں حاضر تھا مجھ سے بھی اس نے قصہ بیان کیا تھا بعد چندے سنا گیا کہ اس کو جن اڑا لے گئے اور ایک حسین لڑکی کے سامنے جا بٹھلایا اور ہر قسم کے اسباب عیش و آرام کے وہاں مہیا پائے اور اس سے فرمائش کی گئی کہ اس سے نکاح قبول کر و اس نے رونا شروع کیا اور نامنظوری ظاہر کی اور بتصریح علما ہماری شریعت میں واقعی جن کے ساتھ آدمی کا نکاح جائز بھی نہیں پھر وہ لوگ اس کو اسی طرح لے کر اڑے اور سہارنپور کے جنگل میں چھوڑ گئے پھر وہ دیوبند پہنچا اور اس کے بعد رام پور چلا گیا۔ غالباً اخبار میں دیکھا تھا کہ وہاں سے بھی اسی طرح غائب ہو گیا پھر نہیں معلوم ہوا کہ کیا ہوا ممکن ہے کہ عبدالغوث کو بھی کوئی ایسا قصہ پیش آیا ہو مگر اتنا فرق رہا کہ عبدالغوث ان میں رم گیا اور یہ طالب علم ان سے رم کر گیا واللہ اعلم آگے قصہ سے انتقال ہے ارشاد کی طرف جس میں عود ہے مضمون سابق علی القصہ کی طرف کہ بیان تھا مدار جنسیت و خواص و آثار جنسیت کا چنانچہ قصہ کے قبل متصل ہی شعر نیست جنسیت بصورت الخ میں مدار جنسیت اور شعر بر کشیدش الخ میں بعض آثار جنسیت کا ذکر تھا آگے بھی قریب سرخی تک بعض میں مضمون اول بعض میں مضمون ثانی مذکور ہے کما یظہر لک بالمطالعۃ۔

چوں بہشتی جنس جنت آمدست	ہم ز جنسیت شود یزداں پرست
چونکہ بہشتی بہشت کی جنس ہے	جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے
نے نبیؐ فرمود جود و محمدہ	شاخ جنت داں بد نیا آمدہ
کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو	شاخ جنت کی جاں دنیا میں آئی ہوئی
مہرہا را جملہ جنس مہر خواں	قہرہا را جملہ جنس قہرداں
محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ	قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جان
لاابالی لا ابالی آورد	زانکہ جنس ہم بوند اندر خرد
لاابالی آدمی لاابالی کو لاتا ہے	کیونکہ وہ دونوں عقل کے نزدیک باہم ہمجنس ہیں
بود جنسیت در ادریسؑ از نجوم	ہشت سال او با زحل بد در قدوم
ادریس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت تھی	آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ ہم نشان رہے
در مشارق در مغارب یار او	ہم حدیث و محرم اسرار او
مشارق میں مغارب میں اس کے رفیق رہے	اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے
بعد غیبت چونکہ آورد او قدوم	در زمیں می گفت او درس نجوم
بعد غیبت کے جبکہ تشریف لائے	تو زمیں میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے

پیش او استارگاں خوش صف زدہ	اختراں در درس او حاضر شدہ
ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے	کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے
آنچنانکہ خلق آواز نجوم	می شنیدند از خصوص و از عموم
اس طرح سے کہ خلائق کواکب کی آواز	سنتے تھے خواص میں سے بھی اور عوام میں سے بھی
جذب جنسیت کشیدہ تا زمیں	اختراں را پیش او کردہ مبیں
جذب ۔جنسیت زمین تک کھینچ لائی	کواکب کو ادریس علیہ السلام کے سامنے بیان کنندہ کر دیا
ہر یکے نام خود و احوال خود	باز گفتہ پیش او شرح رصد
ہر ایک نے اپنا نام اور اپنا حال	ان کے سامنے مثل شرح آلات رصدیہ کے کہہ دیا
چیست جنسیت یکے نوع نظر	کہ بداں یابندہ درہمدگر
جنسیت کیا چیز ہے ایک ہی قسم کی نظر ہونا	کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں
آں نظر کہ کرد حق دروے نہاں	چوں نہد در تو تو گردی جنس آں
جو نظر کہ حق تعالیٰ نے اس شخص میں رکھی ہے	جب تجھ میں رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا
ہر طرف چہ می کشد تن را نظر	بے خبر را کہ کشاند با خبر
ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جسد کو نظر	بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے باخبر
چونکہ اندر مرد خوی زن نہد	او مخنث گردد و گاں می دہد
جبکہ مرد کے اندر عورت کی خاصیت رکھ دے	تو وہ مخنث ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا
چوں نہد در زن خدا خوی نری	طالب زن گردد آں زن سعتری
جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے	تو وہ عورت طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنیوالی ہونے لگی
چوں نہد در تو صفات جبرئیلؑ	ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تیرے اندر جبریل علیہ السلام کی صفات رکھ دے	تو مثل بچہ طائر کے تو عالی کی طرف راہ ڈھونڈھنے لگے
منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا	از زمیں بیگاہ عاشق بر سما
تو منتظر رہے ہوا میں تاک لگائے ہوئے	زمیں سے بیگانہ آسمان پر عاشق
چوں نہد در تو صفتہای خری	صد پرت گرہست بر آخر پری
جب تیرے اندر خری کی صفات رکھ دے	تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں تب بھی تو آخور ہی پر اڑے گا

از پےٴ صورت نیامد موش خوار	از خبیثی شد زبون موش خوار
صورت کے سبب موش بے قدر نہیں ہے	خبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب ہوگیا
طعمہ جوی و خائن وظلمت پرست	از پنیر و فستق و دوشاب مست
لقمہ جو ہے اور خائن ہے اور ظلمت پرست ہے	پنیر اور پستہ اور شیرہ انگور سے مست ہے
باز اشہب را چو باشد خوئے موش	ننگ موشاں باشد و عار وحوش
اگر باز سفید میں موش کی خصلت ہو	تو وہ ننگ موشاں اور عار وحوش ہو جاوے گا
خویٴ آں ہاروت و ماروت اے پسر	چوں بگشت و دادشاں خوئے بشر
ان ہاروت و ماروت کی خصلت اے پسر	جب بدل گئی اور ان کو بشر کی خصلت دیدی
در فتادند از لنحن الصافون	در چہ بابل بہ بستہ سرنگون
تو وہ مقام لنحن الصافون سے گر گئے	چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندھے ہوئے ہیں نگونسار ہیں
لوح محفوظ از نظر شاں دور شد	لوح ایشاں ساحر و مسحور شد
لوح محفوظ ان کی نظر سے دور ہو گئی	ان کی لوح ساحر اور مسحور کا شغل رہ گیا
پر ہمان و سر ہماں ہیکل ہماں	موسیٰؑ برعرش و فرعونے مہاں
سروہی اور پروہی ہیکل وہی	موسے علیہ السلام تو عرش پر اور فرعون ذلیل

(ربط اوپر بیاں ہو چکا یعنی جنسیت کے مدار وآثار کا مزید بیان یہ ہے کہ) چونکہ بہشتی بہشت کی جنس (یعنی اس کے ساتھ مناسبت رکھتا) ہے (اسی) جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے (یہ مناسبت اس حدیث سے ثابت ہے ان اللہ تعالیٰ خلق للجنة اهلا و خلق للنار اهلا رواه مسلم كذافي المشكوة اور) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو شاخ جنت کی جان دنیا میں آئی ہوئی (الفاظ حدیث مرفوع کے یہ ہیں السخاء شجرة في الجنة فمن كان سيحنا اخذبغصمن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله الجنة والشح شجرة في النار فمن كان شحيحاً اخذ بغصن منها فلم يتركه الغصن حتى يدخله النار رواه البيهقي في شعب الايمان كذافي المشكوة پس جنت کے ساتھ جنتی کی مناسبت تو حدیث اول سے ثابت ہوئی اور جنت کے ساتھ عبادت کی مناسبت حدیث ثانی سے ثابت ہوئی اور ایک مقدمہ بھی اس کے ساتھ منضم کیا جاوے یعنی مناسبت کا مناسب مناسب ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی اور عبادت میں بھی مناسبت ہوئی۔ پس اس مناسبت کی وجہ سے دونوں میں یہ ملابست ہوگی کہ جنتی فاعل ہوگا اور عبادت اس کا فعل ہوگا وہذا معنے قولہ ہم ز جنسیت شود یزداں پرست اور محمدہ مصدر میمی مبنی المفعول ہے اور عطف تفسیری ہے جود کا شاید اشارہ اس طرف ہو کہ جود سے مراد وہ جود ہے جس سے عنداللہ محمود بھی ہو جاوے یعنی خالصاً للہ ہو نہ ویسا جود جس پر قیامت میں کہا جاوے گا لكنك فعلت ليقال هو جواد فقد قيل رواه مسلم كذافي المشكوة اور دوسری عبادات

کا مناسب ہونا جنت کے ساتھ دوسرے دلائل سے ثابت ہے جن میں دلیل مشترک یہ ہے کہ وہ شرط ہیں دخول جنت کی نصاً اور تخصیص ذکری جود کی نمونہ کے طور پر ہے پس حکم مذکور سب عبادات کو عام ہو گیا یا محمدہ سے مراد مطلق نکوکاری کہ سبب ہے محمودیت کا تو عطف تغائر کے لئے ہوگا اور نبی فرمود کا تعلق اس کے ساتھ ان الفاظ سے نہ ہوگا کہ شاخ جنت داں الخ بلکہ دوسرے الفاظ سے ہوگا اور شاخ جنت داں الخ اس کے اعتبار سے روایت بالمعنے کے طور پر ہوگا اور جیسی ان مذکورات میں ایک دوسرے کی جنس ہے اسی طرح) محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ (اور) قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جاں (اور یہ بالکل ظاہر ہے اسی طرح) لاابالی (یعنی بیباک) آدمی لاابالی کو لاتا ہے (یعنی اس کا جاذب ہے) کیونکہ وہ دونوں عقل کے نزدیک باہم مجنس ہیں (والجنس یمیل الے الجنس اسی طرح) ادریس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت (یعنی ان سے مناسبت) تھی (موہوب یا مکسوب ریاضت سے واللہ اعلم اس لئے) آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ کے ہم نشان رہے (یعنی) مشارق میں (اور) مغارب میں اس (زحل) کے رفیق رہے (اور) اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے (اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ وہ حیات دنیویہ ہی میں آسمان پر پہنچ گئے اور زحل اہل ہیئت کے مشہور قول پر فلک ہفتم پر ہے شاید مقصود مولانا کا اس آسمان کی تعیین ہو کہ وہ آسمان ہفتم پر پہنچے تھے چونکہ وہاں بقول مشہور زحل بھی ہے پس دونوں کا ایک مسکن ہوا اور ممکن ہے کہ اس کے ساتھ علاوہ مساکنت کے کوئی اور روحی مناسبت بھی ہو جیسا کہ بعض عملیات سے بھی کواکب کے ساتھ کچھ مناسبتیں پیدا کر لی جاتی ہیں مولانا کے طرز کلام سے شعر در مشارق کے مصرعہ ثانیہ میں اسکا بھی دعویٰ معلوم ہوتا ہے پس مصرعہ اولیٰ دال ہوگا شرکت مساکنت پر کہ جب وہ فلک زحل کو لیکر چلتا تھا جس سے زحل کے لئے مشارق و مغارب ثابت ہوتے تھے تو اُن مشارق و مغارب میں ادریس عالیہ السلام بھی اُسکے قریب ہوتے تھے اور مصرعہ ثانیہ دال ہوگا مناسبت روحیہ پر اور اس دعویٰ کے کل مقدمات شہرت پر مبنی ہیں جن میں بعض کی شہرت تو اس وقت بھی ہے اور بعض کی مولانا کے وقت میں غالباً شہرت ہوگی اگر ثابت بھی نہ ہوں تو اصل مقصود مقام میں کوئی قدح نہیں کہ وہ مستقل دلائل سے ثابت ہے آگے ادریس علیہ السلام کے قصہ کی تمیم ہے اور وہ بھی مبنی علی المشہور ہوگا یعنی) بعد غیبت کے جبکہ (واپس) تشریف لائے تو زمین میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے (یعنی کواکب کے آثار و خواص کو جن پر وہاں رہ کر مطلع ہوئے تھے جن میں سے زحل کا تو اوپر ذکر ہوا ہے اوروں پر مطلع ہونا بھی کسی دلیل سے مولانا کو ثابت ہو گیا ہوگا ظاہر فرماتے تھے اور اس سے علم نجوم کے بطلان میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ یہ خواص وہی ہوں جن کا منجمیں بلا دلیل دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور خواص ہوں کیونکہ مطلق خواص کا انکار تو شریعت نے بھی نہیں کیا بلکہ بعض کا تصریحاً اور بعض کا اشارۃً اثبات کیا ہے **هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمرنوراوقال تعالی لاتنفروافی الحرحیث** اثبت الحرارة للشمس وقال تعالیٰ **ثم یهیج فتراه مصفرا** حیث اشارالی کون الشمس سببالاصفررہ اور یہ آثار مشاہدہ سے بھی ثابت ہیں تو اس کی نفی نص کیوں کرتی اسی طرح اور کچھ خواص واقعیہ علاوہ دعویٰ منجمین کے ہوں مگر وہ منقول نہ ہوں اس لئے اب ان کا دعویٰ بھی جائز نہ ہو جیسا رمل کے باب میں مسلم کی حدیث مرفوع ہے **کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاک کذافی المشکوة** آگے مجلس درس کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ اس جنسیت مذکورہ فی قولہ بود جنسیت در ادریس الخ کی وجہ سے) ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے (اور) کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے (اور) اس طرح سے (حاضر ہوتے) کہ خلائق (ان) کواکب (کے بولنے) کی آواز (جس کا ذکر عنقریب شعر ہر یکے نامہ الخ میں آتا ہے) سنتے تھے خواص میں سے

بھی اور عوام میں سے بھی (وہی) جذب جنسیت (جو کہ ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے گئی تھی وہی) زمین تک کھینچ لائی کواکب کو (اور ان کو اس نے) ادریس علیہ السلام کے سامنے بیان کنندہ کر دیا (جس کا بیان یہ ہے کہ ان کواکب میں سے) ہر ایک نے اپنا نام اور اپنا حال ان کے سامنے مثل شرح آلات رصد یہ کے کہہ دیا (یہ تشبیہ اقوی کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ آلات رصد یہ سے اتنے احوال مفصل نہیں معلوم ہوتے صرف احکام سیر کے معلوم ہوتے ہیں بلکہ تشبیہ اشہر واعرف کے ساتھ ہے کہ آلات رصد یہ کا اس غرض کے لئے موضوع ہونا معروف ہے **فھو کقولہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوۃ الایہ فی الغیاث** رصد چوترہ کہ بہ بلندی ہفت صد گز بر قالہ کوہ بلندی سازند و منجمان برآں نشستہ احوال کواکب معلوم کنند الی آخر **ماقال اطال و افادو اجاد** اور شعر جذب جنسیت الخ میں مع شعر بالا بود جنسیت الخ یہ بتلا دیا کہ اس جنسیت کے دو اثر ظاہر ہوئے ایک صعود ادریس علیہ السلام کا دوسرا ہبوط کواکب کا اور کواکب کا آنا اور بولنا جو ذکر فرمایا ہے کوئی قول اس باب میں ہوگا اور بولنے میں تو صرف عوام کو اشکال ہو سکتا ہے کہ بے جان چیزیں کیسے بولیں لیکن سہل جواب یہ ہے کہ اس کو خرق عادت پر محمول کیا جاوے اور کواکب کے آنے میں اہل علم کو یہ اشکال واقع ہوگا کہ ستارے بعضے تو زمین سے بھی بڑے ہیں اور بعضے اگر زمین سے بڑے نہ ہوں تب بھی بہت بڑے ہیں اگر بہت سے جمع ہو کر آئے تو مجلس میں کیسے سماویں گے بلکہ ایک ستارہ کے لئے بھی مجلس کافی نہیں ہے تو اس حکم کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یا تو اس قضیہ کو استارگان الخ اختران الخ غیر مسورہ ہونے کے سبب قوۃ جزئیہ میں کہا جاوے تو جو ان میں سے بڑے ہیں ان کو یہ حکم شامل نہ کہا جاوے ان کے خواص پر مطلع ہونے کا دوسرا طریقہ ہوگا اور جو ز میں میں آ سکتے ہیں ان کا آنا علی سبیل الاجتماع نہ مانا جاوے بلکہ دو دو چار چار کی حاضری فرض کی جاوے تا کہ صف زدہ صادق آ سکے باقی یہ کہ مجلس ایک کے لئے بھی کافی نہ ہوگی تو ممکن ہے کہ بالکل زمین پر مستقر نہ ہوں قریب زمین کے آ جاویں یعنی فضاء کے ایسے حصہ میں رہیں کہ اس میں ان کی گنجائش ہو اور تا زمین کے معنے تا قرب زمین کہے جاویں اور گو اس وقت بھی بعید ہوں گے لیکن اضافی قرب کافی ہے اور آواز ان کی اگر بلند ہو تو اتنی دور سے بھی سنی جا سکتی ہے جیسے رعد کی آواز اور یہ سب اس وقت ہے جب آنا اور حاضر ہونا باشباحہا مانا جاوے ورنہ اگر بارواحہا مان لیا جاوے تو روح کے لئے کسی مقدار متعین کا ہونا ثابت نہیں ممکن ہے کہ اس میں یہ احکام بسہولت جاری ہو جاویں بعض حکماء بھی افلاک کے لئے ارادہ اور نفس کے قائل ہوئے ہیں اور اس صورت میں جس طرح ان کے ہبوط کو روحانی مان لیا ممکن ہے کہ ادریس علیہ السلام کا صعود بھی روحانی ہو یعنی ان کی روح کو ارواح کواکب سے کوئی خاص اتصال ہو گیا ہو جس کی ابتداء میں تو یہ کواکب کی طرف متوجہ ہوں ادراک اسرار کے لئے اور انتہا میں کواکب مسخر ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے ہوں کشف اسرار کے لئے اور یہ تقدیر قدرے قریب ہو جاوے گی تفسیر محقق و راجح کے کہ **رفعناہ مکانا علیاً** میں رفعت اور مکان اور علو سب معنوی ہیں حسی نہیں کما ہو المشہور اور معنے یہ ہوں گے کہ ہم نے ان کو بلند رتبہ پر پہنچایا ای من النبوۃ والصدیقیۃ المذکورتین فی الایۃ ونحوہما اور ہر حال میں یہ اوپر تمہید شعر بعد غیبت الخ میں بیان کر چکا ہوں کہ اصل مقصود مقام اس قصہ کے ان اجزاء مذکورہ پر موقوف نہیں آگے تجانس کی حقیقت بعض متجانسات کے اعتبار سے بیان فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت فرد ہے اس حقیقت اصطلاحیہ کی جو اشعار بالا عقل راافغاں الخ کے سیاق و سباق میں مذکور ہوئی ہے یعنی اشتراک فی الاوصاف اور ان اوصاف میں سے ایک وصف نظر اور فکر ہے پس اس میں جو دو شخص شریک ہوں ان کو بھی متجانس کہا جاوے گا چنانچہ اس شعر میں اسی کو فرماتے ہیں کہ) جنسیت کیا چیز ہے (آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) ایک ہی قسم کی نظر (دو شخصوں میں) ہونا کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں (یعنی اس تماثل نظر سے اس کو

اس کے اسرار کا ادراک ہو اور اس کو اس کے اسرار کا آگے اسی کی شرح ہے کہ) جو نظر کہ حق تعالیٰ نے (مثلاً) اس شخص میں (ودیعت) رکھی ہے جب (ویسی ہی نظر) تجھ میں (ودیعت) رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا (آگے وہ مضمون ہے جو سرخی ہذا سے تقریباً بیس شعر اوپر آیا تھا صورت آمد چوں جماد الخ جان چو مور الخ جس کا حاصل یہ تھا کہ تجانس اجساد میں معتبر نہیں کیونکہ وہ بے خبر ہیں ارواح میں معتبر ہے کہ وہ باخبر ہیں اور اس کی دلیل نہایت شرح وبسط سے ان ہی شعروں کی شرح میں گزر چکی ہے یہاں پھر اس مضمون کی طرف اس لئے عود کرتے ہیں کہ ابھی شعر چیست جنسیت الخ میں نظر کو مابہ التجانس کہا ہے اب عود کر کے یہ بتلاتے ہیں کہ بس تجانس بھی موصوف بالنظر میں ہوگا نہ کہ معرا عن النظر یعنی جسد میں اس کی بھی شرح وہاں دیکھ لی جاوے پس فرماتے ہیں کہ ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جسد کو (آگے خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) نظر (اور فکر کھینچ رہی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حرکت ارادیہ مسبوق بالقلم ہوتی ہے) بے خبر (یعنی جسد) کو کون کھینچ رہا ہے (ایک) باخبر (آگے بقیہ امثلہ تجانس کے لاتے ہیں یعنی) جبکہ مرد کے اندر (خدا تعالیٰ) عورت کی خاصیت رکھ دے تو وہ (اس زنانہ وصف کے سبب جنس اناث میں داخل ہو کر) مخنث ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا (اور اسی طرح اس کے برعکس) جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے تو وہ عورت (اس مردانہ وصف کے سبب جنس ذکور میں داخل ہو کر) طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنے والی ہونے لگے گی (سقری در ترکیب تفسیر ست طالب زن را کذا فی الغیاث فی معناہ بالفتح بمعنے زنے کہ باآلت چرمین بازن دیگر جماع کند اسی طرح) جب تیرے اندر جبرئیل علیہ السلام کے صفات (ملکوتیہ) رکھ دے تو مثل بچہ طائر کے تو (بھی) عالی کی طرف (کہ عالم غیب ہے) راہ ڈھونڈنے لگے (یعنی توجہ تیری عالی کی طرف ہو جاوے جیسا کہ مشاہد ہے اور) تو (اس صورت میں) منتظر رہے (یعنی) ہوا میں تاک لگائے ہوئے (اور) زمین (یعنی عالم سفلی) سے بیگانہ (غیر مانوس اور) آسمان (یعنی عالم علوی) پر عاشق (اسی طرح) جب تیرے اندر خری کی صفات (بہیمیت وغیرہ) رکھ دے تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں (جن سے عالم بالا کی طرف پرواز کر سکے یعنی اگر ترقی وعروج کے کتنے ہی اسباب تجھ کو حاصل ہوں) تب بھی تو آخور ہی پر اڑے گا (یعنی جلدی جلدی دوڑے گا کیونکہ اعتبار صفت کا ہے صورت کا نہیں پس ہر حال میں وہی فعل جو مقتضا صفت کا ہے ظاہر ہوگا آگے بھی صورت کے غیر معتبر اور صفت کے معتبر ہونے کی تائید بعض مواد سے ہے یعنی) صورت کے سبب موش بیقدر نہیں ہے (ورنہ کوئی بدصورت جانور عزیز نہ ہوتا والواقع خلافہ کالجاموش بلکہ) خبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب (اور شکار) ہو گیا (اور وہ خبث یہ ہے کہ وہ) لقمہ جو ہے اور (لقمہ جوئی میں) خائن ہے اور (خائن ہونے کی حالت میں) ظلمت پرست ہے (کہ ظلمت میں خیانت کا خوب موقع ملتا ہے آگے بیان ہے طعمہ جوئی کا کہ) پنیر اور پستہ اور شیرۂ انگور سے مست ہے (یعنی یہ اشیاء جن کو انسان لطیف المزاج اپنے لئے ذخیرہ کرتا ہے یہ ان کا حریص ہے اس سے مبغوض بھی ہے اور پھر ان کی طلب وحرص میں اپنی پناہ سے نکل کر ادھر ادھر پھرتا ہے تو اس حالت میں موش خوار جانور کا شکار ہو جاتا ہے پس مطلق زبونی وذلت بھی اور خاص زبونی یعنی صید بن جانا سبب ہوا اس کے اوصاف خبیثہ مذکورہ سے اور جب مدار ذلت موش کا یہ اوصاف خبیثہ ہیں تو ظاہر ہے کہ) اگر باز سفید میں (یعنی جس میں سیاہی پر سفیدی غالب ہو اور یہ صفت نفیس ہے) موش کی خصلت ہو (یعنی خبث حرص وغیرہ) تو (چونکہ مدار اوصاف ہی ہیں اس لئے) وہ ننگ موشاں اور عار وحوش ہو جاوے گا (باز اور موش دونوں وحوش میں سے ہیں آگے ایک اور مادہ سے اعتبار اوصاف کی تائید ہے کہ) ان ہاروت وماروت کی خصلت اے پسر جب بدل گئی اور ان کو (خدا تعالیٰ نے) بشر کی خصلت (یعنی شہوت

9-23-24 کاپی

وغیرہ) دیدی تو وہ مقام لنحن الصافون سے (جو کہ اس آیت میں مذکور ہے ومامنا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون) گر گئے چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندے ہوئے ہیں (اور) نگونسار (لٹک رہے) ہیں (اور) لوح محفوظ (جس کا وہ پہلے سے مطالعہ کرتے تھے) ان کی نظر سے دور ہوگئی (اور بجائے لوح محفوظ کے) ان کی لوح (جوان کے مطالعہ میں رہنے لگی) ساحر اور مسحور کا شغل رہ گیا (مراد اس شغل سے سحر ہے یعنی ان کا محل مطالعہ سحر رہ گیا یہ بناءً علے المشہور فرمادیا باقی اگر یہ ثابت بھی نہیں تب بھی موقوف علیہ ثبوت مدعا کا نہیں جیسا قصہ ادریسیہ میں لکھا گیا اور تحقیق اس کی احقر کی تفسیر میں ہے آگے ایک اور مادہ ہے اعتبار اوصاف وعدم اعتبار صورت کی تائید میں کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی صورت ظاہرہ یکساں ہے چنانچہ دونوں کا) سر وہی (یعنی جیسا ایک کا ویسا دوسرے کا) اور (یعنی دست و بازو) وہی ہیکل (کالبدی) وہی (مگر اختلاف اوصاف سے باہم اس قدر فرق ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام تو عرش (قرب) پر اور فرعون (طرد ولعنت سے) ذلیل۔

فائدہ:۔ پر کے معنے غیاث میں گوشہ وکنارۂ ہر چیز بھی لکھے ہیں دست و بازو بھی عرضاً جسد کے کنارہ پر ہیں اس لئے اس کے ساتھ تفسیر کی مگر کہیں منقول نہیں دیکھا اور بعض محشین نے لفظ پر کو اپنے ظاہر پر رکھ کر ہاروت و ماروت کے پر مراد لئے ہیں کہ ان کے پر وغیرہ بدستور باقی تھے یعنی ملکیہ میں تغیر نہ ہوا تھا سو اس بقاء صورت ملکیہ میں تو احقر کو کلام نہیں بلکہ اس کا قائل ہونا خود مقام کے زیادہ مناسب ہے کہ ذکر ہو رہا ہے صورت کے عدم اعتبار کا اور یہ حکم بقاء صورت کی تقدیر پر اظہر ہے لیکن دوسرا مصرعہ ذوقاً اس حمل سے آبی ہے اور وہ اس معنے پر چسپاں نہیں ہوتا جب تک کہ تکلف شدید نہ کیا جاوے اور وہ تکلف یہ ہے جو بعض محشین نے کیا ہے موسیٰ کنایت از معنے وصفات ملکی فرعونے کنایت از صورت ہاروت و ماروت الخ اور مجھ کو ذوقاً یہ بھی بہت بعید معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

درپۓ خوباش و باخوشخو نشیں	خو پذیری روغن و گل را ببیں
تو خصال کی طلب میں رہ اور خوشخصال کے پاس بیٹھ	گل اور روغن کی خوپذیری دیکھ لے
خاک گور از مرد حق یابد شرف	تانہد برگور او دل روی و کف
خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے	یہاں تک کہ اس کی گور پر قلب اپنا روی اور کف رکھتا ہے
خاک از ہمسائیگی جسم پاک	چوں مشرف آمد و اقبالناک
جب کہ خاک بوجہ ہمسائیگی جسم پاک کے	مشرف اور اقبال ناک ہے
پس تو ہم الجار ثم الدار گو	گردلے داری برو دلدار جو
پس تو بھی الجار ثم الدار کہہ	اگر تو قلب رکھتا ہے جا دلدار کو ڈھونڈھ
خاک او ہم سیرت جاں میشود	سرمۂ چشم عزیزاں میشود
اس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے	سرمۂ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے
اے بسا در گور خفتہ خاک وار	بہ زصد احیاء بنفع و انتشار
اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح سوتے ہوئے	بہتر ہیں صدہا زندوں سے نفع میں اور بشارت میں

سایۂ بود او و خاکش سایہ مند	صد ہزاراں زندہ در سایہ ونید
وہ سایہ تھا اور اس کی خاک سایہ مند ہو گئی	لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں

(شعراول میں بطور تفریع علی ماقبلہ کے ترغیب ہے تزکیۂ اخلاق اور محبت اہل تزکیہ کی اور اشعار باقیہ میں منافع و برکات مذکور ہیں اہل تزکیہ اور ان کی صحبت کے یعنی جب ثابت ہو گیا کہ اعتبار صورت کا نہیں بلکہ صفات و خصال کا ہے پس) تو خصال (حسنہ) کی طلب میں رہ اور (اس کی طلب و تحصیل کی اعانت و سہولت کے لئے) خوشخصال کے پاس بیٹھ (یعنی اس کی صحبت و تعلق اختیار کر اور اس صحبت کے نفع و تاثیر معلوم کرنے کے لئے) گل اور روغن کی خو پذیری دیکھ لے (کہ روغن میں پھول ڈالنے سے روغن میں اس کا اثر کیسے آ جاتا ہے اور کلام میں مجاز ہے کیونکہ خو پذیری تو فعل روغن کا ہوا اور منسوب کیا گیا مجموعہ کی طرف پس یہ نسبت مجموع کی طرف باعتبار اس کے ایک جز کے ہے اور کلام میں ایسا بہت شائع ہے اور ان کی صحبت کی تجھ میں تو کیوں نہ تاثیر ہوتی ان کی برکت تو ایسی ہے کہ ان کی قبر میں بھی سرایت کرتی ہے پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے یہاں تک کہ اس (مرد حق) کی (اس) گور پر قلب (طالب کا) اپنا روی اور کف رکھتا ہے (یعنی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے جواز تقبیل و لمس قبر کا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ روی اور کف قلب کا ہے اور نہادن کنایہ ہے توجہ سے اور یہ توجہ استفادۂ باطنہ کے لئے ہے اور اس سے استعانت ممنوعہ کا جواز لازم نہیں آتا اور ہر چند کہ مقصود توجہ سے مقبور ہے لیکن جہت توجہ تو قبر ہی ہے جیسے معبود حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں مگر جہت عبادت بیت اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ جہت ہونا بھی شرف ظاہر ہے اور بعض قبور کے لئے اور شرف بھی بدلیل مستقل ثابت ہے جیسے سید القبور یعنی قبر سید اہل القبور صلے اللہ علیہ وسلم آخر الدہور کے باب میں علماء نے لکھا ہے کہ جس خاک سے جسم اطہر ملصق ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے کذا حققہ العامۃ الشامیؒ آگے تفریع ہے مقبور کی شرف بالذات اور قبر کے شرف بالعرض پر کہ) جبکہ خاک بوجہ ہمسائیگی جسم پاک کے مشرف اور اقبالناک ہے پس تو بھی الجار ثم الدار کہہ (کہ اول ہمسایہ کو دیکھ پھر گھر لے اور) اگر تو قلب (سلیم) رکھتا ہے جا دلدار کو ڈھونڈھ (مراد دلدار سے مرشد کامل کہ محبوب خالق ہونے سے محبوب خلق بھی ہے تقریر تفریع کی یہ ہے کہ جب قبر کی یہ برکت اہل اللہ کے جوار سے ہے پس تو بھی ایسے جار کو تلاش کر کے اس کو اپنا محبوب و متبوع بنا اور جس مقام پر ایسا شخص ہو اس شخص کے لئے اس مقام کا بھی قصد کر آگے تاکید ہے مضمون خاک گور از مرد حق الخ کی یعنی) اس کی خاک (بعض برکات کے اعتبار سے) جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے (اس کا بیان یہ ہے کہ وہ) سرمۂ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے (سرمہ کی خاصیت ہے افزائش نور پس حاصل اس کا یہ ہے کہ صاحب نسبت کا نور نسبت اہل قبور کے فیض سے بڑھ جاتا ہے پس گویا اس شعر میں شعر خاک گور الخ کی تاکید کے ساتھ اس کے ایک جز و تا نہد بر گور او الخ یعنی توجہ کا ثمرہ بھی مذکور ہو گیا یعنی طالبان برکات اس طرف صرف متوجہ ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ توجہ مفید بھی ہوتی ہے اور لفظ سرمہ میں اشارہ اس فائدہ کی تعیین کی طرف بھی کر دیا جس کی تقریر اوپر کر چکا ہوں اور وہ تقویت ہے نسبت کی شرح اس کی یہ ہے کہ اہل قبور سے نسبت کا استفادہ تو نہیں ہو سکتا اس کے لئے تو صحبت حی کی ضرورت ہے۔ البتہ نسبت حاصلہ کی تقویت ہو جاتی ہے پس اس شعر میں دو مسئلے مذکور ہو گئے ایک اثبات افادۂ اہل قبور دوسرے تعیین فائدہ

حاصل من اہل القبور اور یہ فائدہ باوجودیکہ مستفاد اہل قبور سے ہے مگر نسبت کرنا قبور کی طرف ملابست کے سبب ہے کیونکہ ان میں بھی ایک قسم کی برکت ہونا بضمن شرح شعر خاک گور الخ مذکور ہو چکا ہے اور اس اثبات افادۂ اہل قبور میں مبالغہ ہو گیا مضمون شعر اول ترغیب صحبت اہل اللہ میں کہ جب وہ صحبت بعد ان کی ممات کے بھی نافع ہے تو ان کی حیات میں تو کس قدر نافع ہوگی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح (یعنی بے جان) سوتے ہوئے بہتر ہیں صدہا زندوں سے نفع میں اور بشارت میں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ (حیات میں مثل) سایہ (کے پناہ عالم) تھا اور (اس وجہ سے بعد ممات) اس کی خاک (بھی) سایہ مند ہوگئی لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں (اگر اس پر حکایت لاتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک سخی کے بھروسہ قرض کر لیا تھا کہ اس کو کچھ دیا کرتا تھا جب اس سے مانگنے کے لئے آیا تو وہ سخی مر چکا تھا بہت پریشان ہوا آخر خواب میں اس سخی نے بشارت دی کہ وہ اتنا روپیہ اس کے قرض کے لئے رکھ گیا تھا اس سے قرض ادا کیا گیا تو دیکھئے اس مردہ سے ایسا نفع ہوا کہ بہت سے زندوں سے بھی نہیں ہوتا اور جب مشتغل بالدنیا فی الظاہر سے ایسا وقوع میں آیا تو مشتغلین بالحق فی الظاہر والباطن سے کیا مستبعد ہے اور میں نے فی الظاہر اس لئے کہا کہ آگے ایک سرخی استغفار کردن الخ میں مولانا کے بعض اشعار سے اس محتسب کا خواص رجال سے ہونا معلوم ہوتا ہے من قولہ باز عقلش الخ)

داستان آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وامہا کردہ بود بر امید آں وعدہ و وظیفہ وا و را خبر نبود از وفات محتسب حاصل از ہیچ زندہ دام او گزاردہ نشد الا از محتسب متوفی گزاردہ شد چنانکہ گفتہ اند بیت لیس من مات فاستراح یمیت انما المیت میت الاحیآء

اس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اس کے وظیفہ اور وعدے کی امید پر اس نے قرض کر لئے تھے اور اس کو محتسب کے مر جانے کی خبر نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے جو مر گیا اور اس نے راحت پالی وہ مردہ نہیں ہے مردہ زندوں میں کا مردہ ہے

آں یکے درویش ز اطراف دیار	جانب تبریز آمد وام دار
ایک فقیر اطراف دیار سے	تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر
نہ ہزارش وام بود از زر مگر	بود در تبریز بدرالدیں عمر
اسکا قرضہ سکہ طلائی کے نو ہزار تھے	تبریز میں بدرالدین عمر تھا
محتسب بود و بدل بحر آمدہ	ہر سر مویش یکے حاتم کدہ
وہ محتسب تھا اور دل سے ایک دریا تھا	اس کا ہر سرمو ایک حاتم خانہ تھا
حاتم ار بودے گدائے او شدے	سر نہادے خاکپائے او شدے
اگر حاتم ہوتا تو اس کا گدا ہوتا	سر رکھ دیتا اس کے پاؤں کی خاک ہو جاتا

مصرع اول	مصرع ثانی
گر بدادے تشنہ را بحر زلال	وز کرم شرمندہ بودے زاں نوال
اگر وہ تشنہ کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا	تو بوجہ کرم کے اس عطا سے شرمندہ ہوتا
ور بکر دے ذرۂ را مشرقے	بود آں درہمتش نالائقے
اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا	تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی ناسزاوار تھا
برامید او بیامد آں غریب	کوغریباں رابدے خویش وقریب
وہ پردیسی ان کی امید پر آیا	کیونکہ وہ پردیسیوں کے لئے اپنے اور رشتہ دار تھا
بادرش بود آں غریب آموختہ	وام بیحد از عطایش توختہ
وہ پردیسی ان کے دروازے کا ہلا ہوا تھا	ان کی عطا سے بے حد قرض اتار چکا تھا
ہم بہ پشتی آں کریم او وام کرد	کہ بہ بخششہاش واثق بود مرد
اس سخی کے بھروسے پر اس نے قرض لیا	کیونکہ وہ ان کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا
لا ابالی گشتہ او و وام جو	برامید قلزم اکرام خو
وہ لاابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا	دریائے اکرام خصلت کی توقع پر
وام داراں رو ترش او شاد کام	ہمچوگل خنداں ازاں روض والکرام
قرض دار لوگ روترش تھے اور شاد کام تھا	مثل گل کے خنداں تھا اس بلغ کرام کے سبب
گرم شد پشتش ز خورشید عرب	چہ غمستش از سبال بو لہب
اس کی پشت آفتاب عرب سے گرم ہو گئی	تواس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاؤ دینے سے کیا غم ہے
چونکہ دارد عہد و پیوند سحاب	کے دریغ آید ز سقایانش آب
جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا رکھتا ہو	تو اس کو پانی دینے میں سقوں سے کیا بخل ہو گا
ساحران واقف از دست خدا	کےنہند ایں دست و پارادست و پا
ساحرلوگ جو کہ حق تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں	وہ ان دست و پا کو دست و پا کے رتبہ میں کب رکھتے ہیں
روبہے کہ ہست زاں شیر انش پشت	بشکند کلہ پلنگاں را بمشت
جس روباہ کی پشتی پر شیر ہو	وہ چیتوں کا کلہ گھونسہ سے توڑ ڈالے گی

(ربط اوپر ذکر ہو چکا اور سرخی میں صفت وظیفہ دار کی دلیل اس مقام کا آٹھواں شعر ہے بادرش بود الخ اور شعر عربی کا ترجمہ احقر نے مثنوی ہی کے ہم وزن اس طرح پر نظم کیا ہے۔

نیست مردہ مستریح از مرگ خود　　مرادہ ست آں زندہ کو بیکار شد

مضمون مقام یہ ہے کہ) ایک فقیر اطراف دیار سے تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر (آمد بمعنے رسید نہیں اس کے پہنچنے کا ذکر سرخی آئندہ کے مابعد میں آویگا بلکہ آمد بمعنی سامان آمدن کرد از سفر وغیرہ غالباً) اس کا قرضہ سکہ طلائی کے نو ہزار تھے (یعنی نو ہزار دینار اور) تبریز میں (آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں) بدرالدین عمر (نام کا ایک شخص) تھا (اور) وہ (عہدہ کے اعتبار سے) محتسب تھا اور (سخاوت میں) دل سے ایک دریا تھا (اور) اس کا ہر سر مو ایک حاتم خانہ تھا۔ اگر (اس کے زمانہ میں) حاتم (بھی) ہوتا تو اس کا گدا ہوتا (اور اس کے سامنے) سر رکھ دیتا (اور) اس کے پاؤں کی خاک ہو جاتا (اور سخاوت کے ساتھ کریم النفس ایسا تھا کہ) اگر وہ (کسی) تشنہ کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا (جو کہ ظاہر ہے کہ عطائے کثیر ہے) تو (بجائے اس کے کہ اس پر فخر کرتا اور الٹا) بوجہ کرم کے اس عطا سے (اس کو قلیل سمجھ کر) شرمندہ ہوتا (جیسا کریموں کا شیوہ ہے) اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا (کہ اس سے آفتاب طلوع ہوا کرے) تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی ناسزاوار تھا (یعنی وہ اپنی ہمت کے نزدیک اس کو بھی ادنیٰ درجہ کی بات سمجھتا تھا غرض) اس (محتسب) کی امید پر وہ غریب الوطن آیا کیونکہ وہ غریب الوطن لوگوں کا (گویا) عزیز اور قریب تھا وہ غریب الوطن اس کے دروازہ کا ہلا ہوا تھا (اور اس کے قبل) بے حد قرض اس کے عطا سے ادا کر چکا تھا (کذا فی الغیاث فی معنی توختن اور) اس (فقیر) نے اسی کریم کے اعتماد پر قرض لیا تھا کہ اس کی بخششوں پر وہ شخص وثوق رکھتا تھا (کہ میں جب جا کر کہوں گا فوراً اتنا دے دے گا کہ قرض ادا کروں گا پس) وہ لاابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا (اس) دریائے اکرام خصلت کی توقع پر (دوسرے) قرض دار لوگ (جو محتسب سے تعلق نہ رکھتے تھے غایت اندیشہ وغم سے) روترش تھے (کہ دیکھئے ہمارا قرض کس طرح ادا ہوگا اور) وہ شادکام تھا (اور) مثل گل کے خنداں تھا۔ اس باغ کرام کے سبب (مراد محتسب ہے یعنی جو کریموں میں ایسا تھا جیسے خشک وخاردار درختوں کے مقابلہ میں باغ وجہ تشبیہ تازگی وشگفتہ روئی اور بعض محشین نے دام داروں سے مراد قرض خواہ لئے ہیں لیکن شعر اول میں یہی لفظ آیا ہے اور وہاں یقیناً قرضدار مراد ہے پس اشتراک لفظ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے ولا دلیل آگے اس فقیر کی شادکامی کی مثال ہے کہ کوئی شخص فرض کرو کہ) اس کی پشت آفتاب عرب (یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم) سے گرم ہوگئی (ہو) تو اس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاؤ دینے سے (یعنی اس کی کبر وظلم وایذاء) سے کیا غم ہے (آگے دوسری مثال ہے کہ) جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا (یعنی سحاب سے) رکھتا ہو تو اس کو پانی دینے میں سقوں سے کیا بخل ہوگا (کیونکہ ان کے لینے سے سحاب تو خالی نہ ہوگا اور اس کی نظر اس پر ہے آگے تیسری مثال ہے کہ) ساحر لوگ جو کہ خدا تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں وہ ان (ظاہری) دست وپا کو دست وپا کے رتبے میں کب رکھتے ہیں (چنانچہ فرعون کی اس دھمکی سے متاثر نہ ہوئے آگے چوتھی مثال ہے کہ) جس روباہ کی پشتی پر شیر ہو وہ چیتوں کا کلہ گھونسہ سے توڑ ڈالے گی (کیونکہ اس کی نظر شیر پر ہونے سے وہ پلنگ سے نہ ڈرے گی جس طرح حضرت جعفر کی نظر حق پر تھی تو جمعیت کفار سے نہیں ڈرے آگے یہی قصہ ہے پھر اس سے دوسرے مضامین مناسبہ کی طرف منتقل ہوں گے)۔

آمدن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بگرفتن قلعہ تنہا و مشورت کردن ملک آں قلعہ با وزیر و دفع کردن وزیر ملک را کہ زنہار تسلیم کن واز جہل تہور مکن کہ ایں مرد مؤید ست از حق و جمعیت عظیم دارد در جان خویش

(حضرت) جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار سپرد کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اس شخص کو خدا کی تائید حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ جعفرؓ رفت سوئے قلعۂ	قلعہ پیش کام خشکش جرعۂ
جب جعفرؓ ایک قلعہ کی طرف گئے	قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ تھا
یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکر	تا در قلعہ بہ بستند از حذر
وہ تن تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے	یہاں تک کہ قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کر لیا
زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ	اہل کشتی راچہ زہرہ بانہنگ
کسی کی تاب نہ ہوئی کہ ان کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے	کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ
روئے آورد آں ملک سوئے وزیر	کہ چہ چارہ ست اندریں وقت اے مشیر
وہ بادشاہ وزیر کی طرف متوجہ ہوا	کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر
گفت آنکہ ترک گوئی کبر وفن	پیش او آئی بشمشیر و کفن
اس نے کہا یہی ہے آپ کبر اور فن کو ترک کریں	ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں
گفت آخر نے یکے مردیست فرد	گفت منگر خوار در فردی مرد
بادشاہ نے کہا آخر ایک ہی تو شخص ہے تنہا	وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کیساتھ نظر نہ کیجئے
چشم بکشا قلعہ را بنگر نکو	ہمچو سیماب ست لرزاں پیش او
آنکھ کھولئے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے	سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہو رہا ہے
شستہ در زیں آنچناں محکم پے ست	گوئیا شرقی و غربی باویست
یہ شخص زین کے اندر ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے	گویا شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں
چند کس ہمچوں فدائی تاختند	خویشتن را پیش او انداختند
چند شخص مثل فدائیوں کے دوڑے	اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا

ہر یکے را او بگرزے می فگند	سرنگونسار اندر اقدام سمند
یہ ایک ایک کو گرز سے گرا رہے تھے	گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے
دادہ بودش صنع حق جمعیتے	کہ ہمیزد یک تنہ بر امتے
حق تعالیٰ نے ان کو ایسی جمعیت عطا فرمائی تھی	کہ وہ یکہ و تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے
چشم من چوں دیدی روی آں قباد	کثرت اعداد از چشم فتاد
جب میری آنکھ نے اس عظیم الشان کا منہ دیکھا	تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی
اختراں بسیار خورشید اریکسیت	پیش او بنیاد ایشاں مند کیست
اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے	اس کے سامنے ان کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے
گر ہزاراں موش پیش آرند سر	گربہ را نے ترس باشد نے حذر
اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں	بلی کو نہ خوف ہوتا ہے نہ احتیاط
گر بہ پیش آیند موشاں اے فلاں	نیست جمعیت درون جان شاں
اگر بہت سے چوہے سامنے آ جاویں	ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے
ہست جمعیت بصورتہا فشار	جمع معنیٰ خواہ ہیں از کردگار
جمعیت بواسطہ صورتوں کے لغو ہے	جمعیت باطن کو حق تعالیٰ سے مانگ
نیست جمعیت ز بسیاری جسم	جسم را برباد قائم داں چو اسم
جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے	جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے
دردل موش اربدے جمعیتے	جمع گشتے چند موش از حمیتے
اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی	تو چند چوہے حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے
بر زندے چوں فدائی حملۂ	خویش را بر گربۂ بے مہلۂ
ایک حملہ میں اپنے کو فدائیوں کی طرح	بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے
آں یکے چشمش بکندے از ضراب	واں دگر گوشش دریدے ہم بناب
ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا	اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا
واں دگر سوراخ کردے پہلویش	از جماعت گم شدے بیروں شوش
اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا	جماعت کے سبب اس کی خلاصی مفقود ہو جاتی

لیک جمعیت ندارد جان موش	بجہد از جانش ببانگ گربہ ہوش
لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی	اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے
خشک گردد موش ازاں گربہ عیار	گر بود اعداد موشاں صد ہزار
اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو	وہ ایک لاغر بلی سے خشک ہو جاتے ہیں
از رمہ انبہ چہ غم قصاب را	انبہ ہش چہ بندد خواب را
گلہ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم	ہوش کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو
مالک الملک ست جمعیت دہد	شیر را تابر گلہ گوراں جہد
وہ مالک الملک ہے جمعیت دیتا ہے	شیر کو یہاں تک کہ گورخروں کے گلہ پر جا کودتا ہے
درزمانے شاں بسازد ترت ومرت	کس نیارد گفتنش از راہ پرت
تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے	اس کو کوئی یہ کہنے کا یارا نہیں رکھتا کہ راستہ سے ہٹ
صد ہزاراں گور دہ شاخ دلیر	چوں عدم باشند پیش ہول شیر
لاکھوں گورخر دس دس سینگ والے دلیر	ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں

جب جعفرؓ ایک قلعہ کی طرف (اس کو فتح کرنے) گئے (اور وہ) قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ (کی برابر) تھا (کہ اس سے سیری نہ ہوتی دوسری فتوحات کا اشتیاق ہوتا اس میں مبالغہ ہے کہ وہ تو وہ ان کا گھوڑا بھی ایسا شجاع تھا اور) وہ تن تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے یہاں تک کہ (قلعہ والوں نے) قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کر لیا کسی کی تاب نہ ہوئی کہ اس کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے (آگے مثال ہے کہ) کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ (مقابلہ کر سکیں) وہ بادشاہ (وہاں کا) وزیر کی طرف متوجہ ہوا کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر اس (وزیر) نے کہا (تدبیر) یہی ہے آپ کبر اور فن (حرب) کو ترک کریں (اور) ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں بادشاہ نے کہا آخر ایک ہی تو شخص ہے تنہا (پھر ایسی رائے کیوں دی جاتی ہے) وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کے ساتھ نظر نہ کیجئے۔ آنکھ کھولئے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے (کہ) سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہو رہا ہے (حقیقۃً بطور خارق کے ہوگا یا حکماً برعدۃ اہلہا) یہ شخص زین کے اندر (بے فکری سے) ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے گویا (تمام) شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں (چنانچہ دیکھئے کہ ان کی ابتداء آمد میں اہل قلعہ میں سے) چند شخص مثل فدائیوں کے (کسی کہ خود را فدائے مخدوم خود کند و افدوی ہم گویند ان کے مقابلہ کے لئے) دوڑے (تھے اور) اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا (تھا مگر) یہ ایک ایک کو گرز سے گرا رہے تھے گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے۔ حق تعالیٰ نے ان کو (اس وقت) ایسی جمعیت (قلبیہ) عطا فرمائی تھی کہ وہ یکہ تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے جب میری آنکھ نے (اس وقت) اس عظیم الشان کا منہ دیکھا تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی (اور معلوم ہو گیا کہ کثرت عدد کوئی چیز نہیں بلکہ

اصل چیز جمعیت ہے جس کا ذکر دادہ بودش میں ہوا ہے اور یہ فطری ہے یا بعد اکتساب ومجاہدات کے حصول نسبت سے وہبی ہے آگے مولانا اس کی چند مثالیں فرماتے ہیں کہ مدار جمعیت پر ہے۔

مثال اول:۔ اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے (لیکن) اس (خورشید) کے سامنے ان (کواکب) کی بنیاد ریزہ ریزہ (من الاندکاک مجردہ دک۔

مثال ثانی:۔ اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں بلی کو نہ (ان سے) خوف ہوتا ہے نہ احتیاط (ہوتی ہے) اگر بہت سے چوہے جمع ہوکر) سامنے آجاویں (مگر) ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے (اور بلی میں جمعیت ہے گو بلی ایک ہے اور چوہے کثیر پس معلوم ہوا کہ) جمعیت بواسطہ (جسمی) صورتوں کے لغو ہے (بلکہ) جمعیت باطن کو خدا تعالیٰ سے مانگ جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے (کہ اس کا قائم بالہواء ہونا بوجہ اس کے کہ وہ ایک صوت ہے ظاہر ہے پس اسی طرح مشبہ کو ناپائیدار ناقابل اعتبار سمجھ اور وجہ تشبیہ یہی نااعتباری ہے گو جسم ہوا پر قائم نہیں پس اس تکلف کی حاجت نہیں جو بعض محشین نے کیا ہے اجسام حیوانات بر انفاس قائم اند وانفاس ہوا اندا ھ) اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی تو چند چوہے (اپنی) حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے (کذا فی الغیاث فی معنے الحمیۃ بکسر الحاء وسکون المیم وتخفیف الیاء اور جمع ہوکر) ایک حملہ میں اپنے کو فدائیوں کی طرح بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے۔ ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا (غرض) جماعت (موشاں) کے سبب اس (بلی) کی خلاصی (کی صورت) مفقود ہو جاتی (یعنی کوئی سبیل اس کی خلاصی کی نہ رہتی) لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی (اس لئے) اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے۔ اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو وہ (سب) ایک لاغر بلی سے خشک ہو جاتے ہیں۔

مثال ثالث:۔ گلہ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم۔

مثال رابع:۔ ہوش (وحواس) کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو (بلکہ سب پر نیند غالب آکر سب کو فنا کر دیتی ہے)۔

مثال خامس:۔ جس کی تمہید یہ ہے کہ) وہ مالک الملک ہے جمعیت دیدیتا ہے شیر کو (یہاں سے مثال شروع ہوئی ہے) یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلہ پر جا کودتا ہے (اور) تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے (اور) اس کو (ان گورخروں میں سے) کوئی یہ کہنے کا یارا نہیں رکھتا کہ راستہ سے ہٹ (کذا فی الغیاث بالضم بر دواز راہ یکسو شو اھ بلکہ) لاکھوں گورخر وس سینگ والے دلیر ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں۔

مالک الملک ست بدہد ملک حسن	یوسفؑ راتا بود چوں مای مزن
وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے	ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی
در رخے بنہد شعاع اخترے	کہ شود شاہے غلام دخترے
کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے	کہ ایک بادشاہ ایک لڑکی کا غلام ہو جاتا ہے
بنہد اندر روی دیگر نور خود	کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد
وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے	جس سے وہ آدھی رات میں ہر نیک و بد کو دیکھ لیتا ہے

یوسفؑ و موسیٰؑ ز حق بردند نور	در رخ و رخسار و در ذات الصدور
یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور حاصل کیا تھا	رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی
روی موسیٰؑ بارقے انگیختہ	پیش رو او توبرہ آویختہ
موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا	ان کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا رہتا تھا
نور رویش آنچناں بردے بصر	کہ زمرد از دو دیدہ مار کر
ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا	جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے
اوز حق درخواستہ تا توبرہ	گردد آں نور قوی را ساترہ
انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ تا کہ نقاب	اس نور قوی کا ساتر بن جاوے
توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں	کاں لباس عارفے آمد امیں
ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کمبل کا بنا لو ہاں	کہ وہ بالیقین عارف کا لباس ہے
کاں کسا بر نور صبرے یافتہ است	نور جاں در تار و پودش تافتہ است
کہ اس کمبل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے	نور جان اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے
جز چنیں خرقہ نخواہد شد صواں	نور ما را بر نتابد غیر آں
بجز اس خرقہ کے اور کوئی چیز اس کا حائل نہیں ہو سکتا	ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی برداشت نہیں کر سکتا
کوہ قاف ار پیش آید بہر سد	ہمچو کوہ طور نورش بر درد
اگر کوہ قاف بھی بند کرنے کے لئے آ جاوے	تو مثل کوہ طور کے یہ نور اس کو بھی پھاڑ ڈالے
از کمال قدرت ابدان رجال	یافت اندر نور بیچوں احتمال
کمال قدرت سے مردان خدا کے ابدان نے	نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے
آنچہ طورش بر نتابد ذرۂ	قدرتش جا سازد از قارورۂ
جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا	قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آبگینہ میں
آنچہ طورش بر نتابد اے کیا	قدرتش اندر زجاجے ساخت جا
جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف	قدرت نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں کر دی
گشت مشکوٰۃ زجاجی جای نور	کہ ہمی درد زنور آں قاف و طور
مشکوٰۃ زجاجی اس نور کی جگہ بن گیا	کہ اس نور سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے

جسم شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زجاج	تافتہ برعرش و افلاک ایں سراج
ان کے جسم کو مشکوٰۃ جان ان کے قلب کو زجاج	یہ مصباح عرش و افلاک پر تاباں ہے
نور شاں حیران ایں نور آمدہ	چوں ستارہ زیں ضحیٰ فانی شدہ
ان کا نور اس نور سے دنگ ہو گیا	وہ اس نور چاشت سے فانی ہو گیا
زیں حکایت کرد آں ختم رسل	از ملیک لایزال لم یزل
اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے	بادشاہ ابدی و ازلی سے
کہ نگنجیدم در افلاک و خلا	در عقول و در نفوس باعلا
کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا میں	عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں
دردل مومن بگنجیدم چوضیف	بےزچون و بےچگونہ بےزکیف
قلب مومن میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں	بلا چوں اور بلا چگون اور بلا کیف کے
تابدلالی آں دل فوق و تحت	یا بدازمن پادشاہیہائے بخت
تا کہ اس قلب کی دلالی سے مخلوقات فوقیہ اور تحتیہ	مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پاویں
بے چنیں آئینہ ایں خوبی من	برنتابد نے زمین و نے زمن
بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو	کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان
بر دوکون اسپ ترحم تاختیم	پس عریض آئینۂ برساختیم
ہم نے دونوں عالم پر ترحم کا گھوڑا دوڑایا	بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا
ہردمے زیں آئینہ پنجاہ عرس	بنگر آئینہ و لے شرحش مپرس
ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے	آئینہ سنتا رہ و لیکن اس کی شرح مت پوچھ
حاصل آں کزلبس خویشش پردہ ساخت	کہ نفوذ آں قمر رامی شناخت
حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہی لباس سے اس کا پردہ بنایا	کیونکہ وہ اس قمر کے نفوذ کو پہچانتے تھے
گر بدے پردہ ز غیرلبس او	پارہ گشتے گر بدے کوہ دو تو
اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا	تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا
زاہنیں دیوارہا ناقد شدے	توبرہ بانور حق چہ فن زدے
لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا	نقاب تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا

گشتہ بود آں توبرہ صاحب تفے	بود وقت سوز خرقہ عارفے
وہ نقاب مصاحب حرارت عشق کا رہا تھا	سوز کے وقت وہ ایک عارف کا خرقہ رہ چکا تھا
گشتہ بود آں توبرہ ستار نور	زانکہ بود از خرقۂ یک با حضور
وہ نقاب نور کا ساتر ہو گیا تھا	اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور کے خرقہ کا جزو تھا
زاں شود آتش رہین سوختہ	کوست باآتش ز پیش آموختہ
آگ یا لوہا اس لئے چقماق کا مرہون ہے	کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خو آموختہ ہے
وزہوای و عشق آں نور رشاد	خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد
اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں	خود حضرت صفورا نے دونوں آنکھیں کھو دیں
اولاً بربست یک چشم و بدید	نور روی او وآں چشمش پرید
اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی	اوران کے چہرہ کے نور کو دیکھا اوران کی وہ آنکھ غائب ہوگئی
بعد ازاں صبرش نماند وآں دگر	برکشاد و کرد خرج آں قمر
اس کے بعد ان کو صبر نہ رہا اور وہ دوسری بھی	کھول دی اور اس ماہ پر بذل کر ڈالی
ہمچناں مرد مجاہد ناں دہد	چوں بردزونور طاعت جاں دہد
اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص روٹی حوالہ کرتا ہے	جب اس پرنور طاعت اثر کرتا ہےتو جان حوالہ کر دیتا ہے
پس زنے گفتش ز چشم عبہری	کہ زدستت رفت حسرت میخوری
پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم نرگسین سے	جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو
گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار	دیدہ بودے تاہمی کردم نثار
انہوں نے جواب دیا کہ یہ حسرت کرتی ہوں کہ ایک لاکھ	آنکھ ہوتی تاکہ میں نثار کر دیتی
روزن چشم زمہ ویراں شدست	لیک مہ چوں گنج درویراں نشست
میرا دریچہ چشم ماہ سے ویران ہو گیا ہے	لیکن ماہ خزانہ کی طرح ویرانہ میں جم گیا ہے
کے گزارد گنج کایں ویرانہ ام	یاد آرد از رواق و خانہ ام
خزانہ اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا ویرانہ	میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے
حق شنیدایں زود چشم باز داد	دید موسیٰ را زنورش ساز داد
حق تعالیٰ نے اس کو سنا بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں	موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور سے ان کو سامان دیا

از خزینہ خاص بد ویراں نشد	از نظر آں نور زو پنہاں نشد
خزانہ خاص سے تھا ویراں نہ ہوا	نظر کرنے سے وہ نور ان سے غائب نہیں ہوا

(اوپر ذکر تھا حق تعالیٰ کے ایک عطائے خاص یعنی ہیبت وجلال کا آگے اس امر کی تصریح کے لئے عطائے حق کسی خاص کمال وصفت میں منحصر نہیں ذکر فرماتے ہیں دوسری عطا یعنی حسن و جمال کا پھر دو ہی شعر کے بعد اس جمال سے جس کا منشاء حسن متعارف ہو منتقل ہو کر اس جمال کے متعلق مضمون فرماویں گے جس کا سبب نور حق ہو خواہ اس کا اثر صرف باطن پر ہو یا ظاہر پر بھی ہو پس ارشاد ہے کہ) وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی (خاص غیر مکدر ہوتا ہے یعنی ایسا صاف حسن عنایت فرمایا ہے اور یوسف میں یائے تنکیر قرینہ ہے اس کا کہ مراد مطلق حسین ہے جیسے حاتم سے کبھی مطلق سخی مراد لیتے ہیں) کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے کہ (اس کے سبب) ایک بادشاہ ایک (ادنیٰ) لڑکی (کنیز وغیرہ) کا غلام ہو جاتا ہے (یہ تو جمال معتاد تھا اور کسی کو دوسرا جمال غیر معتاد خارق عادت خواہ باطنی محض یا مع الظاہری عطا فرماتا ہے جس کا آگے بیان ہے یعنی) وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے جس سے وہ آدھی رات میں ہر نیک و بد کو دیکھ لیتا ہے (ظاہر یہ ہے کہ رخ سے مراد رخ باطن ہے **کما قالوا فی قولہ تعالیٰ انی وجھت و جھی للذی فطر الایہ لان المتوجہ الی اللہ تعالیٰ فی الاصل ھو القلب** پس یہ جمال باطنی محض ہے جس کا اثر ادراک حقائق وامتیاز بین الخیر والشر ہے جس کو نیک و بد کہا ہے اور نیم شب عبارت ہوگی اسباب تلبیس واشتباہ سے یعنی شبہات اس کو مانع نہیں ہوتے اور ممکن ہے کہ یہ نور کشف کو بھی شامل کہا جاوے تو خارق ہونا اور ظاہر ہو جاوے گا گو اول بھی عام حکماء کی حالت کے اعتبار سے خارق ہے اور قرینہ اس کے باطن ہونے کا یہ بھی ہے کہ اس جمال معبر بعنوان النور کا خاصہ ادراک فرمایا ہے فی قولہ کہ بہ بیند الخ حالانکہ جمال ظاہری کے لئے آلہ ادراک ہونا ضروری کیا بلکہ واقع بھی نہیں مدرک باسم المفعول البتہ ہوتا ہے آگے اس جمال غیر معتاد کا بیان ہے جو باطن کے ساتھ جسم پر بھی ظاہر ہو جیسے یوسف علیہ السلام کا حسن کہ سب کو معلوم ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا حسن کہ بعد تجلی طور کے بعض نے لکھا ہے کہ حسن کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا تھا جو دیکھ لیتا اندھا ہو جاتا تھا اس لئے آپ چہرہ پر نقاب رکھتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ بدیع الدین قطب الدار اسی شان موسوی سے مشرف تھے اس لئے ان کے چہرہ میں بھی یہی اثر تھا اور وہ بھی نقاب رکھتے تھے واللہ اعلم آگے دور تک یہی مضمون ہے یعنی) یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور (خاص) حاصل کیا تھا رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی (یعنی باطن میں بھی چنانچہ نبوت بلکہ ولایت کے لئے بھی لازم ہے اور ظاہر جسم پر بھی چنانچہ لکھا گیا) موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا (جس کے دیکھنے کی کوئی تاب نہ لاتا تھا اس لئے) ان کے چہرہ کے سامنے نقاب لٹکا رہتا تھا (بارق بمعنی روشن ست مبالغۂ روشنی را بارق گفتہ) ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے (نگاہ کو سلب کر لیتا ہے فی الحاشیۃ مار کر تاریکہ گزیدہ اور ایچ افسوں و پازہر اثر نکند و آں را بتازی حیۃ الاصم گویند اھ) انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تا کہ نقاب اس نوری قوی کا ساتر

بنجاوے (یعنی یہ دعا کی کہ کوئی چیز ایسی بتلا دیجئے کہ وہ حاجب ہو سکے اور خود اس لئے تجویز نہیں کر سکے کہ بظاہر متعارف نقاب کا حاجب ہونا ایسے تیز نور سے مستبعد ہے وہ تو اس نقاب سے یہی نفوذ کرنے لگے گا جیسے نور آفتاب کو بادل نہیں چھپا سکتا) ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کمبل کا بنا لو ہاں (یعنی کمبل کا کنارہ آگے کو کر لیا کرو جس سے چہرہ چھپ جاوے ہم اس میں حاجبیت کا خاصہ پیدا کر دیں گے اور کمبل کی تخصیص اس لئے ہے) کہ وہ بالیقین عارف کا (یعنی اے موسیٰ تمہارا) لباس ہے (اس لئے اس میں تمہارے تلبس سے یہ خاصہ ہو جاوے گا جس کی شرح آگے ہے) کہ اس کمبل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے (اور) نور جان (یعنی نور موسوی) اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے (پس اس کو ایک قسم کی مناسبت موجبہ تحمل ہے باقی) بجز اس خرقہ کے اور کوئی چیز اس کا حامل نہیں ہو سکتا (اور) ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی (حجاب) برداشت نہیں کر سکتا (فی المنتخب صوان بہر سہ حرکت جامہ داں وتختہ کہ درآں رخت نگاہدارند آھ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا حامل ہونا محتاج جعل نہیں یا دوسری چیز بعد جعل کے بھی حامل نہیں ہو سکتی بلکہ ایک حکمت ہے اس کو جعل میں ترجیح دینے کی دوسری اشیاء پر) اگر (فرضاً) کوہ قاف بھی (اس کے) بند کرنے کے لئے آجاوے تو مثل کوہ طور کے یہ نور (رخ موسوی) اس کو بھی پھاڑ ڈالے (اس سے یوں نہ سمجھا جاوے کہ یہ نور وہی تجلی طوری تھی اس کا تحمل تو موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہ ہوا تھا **کماقال تعالیٰ و خرموسی صعقا** بلکہ اس کا ایک ایسا اثر تھا جس کو موسیٰ علیہ السلام تحمل کر سکتے تھے اور دوسری اشیاء تحمل نہ کر سکتیں **الاالنقاب المجعول الآن وھذا کقولہ تعالیٰ لو انزلنا ھذاالقرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعاً الایۃ و قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم وان خشع لہ لکن لم یتصدع بل تحملہ** چنانچہ آگے مولانا اس کسار ملابس بموسیٰ کے تحمل سے انتقال فرماتے ہیں اہل اللہ کے قوالب ملابسہ کالکساء الموسوی وقلوب حاملہ کالوجہ الموسوی کے تحمل کے مضمون کی طرف جو حاصل تھا میرے ایراد آیت لوانزلنا کا پس فرماتے ہیں کہ) کمال قدرت (حق) سے مردان خدا کے ابدان (وقوالب) نے نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ اس نور سے ان کے قوالب منعدم ومنہدم نہیں ہوئے گو یہ تحمل بواسطہ قلوب کے ہے ورنہ قلوب کے انشقاق کو قوالب کی موت لازم تھی) جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آبگینہ میں (مراد اس سے قلب ہے کما سیاتی اوپر قوالب کے تحمل کا ذکر تھا یہاں قلوب کے تحمل کا اول بالذات اور ثانی بالعرض مراد اس چیز سے نور حق ہے اور ذرہ میں اشارہ ہے اس تقریر کی طرف جو احقر نے بضمن شرح شعر کوہ قاف الخ کے لکھی ہے یعنی جس قلیل کو موسیٰ علیہ السلام نے برداشت کر لیا طور اس قلیل کو بھی برداشت نہ کر سکا) جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف (کذافی الغیاث) قدرت (حق) نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں (یعنی قلب میں) کر دی (اور اس شعر میں اور اسی طرح اس کے ماقبل ومابعد کے شعروں میں جگہ سے مراد اگر خود نور کی جگہ ہے تو نور حق سے مراد نور **مجھول بجعل الحق من المعرفۃ والمحبۃ والعلم والحال ونحو ذلک** ہے اور اگر نور حق سے مراد نور قدیم ہے جیسا انچہ طورش برنتابد سے ظاہر یہی ہے تو جگہ سے مراد نور کی جگہ نہیں بلکہ اس نور کے ظہور وتعلق حادث کی جگہ ہے آگے قالب کے تحمل میں قلب کے واسطہ ہونے کی تصریح ہے یعنی) مشکوٰۃ زجاجی اس نور کی جگہ بن گیا کہ اس نور

سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے (اشارہ ہے طرف آیت نور کے جس میں یہ جملہ بھی ہے **مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ** اور اشارہ ہے طرف تاویل خاص کے کہ مشکوۃ بمعنی طاقچہ چراغ سے مراد جسم مومن کا اور زجاجہ بمعنی شیشہ سے مراد قلب مومن کا اور مصباح سے نور حق کہ زجاجہ مذکورہ سے اولاً اس کا تعلق ہے اور مشکوۃ سے ثانیاً پس مشکوۃ کوز جاجی کے ساتھ موصوف کرنے میں اشارہ ہو گیا اس تعلق اولاً و ثانیاً کی طرف چنانچہ آگے اس تفسیر کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ) ان (رجال حق) کے جسم کو مشکوۃ جان (اور) ان کے قلب کوز جاج اور پھر ثالثاً اس مشکوۃ وز جاج کے واسطہ سے) یہ مصباح (یعنی نور حق) عرش وافلاک پر تاباں ہے (اور ارض پر بالاولی جو کہ جملہ **اللہ نور السموات والارض** کا مدلول ہے جس کے بعد مثل نورہ الخ فرمایا ہے گویا مولانا اشارۃً فرماتے ہیں کہ سمٰوات وارض پر تجلی ہونے کی صورت میں قرآن میں یہ بتلائی ہے مثل نورہ کمشکوۃ الخ اور اس توسط کا ذکر آگے تصریحاً اس شعر میں آوے گا تابدلالی الی بردو کون اسپ ترحم تاختیم الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود دونوں عالم سے انسان ہے خصوص انسان کامل **کماقال تعالیٰ ولو یؤا خذاللہ الناس بما کسبوا ماترک علی ظھرھا من دابۃ الایہ فاستلزام ھلاک الناس ھلاک الجمیع دل علی ماقلت** پس اولاً عنایت حق انسان پر متوجہ ہے اور ثانیاً باقی مخلوق پر جس میں سب علویات وسفلیات آگئے **کما** اور **دلفظ الخلق الشامل للجمیع فی القول المشھور الثابت معناہ بالدلیل المنصور کنت کنزا مخفیاً الخ کما فکرتہ فی شرح الشطر الثانی من الدفتر الاول** اور اس میں چونکہ غایت معرفت کو ٹھہرایا ہے اور کمال معرفت انسان کامل کو ہے انسان کامل کا واسطہ ہونا اس سے بھی ثابت ہو گیا و نیز حدیثوں میں مصرح ہے کہ بقاء عالم زمین پر اللہ کا نام لینے والوں سے ہے اور جب یہ نہ رہے گا تو قیامت آ جاوے گی اور ظاہر ہے کہ زمین پر یہ نام پاک لیا جانا بدولت اہل ایمان خصوص اہل عرفان کے ہے کہ اول یہ ختم ہوں گے پھر معرفت وعلم نہ رہنے سے اہل ایمان گم ہوں گے اور قیامت آ جاوے گی پس ہر طرح تجلی علی سائر الخلق کا واسطہ انسان کامل ہوا اسی کو کہا ہے تافتہ برعرش الخ) ان (عرش وفلک) کا نور (جو خاص ان کے استعداد کے موافق ان کو عطا ہوا ہے) اس نور (رجال حق) سے دنگ ہو گیا۔ (**لکونہ اعجب واعظم منہ لانہ نور معرفۃ الحق والعرش والسموات لیس معرفتھا کمعرفۃ الانسان فنورہ اقوی و اشد** اور) وہ (نور عرش وافلاک) اس نور چاشت سے (یعنی نور رجال حق سے کہ مشابہ نور آفتاب وقت چاشت کے ہے) فانی (یعنی مضمحل اور کالعدم) ہو گیا (آگے اس کی تائید ایک روایت مشہور عندالصوفیہ سے کرتے ہیں کہ) اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ابدی وازلی سے (یعنی حدیث قدسی ہے) کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا (یعنی فوق العرش) میں (کیونکہ تحت العرش خلا نہیں ہے گو امتناع ثابت نہ ہو اور اسی طرح میں نہیں سمایا) عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں (فالسفلی بالاولی لیکن) قلب مومن میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں (تشبیہ ضیف کے ساتھ اکرام و محبوبیت میں ہے اور پورا دخل دینے میں جیسا مہمان محبوب پورا دخیل وحاکم ہوتا ہے اور یہ سمانا ظرفیت و مظروفیت کا نہیں بلکہ) بلا چوں اور بلا چگون اور بلا کیف کے (آگے ایک حکمت اس سمانے کی ہے بلا قصد حصر کے

یعنی اس لئے سمایا) تاکہ اس قلب (صاحب نور حق) کی دلالی (یعنی توسط) سے مخلوقات فوقیہ (سماویہ) اور تحتیہ (ارضیہ) مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پاویں (کما ذکرتقریرہ بقدر الضرورۃ فی شرح شعر جسم شان مشکوۃ الخ اور جس روایت کا حوالہ دیا جارہا ہے اس میں ایسا مضمون تصریحاً مذکور نہیں لیکن دوسرے دلائل سے جس کا بیان شعر جسم شان کی شرح میں ہوا ہے اس کے ساتھ منضم کر دیا نیز اگر اس روایت میں بھی غور کیا جاوے تو اشارۃً اس سے مستنبط ہوسکتا ہے کیونکہ قلب مومن میں گنجائش ہونا اور ارض و سما میں نہ ہونا مستلزم ہے زیادت شرف واختصاص بالحق کو قلب مومن کے لئے اور عادۃً اشرف ومختص عندالسلطان متبوع اور واسطہ ہوتا ہے غیر اشرف وغیر مختص کے لئے عنایات وعطیات میں آگے بھی اس روایت کے حاصل مضمون کا تتمہ ہے کہ) بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو کوئی برداشت نہ کرسکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان (لان الزمان علی المشهور مقدار حركته) ہم نے دونوں عالم پر ترحم کا گھوڑا دوڑایا (اور) بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا (وسیع حکماً مراد ہے من حیث خاصیۃ وکونہ محلاً للتجلی الواسع آگے اس آئینہ کی فخامت ہے کہ) ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے آئینہ (کا نام) ستارہ ولیکن اس کی شرح مت پوچھ (یعنی اس آئینہ کے احوال وحکایات میں سے اتنا ہی سن لے کہ یہ ایک عجیب آئینہ ہے مطلب یہ نہیں کہ فقط نام ہی سن لے مطلب یہ ہے کہ اجمالاً اس کا حال سن لے جتنا ہم نے بیان کر دیا اس کو مبالغۃً بشنو آئینہ کہہ دیا چنانچہ دلیل اس کی یہی ہے کہ اس کے مقابل کہا ہے شرحش مپرس یعنی تفصیل مت پوچھ اور ظاہر ہے کہ تفصیل کے مقابل اجمال ہے پس اجمال کی اجازت ہے اور تفصیل سے نہی ہے اور وجہ اس نہی کی یہ ہے کہ اس کے آئینہ ہونے کی حقیقت موقوف ہے اس کے تجلی گاہ ہونے کے ادراک پر اور یہ ادراک موقوف ہے ادراک تجلیات پر اور یہ امر ذوقی ہے شرح اور قال سے منکشف نہیں ہوتے اور ان ہی تجلیات حق سے کہ ہر تجلی مایہ سرور ومتاع حبور ہے اس کو پنجاہ عرس کہا گیا ہے اور یہ دلالت علی الفخامت اس صیغہ نہی سے ہے **كما فی قوله تعالیٰ ولا تسأل عن اصحاب الجحيم علی قراءة النهی** اور جس روایت کا حوالہ ان اشعار میں ہے خاص اس مضمون کی نسبت تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ثابت نہیں البتہ اسرائیلیات میں یہی مضمون اور حدیث مرفوع میں اس کے مشابہ مضمون ثابت ہے چنانچہ امام احمد زہد میں وہب بن منبہ سے یہ روایت کی ہے **ان الله تعالیٰ فتح السموات ليحزقيل حتى نظر الى العرش فقال حز قيل سبحنك ما اعظمك يا رب فقال الله تعالیٰ ان السمٰوات والارض ضعفن عن ان يسعنی و وسعنی قلب المومن الوادع اللين** اور حدیث مرفوع طبرانی نے اس طرح روایت کی ہے **ان الله آنية من اهل الارض و انية ربكم قلوب عباده الصالحين و احبها اليه الينهاوارقها كذافی المقاصد الحسنة فی باب الميم بلفظ ماوسعنی سمائی ولاارضی ولكن و سعنی قلب عبدی المؤمن و فيها و معناه وسع قلبه الايمان بی و محتبی و معرفتی ١٥.** اور مراد صوفیہ کی بھی وسعت سے یہی ہے نہ کہ تحیز وتمکن حلول کما قال مولانا بے زچون وبے چگونہ بے زکیف **والتحيز والتمكن والحلول متكيف فان قيل ان المعرفة والمحبة ايضاً متكبف قلت ان التجلی الذی من آثاره هذه المعرفة والمحبة غير متكيف** اب احقر کہتا ہے

کہ بعد تعیین معنی روایت کے یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے **قال تعالیٰ انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها و حملها الانسان الایه فان حاصل معنی حمل الامانة هو معنی الوسع المذکور** یہ مضمون اسطر اداً الذکر الجمال الموسوی مذکور ہوا ہے آگے پھر اسی مضمون سابق جمال موسوی کی تتمیم ہے کہ) حاصل یہ کہ موسوی علیہ السلام نے اپنے ہی لباس سے اس (نور) کا پردہ بنایا کیونکہ وہ اس قمر (یعنی نور حق) کے (اثر) نفوذ کو پہچانتے تھے (کہ یہ بڑے بڑے حجابوں اور نقابوں میں سے پار ہو جاوے گا اور مستور نہ ہوگا بجز میرے لباس کے کہ باعلام حق اس کے ساتر ہونے کا یقین تھا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے نفوذ کو جیسا جانتے تھے واقع میں بھی ایسا ہی نفوذ تھا چنانچہ) اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر (حجم موجود بالفعل سے) مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا (اور) لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا (اور (نقاب) بیچارہ) تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا (اور وہ نقاب کساء موسوی کا جو کافی ہو گیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ) وہ نقاب مصاحب حرارت عشق کا رہا تھا (یعنی) سوز (عشق موسوی) کے وقت وہ ایک عارف (کامل یعنی موسیٰ علیہ السلام) کا خرقہ رہ چکا تھا (پس وہ اس تلبس واعتیاد کے سبب اس نور کا حامل و متحمل ہو سکتا تھا آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) وہ نقاب نور کا ساتر ہو گیا تھا اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور (وقرب الٰہی) کے خرقہ کا جزو تھا (حقیقت اس مضمون کی بضمن شرح شعر کان کسا از نور الخ وشعر جز چنیں خرقہ الخ ذکر کر چکا ہوں آگے اس تحمل کساء للملابستہ بموسیٰ عم کی مثال ہے کہ) آگ یا لوہا اس لئے چقماق کا مرہون ہے کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خو آموختہ ہے (کتب لغت کے مطالعہ اور اہل تجربہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ چقماق جس سے آگ حاصل کی جاتی ہے وہ تین قسم پر ہے پتھر۔ لوہا۔ خاص درختوں کی لکڑی جیسے مرخ اور عفار اور ہر حال میں یہ دو چیزیں ہوتی ہے جن میں سے ایک کو دوسرے پر مارنے سے آگ پیدا ہوتی ہے اوپر والے کو زند اور نیچے والے کو زندہ کہتے ہیں اور مرخ اور عفار میں عفار اوپر ہوتا ہے اور مرخ نیچے اور جس چیز میں اس چقماق سے آگ لے جاتی ہے کہ جس سے آگے کوئی چیز سلگائی جاتی ہے اس کو عربی میں حراقہ اور فارسی میں سوختہ کہتے ہیں اور یہ بھی کئی قسم کا ہوتا ہے کوئی گھاس یا روئی کپڑا اجلا ہوا یا بے جلا ہوا کوئلہ مسلم یا پیس کر بطور ٹکیہ کے بنا ہوا سو جلے ہوئے کو سوختہ کہنا ظاہر ہے اور بے جلے کو سوختہ کہنا مجاز ہے باعتبار مایؤل کے اور ہر حال میں اس سوختہ میں مادہ آتش گیر ہونا لازم ہے کہ اسی سے وہ آگ کو جلدی قبول کر لیتا ہے یہ تو تحقیق ہے آتش زند اور آتش گیر کی اور نسخہ اس شعر میں دو ہیں زاں بود آتش اور زاں بود آہن نسخہ اول کی تقریر یہ ہے کہ آتش اس لئے سوختہ کی گرفتہ اور محمول ہو جاتی ہے یعنی سوختہ حامل آتش کا ہو جاتا ہے کہ وہ پہلے سے آتش کا خوگرفتہ ہے اگر وہ پہلے سے سوختہ ہو چکا ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر پہلے سے سوختہ نہیں ہے تو آموختہ کے معنی مناسب اور قابل کے ہوں گے یعنی اس کو چونکہ آتش سے پہلے سے مناسبت ہے اور نسخہ ثانیہ کی تقریر یہ ہے کہ آہن چقماق اس لئے سوختہ کا قرین ہے چنانچہ بعض نسخوں میں رہیں کی جگہ قرین ہے اور چونکہ قرآن دونوں جانب سے ہوتا ہے مراد بطور لازم کے یہ ہوگی کہ سوختہ اس لئے قرین ہے چقماق کا یعنی اس سے اس لئے آتش گیر ہے کہ وہ سوختہ پہلے سے آتش سے خوگرفتہ ہے بالمعنی الذی ذکر فی النسخۃ الاولی اور ہر حال میں متحمل کو

حامل سے تشبیہ دی کہ دونوں میں مابہ الاشتراک تناسب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سوختہ آتش کا متحمل کسی حال میں نہیں پس ظاہراً القاب کے تحمل کو اس کے ساتھ تشبیہ دینا محل شبہ ہے مگر وضوح مقصود کے بعد شبہ دفع ہو گیا آگے پھر قصہ جمال موسوی یعنی کسی کا اس کی تاب نہ لا سکنے کا اور باوجود اس کے طالب صادق کے نزدیک اس کی محبوبیت و مطلوبیت کا مذکور جیسا جمال ظاہری کی محبوبیت کا درور نے۔ نہد الخ میں تھا یعنی) اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں خود حضرت صفورا (زوجہ مطہرہ موسیٰ علیہ السلام) نے (اپنی) دونوں آنکھیں کھو دیں (نور ہدایت اس لئے کہا کہ وہ آیت قدرت حق بھی تھی جس سے کمال صانع و توحید پر دلالت ہوتی تھی آگے بادادن کا بیان ہے کہ باوجود اس امر کے جاننے کے کہ تحمل نہ ہوگا غایت اشتیاق سے) اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی اور (ایک آنکھ سے) ان کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور ان کی وہ آنکھ (یعنی اس کی نگاہ) غائب ہوگئی (اور ایک آنکھ اس لئے بند کر لی تھی کہ ایک تو باقی رہے گی لیکن باوجود اس کے جاتے رہنے کے بھی) اس (دیکھنے) کے بعد ان کو (پھر دیکھنے سے) صبر نہ رہا اور وہ دوسری (آنکھ) بھی کھول دی (اور اس سے بھی دیکھ لیا) اور اس ماہ (حسن موسوی) پر بذل کر ڈالی (آگے اس کی مثال ہے کہ) اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص (اولاً) روٹی (اور غذائے لذیذ مجاہدہ کے) حوالہ کرتا ہے (یعنی ترک لذات کرتا ہے پھر) جب اس پر نور طاعت (پورا) اثر کرتا ہے تو جان حوالہ کر دیتا ہے (ظاہراً یا باطناً پھر عود ہے قصہ کی طرف کہ جب ایسا ہوا) پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم نرگسیں سے جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو (عبہر نرگس کے درمیان آں زرد باشد بخلاف شہلا کہ سیاہ باشد کذافی الغیاث) انہوں نے جواب دیا کہ (آنکھ جاتی رہنے کی تو حسرت نہیں البتہ) یہ حسرت کرتی ہوں کہ (میرے پاس) ایک لاکھ آنکھ ہوتی تاکہ میں (ان سب کو) نثار کر دیتی (اور آنکھ جانے کی اس لئے حسرت نہیں کہ مجھ کو ایک بڑی دولت میسر ہوگئی وہ یہ کہ) میرا دریچہ چشم (اگرچہ) ماہ (حسن موسوی) سے ویران ہو گیا ہے لیکن (وہ) ماہ خزانہ کی طرح (اس ویرانہ) میں جم گیا ہے (یعنی جو اس چشم کے مدرکات کی قوۃ حافظہ ہے یعنی خیال اس میں وہ مخزوں اور متمکن ہو گیا ہے پس میں ہر وقت اس کے مشاہدہ سے متمتع ہوں وہ دولت یہ ہے پس وہ (خزانہ) صورت جمال) اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا (یہ) ویرانہ (وجود) میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے (کذافی الغیاث فی معنی روزن و فی معنی رواق) حق تعالیٰ نے اس (بات) کو بنظر قبول) سنا (یعنی یہ بات پسند آئی اور) بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور (خاص) سے ان کو سامان دیا (الاضافۃ فی نورش للتشریف پھر موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر) نظر کرنے سے وہ نور (دوبارہ دیا ہوا) ان سے غائب نہیں ہوا (چونکہ وہ خزانہ خاص سے تھا (جس میں خاصیت تحمل کی رکھی تھی وہ) ویران نہ ہوا (چونکہ بہت اوپر شعر یوسف و موسیٰ زحق الخ میں دونوں حضرات کے نور کا مجملاً ذکر تھا پھر نور موسوی کی تفصیل بیان کر چکے آگے نور یوسفی کی قلیل تفصیل ہے اور اس سے جمال محبوب حقیقی کے مشاہدہ کے مضمون کی طرف انتقال ہے)۔

نور روی یوسفیؑ وقت عبور	می فتادے در شباک ہر قصور
نور رخ یوسف علیہ السلام عبور کے وقت	مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا

پس بگفتندے درون خانہ در	یوسفستؑ ایں سو بسیراں در گزر
پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے	کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں
زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع	فہم کردندیش اصحاب بقاع
کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے	اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے
خانۂ راکش دریچہ ست آں طرف	دارد از سیران آں یوسفؑ شرف
جس خانہ کا دریچہ اس طرف ہے	وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے
ہیں دریچہ سوی یوسفؑ باز کن	وز شگافش فرجۂ آغاز کن
ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر	اور اس کے شگاف سے تفرج شروع کر
عشق ورزی آں دریچہ کردن ست	کز جمال دوست سینہ روشن ست
عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے	جمال محبوب سے دیدہ روشن ہے
پس ہمارہ روی معشوقہ نگر	ایں بدست تست بشنو اے پسر
پس ہمیشہ معشوقہ کا رخ دیکھتا رہ	یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر
راہ کن در اندرونہا خویش را	دور کن ادراک غیر اندیش را
اپنے بواطن میں راہ کر لے	اس ادراک کو دور کر دے جو غیر کا تصور کرے
کیمیا داری دوائے پوست کن	دشمناں را زیں صناعت دوست کن
تو اپنے پاس کیمیا رکھتا ہے تو پوست کی دوا کر	دشمنوں کو اس صناعت سے دوست کر لے
چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی	کہ رہاند روح را از بیکسی
جب تو جمیل ہو جاوے گا تو اس جمیل تک پہنچ جاوے گا	کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے
پرورش مرباغ جانہا را نمش	زندہ کردہ مردۂ غم را دمش
باغ ارواح کے لئے اس کا ادنے نم مربی ہے	مردۂ غم کو اس کے دم نے زندہ کر دیا ہے
نے ہمہ ملک جہان دوں دہد	صد ہزاراں ملک گوناگوں دہد
یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں	لاکھوں ملک گونا گوں دیتے ہیں
برسر ملک جمالش داد حق	ملکت تعبیر بے درس و سبق
علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے	دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق دی تھی

ملکت حسنش سوی زنداں کشید	ملکت علمش سوی کیواں کشید
دولت حسن ان کو زندان کے طرف لائی	دولت علم ان کو زحل کی طرف لایا
شہ غلام اوشد از علم و ہنر	ملک علم از ملک حسن آسودہ تر
بادشاہ علم و ہنر کے سبب ان کا غلام ہو گیا	دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے

نوررخ یوسف علیہ السلام عبور (راہ) کے وقت مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا (جس طرح تاریک شب میں کوئی مشعل لے کر سڑک پر گزرے تو دیوار اور کیواڑ کے سوراخوں میں سے مکان کے اندر شعاعیں پڑتی ہیں) پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے (آگے انتقال ہے تجلی محبوب حقیقی کے مضمون کی طرف کہ اسی طرح) جس خانہ (دل) کا دریچہ (جس کی تفسیر شعر ثالث میں ہے) اس طرف (یعنی محبوب حقیقی کی طرف) ہے وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے (والتعبیر بالسیر کحدیث من اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ) ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر اور اس کے شگاف سے تفرج (وسیر) شروع کر (آگے دریچہ کشودن کی تفسیر ہے کہ) عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے (کہ اسی کی بدولت) جمال محبوب سے دیدہ (قلب) روشن ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ یحبونہ کے لئے یحبھم لازم ہے اور اس کے لئے قرب ومشاہدہ لازم ہے) پس (اس طریق سے) ہمیشہ معشوق کا رخ دیکھنا رہ یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر (کیونکہ محبت مع الحق اختیاری ہے اور اس پر بواسطہ محبوبیت کے مشاہدہ کا ترتب لازم ہے) اپنے بواطن میں راہ (مذکور) کرلے (اور) اس ادراک کو دور کردے جو غیر کا تصور کرے۔ تو اپنے پاس کیمیا رکھتا ہے (یعنی عشق الٰہی کہ اس کی خاصیت تبدیل ذمائم ہے پس) تو پوست (یعنی جسم اور اس کی شہوات) کی دوا (اس کیمیا سے) کر (کہ وہ مبدل بحمائد ہوجاویں اور) دشمنوں کو (کہ نفس وشیطان ہیں) اس صناعت (کیمیائے مذکور) سے دوست کرلے (کہ نفس تو مطمئنہ ہوجاوے اور شیطان مشابہ دوست کے ہوجاوے عدم اضلال میں لاستنارہ المخلصین من الاغواء) جب تو (اس تبدیل سے) جمیل ہوجاوے گا تو اس جمیل تک (جس کے جمال کا ذکر ہورہا ہے) پہنچ جاوے گا (لانہ جمیل یحب الجمال اور وہ ایسا جمیل ہے) کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے (کہ اپنی معیت نصیب کردیتا ہے بخلاف محبوبان دنیا کے کہ محبین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ایسا مربی ومحسن ہے کہ) باغ ارواح کے لئے اس کا ادنیٰ نم (فضل کا) مربی ہے (اور) مردۂ غم کو اس کے دم (التفات) نے زندہ (جاوید) کردیا ہے (اور) یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں (کہ وہ متاع قلیل ہے بلکہ) لاکھوں ملک گونا گوں دیتے ہیں (کہ وہ خیر کثیر ہے یعنی معرفت ومحبت جیسا یوسف علیہ السلام کو اس حسن کے علاوہ بوجہ ان کے محبیت محبوبیت کے وہ بھی کہ حسن سے افضل ہے کما سیاتی فی قولہ ملکت حسنش الخ عطا فرمادیا جس کا بیان آگے ہے اور یہ عود یا انتقال نہایت ہی لطیف وعجیب طریق سے ہوا ہے عود باعتبار نفس قصہ کے کہا اور انتقال باعتبار خصوصیت مضمون کے کہ قصہ سابقہ میں علم کا ذکر نہ تھا بہرحال فرماتے ہیں کہ) علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق (متعارف) دی تھی (جو کہ دولت جمال سے بھی اکمل تھی جس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) دولت حسن ان کو زندان کی طرف لائی (اور) دولت علم (ومنہ التعبیر ان کو زحل (یعنی مرتبہ رفیع) کی طرف لایا۔

(چنانچہ) بادشاہ (مصر) علم و ہنر کے سبب ان کا غلام ہو گیا (پس ثابت ہوا کہ) دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے (ملکت بالضم بادشاہی ازمنتخب کذافی الغیاث آگے عود ہے قصہ درویش محتسب کی طرف)۔

رجوع بحکایت آں شخص وام کردہ و آمدن او بامید عنایت آں محتسب بسوی تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا محتسب کی مہربانی کی امید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریب ممتحن از بیم وام	در رہ آمد سوی آں دارالسلام
وہ غریب الوطن جو کہ اندیشہ قرض سے محنت زدہ تھا	راہ میں آیا اس دارالسلامۃ کی طرف
شد سوی تبریز و کوئے گلستاں	خفتہ امیدش فراز گل ستاں
تبریز کی طرف اور مقام گلستاں کی طرف چلا	اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی
زد زدارالملک تبریز سنی	برامیدش روشنی بر روشنی
دارالسلطنۃ تبریز روشن سے	اس کی امید پر بالائے روشنی واقع ہوئی
جانش خنداں شداذاں روضہ رجال	از نسیم یوسف و مصر وصال
اس کی روح شگفتہ ہو گئی اس باغ مردان سے	ہوائے یوسف مصر وصال سے
گفت یا حادی انخ لی ناقتی	جاء اسعادی و طارت فاقتی
کہنے لگا اے شتر راں میرے ناقہ کو بٹھلا دے	میری امداد آ گئی اور میرا فاقہ بھاگ گیا
ابر کی یاناقتی طاب الامور	ان تبریزاً مناجات الصدور
بیٹھ جا اے میری ناقہ سب کام خوب ہو گئے	بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے
اسرحی یاناقتی حول الریاض	ان تبریزاً لنا نعم المفاض
چرتی رہ اے میری ناقہ باغوں کے گرد	بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے
سارباناً باربگشاز اشتراں	شہر تبریزست و کوی دلستاں
اے ساربان اسباب کھول دے اونٹوں پر سے	یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے
فرفردوسی ست ایں فالیز را	شعشعہ عرشی ست ایں تبریز را
فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے	عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے
ہر زمانے موج روح انگیز جاں	از فراز عرش بر تبریزیاں
ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی	فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا ہو

چوں وثاق محتسب جست آں غریب	خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا	تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب گزر گیا
او پریر از دار دنیا نقل کرد	مرد و زن از واقعہ او روی زرد
وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا	مرد و زن اس کے واقعہ سے زرد رو ہیں
رفت آں طاؤس عرشی سوی عرش	چوں رسید از ہاتفانش بوی عرش
وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا	جبکہ اس کے پاس ہاتفوں سے عرش کو خوشبو پہنچی
سایہ اش گرچہ پناہ خلق بود	در نور دید آفتابش زود زود
اس کا سایہ اگرچہ پناہ خلق تھا	اس کو آفتاب نے جلدی جلدی تہ کر ڈالا
راند او کشتی ازیں ساحل پریر	گشتہ بود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
اس نے اس ساحل سے کشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کردی	وہ خواجہ اس غمکدہ سے سیر ہو گیا تھا
نعرہ زد مرد و بیہوش اوفتاد	گوئیا او نیز درپے جاں بداد
اس شخص نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا	گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دیدی
پس گلاب و آب بر رویش زدند	ہمرہاں برحالتش گریاں شدند
پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا	ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے
تا بشب بیخویش بود و بعد ازاں	نیم مردہ باز گشت از غیب جاں
شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد	غیب سے جان واپس ہوئی نیم مردہ

باخبر شدن آں غریب از وفات آں محتسب واستغفار او از اعتماد بر مخلوق وتعویل بر عطائے مخلوق و یاد نعمت ہای حق سبحانہ وتعالیٰ کردن و انابت بحق از جرم خود

ثم اللذین کفروا بربھم یعدلون ھو الذی خلقکم من طین ثم قضیٰ اجلاً

اس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا' پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر ایک مدت مقرر کی

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار	مجرمم بودم بخلق امیدوار
جب ہوش میں آیا کہنے لگا کہ اے کردگار	میں خطاوار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد وجود	ہیچ آں کفو عطای تو نبود
اگرچہ خواجہ نے بہت سخاوت اور جود کی ہے	بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی
او کلہ بخشید و تو سر پر خرد	او قبا بخشید و تو بالا و قد
اس نے ٹوپی دی تھی اور آپ نے سر دیا جو پر عقل ہے	اس نے قبا دی تھی اور آپ نے قد و قامات دیا
او زرم داد و تو دست زر شمار	او ستورم داد تو عقل سوار
اس نے مجھ کو زر دیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زر کو شمار کرتا ہے	اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو سوار ہوتی ہے
خواجہ شمعم داد و تو چشم قریر	خواجہ نقلم داد و تو طعمہ پذیر
خواجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خنک	خواجہ نے مجھ کو نقل دیا اور آپ نے طعام کا قبول کرنے والا دیا
او وظیفہ داد تو عمر و حیات	وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات
اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی	اس کا وعدہ زر تھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں
او وثاقم داد و تو چرخ و زمیں	در وثاقت او وصد چوں او سمیں
اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین	آپ کے گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مرہون ہیں
آنچہ او داد اے ملک ہم از تو داد	کہ دلو دست و را کردیتو راد
جو چیز اس نے دی ہے اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف	سے دی ہے کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو آپ ہی نے سخی بنایا ہے
زر ازان تست او زر نافرید	نان از آن تت ناں ازتش رسید
زر آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا	روٹی آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی
آں سخا و رحم ہم تو دادیش	کز سخاوت می فزودے شادیش
وہ سخا و رحم بھی اس کو آپ ہی نے دیا	کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی
من مر او را قبلۂ خود ساختم	قبلہ ساز اصل را انداختم
میں نے اس کو اپنا قبلہ بنا لیا	جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظرانداز کر دیا
ما کجا بودیم کان دیان دیں	عقل می کارید اندر ماوطیں
ہم کہاں تھے کہ وہ حاکم حکم	عقل کو بو رہے تھے آب و گل میں
چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید	ویں بساط خاک را می گسترید
جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کر رہے تھے	اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے

ز اختراں می ساخت او مصباحہا	وز طبائع قفل با مفتاحہا
کواکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے	اور اجسام طبعیہ سے قفل مع مفتاحوں کے
اے بسا بنیاد ہا پنہاں و فاش	مضمر ایں سقف کرد و ایں فراش
اے شخص بہت سی مصنوعات مخفی اور ظاہر	اس سقف اور اس فرش میں مضمر کی ہیں

وہ غریب الوطن جو کہ (اس) اندیشۂ قرض سے (کہ دیکھئے کیونکر ادا ہو) محنت زدہ تھا راہ میں آیا (جو کہ) اس دارالسلامۃ کی طرف (پہنچتا تھا یعنی) تبریز کی طرف اور مقام (مشابہ) گلستاں کی طرف چلا (اور) اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی (یعنی اس امید سے اس کو راحت اور بے فکری ہوتی تھی کہ محتسب میری مراد پوری کردے گا اور) دارالسلطنۃ تبریز روشن سے اس کی امید پر روشنی بالائے روشنی واقع ہوئی (یعنی امید میں قوت ہوتی جاتی تھی یہ تو راستہ کا قصہ ہے پھر جب تبریز پہنچا تو) اس کی روح شگفتہ ہوگئی اس باغ مرداں (طالب) سے (مراد اس سے تبریز ہے آگے اس کا بدل الاشتمال ہے یعنی) ہوائے یوسف مصر وصال سے (روح تازہ ہوگئی۔ یعنی محتسب جو کہ مشابہ تھا یوسف علیہ السلام کے جو کہ مصر میں رہتے تھے جہاں یعقوب علیہ السلام کو ان کا وصال میسر ہوا اس محتسب کے خیال قرب سے جو مشابہ ریح یوسف کے تھا۔ روح شگفتہ ہوگئی اور جوش شوق میں) کہنے لگا اے شترراں میرے ناقہ کو بٹھلادے (یعنی ٹھہرادے کہ منزل مقصود آگئی اور اس منزل میں) میری امداد آگئی (کذا فی المنتخب یاری کردن) اور میرا ناقہ بھاگ گیا (آگے ناقہ کو خطاب ہے کہ) بیٹھ جا اے میری ناقہ سب کام خوب ہوگئے بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے (یعنی وہی مقام ہے جس کے لئے مدتوں سے حدیث النفس ہوا کرتا تھا) چرتی رہ اے میری ناقہ باغوں کے گرد (اوپر کہا تھا بیٹھ جا جو سفر کے ختم پر دال ہے یہاں کہتے ہیں کہ سفر ختم کر کے یہاں ہی اقامت کرلے اور اقامت میں ظاہر ہے کہ چرنے کی بھی ضرورت ہوگی) بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے (تبریز کی یہ مدح اسی طرح آگے بھی مع تبریزیوں کے ذکر کے گو اس مسافر کی لسان سے ادا کیا ہے لیکن اصل میں یہ مولانا کا جوش ہے حضرت شمس تبریزیؒ کے موطن ہونے سے اس کا تذکرہ بتقریب قصہ کے بہانہ ہو گیا اس کے ساتھ اظہار عشق ومحبت کا کماقیل و **من دیدنی حب الدیار لاھلھا**) اے ساربان اسباب کھول دے (اور اتاردے) اونٹوں پر سے یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے (فی الحاشیہ پالیز باغ وبستان وکشت زار را گویند عموماً وکشت خربزہ را خصوصاً اھ اور) عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا (**الاول اخبار والثانی دعاء** آگے پھر قصہ ہے کہ) جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب (حاجتمنداں) گزر گیا وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا (کذا فی الغیاث فی معنی پر بر بیائے مجہول وقیل بوزن حریر) مرد وزن اس کے واقعہ سے زردرو (اور غمگین) ہیں (یا تو پرسوں بمعنی حقیقی ہے یا مراد زمانہ قریب) وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا جبکہ اس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی (عرشی شاید اس اعتبار سے کہا ہو کہ بعض ابرار کی ارواح قنادیل عرش میں معلق رہتی ہیں اور بوئے عرش شاید اس خوشبو کو کہا ہو جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ مومن کی قبض روح کے لئے فرشتے جنت کا حریر خوشبودار لے کر آتے ہیں اور ہاتف ان ہی فرشتوں کو کہا ہو) اس کا سایہ اگرچہ پناہ خلق تھا اس کو آفتاب (قضا) نے جلدی جلدی تہ کر ڈالا (یعنی محو کردیا آفتاب سے سایہ

کا محو ہونا ظاہر ہے جس سے پھر بجائے سایہ کے دھوپ آجاتی ہے اور وہ آرام جاتا رہتا ہے) اس نے اس ساحل (دنیا) سے کشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کردی وہ خواجہ اس غمکدہ (دنیا) سے سیر (اور ملول) ہوگیا تھا (اس لئے دنیا کو چھوڑ دیا یہ سن کر) اس شخص نے (فرط غم سے) ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دے دی پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے (یا تو سفر میں بھی دو چار آدمی رفیق ہوں گے یا نیا مسافر دیکھ کر پوچھنے پاچھنے کو کچھ لوگ ساتھ ہولئے ہوں) شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد (عالم) غیب سے جان واپس ہوئی (یعنی ہوش آیا مگر) نیم مردہ جب ہوش آیا (تو دوسرا ہوش بھی آیا جس سے اعتماد علی الخلوق کی غلطی سمجھ میں آئی اور حق تعالیٰ کی نعمتیں یاد کر کے اس کی طرف رجوع ہوا اور توبہ کی یہ حاصل تھا سرخی کا چنانچہ آگے اشعار میں یہی مضمون ہے یعنی) کہنے لگا کہ اے کردگار میں خطاوار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا (کیونکہ معطی حقیقی اور منعم کامل آپ ہیں اس کی عطا کو آپ کی عطا سے کیا نسبت جس کی آگے کچھ تفصیل ہے یعنی) اگر چہ خواجہ (مرحوم) نے بہت سخاوت اور جود کی ہے (مگر) بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی (چنانچہ اس نے ٹوپی دی تھی (اور وہ بھی محض ظاہراً) اور آپ نے سر دیا جو پر عقل ہے (یہ مردہ ظاہر میں بھی نہ دے سکا اسی طرح) اس نے قبا دی تھی اور آپ نے قد و قامت دیا اس نے مجھ کو زر دیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زر کو شمار کرتا ہے اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو (بواسطہ جسم کے اس مرکب پر) سوار (اور اس میں متصرف اور حاکم) ہوتی ہے خواجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خنک (یعنی روشن کہ بدوں اس کے شمع محض بیکار ہے) خواجہ نے مجھ کو نقل (اور طعام) دیا اور آپ نے (اس) طعام کا قبول کرنے والا (معدہ) دیا اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی (کہ جس کے بدوں تنخواہ محض لاشے ہے اور) اس کا وعدہ زر تھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں (جنت کی) اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین آپ کے (اس) گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مرہون (منت) ہیں (بلکہ) جو چیز اس نے دی ہے (جس کا ذکر اشعار بالا میں ہوا ہے) اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف سے دی ہے (یعنی اس میں بھی حقیقۃً وہ معطی نہیں ہے) کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو (بھی جو کہ آلات عطا ہیں) آپ ہی نے سخی بنایا ہے (کذا فی الغیاث فی معنی راد اور) زر (بھی جو کہ متعلق ہے عطا کا حقیقۃً) آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا۔ (اسی طرح) روٹی (بھی) آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی (اور) وہ سخا و رحم (جو کہ منشا ہے عطا کا وہ) بھی اس کو آپ ہی نے دیا کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی (جس سے آگے پھر وہ سخاوت کرتا تھا پس سب آپ کی طرف سے ہوا تو وہ حقیقی معطی ان چیزوں میں بھی نہیں ہوا اسی لئے احقر نے او کلہ بخشید کی شرح میں ظاہراً کہہ دیا تھا اور باوجود اس کے میری یہ غلطی ہے کہ) میں نے اس کو اپنا قبلہ (توجہ) بنالیا (اور) جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظر انداز کردیا (قبلہ ساز یعنی اس قبلہ توجہ یعنی محتسب کو بنایا آگے تعداد ہے بعض نعم مخصصہ بحق کی بطریق التفات من الخطاب الی الغیبۃ کی یعنی) ہم (اس وقت) کہاں تھے کہ (جس وقت) وہ حاکم حکم (کذا فی المنتخب فی معنی الدیان والدین) عقل کو بور ہے تھے آب و گل میں (یعنی اس کو جسم کے ساتھ متعلق کررہے تھے اور ہم اس وقت کہاں تھے) جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کررہے تھے اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے (اور) کواکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے اور اجسام طبعیہ (شاملہ للعناصر والعنصر یات والفلکیات) سے قفل مع مفتاحوں کے (بنا رہے تھے مراد مفتاح سے اسباب اور قفل سے مسببات کہ اسباب سے مسببات کے آثار کے ابواب کشادہ وظاہر ہوتے ہیں آگے تعمیم بعض تخصیص ہے یعنی) اے شخص بہت سی مصنوعات

(جن میں بعض) مخفی (ہیں) اور (بعض) ظاہر اس سقف (آسمان) اور اس فرش (زمین) میں مضمر (اور ودیعت) کی ہیں (اس میں سب مافی السموات والارض آ گئے اور مضمر کے معنی یہاں مستور کے نہیں مطلق موضوع و مودع کے ہیں اس اعتبار سے کہ اگر کوئی آسمان وزمین سے خارج ہو اس کے اعتبار سے وہ مستور بھی ہوں گی)۔

آدمؑ اصطرلاب اوصاف علوست	صف آدمؑ مظہر آیات اوستو
آدم اس کے اوصاف عالیہ کا اصطرلاب ہے	آدم کا وصف اس کے آیات کا مظہر ہے
ہر چہ دروے می نماید عکس اوست	ہمچو عکس ماہ کاندر آب جوست
جو کچھ اس میں دکھلائی دیتا ہے اس کا ظل ہے	مثل عکس ماہ کے کہ آب جو میں ہے
بر صطرلابش نقوش عنکبوت	بہر اوصاف ازل دارد ثبوت
آدم کے اصطرلاب پر عنکبوت کے نقوش	اوصاف قدیمہ کے لئے ثبت ہیں
تا ز چرخ غیب و ز خورشید روح	عنکبوتش درس گوید باز شروح
تا کہ عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب	روح کا درس مع شروح کے کرے
عنکبوت و ایں صطرلاب رشاد	بے منجم در کف عام اوفتاد
یہ عنکبوت اور یہ اصطرلاب رہنما	بلاواسطہ منجم کے عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے
انبیا را داد حق تنجیم ایں	غیب را چشمے بباید غیب بیں
اس کی منجی حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے	غیب کے لئے چشم غیب بیں ہی کی ضرورت ہے
درچہ دنیا فتادند ایں قروں	عکس خودرا دید ہر یک چہ دروں
چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں	اپنے عکس کو ہر ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے
عکس درچہ دید از بیروں ندید	ہمچو شیر گول کاندرچہ دوید
عکس کو کنویں کے اندر دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا	مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا
از بروں داں ہر چہ درچاہت نمود	ورنہ آں شیری کہ درچہ شد فرود
تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھلائی دیا	ورنہ تو بھی وہ شیر ہو گا جو چاہ کے اندر پہنچا
برد خرگوشیش از رہ کاے فلاں	درتگ چاہست آں شیر ژیاں
اس کو ایک خرگوش راستہ سے لے گیا کہ اے فلاں	قعر چاہ میں ہے وہ شیر زماں
در رواندر چاہ وکیں از وے بکش	چوں از و غالب تری سر برکنش
چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے نکال	جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر جدا کر دے

آں مقلد سخرۂ خرگوش شد	از خیال خویشتن پرجوش شد
وہ غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا	اپنے خیال سے پرجوش ہو گیا
اونگفت ایں نقش واودر آب نیست	ایں بجز تقلیب آں قلاب نیست
اس شیر نے یوں نہ کہا کہ یہ محض نقش ہے اور وہ شیر پانی میں نہیں ہے	یہ بجز منقلب کر دینے اس کثیر العطا کے اور کچھ نہیں
توہم از دشمن چو کینے می کشی	اے زبون شش غلط در ہر ششی
تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے	اے تابع تمام جہات کی غلطیوں کے تو ششدر ہو رہا ہے
آں عداوت اندرو عکس حق ست	کز صفات قہر آنجا مشتق ست
وہ عداوت اس میں حق کا عکس ہے	کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے
واں گنہ در وے زعکس جرم تست	باید آں خور از طبع خویش شست
اور وہ گناہ اس میں تیرے جرم کا عکس ہے	اس خلق کو اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے
خلق زشتت اندر و رویت نمود	کہ ترا او صفحۂ آئینہ بود
تیرا خلق مذموم اس کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا	کہ وہ تیرے لئے تختہ آئینہ ہو گیا
چونکہ قبح خویش دیدی اے حسن	اندر آئینہ بر آئینہ مزن
جب تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن	تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا
می زند برآب استارہ سنی	خاک تو برعکس اختر میزنی
پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے	تو ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے
کایں ستارہ نحس درآب آمدست	تاکند او سعد مارا زیردست
کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے	تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے
خاک استیلا بریزی برسرش	چونکہ پنداری ز شبہ اخترش
اس کے سر پر غلبہ کی خاک ڈال رہا ہے	چونکہ تو اس کو شبہ کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے
عکس پنہاں گشت واندرغیب راند	تو گماں بردی کہ آں اختر نماند
عکس پوشیدہ ہو گیا اور غیبت میں چلا گیا	تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا
آں ستارہ نحس ہست اندر سما	ہم بداں سو بایدش کردن دوا
وہ منحوس ستارہ آسمان میں ہے	اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے

بلکہ باید دل سوی بیسوئے بست	نحس ایں سو عکس نحس بیسوست
بلکہ دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے	اس جہت کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے
داد داد حق شناس و بخشش	عکس آں دادست اندر پنج و شش
عطاء تو عطا حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو	پنج اور شش میں اس عطاء کا عکس ہے
گر بود داد خساں افزوں ز ریگ	تو بمیری واں بماند مرد ریگ
اگر کمینہ مخلوق کی عطاء ریگ سے بھی زیادہ ہو	تو مر جاوے گا اور وہ میراث رہ جاوے گی
عکس آخر چند پاید در نظر	اصل بینی پیشہ کن اے کژنگر
عکس آخر نظر میں کب تک باقی رہے گا	اصل بینی کو پیشہ کر لے اے کج بیں
حق چو بخشش کرد بر اہل نیاز	با عطا بخشید شاں عمر دراز
حق تعالیٰ نے جب اہل نیاز پر بخشش فرمائی	تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی
خالدیں شد نعمت و منعم علیہ	محیی الموتیٰست فاجتاروا الیہ
نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہو گئے	وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں پس اسی کی طرف التجا کرد
داد حق باتو در آمیزد چو جاں	آنچنانکہ آں تو باشی و تو آں
عطاء حق تیری ساتھ جان کی طرح مل جاتی ہے	اس طرح سے کہ وہ تو تو ہو جاتا ہے اور تو وہ ہو جاتا ہے
گر نماند اشتہائے نان و آب	بدہدت بے ایں دو قوت مستطاب
اگر نان و آب کی رغبت نہ رہے	تو وہ تجھ کو بدوں ان دونوں کے غذائے طیب عطا فرماتا ہے
فربہی گر رفت حق در لاغری	فربہی پنہانت بخشد آں سری
اگر فربہی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالیٰ لاغری میں	تجھ کو باطنی فربہی عطا فرما دیتے ہیں اس طرف کی
چوں پری را قوت از بومی دہد	ہر ملک را قوت جاں او می دہد
جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں	فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں
جاں چہ باشد کہ تو سازی زو سند	حق بعشق خویش زندت می کند
جان کیا چیز ہے کہ تو اس سے سہارا ڈھونڈتا ہے	حق تعالیٰ اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں
زو حیات عشق خواہ و جاں مخواہ	تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ
تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان مت مانگ	تو اس سے وہ رزق مانگ اور روٹی مت مانگ

خلق راچوں آب داں صاف وزلال	اندراں تاباں صفات ذوالجلال
خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان	اس کے اندر تاباں ہیں صفات ذوالجلال
علم شان وعدل شان ولطف شاں	چوں ستارہ چرخ درآب رواں
ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف	مثل ستارہ چرخ کے ہے آب رواں میں
بادشاہی زیبد آں خلاق را	بادشاہاں جملگی عاجز و را
بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے	تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں
پادشاہاں مظہر شاہی حق	فاضلاں مرآت آگاہی حق
تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے	تمام فاضل آئینہ ہیں علم حق کے
قرنہا بگذشت وایں قرن نویست	ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
بہت سے قرن گزر گئے اور یہ ایک جدید قرن ہے	چاند وہی چاند ہے پانی وہ پانی نہیں ہے
عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم	لیک متبدل شد آں قرن و امم
عدل وہی عدل ہے فضل وہی فضل ہے	لیکن متبدل ہو گئے وہ اہل قرن اور جماعتیں
قرنہا برقرنہا رفت اے ہمام	ایں معانی برقرار و بردوام
قرون پر قرون چل دئے اے سردار	یہ صفات قرار اور دوام پر ہیں
آب مبدل شد دریں جو چند بار	عکس ماہ و عکس اختر برقرار
پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار	عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے
پس بنا اش نیست برآب رواں	بلکہ بر اقطار عرض آسماں
پس اس کی بناء آب رواں پر نہیں ہے	بلکہ اطراف وسعت آسمان پر ہے
ایں صفتہا چوں نجوم معنویست	وانکہ بر چرخ معانی مستولیست
یہ صفات مثل کواکب معنویہ کے ہیں	جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں
خوبرویاں آئینہ خوبیٔ او	عشق ایشاں عکس مطلوبی او
تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں	ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے
ہم باصل خود رود ایں خدوخال	دائما درآب کے ماند خیال
یہ سب خدوخال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے	دائما پانی میں عکس کب رہتا ہے

چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست	جملہ تصویرات عکس آبجوست
اگر تو اپنی آنکھ ملے تو سب وہی خود ہے	سب صورتیں عکس ہیں آب جو کی

(اصطرلاب آلتےست کہ ورقہامیباشد کہ ازاں احوال آفتاب بہ نسبت ارض معلوم می شود وطول بلدان وعرض آنہامن بحرالعلوم وقال ولی محمد صطرلاب بضم ترازوئے آفتاب وآں طاسے وحلقہ ایست کہ بداں موازنہ ساعات معلوم می شود آ ہ وعنکبوت دراصطلاح منجمان صفحہ بالائیں اصطرلاب راگویند مثل نسج عنکبوت سوراخ داردمن بحرالعلوم کذافی الحواشی اوپر مقصوداً نعم وآیات آفاقیہ کااورتبعاً آیات انفسیہ کا بیان تھااور یہاں سے برعکس اور یہ سب مولانا کے مقولات ہیں بلسان اس قرضدار غریب الوطن کے یعنی منجملہ نعم وآیات عظیمہ عجیبہ حق تعالیٰ کے خودانسان ہے جس کے عظیم وعجیب ہونے کا بیان یہ ہے کہ) آدم (اوران کی اولاد) اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) اوصاف عالیہ کا اصطرلاب (یعنی آلہ معرفت) ہے (اور) آدم کا وصف اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) آیات کا مظہر ہے مصرعہ اولیٰ میں انسان کا مظہر اسماءالٰہیہ ہونا اور مصرعہ ثانیہ میں مظہر بمعنی جامع حقائق کونیہ ہونا مذکور ہے آگے پھر مظہر اسماءالٰہیہ ہونا مذکور ہے یعنی) جو کچھ اس میں (یعنی انسان میں) دکھلائی دیتا ہے اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ظل ہے مثل عکس ماہ کے کہ آبجو میں ہے آدم کے اصطرلاب پر (یعنی اس کی ذات پر جو مشابہ اصطرلاب کے ہے آلہ معرفت ہونے میں فالاضافۃ کلجین الماء) عنکبوت کے نقوش (یعنی صفات آدم کے مشابہ عنکبوت کے ہیں تعبیت للذات وآلیت للمعرفۃ میں) اوصاف قدیمہ (حق تعالیٰ) کے (انکشاف کے) لئے ثبت ہیں۔ تاکہ (جس طرح آلہ مذکور آفتاب کے احوال کا کہ ان کو احوال فلک بھی کہا جاسکتا ہے اور اس اعتبار سے فلک کے احوال کا بھی کاشف ہے اسی طرح) عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب روح کا درس مع شروح کے کرے (یعنی اس کا کاشف ہو اور غیب اور روح سے مراد بقرینہ مقام صفات حق ہیں غیب ہونا تو اس کا ظاہر ہے اور روح بمعنی حیات بخش کہا گیا اور صفات حق کا دخل حیات بخشی میں ظاہر ہے کہ احیاء جو کہ فعل حق ہے موقوف ہے ارادہ وقدرت وعلم پر عقلاً اور کلام پر عادۃً لقولہ تعالیٰ انما امرہ اذا ارادشیئًا ان یقول لہ کن فیکون پس حاصل معنی یہ ہوا کہ تاکہ صفات آدم کاشف ہوں صفات حق کے والمسئلۃ مشھورۃ عندالقوم لایحتاج الی البیان ھٰھنا آگے اس کاشفیت کے توقف علی اتباع صاحب الوحی کو بیان فرماتے ہیں تاکہ اپنے عقل وکشف پر اعتماد کر کے ان سے مستغنی نہ ہو جاوے پس فرماتے کہ اگرچہ) یہ عنکبوت اور یہ اصطرلاب رہنما (وکاشف) بلاواسطہ منجم کے (جس کا مصداق آگے آتا ہے) عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کو ذات انسانی وصفات انسانیہ کا مشاہدہ حسیہ حاصل ہے خصوصاً اپنی ذات وصفات کا علم حضوری ہر وقت میسر ہے لیکن) اس (اصطرلاب اور عنکبوت) کی منجمی (وطریقہ استعمال وجعل آلیت) حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے (کیونکہ) غیب کے (دیکھنے کے) لئے چشم غیب بین ہی کی ضرورت ہے (اگرچہ وہ غیب بنی کسی آلہ ہی کے واسطے سے ہو مگر آخر باصرہ میں تو اس کے دیکھنے کی قوت ضروری ہے جس طرح سے کوئی شخص آئینہ یا عینک کے ذریعہ سے دیکھتا ہو مگر آخر آنکھ میں تو استعداد کی حاجت ہو ہی گی پس صفات حق غیب ہیں تو ان کا مشاہدہ اگرچہ بواسطہ مرآۃ مخلوق کے ہو مگر اس چشم میں ایسی قوت ہونا ضروری ہے اور وہ قوت اولاً وبالذات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور دوسروں کو ثانیاً وبالعرض ان کے متابعت کے طفیل سے اس لئے اس اصطرلاب مذکور کا کاشف ہونا موقوف ہوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر کہ اس سے حق تعالیٰ بصیرت میں نور دیتا ہے جس سے مظہر سے ظاہر کا مشاہدہ

کشفیہ کرتا ہے پس اصطرلاب مذکور کا عطاء تکوینی تو عام ہوالقولہ در کف عام اوفتاد اور اس کا نفع تشریعی خاص ہوالقولہ انبیاء را الخ
هكذا ينبغي ان يفهم المقام آگے مظہریت انسان للحق کے بعد دو مضمون مختلط طور پر بیان کئے گئے ہیں ایک مظہریت عالم للحق اور زیادہ مقصود یہی معلوم ہوتا ہے گو ذکر میں موخر ہے حیث ذکر فی قولہ داد دادِ حق شناس الخ مع مایلیہ۔ اور دوسرا مضمون مظہریت عالم للانسان اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کی غفلت اس مظہریت سے اور اس عالم مضاف الیہ للمظہریت میں ایک انسان کے اعتبار سے دوسرا انسان بھی داخل ہے کالمرایا المتعاکسۃ جس کے بیان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان چونکہ مظہر اتم ہونے سے مثال اشبہ ہے۔ حضرت حق کی و عبر عنه بقوله عليه السلام ان الله تعالىٰ خلق آدم على صورته اس لئے انسان اس شان میں بھی مثال ہوگا حق تعالیٰ کی کہ جس طرح عالم حق تعالیٰ کا مظہر ہے اسی طرح ایک درجہ میں انسان کا بھی مظہر ہے جس کا راز جامعیت ہے انسان کی پس جو کچھ عالم میں ہے اس کی اصل گویا انسان میں ہے اور فرع عالم میں جس کی شرح یہ ہے کہ اصل عالم کی صفات حق ہیں اور یہ صفات انسان میں باتم وجہ ظاہر ہیں پس گویا عالم کی اصل انسان میں ہوئی اور یہ دوسرا مضمون ذکر میں مقدم ہے حیث ذکر فی قولہ عکس خود را دید الخ اور بعض اشعار میں دونوں مضمون مجتمع ہیں کمافی قولہ آں عداوت الخ و قولہ واں گنہ الخ وغیرہما پس فرماتے ہیں کہ) چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) اپنے عکس کو ہر ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے (اور غلطی سے یہ سمجھا کہ یہ ہمارا غیر ہے اس لئے اس پر حملہ کر کے چاہ میں جا رہے جیسا شیر کا قصہ دفتر اول میں مفصل ہے اور مجمل اس مقام پر بھی اشارہ کیا ہے پس اس) عکس کو کنویں کے اندر دیکھا (کہ اندر کوئی میرا مغائر ہے) اور باہر سے نہ دیکھا (کہ میرا ہی عکس ہے اور میں باہر ہوں) مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا (اسی طرح تو اکثر اوقات دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں غلطی کرتا ہے مثلاً عداوت کا منشاء دوسرے میں سمجھتا ہے اور واقع میں وہ منشا تیرے اندر ہوتا ہے اس لئے) تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھلائی دیا (باہر سے مراد اپنی ذات اور چاہ سے مراد دوسرا شخص اور ہرچہ سے مراد صفات مناشی عداوت مثلاً) اور نہ تو بھی وہ شیر (یعنی اس کے مشابہ) ہوگا جو چاہ کے اندر پہنچا اس کو ایک خرگوش راستہ سے لے گیا (جس طرح تجھ کو نفس لے جاتا ہے) کہ اے فلانے قعر چاہ میں ہے وہ شیر ژیاں چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے نکال۔ جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر جدا کر دے (یہ سب مقولہ خرگوش کا ہے) وہ (شیر) غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا (جس طرح تو اپنے نفس کا تابع ہو جاتا ہے اور) اپنے خیال سے پر جوش ہو گیا (جس طرح تو بکثرت اپنے خیالات غیر واقعیہ کا تابع ہو کر دوسروں سے الجھتا ہے) اس شیر نے (تحقیق حقیقت کی کر کے) یوں نہ کہا کہ یہ محض نقش ہے (میرا) اور وہ شیر (دوسرا) پانی میں نہیں ہے (یعنی اگر تحقیق کرتا تو اس مجموعہ مقولہ کو کہتا ہو) یہ (نہ کہنا اور نہ سمجھنا بھی) بجز منقلب کر دینے اس کثیر العطا کے اور کچھ نہیں (یعنی یہ بھی ان ہی کا تصرف تکوینی ہے کہ حقیقت مخفی ہوگئی جس میں بہت سی حکمتیں ہیں کہ ان کے اعتبار سے یہ بھی خیر اور نافع ہے کثیرین کو اور اسی نفع کے بناء پر مقلب کو وہاب کہا یہ تو شیر کی حکایت ہوئی اسی طرح دوسرے شخص میں منشاء عداوت کا توہم کر کے) تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے اے تابع تمام جہات کو غلطیوں کے تو (حقیقت کے نہ جاننے سے) ششدر ہو رہا ہے (یہاں تک بیان ہوا اس کا کہ اجزاء عالم تیرے مظہر ہیں اور تو نہیں سمجھتا آگے کہتے ہیں کہ اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر اور من وجہ تیرے مظہر ہیں اس طرح سے کہ) وہ عداوت (کی صفت) اس میں (قطع نظر خصوصیت متعلق کے) حق کا عکس ہے (اس طور پر) کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے اور وہ گناہ (جو) اس میں (ہے یعنی ظلم وغیرہ جو عداوت سے صادر ہوا وہ) تیرے جرم کا عکس ہے (یہ باعتبار اکثر کے ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ظلم کا

سبب مظلوم ہی کا جرم ہے اور مقصود مقام اس حکم اکثری سے بھی حاصل ہو گیا کیونکہ مقصود غفلت عام کا ازالہ ہے کہ جس جگہ ایسا ہے وہاں بھی تحقیقی نظر نہیں کی جاتی حقیقت مضمون ہر دو شعر کی یہ ہے کہ حسن و قبح افعال اختیاریہ عبد میں ہے مبادی فطریہ میں نہیں حتیٰ کہ عداوت جو کہ مبداء ہے ظلم کا مثلاً اگر اپنے محل میں صرف ہو حسن ہے اس میں اگر قبح ہوتا ہے تو صرف الی غیر المحل سے اور یہ صرف فعل اختیاری ہے اس لئے نفس عداوت کو صفات قہریہ حق کا ظل کہا اور گناہ مثلاً ظلم کو کہ قبیح ہے دوسرے عبد کے فعل کا ظل کہا یہ معنی تھے میرے قول کی تمہید میں کہ اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر ہیں اور من وجہ تیرے مظہر ہیں آگے مصرعہ اولیٰ پر تفریع ہے کہ جب اس عدو کا گناہ تیرے جرم کا عکس ہے تو بجائے اس کے کہ عدو سے الجھتا ہے تجھ کو اپنے) اس خلق (مذموم) کو (کہ سبب ہوا اس کے ظلم کا) اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے (کیونکہ) تیرا خلق مذموم اس (عدو) کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا (اس طرح سے) کہ وہ تیرے لئے (بمنزلہ) تختہ آئینہ (کے) ہو گیا (پس) جب (ہماری اس تنبیہ سے) تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا (لفظ اندر آئینہ مصرعہ ثانیہ میں معمول ہے دیدی کا آگے پھر بیان ہے مظہریت عالم للحق کا کہ عداوت عدو کو عکس قہر حق نہ سمجھنے کی اور اس سے الجھنے کی جس کی تحقیق ابھی شعر آں عداوت اندرو عکس حق ست الخ میں کی گئی ہے ایسی مثال ہے کہ جیسے مثلاً) پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے (اور) تو (اس کو پانی کے اندر سمجھ کر جبکہ اس ستارہ کا منحوس جانتا ہے اس کو غائب کرنے کے لئے تاکہ نحوست کا اثر نہ ہو) ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے (کہ اس کو دفن کر دوں اور خاک زنی کے وقت یوں کہتا جاتا ہے) کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے (بس یہ سمجھ سمجھ کر) اس کے سر پر (بزعم خود) غلبہ کا خاک ڈال رہا ہے چونکہ تو اس کو شبہ کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے (اتفاق سے تھوڑی دیر میں وہ) عکس پوشیدہ ہو گیا اور (افق) غیبت میں چلا گیا تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا (میں نے اس کو دفن کر دیا حالانکہ جس وقت تو اس کو پانی میں سمجھ کر یہ تدبیر کر رہا ہے اس وقت) وہ منحوس ستارہ (جو تیرے زعم غیر واقعی میں منحوس ہے) آسمان میں ہے (سو) اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے (یعنی اگر تیرے خیال میں کوئی تدبیر ضروری ہے تو اس طرف کر جہاں وہ ستارہ ہے پانی میں مٹی بھرنے سے کیا فائدہ) بلکہ تحقیق تو یہ ہے کہ اگر جہت آسمان کے اندر ستارہ کا ہونا بھی معلوم ہو جاوے تاہم آسمان پر بھی نظر مت کرو بلکہ) دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے (کیونکہ) اس جہت (والے ستارہ) کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے (اس ترقی بلفظ بلکہ میں مقصود بھی ظاہر ہو گیا مثال میزند کا یعنی اسی طرح ممثل میں حضرت حق پر نظر کر اور نحس بے سو کی اس تفسیر کے بعد کوئی اشکال نہ رہا جیسے حدیث میں ہے بالقدر خیرہ و شرہ و **یمکن ان سمی نحساً لان مسببه النحس کما سمی الجزاء سیئة لان سببه السیئة** اور جس طرح عداوت عدو عکس ہے صفات قہریہ حق کا اسی طرح احسان محسن عکس ہے صفات لطیفہ حق کا اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ) عطاء (حقیقی) تو عطاء حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو (اور) پنج (حواس) اور شش (جہات) میں (جو کچھ عطا واقع اور مدرک ہے وہ) اس عطاء کا عکس ہے (آگے عطائے خلق کا غیر معتد بہ ہونا بتلاتے ہیں تاکہ حکم مذکور داد داد حق شناس الخ کی مزید توضیح ہو جاوے کہ) اگر کمینہ مخلوق کی عطاء ریگ (بیابان) سے بھی زیادہ ہو (تب بھی) تو مر جاوے گا اور وہ (عطا) میراث رہ جاوے گی (پس مخلوق کی عطا ناپائیدار ہے بخلاف حق تعالیٰ کے کہ وہ اگر کسی حکمت سے کوئی عطا بقصد چند روزہ ہی دیں تب تو وہ چند روزہ ہو گی جیسے مال دینا لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں تو وہ دائم رہے گی جیسے ایمان واعمال صالحہ وحیوۃ طیبہ من الدنیا الی آخر الابد اور مخلوق تو بقصد بھی ایسا نہیں کر سکتی پس عطائے مخلوق غیر معتد بہ ہوئی آگے تفریع ہے عکس آں داد ست فی الشعر القریب پر یعنی جب یہ عطا عکس

ہے تو) عکس آخر (تیری) نظر میں کب تک باقی رہے گا (یعنی نظر میں باقی مت رکھ بلکہ) اصل بینی کو پیشہ کر لے اے کج بین (یعنی حق تعالیٰ پر نظر کر جو اصل معطی ہیں آگے عطائے حق کی ایک خاص شان بیان کرتے ہیں تا کہ مقابلہ ظاہر ہو مضمون تو بمیر دآں بماند مردہ ریگ کا یعنی) حق تعالیٰ نے جب اہل نیاز (واہل اطاعت) پر بخشش فرمائی (من ثمرات الاعمال) تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی (مراد اس سے حیات جنت ہے جس کو میں نے ابھی چند سطر اوپر حیوۃ طیبہ من الدنیا الی آخر الابد کہا تھا اس لئے) نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہو گئے (کما صرح بہ فی النصوص القطعیۃ) وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں (ممکن ہے کہ اس میں ایک شبہ کا جواب ہو وہ یہ کہ اہل نیاز کو بھی جو عمر عطا فرمائی ہے وہ موت سے تو منقطع ہو جاوے گی جواب یہ دیدیا گیا کہ اگر اس موت کا اعتبار بھی کیا جاوے تو خود وہ موت بھی منقطع و مبدل بہ حیات ہو جاوے گی پھر دوام ہو جاوے گا اور ہمارا مقصود اس سے بھی حاصل ہے الذی ذکرتہ قریبا بقولی لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں الخ جب ان کو ایسی شان ہے پس اسی کی طرف التجا (ورجوع) کرو (فی الحاشیہ یعنی تضرعوا الیہ من جاء الی اللہ ای تضرع بالدعاء ۱۲ اصراح اھ آگے ایک اور شان عطائے حق کی مذکور ہے یعنی) عطائے حق (میں یہ امتیاز ہے کہ وہ) تیرے ساتھ جان کی طرح مل جاتی ہے اس طرح سے کہ وہ (عطا) تو تو ہو جاتا ہے اور تو وہ (عطا) ہو جاتا ہے (چنانچہ ہضم کے بعد یہ حکم ظاہر ہے اور مخلوق اس پر قادر نہیں ہاتھ میں دیدیا یا بہت سے بہت حلق میں ڈال دیا لیکن استحالہ پر قدرت کہاں یہ تو غذائے حسی کے متعلق عطا کا بیان تھا آگے غذائے روحانی کا ذکر ہے جس کا اوپر بھی دوسرے عنوان سے ذکر ہوا ہے فی قولہ حق چو بخشش کرد الخ وفی قولہ خالدین شد الخ یعنی وہ ایسے صاحب عطا ہیں کہ) اگر (تجھ کو بوجہ انہماک فی الذکر والطاعات کے اس) نان وآب (حسی) کی رغبت (زیادہ) نہ رہے (کما ہو شاہد فی اہل الذکر اور بدوں اشتہا کے کھایا پیا نہیں جاتا اور بے کھائے پیئے ضعف ہو جاتا ہے اس لئے ضعف وفتور محتمل ہو) تو وہ تجھ کو بدوں ان دونوں (یعنی نان وآب) کے غذائے طیب (روحانی) عطا فرماتا ہے (**وھو المذکور فی قولہ علیہ السلام یطعمنی ربی و یسقینی** جس سے اکثر تو جسم بھی قوی رہتا ہے ورنہ طبیعت تو ضرور قوی رہتی ہے **و کل ذلک مشاھد** آگے بھی اسی کا تتمہ ہے کہ) اگر (حالت مذکور میں جسمانی) فربہی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالیٰ لاغری میں تجھ کو باطنی فربہی (قوت روحانی) عطا فرما دیتے ہیں اس طرف کی (اور چونکہ بلا غذائے معتاد قوت کا رہنا مستبعد تھا اس لئے آگے مثال سے استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ اس کو مستبعد مت سمجھو) جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں (اور) فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں (استدلال میں تدرج ہے یعنی جن کے لئے صرف خوشبو تغذیہ کے لئے کافی ہوتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ بدوں آب ونان بھی تغذیہ ممکن ہے آگے اس سے بھی ترقی ہے کہ فرشتہ کو اس کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کہ خوشبو اگر جسم نہیں تو اوصاف جسم سے تو ہے اس کو محض روحی غذا ذکر وطاعت کافی ہے پس اگر انسان کے لئے بھی کسی خاص درجہ میں اس کو کافی کر دیں تو بعید ہی کیا ہے اور جن کی غذا خوشبو ہونا مولانا کو کسی دلیل سے تحقیق ہوا ہوگا اکثر آسیب زدوں کے قصے تو سنے ہیں کہ خوشبو اور پھول کی فرمائش کیا کرتے ہیں واللہ اعلم آگے بھی اسی کی تاکید وتائید ہے کہ) جان (حیوانی جو آب ونان سے متغذی ہے) کیا چیز ہے کہ تو اس سے (حیات میں) سہارا ڈھونڈتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ بدوں اس کے حیات کیسے ہوگی چنانچہ بعضے جنتیوں کے خلود میں ایسے ہی شبہات نکالتے ہیں کہ ان کا مدار حیات بھی غذا ہے پس اس کے لئے تغیر وتبدل وفنا واضمحلال لازم ہے پھر خلود کیسے ہو سکتا ہے تو واقع میں جان حیوانی مدار حیات نہیں بلکہ) حق تعالیٰ اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں (جب تو اس کا اہل ہوتا ہے حتیٰ کہ جنت کے قبل دجال کے زمانہ میں ذکر اللہ سے اہل ایمان زندہ رہیں گے آگے اس پر تفریع ہے یعنی جب عشق حق ایسی حیات

بخش چیز ہےتو) تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان (حیوانی کی پائندگی و درازی) مت مانگ (اور) تو اس سے وہ رزق (روحانی) مانگ اور (صرف) روٹی مت مانگ (آگے پھر عود ہے مظہریت عالم للحق کی طرف یعنی) خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان اس کے اندر تاباں ہیں صفات ذوالجلال ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف مثل ستارہ چرخ کے (عکس کے) ہے آب رواں میں (حقیقی) بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے (اور باقی) تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں (کیونکہ ان کی بادشاہی ظل ہے اس کی بادشاہی کا اور ظل عاجز ولاشے ہوتا ہی ہے ذی ظل کے سامنے آگے اسی کی تصریح ہے کہ) تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے (اور) تمام فاضل (اور عالم) آئینہ ہیں علم حق کے۔ بہت سے قرن گزر گئے اور (ان کے بعد) یہ (زمانہ حال) ایک جدید قرن ہے (ان تمام قرون میں یہ حکم باقی ہے کہ) چاند وہی چاند ہے (مگر) پانی وہ پانی نہیں ہے (جیسے آب رواں میں اگر چاند کا عکس پڑتا ہو تو پانی ہر آن میں نیا آجاتا ہے مگر اس نئے میں جو عکس ہوگا وہ بھی اسی چاند کا ہوگا اسی طرح مظاہر میں تبدل ہے ظاہر میں نہیں چنانچہ) عدل وہی عدل ہے (جس کو اوپر کہا ہے پادشاہان مظہر شاہی حق اور) فضل (وعلم) وہی فضل ہے (جس کو اوپر کہا ہے فاضلان مرات الخ) لیکن متبدل ہوگئے وہ اہل قرن اور جماعتیں (عادلوں اور فاضلوں کی پس) قرون پر قرون چل دئے اے سردار (لیکن) یہ صفات (کہ صفات حق ہیں) قرار اور دوام پر ہیں (پس اس کی وہی مثال ہے جو اوپر آچکی کہ) پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار (لیکن) عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے (یہ مثالیں دونوں ایک ہی چیز کی ہیں آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ جب آب رواں کے تبدل سے ماہ واختر نہیں بدلتا) پس (ثابت ہوا کہ) اس (ماہ و کوکب) کی بناء آب رواں پر نہیں ہے بلکہ اطراف وسعت آسمان (یعنی آسمان وسیع) پر ہے (یہ حکم مشبہ بہ یعنی کواکب کا ہے اور ان کا آسمان کے اجزاء پر ہونا ظاہر ہے آگے مشبہ کے لئے یہ حکم ثابت کرتے ہیں کہ بس اسی طرح) یہ صفات (حق) مثل کواکب معنویہ کے ہیں (ان کو بھی کواکب حسیہ کی طرح) جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں (چرغ معانی سے تشبیہ دی ذات حق تعالیٰ کو کہ وہ محل استقرار صفات ہے آگے مشبہ کے حکم پر تفریع ہے کہ پس معلوم ہوا کہ) تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں (اور) ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے (جب یہ عکس ہیں اور وہ اصل تو) یہ سب خدوخال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے (جیسا عکس کواکب راجع الی الکواکب ہوجاتا ہے) دائما پانی میں عکس کب رہتا ہے (پس) سب صورتیں (مظاہر کی) عکس ہیں آب جو کی (یہ اضافت الی الظرف ہے یعنی ایسے عکس جو آب جو میں نمایاں ہیں اور) اگر تو اپنی آنکھ ملے (یہ کنایہ ہے تصحیح نظر سے یعنی اگر نظر صحیح سے دیکھے) تو (وجود حقیقی کے اعتبار سے) سب وہی خود ہے (یعنی اور وجودات چونکہ عکس اور ظل اور تابع اور مستہلک اور لاشے اور غیر معتد بہ ہیں اس لئے وہ قابل شمار نہیں پس ہمہ اوست کی توجیہ پر یہاں بھی یہی کہا جاوے گا کہ جملہ اوست یعنی چیزے دیگر قابل موجود گفتن نیست کما بینته فی مفتتح الدفتر الاول واللہ اعلم وللہ الحمد علی حل المقام باسهل وجه واحسنه ولم اکن اهلاً لذلک و ذلک فضله العظیم و لطفه الجسیم)

باز عقلش گفت بگزار ایں حول	خل، دوشاب ست و دوشاب ست خل
پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دو بنی چھوڑ دے	سرکہ تو شیرہ انگور ہے اور شیرہ انگور سرکہ ہے
خواجہ را چوں غیر گفتی از قصور	شرم دار اے احول از شاہ غیور
جب تو نے خواجہ کو غیر کہا قصور کے سبب	تو شرم رکھ اے احول شاہ غیور سے

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر	جنس ایں موشان تاریکی مگیر
اس خواجہ کو جو کہ کرۂ ناری سے آگے بڑھ گیا	ان موشان تاریکی کی جنس مت سمجھ
خواجہ را جاں بیں مبیں جسم گراں	مغز بیں او را مبینش استخواں
اس خواجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ	اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ
خواجہ را از چشم ابلیس لعیں	منگر و نسبت مکن او را بطیں
اس خواجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھ	اور اس کو طین کی طرف منسوب مت کر
ہمرہ خورشید را شپر مخواں	آنکہ او مسجود شد ساجد مداں
مصاحب خورشید کو شپر مت کہہ	جو مسجود ہو گیا ساجد مت جان
عکسہا را ماند و ایں عکس نیست	در مثال عکس حق بنمود نیست
وہ عکوس کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے	مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے
آفتابے دید و او جامد نماند	روغن گل روغن کنجد نماند
آفتاب کو دیکھا اور وہ منجمد نہیں رہا	روغن گل روغن کنجد نہیں رہا
چوں مبدل گشتہ اند ابدال حق	نیستند از خلق برگرداں ورق
جب ابدال حق مبدل ہو گئے	تو وہ خلائق میں سے نہیں رہے ورق الٹ
قبلۂ وحدانیت دو چوں بود	خاک مسجود ملائک چوں شود
قبلہ توحید دو کیونکر ہو سکتے ہیں	خاک مسجود ملائکہ کیونکر ہو سکتی ہے
چوں دریں جو دید عکس سیب مرد	دامنش را دید آں پر سیب کرد
جب کسی شخص نے اس ندی میں سیب کا عکس دیکھا	اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کر دیا
آنچہ در جو دید کے باشد خیال	چونکہ شد از دیدنش پر صد جوال
تو اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال کب ہو گا	جبکہ اس کے دیکھنے سے صدہا گونین بھر گئیں
تن مبین و جاں مکن کاں بکم و صم	کذبوا بالحق لما جائهم
تن کو مت دیکھ اور مصیبت میں مت پڑ کہ ان گونگوں بہروں	نے دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا
مارمیت اذرمیت احمد بدست	دیدن او دیدن خالق شدست
مارمیت اذرمیت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں	آپ کا دیکھنا خالق کا دیکھنا ہے

حق مراورا برگزید ازانس وجاں	رحمة للعالمینش خواند ازاں
حق تعالٰی نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے	اس سبب سے آپ کو رحمۃ اللعالمین فرمایا ہے
خدمت او خدمت حق کردن ست	روز دیدن دیدن آں روزن ست
آپ کی خدمت کرنا حق تعالٰی کی خدمت کرنا ہے	آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے
خاصہ ایں روزن درخشاں ازخودست	بے ذریعہ آفتاب و فرقدست
خاص کر یہ دریچہ تو از خود ہی درخشاں ہے	بدوں ذریعہ آفتاب اور فرقد کے ہے
ہم ازاں خورشید زد بر روزنے	لیک از راہ و سوئے معہود نے
اسی خورشید سے ایک دریچہ پر شعاع پڑی ہے	لیکن متعارف منفذ اور جہت سے نہیں
درمیان شمس و ایں روزن رہے	ہست روزنہا نشد زاں آگہے
شمس کے اور اس دریچہ کے درمیان میں ایک منفذ ہے	دوسرے دریچے اس سے آگاہ نہیں
تا اگر ابرے برآید چرخ پوش	اندریں روزن بود نورش بجوش
تاکہ اگر کوئی ابر چرخ کا ساتر آ جاوے	اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں رہے
غیر راہ ایں ہوا و شش جہت	درمیان روزن و خور مالفت
بدوں راہ اس ہوا اور شش جہت کے	دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت ہے
مدحت و تسبیح او تسبیح حق	میوہ می روید زعین ایں طبق
آپ کی مدح اور تنزیہ تسبیح ہے حق تعالٰی کی	عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے
سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت	عیب نبود گر نہی نامش درخت
سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار	تو عیب نہیں ہے اگر تو اس کا نام درخت رکھ دے
ایں سبد را تو درخت سیب خواں	کہ میان ہر دوراہ آمد نہاں
تو اس ٹوکرے کو درخت سیب کہہ	کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے
آنچہ روید از درخت بار ور	زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر
جو چیز درخت ثمردار سے پیدا ہوتی ہے	اس ٹوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے
پس سبد را تو درخت بخت بیں	زیر سایہ ایں سبد خوش می نشیں
پس تو ٹوکرہ کو درخت نصیب ور دیکھ	اس ٹوکرہ کے زیرسایہ خوش ہو کر بیٹھا کر

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں	ناں چرا می خوانیش محمودہ خواں
روٹی اگر اسہال لادے اے مہرباں	تو اس کو روٹی کس لئے کہتا ہے سقمونیا کہہ
خاک رہ چوں چشم روشن کرد و جاں	خاک او را سرمہ بین و سرمہ داں
خاک راہ نے جب چشم اور جان کو روشن کر دیا	تو اس کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان
چوں ز روئے ایں زمیں تابد شروق	من چرا بالا کنم رو در عیوق
جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب	تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں
شد فنا ہستش مخواں اے چشم شوخ	در چنیں جو خشک کے ماند کلو
آپ فنا ہو گئے آپ کو ہست مت کہہ اے شوخ چشم	ایسی ندی میں کلوخ کب خشک رہ سکتا ہے
پیش ایں خورشید کے تابد ہلال	با چناں رستم چہ باشد زور زال
اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہو سکتا ہے	ایسے رستم کے سامنے کیا ہو سکتا ہے زور زال کا
طالب ست و غالب ست آں کردگار	تا ز ہستیہا برآرد او دمار
وہ کردگار طلب کرتے ہیں اور غالب ہیں	تاکہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالیں
دو مگوے و دو مخوان و دو مداں	بندہ را در خواجۂ خود محو داں
دو مت کہہ اور دو مت پڑھ اور دو مت جان	غلام کو تو اپنے آقا میں محو جان
خواجہ ہم در نور خواجہ آفریں	فانی ست و مردہ و مات و دفیں
یہ خواجہ بھی خالق خواجہ کے نور میں	فانی ہے اور میت ہے اور مدفوں ہے
چوں جدا بینی ز حق ایں خواجہ را	گم کنی ہم متن وہم دیباجہ را
اگر تو اس خوجہ کو حق سے جدا دیکھے گا	تو تو اصل اور مقدمہ کو گم کر دے گا
چشم دل راہیں گزارہ کن ز طیں	ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں
تو چشم دل کو متجاوز کر طین سے	یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلے مت دیکھ
چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف	آتشے در خف فتاد و رفت خف
اگر تو نے دو دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا	آگ سوختہ میں واقع ہو گئی اور وہ سوختہ بھی جاتا رہا

(اوپر کے اشعار میں تمام خلائق کا ظل حق ہونا جس معنی کے اعتبار سے بیان کیا تھا جس کو شرح اشعار کے اخیر میں احقر نے ظاہر بھی کر دیا ہے اور جس کو مولانا نے اخیر شعر کے مصرعہ ثانیہ میں بعنوان عینیت ذکر کیا ہے جو سابق کے ساتھ محض

عنوان تعبیری ہی میں مختلف ہے اور معنون ایک ہی ہے یعنی اگر وجود کے مرتبہ ضعیف پر بھی نظر کی جاوے تو جملہ تصویرات عکس آ بجوست کے عنوان سے تعبیر کیا جاوے گا اور اگر مرتبہ ضعیف پر نظر نہ کی جاوے تو چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست کے عنوان سے حکم کیا جاوے گا اور دونوں تعبیروں کا معبر عنہ ایک ہی ہے یعنی وجود واجب کا اصل اور متبوع اور مستقل ہونا اور وجود ممکن کا فرع اور تابع اور مضمحل ہونا بلکہ اگر ظل خاص یعنی عکس مرئی فی الماء وفی المراۃ کی حقیقت میں غور کیا جاوے تو وہ بھی عین ہی ہے کیونکہ پانی یا آئینہ میں کوئی مغائر چیز موجود نہیں ہو جاتی بلکہ شعاع بصری اس جسم شفاف سے لوٹ کر عین مرئی پر واقع ہوتی ہے اور اس سے عین وہ مرئی ہی نظر آتا ہے بہر حال یہ معنی، م خلائق اور ان کی جمیع صفات کو عام اور شامل میں آتے ہیں اس عینیت پر ایک قید زائد کر کے اس کو خاص کرتے ہیں متصفین بصفات کمال و متخلقین باخلاق ایزد متعال کے ساتھ اور وہ قید یہی اتصاف وتخلق ہے اور چونکہ اس قید کے اعتبار سے ان متخلقین کو بہ نسبت عام خلائق کے کہ صرف معنی اول کے مصداق تھے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس لئے اس معنی ثانی کی تعبیر کے لئے عنوان بھی اقوی وابلغ اختیار کرتے ہیں یعنی معنی اول کو ظل اور عکس کہا تھا یہاں ظل اور عکس کی نفی کر کے اس کو عینیت واتحاد بمعنی الوحدۃ کہتے ہیں جیسا اوپر بھی معنی اول کو بالکل اخیر میں اس عنوان سے بھی تعبیر کر دیا تھا مگر وہاں یہ تعبیر تبعاً بغرض کشف بعض وجوہ معنی اول تھی کہ وہ عدم اعتداد ہے وجود ممکن کا وجود واجب کے سامنے اور یہاں یہ تعبیر قصداً ہے بغرض افادۂ ترقی وزیادت معنی عینیت للمتخلقین المذکورین کے اور ان دونوں معنی میں فرق اور ان کی تحقیق باختلاف الفاظ شرح دفتر اول میں بذیل حکایت بقال و طوطی گزر چکی ہے اس کا ملاحظہ موجب زیادت بصیرت ہوگا اور جیسا احقر نے اوپر شرح اشعار بالا آدم اصطرلاب الخ کی تمہید میں لکھا ہے کہ یہ سب مقولات مولانا کے ہیں بلسان اس قرضدار غریب الوطن کے وہی یہاں بھی سمجھئے بلکہ یہاں تو اس سے بڑھ کر باز عقلش گفت میں تصریح بھی ہے اس مقولہ کے انتساب کی اس کی طرف اور اس نسبت کی تصریح سے مضامین اشعار بالا کی نسبت بھی اس کی طرف لازم آ گئی کیونکہ اگر مضامین بالا کو مولانا کی طرف منسوب کہا جاوے تو باز عقلش گفت کے کوئی معنی نہ ہوں گے کہ لفظ باز صریح دال ہے کہ اس کے قول اول کے بعد اس کے عقل کا یہ قول ثانی واقع ہوا پس ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ ظلیت اور عکسیت کا مضمون دل میں یا زبان سے کہہ چکا تو) پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دو بینی (جو کہ حکم بظلیت وعکسیت سے لازم آتی ہے) چھوڑ دے (کیونکہ محل متکلم فیہ یعنی محتسب کریم مذکور متصف بوصف حق کما سیاتی خواجہ را چوں غیر گفتی الخ مع بالعدہ کی حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی مثال ہے جیسے کہ) سرکہ تو شیرہ انگور ہے اور شیرہ انگور سرکہ ہے (اور چونکہ مثال کے لئے مثل ہونا لازم نہیں اور مثال میں کوئی خاص مابہ الاشتراک ملحوظ ہوتا ہے اس لئے تمام اوصاف میں اشتراک لازم نہیں آتا سو اس مثال سے مقصود صرف یہ ہے کہ پہلے جو چیز متصف بالعصیر تھی وہ اب تبدل وصف عصیریت بوصف الخلیۃ کے سبب موصوف بالخل ہو گئی اور ایک کو دوسرے کا ظل نہیں کہتے بلکہ عین کہتے ہیں اسی طرح اس محتسب کریم نے جب اپنے اوصاف نقص مقتضائے امکان کو اوصاف کمال ثابتہ بالذات للواجب الحق سے متبدل کر لیا اس تبدل وصف کے سبب وہ موصوف بصفات حق ہو گیا پس یہاں بھی جس طرح بالمعنی الشامل للتخلق اس کو ظل کہا جا سکتا ہے اس خصوص مناسبت مع الحق فی صفاتہ الکمال پر نظر کر کے بغرض امتیاز عن عامۃ الخلق عین اصلاحاً کہنا نامناسب نہ ہوگا پس باوجود دونوں عنوانوں کے معنون ہونے کے تمائز فی مابین العام والخاص مرجح ہے اس کا کہ

دونوں کی تعبیت فی الاتصاف کو جدا جدا عنوانوں سے تعبیر کیا جاوے نیز ایک اور فرق بھی دونوں اتصافوں میں ہے کہ اول اتصاف تکوینی ہے دوسرا تشریعی یہ بھی مقتضی ہے کہ دونوں کی تعبیر الگ الگ عنوان سے ہو خواہ کوئی عنوان ہوتا چونکہ صوفیہ کی اصطلاح پر یہ دونوں عنوان اس فرق کے مودی ہیں اور اصطلاح جاننے والوں کو غلطی کا ایہام نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے اس کو اختیار کیا باقی جہاں غلط فہمی کا احتمال ہو وہاں تحریم تعبیر مذکور کا فتویٰ دیا جاوے گا آگے مثال مذکور فی المصر اع الثانی من الشعر السابق کا مقصود بیان کرتے ہیں کہ) جب تو نے خواجہ کو غیر کہا قصور (نظر) کے سبب تو شرم رکھ اے احول شاہ غیور (حقیقی یعنی حق تعالیٰ) سے (کہ اس کے غیر کے لئے صفت کمال ثابت کرتا ہے گو اس غیر کو درجہ ظل ہی میں ثابت کیا جاوے سو کسی مرتبہ میں بھی اس کو ثابت مت کرو اور جملہ شرم دار مشیر ہے اس طرف کہ یہ نفی غیر مقتضیٰ غیرت ذوقیہ کا ہے گو عقلاً اس غیر کا ثبوت صحیح ہو آگے اس خواجہ کا خواص میں سے ہونا مبنی ہے اس کے لئے اس حکم خاص کے ثابت کرنے کا بتلاتے ہیں کہ) اس خواجہ (محتسب) کو جو کہ کرہ ناری سے آگے بڑھ گیا (یعنی اس کی روح سماء اور علیین میں چلی گئی **وبذلک دل علی کونة مقبولالان غیر المقبول لایتصعدروحه فی السماء کما قال تعالیٰ فیهم لاتفتح لهم ابواب السماء** تو اس خواجہ مقبول حق کو) ان موشان تاریکی (مقیدان ظلمت محبت دنیا) کی جنس مت سمجھ (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولاً اپنی توقع میں غلط کار ہونے کی بناء یہ بیان کی ہے کہ وہ محتسب کیا چیز تھا محض ظل تھا تو اس سے توقع مت رکھ اور اب جبکہ اس ظلیت کے حکم میں غلطی ثابت ہوئی اور خواجہ کو مظہر کرم حق سمجھا تو چاہئے کہ پھر اس سے توقع لگانا غلطی نہ ہو حالانکہ اس کی غلطی ظاہر ہے سو اس سے یہ لازم نہیں آتا کیونکہ وہ توقع اس کے استقلال بالکرم کے خیال پر تھی اب جب اس کا عدم استقلال ثابت ہو گیا اولاً اس کی ظلیت پر نظر کر کے اور ثانیاً اس کی عینیت مصطلحہ پر نظر کر کے کہ یہ اور بھی زیادہ قاطع توقع ہے کیونکہ اس میں تو اتنے وجود غیر مستقل کی بھی نفی کر دی جو ظل کے لئے تھا تو نفی ظل سے زیادہ عدم استقلال ثابت ہوا نہ کہ استقلال جو کہ ظل سمجھنے سے پہلے متوہم تھا جیسا احقر نے ابھی شرح شعر خواجہ راچوں غیر الخ میں اس کی تقریر کی ہے پس مقصود عود نہیں ہے صحت توقع کی طرف بلکہ وہ عدم توقع بحالہ ہے صرف ایک نظری غلطی تھی توحید میں جس کو رفع کر رہے ہیں نیز سابق سے شبہ ذم محتسب کا ہوتا تھا اس کو بھی دفع کر دیا پس نظری غلطی کے ساتھ یہ عملی غلطی تھی آگے بھی اس کا مقبول و مظہر خاص ہونا بیان کرتے ہیں کہ) اس خواجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ (یعنی اس کی حیثیت روحیہ متصفہ بالکمال پر نظر کر اوصاف جسمیہ مشترکہ کو مت دیکھ) اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ۔ اس خواجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھ اور اس کو (صرف) طین کی طرف منسوب مت کر مصاحب خورشید کو شیر مت کہہ (کیونکہ تو خورشید سے بھاگتا ہے اس کا مصاحب کیونکر ہو سکتا ہے پس اسی طرح جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ معیت و بحکم حدیث **انا جلیس من ذکرنی** مجالست معنویہ رکھے اس کو **کاحد من کل ظلمة الدنیا** کہ مشابہ شپر کے ہے مت سمجھو یہ مضمون وہی ہے جو جنس ایں موشان الخ میں تھا آگے وہ مضمون ہے جو خل دوشاب ست الخ اور خواجہ راچوں غیر الخ میں تھا یعنی) جو مسجود ہو گیا (اس کو) ساجد مت جان (تقریر اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوئے اور غیر اللہ مسجود ہوتا نہیں **ولو للتحیة لانهاتعظیم والمستحق له بالذات هواللہ تعالیٰ** پس معلوم ہوا کہ وہ بحیثیت خصوصیت آدمیہ مسجود نہ تھے بلکہ بحیثیت مظہریۃ صفات الٰہیہ کہ حاصل ہے معنی خلافت کا مسجود تھے **والحکم الثابت للشیٔ بالحیثیة الخاصة هوالثابت لتلک**

الحیثیة پس مسجود در حقیقت صفات حق ہوئیں یہ دلیل ہوگئی عینیت مصطلحہ کی جو اوپر مذکور تھی بعد اثبات عینیت مصطلحہ کے عکسیت کی نفی کرتے ہیں کہ) یہ (خولجہ مع امثالہ) عکوس کے مشابہ ہے اور یہ (خولجہ) عکس نہیں ہے (اور اس) مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے (بنمودن مصدر بباء جارہ بمعنی درویا زائد یعنی درنمودن است اور عکس کی نفی کا مبنیٰ اثبات عینیت مصطلحہ ہے خواص کے لئے اور چونکہ ظاہراً عوام وخواص کی حالت اتصاف میں تشابہ ہے اور عوام سے ظلیت کی نفی نہیں کی اس لئے مشابہ عکس کہہ دیا آگے تبدل اوصاف خواص کی جو مبنیٰ تھا حکم بالعینیۃ المذکورہ کا مثالیں ہیں۔

اول:۔آفتاب کو دیکھا اور وہ (یعنی یخ بقرینہ مقام) منجمد نہیں رہا (بلکہ متبدل باب ہوگیا۔

مثال ثانی:۔روغن گل (جو اصل میں روغن کنجد تھا اور پھولوں میں بسادینے سے روغن گل ہوگیا اب وہ) روغن کنجد نہیں رہا (وجہ تمثیل مطلق تبدل ہے نہ دوسری خصوصیات پس مثال اول پر یہ شبہ بھی نہیں واقع ہوتا کہ مشبہ بہ میں تو تبدل باوصاف متجلی یعنی حق ہوا ہے اور مشبہ بہ میں تبدل باوصاف متجلی یعنی خورشید نہیں ہوا آگے تصریح ہے مدعائے مقام کی بعد امثلہ کے یعنی اسی طرح) جب ابدال حق (باعتبار اپنے اوصاف کے) مبدل ہوگئے (یعنی ان کے اوصاف مبدل ہوگئے) تو وہ (عام) خلائق میں سے نہیں رہے ورق الٹ (یعنی اس مضمون سے فارغ ہوکر آگے چل اس میں کلام مت کر آگے پھر وہی مضمون ہے آنکہ او مسجود شد الخ یعنی) قبلہ توحید دو کیونکر ہوسکتے ہیں (یعنی جو توجہ کہ مقتضائے توحید ہے یعنی توجہ خالص جس میں دوسرا من وجہ بھی شریک نہیں ولو بوجه التحية كما ذكرته في شرح آنکہ او مسجود شد الخ اس کا قبلہ یعنی جہت توجہ دو نہیں ہوسکتی یعنی) خاک (جو کہ عنصر آدم ہے) مسجود ملائکہ کیونکر ہوسکتی ہے (آگے مشابہ عکس کی جو کہ واقعی عکس نہ ہو جس کا شعر عکسہا را ماند الخ میں ذکر تھا ایک مثال دیتے ہیں کہ فرض کرو) جب کسی شخص نے اس ندی میں (یعنی کسی ندی میں) سیب کا عکس دیکھا) یعنی اول نظر میں عکس سمجھا مگر تحقیق کے لئے ہاتھ ڈالا اور) اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کردیا (یعنی دیکھنا سبب اس کا ہوگیا مطلب یہ کہ ہاتھ ڈالنے سے سیب واقعی اس کو ملے) تو (اس صورت میں) اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال (اور عکس) کب ہوگا جبکہ اس کے دیکھنے سے صدہا گونین بھر گئیں (وہ تو واقعی سیب ہوگا تو اس مثال میں جیسے اولاً عکس سمجھا مگر دلیل سے ثابت ہوا کہ عین ہے اسی طرح یہاں بھی آثار و برکات مختصہ بصفات حق مثل معظمیت و مسجودیت آدم یا نافعیت مثل سخاء وکرم مکتسب جب صفات خلق پر مرتب ہوئے تو دلیل سے ثابت ہوا کہ عکس نہیں بلکہ عین ہے بالتفسير المذكور مراداً یہاں بھی مثال سے صرف بعض اعتبار سے عکس نہ ہونا مقصود ہے اور اس عدم عکسیت میں تماثل ضروری نہیں تاکہ اشکال لازم آوے کہ مثال میں تو عین من کل الوجوہ ہے اور ممثل میں نہیں آگے ان مضامین کو بطور تخصیص بعد تعمیم بعد اثبات لجمیع الخواص کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ اخص الخواص ہیں خاصۃً دور تک ثابت کرتے ہیں جیسا صریح الفاظ دال ہیں یعنی آپ کے) تن (ظاہری) کو مت دیکھ (کہ ماء وطین سے ہے) اور مصیبت (جہل) میں مت پڑ (کہ ماء وطین کے دیکھنے پر مرتب ہے) کہ ان گونگوں بہروں (یعنی کفار) نے (اسی ماء وطین کو دیکھ کر) دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا (یہ اقتباس ہے شروع سورۂ انعام کی آیت سے یعنی انہوں نے یہی کہا کہ یہ وحی کا لانے والا ہم جیسا بشر ہے كما في سورة الانعام هنالك وقالوا لولا انزل عليه ملك الخ پس اس مضمون کا اعادہ ہوا آپ کے لئے یعنی مضمون بنگر ونسبت مکن اور ابطین کا) مارمیت اذ رمیت (کے مصداق) احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں (جس سے عینیت مصطلحہ معلوم ہوئے آگے اس کی

تفریع ہے کہ پس) آپ کا دیکھنا (من وجہ) خالق کا دیکھنا ہے) **بناءً علی العینیة المذکورة و نظریه ایضاً قوله من یطع الرسول فقد اطاع الله**) حق تعالیٰ نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے (اس لئے کہ آپ کو یہ اختصاص مجوث عنہ حضرت حق کے ساتھ سب سے زیادہ تھا) اس سبب سے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے (اور ظاہر ہے کہ سب کے لئے واسطہ رحمت وہی ہوگا جو سب سے افضل واقرب واحب ہو) آپ کی خدمت کرنا حق تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے (کما سبق **من یطع الرسول** اوراس کی ایسی مثال ہے کہ) آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے (اس میں مبتداء موخر اور خبر مقدم ہے یعنی اگر دریچہ تاباں از آفتاب کو دیکھ لیا گویا آفتاب کو دیکھ لیا پس جو بندۂ مقبول حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے اور اس سے تعلق رکھتا ہے اس کا دیکھ لینا بعض اعتبارات سے حضرت حق کا دیکھ لینا ہے کہ مظہر ظاہر کے لئے مظہر باسم الفاعل من الاظہار ہوتا ہے اور یہ حکم تمام انبیاء واصفیاء کے لئے عام تھا اس لئے آپ کی پھر تخصیص ہے یعنی) خاص کر یہ دریچہ (تعین محمدی) تو از خود ہی درخشاں ہے (از خود کے معنی بلاواسطہ حق نہیں کہ خلاف واقع بھی ہے اور حکم سابق روز دیدن الخ کے بھی خلاف ہے بلکہ بلاواسطہ خلق مراد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ تمام خلائق کے لئے آپ خود واسطہ فیض الٰہی ہیں آپ کے لئے کوئی بھی واسطہ نہیں آگے اسی کا ذکر ہے کہ یہ درخشانی) بدوں ذریعہ آفتاب (یعنی دیگر انبیاء) اور (ستارہ) فرقد (یعنی دیگر اصفیاء) کے ہے (پس آپ کا کمال حق تعالیٰ کے اعتبار سے بالعرض ہے اور مخلوق کے اعتبار سے بالذات اور میرے ترجمہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس شعر میں آفتاب کا مصداق مغائر ہے شعر بالا میں مصداق روز بمعنی آفتاب اور شعر آئندہ میں مصداق خورشید سے) اسی خورشید (حقیقی) سے ایک دریچہ (یعنی تعین محمدی) پر شعاع پڑی ہے لیکن متعارف منفذ اور جہت سے نہیں (چنانچہ حق تعالیٰ کا تنزہ اس سے ظاہر ہے بلکہ) شمس (حقیقی) کے اور اس دریچہ کے درمیان میں ایک منفذ (خاص معنوی) ہے دوسرے دریچے اس سے آگاہ نہیں (کیونکہ ہر مقام کی تجلی کا ادراک اسی مقام والا کرسکتا ہے اور وہ منفذ خاص معنوی اس لئے ہے) تاکہ اگر کوئی ابر چرخ کا ساتر آجاوے (تب بھی) اس دریچہ میں اس (شمس) کا نور جوش (اور غلبہ) میں رہے (وہ ابر مانع اور حائل نہ ہوسکے جیسا آسمان ظاہری پر ابر آجانے سے اس کا نور کسی قدر بند ہو جاتا ہے عجب نہیں کہ اس ابر سے مراد وہ ہو جس کی نسبت ارشاد ہے **انه لیغان علےٰ قلبی** تو مولانا نے اس میں یہ بتلا دیا کہ وہ غین مانع یا منقص تجلی نہیں کیونکہ وہ تجلی جو آپ کے قلب پر ہوتی ہے اس قدر قوی النور ہے کہ خود اس غین کو بھی منور کردیتی ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ وہ تعلقات وتوجہات الی الخلق جو مصداق ہیں اس غین کا اور عامہ کے لئے ساتر تجلیات ہیں آپ کے لئے موجب زیادت قرب اور عین طاعت تھے پس خود ان کی ظلمت جو ان کی اصل وضع کا مقتضا تھا بالکلیہ محو ہوگئی اور یہی حکم سب انبیاء علیہم السلام کے لئے عام ہے بخلاف اولیاء کے کہ ان کے لئے جب بشریہ کسی وقت ساتر تجلیات ہو جاتے ہیں گو قوی الستر نہ ہوں۔ پس یہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی دوسرے اولیاء کے اعتبار سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے گو آپ کی نورانیت [illegible]روں سے زیادہ ہو یہ اور بات ہے) بدوں راہ اس ہوا اور (بدوں اس) شش جہت کے دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت (اور تعلق) ہے (بخلاف دریچہ حسی وآفتاب حسی کے کہ جہت اور درمیانی ہوا جو اولاً متکیف ہوتی ہے شعاعوں سے شرط ہے تنویر وتنور کے لئے) آپ کی مدح (یعنی اثبات الکمالات لہ صلے اللہ علیہ وسلم) اور تنزیہ (یعنی نفی النقائص عنہ صلی اللہ علیہ وسلم **کما فی الحدیث لم یکن رسول الله صلے الله علیه وسلم فحاشا ولا متفحشا ولاصخاباً فی الاسواق ومثل ذلک** یہ سب) تسبیح ہے حق تعالیٰ کی (کہ حق تعالیٰ سے آپ استفادہ

میں بہت اقرب ہیں کہ کسی اور مخلوق کا واسطہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ موصوف بالعرض کی مدح مستلزم ہے اس کے ما بالذات قریب کے لئے اور وہ حضرت حق ہے بخلاف دوسرے اہل کمال کی مدح کے کہ جب آپ ان کے لئے واسطہ فیض ہیں تو ان کی مدح بواسطہ آپ کے مدح حق ہوئی یہ فرق ہے دونوں مقام میں آگے آپ کے اسی استفادہ من الحق بلاواسطہ خلق کو فرماتے ہیں کہ آپ کی ایسی مثال ہے جیسے گویا) عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے۔ (آگے میوہ کی تفسیر تمثیلی ہے یعنی مثلاً) سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار۔ تو (اس حالت میں) عیب نہیں ہے اگر تو اس (طبق) کا نام درخت رکھ دے (کیونکہ اس میں درخت کی خاصیت ظاہر ہوئی آگے طبق کی تفسیر ہے کہ طبق سے مراد سبد یعنی ٹوکرا ہے یعنی اس صورت میں) تو اس ٹوکرے کو درخت سیب کہہ کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے (جس کی وجہ سے) جو چیز درخت ثمر دار سے پیدا ہوتی ہے اس ٹوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے (جب یہ بات ہے) پس تو ٹوکرہ کو درخت نصیب ور دیکھ (اور) اس ٹوکرہ کے زیر سایہ خوش ہو کر بیٹھا کر (جس طرح کہ درخت سیب کے نیچے اس توقع میں بیٹھا تھا کہ کوئی پھل ہاتھ آوے گا وہی توقع اس سے رکھ گو درخت سے بالذات اور اس سے **بالعرض لاتصاله بالشجرة کما ذکر فی شعر** ایں سبد رانی قولہ کہ میاں ہر دو راہ آمد۔ اور وہ راہ نہاں یہ ہوسکتی ہے کہ مثلاً کسی صناع نے اظہار صنعت عجیبہ کے لئے کسی درخت سیب کی جو کہ ادنیٰ قسم کا تھا ہری لکڑیوں کا ایک ٹوکرا ایسی طرح بنایا کہ ان لڑکیوں کے سب سرے باہر چھٹے رہے اور ان سب شاخوں کے دونوں کناروں کو کسی اعلیٰ درجہ کے درخت سیب میں پیوند کر دیا اور وہ اس کا جزو بن گیا پس اس کے بعد جب ان شاخوں میں پھل لگے گا تو اس حصہ میں یہ پھل آوے گا جو کہ اس ٹوکرہ کا سطح بالائی ہے تو ناواقف جس نے کبھی ایسا نہ دیکھا ہوگا اس کی ہیئت دیکھ کر اس کو ٹوکرہ سمجھے گا اور خیال کرے گا کہ کسی نے پھول توڑ کر اس میں جمع کر دیئے ہیں اور جو واقف ہے وہ اس ٹوکرہ کو درخت ہی کہے گا پس اسی طرح آپ میں اور منبع فیض حقیقی میں ایک تعلق بلاواسطہ ہے جس سے بعض صفات حق کے آثار آپ میں نمایاں ہوتے ہیں پس اس اعتبار سے آپ کو مظہر اتم حق کہا جاوے گا اور بعض امور میں جو معاملہ حضرت حق کے ساتھ ہوتا ہے کہ شجرۃ التفاع ان کی مثال میں مذکور ہوا ہے وہی معاملہ آپ کے ساتھ ہوگا **کما مر من قوله تعالیٰ من یطع الرسول الخ** گو حضرت حق کے ساتھ بالذات اور آپ کے ساتھ بالعرض آگے توضیح کے لئے ایک مثال ہے بطور دلیل کے شعر بس سبدرا الخ کے مضمون کے لئے یعنی بعد اشتراک خاصہ کے اس سبد کو درخت کہنا ایسا ہی صحیح ہے جیسے مثلاً) روٹی اگر اسہال (کی خاصیت ظہور میں) لاوے اے مہربان تو اس کو روٹی کس لئے کہتا ہے سقمونیا کہہ (مثال سے صرف مقصود اس قدر ہے کہ اسی طرح ممثل میں بھی خواص کے اعتبار سے اس کو درخت کہو اور جمیع خصوصیات میں اشتراک ضروری نہیں اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) خاک راہ نے جب چشم اور جان کو روشن کر دیا تو اس (راہ) کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان (یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ اعتبار خواص کا ہے اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب (کذا فی المنتخب) تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں (فی المنتخب عیوق بالفتح وتشدید یا ستارہ ایست سرخ رنگ روشن در کنار راست کاہ کشاں کہ پس ثریا برآید و پیش آں شود اھ یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ جب اجرام علوی کا خاصہ اجرام سلفیہ میں ظاہر ہونے لگے پھر ان ہی کو حکماً اجرام علویہ سمجھیں گے کیونکہ اعتبار خاصہ کا ہے پس اسی طرح تخلق باخلاق اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعض امور میں معاملہ مثل حق تعالیٰ کے کیا جاویگا اور یہ مضمون کا پندرہ سولہ شعر اوپر مارمیت اذ رمیت الخ سے شروع ہوا تھا درمیان میں تائید کے

لئے امثلہ لائے تھے اب پھر عودعلی البدر ہے یعنی) آپ (صفات حق میں) فنا ہو گئے آپ کو ہست (مبائن ومغائر مقابل عینیت مشتبہ مقام) مت کہہ اے شوخ چشم (یعنی آپ کے لئے ایسی مبائنت کا حکم کرنا جرات علی الغلط ہے آگے مثال ہے کہ) ایسی ندی میں (یعنی تجلی حق میں) کلوخ کب خشک رہ سکتا ہے (بلکہ فنافی الماء ہو جاتا ہے اسی طرح آپ کے جسم اطہر مخلوق من الطین تک میں اسی تجلی وتخلق نے سرایت کی ہے آگے اور مثال ہے کہ) اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہوسکتا ہے (آگے اور مثال ہے کہ) ایسے رستم کے سامنے کیا ہوسکتا ہے زور زال کا (اسی طرح تجلی واجب کے سامنے آپ کی ہستی کیونکر فنا نہ ہوتی اور گو یہ فناء فی جنب الوجودالواجب عام ہے تمام ممکنات کو مگر یہاں مطلق تجلی مراد نہیں بلکہ جس تجلی سے تخلق وغلبہ حال بھی ہو جاوے سو یہ خاص ہے خواص کے ساتھ خصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باعتبار اس کے درجہ عظمیٰ کے یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مضمون تھا آگے پھر عام ہے سب خواص کو اور چونکہ اہل ظاہر اس فناء مذکور کو مستبعد سمجھتے ہیں کیونکہ ظاہراً تو ہوش وحواس ان کے بحالہ رہتے ہیں پھر فناء کیا چیز ہوتی ہے اس لئے اس استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ) وہ کردگار (فناء ہستی عبد کی) طلب (اور ارادہ) کرتے ہیں اور (اس افناء پر) غالب (یعنی قادر بھی) ہیں تاکہ ہستیوں کو ہلاک (وفنا) کرڈالیں (پس جب ان کو قدرت بھی ہے اور ان کو وہ مطلوب اور خواستہ بھی ہے اور تخلف مراد کا ان کے ارادہ سے ممتنع ہے تو لامحالہ یہ فناء واقع ہوگا گو بقاء ہوش وحواش کے ساتھ یہ عجیب ہو لیکن اللہ تعالیٰ عجائب پر بھی قادر ہیں اور گوفناء کی ایک قسم جو کہ فناء اخلاق ہے وہ محسوس بھی ہے لیکن اس کے ساتھ بھی جو حال عطا ہوتا ہے یعنی اس تخلق سے ایک خاص بے کیف تعلق حق کے ساتھ وہ ذوقی ہونے کے سبب اوروں کو محسوس نہیں ہوتا پس استبعاد باعتبار مجموعہ تخلق وحال مقارن کے تھا جس کو دفع کر دیا پس اس تمام تر تقریر کے بعد فانی فی الحق کو اور حق کو بمعنی مغائرت مقابلہ عینیت مذکورہ فی المقام) دومت کہہ اور دومت پڑھ اور دومت جان (بلکہ) غلام (یعنی مبتدی) کو تو اپنے آقا (یعنی مرشد کامل) میں محو جان (کہ اولاً تخلق باخلاق شیخ ہوتا ہے اور پھر یہ سمجھ کر) یہ خواجہ (یعنی مرشد) بھی خالق خواجہ (یعنی اپنے خالق) کے نور (وتجلی) میں فانی ہے اور میت ہے اور مدفوں ہے (یہ سب تاکید ہے یہ بعد تخلق باخلاق شیخ کے ہوتا ہے کہ جب صاحب نسبت ہو جاتا ہے پھر اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ مرشد سے جدا بھی ہوسکتا ہے اور تخلق باخلاق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تخلق باخلاق اللہ ہی کے مفہوم میں آگیا) اگر تو اس خواجہ (یعنی مرشد) کو حق سے جدا (مبائن ومغائر بالمعنی المذکور مراداً) دیکھے گا تو تو اصل (یعنی مقصود) اور مقدمہ (یعنی طریق دونوں کو گم کردے گا (یعنی طریق ہی میں غلطی ہوگی تو مقصود تک کیسے رسائی ہوگی اور یہ غلطی طریق میں اس لئے ہوگی کہ اس صورت میں مرشد کو کامل نہ سمجھے گا کیونکہ کمال کے لئے تخلق باخلاق الٰہیہ لازم ہے جب تخلق کا معتقد نہ ہوا تو کمال کا معتقد نہ ہوا پھر اتباع وفیض کیسے ہوگا اس لئے تخلق کا اعتقاد ضروری ہے اور یہی ہے فناء وعینیت محکوم بہا فی المقام) تو چشم دل کو متجاوز کر طین (اوصاف بشریہ خواص عباد خصوص مرشد) سے (اور یہ سمجھ کہ) یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلے مت دیکھ (کہ حق تعالیٰ ایک قبلہ توجہ ہے اور فانی فی الحق دوسرا قبلہ توجہ بلکہ حق تعالیٰ ہی کو قبلہ توجہ اور فانی فی الحق کو مظہر اتم اس قبلہ کا سمجھ اور) اگر تو نے دو دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا (چنانچہ ظاہر ہے کہ دو مقصود کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہر ایک دوسرے سے حاجب ہوگا اور یہاں ہر واحد سے حجاب مضر اور دونوں طرف سے رہ جانے کی ایسی مثال ہوگی جیسے) آگ (چقماق سے) سوختہ میں (کذافی الغیاث) واقع ہوگئی (اور کوئی شخص اس کو اصل معدن نار یعنی چقماق کا مغائر سمجھ کر چقماق کی طرف متوجہ ہو گیا) اور (اتنے میں) وہ سوختہ بھی جاتا رہا (یعنی اس کی آگ بجھ گئی اب اور

سوختہ نہیں اور چقماق سے آگ نکلنے کے لئے سوختہ شرط ہے وہ مثال ہوگئی نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم یہی نتیجہ ہوگا شیخ کو مقصود کا مغائر مطلق سمجھنے کا آگے اس دو بینی کے مضر ہونے پر ایک حکایت بطور مثال کے ہے)۔

مثل دو بیں ہمچو آں غریب شہر کاش عمر نام کہ از یک دکانش بسبب آں نام نانبا بدکان دیگر حوالہ می کرد واو فہم نہ کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنیٰ کہ بعمر نام نان نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ من غلط کردم نامم عمر نیست چوں بدیں دکان تدارک وتوبہ کنم نان یابم از ہمہ دکانہائے شہر واگر بے تدارک ہمچنیں عمر نام باشم ازیں دکان درگذرم محروم مانم واحوال ایں دکانہا از ہم جدا دانستہ باشم

دو دیکھنے والے کی مثال اس کاش شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ اس نام کی وجہ سے نان بائی ایک دکان سے دوسری دکان کا حوالہ دیدیتا تھا اور وہ نہ سمجھا کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے ہیں اسی جگہ تدبیر کرلوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں ہے جب اسی دکان پر تدارک اور توبہ کرلوں گا شہر کی تمام دکانوں سے روٹی حاصل کرلوں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عمر نام کے ساتھ رہوں گا تو اس دکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اس دکان کے احوال بھی میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا۔

گر عمر نامی تو اندر شہر کاش	کس نیفروشد بصد دانگت لواش
اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں	تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سودانگ کو بھی روٹی نہ بیچے گا
چوں بیک دکاں بگفتی عمرم	ایں عمر راناں فروشید از کرم
جب وہ ایک دوکان پر کہتا کہ میں عمر ہوں	اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو از راہ کرم
او بگوید روبداں دیگر دکاں	زاں یکے ناں بہ گزیں پنجاہ ناں
تو وہ کہتا ہے جا اس دوسری دوکان پر	کہ اس کی ایک روٹی اس پچاس روٹی سے بہتر ہے
گر نبودے احوال او اندرنظر	او بگفتے نیست دکان دگر
اگر وہ نظر میں احول نہ ہوتا تو	وہ کہتا کہ دوسری دوکان تو ہے ہی نہیں
پس زدے اشراق آں ناحولی	بردل کاشی شدے عمر علی
بس اس ناحولی کا نور	کاشی کے دل پر اثر کرتا وہ عمر علی ہو جاتا
ایں ازیں جا گوید آں خباز را	ایں عمر راناں فروش اے نانبا
یہ یہاں سے اس نان بائی کو کہتا ہے	کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دے اے نان بائی

چوں شنید او ہم عمر از احولی	درکشید آں ناں کہ ہست آن علی
جب اس نے بھی یہی عمر نام سنا تو احولی کے سبب	وہ روٹی ہٹا لی کہ یہ تو علی کا حق ہے
پس فرستادش بدکان بعید	ناں ز پیش روی او اندرکشید
پس اس نے اس کو ایک اور دور کی دوکان میں بھیج دیا	اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹا لی
کیں عمر را نان دہ اے انبازمن	را ز یعنی فہم کن ز آواز من
کہ اس عمر کو روٹی دے دی اے میرے شریک	یعنی میری اس صوت سے راز کو سمجھ لے
او ہمت زاں سو حوالہ می کند	ہیں عمر آمد کہ تابرناں زند
وہ بھی تجھ کو اس طرف سے حوالہ کر دیگا	ہاں عمر آیا ہے تاکہ روٹی پر فائز ہو
چوں بیک دکاں عمر بودی برو	درہمہ کاشاں زناں محروم شو
جب تو ایک دوکان پر عمر ہو گیا تو چلا جا	تمام کاشان میں روٹی سے محروم رہ
ور بیک دکاں علی گفتی بگیر	ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر
اور اگر ایک دوکان پر تو نے علی کہہ دیا	تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ کے بدوں کلفت کے
احول دو بیں چو بے برشد زنوش	احول صد بینی اے مادر فروش
جب احول دو بین بے ثمر رہ گیا نوش سے	تو تو احول صدبیں ہے اے تارک الاصل
اندریں کاشان دنیا ز احولی	چوں عمر میگرد چوں نبوی علی
تو اس کا شان دنیا میں احولی کے سبب	اس عمر کی طرح پھرتا رہ جبکہ تو علی نہیں ہے
ہست احول را دریں ویرانہ دیر	گوشہ گوشہ نقل نو کہ ثم خیر
اس دیر ویرانہ میں احول کو	گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے کہ وہاں اچھا ہے
درد و چشم حق شناس آمد ترا	دوست پر بیں عرصۂ ہر دوسرا
اور اگر تجھ کو چشم حق شناس حاصل ہو جاوے	تو محبوب سے پر دیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو
وارہیدے از حوالہ جا بجا	اندریں کاشان پر خوف و رجا
تو جا بجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا	اس کا شان میں جو پر خوف در جا ہے

(کاش نام ہے ایک شہر کا کذافی الغیاث اور کاشان کو بھی اس میں ایک شہر کا نام لکھا ہے مولانا نے ان اشعار میں کہیں پہلے نام سے تعبیر کیا ہے کہیں دوسرے نام سے معلوم ہوتا ہے وہ ایک ہی شہر دونوں نام سے مشہور ہوگا پس اس تکلف کی

ضرورت نہیں جو بعض حواشی میں کیا گیا ہے کہ کاشان کو بمعنی کاشانہ لیا ہے اور یہ شہر اہل رفض کا ہے کذا قال محمد افضل وہاں کوئی شخص سنی ناواقف جس کا نام عمر تھا مسافرانہ جا پہنچا دکان سے روٹی خریدنا چاہا مگر اس کا نام سن کر تعصب سے بہانہ کر دیتے وہ علت نہ سمجھتا تھا دوسری دوکان پر بھی اسی سبب روٹی نہ ملتی مولانا اس حکایت کو تقدیم خلاصہ نتیجہ ذکر فرماتے ہیں کہ اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سوادانگ کو بھی روٹی بیچے گا (فی الغیاث لواش بفتحہ وشین معجمہ درتر کی نان تنگ و نرم از گندم اھ چنانچہ اس نام کے آدمی کا قصہ یہ ہوا کہ وہ کاش میں پہنچا اور روٹی خریدنا چاہا لیکن) جب وہ ایک دوکان پر (غالباً پوچھنے پر کہ پوچھنے کا سبب تعصب ہوگا) کہتا کہ میں عمر ہوں اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کردواز راہ کرم تو وہ (دکاندار) کہتا ہے جا اس دوسری دکان پر (اور بہانہ یہ کرتا) کہ اس (دکان) کی ایک روٹی اس (دکان کی) پچاس روٹی سے بہتر ہے (پیائی پکائی یا نرخ کے اعتبار سے چنانچہ دوسری دکان پر بھی اس غریب کو یہی مصیبت پیش آتی مولانا فرماتے ہیں کہ) اگر وہ (مسافر) نظر میں احول (اور غلط بین) نہ ہوتا تو وہ (اپنے دل میں) کہتا کہ (یہاں) دوسری دکان تو ہے ہی نہیں (بلکہ اس معنی میں سب ایک ہی ہیں کہ عمر نام بتلانے پر روٹی نہ دیں گے مطلب یہ ہے کہ اگر اس کو حقیقت واقعہ کی معلوم ہوتی کہ وجہ روٹی نہ ملنے کی یہ ہے تو اپنے دل میں اس کو سمجھ کر اپنا نام علی یا اس کے مثل بتلا دیتا پس بگفتے کا یہ مطلب ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس دکاندار کو یہ جواب دیتا کیونکہ اس جواب سے کچھ بھی فائدہ نہ تھا وہ اس اتحاد اہل دوکان کو تسلیم کرنے کے بعد روٹی نہ دیتا کیونکہ مانع تو مرتفع نہ ہوا تھا آگے نبودے احول اور بگفتے پر جو کہ مستلزم تھا علی نام بتلانے کو تفریع ہے کہ اگر ایسا ہوتا) پس اس نااحولی (و علم حقیقت) کا نور کاشی (دوکاندار) کے دل پر اثر کرتا (اور) وہ عمر (اس کی نظر میں) علی ہو جاتا (مراد اس سے خاص وہ کاشی نہیں جو انکار کر چکا ہے وہ تو اس کو بہانہ سمجھتا بلکہ دوسرا دکاندار جو وہاں سے دور ہو جس کو اس قصہ کی اطلاع نہ ہو کیونکہ پاس والوں کو تو اس پہلے نے اطلاع کر دی تھی جیسا آئندہ اشعار میں ہے مطلب یہ کہ حقیقت کا علم سبب ہوتا دوسرے بازار میں علی وغیرہ نام بتلانے کا اور چونکہ ظاہراً کوئی دلیل تکذیب کی نہ تھی یہ بتلانا سبب ہوتا اس کی تصدیق کا پس وہ شخص اس کا نام علی ہی سمجھتا اور روٹی دے دیتا تو علم بالحقیقۃ بواسطہ سبب ہوتا کاشی کی نظر میں اس مسمی بعمر کے مسمی بعلی ہونے کا اور چونکہ علم کی حقیقت نور ہے کما حققہ اہل المعقول اس لئے اشراق سے تعبیر کیا گیا پس نااحولی سے مراد علم اور زدے بردل سے مراد یہ تصدیق اور شدے عمر علی سے مصدق بہ یہ حل ہے مفردات و مراد شعر کا مگر چونکہ اس کو حقیقت کی اطلاع نہ ہوئی تو اس کا یہ حال ہوا کہ) یہ (ایک دکاندار) یہاں سے اس (دوسرے) نانبائی کو (پکار کر) کہتا ہے کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دے اے نانبائی (جس سے غرض یہ بتلانا ہے کہ اس کا نام یہ ہے تو بھی مت دیجیو چنانچہ) جب اس نے بھی یہی عمر نام سنا تو احولی (وغلط بنی) کے سبب وہ روٹی ہٹالی (اس خیال سے) کہ یہ (روٹی) تو علی (نام والے) کا حق ہے (اس شعر میں مولانا نے ان دوکانداروں کے لئے بھی احولی کا حکم کیا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو جدا جدا سمجھ کر ایک سے بغض دوسرے سے محبت رکھتے جو سبب ہوا اس نام والے کو روٹی نہ دینے کا اور دوسرے نام والے کو روٹی دینے کا اور اوپر مسافر کے لئے احولی کا حکم کیا ہے جس کی توجیہ گزر چکی تو اس بناء پر حکایت کا مقصود کہ ترتب ضرر ہے دو بینی پر دو طرح ثابت ہوا ایک یہ کہ وہ مسافر مشتری امر دنیاوی کی حقیقت میں احول تھا اس کو دنیا کا ضرر ہوا اور یہ لوگ بائع امر دینی کی حقیقت میں احول تھے ان کو دین کا ضرر ہوا پس جس مرتبہ کی احولی ہوگی اسی مرتبہ کا ضرر ہوگا اب اس کے بعد ہمارے زمانہ کے احولوں میں سے کسی احول کو اس کی گنجائش نہیں رہی کہ

مولانا پر تشیع کا شبہ کرے کہ دیکھو اس حکایت سے نعوذ باللہ حضرت عمرؓ کے حرمان کا حکم لازم آتا ہے اول تو یہ مثال ہے جس کو ممثل لہ کے ساتھ من وجہ اشتراک ہوتا ہے نہ کہ من کل الوجوہ اور وہ وجہ مشترک یہاں حرمان ہے ایک نفع دنیا سے جو کہ کوئی موجب ذم نہیں گو مثل لہ میں جو حرمان ہے یعنی احولی از حقائق نافعہ فی الدین اس میں جو حرمان ہے وہ موجب ذم ہو دوسری مثال میں بھی حضرت عمرؓ کا ذکر نہیں ہے اس نام کے ایک مسافر کا ذکر ہے تیسرے اگر ایسا ہی استدلال ہے تو اس سے بڑھ کر محبان علی کو یہاں مولانا نے احول کہا ہے تو ایک خارجی کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ مولانا خارجی اور شیعوں کے بیحد مخالف تھے اور واقع میں وہ نہ شیعی ہیں اور نہ خارجی ہماری طرح سنی ہیں یہ تو الزامی جواب تھا شبہ تشیع کا اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ اول ہی دفتر میں حکایت کنیزک کے ضمن میں بادشاہ کا خطاب طبیب الٰہی کو اس طرح نقل کیا ہے اے مرا تو مصطفیٰ من چوں عمر الخ اور اس دفتر سادس میں شیعان حلب کی تحمیق نقل فرمائی ہے اور نیز اسی دفتر میں حضرت صدیقؓ کے کس قدر فضائل قصۂ اشتراء بلال میں ذکر کئے ہیں اور دفتر چہارم میں خلفاء ثلثہ کی مدح منبر نشینی کے قصہ میں ارشاد فرمائی ہے۔

منبر مہتر کہ سہ پایہ بدست رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست
وآں سوم پایہ عمرؓ در دور خویش از برائے حرمت اسلام کیش
دور عثمان آمد و بالائے تخت برشد و بہ نشست آں مسعود بخت الخ

تو ان تصریحات کے بعد اس شبہ کی کیا گنجائش رہی لیکن شاید تقیہ کی پناہ لینا چاہیں تو خدا تعالیٰ ہزاروں درجات عالیہ بڑھاوے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے اس پناہ کی بنیاد اکھاڑ ڈالی ہے اب اس کے سایہ میں بیٹھنا بالکل مصداق ہے مضمون **ام من اسس بنیانه علی شفا جرف هار فانهار به فی نار جهنم الایه** کا احقر نے یہ زائد علی المقام کلام اس لئے کیا کہ ایک بار میرے کانوں میں یہ بات پڑی تھی کہ بعض متبحر میں شیعہ مولانا اور دوسرے بعض اکابر کی نسبت اپنی جماعت میں سے ہونے کے مدعی ہیں) پس اس (دوسرے دکاندار) نے اس (مسافر) کو ایک اور دور کی (تیسری) دکان میں بھیج دیا (دور قید واقعی ہے وہ ذرا دور ہوگی مگر) اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹالی (اور اس دوسری دکان والے نے جب تیسری دکان پر بھیجا تھا تو یہ کہہ کر بھیجا تھا جو آگے مذکور ہے اور اسی لئے اس نے بھی روٹی ہٹالی تھی یعنی یہ کہا تھا) کہ اس عمر کو روٹی دے دے اے میرے شریک یعنی میری اس صورت (وکلمات) سے راز کو سمجھ لے (وہ راز یہ کہ اس کا ایسا نام ہے اس کو روٹی مت دینا چنانچہ وہاں بھی نہ ملی **وهکذا الی ان انتهت الحوانیت کلها** یہ قصہ تھا اس مسافر مسمی عمر کا اب عود ہے شعر اول کی طرف یعنی اسی طرح اگر ایسے شہر میں یہ نام بتلاوے گا تو اگر ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاوے گا تو) وہ بھی تجھ کو اس طرف سے (جہاں کہ تو بعد میں گیا ہے یہ کہہ کر تیسری جگہ) حوالہ کردے گا (کہ) ہاں عمر آیا ہے تاکہ روٹی پر فائز ہو (تو اس کو دینا مت غرض یہ کہ) جب تو ایک دکان پر عمر ہوگیا تو (جس دکان پر چاہے) چلا جا (کہیں روٹی نہ ملے گی پس اس نام کے بتلانے سے) تمام کاشان میں روٹی سے محروم رہ۔ اور اگر ایک دکان پر تو نے (اپنا نام) علی کہہ دیا تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ (دوسری دکان) کے (اور) بدوں کلفت کے (آگے تطبیق ہے مثال کی ممثل لہ پر بطور دلالت بالاولی کے یعنی) جب احول دو بین بے ثمر رہ گیا نوش (یعنی مقصود شیریں) سے تو تو احول صد بین ہے اے تارک الاصل (گو محاورہ میں مادر فروش گالی ہے مگر احقر نے مولانا کی شان اور خصوصیت مضمون پر نظر کر کے مجازاً یہ معنی لئے **فان الام هی الاصل والبیع**

مستلزم **ترک المبیع** اور ظاہر ہے کہ دو بنی یا صد بنی میں اصل یعنی یک بنی کا ترک ضرور ہے اور حکایت مسافر کاشی میں دو کا نیں دو سے زیادہ تھیں پس مراد دو سے تقلیل ہے یعنی جب اشیاء قلیلہ کے تغائر سمجھنے میں یہ ضرر ہے تو اشیاء کثیرہ کے تغائر سمجھنے میں جس میں تو مبتلا ہو رہا ہے عموماً کائنات لاتحصی کو موجودات مستقلہ سمجھ رہا ہے باوجود ان کے ظل ہونے کی جس کی بحث شعر جملہ تصویرات الخ تک میں مذکور ہے جو سرخی مقام سے اڑتیں شعر اوپر ہے اور خصوصاً خاص متخلقین باخلاق الٰہیہ کو غیر بالمعنی الاصطلاحی سمجھ رہا ہے کہ وہ بھی کثیر ہیں جس کی بحث شعر باز عقلش الخ واقع بعد الشعر المذکور سے ہے اور اشعار آئندہ قریبہ بھی بعضے بحث اول کے مضمون کے ہیں بعض ثانی کے **کما سانبه علیه قریباً انشاء الله تعالیٰ** بہر حال تیرے اس تغائر سمجھنے اور صد بنی میں کس قدر ضرر اور حرمان ہوگا جس کو آگے اول بعنوان مناسب قصہ مثال پھر بعنوان ممثل لہ بیان فرماتے ہیں یعنی وہ ضرور حرمان یہ ہے کہ) تو اس کاشان دنیا میں (اس) احولی کے سبب اس (مسمی بہ) عمر کی طرح (محروم) پھرتا رہ جبکہ تو (مسمی بہ) علی نہیں ہے (یہ کنایہ ہے بقاء احولی سے کیونکہ اس مسافر کی ناحقیقت بنی اس نام پر جمود کا سبب ہوا مطلب یہ کہ غلط بنی کے سبب دنیا میں مقصود حقیقی سے محروم رہے گا اور یہاں کے اس حرمان کو آخرت کا حرمان لازم ہے **قال تعالیٰ من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاٰخرة اعمیٰ** حاصل یہ کہ) اس دیر ویرانہ (دنیا) میں احول (وغلط بین) کو گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے (اس خیال سے) کہ وہاں (یہاں سے) اچھا ہے (اسی طرح وہاں سے پھر اور جگہ مطلب یہ کہ واحد حقیقی کو مقصود نہ سمجھنے سے ہمیشہ قبلہ توجہ بدلتا ہے جیسا غیر حق کے طالبین کی کیفیت مشاہد ہے) اور (نہیں تو) اگر تجھ کو چشم حق شناس (یعنی بصیرت و معرفت حق سبحانہ وتعالیٰ) حاصل ہو جاوے تو محبوب سے پر دیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو (اور اگر تو عالم کو محبوب سے پر دیکھ لیتا تو) تو جا بجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا اس کاشان (دنیا) میں جو (بوجہ عالم ابتلا ہونے کے) پر خوف و رجا ہے (ان اشعار میں اجزاء عالم کے مظاہر حق ہونے کا مضمون ہے اور آگے اشعار مابعد میں متخلقین بالاخلاق الالٰہیہ کے مظہر خاص ہونے کا مضمون مذکور ہوگا اور وہ تنبیہ یہی ہے جس کا وعدہ میں نے شعر احول دو بین الخ کی شرح میں کیا تھا)۔

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر	ہمچو ہر جو تو خیالش ظن مبر
اس ندی میں تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے	تو اس کو اور ندیوں کی طرح خیال گمان مت کر
کہ ترا از عین ایں عکس نقوش	حق حقیقت گردد و میوہ فروش
کہ ان نقوش کے عین عکس سے	حضرت حق حقیقت اور میوہ دینے والا ہو جاوے
چشم ازیں آب از حول حری شود	عکس می بیند سبد پر می شود
اس پانی سے آنکھ احولی سے آزاد ہو جاتی ہے	یہ شخص عکس دیکھتا ہے سبد پر ہو جاتا ہے
پس بمعنیٰ باغ باشد ایں نہ آب	پس مشو عریاں چو بلقیس از حباب
پس معنیٰ یہ باغ ہو گا نہ کہ پانی	سو تو بلقیس کی طرح حباب سے برہنہ مت ہو
بارگونا گونست بر پشت خراں	ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں
طرح طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر	ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک

کاپی 23- 12-

بر یکے خر بار لعل و گوہر ست	بر یکے خر بار سنگ و مرمرست
ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھ ہے	ایک گدھے پر سنگ اور مر مر کا بوجھ ہے
بر ہمہ جوہا تو ایں حکمت مراں	واندریں جو ماہ بیں عکسش مخواں
تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ حکم مت جاری کر	اور اس ندی میں خود چاند کو دیکھ اس کو عکس مت کہہ
آب خضر ست ایں نہ آب دام ودد	ہرچہ اندر وے نماید حق بود
آب خضر ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی	اس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے
زیں تگ جو ماہ گوید من مہم	من نہ عکسم، ہمحدیث وہم رہم
اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں	میں عکس نہیں ہوں ہم سخن اور ہمراہ ہوں
اندریں جو آنچہ بر بالاست ہست	خواہ بالا خواہ دروے دار دست
اس ندی میں جو اوپر ہے وہی ہے	خواہ تو اوپر اور خواہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا
از دگر جوہا مگیر ایں جوئے را	ماہ داں ایں پرتو مہروئے را
دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے	ماہ سمجھ اس عکس ماہرو کو
اندریں جو ہرچہ داری تو مراد	بازبیں و شکر گو بہر زیاد
اس میں طلب کر لے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے	پھر دیکھ لے اور شکر کر افزونی کے لئے
اندریں جو ہرچہ می خواہی بہیں	از نعیم و ناز و تاج و ملک و دیں
اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے	ناز و نعم اور تاج و ملک اور دین سے
جملہ مطلوبات خلق ہر دو کون	گشت موجود اندرو بے بعد بون
تمامی مطلوبات خلائق کونین کے	اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے
ایں سخن پایاں ندارد آں غریب	بس گریست از درد خواجہ شد کسیب
یہ مضمون پایاں نہیں رکھتا اس مسافر نے	گریہ کیا اس مرد عاقل کے رنج سے

(ربط اوپر مذکور ہوا اور اس ربط کے اعتبار سے یہ عود ہے مضمون اشعار باز عقلش گشت الخ کی طرف اور اس عود میں ان اشعار بالا میں سے امثلہ مذکورہ چوں دریں جو الخ اور عکس ہارا ماند الخ اور سیب روید الخ اور خواجہ را کو در گذشت الخ کی رعایت خصوصیت کے ساتھ ہے کہ دوسرے الفاظ سے پھر وہی مثالیں لائی گئی ہیں پس فرماتے ہیں کہ متخلقین بالاخلاق الالٰہیہ کا بہ نسبت دوسرے اجزاء عالم کے حق تعالیٰ کے ساتھ مظہریت کا خاص تعلق سمجھنا چاہئے جس کا بیان پہلے بھی ہوا ہے اور پھر بھی

ہوتا ہے اور چونکہ پہلے اشعار بالا محال علیہا کی شرح میں مقصود مقام خوب حل ہو چکا ہے یہاں صرف حل ترجمہ پر اکتفا کیا جاوے گا یعنی) اس ندی میں (جب) تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے تو اس کو اور ندیوں کی طرح (محض) خیال (اور عکس) گمان مت کر (تا) کہ (عکس نہ سمجھنے سے) ان نقوش (وجودات اہل اللہ) کے عین عکس (مزعوم) سے حضرت حق (درجہ) حقیقت (میں ثابت ہو جاوے) اور میوہ دینے والا (ثابت) ہو جاوے (یعنی تجھ کو یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ عکس حق نہیں بلکہ حقیقت حق ہے جو میوہ دے رہا ہے کیونکہ پانی کے اندر جس کو عکس سمجھا تھا وہ درخت تھا جس کا ذکر یہاں شعر اول میں ہے اور وہ میوہ بخش بھی تھا جس کا ذکر وہاں اوپر شعر چوں دریں جو دیدالخ میں بھی تھا اور شعر آئندہ میں بھی ہے یعنی) اس (ندی کے) پانی سے آنکھ احولی سے آزاد (اور رہا) ہو جاتی ہے (اور یہ برکت اہل اللہ کی ظاہر ہے کہ بصیرت راست بین میسر ہو جاتی ہے اور) یہ شخص (اول نظر میں) عکس دیکھتا ہے (لیکن اس سے) سبد پر ہو جاتا ہے (جب یہ ہے) پس معنیٰ یہ باغ (و درخت) ہوگا نہ کہ پانی (جس میں محض عکس ہو) سو تو بلقیس کی طرح حباب (کے گمان) سے برہنہ (ساق) مت ہو (جس طرح بلقیس کو شیشہ پر یہی غلط گمان ہوا کہ یہ پانی ہے قال تعالیٰ حسبته لجة و كشفت عن ساقيها تشبیہ محض اس میں ہے کہ اس نے غیر آب یعنی شیشہ کو آب سمجھا اسی طرح تو غیر آب یعنی باغ کو آب مت سمجھ کما فی المصر اع الاول آگے عوام اور خواص کے تمائز کی مثال ہے یعنی) طرح کے طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر۔ ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک (آگے بیان ہے ان اسباب کے مختلف ہونے کا یعنی) ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھ ہے (اور) ایک گدھے پر سنگ اور مرمر کا بوجھ ہے (بس اسی طرح) تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ (ایک) حکم (کہ ان سب میں ماہ کا عکس ہے) مت جاری کر اور اس ندی (خاص) میں (جس کا ذکر اس شعر میں ہوا ہے اندریں جو غنچہ دیدی الخ) خود چاند کو دیکھ اس کو (چاند کا) عکس مت کہہ (اس ندی کا پانی) آب خضر (یعنی آب حیات) ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ (کے پینے) کا پانی (کذا فی الغیاث فی معنی دام ودد) اس (پانی) میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے (عکس نہیں) اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں۔ میں عکس نہیں ہوں (بلکہ) ہم سخن اور ہمراہ ہوں (جو منافی ہے عکس ہونے کے) اس ندی میں جو اوپر ہے وہی (اندر) ہے (اب) خواہ تو اوپر اور خواہ اس (ندی میں نظر آنے والے) کی طرف ہاتھ بڑھا (جو اوپر سے ملے گا وہی اندر سے یعنی خواہ بلا واسطہ حضرت حق سے فیض لو یا اہل اللہ کے واسطہ سے وہ ایک ہی فیض ہے اور یہ تخیر کے لئے نہیں کیونکہ مبتدی کو واسطہ کی ضرورت تو ہوتی ہے بلکہ حکم ہے تساوی کا دونوں فیض میں باعتبار حقیقت کے گو استعداد طالب سے طریق متساوی نہ ہو) دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے۔ ماہ سمجھ اس عکس ماہ رو کو (عکس بعض اعتبارات سے کہہ دیا حسب زعم مخاطب) اس میں طلب کر لے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے پھر (بنظر تحقیق) دیکھ لے (نظیره ثم ارجع البصر كرتين) اور شکر کر افزونی (نعمت) کے لئے اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے۔ ناز و نعم اور تاج و ملک (حقیقی) اور دین سے تمامی مطلوبات خلائق کونین کے اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے (یعنی سب مطلوبات قریب سے مل جاویں گے لان من كان الله له كان له كل شيء آگے تمہید ہے رجوع بہ قصہ کی کہ) یہ مضمون (مظہریت انسان کامل کا) پایاں نہیں رکھتا (چنانچہ ان کے برکات و فضائل کی کثرت ظاہر ہے قصہ پورا کرو یعنی) اس مسافر نے (بہت) گریہ کیا اس مرد عاقل (محتسب مرحوم کی وفات) کے رنج سے (بوجہ اپنے قرض مایوس ہونے کے)

توزیع کردن پائمرد در جملہ شہر تبریز و جمع شدن اندک چیز و رفتن آں غریب بتربت محتسب بزیارت و ایں قصہ را بر سر گور او گفتن بطریق نوحہ

مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع ہونا اور اس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ کے طریقے پر اس قصہ کو اس کی قبر پر کہنا

واقعہ آں وام او مشہور شد	پائمرد از درد او رنجور شد
اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا	مددگار اس کے درد سے متاثر ہوا
از پئے توزیع گرد شہر گشت	از طمع می گفت ہر جا سرگذشت
چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا	طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا
ہیچ ناورد از رہ گدیہ بدست	غیر صد دینار آں گدیہ پرست
سوال کے ذریعہ سے وہ سائل کچھ وصول نہ کر سکا	بجز سو دینار کے
پائمرد آمد بدو دستش گرفت	شد بگور آں کریم بس شگفت
وہ مددگار اس کے پاس آیا اس کا ہاتھ پکڑا	اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب تھا گیا
گفت چوں توفیق یابد بندۂ	کو کند مہمانی فرخندۂ
کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق پاوے	کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے
مال خود ایثار راہ او کند	جان خود ایثار جاہ او کند
وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے	اپنی جان اس کی جاہ پر صرف کرے
شکر او شکر خدا باشد یقیں	چوں باحساں کرد توفیقش قریں
اس کی شکر گزاری خدا تعالیٰ کی شکر گزاری ہے یقیناً	چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موفق ہونے کو احسان کے ساتھ مقرون فرمایا
ترک شکرش ترک شکر حق بود	حق اولا شک بحق ملحق شود
اس کی شکر گزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہو گا	اس کا حق بلا شک حق تعالیٰ کے ساتھ ملحق ہو گا
شکر می کن مر خدا را در نعم	نیز می کن شکر و ذکر خواجہ ہم
تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ	نیز خواجہ کا بھی شکر اور ذکر کرتا رہ
رحمت مادر اگرچہ از خداست	خدمت او ہم فریضہ ست و سزاست
ماں کی محبت اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے	اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے

زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ	کہ محمدؐ بود محتاج الیہ
اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالیٰ نے صلوا علیہ	کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محتاج الیہ تھے
در قیامت بندہ را گوید خدا	ہیں چہ کردی آنچہ دادم مر ترا
قیامت میں بندہ سے خدا تعالیٰ فرماویں گے	ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا
گویداے رب شکرتو کردم بجاں	چوں زتو بود اصل آں روزی وناں
وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان سے شکر کیا	چونکہ اس روزی اور نان کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی
گویدش حق نے نکردی شکر من	چوں نکردی شکر آں اکرام وفن
حق تعالیٰ اس سے فرماویں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا	جبکہ تو نے اس اکرام اور فعل کا شکر نہیں کیا
برکریمے کردۂ ظلم و ستم	نے زدست او رسیدت نعمتم
تو نے ایک کریم پر ظلم و ستم کیا	کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی
چون بگور آں ولی نعمت رسید	گشت گریاں زار و آمد در نشید
جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر پہنچا	زار زار گریہ کرنے لگا اور گیت گانے لگا
گفت اے پشت و پناہ ہر نبیل	مرتجا و غوث ابناء السبیل
کہا اے پشت و پناہ ہر عظیم الشان کے	امیدگاہ اور مددگار مسافروں کے
اے غم ارزاق ما بر خاطرت	اے چو رزق عام احسان و برت
اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا	اے شخص تیرا احساں اور نیکی مثل رزق عام کے تھا
اے فقیراں را عشیرہ و والدین	در خراج و خرج و در ایفائے دین
اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزلہ کنبہ اور والدین کے تھا	آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں
اے چو بحر از بہر نزدیکاں گہر	دادہ تحفہ سوی دوراں از مطر
اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گوہر دئے تھے	اور دور والوں کی طرف بارش کو تحفہ دیا تھا
پشت ما گرم از تو بود اے آفتاب	رونق ہر قصر و گنج ہر خراب
ہماری پشت تجھ سے گرم تھی اے آفتاب	تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر ویرانہ کا
اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ	اے چو میکائیلؑ را دورزق دہ
شخص تیری ابرو میں کسی نے بل نہیں دیکھا	اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جوانمرد اور رزق دینے والا تھا

اے دلت پیوستہ بادریائے غیب	اے بقاف مکرمت عنقائے غیب
اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا	اے شخص کہ کرم سے کوہ قاف میں عنقائے غیب ہے
یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت	سقف قصر ہمت ہرگز نکفت
تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا	تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شگافتہ نہیں ہوئی
اے من وصد ہمچوں من در ماہ وسال	مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
اے شخص میں اور مجھ جیسے صدہا ہر ماہ اور ہر سال میں	تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے
نقد ما و جنس ما و رخت ما	نام ما و فخر ما و بخت ما
ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان	ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع
ایں ہمہ از حق بدو تو واسطہ	درمیان ما و حق تو رابطہ
یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے تھیں اور تو واسطہ تھا	ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا
تو نمردی ناز و بخت ما بمرد	عیش ما و رزق مستوفا بمرد
تو نہیں مرا ہمارا ناز اور نصیبا مر گیا	ہمارا عیش اور رزق بتمامہ مر گیا
واحد کالف در رزم و کرم	صد چو حاتم گاہ ایثار نعم
تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں	سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے
حاتم ارمردہ بمردہ میدہد	گرد گانہای شمردہ میدہد
حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بیجاں کو دیتا ہے	وہ معدودے چند اخروٹ دیتا ہے
تو حیاتے میدہی در ہر نفس	کز نفیسی می نگنجد در نفس
تو تو ہر سانس میں ایسی حیات دیتا تھا	جو کہ نفاست کے سبب بیان میں نہیں آتی
تو حیاتے میدہی بس پائدار	نقد زر بے کساد و بے شمار
تو حیات دیتا تھا بہت پائیدار	زر نقد بے کساد اور بے شمار
وارثے نابودہ یک خوی ترا	اے فلک سجدہ کناں کوی ترا
تیرے اس خلق کا وارث کوئی نہیں ہوا	اے شخص فلک تیرے کوچہ کو سجدہ کرتا ہے
خلق را از گرگ غم لطفت شباں	چوں کلیم اللہ شبان مہرباں
خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا	مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان

اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا (اور کوئی شخص تھا باہمت) مددگار (وہ) اس کے درد سے متاثر ہوا (اور تحصیل) چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا (اور رقم کی) طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا (مگر) سوال کے ذریعہ سے وہ مسائل (للمدیون لالنفسہ) کچھ وصول نہ کر سکا بجز سو دینار کے (جس کو اس کے قرضہ سے کہ نو ہزار تھا کچھ بھی نسبت نہیں یعنی نوے حصہ میں سے ایک حصہ اس کے بعد) وہ مددگار اس کے پاس آیا (اور) اس کا ہاتھ پکڑا (اور اس کو ہمراہ لے کر) اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب (وغریب شخص) تھا گیا (اور اس سے راہ میں) کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق (منجانب اللہ) پاوے کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے (مہمان کو احب نصیب کہنا اس لئے ہے کہ اس کو نفع مہمانی کا پہنچنا یہ صاحب نصیبی ہے اور وہ مہمانی کرنا اس طرح ہو کہ) وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے (اور) اپنی جان اس (مہمان) کی جاہ پر صرف کرے (یعنی اس کا اکرام اپنی جان سے کرے سو جو میزبان ایسا موفق وخادم ہو) اس کی شکرگزاری خدا تعالیٰ کی شکرگزاری ہے یقیناً چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موفق ہونے کو (اس کے) احسان کے ساتھ مقرون فرمایا (یعنی توفیق احسان کو مفضی الی الاحسان بنایا اور اس کریم کا شکریہ اسی بناء پر ہے پس مستلزم ہوگا شکریہ جاعل بنا کو اور اسی سے لازم آوے گا کہ) اس کی شکرگزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہوگا (غرض) اس کا حق بلاشک حق تعالیٰ (کے حق) کے ساتھ ملحق ہوگا تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ نیز خواجہ (محسن) کا بھی شکر اور ذکر (خیر وثنا) کرتا رہ (اشارۃ الی حدیث **فان لم تکافئو فاثنوا علیه خیرا فان ذلک من المکافاۃ** آگے اس پر تفریع ہے کہ) ماں کی محبت (اولاد کے ساتھ) اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے (لیکن خدا تعالیٰ ہی کے فرمانے سے) اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے (کوئی خدمت واجب ہے کوئی مناسب ہے آگے اس کی تائید ہے کہ) اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالیٰ نے صلوا علیہ (وسلموا تسلیما یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجو) کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعم دینیہ میں) محتاج الیہ (اور واسطہ) تھے (جیسے ماں نعم دنیویہ میں واسطہ تھی آگے اس کی دلیل حدیث سے ہے اور حاشیہ میں بحر العلوم کا شیخ عبد اللطیف سے اس کو نقل کرنا لکھا ہے اور حدیث کے الفاظ یہ لکھے ہیں **اذا حشر الخلائق یوم القیمة جئی بعبد اصطنع الیه عبد من عباده معروفا فیقال له هل شکرت عبدی فیقول یارب علمت ان ذلک منک فشکرتک علیک علیه فیقول اللہ عزوجل لم تشکرنی اذالم تشکر من اجریت ذلک علی یدہ** اور مخرج کا نام نہیں لکھا مولانا اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) قیامت میں بندہ سے خدا تعالیٰ فرماویں گے ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا۔ وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان (ودل) سے شکر کیا چونکہ اس روزی اور نان کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی۔ حق تعالیٰ اس سے فرماویں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا جبکہ تو نے (محسن کے) اس اکرام اور فعل کا شکر نہیں کیا۔ تو نے ایک کریم پر ظلم وستم کیا۔ کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی۔ (یہ سب مضمون منجانب پایمرد کے منقول ہے مقصود اس سے اس قرضدار کو یہ بتلانا ہے کہ جب یہ شخص تیرا محسن رہ چکا ہے جس کی دلیل شروع داستان کے اشعار کی تمہید میں احقر نے ذکر کی ہے تو اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس کی شکرگزاری کر جو کہ اب بصورت زیارت قبر ودعائے مغفرت اس کے لئے ممکن ہے یہ کام تو کر لے چونکہ یہ شکر محسن شکر حق ہوگا اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا اغراض پایمرد کے کرنے پر وہ محتسب

اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا غرض پایمرد کے کرنے پر وہ محتسب کی قبر کی طرف چلا اور) جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر (اس پایمرد کے ہمراہ) پہنچا (زیارت و دعا کے بعد کچھ اس کی یاد کا کچھ اپنی مصیبت کا غلبہ ہو کر) زار زار گریہ کرنے لگا اور (غم کا) گیت گانے لگا (یعنی اُسکو خطاب کر یہ) کہا اسی پشت پناہ ہر عظیم الشان کے (اور) امیدگاہ اور مددگار مسافروں کے (یعنی معمولی مسافر بھی اور اہل حاجت معززین بھی تجھ سے متنفع ہوتے تھے) اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا۔ اے شخص تیرا احسان اور نیکی مثل رزق عام کے (سب کو شامل) تھا اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزلہ کنبہ اور والدین کے تھا آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گوہر دیئے تھے اور دور والوں کی طرح بارش کو تحفہ دیا تھا۔ ہماری پشت تجھ سے گرم (اور قوی) تھی اے آفتاب۔ تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر ویرانہ کا۔ اے شخص تیری ابرو میں کسی نے (کبھی) بل نہیں دیکھا۔ اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جوانمرد اور رزق دینے والا تھا اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا (اس لئے اس میں کبھی انقطاع فیض کا نہ ہوتا تھا) اے شخص کہ کرم کے کوہ قاف میں عنقائے غیب (کی طرح جلیل القدر) ہے تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا۔ تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شگافتہ (اور شکستہ) نہیں ہوئی (از کفتن بفتح کاف عربی بمعنی شگافتن کذا فی الغیاث) اے شخص میں اور مجھ جیسے صدہا ہر ماہ اور ہر سال میں تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے۔ ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے (ہمارے پاس) تھیں اور تو واسطہ تھا (اور) ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا (صرف) تو نہیں مرا (بلکہ تیرے مرنے سے) ہمارا ناز (ونعم) اور نصیبہ مر گیا (اور) ہمارا عیش اور رزق بتمامہ مر گیا تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں۔ سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے (یعنی حاتم سے بڑھ کر تھا آگے اس بڑھے ہوئے ہونے کا بیان ہے کہ) حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بے جان کو دیتا ہے (یہ تو اس کے عطا میں کیفاً کمی ہے اور پھر اس کی ساتھ یہ بھی ہے کہ) وہ معدودے چند اخروٹ دیتا ہے (یہاں محط فائدہ مفہوم معدود کا ہے یعنی وہ عطا محصور و محدود بھی ہے اور یہ کمی کماً ہے اور عطا اور معطی لہ کو بے جان اس لئے کہا کہ بہت جلد بے جان ہونے والا ہے تو اگر حاتم کی یہ حالت ہے) تو (تیری یہ کیفیت ہے کہ) تو ہر سانس میں ایسی حیات دیتا تھا جو کہ (غایت) نفاست) کے سبب بیان میں نہیں آتی (از نفس بمعنی دم و چوں کلام از صوت ست وصوت را دم لازم لہذا مجازاً بمعنی بیان گرفتہ شد۔ یہ تو اس کی ترجیح ہوئی کیفاً کہ وہ عطا حیات ہے اور ترجیح کماً یہ ہے کہ) تو حیات دیتا تھا بہت پائیدار (یہاں محط فائدہ پائیدار ہے **كما كان فى مقابلة شمرده الدال على المفضولية الكمية و هذا دال على الافضلية الكمية** غالباً اس حیات خالدہ سے مراد اعانت فی الدین للدین ہے یا تو بلا واسطہ اگر اس محتسب کے اہل اللہ ہونے پر نظر کی جاوے جیسا ایک سرخی گذشتہ استغفار کردن کے بعض اشعار باز عقلش الخ میں مولانا کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے اور یا بواسطہ جبکہ باوجود اس کے تحقق کے اس کا لحاظ نہ کیا جاوے صرف اس کا اعتبار کیا جاوے کہ اس کی عطا معین فی الطاعات ہوتی تھی فالاول کالمباشرة و الثانی کالتسبب اور آگے جو فرمایا ہے کہ) زر نقد بے کساد (یعنی جید) اور (مقدار میں) بے شمار (دیتا تھا سو اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ صرف عاطف مقدر ہو یعنی حیات پائیدار یعنی فیض باطنی کے علاوہ حسی نعمتیں بھی دیتا تھا ثانی یہ کہ حیات پائیدار یعنی سبب حیات کا بیان ہو یعنی

وہ حیات مسببہ بھی کماً وکیفاً کامل ہے اور اس کا سبب یعنی مال بھی کماً وکیفاً کامل ہے بے کساد اس کے کمال کیفی پر اور بے شمار اس کے کمال کمی پر دال ہے خلاصہ یہ کہ تو ایسا تھا ایسا تھا اور) تیری اس خلق (مذکور) کا وارث کوئی نہیں ہوا (یعنی تو ان اخلاق کا اپنے وقت میں خاتم ہو گیا) اے شخص فلک (مرتفع) تیرے کوچہ (متسفلہ) کو سجدہ کرتا ہے (یعنی تیرے یہاں کی سافل چیز کی شان دوسری عالی چیز سے بڑی ہے خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا (اور محافظ بھی کیسا کہ) مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان (تھا جن کی مہربانی بحال گوسفند کا بیان آگے آتا ہے اور پھر ایک حدیث موید کے ایراد کے بعد خطاب محتسب مذکور فی القصہ کی طرف عود ہوگا)۔

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام وشفقت ومہربانی وی علیہ السلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھاگنا اور اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت	پائے موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت
ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی	موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں پر آبلہ ہو گیا خستہ ہو گیا
درپئے اوتا بشب در جستجو	واں رمہ غائب شدہ از چشم او
اس کے پیچھے شب تک تلاش میں رہے	اور وہ گلہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا
گوسپند از ماندگی شد سست و ماند	پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند
وہ بکری تکان سے سست ہو گئی اور رہ گئی	پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد جھاڑی
کف ہمی مالید بر پشت و سرش	می نوازش کرد ہمچو مادرش
اس کی پشت اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے	ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے
نیم ذرہ تیرگی و خشم نے	غیر مہر و رحم و آب چشم نے
آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں	بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں
گفت گیرم بر منت رحمے نبود	طبع تو برخود چرا استم نمود
فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا	تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا
با ملائک گفت یزداں آں زماں	کہ نبوت را ہمی زیبد فلاں
ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا	کہ نبوت کے لئے فلاں شخص زیبا ہیں
مصطفیؐ فرمود خود کہ ہر نبی	کرد چوپانیش برنایا صبی
خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے	بکریوں کی چوپانی کی ہے جوان ہو کر یا طفل ہونے کے وقت
بے شبانی کردن و آں امتحاں	حق نداد ش پیشوائی جہاں
بدوں شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے	حق تعالیٰ نے اس کو جہان کی پیشوائی نہیں دی

تاشود پیدا وقار و صبر شاں	کردشاں پیش از نبوت حق شباں
تاکہ ان کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے	ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شبان بنایا ہے
گفت سائل ہم تو نیز اے پہلواں	گفت من ہم بودہ ام دہرے شباں
کسی سائل نے عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق	آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شباں رہا ہوں
ہر امیرے کو شبانی بشر	آنچناں آرد کہ باشد موتمر
جو حاکم کہ بشر کی شبانی	اس طرح سے بجالاوے کہ وہ حکم کا امتثال کرنے والا ہو
حلم موسیٰ وار اندر رعی خود	او بجا آرد بتدبیر و خرد
تو وہ اپنی شبانی میں حلم موسوی رکھتا ہے	وہ تدبیر و خرد سے بجالاتا ہے
لاجرم حقش دہد چو پانئے	بر فراز چرخ مہ روحانیے
لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک چوپانی عطا فرماتا ہے	فلک قمر کے اوپر روحانی چوپانی
آنچنانکہ انبیا را زیں رعا	برکشید و داد رعی اصفیا
جس طرح سے انبیا کو اس رعی سے	مرتفع کر دیا اور رعی مقبولین عطا فرمائی
خواجہ بارے تو دریں چوپانیت	کردی آنچہ کور گردد شانیت
اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی میں	وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جاوے
دانم آنجا در مکافات ایزدت	سروری جاودانہ بخشدت
میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو	فضیلت دائمی عطا فرمادے گا

ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی (شعیب علیہ السلام کے پاس رہنے کے زمانہ میں بکریاں چرانا قرآن میں منصوص ہے) موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں (اس کی تلاش میں دوڑنے سے) پر آبلہ ہوگیا (اور) خستہ ہوگیا (فی الغیاث نعل افگندن ونعل ریختن دویدں و ماندن اسپ از رفتار آھ) اس کے پیچھے شب تک تلاش میں (پھرتے) رہے اور وہ گلہ (جس میں سے وہ بکری بھاگ گئی تھی) ان کی نظر سے غائب ہوگیا (یعنی اس کی تلاش میں اتنی دور نکل گئے کہ اصل گلہ بھی نظر نہ آتا تھا) وہ بکری (آخر) تکان سے ست ہوگئی اور (کسی جگہ) رہ گئی (تب وہ حضرت کلیم اللہ کو ملی جب وہ ملی) پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد جھاڑی (اور) اس کے پشت اور سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرتے تھے (اور) ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے (اور باوجود اس قدر اذیت برداشت کرنے کے) آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں (اور) بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں (یعنی اس کی تکلیف کو دیکھ کر رقت ہوتی تھی اور اس بکری سے) فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا (اس لئے مجھ کو تھکایا لیکن) تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا (اپنے اوپر تو رحم کرنا چاہئے تھا) ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا کہ نبوت کے لئے فلاں شخص (یعنی حضرت کلیم اللہ) زیبا ہیں (اور یہ قصہ رعی غنم کا نبوت کے قبل تھا جیسا قرآن مجید

میں ہے کہ بعد رعی غنم کے جب مدین سے واپس آنے لگے ہیں راستہ میں کوہ طور پر نبوت عطا ہوئی آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ رعی غنم کی مناسبت سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے رعی غنم کا مضمون فرماتے ہیں کہ) خود مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے بکریوں کی چوپانی کی ہے (کمافی البخاری) جوان ہو کر یا طفل ہونے کے وقت (اور ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خواہ وہ نبی جوان ہو یا صبی یعنی خواہ اس کو شباب میں نبوت ملی ہو یا شباب کے قبل **کما یفھم من ظاھر قولہ تعالیٰ و اتیناہ الحکم صبیا** اور اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال کے قبل نبوت نہیں ملی لیکن چونکہ یہ حدیث ثابت نہیں **کما فی المقاصد الحسنۃ ص ۱۷۵ فی تحقیق حدیث مامن نبی نبی الابعد الاربعین قال ابن الجوزی موضوع** اس لئے یہ شبہ رفع ہو گیا آگے بھی حدیث رعی غنم انبیاء کے متعلق مضمون ہے جس میں خود اس کی حکمت بیان کی ہے حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے یعنی) بدوں شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے (جس کا بیان شعر آئندہ میں ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (یعنی کسی نبی کو) جہاں کی پیشوائی نہیں دی (اور وہ امتحان کہ یہی حکمت ہے یہ ہے کہ) تا کہ ان (انبیاء) کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے (اس لئے) ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شبان بنایا ہے (اور اس میں صبر وحلم کی عادت اس طرح پڑتی ہے کہ بکریاں اکثر مختلف جوانب بکھر جاتی ہیں ان کے جمع رکھنے اور نگرانی میں پریشانی ہوتی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس بکری نے پریشان کیا آگے پھر حدیث مذکور بخاری کا تتمہ ہے کہ) کسی سائل نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق (بکریاں چرائی ہیں) آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شبان رہا ہوں (آپ کے جواب کے الفاظ یہ ہیں **نعم کنت ارعی علی قراریط لاھل مکۃ ا ہ والقیراط نصف دانق والدانق سدس الدرھم او ھو اسم موضع فیکون علی بمعنی فی کذاقالوا** آگے مقولہ ہے مولانا کا کہ) جو حاکم بشر کی شبانی اس طرح سے بجالاوے کہ وہ (اس میں) حکم کا امتثال کرنے والا ہو (یعنی جس طرح سے کہ وہ مامور ہوا تھا فی الغیاث موتمر بکسر میم دوم فرمانبردار ومشورت کنندہ از لطائف ومنتخب) تو وہ (حاکم) اپنی شبانی میں حلم موسوی رکھتا ہے (اور چونکہ وہ (اس کو) تدبیر وخرد سے بجالاتا ہے لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک (خاص) چوپانی (مذکور فی المصراع الثانی) عطا فرماتا ہے (یعنی) فلک قمر کے اوپر (اس کو) روحانی چوپانی (یعنی مقام ارشاد وتربیت عباد۔ جیسا کہ حضرات انبیاء نے جب حق رعی ادا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کہ رعی روحانی ہے عطا فرمائی اور فلک قمر چونکہ حد ہے دنیا کی تو اس سے فوق کنایہ ہوا فوق الدنیا سے کہ وہ رعی اخروی ودینی ہے آگے مقولہ ہے اس قرضدار کا بخطاب محتسب مقبور کے پس) جس طرح سے (حق تعالیٰ نے) انبیاء کو اس رعی سے (منصب عالی نبوت پر) مرتفع کر دیا اور رعی مقبولین عطا فرمائی (یہ عطف تفسیری ہے اسی طرح) اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی (خلق) میں وہ (کام) کیا جس سے تیرا دشمن (اور حاسد) اندھا ہو جاوے (یعنی جل مرے یا یہ کہ باوجود حسد کے اس کو عیب بینی کی گنجائش نہ ملے غالباً اس میں اقتباس ہے **ان شانئک ھو الابتر** سے تو تجھ کو بھی انبیاء کی طرح تیری استعداد کے موافق اس رعی پر ثمرہ عطا فرمایا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو فضیلت دائمی عطا فرماوے گا (حاصل اشعار ثلثہ یعنی آنچنانکہ الی دانم آنجا کہ انبیاء کے رعی غنم پر منصب عالی نبوت کے ترتب کے ساتھ تشبیہ دینا ہے محتسب کے رعی غنم پر منصب عالی جنت کے ترتب کو آگے خطاب میں حکایت ہے اپنے قرضہ اور مخاطب کے فقدان پر غم والم کی)۔

برامید کف چوں دریای تو	بر وظیفہ دادن و ایفائے تو
تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر	تیرے وظیفہ دینے اور تیرے ایفاء پر

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف	تو کجائی تاشودایں درد صاف
میں نے نو ہزار زر بے احتیاطی سے قرض کر لئے	تو کہاں ہے تا کہ یہ تلچھن صاف ہو
تو کجائی تا کہ صد چنداں کرم	بامن خستہ بجا آری نعم
تو کہاں ہے تاکہ سو حصہ کرم	مجھ خستہ کے ساتھ تو بجا لاوے البتہ
تو کجائی تا دو صد لطف و عطا	با غریب خستہ دل آری بجا
تو کہاں ہے تاکہ دو سو لطف و عطا	غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجا لاوے
تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن	گوئیم بستاں دوصد چنداں زمن
تو کہاں ہے تاکہ چمن کی جگہ خنداں کرتا ہوا	تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دو سو حصے لے
تو کجائی تامرا خنداں کنی	لطف واحساں چوں خداونداں کنی
تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خنداں کرے	آقاؤں کی طرح لطف و احسان کرے
تو کجائی تا بری در مخزنم	تاکنی ازوام و فاقہ ایمنم
تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے	تاکہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے
من ہمی گویم بس و تو مفضلم	گفتہ کایں ہم گیر از بہر دلم
میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل ہے	یوں کہتا ہو کہ یہ بھی لے لے میری خاطر سے
چوں ہمی گنجد جہانے زیر طیں	چوں بگنجد آسمانے در زمیں
ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر سماتا ہے	ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر سماتا ہے
حاش للہ تو برونی زیں جہاں	ہم بوقت زندگی ہم ایں زماں
حاش للہ تو اس جہاں سے باہر ہے	زندگی کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی
در ہوائے غیب مرغے می پرد	سایۂ او برزمیں می گسترد
فضائے عالم غیب میں ایک مرغ اڑ رہا ہے	اس کا سایہ زمیں پر مبسوط ہے
جسم سایہ سایۂ سایہ دلست	جسم کے اندر خور پایہ دلست
جسم جو ہے تو قلب کے ظل الظل کا ظل ہے	جسم کب لائق مرتبہ قلب کے ہے
مرد خفتہ روح او چوں آفتاب	درفلک تابان وتن درجامہ خواب
آدمی سوتا ہوتا ہے اس کی روح آفتاب کی طرح	فلک میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے

جاں نہاں اندر خلا [illegible] سجاف	تن تقلب می کند زیر لحاف
روح مخفی ہے خلاء میں [illegible] پردہ کے	جسم کروٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے
روح چوں من امر ربی مختفی ست	ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست
روح جبکہ امر رب سے ہے مختفی ہے	جو مثال کہوں وہ منتفی ہے
اے عجب کو لعل شکر بار تو	واں جوابات خوش و اسرار تو
اے شخص عجب ہے وہ تیرا لب شکر بار کہاں ہے	اور تیرے وہ جوابات خوش اور اسرار کہاں ہیں
اے عجب کو آں عقیق قند خا	آں کلید قفل مشکلہائے ما
اے شخص عجب ہے وہ عقیق قند خا کہاں ہے	وہ کلید ہمارے مشکلات کے قفل کی کہاں ہے
اے عجب کو آں دم چوں ذوالفقار	آنکہ کردے عقلہا را بیقرار
اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار کے کہاں ہے	وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا
چند ہمچو فاختہ کاشانہ جو	کو و کو و کو و کو و کو و کو
کب تک آشیانہ ڈھونڈھنے والی فاختہ کی طرح	کوکو اور کوکو اور کو کو کرے گا
کو ہمانجا کہ صفات رحمت ست	قدرت ست و نزہت ست و فطنت ست
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں	قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے
کو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش	دائم آنجا بد چو سیر و بیشہ اش
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں اس کی توجہ اور فکر	ہمیشہ تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے
کو ہمانجا کہ امید مرد و زن	میرود در وقت اندوہ و حزن
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں تمام مرد و زن کی امید	اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے
کو ہمانجا کہ بوقت علتے	چشم پر دبر امید صحتے
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں علالت کے وقت	آنکھ اٹھتی ہے صحت کی امید پر
آں طرف کہ بہر دفع زشیتے	باد جوئی بہر کشت و کشیتے
وہ اس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے	ہوا کی استدعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے
آں طرف کہ دل اشارت میکند	چوں زباں یاہو عبارت میکند
وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے	جبکہ زبان یا ہو کو عبارت میں لاتی ہے

او مع اللہست بے کو کو ہمے	کاش جولاہا نہ "ماکو" گفتمے
وہ اللہ کے پاس ہے بدوں کوکو کے ہے	کاش جولاہوں کی طرح میں ماکو کہتا
عقل ما کوتا بہ بیند غرب و شرق	روحہا رامی زند صد گونہ برق
ہماری عقل کہاں ہے تاکہ مغرب و مشرق کو دیکھے	ارواح پر صدہا اقسام کی برق واقع ہو رہی ہے
جزر و مدش بدبہ بحرے در زبد	منتہی شد جزر و باقی ماندمد
اس کو زبد میں بحر کے ساتھ گھٹنا بڑھنا ہوتا تھا	گھٹاؤ موقوف ہو گیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا
نہ ہزارم وام و من بیدست رس	ہست صد دینار ازیں توزیع وبس
نو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دسترس ہوں	سو دینار چندہ کے ہیں اور بس
حق کشیدت' ماندہ ام در کشمکش	میروم نومید اے خاک تو خوش
حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھا لیا میں کشمکش میں رہ گیا	ناامید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک
ہمتے میدار در پر حسرتت	اے ہمایوں روی و دست وہمتت
کچھ ہمت لگا اپنے مالا مال حسرت کے لئے	اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت
آمدم بر چشمۂ اصل عیوں	یافتم در وے بجای آب خوں
میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں سے بڑھ کر ہے	اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا
چرخ آں چرخ ست وتاب آں تاب نیست	جوی آں جویست آب آں آب نیست
آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں	ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں
محسناں ہستند کو آں مستطاب	اختراں ہستند کو آں آفتاب
محسن ہیں وہ پاکیزہ کہاں	اختر تو ہیں وہ آفتاب کہاں
توشدی سوئے خدا اے محترم	پس بسوئے حق روم من نیز ہم
تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم	پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں
مجمع و پائے علم ماویٰ القرون	ہست حق کل لدینا محضرون
محل اجتماع اور پائے علم اور ماوا تمام اہل قروں کا	حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدنیا محضرون کے

تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر (اور) تیرے وظیفہ دینے اور تیرے ایفاء (قرض کی امید) پر میں نے نو ہزار (دینار) زر بے احتیاطی سے قرض کر لئے تو کہاں ہے تاکہ یہ کچھن صاف ہو (یعنی یہ مشکل آسان ہو) تو کہاں ہے تاکہ سو حصہ کرم مجھ خستہ کے ساتھ تو

بجالاوے البتہ (یعنی کرم متوقع سے اتنا زیادہ کرم کرے) تو کہاں ہے تا کہ دوسو لطف وعطا غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجالاوے تو کہاں ہے تا کہ چمن کی جگہ خندہ کرتا ہوا تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دوسو حصے لے (یعنی قرض سے بھی اتنا زیادہ لے) تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خنداں کرے (اور) آقاؤں کی طرح لطف واحسان کرے۔ تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے تا کہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے (اس طرح سے کہ) میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل (والاحسان) ہے یوں کہتا ہو کہ یہ (اور) یہی لے لے میری خاطر سے (اور مجھ کو یہ تعجب ہے کہ) ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر سماتا ہے (اور) ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر سماتا ہے (یعنی تو اکیلا کہ بمنزلہ تمام عالم کے ہے کما قیل ۔ لیس علی اللہ بمستکران یجمع العالم فی واحد اور بمنزلہ آسمان کے ہے قبر میں کیسے آ گیا یہ تعجب شاعرانہ مضمون سے آگے اس سے اضراب محققانہ ہے یعنی) حاش للہ (تو زمین میں کیوں سماتا وہ تو محض جسم ہے اور باقی جو مصداق اصلی ہے انت کا اس کا حکم تو یہ ہے کہ) تو اس جہاں سے باہر ہے زندگی (دنیوی) کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی (وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مصداق انت کا روح ہے اور وہ اس عالم متحیز سے خارج ہے علی ما رآہ المکاشفون اور جسم سے تعلق اس کو محض تدبیر کا ہے حلول کا نہیں ویستوی فیہ الحیوۃ والممات پس تعجب رفع ہو گیا آگے یہی مضمون ہے کہ) فضائے عالم غیب میں (مراد عالم مجردات ہے) ایک مرغ اڑ رہا ہے (اور) اس کا سایہ زمین پر مبسوط ہے (اس میں روح کو مرغ سے اور جسم کو اس کے سایہ سے تشبیہ دی یعنی مصداق انت کا روح ہے باقی یہ جسم تو اس کا ایک ظل ہے۔ آگے اس ظلیت کی تحقیق ہے کہ ظل بھی بواسطہ بلکہ بوسائط تو بہت ہی منزل درجہ میں ہوا اس طرح سے کہ) جسم جو ہے تو قلب (حقیقی والمراد بہ الروح) کے ظل الظل کا ظل ہے (تقریر اس کی یہ ہے کہ قلب سے مراد روح اور یہ مراد لینا اتحاد لطائف کے قول پر تو ظاہر ہے جیسا بعض اہل کشف کا قول ہے اور تغائر لطائف کے قول پر مجاز استعارہ ہو جاوے گا لان کلامنھا یشابہ الاخر فی بعض الاوصاف وادناھا التجرد سو قلب سے مراد روح ہوئی اور روح حقیقی اہل کشف کے نزدیک دو ہیں ایک سراجی کہ وہ روح اعظم واحد ہے مربی تمام ارواح کی اور دوسری زجاجی کہ وہ ہر شخص کی جدا جدا ہے اور یہ روح زجاجی استفادۂ آثار میں تابع ہے روح سراجی کی تو یہ زجاجی اس سراجی کی بایں معنی ظل ہوئی یعنی کالظل فی التبعیۃ پھر اس کا تعلق اجسام کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی کے ہے تو افادۂ آثار حیوۃ وغیرہ میں یہ روح حیوانی اس روح زجاجی کی تابع اور ظل ہے اور اس روح سراجی کی ظل الظل ہوئی پھر جسم استفادۂ آثار حیوۃ وغیرہ میں اس روح حیوانی کا تابع اور ظل ہے پس اس بناء پر یہ جسم اس روح سراجی کا کہ اصل الارواح ہے ظل ظل الظل ہوا یعنی تین بار لفظ ظل ہے اول مضاف دوسرا مضاف الیہ ومضاف تیسرا مضاف الیہ یہ معنی ہیں اس مصرعہ کے جسم سایہ سایہ سایہ دل ست اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بجائے روح سراجی کے روح زجاجی کو کہا جاوے اور اس کا ظل عالم مثال کو اور اس کا ظل روح حیوانی کو اور اس کا ظل جسم کو آگے اس ظلیت بوسائط پر تفریع ہے کہ پس) جسم کب لائق مرتبہ قلب (یعنی روح) کے ہے (یعنی چہ نسبت خاک را با عالم پاک آگے اسی پر اور احکام متفرع فرماتے ہیں یعنی) آدمی سوتا ہوتا ہے (اور) اس کی روح (وھذہ قرینۃ علی ارادۃ الروح بالقلب فیما سبق) آفتاب کی طرح فلک (عالم مجردات) میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے روح مخفی ہے (عالم غیب کے) خلاء میں مثل پردہ (اندرونی) کے (فی المنتخب سجاف بالکسر پردہ یا آنکہ سجف دو پردہ کہ بروراآویزند و درمیان آنہا فرجہ باشد و ہر پارچہ آنراں سجاف گویند اھ) جسم کروٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے (چونکہ اوپر ایک شعر میں روح کو مرغ سے اور ایک شعر میں آفتاب سے اور ایک شعر میں سجاف سے تشبیہ دی ہے شاید اس تشبیہ وتمثیل سے کسی کو غلط فہمی ہوتی ہو اس لئے آگے اس پر تنبیہ کرتے ہیں کہ) روح جبکہ امر رب سے ہے (اور یہ اس کی حقیقت اجمالی ہے اور مرتبہ تفصیل میں عالم کے علم سے) مختفی ہے (اس لئے) جو مثال (اس کے ایضاح کے لئے) کہوں وہ (اس کی کشف کی حیثیت سے) منفی ہے (یعنی وہ کاشف کنہ نہیں

ہےاور یہ اشعار متضمنہ احکام روح مولانا کا مقولہ تھا آگے پھر اس قرضدار کا خطاب ہے محتسب کو یعنی) اے شخص عجب ہے وہ تیر البِ شکر بار کہاں ہے اور تیرے وہ جوابات خوش اور اسرار کہاں ہیں اے شخص عجب ہے وہ عقیق قندخا (یعنی لب شیریں کلام) کہاں ہے وہ کلید ہمارے مشکلات کے قفل کی کہاں ہے (یعنی لب یا زبان) اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار (شمشیر حضرت علیؓ) کے (سرعۃ نفوذ میں) کہاں ہے وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا (یعنی عقلا اس سخن کی بلاغت وکمال سے حیران رہ جاتے تھے آگے خود اپنے نفس کو جواب کے لئے خطاب کرتا ہے کہ) کب تک آشیانہ ڈھونڈھنے والی فاختہ کی طرح کوکو اور کوکو اور کوکو کرے گا (یعنی اگر معلوم نہ ہوتا تو خیر یہ سوال بے موقع نہ تھا اور اب تو محض بے موقع ہے کیونکہ معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے چنانچہ سن تو جو کہتا ہے کہ) وہ کہاں ہے (سوتو بھی جانتا ہے کہ) وہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں (جہاں) قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے **کما سیاتی او مع اللہست** آگے بھی سوال و جواب کی یہی توجیہ ہے یعنی) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں اس (متوفی صالح) کی توجہ اور فکر ہمیشہ (رہتی) تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے (کہ شیر ہمیشہ بیشہ کی طرف توجہ رکھتا ہے اسی طرح صلحاء ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں تمام مرد وزن کی امید اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں علالت کے وقت آنکھ اٹھتی ہے صحت کی امید پر (آگے محض جواب ہیں بلا اعادہ سوال کے یعنی) وہ اُس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے ہوا کی استدعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے (یعنی جب ہوا بند ہونے سے زراعت اور سیر کشتی میں خلل آنے لگتا ہے تو خدا تعالیٰ سے ہوا مانگتے ہو) وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے جبکہ زبان یاھو (یعنی اے آن ذات پاک) کو عبارت میں لاتی ہے (ظاہر ہے کہ اس ضمیر کا مرجع قلب ذات حق ہی کو قرار دیتا ہے آگے ابہام مذکور کی تعیین کرتے ہیں یعنی) وہ (متوفی) اللہ کے پاس ہے (اور یہ پاس ہونا) بدوں کوکو (یعنی بدوں کجا کجا وسوال عن الاین والمکان) کے ہے (یعنی اس مع اللہ ہونے سے یہ نہ سمجھنا کہ اس کا مکان نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا بھی مکان ہے اور گو وہ مکانی ضرور ہے حقیقۃً اگر روح سے مرتبہ روح مفسر بجسم لطیف کا لیا جاوے جس کی نسبت حدیثوں میں عروج وخروج وہبوط وغیرہ آیا ہے وہ تحقیقہ فی رسالتی الفتوح اور یا حکماً اگر روح سے مرتبہ روح مجرد کا لیا جاوے مگر اس کا متعلق وہی جسم لطیف مذکور ہے کہ لذائذ حسیہ سے اس کا تنعم اسی پر موقوف ہے تو ہر حال میں مکانی ہوا مگر مع اللہ ہونا اس مکانیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ باعتبار قرب وقبول کے ہے پس حق تعالیٰ کے لئے گنجائش اس سوال کی نہیں بلکہ اس موقع پر ایسا سوال تو چونکہ ہم کو اپنے لئے زیبا ہے اس لئے) کاش جولاہوں کی طرح (بجائے آن کوکے) میں ماکو کہتا (ماکو کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ہم کہاں ہیں اور یہاں یہی مراد ہے دوسرے آلتے ست آہنی جولاہگاں کہ بہندی آنرانال گویند وماشورہ را یعنی نے پارۂ کوچک میان تھی راءیسمانے برآں پیچیدہ درماکونہادہ می بافند کذا فی الغیاث وحاشیہ ولی محمد یہاں یہ مراد نہیں محض لطیفہ وظرافت کے طور پر یہ تشبیہ دیدی اور اس تشبیہ ظریفانہ میں اشارہ اس طرف ہوسکتا ہے کہ ہم سے تو جولاہے زیادہ عقل رکھتے ہیں باوجودیکہ کم عقل مشہور ہیں کہ وہ ہر وقت ماکو ماکو کہتے ہیں ہماری طرح آن کو تو ایسے موقع پر نہیں کہتے جس سے ایہام ہو اینیۃ حق تعالیٰ کا آگے اس موقع پر ہم کو اپنے لئے اس سوال کے زیبا ہونے کی وجہ نہ کہ حق تعالیٰ کے لئے جس میں ماکو کی تفسیر بھی عقل ماکو کے ساتھ ہے بتلاتے ہیں جس کی طرف احقر نے تمہید مصرعہ کاش جولاہانہ میں اشارہ کیا ہے یعنی) ہماری عقل کہاں ہے تا کہ مغرب ومشرق کو دیکھے (اور اس میں ہر طرف یہ دیکھے کہ کاملین امثال متوفی کی) ارواح پر صدہا اقسام کی برق (یعنی تجلیات الٰہیہ اس وقت بھی) واقع ہو رہی ہیں (یعنی ہم کو اپنی عقل وبصیرت کی درستی کو ڈھونڈنا چاہئے اگر بصیرت درست ہو جاوے تو مقبولین کے مرنے کے قبل بھی ان کو جو معیت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ مدرک ہو جاوے اور یہ سوالات ان کے وفات کے بعد بھی نہ کئے جاویں بلکہ سمجھ لیں کہ ان کو حیات میں بھی حق تعالیٰ کے ساتھ معیت تھی اور وہی

معیت اب بھی ہے اور چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا تماثل من کل الوجوہ کا حیات و ممات میں اس لئے دونوں کا تفاوت جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں بیان فرماتے ہیں کہ) اس (روح) کو (جبکہ وہ جسم مشابہ) زبد میں (تھی مراد حالت حیات) بحر (حقیقی کے تعلق) کے ساتھ گھٹنا بڑھنا (ہر واحد) ہوتا تھا (اور بعد ممات) گھٹاؤ موقوف ہو گیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا (تقریر مقام کی یہ ہے کہ گو نفس معیت تو حالت حیات میں تھی لیکن اس میں گاہے گاہے ترقی گاہے دوسرے مشاغل سے تنزل ہو جاتا تھا اب بعد ممات چونکہ بجز مشاہدہ کے کوئی شغل نہیں اس لئے اب فتور نہیں ہوتا لیکن یہ تفاوت اس سوال کا مصحح تو نہیں ہوا اور بھی مطلب تھا تمہید شعر جز رومدش میں احقر کے اس قول کا جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں آ ھ آگے پھر خطاب ہے اس قرضدار کا اس متوفی کو یعنی) تو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دست رس ہوں (کل یہ) سو دینار چندہ کے ہیں اور بس حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھا لیا (اور) میں کشمکش میں رہ گیا (اب) ناامید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک۔ کچھ ہمت لگا اپنے مالا مال حسرت (سائل) کے لئے اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت۔ میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں (یعنی اسخیاء) سے بڑھ کر ہے۔ اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں۔ ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں (یعنی عالم نہیں بدلا مگر تیرا فیض نہیں اور) محسن ہیں۔ (مگر) وہ پاکیزہ کہاں (گیا) اختر تو ہیں (مگر) وہ آفتاب کہاں (گیا) تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں (یعنی مرتا ہوں کیونکہ) محل اجتماع اور پائے علم (یعنی مرجع لان الناس یرجعون الی ماتحت الرایة) اور ماوا تمام اہل قرون کا حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدینا محضرون کے (مختصر من آیۃ یٰس و فی اية قبلها ذكر القرون ايضاً)

نقشہا گر بے خبر گر با خبر	در کف نقاش باشد مختضر
نقوش خواہ بے خبر ہوں خواہ باخبر ہوں	نقاش کے ہاتھ میں محضر ہوتے ہیں
دمبدم در صفحۂ اندیشہ شاں	ثبت و محوے میکند آں بے نشاں
ساعۃً فساعۃً صفحہ فکر میں ان نقوش کو	وہ بے نشان ثبت و محو فرماتا ہے
خشم می آرد رضا را می برد	بخل می آرد سخا را می برد
غصہ کو لاتا ہے رضا کو زائل کرتا ہے	بخل کو لاتا ہے سخاوت کو زائل کرتا ہے
گہہ برد حقد وصفا آرد ہمی	بد رود عجز و عطا کارد ہمی
کبھی کینہ کو زائل کرتا ہے اور صفا کو لاتا ہے	کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا کو کاشت کرتا ہے
نیم لحظہ مدرکاتم شام و غدو	ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو
آدھا لحظہ بھی میرے قوی مدرکہ شام اور صبح	اس اثبات و محو سے خالی نہیں
کوزہ گر باکوزہ باشد کارساز	کوزہ از خود کے شود پہن و دراز
کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گری کرتا ہے	کوزہ خود بخود عریض و طویل کب ہو جاتا ہے
چوب دردست درو گر معتکف	ورنہ چوں گردد بریدہ موتلف
چوب نجار کے ہاتھ میں جاگیر ہوتی ہے	ورنہ مفصول اور موصول کب ہو سکتی ہے

جامہ اندر دست خیاطے بود	ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد
کپڑا خیاط کے ہاتھ میں ہوتا ہے	ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے
مشک با سقا بود اے منتہیٰ	ورنہ از خود چوں شود پر یا تہی
مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے اے منتہی	ورنہ از خود کب ہو سکتی ہے پر یا خالی
ہر دمے پر می شوی تی می شوی	پس بداں کہ در کف صنع وئی
تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے	پس جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے
چشم بند از چشم دوزے کے رود	صنع از صانع چساں شید اشود
چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے آگاہ ہے	صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے
چشم داری تو بچشم خود نگر	منگر از چشم سفیہ بے خبر
تو آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ	سفیہ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ
گوش داری تو بگوش خود شنو	گوش گولاں را چرا باشی گرو
تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن	احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہو گیا
بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن	ہم برائے عقل خود اندیشہ کن
بدوں کسی تقلید کے نظر کا طریقہ اختیار کر	نیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر
بشنو از من یک حکایت در نظیر	تاشوی از سرگفت من خبیر
نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے	تا کہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہو جاوے

(اوپر حق تعالیٰ کے مرجع ہونے کی دلیل بیان کی تھی وان کل لما جمیع لدینا محضرون جو ظاہراً مسوق ہے محضریت فی المآل کے لئے اب آگے ایک مثال کے ساتھ ترقی کرتے ہیں طرف اثبات محضریت فی الحال کے بھی بمعنی مسخر تصرف الحق کے یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تمام کائنات بمنزلہ نقوش کے نقاش کے سامنے ہیں اور) نقوش (باعتبار محل نقش کے) خواہ بے خبر ہوں (یعنی ان کا محل بے خبر ہو کالنقوش فی الجماد) خواہ باخبر ہوں (کالنقوش فی الحیوان دونوں حالت میں) نقاش کے ہاتھ میں محضر (مع الانقیاد) ہوتے ہیں (آگے بعض صورتیں اور مثالیں انقیاد الخلق للحق کی بیان فرماتے ہیں کہ) ساعۃً فساعۃً صفحہ فکر میں ان نقوش کو (کہ علوم وادراکات ہیں) وہ بے نشان (یعنی غیر مدرک الکنہ بالآثار) ثبت ومحو فرماتا ہے (نہ محل اباء کر سکتا ہے نہ حال اسی طرح کبھی احوال کو بھی چنانچہ) غصہ کو لاتا ہے رضا کو زائل کرتا ہے بخل کو لاتا ہے سخاوت کو زائل کرتا ہے کبھی کینہ کو زائل کرتا ہے اور صفا کو لاتا ہے (کبھی) کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا (وہمت) کو کاشت کرتا ہے (یہ سب احوال ہیں اور شعر دمبدم میں علوم کا ذکر ہو بھی چکا اور آگے بھی ہے کہ اسی طرح) آدھا لحظہ بھی میرے قوی مدرکہ شام اور صبح اس اثبات ومحو سے خالی نہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر وقت اس کا وقوع ہوتا رہتا ہے

آ گے اس صنع سے استدلال کرتے ہیں صانع پر جس کی غایت عنقریب خود بتلاویں گے چشم داری تو بچشم خودنگر جس کا حاصل نظر تحقیقی ہے جو مخصوص ہے۔ عارفین کے ساتھ تو گویا اس میں ایک مراقبہ کی تعلیم ہے اور تقریر استدلال کو کئی مثالوں سے واضح کیا ہے اول) کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گری کرتا ہے (اور) کوزہ خود بخود عریض وطویل کب ہوجاتا ہے (ثانی) چوب نجار کے ہاتھ میں جا گیر ہوتی ہے ورنہ مفصول اور موصول کب ہوسکتی ہے (ثالث) کپڑا خیال کے ہاتھ میں ہوتا ہے ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے (رابع) مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے اے منتہی ورنہ ازخود کب ہوسکتی ہے پر یا خالی (اسی طرح جب) تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے پس (اس سے) جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے (اور اس جاننے کے مراتب مختلف ہیں ایک ابتدائی دوسرا انتہائی اور ہر چند کہ مقصود مرتبہ انتہائی ہے جس کو آ گے بچشم خود اور بے تقلیدی کہیں گے لیکن اگر وہ دفعۃً میسر نہ ہو تو مرتبہ ابتدائی ہی کو حاصل کرے کہ بالکلیہ نظر نہ کرنا تو کوری ہی ہے اگلے شعر میں صاحب مرتبہ ابتدائی کو چشم بند اور فاقد النظر مطلقاً کو چشم دوز سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ) چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے (پھر کس قدر) آ گاہ ہے (کہ) صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے (کیونکہ چشم بند کو چشم کشائی کی ہر وقت قدرت ہے اور چشم کشائی اس کی ترقی ہے اسی طرح مبتدی فی البصیرت ترقی کرکے منتہی فی البصیرت ہوسکتا ہے بخلاف چشم دوز کے کہ اس کی استعداد کالمفقود ہوگئی اسی طرح عمی واعراض موجب تعطل بصیرت ہے اور اس مرتبہ ابتدائیہ کا مرغوب فیہ ہونا اضافی بمقابلہ عمی کے ہے باقی اصل مقصود بصیرت انتہائی محققانہ ہے آ گے اس کو فرماتے ہیں کہ) تو (بفضلہ تعالیٰ) آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ (اور سفیہ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ (یعنی ایسی آنکھ سے مت دیکھ جیسی آنکھ سفیہ بے خبر کی ہوتی ہے جس کے پاس نہ دلیل عقلی ہے (یدل علیہ لفظ سفیہ نہ دلیل نقلی ہے یدل علیہ لفظ بے خبر **فھو کماقال تعالیٰ و قالوا لو کنا نسمع او نعقل الایہ** یعنی بالکل فاقد النظر مت ہو اسی طرح) تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن (اور) احمقوں کے (سے) کان کا کیوں پابند ہوگیا (یعنی اپنے کان کو احمقانہ کان رکھنے کا کیوں مقید ہوگیا گوش ہوش سے سن خلاصہ یہ کہ) بدوں کسی تقلید کے نظر (تحقیقی) کا طریقہ اختیار کر نیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر (مراد نظر عارفانہ ہے کیونکہ اس کے ... نظر استدلالی عقلی متعارف داخل نظر تقلیدی ہے کیونکہ وہ لوگ خود استدلال میں بھی مقلد ہیں گو اعراض محض سے غنیمت ہے **کما مر** آ گے نظر تحقیقی کے صحیح ہیں اور نظر تقلیدی کے غلط بیں ہونے کی تائید میں ایک حکایت لانا چاہتے ہیں اس کی تمہید کے لئے فرماتے ہیں کہ) نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے تاکہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہوجاوے (اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ خوارزم شاہ کو کسی امیر کا گھوڑا جو واقع میں بھی عمدہ تھا پسند آیا اس نے اس کو جبراً لینا چاہا اس نے عماد الملک سے مدد چاہی اس نے اس کی برائی کرکے اس کے دل سے اتار دیا تو نظر تقلیدی غلط بینی کا سبب ہوگئی جیسا اول نظر تحقیق صحیح بینی کا سبب تھی بس وجہ تشبیہ صرف اتنا امر ہے قطع نظر اس سے کہ وہ نظر تحقیقی ایک عارض کے سبب مضر تھی کہ سبب تھا ظلم کا اور یہ نظر تقلیدی نافع اور محافظ ہوئی اس ظلم سے سو وجہ تمثیل میں اس کا لحاظ نہیں ہے خوب سمجھ لوتا کہ بعض محشین کی طرح لغزش نہ ہو)

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ یہاں عشر سابع ختم ہوا اور اس کا متن دوسرے عشروں سے اتنا ہی مقدار میں زیادہ ہے جتنا عشر سادس اوروں سے کم تھا اور حکایت اس قرضدار کی انشاء اللہ تعالیٰ عشر ثامن میں پوری ہوگی خلاصہ اس کا یہ ہے کہ پایمرد نے محتسب کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو اس کا قرضہ معلوم تھا اور احتمال تھا کہ یہ آوے گا اس لئے میں نے اتنا مال اس کے قرضہ کے لئے فلاں جگہ دفن کردیا ہے میرے وارثوں سے کہہ دے کہ سب اس کو دے دیں فقط **والیوم الثانی والعشرون من ربیع الاول و خرج من المدۃ ثلث جمع فبقی تسعۃ عشریوماھو زمان کتابۃ شرح ھذاالعشر وللہ الحمد و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین.**

العشر الثامن من شرح الدفتر السادس

من المثنوی المعنوی افتتاح فیہ لثمان بقین من شہر ربیع الاول ۱۳۳۳ من الھجرۃ

دیدن خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکب خود اسپے بس نادر و تعلق دل شاہ بخوبی و حسن و چستی آں اسپ و سرد کردن عماد الملک آں اسپ را در دل شاہ و گزیدن شاہ گفت او را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی نامہ می فرماید

خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور عماد الملک کا شاہ کے دل میں اس گھوڑے کو بے وقعت کر دینا اور شاہ کا اس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کر لینا' جیسا کہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں۔

چوں زبان حسد شود نخاس	یوسفؑ یابی از گز کرباس
جب حسد کی زباں بردہ فروش ہو	ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کر لے گا

از دلالی برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ در دل مشتریاں آں چنداں حسن پوشیدہ شدہ' زشت نمودن گرفت و کانوا فیہ من الزاہدین

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حسن چھپ کر برا نظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بود امیرے را یکے اسپ گزیں	در گلہ سلطاں نبودش یک قریں
ایک امیر کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا	سلطان کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا
او سوارہ گشت در موکب پگاہ	ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ امیر حشم میں صبح کو سوار ہوا	ناگاہ گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا
چشم شہ را فرو رنگ او ربود	تا برجعت چشم شہ بر اسپ بود
بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا	واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر	ہر مکیش خوشتر نمودے زاں دگر
جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا	ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشنما معلوم ہوتا تھا
غیر چستی و گشی و روحت	حق برو افگندہ بد نادر صفت
علاوہ چستی اور رعنائی اور سبکردی کے	حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفتیں القاء فرمائی تھیں
پس تجسس کرد عقل بادشاہ	کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ
پس بادشاہ کی عقل نے بہت ٹٹولا	کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ عقل کی رہزنی کرتا ہے
چشم من پرست و سیرست و غنی	از دو صد خورشید دارد روشنی
میری آنکھ تو پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے	دو سو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں
اے رخ شاہاں برمن بیذقے	نیم اسپم در رباید بے حقے
اے دل بادشاہوں کا رخ تو میرے سامنے پیادہ ہے	ایک آدھا گھوڑا مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق
جادوئی کردست جادو آفریں	جذبہ باشد آں نہ خاصیات ایں
جادو کر دیا ہے جادو آفریں نے	جذب ہے نہ کہ اس کی خاصیتیں
فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد	فاتحہ اش در سینہ می افزود درد
اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاحول کی	فاتحہ اس کے سینے میں اور درد زیادہ کرتی تھی
زانکہ او را فاتحہ خود می کشید	فاتحہ در جرو دفع آمد وحید
اس لئے کہ اس کو فاتحہ خوالا خود کھینچ رہا تھا	فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں یگانہ ہے
گر نماید غیر ہم تمویہ او ست	ور رود غیر از نظر تنبیہ اوست
اگر وہ غیر کو دکھلاتے ہیں تو وہ ان کا ملمع کرنا ہے	اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے تو وہ ان کا متنبہ کرنا ہے
پس یقیں گشتش کہ جذبہ آں سریست	کار حق ہر لحظہ نادر آوریست
پس بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے	حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے
اسپ سنگیں گاؤ سنگیں ز ابتلا	می شود مسجود از مکر خدا
پتھر کا گھوڑا پتھر کی گائے ابتلا کے سبب	مسجود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے
پیش کافر نیست بت را ثانیے	نیست بت را فرونے روحانیے
کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں	نہ بت میں کوئی عظمت ہے نہ کوئی روحانی ہے

مصرع اول	مصرع دوم
چیست آں جاذب نہاں اندر نہاں	در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
وہ جاذب خفی در خفی کیا ہے	عالم میں دوسرے عالم سے ظاہر ہوتا ہے
عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں	من نمی بینم تو می تانی ببیں
عقل اور روح اس سر خفی سے محجوب ہیں	میں تو اس کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ
چونکہ خوارم شہ ز سیراں باز گشت	با خواص ملک خود ہمراز گشت
جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا	اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہمراز ہوا
پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں	تا بیارند اسپ رازاں خانداں
پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت	تا کہ اس کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں
ہمچو آتش در رسیدند آں گروہ	ہمچو کاہے گشت امیر ہمچو کوہ
وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی	امیر جو مثل کوہ کے تھا مثل کاہ کے ہو گیا
جانش از درد و غبیں تا لب رسید	جز عماد الملک زنہارے ندید
اس کی جان درد اور نالہ سے لب تک پہنچی	بجز عماد الملک کے کوئی پناہ نہ دیکھی
کہ عمادالملک بد پائے علم	بہر ہر مظلوم و ہر مغبون غم
کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا	ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدۂ غم کیلئے
محترم تر خود نہ بد زو سرورے	پیش سلطاں بود چوں پیغمبرے
اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا	سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا
بے طمع بود و اصیل و پارسا	رائض و شب خیز و حاتم در سخا
بے طمع تھا اور اصیل اور پارسا	ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے
بس ہمایوں رائے و با تدبیر و داد	آزمودہ رائے او در ہر مراد
نہایت مبارک رائے اور باتدبیر و عدل	ہر مطلب میں مجرب الرائے
ہم ببذل جاں سخی و ہم بمال	طالب خورشید غیب او چوں ہلال
نیز بذل جان میں بھی سخی اور مال میں بھی	وہ خورشید غیب کا طالب بھی ہلال کی طرح
در امیری او غریب و محتبس	در صفات فقر و خلت ملتبس
امیری میں وہ غریب اور پابند ہونے والا	صفات درویشی اور دوستی کے ساتھ ملتبس

بود ہر محتاج را ہمچوں پدر	پیش سلطاں شافع و دفع ضرر
وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا	سلطان کے سامنے سفارشی اور دافع ضرر
مر بداں راستر چوں حلم خدا	خلق او بر عکس خلقان و جدا
بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے	اس کے اخلاق خلائق سے برعکس اور جدا
بارہا می شد بسوی کوہ فرد	شاہ باصد لابہ او را منع کرد
بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا	بادشاہ نے صدہا خوشامد کے ساتھ اس کو منع کیا
ہر دم ار صد جرم را شافع شدے	چشم سلطاں را ازو شرم آمدے
ہر وقت اگر سو جرموں کی بھی شفاعت کرتا	تو بادشاہ کو اس سے شرم آ جاتی
رفت او پیش عماد الملک راد	سر برہنہ کرد و بر خاک اوفتاد
وہ امیر عماد الملک جوانمرد کے پاس گیا	سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا
کہ حرم باہر چہ دارم گو بگیر	تا بگیرد حاصلم را ہر مغیر
کہ کنیز خاص مع تمامی ان اشیاء کے جو میں رکھتا ہوں کہہ دیجئے کہ آپ یہ سب لے لیجئے	تا کہ میرے تمام حاصل کو ہر لوٹنے والا لے لے
آں یکے اسپ ست جانم رہن اوست	گر برد مردم یقیں اے خیر دوست
وہ ایک گھوڑا ہے میری جان اس میں اٹکی ہوئی ہے	اگر وہ لے لیں گے میں یقیناً مر جاؤں گا اے خیر دوست
گر برد ایں اسپ را از دست من	من یقیں دانم نخواہم زیستن
اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا	تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا
چوں خدا پیوستگی ام دادہ است	بر سرم مال اے مسیحا زود دست
چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب عطا فرمایا ہے	میرے سر پر اے مسیحا جلدی ہاتھ پھیرئے
از زن و زر و عقارم صبر ہست	ایں تکلف نیستے تزویر ست
زن اور زر اور جائیداد سے مجھ کو صبر ہے	یہ تکلف نہیں بلا کسی فریب کے
اندریں گر می نداری باورم	امتحاں کن امتحاں گفت و فرم
اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے	تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا
آں عماد الملک گریاں چشم مال	پیش سلطاں در دوید آشفتہ حال
عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا	بادشاہ کے سامنے آشفتہ حال دوڑا

لب بہ بست وپیش سلطاں ایستاد | راز گویاں با خدا رب العباد

لب بند کر لئے اور بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو گیا | خدائے رب العباد سے راز کہتا

ایستادہ راز سلطاں می شنید | واندراں اندیشہ اش ایں می تنید

کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا | اور اس حالت میں اس کی قوت فکریہ یہ مضمون بنا رہی تھی

کاے خدا گر آنجواں کژ رفت راہ | کہ نشاید ساختن جز تو پناہ

کہ اے خدا اگر یہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے | کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ چاہئے

تو از آن خود بکن بروئے مگیر | گرچہ او خواہد خلاص از ہر اسیر

تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے اس پر مواخذہ نہ کیجئے | اگرچہ وہ خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ | از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ

اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں | گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو

با حضور آفتاب باکمال | رہنمائی جستن از شمع و ذبال

آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے | رہنمائی تلاش کرنا شمع اور بتی سے

باحضور آفتاب خوش مساغ | رہنمائی جستن از شمع و چراغ

آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے | رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے

بیگماں ترک ادب باشد زما | کفر نعمت باشد و فعل ہوا

بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے | کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے

لیک اغلب ہوشہا در افتکار | ہمچو خفاش اند ظلمت دوستدار

لیکن اغلب عقلیں فکر کرنے میں | خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں

در شب از خفاش کرمے می خورد | کرم را خورشید جاں می پرورد

شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے | تو کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے

در شب ار خفاش از کرمے ست مست | کرم از خورشید جنبیدہ شدہ است

شب میں اگر خفاش کرم سے مست ہے | تو کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے

آفتابے کہ ضیا زومی زہد | دشمن خود را نوالہ می دہد

آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے | وہ اپنے دشمن کو نوالہ دیتا ہے

لیک خفاشے کہ او رہ گم کند	آخر از خورشید ہم یابد سند
کیا یہ بات نہیں کہ جو خفاش راہ گم کرتا ہے	آخر وہ بھی خورشید ہی سے سہارا پاتا ہے
لیک شہبازے کہ او خفاش نیست	چشم بازش راست بین و روشنیست
لیکن جو شہباز کہ خفاش نہیں ہے	اس کی چشم کشادہ راست بیں اور روشن ہے
گر بشب جوید چو خفاش او نمو	در ادب خورشید مالد گوش او
اگر وہ شب میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے	تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے
گویدش گیرم کہ آں خفاش لد	علتے دارد ترا بارے چہ شد
وہ اس سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش	تو علت رکھتا ہے مگر تجھ کو کیا ہو گیا
مالشت بدہم بزجروا کتیاب	تا نتابی سر دگر از آفتاب
میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ	تاکہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے

(روحت فی الشعر الخامس در کتب لغت از نظر نگذشتہ و در بعض حواشی احتمالاً مخفف روحانیت گفتہ و حوالہ پر منہج قوی کردہ چنانکہ در شعر سعدی پیر ہفتا سلہ جنی ملکنہ ایک امیر (شاہی) کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا۔ سلطان (خوارزم شاہ) کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا وہ امیر (سلطان کے) حشم میں صبح کو سوار ہوا (المواکب الجماعۃ رکبانا او مشاۃ کذا فی الحاشیہ من اقرب الموارد) ناگاہ گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی۔ جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشنما معلوم ہوتا تھا علاوہ چستی اور رعنائی اور سبکروی کے حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفتیں القاء فرمائی تھیں پس بادشاہ کی عقل نے (اپنے دل میں) بہت ٹٹولا کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ (اس طرح سے) عقل کی رہزنی کرتا ہے میری آنکھ تو (گھوڑوں سے) پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے (اور) دو سو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں (یعنی آنکھ میں اس قدر غنا کی روشنی ہے جیسے فرض کیا جاوے کہ دو سو خورشید سے مستفید ہوئی ہے) اے دل بادشاہوں کا رخ تو (کہ شطرنج میں شریف مہرہ ہے) میرے سامنے پیادہ ہے (کہ شطرنج میں خسیس مہرہ ہے یعنی بڑے بڑے بادشاہ میرے سامنے ادنیٰ ہیں باوجود میری اس شان و عظمت کے) ایک آدھا گھوڑا (یعنی ادنیٰ درجہ کا م) مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق (بے شک) جادو کر دیا ہے جادو آفرین نے (یہ اس کا) جذب ہے نہ کہ اس (گھوڑے) کی خاصیتیں (اور اس خیال کے دفع کے لئے) اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاحول کی (لیکن) فاتحہ اس کے سینہ میں اور درد زیادہ کرتی تھی (یعنی اثر نہ کرتی تھی نہ یہ کہ وہ سبب تھی زیادت درد کی یہ تو خلاف واقع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنے کی حالت میں بھی درد ایسا بڑھتا جاتا تھا جیسے گویا فاتحہ سے درد بڑھ رہا ہے پس کلام مبنی ہے استعارہ پر کہ اقتراں افزونی درد مع الفاتحہ کو تشبیہ دی مسببیت افزونی درد من الفاتحہ کے ساتھ آگے باوجود فاتحہ کے درد بڑھنے کی علت بیان فرماتے ہیں یعنی) اس لئے (درد بڑھتا تھا) کہ اس کو فاتحہ والا (یعنی حق تعالیٰ) خود کھینچ رہا تھا۔ (کذا نقل عن مرشدیؒ فیما بین السطور بقولہ رب الفاتحہ اور اسکی

دوتوجیہ ہوسکتی ہیں یاتو مضاف مخذوف ہے کما یدل علیه ظاهر قولهٗ رب الفاتحه اور یا یہ کہا جاوے کہ فاتحہ کلام ہے اور کلام ایک مرتبہ میں صفت ہے اور صفات غیر ذات نہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا کہ اور ارب الفاتحہ میکشید اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں (دونوں میں) یگانہ ہے (کہ کوئی اس کا مزاحم نہیں ہوسکتا پھر درد کیوں نہ بڑھتا یہ تقریر ہوگئی تعلیل کی اور یہ کشیدن رب الفاتحہ تو علت حقیقیہ ہے باقی اس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ایسے میلان کے وقت اکثر مستعیذ زبان سے فاتحہ والا عمل پڑھتا ہے دل کو اس شے کے حصول کی حدیث النفس سے خالی نہیں کرتا اور عزم وہمت کے ساتھ خالی کرنا بھی نہیں چاہتا پس اس کا وہ حال ہوتا ہے۔

سبحہ بر کف توبہ برلب دل پر از ذوق گناہ　　معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

سو یہ عدم خلوص سبب ہوتا ہے عدم تاثیر استعاذہ کا ورنہ ان کی شان یہ ہے **یجیب المضطر اذادعاہ** اور **الذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا** آگے حق تعالیٰ کے جرودفع کی صورت کو بیان فرماتے ہیں کہ) اگر وہ غیر کو (نظر میں) دکھلاتے ہیں (یعنی وہ غیر نظر میں استحسان کے ساتھ سما جاتا ہے اور یہ جر ہے) تو وہ ان کا ملمع کرنا ہے (کہ غیر حسین حسین معلوم ہوتا ہے اور یہ جر کی صورت ہے) اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے (اور یہ دفع ہے) تو وہ ان کا متنبہ کرنا ہے (کہ اس کے غیر مستحسن ہونے پر آگاہ فرمادیتے ہیں اور یہ دفع کی صورت ہے اور مراد یہ درجہ خاص ہے استحسان کا کہ ضرورت سے زائد مستحسن معلوم ہونے لگے جس سے عقل اور دین مختل ہو جاویں اتنے ہی استحسان کو مصرعہ اولیٰ میں تمویہ کہا ہے احقر کو بھی اس وقت ایک تمویہ میں ابتلا اور ایک تنبیہ کی استدعا ہے اے اللہ رحم وکرم فرما اور اے ناظرین آپ بھی میرے لئے دعا کریں ہر تمویہ سے نجات کی اور نجات کے بعد حفاظت کی اور موت کے بعد مغفرت کی۔ **اللهم نج اشرف علی و احفظ اشرف علی واغفر لاشرف علی** آمین) پس بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے (اور) حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے (چنانچہ) پتھر کا گھوڑا (اور) پتھر کی گائے ابتلاء کے سبب (بت پرستوں کا) مسجود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے (حتی کہ) کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں (ہوتا حالانکہ) نہ بت میں کوئی (ظاہری) عظمت ہے (اور) نہ کوئی روحانی (صفت) ہے (پھر یہ کہ) وہ جاذب خفی در خفی (یعنی بہت ہی خفی) کیا ہے (جو کہ اس) عالم میں (ایک) دوسرے عالم سے (باعتبار اثر کے) ظاہر ہوتا ہے (یعنی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے یہ تو سوال تھا آگے جواب ہے کہ) عقل اور روح (کہ ایک کا فعل ادراک بالدلیل اور دوسرے کا فعل ادراک بالکشف ہے دونوں) اس سر خفی سے محجوب ہیں (فی المنتخب کمین پنہاں شوندہ سو) میں تو اس (جاذب) کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ (کیونکہ مصداق اس کا سر قدر ہے اور کنہ اس کا کسی کو معلوم نہیں اور گو نفس جاذب سب کو معلوم ہے کہ حکم حق ہے لیکن مراد یہاں جاذب مع حکمۃ الجذب ہے جو حاصل ہے سر قدر کا سو وہ کسی کو مفصلاً معلوم نہیں اور معلوم ہونا متعذر بھی ہے اس لئے اس میں خوض سے نہی آئی ہے) جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا (اور) اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہمراز ہوا۔ پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت تا کہ اس (امیر) کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں (پس) وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی (اور ان کے سامنے) امیر جو مثل کوہ کے تھا (عجز میں) مثل کاہ کے ہو گیا (اور) اس کی جان درد اور نالہ سے لب تک پہنچی (اور اس وقت) بجز عماد الملک کے (کہ وہ مقرب شاہی تھا) کوئی پناہ نہ دیکھی کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا۔ ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدۂ غم کے لئے (اور) اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا (اور) سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا (تقدس ومقبول

الامر ہونے میں) بے طمع تھا اور اصیل اور پارسا ریاضت کرنے والا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے (اور) نہایت مبارک رائے با تدبیر و عدل (اور) ہر مطلب میں مجرب الرائے نیز بذل جان میں بھی سخی اور (بذل) مال میں بھی (اور) وہ خورشید غیب (ذات حق) کا طالب بھی ہلال کی طرح (کہ وہ طالب ہوتا ہے نور شمس حسی کا کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس اور) امیری میں وہ غریب اور (مساکین کے ساتھ) پابند ہونے والا (ناظر الی قولہ تعالیٰ **واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم** اور) صفات درویشی اور دوستی (حق) کے ساتھ متلبس (اور) وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا (اور) سلطان کے سامنے (مجرموں کا) سفارشی اور دافع ضرر (اور) بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے (اور) اس کے اخلاق (اور) خلائق سے برعکس اور جدا (اور شجاع ایسا کہ) بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا (جہاں کہ درندے وگزندے بکثرت ہوتے اور) بادشاہ نے صدہا خوشامد کے ساتھ اس کو (وہاں جانے سے) منع کیا ہر وقت اگر سو جرموں کی بھی شفاعت کرتا تو بادشاہ کو اس سے شرم آجاتی (یعنی مقبول الشفاعۃ تھا غرض) وہ امیر (اس) عماد الملک جوانمرد کے پاس گیا سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا (اور یہ صورت غایت تضرع کی ہے اور کہا) کہ کنیز خاص مع تمامی ان اشیاء کے جو میں (اپنی ملک میں) رکھتا ہوں (بادشاہ سے) کہہ دیجئے کہ آپ یہ سب لے لیجئے (اس طرح سے کہ وہ حکم دے دیں) تا کہ میرے تمام حاصل (و مملوک چیزوں) کو ہر لوٹنے والا لے لے (یعنی حکم دے دیں اس کے لوٹ لینے کا مطلب یہ کہ خواہ میرا تمام مال حتیٰ کہ کنیز خاص کہ محبوبہ ہوتی ہے وہ لے لیں بجز اس گھوڑے کے اور حرم کے یہ معنی غیاث میں لکھے ہیں پس بمعنی منکوحہ لینے کی کوئی حاجت نہیں اگرچہ اس معنی میں بھی آتا ہے کمافی الغیاث جیسا بعض محشین نے لیا ہے اور یہ یاد نہ رکھا کہ کیا کوئی شریف آدمی گھوڑے پر بیوی کو نثار کر سکتا ہے یہاں صرف استیعاب جنس مال کا مقصود ہے صرف) وہ ایک گھوڑا (ایسا) ہے (کہ) میری جان اس میں اٹکی ہوئی ہے اگر وہ (اس کو) لے لیں گے میں یقیناً مر جاؤں گا اے خیر دوست (کہ خیر سے محبت رکھتے ہو) اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب (اپنا یا کہ بادشاہ کا) عطا فرمایا ہے میرے سر پر اے مسیحا جلدی (شفقت کا) ہاتھ پھیریئے (قرب بادشاہ کا حکم اس میں دخل ظاہر ہے اور قرب حق کا دخل اس طرح ہوگا کہ ایسے حضرات خدا ترس و خادم خلق و رحیم ہوتے ہیں اور ان کا دخل ظاہر ہے) زن (مملوکہ) اور زر اور جائیداد (وغیرہ سب) سے مجھ کو صبر ہے (اور) یہ تکلف (اور تصنع کی بات) نہیں بلا کسی فریب کے۔ اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا (فی الغیاث فر بمعنی شان و شوکت اھ چوں عادۃً اظہار شوکت بدعوی می باشد مجازاً بمعنی دعویٰ گرفتم اطلاقاً للملزوم علی الملازم یعنی میری سب چیزیں لے کر دیکھ لیجئے کہ اس کو گوارا کرتا ہوں یا نہیں مگر گھوڑے لینے پر صبر نہیں ہوتا وہ دلوا دیجئے پس) عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا بادشاہ کے سامنے (گھوڑا پہنچنے کے قبل بدلیل قولہ اسپ را اندر کشیدند قبل عنوان رجوع بحکایت) آشفتہ حال دوڑا (اور) لب بند کر لئے اور خاموش) بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو گیا (لیکن دل دل میں) خدائے رب العباد سے راز کہتا ہوا (جس کا بیان آگے آتا ہے کاے خدا الخ) کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا (یعنی اس کی باتوں سے اس کے مافی الضمیر کو معلوم کر رہا تھا) اور اس حالت میں اس کی قوت فکریہ (خدا سے راز کہنے کے لئے) یہ مضمون بنا رہی تھی (خلاصہ یہ کہ سلطان مجازی کے راز کا تو شنوا تھا اور سلطان حقیقی سے راز کا گویا تھا اور وہ مضمون یہ تھا) کہ اے خدا اگر یہ جوان (مراد وہ امیر ہے) ٹیڑھا راستہ چلا ہے (اور وہ یہ کہ مجھ کو اس نے پناہ بنایا ہے اور یہ راستہ ٹیڑھا اس لئے کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ

چاہیئے (یہ شرط ہے اور جزا آگے ہے یعنی اگر اس نے ایسی حماقت کی ہے) تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے (یعنی) اس پر مواخذہ نہ کیجئے (کہ وہ معاملہ یہی ہے) اگر چہ وہ (اپنی حماقت کے سبب) خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے (یعنی مخلوق تو خود اسیر احتیاج ہے **کما سیاتی** اس سے طلب خلاصی سراسر خطا ہے جس کا مقتضایہ ہے کہ آپ اس سے ناخوش ہو کر اس کو خلاصی نہ دیں مگر آپ اس پر نظر نہ کیجئے اور اس کی وہ حاجت جس میں مجھ کو واسطہ بنایا ہے پوری کر دیجئے آگے اسیری مذکور فی المصر اع الثانی القریب کی دلیل ہے یعنی میں نے جو اسیر کہا تو) اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو (آگے تفصیل ہے مضمون نشاید ساختن جز تو پناہ کی یعنی) آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے۔ رہنمائی تلاش کرنا شمع اور بتی سے (اور اسی کی تاکید یہ ہے کہ) آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے (یہ مبتدا تھا آگے خبر ہے کہ یہ فعل) بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے (اور) کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے (اس لئے اوپر کہا گیا ہے کہ نشاید ساختن جز تو پناہ اور چونکہ اس کے خلاف ادب اور کفران ہونے کا مقتضایہ تھا کہ اس پر مواخذہ ہو اور اوپر درخواست کی گئی ہے تو از ان خود بکن بروے مکیر تو یہ درخواست ظاہراً بے محل ہے اس لئے آگے بطور استدراک کے کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہے تو یہ بڑی گستاخی) لیکن (سبب اس گستاخی کا یہ ہے کہ) اغلب عقلیں فکر کرنے میں خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں (یعنی فکر کر کے بھی اسباب کی طرف کہ معبر بہ ظلمت ہیں اکثر نظر جاتی ہے کہ مدار تشبیہ بالخفاش ہے مسبب کی طرف کم جاتی ہے گو اعتقاد صحیح ہو مگر حال نہیں ہے جیسا خفاش کو توجہ اور تعلق آفتاب سے نہیں مگر باوجود اس کے آفتاب کا اس کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ وہ خفاش کے ساتھ احسان کرتا ہے چنانچہ) شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے تو (اس) کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے (ایسی چیزیں حرارت آفتاب سے بواسطہ عفونت کے پیدا ہوتی ہیں آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شب میں اگر خفاش کرم (کے ملنے) سے مست (وشاداں) ہے (کہ اب اس کو کھاؤں گا) تو (وہ) کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے (غرض) آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے وہ اپنے دشمن (یعنی خفاش) کو (کہ نفور ہے آفتاب سے) نوالہ (اور غذا مثل کرم مذکور) دیتا ہے (اسی طرح) کیا یہ بات نہیں (یعنی ہے) کہ جو خفاش (طبع) راہ گم کرتا ہے (کہ غیر کی طرف التجا لے جاتا ہے) آخر وہ بھی خورشید (حقیقی) ہی سے سہارا پاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہی ان کی بھی کار برآری اور حاجت برآری فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہوا کہ مثل آفتاب کے حق تعالیٰ کا معاملہ بھی ہے پس یہ عنایت و معاملہ رعایت نظراً الی جہل المشتغلین بالاسباب سبب جرات ہوا اس درخواست مذکور بروے مکیر کا پس جواب ہو گیا اس کے بے محل ہونے کا مختصر یہ کہ ان کے لطف و کرم کے بھروسہ یہ دعا کی جاتی ہے اور ان اشعار میں بیان تھا معاملہ عوام کا کہ ان کی اسباب بینی پر دار و گیر نہیں ہوتی اگر وہ حد شرعی کے اندر ہے تب تو آخرت میں بھی نہیں اور اگر حد سے متجاوز ہے تو صرف دنیا میں اکثر نہیں آگے بیان ہے معاملہ خواص کا کہ ان کو باوجود حد شرعی سے متجاوز نہ ہونے کے اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ خاص معاملہ ہے غفلت کے ساتھ اسباب پر نظر کرنے سے بکثرت متنبہ کر دیا جاتا ہے یعنی ہر چند کہ خفاش خاصیتوں کے ساتھ خورشید حقیقی کا یہ معاملہ ہے) لیکن جو شہباز (صفت) کہ خفاش نہیں ہے (بلکہ) اس کی چشم کشادہ راست بین اور روشن ہے اگر وہ شب (غفلت) میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے (یعنی آفتاب سے من وجہ اعراض کر کے صرف رات کو نکلے) تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے (نمو لغت میں خاص برآمدن نبات از زمین ہے کما فی المنتخب یہاں مقید بول کر مطلق مراد لیا گیا آگے بیان ہے تادیب کا کہ) وہ (آفتاب) اس

(شہباز) سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش تو (باصرہ میں) علت رکھتا ہے (اس لئے آفتاب کی طرف نظر نہیں کر سکتا۔ اللدجمع الداطلق الجمع ھھنا للمبالغة اویرادبالخفاش الجنس) مگر تجھ کو کیا ہو گیا (کہ باصرہ میں قوت رکھ کر پھر اعراض کیا اس لئے) میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ تاکہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے (چنانچہ ظاہر اور معلوم ہے کہ عوام سے مباحات پر مواخذہ نہیں ہوتا مگر خواص سے اس پر بعضے مواخذات ہوتے ہیں جیسا آگے اس کی تائید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جو زندانی سے فرمایا اذکرنی عند ربک اس پر یہ اثر مرتب کیا گیا فلبث فی السجن بضع سنین)

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ ایسے مواخذات کا حاصل کوئی دنیوی کلفت ہے نہ کو مواخذہ اخرویہ ورنہ مباح شرعی مباح نہ رہے گا۔ وھذا خلف

مواخذئه یوسف صدیق علیٰ نبینا و علیه الصلوٰۃ والسلام بجس بضع سنین بسبب یاری خواستن از غیر حق و گفتن واذکرنی عند ربک الیٰ آخر الآیة

(حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور ان پر درود اور سلام ہو) قید خانہ کے ذریعہ کچھ سال مواخذہ ان کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے سبب کہ "اور میرا ذکر کر دے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے	بانیازے خاضعے شعدانیے
جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے	جو کہ بانیاز خاضع مغلوب غم تھا
خواست یاری، گفت چوں بیروں روی	پیش شہ گردد امورت مستوی
یاری چاہی فرمایا کہ جب تو باہر جاوے	بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہو جاویں
یاد من کن پیش تخت آں عزیز	تا مراہم و اخرد زیں حبس نیز
تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز کے روبرو	تاکہ مجھ کو بھی اس حبس سے خلاصی دے دے
کے دہد زندانیے در اقتناص	مرد زندانی دیگر را خلاص
ایک زندانی جو خود شکارکردگی میں ہے	دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے
اہل دنیا جملگاں زندانی اند	انتظار مرگ دار فانی اند
اہل دنیا سب زندانی ہیں	موت دار فانی کے منتظر ہیں
جز مگر نادر یکے فردانیے	تن بزندان جان او کیوانیے
بجز نادر کسی یکتا کے	جس کا تن تو زندان میں ہو روح اس کی کیوانی ہو
پس جزائے آنکہ دید او رامعیں	ماند یوسفؑ حبس در بضع سنیں
پس اس امر کی جزاء میں کہ انہوں نے اس کو معین دیکھا	یوسف علیہ السلام حبس چند سال اور رہے

یاد یوسفؑ دیو از عقلش سترد	وزدلش دیوآں سخن از یاد برد
یاد یوسف کو شیطان نے اس کے ذہن سے محو کر دیا	اور اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی
زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال	ماند در زنداں زد اور ہفت سال
اس لغزش سے کہ اس کو نیکو خصال سے صادر ہوئی	وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے
کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد	تاتوچوں خفاش افتی در سواد
کہ کون سی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے	جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت میں پڑ جاؤ
ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب	تا تو یاری خواہی از ریگ وسراب
ہاں کونسی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے	جس سے تم ریگ اور سیراب سے یاری چاہنے لگو
عام اگر خفاش طبع اند و مجاز	یوسفاً داری تو آخر چشم باز
عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں	اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو
گر خفاشے رفت در کور و کبود	باز سلطاں دیدہ رابارے چہ بود
اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا	اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہوگیا
پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد	کہ مساز از چوب بوسیدہ عماد
پس اس لغزش پر ان کو مصلح نے تادیب فرمائی	کہ چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا
لیک یوسفؑ رابخود مشغول کرد	تانیاید وردلش زاں حبس درد
لیکن یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرما لیا	تاکہ ان کے دل میں حبس سے کلفت نہ ہو
آنچنانش انس و مستی داد حق	کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق
ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا	کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تاریکی کا
نیست زندانے وحش تر از رحم	ناخوش و تاریک و پرخون و وخم
رحم سے زیادہ کوئی زندان موحش نہیں ہے	ناخوش اور تاریک اور پرخوں اور ناگوار
چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش	در رحم ہر دم فزایدتنت بیش
لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے اپنی طرف ایک دریچہ کھول دیا ہے	تو رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی زیادہ بڑھتا چلا جاتا ہے
اندراں زنداں زذوق بیقیاس	خوش شگفت ازغرس جسم تو حواس
اسی زندان میں بوجہ ذوق بے حساب کے	تیرے درخت جسم سے حواس خوب شگفتہ ہو گئے

زاں رحم بیروں شدن برتو درشت	می گریزی از زہارش سوئے پشت
اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہو گیا	تو اس کی فرج سے پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے
راہ لذت از دروں داں نز بروں	ابلہی داں جستن قصر و حصوں
لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے	قصر اور قلعوں کا تلاش کرنا ابلہی جان
آں یکے در کنج مسجد مست و شاد	واں یکے در باغ ترش و بیمراد
ایک شخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے	اور ایک شخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے
قصر چیزے نیست ویراں کن بدن	گنج در ویرانی ست اے میر من
قصر کوئی چیز نہیں بدن کو ویران کر دے	خزانہ ویرانی ہی میں ہے اے میرے امیر
ایں نمی بینی کہ در بزم شراب	مست آنگہ خوش شود کو شد خراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ بزم شراب میں	مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ خراب ہو جاوے
گرچہ پرنقش ست خانہ برکنش	گنج جو و ز گنج آباداں کنش
اگرچہ یہ گھر پر نقش ہے	خزانہ ڈھونڈ لے اور خزانہ سے اس کو آباد کر دے
خانۂ پرنقش و تصویر و خیال	ویں صور چوں پردہ بر گنج وصال
خانہ پر نقش و تصویرات و خیالات	اور یہ تصویرات گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں
پرتو گنج ست و تابشہائے زر	کہ دریں سینہ ہمی جوشد صور
یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر کی شعاعیں ہیں	کہ اس سینہ میں تصویرات جوش کر رہی ہیں
ہم ز لطف و عکس آب باشرف	پردہ شد برروی آب اجزائے کف
نیز آب باشرف کی لطافت اور جھلک سے	حاجب ہو گئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں
ہم ز لطف و جوش جان باثمن	پردۂ بر روئے جاں شد شخص تن
نیز روح باقیمت کی لطافت اور جوش سے	حاجب ہو گیا چہرۂ روح پر یہ شخص بدن
پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست	کانچہ بر ما می رود آں ہم ز ماست
پس وہ مثل سن لے جو کہ زبانوں پر جاری ہے	کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے
زیں حجاب ایں تشنگان کف پرست	زاب صافی اوفتادہ دور دست
اس حجاب کے سبب یہ تشنگاں کف پرست	آب صاف سے دور واقع ہو گئے

(سعداں گیا ہے ست وگرہ بند نعل وگرہ رشتہ تراز وکمافی الصراح وایں جا بمعنی گرہ مناسب می نماید یعنی منسوب بگرہ اے غمگین کذا قال ولی محمد قلت زیرا کہ ازغم وتنگی بردل مشابہ گرہ می افتد اور قاموس میں اس گیاہ کو خاردار کہا ہے تو سعدانی کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں آنکہ خارغم دردل داشتہ باشد دونوں حال میں حاصل معنی مغلوب غم ہوئے وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی یعنی خواص کی تو اس طرح تادیب ہوتی ہے) جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے جو کہ (خود) بانیاز (یعنی عاجز اور) خاضع (یعنی پست اور قبل خلاص کلفت زنداں سے) مغلوب غم تھا (کہ یہ مغلوبیت وتاثر بھی دلیل ہے نفی قدرت وکبریا کی حاصل معنی یہ کہ انہوں نے زندانی عاجز سے) یاری چاہی (یعنی یوں) فرمایا کہ جب تو (زنداں سے) باہر جاوے (اور) بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہوجاویں تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز (یعنی شاہ مصر) کے روبرو (قال تعالیٰ و قال للذی ظن انہ ناج منہما اذکرنی عند ربک اور لفظ تخت تابع ہے جیسا زنجیر فیل وضرب بندوق) تا کہ مجھ کو بھی (تیری طرح) اس حبس سے خلاصی دے دے (تمیم مضمون کے قبل مولانا ہم لوگوں کو خطاب کرتے ہیں نہ کہ یوسف علیہ السلام کو بطور فرض کے تا کہ یہ مخدور لازم آوے کہ غیر نبی کو کیا منصب ہے نبی کو نصیحت کرنے کا یا نعوذ باللہ ان کی غلطی نکالنے کا ہاں نبی کو نصیحت یا ان کا تخطیہ حق تعالیٰ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی کہ چہ تقصیر آمد الخ یا دوسرے نبی کچھ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی من الحدیث اور غیر نبی اس کو نقل کر سکتا ہے پس یہ خطاب ہم کو ہے کہ حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو جو نصیحت فرمائی جس کو ہم بدوں حق تعالیٰ کے فرمائے ہوئے ودخل فیہ الحدیث ایضاً ہر گز نہیں سمجھ سکتے تھے ہم کو بھی اس نصیحت پر عمل کرنا چاہئے اور غیر حق پر اتنی نظر بھی نہ رکھنا چاہئے خصوص اہل دنیا پر پس اسی کو فرماتے ہیں کہ یہ معلوم اور ظاہر ہے کہ) ایک زندانی جو خود شکار کردگی (اور بستگی کی حالت) میں ہے (یعنی زندان میں ہے وہ) دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے (ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو بہت ظاہر ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) اہل دنیا سب زندانی ہیں (یعنی زندانیوں کی طرح عاجز ومغلوب ہیں اور محبان دنیا گرفتار شہوات وغیرہ بھی چنانچہ ایک کھلی علامت ان کے زندانی ہونے کی یہ ہے کہ) موت دار فانی کے منتظر ہیں (جیسا زندانی منتظر خلاص کا ہوتا ہے پس دونوں مقدموں سے یہ مدعا ثابت ہوا کہ ایک گرفتار دنیا دوسرے گرفتار دنیا کو خلاصی نہیں دے سکتا۔ پس اس سے کیا استعانت کی جاوے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعد مرگ بالمعنی المانع عن الاستعانۃ بہ زندانی نہیں رہتا کیونکہ اس معنی کا حاصل تو غیر حق ومسخر القدرۃ الالہیہ ہونا ہے اور یہ معنی مشترک ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا علاوہ اس معنی مشترک کے دوسرے اعتبار سے بھی زندانی ہیں کہ گرفتار شہوات وغیرہ ہیں ان پر نظر رکھنا اور بھی زیادہ قبیح ہے پس یہ گرفتاری موت پر منتہی ہوجاتی ہے اسی طرح اہل مجاہدہ اس گرفتاری سے حیات میں بھی رہا ہوجاتے ہیں جس کا شعر آئندہ میں استثنا کرتے ہیں اور اسی لئے باوجود استعانت مذکورہ کے مذموم علی الاطلاق رہنے کے ایک اور استعانت اس زندان شہوات سے رہائی پانے والوں سے جائز بلکہ محمود ہوجاتی ہے چنانچہ اہل حق سے امر دین میں استعانت محمود ہے کہ وہ استعانت بالحق اور للحق ہی ہے قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ وقال تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون و قال تعالی کونوا مع الصادقین وقال تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الی وہ استثناء یہ ہے کہ سب اہل دنیا بمعنی محبین للدنیا گرفتار ہیں) بجز نادر کسی یکتا (یعنی کامل) کے جس کا تن تو زندان (دنیا) میں ہو (مگر) روح اس کی کیوانی (یعنی عالی مشابہ مقیم فلک سابع زحل) ہو (آگے تمیم ہے مضمون قصہ یوسف علیہ السلام کی یعنی چونکہ انہوں نے اس زندانی سے وہ درخواست کی) پس اس امر کی جزاء میں کہ انہو

ں نے اس کو معین دیکھا یوسف علیہ السلام جس میں چند سال اور رہے (جس کی صورت یہ ہوئی کہ) یاد یوسف کو شیطان نے اس (زندانی) کے ذہن سے محو کر دیا اور (مطلب اس کا یہ ہے کہ) اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی (قال تعالیٰ **فانساہ الشیطان ذکر ربہ** پس) اس لغزش سے کہ اس نیکو خصال سے صادر ہوئی۔ وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے (وقال تعالیٰ **فلبث فی السجن بضع سنین والبضع مابین الثلث والتسع** اور اس کو مولانا کا لفظ گناہ سے تعبیر کرنا بطور حکایت من اللہ کے ہے کہ ان کو حق ہے زلت کو عصیان فرمانے کا **کما قال تعالیٰ و عصی آدم ربہ فغوی** ورنہ عصمت انبیاء کی عموماً اور تشبث بالاسباب فی مرتبۃ التدبیر کا معصیت نہ ہونا خصوصاً نصوص قطعیہ سے ثابت ہے پس لفظ گناہ اپنے معنی پر نہیں۔ رہا یہ عتاب سو اس لئے تھا کہ یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ فاضل کو چھوڑ کر افضل کو اختیار فرماتے کہ وہ عدم استعانت مطلقاً تھی اسباب ظنیہ سے کیونکہ یہ تدبیر اسباب یقینیہ عادیہ سے نہ تھی جس کا ترک کرنا ناجائز ہوتا اور یہ امر کہ ان کا لبث فی السجن اس وجہ سے تھا مدلول قرآنی تو نہیں ہے جیسا احقر نے تفسیر میں لکھ دیا ہے مگر ایک حدیث میں وارد ہوا ہے جس کی سند کی مجھ کو تحقیق نہیں لیکن اگر سند صحیح بھی ہو تب بھی اس کی توجیہ ابھی معروض ہوئی ہے بقولی یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی الخ اور وہ حدیث یہ ہے **عن ابن عباسؓ مرفوعاً فی حدیث طویل مدح فیہ اولاً علی صبر یوسف و کرمہ فی الثانی فی الخروج من السجن ثم قال ثانیاً ولولا الکلمۃ لمالبث فی السجن حیث یبتغی الفرج من عند غیر اللہ قولہ اذکرنی عند ربک کذافی کنز العمال عن الطبرانی و ابن مردویہ و ابن النجار** جلد ۶ ص ۱۲۹، نمبر ۲۰۲۷ اور مصرعہ ثانیہ میں زد اور آیا ہے وہ جیسا صراحۃً لبث کے من اللہ ہونے پر دال ہے اسی طرح اشارۃً مقولہ آئندہ کے من اللہ ہونے کا قرینہ ہو سکتا ہے یعنی حضرت داور کی طرف سے اس یاری کے سبب لبث ہونے کے متعلق ارشاد ہوا) کہ کونسی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت (شب) میں پڑ جاؤ ہاں کونسی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے جس سے تم ریگ اور سراب سے یاری چاہنے لگو۔ عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں (مگر) اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا (تو تعجب نہیں مگر) اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہو گیا پس اس لغزش پر ان کو مصلح (حقیقی) نے تادیب فرمائی کہ (آئندہ کو) چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا (یہ تو حاصل ہوا عتاب و تادیب کا) لیکن (چونکہ اس حالت میں بھی یوسف علیہ السلام مقبول و محبوب تھے اس لئے عین اس عتاب میں یہ عنایت بھی فرمائی کہ) یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرمالیا (یعنی تجلیات خاصہ میں مستغرق فرما دیا) تا کہ ان کے دل میں اس حبس سے کلفت نہ (پیدا) ہو (یعنی) ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تاریکی کا (جو کہ زندان میں تھی آگے اس استبعاد کو کہ زندان و تاریکی سے کیسے کوئی مانوس ہو سکتا ہے دفع فرماتے ہیں کہ دیکھو) رحم (مادر) سے زیادہ کوئی زندان موحش نہیں ہے (کہ) ناخوش (بھی) اور تاریک اور پرخون اور ناگوار (یعنی فی نفسہ وہ ایسا ہے چنانچہ ظاہر ہے) لیکن (باوجود اس کے) چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے (وہاں) اپنی طرف ایک دریچہ کھول دیا ہے تو (اس) رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی بڑھتا چلا جاتا ہے (اور) اسی زندان (رحم) میں بوجہ ذوق بے حساب کے (اور وہ دریچہ بھی ذوق تکوینی و عدم توحش من الرحم ہے پس اس ذوق کی وجہ سے اسی زندان میں) تیرے درخت جسم سے (تیرے) حواس (کے پھول کیسے) خوب شگفتہ ہو گئے (اور نشو و نما بدن اور قویٰ کا موقوف ہے ملائمت و مناسبت پر اور عدم ملائمت و منافرت میں تو ذبول ہوتا ہے اور وہ ذوق

وانس ایسا غالب تھا کہ) اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہو گیا (کہ) تو (بوقت) قرب ولادت کبھی کبھی) اس (حاملہ) کی فرج سے (کذافی الغیاث اس کی) پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے (یعنی رحم کے بالائی حصہ میں جو محاذ پشت کی ہے چڑھ جاتا ہے چنانچہ تولد کے وقت کبھی ایسا بھی ہوتا ہے تو اگر طبعًا وہ جگہ مانوس نہ ہوتی تو ایسا کبھی واقع نہ ہوتا تو اس رحم کی مانوسیت سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور زہارش میں مرجع عورت ہے لفظ رحم مصرعہ اولیٰ میں اس پر قرینہ دالہ ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر جب وہ محل ایسا مانوس بہ ہے تو چاہئے اس سے خروج ہی نہ ہو بات یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اس کو چاہتے ہیں تو خروج کو مقتضا طبیعت کا اور مانوس بہ بنا دیتے ہیں پس وقت وضع کے قبل تک رحم مانوس بہ رہتا ہے اور اس وقت کے قریب خروج من الرحم کو مانوس بہ بنا دیتے ہیں اور جو مقصود تھا یعنی دفع استبعاد وہ مدت مقدرہ تک مانوسیت رحم کے ثابت ہونے سے بھی حاصل ہو گیا وہ مانوسیت ابد یہ پر موقوف نہیں آگے اس مانوسیت فیما لایتوقع ظاہراً کی لم تفصیلاً بیان کرتے ہیں جس کو اجمالاً اوپر یوسف را بخود مشغول کرد اور ز ذوق بے قیاس میں بھی ذکر کر چکے ہیں یعنی) لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے (یعنی لذت کا مدار اسباب خارجیہ نہیں بلکہ اس کا مدار قلب ہے اس میں انس پیدا ہونے سے لذت ہوتی ہے گو ظاہری اسباب اس کے خلاف ہی ہوں پس) قصر اور قلعوں کا (لذت کے لئے) تلاش کرنا ابلہی جان (چنانچہ رحم جیسے تنگ جگہ میں حصول ذوق ہوتا ہے چنانچہ اسی سبب سے) ایک شخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے (اور ظاہر میں گو وہ گوشہ ویران ہی ہو) اور ایک شخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے (حالانکہ ظاہراً بہار کی جگہ میں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلے شخص کے قلب میں کوئی خوشی کا خیال ہے اور دوسرے کے قلب میں کوئی غم کا خیال ہے آگے بطور انتقال کے اس قاعدہ مذکورہ پر ایک مستقل مضمون کی تفریع ہے جس کا اوپر ذکر نہ تھا یعنی جب معلوم ہو گیا کہ اصل اعتبار باطن کا ہے اور اس کے مقابلہ میں ظاہر کوئی چیز نہیں تو تجھ کو تن پروری و تن آرائی چھوڑ کر عمارت باطن میں مشغول ہونا چاہئے مقصود امر ہے مجاہدہ و ریاضت واصلاح باطن کا اسی کو فرماتے ہیں کہ) قصر کوئی چیز نہیں (کما علمت ابلہی دان پس) بدن کو (کہ مشابہ قصر ہے) ویران کر دے (کیونکہ خزانہ ویرانی ہی میں (ہوتا) ہے اے میرے امیر (پس اسی طرح جب مجاہدہ سے مقتضیات مذمومہ قوی جسمانیہ شہوت و غضب کو مغلوب کرے گا کہ یہ ان کی ویرانی ہے نفس صفات حمیدہ سے متصف ہو کر مورد تجلیات بنے گا کہ یہ گنج ہے یہ ایک مثال تھی آگے اس ویرانی کے مطلوب ہونے کی دوسری مثال ہے کہ) کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ بزم شراب میں مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ (باعتبار حواس بدنیہ کے) خراب (اور ویران) ہو جاوے) یعنی اس کے حواس معطل ہو جاویں مراد اس سے کامل نشہ ہے کہ یہ اس کے لوازم سے ہے اسی طرح تجھ پر جب مستی حق ان ادراکات کے خاص افعال وآثار پر کہ توجہ الی غیر الحق وانہماک فی اللذات ہے غالب ہو جاوے جب فرح حقیقی حاصل ہوگی اور چونکہ ظاہراً اس ویرانی مذکور میں ایک درجہ کی دنیوی مضرت ہے اور یہ خیال مانع ہمت ہو سکتا تھا اس لئے اس خیال کو رفع کر کے ہمت بڑھاتے ہیں کہ) اگر چہ یہ گھر پر نقش (وجمیل) ہے (اور اس لئے ویران کرنا مضر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقش ونگار بھی سب مٹ جاویں گے لیکن واقع میں مضر نہیں پس اس کو ویران کر کے اس میں سے) خزانہ ڈھونڈ ھ لے اور (اسی) خزانہ سے اس کو آباد کر دے (حاصل یہ ہوا کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی گھر کے اندر بنیاد کے نیچے خزانہ مدفون ہو جو بدوں بنیاد نکالے ہوئے حاصل نہ ہو اور پھر اس خزانہ سے پہلے سے بھی اچھا گھر بنا دیا جاوے تو اس ویرانی کو مضر کون کہے گا اسی طرح جن اخلاق ومقتضیات کو زائل کرو گے اس سے اچھے اخلاق وملکات میسر ہوں گے جس سے آخرت میں تو خیر اور اتقی ملے ہی گا باقی دنیا میں بھی ایسی حیوۃ طیبہ

میسر ہوگی جس پر سلاطین بھی غبطہ کریں اس لئے یہ ویرانی سبب زیادہ آبادی کا ہوگئی اس سے تو ویرانی مذکور کا مضر نہ ہونا بلکہ انفع ہونا ثابت ہوالیکن واجب ہونا اور اس کا ترک کا مضر ہونا ثابت نہیں ہوا اور مطلوب یہی تھا جیسا کہ اوپر ویران کن بدن اور خانہ پر کنش میں امر مفید وجوب ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی جس خانہ پر نقش ونگار کے انہدام کو اور اس نقش ونگار کے انعدام کو مانع تخریب واستیصال سمجھ رہے ہو فی الحقیقت اس گھر کا اور ان نقوش کا رہنا مضر اور مانع مقصود ہے کیونکہ یہ) خانہ پر نقش وتصویرات وخیالات اوپر (اس خانہ میں جو) یہ تصویرات (ہیں یہ سب) گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں (خیال عطف تفسیری ہے مطلب یہ کہ یہ خیالات کہ بمنزلہ نقوش وتماثیل کے ہیں چنانچہ ان کا صور ذہنیہ ہونا ظاہر ہے یہ مانع ہیں توجہ تام الی اللہ سے اور یہ بھی ظاہر ہے اور بدوں توجہ تام کے معیت وقرب کہ وصل اس سے عبارت ہے میسر نہیں ہوتا اس لئے ان کا نہ مٹانا مضر ہے یہ ایک مثال ہوئی ادراکات متعلقہ غیر کے مانع عن المقصود ہونے کی آگے اس مثال کی تتمیم ہے کہ) یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر (گنج) کی شعاعیں ہیں کہ اس سینہ میں تصویرات جوش کر رہی ہیں (یعنی یہ تصورات محبوبہ جو تمہارے قوی مدرکہ میں ہجوم کرتے ہیں ان کی نسبت اس مقصود حقیقی کے ساتھ ایسی ہے جیسے عکس وشعاع کو زر وگوہر خزانہ کے ساتھ تو عکس کو جب کوئی شخص ایسا محبوب سمجھتا ہے اگر وہ اصل کا مشاہدہ کرلے تو عکس کو یاد بھی نہ کرے نیز عکس کے جمال ومحبوبیت سے اصل کے جمال ومحبوبیت پر استدلال کر کے اس کے مشاہدہ کا اشتیاق اور رغبت بھی ہونا چاہئے لیکن جب تک عکس سے نظر نہ ہٹاوے اصل کا مشاہدہ ہو نہیں سکتا اسی طرح جن صور ذہنیہ سے تم کو محبت وعشق ہے کہ ان کا نکالنا نہیں چاہتے یہ سب عکس اور ظل سے محبوب حقیقی کا۔

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ الخ پس چہ باشد آن نگار خود کہ بندد ایں نگارہا۔ تو اصل کا مشاہدہ کرو تاکہ ان کی کچھ بھی وقعت نہ رہے لیکن بدوں ان سے نظر ہٹائے ہوئے اس کا مشاہدہ ممکن نہیں پس یہ صور خیالیہ حجاب مقصود ہیں ان کو رفع کرو آگے اسی حاجبیت ومانعیت کی دوسری مثال ہے کہ) نیز (اس کی ایسی مثال ہے جیسے) آب باشرف کی لطافت اور جھلک سے حاجب ہوگئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں (کہ باوجودیکہ اسی سے ناشی مگر اس سے ہی حجاب ہوگئے اسی طرح صور خیالیہ اسی موجود حقیقی سے ناشی اور اس کا حجاب ہوگئے آگے اس مانعیت کی تیسری مثال ہے کہ) نیز روح باقیمت کی لطافت اور جوش (عشق حق) سے حاجب ہوگیا چہرہ روح پر یہ شخص بدن (چنانچہ ظاہر ہے کہ غلبہ احکام جسمیہ سے روح کے یہ آثار مغلوب ومضمحل ہو رہے ہیں آگے اس تقریر مذکور پر ایک تفریع ہے یعنی جب تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ مانع عن المقصود ایسی چیزیں ہیں کہ وہ ہمارے ہی ادراکات وصفات ہیں جو کہ ہمارے اندر موجود ہیں) پس (اس سے) وہ مثل سن لے (کہ صادق آگئی) جو کہ زبانوں پر جاری ہے کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے (چنانچہ ہم پر بلا بعد عن الحق کا منشاء ہمارے ہی اندر کی چیزیں ہیں آگے اسی حاجبیت مذکورہ کا ایک مثال میں جو اوپر بھی شعر ہم زلطف وعکس آب الخ میں آچکی ہے پھر ایسے طور پر اعادہ ہے کہ اس میں اس حاجبیت کا خصوصیت کے ساتھ ایک عملی اثر بھی تصریحاً مذکور ہے یعنی رجوع الی غیر الحق جس سے علاوہ تائید مقام کے ایک قسم کی تمہید بھی ہوگئی قصہ عماد الملک اور اس کے مضمون مذکور بالا یا حضور آفتاب الخ کی طرف رجوع کرنے کی جو کہ مابعد کے شعر سے ہے آفتابا الخ اور یہ طریق رجوع کا نہایت ہی لطیف واقع ہوا پس فرماتے ہیں کہ) اس حجاب (مذکور) کے سبب یہ تشنگان کف پرست آب صاف سے دور واقع ہوگئے (اور تشنگی سے کف کے طالب ہو

گئے اور عملی غلطی یہ ہے جیساوہ امیر صاحب اسپ عمادالملک کی طرف رجوع لایا اور گویا یہاں تک سب عمادالملک کے اقوال ہیں بدلیل قولہ القریب در عمادالملک ایں اندیشہ ہاالخ اور آگے تو صراحۃً اسی کا قول ہے آفتابا وسیاتی)

آفتابا باچو تو قبلہ وامیم	شب پرستی و خفاشی می کنیم
اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے	ہم شب پرستی اور خفاشی کر رہے ہیں
سوئے خود کن ایں خفاشاں را مطار	زیں خفاشی شاں بخر اے مستجار
آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کیجئے	اس خفاشی سے ان کو چھڑا دے اے دضوات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے
ایں جواں زیں جرم ضالست ومغیر	کہ بمن آمد و لے او رامگیر
یہ جوان اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ ہے	کہ یہ میرے پاس آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما
در عماد الملک ایں اندیشہا	گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا
عماد الملک کے اندر یہ خیالات	جوش زن ہو رہے تھے جیسا شیر بیشہ میں
ایستادہ پیش سلطاں ظاہرش	در ریاض غیب جان طائرش
اس کا ظاہر سلطان کے روبرو کھڑا تھا	اس کی روح پاک ریاض غیب میں تھی
چوں ملائک او باقلیم الست	ہر دمے می شد ز شرب تازہ مست
مثل ملائکہ کے وہ اقلیم الست میں	ہر لحظہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا
اندروں سور و بروں چوں پر غمے	در تن ہمچوں لحد خوش عالمے
باطن میں تو شادی تھی اور ظاہر مثل پرغم کے تھا	تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا
او دریں حیرت بدو در انتظار	تاچہ پیدا آید از غیب و سرار
وہ اسی حیرت اور انتظار میں تھا	کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے
اسپ را اندر کشیدند آں زماں	پیش خرم شاہ سرہنگاں کشاں
گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے روبرو	سرہنگ کشاں لائے
الحق اندر زیر ایں چرخ کبود	آنچناں اسپے بقد و تگ نبود
واقعی اس چرخ کبود کے نیچے	ویسا گھوڑا قد میں اور دوش میں نہ تھا
می ربودے رنگ او ہر دیدہ را	مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را
اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا	مرحبا اس مولود من البرق والقمر پر

ہمچو مہ ہمچوں عطارد تیز رو	گوئیا صرصر علف بودش نہ جو
وہ مثل چاند کے مثل عطارد کے تیز رو تھا	گویا باد صرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو
ماہ عرصہ آسماں را در شبے	می برد اندر مسیر و مذہبے
چاند میدان آسمان کو ایک شب میں	قطع کرتا ہے سیر اور رفتار میں
چوں بیک شب مہ برید ابراج را	از چہ منکر می شوی معراج را
جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کر لیا	کس سبب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا
صد چو ماہ است آں عجب دریتیم	کہ بیک ایمائے اوشد مہ دو نیم
وہ عجیب دریتیم تو سو چاند جیسے ہیں	کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا
آں عجب کو در شگاف مہ نمود	ہم بقدر ضعف حس خلق بود
وہ عجیب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا	محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا
کاروبار انبیا و مرسلوں	ہست از افلاک و اختر ہا بروں
انبیاء و مرسلین کے کاروبار	تو افلاک و کواکب سے بھی باہر ہیں
تو بروں رو ہم ز افلاک و دوار	وانگہاں نظارہ کن آں کاروبار
تو افلاک گردندہ سے باہر جا	اور اس وقت اس کاروبار کو دیکھ
درمیان بیضۂ چوں فرخہا	نشنوی تسبیح و مرغان ہوا
مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے	مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا
معجزات اینجا نخواہد شرح گشت	زاسپ وخرم شاہ گوی و سرگذشت
معجزات اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے	اسپ اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو
آفتاب لطف حق بر ہرچہ تافت	از سگ واز اسپ فرکہف یافت
جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا	خواہ وہ سگ ہو یا اسپ ہو اس نے پرتو کہف کا پا لیا
تاب لطفش راتو یکساں ہم مداں	سنگ را و لعل را داد او نشاں
تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان	سنگ کو اور لعل کو اس نے نشان دیا ہے
لعل رازاں ہست گنج مقتبس	سنگ را گرمی و تابانی و بس
لعل کے پاس اس سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے	سنگ کے پاس گرمی اور تابش ہے اور بس

آنکه بر دیوار افتد آفتاب	آنچناں نبود کز آب و اضطراب
وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے	وہ ویسی نہیں ہوتی جیسے کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی

رجوع بحکایت سلطان و اسپ و عماد الملک و پشیمان کردن شاہ را

سلطان اور گھوڑے اور عماد الملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شد از وے شاہ فرد	روی خود سوی عماد الملک کرد
جب تھوڑی دیر تک اس سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا	تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا
کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں	از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں
کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ	بہشت سے آیا ہے یہ غالباً زمین کا نہیں ہے
پس عماد الملک گفتش اے خدیو	چوں فرشتہ گردد از میل تو دیو
پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ	آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے
در نظر آنچہ آوری گردید نیک	پس گش و رعناست ایں مرکب ولیک
جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں وہ عمدہ ہی ہو گئی	یہ مرکب بہت خوب اور زیبا ہے لیکن
ہست ناقص آں سر اندر پیکرش	چوں سر گاؤ ست گوئی ایں سرش
وہ سر جو اس کے دھڑ میں ہے وہ ناقص ہے	گویا اس کا یہ سر مثل سرگاؤ کے ہے
دردل خرم شہ ایں دم کارکرد	اسپ را در منظر شہ خوار کرد
خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا	اس نے اسپ کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا
چوں غرض دلالہ گشت و واصفے	از سہ گز کرباس یابی یوسفؑ
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جاوے	تو تین گز پارچہ سے تو یوسف کو پا سکتا ہے
چوں کہ ہنگام فراق جاں شود	دیو دلال در ایماں شود
جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے	شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے
پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب	اندراں تنگی بیک ابریق آب
پس احمق ایمان کو جلدی سے بیچ ڈالتا ہے	اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض
واں خیالے باشد و ابریق نے	قصد آں دلالہ جز تخریق نے
اور وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا نہیں ہوتی	اس دلال کا قصد بجز پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے

اِیں زماں کہ تو صحیح و فربہی	صدق را بہر خیالے میدہی
اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے	صدق کو ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے
می فروشی ہر زماں درے زکاں	می ستانی ہمچو طفلے گردگاں
تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بیچ ڈالتا ہے	بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے
پس دراں رنجوری و روز اجل	نیست ۔ در گر بودانیت عمل
پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں	کچھ عجیب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو
در خیالت صورتے جوشیدۂ	ہمچو جوزے وقت دق بوسیدۂ
تیرے خیال میں ایک صورت جوش کرتی ہے	چوٹ مارنے کے وقت مثل جوز بوسیدہ کے
ہست از آغاز چوں بدر آنخیال	لیک آخر می شود ہمچوں ہلال
شروع سے وہ خیال مثل بدر کے ہے	لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے
گر تو اول بنگری درآخرش	فارغ آئی از فریب فاترش
اگر اول ہی سے نظر کر لیا کرے اس کے آخر میں	تو تو اس کے فریب ست سے فارغ ہو جاوے
جوز بوسیدست دنیا اے امیں	امتحانش کم کن از دورش ببیں
دنیا جوز بوسیدہ ہے اے امین	اس کا امتحان مت کر اس کو دور ہی سے دیکھ لے
شاہ دید آں اسپ را باچشم حال	واں عمادالملک باچشم مآل
بدشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا	اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا
چشم شہ دو گز ہمی دید از لغز	چشم آں پایاں نگر پنجاہ گز
بادشاہ کی آنکھ دو گز دیکھتی تھی پیچدار سوراخ سے	اس انجام کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی
تاچہ سرمہ ست آنکہ یزداں میکشد	کز پس صد پردہ بیند جاں رشد
کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ لگا دیتے ہیں	جس سے سوحجابوں میں سے روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے
چشم مہتر چوں بآخر بود جفت	پس بداں دیدہ جہاں راجیفہ گفت
سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقروں تھی	پس اس آنکھ سے دنیا کو جیفہ فرمایا
زیں یکے ذمش کہ بشنود وحسب	بس فسرد اندر دل شہ مہر اسپ
اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس	بالکل افسردہ ہو گیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں

چشم خود بگذاشت چشم او گزید	ہوش خود بگذاشت قول او شنید
اپنی آنکھ چھوڑ دی اس کی آنکھ کو اختیار کیا	اپنے ہوش کو چھوڑ دیا اس کے قول کو سن لیا
ایں بہانہ بوۂ آں دیان فرد	از نیاز آں دردل شہ سرد کرد
یہ ایک بہانہ تھا اس دیاں فرد نے	نیاز سے اس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا
دربہ بست از حسن او پیش بصر	آں سخن بد درمیاں چوں بانگ در
اس نے اس کے حسن سے نظر کے سامنے دروازہ بند کر دیا	وہ قول درمیان میں مثل بانگ در کے تھا
پردہ کرد آں نکتہ را بر چشم شہ	کہ ازاں پردہ نمایدمہ سیہ
اس نکتہ کو شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا	کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھلائی دینے لگا
پاک بنائے کہ برساد حصوں	در جہان غیب از گفت وفسوں
اس تعمیر بنانے والے نے جو کہ قلعے بناتا ہے	عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے

اعمادالملک کی لسان سے رجوع ہے مضمون سابق باحضور آفتاب باکمال الخ کی طرف یعنی) اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے (دوسرے کی طرف جو ہم حاجات میں رجوع کرتے ہیں تو گویا) ہم شب پرستی اور خفاشی کر رہے ہیں (پس) آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کیجئے (اور) اس خفاشی سے ان کو چھڑا دے اے وہ ذات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے یہ جوان (مالک اسپ) اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ (کمال توحید) ہے (آگے بیان ہے اس جرم کا) کہ یہ میرے پاس (حاجت لے کر) آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما (یہ عود ہے مضمون بالا شعر کاے خدا گرآں جوان کژرفت راہ الخ وشعر توازان خود بکن بروے مکیر الخ کی طرف غرض) عمادالملک کے (ذہن کے) اندر یہ خیالات (مذکورہ از شعر کاے خداالخ الی شعرایں جواں الخ) جوش زن ہور ہے تھے جیسا شیر بیشہ میں (جوش وخروش میں ہوتا ہے اور) اس کا ظاہر (جسم) سلطان کے روبرو کھڑا تھا (اور) اس کی روح پاک ریاض غیب میں (ان واردات اور مناجات میں مشغول) تھی مثل ملائکہ کے وہ اقلیم است میں (یعنی مقام الہام ومکالمت حق میں جس طرح الست بربکم مع جوابہ میں مکالمت مع الحق ہوئی) ہر لحظہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا (یعنی سکر سے حال غالب ہوتا تھا اور خطاب من الحق گو اور پر صراحۃً مذکور نہیں لیکن ایسے مضامین چونکہ ملہم من اللہ ہوتے ہیں اس لئے ان کو کلام حق میں داخل کیا جس پر الست دال ہے جو کہ کلام حق تھا اور ملائکہ سے تشبیہ اسی غلبہ حال میں دی جس کا ذکر قرآن مجید میں حسب تفسیر منصوص فی الحدیث ہے حتی اذا فزع عن قلوبھم لآیہ عمادالملک کی مجموعی حالت یہ تھی کہ اس کے) باطن میں تو شادی تھی اور (اس کا) ظاہر مثل پرغم کے تھا (شادی کی وجہ مکالمت حق تھی اور غم کی وجہ فکر معاملہ صاحب اسپ تھی اور اس مجموعہ کے اعتبار سے گویا اس کے) تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا (یعنی جسم تنگی غم سے مثل لحد تنگ کے تھا اور اس کے اندر ان الہامات سے ایک شادی کا عالم تھا اور) وہ (معاملہ اسپ کے متعلق) اسی حیرت اور انتظار میں تھا کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے (کہ دفعۃً) گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے روبرو سرہنگ کشاں کشاں لائے (فقولہ اودریں حیرت بدمعمول لقولہ اسپ را اندر

کشیدند کما اشرت الیه بالترجمة آگے گھوڑے کے اوصاف ہیں کہ) واقعی اس خرچ کبود کے نیچے ویسا گھوڑا اقد میں اور دوش میں (اس وقت) نہ تھا اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا (کما یکادالبرق یخطف ابصارھم) مرحبا اس (اسپ) مولود من البرق والقمر پر (وجہ شبہ نور وصفائی ہے) وہ مثل چاند کے (اور) مثل عطارد کے تیز رو تھا (مراد چاند اور عطارد کی حرکت یومیہ نہیں ہے کیونکہ اس میں تو سب کواکب سیارہ کہ ان ہی میں کلام ہے متساوی ہیں تو تخصیص بے معنی ہوگی بلکہ مراد ان کی حرکات خاصہ بلاواسطہ فلک معدل النہار کے اور بواسطہ حوامل کے ہیں جو کہ افلاک شاملہ للارض میں محرک قریب ہیں کواکب کے یعنی بہ نسبت مدیر فی العطارد اور ممثل فی جمیع الکواکب اور مائل فی القمر کے کہ یہ تینوں بواسطۂ حوامل کے محرک ہیں اس لئے حوامل کو قریب کہا گیا ورنہ بہ نسبت تدا ویر غیر شاملہ للارض کے یہ حوامل بعید ہیں مگر ان تداویر کی تحریک سے دائرہ شاملہ للارض نہیں بنتا اور حرکات مبحوثہ فی المقام میں دوائر شاملہ للارض ہی معتبر ہیں پس حرکات راسمہ دوائر شاملہ میں محرک قریب حوامل ہیں اسی لئے ان حرکات کو خاصہ کہا گیا پس ان حرکات خاصہ مرتسمہ بتحریک الحوامل میں سے جو کہ من المغرب الی المشرق ہونے میں سب مشترک ہیں سب سے زیادہ سریع حرکت قمر اور عطارد کی ہے چنانچہ عطارد کی حرکت یوم ولیلہ میں ایک درجہ اور انچاس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور قمر کی حرکت چوبیس درجہ اور بائیس دقیقہ اور ترپن ثانیہ اور بائیس ثالثہ ہیں اور اس قدر سریع اور کسی کوکب کی حرکت نہیں چنانچہ زحل کی دو دقیقہ اور پینتیس ثالثہ ہیں اور مشتری کی چار دقیقہ اور انچاس ثانیہ اور سولہ ثالثہ ہیں اور مریخ کی اکتیس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور زہرہ اور شمس کی انچاس دقیقہ اور آٹھ ثانیہ اور بیس ثالثہ ہیں یعنی ان میں سے کسی میں ایک بھی درجہ نہیں اور درجہ کہتے ہیں منطقہ کے تین سو ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو اور پھر ایک درجہ کے ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دقیقہ کہتے ہیں پھر ساٹھویں دقیقہ کو ثانیہ اور ساٹھویں ثانیہ کو ثالثہ اسی طرح رابعہ وخامسہ وسادسہ وغیرہ کہلاتے ہیں ہذا کل من شرح الچغمینی اس تفصیل سے وجہ تخصیص ماہ اور عطارد کی مفہوم ہوگئی ہوگی آگے تیز روی کے لئے ایک اور تشبیہ دیتے ہیں کہ) گویا بادصرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو (مثل دوسرے گھوڑوں کے کہ جو وغیرہ کھاتے ہیں اور اس نے گویا ریح صرصر کھائی اس لئے دوسرے گھوڑے اس کی برابر تیز نہ چل سکتے تھے آگے چاند کی سرعۃ سیر کو کہ شعر بالا میں مشبہ بہ تھی تصریحاً فرماتے ہیں کہ) چاند میدان آسمان کو ایک شب میں قطع کرتا ہے سیر اور رفتار میں (گو ظاہر الفاظ سے یہاں حرکۃ یومیہ متبادر ہوتی ہے کیونکہ حصہ مرئیہ آسمان کو قطع کرنا اسی حرکت سے ہوتا ہے لیکن اس کی نفی کی دلیل اوپر گزر چکی ہے باقی یہ کہ حرکت خاصہ میں یہ حکم عرصہ آسمان را کیسے صحیح ہوگا سو اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ عرصہ سے مراد حصہ معتد بہا ہو نہ کہ جمیع عرصہ چنانچہ ظاہر معنی پر بھی جمیع عرصہ مراد نہیں ہوسکتا بلکہ صرف حصہ مرئیہ اور اگر ظاہر کو ترک نہ کیا جاوے تو کواکب مشترکہ متساویہ فی الحکم میں سے قمر کی تخصیص کو تمثیلاً کہا جاوے گا آگے اس سرعۃ سیر قمر سے ایک مسئلہ اعتقادیہ کے عدم امتناع پر استدلال کرتے ہیں کہ) جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کر لیا (پھر) کس سبب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا (کیونکہ آپ قمر سے بدرجہا افضل واکمل ہیں کما سیاتی فی الشعر الاتی پس مفضول کے لئے جب یہ صفت عجیبہ ثابت ہے تو اگر افضل کے لئے ہو تو کیا استبعاد ہے اور برج منطقہ البروج کا بارہواں حصہ ہے اگر قمر کی حرکت یومیہ لیجاوے تب تو ایک شب میں وہ تقریباً چھ برج کو قطع کرتا ہے تو یہ حکم صحیح ہو گیا اور گو بروج کا اعتبار فلک ثامن پر کیا گیا ہے لیکن اس کو جب قاطع عالم فرض کیا جاوے تو افلاک ممثلہ پر بھی ان بروج کو متوہم مان لیتے ہیں اور اگر حرکت خاصہ مراد لی جاوے تو اس کی حرکت خاصہ مذکورہ عنقریب بقدر ایک برج کے بھی نہیں

کیونکہ مقدار برج کی کہ بارہواں حصہ ہے منطقہ کا جو کہ تین سو ساٹھ درجہ پر منقسم ہے تیس درجہ ہوتے ہیں اور قمر چوبیس درجہ مع قدرے کسر قطع کرتا ہے تو اس صورت میں ابراج سے مراد اجزاء ابراج لیں گے آگے آپ کی افضلیت کو بیان کرتے ہیں یعنی) وہ عجیب دریتیم (یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو سو چاند جیسے ہیں (یعنی چاند سے صدہا درجے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ ایک علامت افضلیت کی یہ ہے) کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا (سو آپ کے اکرام و اظہار کرامت کے لئے چاند کی ہیئت وترکیب کو بدل ڈالنا دلیل ہے آپ کی مقصودیت اور چاند کی تبعیت کی اور مقصود تبع سے افضل ہوتا ہے ایک مقدمہ یہ ہوا دوسرا مقدمہ اوپر کے شعر میں گزرا کہ چاند کے لئے یہ سرعت سیر جائز رکھی گئی۔ پس مدعا ثابت ہو گیا کہ پھر افضل کے لئے اس کا کیا استبعاد ہے جیسا احقر نے شعر بالا کی شرح میں اس کی تقریر بھی کر دی ہے اور اصل مقصود اس سے دفع استبعاد ہے ورنہ استدلال میں نظیر کی حاجت نہیں ہوا کرتی اور صاحب حمیدیہ نے سرعۃ سیر کا استبعاد ایک اس سے زیادہ سہل نظیر سے دفع کیا ہے وہ یہ کہ تحقیقات جدیدہ ہیئت میں یہ ثابت ہے کہ مشتری ستارہ ہماری زمین سے چودہ سو حصے بڑا ہے پھر وہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل چلتا ہے یعنی ایک منٹ میں پانچ سو میل اور ایک بار سانس لینے کی مقدار میں نو دس میل اور طبعی قاعدہ ہے کہ جسم متحرک جس قدر زیادہ چھوٹا ہوگا وہ سرعۃ حرکت کو زیادہ قبول کرے گا تو اب دیکھنا چاہئے کہ اس حساب سے جو جسم زمین کی برابر ہو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے اور پھر جسم انسان کی نسبت زمین کے ساتھ دیکھ کر اس کی نسبت مشتری کی ضخامت سے کی جاوے تو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے تو اس بناء پر تو معراج میں جس قدر حرکت سریع ہوئی ہے اس سے بدرجہا زائد سرعت غیر مستبعد ہے آگے دلیل فضل نبوی مذکور فی قولہ صد چو ماہ ست الخ میں ترقی فرماتے ہیں کہ آپ کے فضل کا منتہا یہی شق قمر نہ سمجھا جاوے کیونکہ) وہ عجیب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا (یعنی اس سے زیادہ عجائب کے ادراک کا وہ تحمل نہ کر سکتے ورنہ) انبیاء و مرسلین کے (کہ آپ ان سب میں افضل ہیں) کاروبار (یعنی تصرفات تو افلاک و کواکب سے بھی باہر ہیں (میرے ذوق میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ افلاک و کواکب تو مادی ہیں اور ارواح بقول اکثر اہل کشف مجرد ہیں جن کو بوجہ عدم تحیر و عدم تمکن کے بھی بروں از افلاک واختر کہنا صحیح ہے اور مادیات سے فوق فی المرتبہ ہونے کے اعتبار سے بھی بروں از افلاک واختر کہنا صحیح ہے اور انبیاء کا تصرف ارواح میں ہوتا ہے ارشاد و تربیت کے ساتھ چنانچہ ظاہر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو عالم ارواح میں ہونے کے وقت تصرف فی الارواح حتی فی ارواح الانبیاء نقل کیا گیا ہے اور واقع میں یہ اس سے زیادہ عجیب ہے اور غیر انبیاء کے تصرف فی الارواح سے شبہ نہ ہو کیونکہ یہ بہ تبعیت انبیاء ہے اسی وجہ سے غیر متبع اس سے عاری ہے پس وہ بھی انبیاء ہی کا معجزہ ہوا آگے اس تصرف خارج عن الافلاک والکواکب کے ادراک کا طریقہ بتلاتے ہیں تاکہ کوئی عدم ادراک کے سبب انکار نہ کر سکے یعنی) تو افلاک گروندہ سے باہر جا۔ اور (پھر) اس وقت اس کاروبار (انبیاء) کو دیکھ (دوار مخفف دوار بالتشدید اور حالت موجودہ میں تو) مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے (اس لئے) مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا (یعنی جیسا چوزہ محبوس بیضہ مرغان ہوا کی صوت نہیں سن سکتا اسی طرح تو گرفتار سفلیات ہے علویات کا ادراک نہیں کر سکتا اس سے رہائی حاصل کر اور عالم باطن سے مناسبت پیدا کر کہ بروں رو کے یہی معنی ہیں پس تو یہی ان تصرفات فی الارواح کا مشاہدہ کرنے لگے گا آگے عود ہے قصہ کی طرف اور پھر فوراً ہی انتقال ہے مضمون حصہ کی طرف یعنی) معجزات (باعتبار کشف کنہ کے) اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے (**لتوقفها على المناسبة بعالم الغيب الموقوفة على**

الصفا والجلاء اس لئے) اسپ اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو (کہ وہ گھوڑا نہایت لطیف تھا کما ذکر قریبا من قولہ الحق اندر وقولہ میر بودے وقولہ ہمچومہ الخ آگے فرماتے ہیں کہ وہ گھوڑا ہو یا اور کوئی لطیف چیز ہو سب کی لطافت ظل ہے لطف حق کا پس) جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا خواہ وہ سگ ہو یا اسپ ہو اس نے پرتو کہف کا پالیا (کذافی الغیاث یعنی جس طرح اصحاب کہف کو پرتو حاصل ہوا گو دونوں جگہ اختلاف استعداد سے یہ پرتو مختلف ہوگا چنانچہ اس اختلاف کو آگے تصریحاً بیان فرماتے ہیں کہ) تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان (چنانچہ) سنگ کو اور لعل کو اس نے (جدا جدا) نشان دیا ہے (یعنی دونوں کو ماہیات و خواص میں ممتاز بنایا جس کا حاصل وہی اختلاف افاضہ حسب اختلاف استعداد ہے آگے اس اختلاف آثار و خواص کا بیان ہے کہ) لعل کے پاس اس (لطف حق کی تاثیر) سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے (اس کے آثار کا اور) سنگ کے پاس (اس سے) گرمی اور تابش (بمعنی گرمی بعطف تفسیری) ہے اور بس (یعنی اس میں لعل کی روشنی و زینت نہیں ہے آگے اس کی مثال ہے کہ) وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے وہ (نور و صفا میں) ویسی نہیں ہوتی جیسی کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی (نظر آوے یعنی پانی میں زیادہ روشن ہوگی چونکہ لطیف ہے اور دیوار کثیف ان اشعار میں مسئلہ مظہریت خلق للخالق کا اجمالاً بیان فرمادیا اور تفصیل اس مسئلہ کی بارہا گزر چکی ہے خصوص دفتر اول کی شرح کے حصہ اول میں قصہ طومار وزیر کے بعد بعنوان اصطلاحی واسطہ فی العروض وفی الثبوت بہت مفصل لکھا گیا ہے پھر رجوع ہے حکایت کی طرف کہ) جب تھوڑی دیر تک اس (اسپ کے جمال) سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا (اور کہا) کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ بہشت سے آیا ہے یہ غالباً زمین کا نہیں ہے پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ (یوں تو) آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے (اور) جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں (سمجھنا چاہئے کہ) وہ عمدہ ہی ہوگی (یعنی ادب تو یہی ہے کہ جس چیز کو آپ مرغوب رکھیں اور اچھی بتلاویں ہم لوگوں کو چاہئے کہ اس کو یہی کہیں کہ واقع میں عمدہ ہے کما قیل اگر شہ روز را گوید شب ست ایں خصوص جبکہ آپ خود ہی پوچھیں جیسا اس وقت آپ پوچھ رہے ہیں اے اخی بس خوب لپے نیست ایں تو جواب میں یہی کہنا چاہئے کہ اے ابی بس خوب لپے ہست ایں لیکن اگر اس حسن ادب سے قطع نظر کر کے اظہار حقیقت کی اجازت دی جاوے تو حقیقت تو یہ ہے کہ) یہ مرکب (اگرچہ اکثر وجوہ سے) بہت خوب اور زیبا ہے لیکن (من کل الوجوہ زیبا نہیں چنانچہ) وہ سر جو اس کے دھڑ میں ہے وہ ناقص (اور بدصورت) ہے گویا اس کا یہ سر مثل سر گاؤ کے ہے (ولم ارتض بما قال بعضہم فی تقریرہ بسبب میل تو زیرا کہ حب از رویت قبح در محبوب مانع می آید اھ لانہ لا معنی لتخصیص بقولہ از میل تو وقولہ انچہ آوری خطاباً للسلطان خاصۃ لان ہذا الامر عام لکل محب بخلاف ما قلت فان وجہ التخصیص فیہ الادب السلطانی بس) خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا (اور) اس (کلام) نے اسپ کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا (اور اس کی واپسی کا حکم آگے مذکور ہوگا مولانا نتیجہ حکایت جس پر حکایت لائے تھے بیان فرماتے ہیں جو حکایت سے پہلے بھی مذکور ہوا ہے اور شروع سرخی میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے یعنی) جب غرض (کسی متاع کے معاملہ میں) دلال اور (بیع کی حالت) بیان کرنے والی ہو جاوے (وصف الغرض بوصف صاحبہ) تو تین گز پارچہ سے تو یوسف کو پاسکتا ہے (جیسے اخوان یوسف کو چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان سے جدا کرنا مقصود تھا اس غرض کے غلبہ سے ان کے حسن و جمال کے موافق بھی قیمت نہ کہی کیونکہ اس میں احتمال تھا کہ شاید نہ بک سکیں بلکہ بہت معمولی داموں پر بیچ ڈالا کما قال و شروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ اسی طرح یہاں چونکہ عماد

الملک کے بیان وصف اسپ کا منشا ایک غرض تھی کہ نظر شاہ میں اس کو بے قدر کر دے اس لئے وہ خوار اور ارزاں شمار ہونے لگا اور وجہ تشبیہ صرف یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ یہ غرض محمود تھی یا مذموم کہ تشبیہ میں مماثلت من کل الوجوہ ضروری نہیں اور اس کو احقر آخر عشر سابع میں بضمن تقریر ربط اس حکایت کے ذکر بھی کر چکا ہے آگے اس کلیہ چوں غرض الخ کا ایک جزئیہ اس کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ) جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے (اس وقت) شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے (یعنی ایمان کو ارزاں بتلاتا ہے جس کی صورت آگے آتی ہے) پس (اس کے اغواء سے) احمق (جس کو دین کی عقل نہیں ہوتی) ایمان کو جلدی سے بیچ ڈالتا ہے اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض (کہ اس وقت پیاس غالب ہوتی ہے) اور شیطان ابریق آب دکھلا کر کہتا ہے کہ اگر ایمان ترک کر دے تو یہ تجھ کو دے دوں یہ صورت ہے ایمان کے ارزاں بتلانے کی یعنی بدلالت حال نہ بدلالت قال) اور وہ (محض) ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا (پانی کی) نہیں ہوتی (اور) اس دلال (یعنی شیطان) کا قصد بجز (ایمان کے) پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے (پس اس پر احمق فی الدین ایمان کو ترک کر دیتا ہے اور چونکہ ظاہراً اس میں استبعاد تھا کہ خیال کے عوض اپنا دین کون چھوڑ دیتا ہوگا آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ اس میں استبعاد ہی کیا ہے دیکھو) اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے (مگر) صدق (یعنی تقویٰ و عبادت) کو (لذت دنیا کے) ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے (جس کی مثال ایسی ہے کہ گویا) تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بیچ ڈالتا ہے (اور) بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے (چنانچہ شب و روز اکثر لوگوں کی حالت سے اس کا مشاہدہ ہوا کرتا ہے جب صحت وقوت میں تیرا یہ حال ہے جس میں ہمت وضبط بھی آسان تھا) پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں (کہ نہ قوت ہے نہ ہمت) کچھ عجیب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو (کہ پانی سے صبر نہ کر سکے اور اس کا کہنا مان لے اس سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور اس سے تائید ہو گئی اس کلیہ چوں غرض الخ کی کہ یہاں بھی شیطان صاحب غرض تھا اس لئے اس نے ایمان جیسے گوہر بے بہا کو کیسا حقیر نظر میں دکھلایا۔ احقر کہتا ہے کہ محض دفع استبعاد مستلزم وقوع نہیں اس کے لئے مستقل دلیل ثبوت کی حاجت ہے جو کہیں نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ غالباً بناء علی المشہو ر ایسا لکھ دیا یا کسی خاص مقام پر کسی بزرگ کو یہ مکشوف ہوا ہو تب بھی استمرار وکلیت لازم نہیں یا کسی محتضر نے اپنا حال بیان کیا ہو تب بھی دوام لازم نہیں اور اگر کہیں ایسا واقع بھی ہوا ہو تو اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بدحواسی و بے ہوشی کی حالت میں بھی ترک ایمان کا وقوع ہو سکتا ہے اور اس اعتقاد سے اپنے حسن خاتمہ سے مایوس نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی حالت میں تو انسان مکلف بھی نہیں رہتا اور غیر مکلف کا ہر فعل عفو ہے بلکہ اس کی توجیہ ہو گی کہ جو شخص اس وقت باوجود بقاء عقل و ہوش قصداً اللہ و رسول کی تکذیب کرے وہ مسلوب الایمان ہوتا ہے ورنہ نہیں جیسا کہ حالت حیات میں یہی تفصیل ہے بلکہ سوء خاتمہ اکثر تو اس طرح ہوتا ہے کہ ایمان حالت حیات ہی میں ضائع کر چکا تھا استہزاء بالدین یا شبہات باطلہ کے اعتقاد سے مگر حیات میں اس پر تنبہ نہ ہوا تھا اس وقت تنبہ ہو گیا کہ وقت ہے کشف حقائق کا پس سلب حادث نہیں ہوا بلکہ ظاہر ہوا آگے بمناسبت بطلان خیال ابریق مذکور کے مطلقاً خیالات باطلہ کی حقیقت کی تحقیق اور ان سے تحذیر کا حکم فرماتے ہیں کہ) تیرے خیال میں) بعض اوقات) ایک صورت (مرغوبہ) جوش کرتی ہے (اور مستحسن معلوم ہوتی ہے مگر) چوٹ مارنے کے وقت (یعنی امتحان و تحقیق کے وقت) مثل جوز بوسیدہ کے (ثابت ہوتی ہے آگے اس کی تفسیر ہے کہ) شروع سے وہ خیال مثل بدر کے (کامل الحسن معلوم ہوتا) ہے لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے (آخر سے مراد یا تو آخر حسی کہ دنیا کی ہر شئے جمیل آخر میں قبیح ہو جاتی ہے یا آخر نظری یعنی فکر سے اس کی حقیقت

کو کہ اس کے آثار کا مرجع و منتہیٰ ہے دیکھا جاوے یا نظر سے اس کے آخر حسی کو سوچا جاوے کہ یہ چیز ایسی ہو جاوے گی دونوں طرح سے اس کا نقص مدرک ہوگا پس) اگر اول ہی سے نظر کرلیا کرے اس کے آخر میں (وہذا یوید التوجیہ الاخیر) تو تو اس کے فریب ست سے فارغ ہو جاوے (یعنی اس کے خیال استحسان حالی سے مغرور نہ ہوا کرے۔ آگے اس خیال باطل مذکور کے مفہوم کا ایک مصداق بتلاتے ہیں جو کہ راس ہے تمام اشیاء باطلہ کا بلکہ کوئی شے باطل اس سے خارج نہیں پس فرماتے ہیں کہ) دنیا (مثل) جوز بوسیدہ (کے) ہے اے امین (پس) اس کا امتحان مت کر (کہ توڑنے سے بے مغز ہی ثابت ہوگا سو پہلے ہی سے قرائن صحیحہ سے اس کو بوسیدہ سمجھ اور اس کو دور کر اسی طرح دلائل صحیحہ نقلیہ وعقلیہ سے دنیا کو باطل اور مستہلک سمجھ کہ امتحان کی ضرورت نہ رہے) اس کو دور ہی سے دیکھ لے (اور معرفات مذکورہ سے پہچان لے خصوص جبکہ بارہا تجربہ بھی ہو چکا ہو من جرب المجرب الخ آگے اس کی تائید اس قصہ زیر بحث کے ایک جزو سے کرتے ہیں کہ اس میں من وجہ رجوع لطیف بھی ہے قصہ کی طرف مگر اس رجوع میں اس غرض سابق کے علاوہ غرض دوسری بدل گئی ہے کما ستعلم یعنی اول بینی میں جو کہ اوپر کے (اشعار میں مرہوب عنہ ہے اور آخر بینی میں جو کہ مرغوب فیہ ہے ایسا فرق ہے کہ) بادشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا (اور یہ اول بینی تھی اور اس کے سبب مضرت ظلم میں مبتلا ہوا) اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا (اور یہ آخر بینی تھی اور اس کے سبب دافع ظلم ہوا چنانچہ آگے گھوڑے کے واپس کر دینے کا ذکر آوے گا آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے یعنی) بادشاہ کی آنکھ دو گز (مسافت کو) دیکھتی تھی پیچ دار سوراخ سے (فی الغیاث بضم لام و فتح عین معجمہ وزای معجمہ سوراخ موش دشتی و آن بغایت پیچدار باشد لہذا نام نوعے از کلام مبہم کہ بفارسی چیستاں گویند اھ اور ظاہر ہے کہ جب سوراخ سیدھا نہ ہوگا تو اس سے نگاہ دور نہ جاوے گی اور) اس انجام بیں (عماد الملک) کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی (اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ ایراد حکایت کی غرض سابق میں جس میں بادشاہ کی نظر کو تحقیقی اور صحیح بیں اور عماد الملک کی نظر کو غرضی اور غلط انداز قرار دیا ہے اور اس حکایت کی اس دوسری رض میں جس میں بادشاہ کی نظر کو اول بیں اور غلط بیں اور عماد الملک کی نظر کو آخر بیں اور صحیح بیں ٹھہرایا ہے تنافی ظاہر ہے بات یہ ہے کہ اعتبارات مختلفہ سے دونوں حکم صحیح ہیں پہلا حکم باعتبار حسن صورت اسپ کے تھا جو کہ واقع کے مطابق تھا اس لئے اس میں نظر حسن میں محقق تھی اور نظر قبح نما باغرض اور غلط انداز تھی اور دوسرا حکم باعتبار قبح عمل اخذ وغصب کے ہے کہ یہ بھی مطابق واقع کے ہے اس لئے اس میں نظر اول بیں کہ وہ اول تحصیل اسپ سے غلط بیں ہے اور نظر آخر بیں کہ وہ آخر وبال ہے اس اخذ وغصب کا صحیح بیں ہے پس حکایت سے دونوں غرضیں حاصل ہوئیں ایک غرض سبب سے ایراد حکایت کا دوسری غرض مسبب ہوگئی ایراد حکایت سے اور دونوں غرضیں اپنے اپنے مقام میں صحیح ہیں اور مجموعہ ہر دو مقام سے دو مسئلے حاصل ہوئے اول یہ کہ تحقیق فی نفسہ افضل ہے تقلید سے یہ مسئلہ حکایت سے پہلے مذکور تھا چشم داری تو بچشم خود نگر الخ گوش داری تو بگوش خود شنو الخ بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن الخ دوسرا مسئلہ یہ کہ بعض تقلید بعض تحقیق سے باعتبار خصوص محل کے افضل ہے جیسا بادشاہ نے اپنی تحقیق چھوڑ کر عماد الملک کی تقلید کی کماسیاتی قریباً چشم خود بگذاشت الخ یہ مسئلہ یہاں بھی مذکور ہوا ہے اور اس سرخی کے اخیر میں بھی دوسرے عنوان سے مذکور ہوگا مگر کہ کرد آں عماد الملک الخ حیلہ محمود الخ مکر حق الخ اگر چہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس محقق کے بعض اقوال کسی مصلحت وحکمت سے خلاف تحقیق ہیں جیسا یہاں بادشاہ کو یہ امر محسوس بھی ہو گیا تھا چنانچہ یہاں سے تیس بتیس شعر کے بعد بادشاہ کا یہ قول اس پر دال ہے بادل خود شہ بفرمود الخ آگے بمناسبت مضمون پایاں بینی کے اس پایاں بینی کی مدح کرتے ہیں کہ)

کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ (کسی آنکھ میں) لگا دیتے ہیں جس سے سوجابوں میں سے (بعض) روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے (چنانچہ) سیدنا صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقرون تھی۔ پس اس آنکھ سے (دیکھ کر) دنیا کو جیفہ فرمایا (اشارہ ہے الدنیا جیفۃ وطالبو کلاب کی طرف اور اس کے حدیث ہونے کی مجھ کو تحقیق نہیں آگے قصہ ہے کہ) اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس (یعنی اور زیادہ سنی بھی نہیں) بالکل افسردہ ہو گیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں (یعنی اس کے دل سے اتر گیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کی نظر میں مذموم و مکروہ ہو گیا بے قدری سے مذمومیت لازم نہیں کیونکہ محبوبیت و مبغوضیت کے درمیان میں ایک واسطہ بھی ہے کہ لامحبوب ولا مبغوض یہ واسطہ بے قدری کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ دل فریبی نہ رہی پس اب یہ شبہ نہیں وارد ہوتا کہ آگے اشعار بادل خود الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اس ذم کا معتقد و مصدق نہیں ہوا اور یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون ذم سے وہ متاثر ہوا جواب یہ ہے کہ تاثر مرتبہ تصدیق تک نہیں ہوا صرف وہ شغف جاتا رہا باقی یہ کہ باوجود عدم تصدیق کے شغف کیسے زائل ہوا بات یہ ہے کہ بفحوائے ان من البیان لسحرا بعض عنوانات میں حق تعالیٰ نے خاص اثر رکھا ہے کہ باوجود عدم تصدیق وہ اپنا کام کر جاتے ہیں جس کا غیبی راز تو مولانا کے اس کلام میں عنقریب آتا ہے ایں بہانہ بود الیٰ پاک بنائے اور حسی راز یہ ہے کہ اس عنوان سے کوئی خیال خاص ذہن میں جاگزیں ہو جاتا ہے وہ خیال اثر کرتا ہے جیسے اہل معقول نے شعر کی مثال میں نقل کیا ہے کہ کوئی شخص شہد کی نسبت مہوع وغیرہ کہنے لگے اور اس سے نفس میں انقباض ہو جاوے جیسے ایک شخص شہتوت اس لئے نہیں کھا سکتا تھا کہ اس کو دیکھ کر کیڑوں کا خیال آجاتا تھا دیکھئے باوجود عدم تصدیق بلکہ تصدیق عدم کے کیسا اثر ہو جاتا ہے پس سب اشکال رفع ہو گیا اور گھوڑے سے دل اترنے کے بعد بادشاہ نے) اپنی آنکھ چھوڑ دی (یعنی اس کے مقتضا پر کہ استحسان واخذ ہے عمل ترک کر دیا اور) اس کی آنکھ (کے مقتضا) کو اختیار کیا (اور) اپنے ہوش (وتحقیق) کو چھوڑ دیا (اور) اس کے قول کو (تقلیداً) سن لیا (عنقریب اس تحقیق و تقلید کی بحث لکھ چکا ہوں آگے مولانا اس افسردگی کا غیبی راز جس کو احقر بھی لکھ چکا ہے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حوادث ناسوتیہ کے اصل اسباب عالم غیب میں ہیں جن کے ساتھ اسباب عالم شہادت کی ایسی نسبت ہے جیسی بانگ در کو در کے ساتھ یعنی اصل موثر وہ اسباب غیبیہ ہیں جس طرح اصل موثر ستر مافی البیت میں در ہے نہ بانگ در خواہ بعض اوقات یہ اسباب غیبیہ خود بھی ان اسباب ناسوتیہ ہی سے حادث ہوئے ہوں کما سیاتی پاک بنائے کہ برساز دحصوں مثلاً عماد الملک نے ایک بات کہی اور وہ بوجہ اخلاص و نیاز و حسن نیت مقبول ہو گئی اس کی برکت سے قضاء حق نافذ ہوئی اور بادشاہ کا دل پھیر دیا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ ایک بہانہ تھا (کہ عماد الملک کا قول اس کا ظاہری سبب بواسطہ خاص خیال کے ہو گیا ورنہ واقع میں) اس دیان فرد نے (عماد الملک کی جزو) نیاز (یعنی دعا والتجا فی الباطن المذکور قبل عنوان مواخذہ یوسف بقولہ کاے خدا گر بخواں الخ وبعد ختم مضمون عنوان مذکور بقولہ آفتابا الخ) سے اس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا (اور) اس (دیان) نے اس (اسپ) کے حسن سے (شاہ کی) نظر کے سامنے دروازہ (جس میں سے حسن جھلکتا تھا) بند کر دیا (اور یہ نیاز خود اصلی سبب نہیں بلکہ اصلی سبب قضاء حق ہے مگر اس نیاز کے مقبول ہونے سے وہ قضاء حق واقع ہوئی اس لئے مجازاً اس کو سبب اصلی کہہ دیا پس سبب اصلی یہ تھا اور) وہ قول (عماد الملک کا) درمیان میں مثل بانگ در کے تھا (یعنی جس طرح دروازہ بند کرنے کے وقت کیواڑ کی آواز بھی ہوتی ہے مگر اس آواز کو مافی البیت کے مستور ہونے میں کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن جس شخص نے فقط آواز سنی ہو اور دروازہ نہ دیکھا ہو اور آواز سننے کے بعد اندر کی چیزوں کو مستور پایا

ہوتو وہ شخص ان کی مستوریت کا سبب اس آواز ہی کو سمجھے گا اسی طرح جو شخص سبب غیبی کو نہ دیکھے وہ اس حسن بندی اسپ کو اس صوت کی طرف کہ مثلاً کلام ہے عماد الملک کا منسوب کرے گا اور وجہ تشبیہ دراور بانگ در سے موثریت وعدم موثریت ہے پس یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ بانگ درتو مسبب ہوتی ہے اور یہاں اس کا مشبہ یعنی قول عماد سبب تھا راز غیبی یعنی قضاء کا اور) اس نکتہ (یعنی جملہ عماد الملک کو) شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھلائی دینے لگا (سیاہ سے مراد کم نور نہ کہ بدرنگ و مکروہ جیسا ابھی اس کی تحقیق گزری ہے کہ بادشاہ کی نظر میں اتنا حسین نہیں رہا تھا نہ یہ کہ زشت ومکروہ ہو گیا تھا آگے فاعل مذکور ہے پردہ کرد کا یعنی حجاب کر دیا) اس تعمیر بنانے والے (کاریگر) نے جو کہ قلعے بناتا ہے عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کہ افسوں ایک قسم ہے گفتار کی خواہ افسوں متعارف ہو یعنی سحر وغیرہ یا غیر متعارف جیسے عماد الملک کا قول کہ مثل افسوں کے تھا یعنی ان اقوال ظاہری سے عالم غیب میں کچھ آثار پیدا ہوتے ہیں مثلاً قبول عند اللہ جس کی برکت سے قضا نافذ ہو جاوے مثلاً اور اسی کو مشابہ حصوں کہا گیا ابراہم واستحکام میں اور اصل میں موثر حوادث مسببہ ناسوتیہ میں وہ ہیں رہے اسباب ناسوتیہ سو اگر خود ان آثار غیبیہ کے سبب ہیں کما فی ہذہ القصۃ تب تو وہ اسباب ناسوتیہ بواسطہ ان آثار غیب کے موثر ہوں گے اور اگر وہ اسباب ناسوتیہ سبب ان اسباب غیبیہ کے نہیں ہیں جیسے خود اسباب ناسوتیہ سے قضا متعلق ہوتی ہے تو پھر یہ اسباب ناسوتیہ مع اپنے مسببات کے اسباب غیبیہ سے مسبب ہوں گے بہرحال اصل موثر اسباب غیبیہ ہی ہوئے آگے اسی مضمون موثریت اسباب غیبیہ کی تفصیل کی طرف مع دیگر فروع ولواحق کے انتقال ہے)۔

بانگ درداں گفت را از قصر راز	تا کہ بانگ واشدست ایں یا فراز
گفتار کو قصر مخفی کے دروازہ کی آواز سمجھ	کہ یہ کشادہ ہونے کی بانگ ہوئی ہے بابستہ ہونے کی
بانگ در محسوس و در از حس بروں	تبصروں ایں بانگ و در لاتبصروں
یہ بانگ در تو محسوس ہے اور در خارج از حس ہے	تبصروں یہ بانگ در ہے اور در لاتبصروں ہے
چنگ حکمت چونکہ خوش آواز شد	تاچہ در از روض جنت باز شد
اگر حکمت کا چنگ خوش آواز ہوا	تو کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا
بانگ گفت بد چو دروامی شود	از سقرتا خود چہ در وامی شود
اگر گفتار بد کی بانگ آویختہ ہوتی ہے	تو سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے
بانگ در بشنو چو دوری از درش	اے خنک آں را کہ واشد منظرش
تو بانگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے	اے شخص اس کے لئے تو چین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا
چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی	بر حیات و راحتے بر می تنی
جب تو دیکھے کہ تو نیکی کر رہا ہے	تو حیات اور راحت کی تیاری کر رہا ہے
چونکہ تقصیر و فسادے می رود	آں حیات و ذوق پنہاں میشود
جب کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے	تو وہ حیات اور ذوق غائب ہو رہا ہے

دید خود مگزار از دید خساں	کہ بمردارت کشند ایں کرگساں
تو اپنی دید کو دید خساں کی وجہ سے مت چھوڑ	کیونکہ یہ کرگس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں
چشم چوں نرگس فرو بندی کہ چی	ہیں عصام ام کش کہ کورم اے اخی
آنکھ جو کہ نرگس کی طرح ہے تو بند کرلے کہ کیا بات ہے	ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی
ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر	چوں بہ بینی باشد از تو کور تر
اور یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے	اگر تو دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے
دست کورانہ بحبل اللہ زن	جز بر امر و نہی یزدانی متن
حبل اللہ سے کورانہ تمسک کر	بجز امر و نہی ربانی کے قصد مت کر
چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا	کیں ہوا شد صرصرے مر عادرا
حبل اللہ کیا چیز ہے ہوی کا ترک کرنا	کہ یہی ہوا عاد کے لئے صرصر ہو گئی تھی
خلق در زنداں نشستہ از ہواست	مرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست
خلق زندان میں ہوا ہی سے بیٹھی ہے	مرغ کے پر ہوا ہی سے بندھ جاتے ہیں
ماہی اندر تابۂ گرم از ہواست	رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
ماہی گرم توے میں ہوا ہی سے ہے	مستورات سے اسی ہوا سے شرم رخصت ہو جاتی ہے
خشم شحنہ شعلہ نار از ہواست	چار میخ و ہیبت دار از ہواست
شحنہ کا غصہ ہوا ہی کا شعلہ نار ہے	چار میخ اور ہیبت دار ہوا ہی سے ہے
شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں	شحنۂ احکام جاں راہم بہ بیں
تو نے شحنہ اجسام کو زمین پر دیکھ لیا	شحنہ احکام روح کو سی دیکھ
روح را در غیب خود اشکنجہا ست	لیک تانجہی شکنجہ در خفاست
روح کے لئے بھی غیب میں شکنجے ہیں	لیکن جب تک تو نہیں نکلتا وہ شکنجہ مخفی ہے
چوں رہیدی بینی اشکنجہ دمار	زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
جب تو چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا	اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے
آنکہ در چہ زاد و در آب سیاہ	او چہ داند لطف دشت و رنج چاہ
جو شخص کنویں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو	وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو

چوں رہا کردی ہوا از بیم حق	در رسد سغراق از تسنیم حق
جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا	تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا
لاتطرق فی ھواک سلسبیل	من جناب الله نحو السلسبیل
اپنی ہوا میں کبھی مت چل سبیل کی درخواست کر	درگاہ الٰہی سے بجانب سلسبیل کے
لاتکن طوع الھویٰ مثل الحشیش	ان ظل العرش اولیٰ من عریش
تو مطیع ہوا مت ہو مثل گھاس کے	بے شک سایہ عرش اولیٰ ہے جھوپڑے سے

(اوپر حوادث ناسوتیہ میں اسباب غیبیہ کے موثر ہونے کا بیان تھا آگے اسی کی قدرے تفصیل پھر دوسرے مضامین اس کے مناسب مذکور ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) گفتار (ظاہری) کو قصر مخفی (فی عالم الغیب) کے دروازہ کی آواز سمجھ (اور سوچ) کہ یہ کشادہ ہونے کی بانگ ہوئی ہے یا بستہ ہونے کی (یعنی اگر اس گفتار کا اثر کسی مطلوب کا بسط ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے کھلنے کی اور اگر قبض ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے بند ہونے کی **واللہ یقبض و یبسط و الیہ ترجعون** اور مصداق اس قصر کا اوپر لفظ حصوں واقع شعر سابق کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے اور) یہ بانگ در تو محسوس ہے (کہ کائنات عالم شہادت سے ہے) اور در خارج از حس ہے (کہ کائنات عالم غیب سے ہے پس) تبصرون (کا ایک مصداق) یہ بانگ در ہے اور در لاتبصرون (کا ایک مصداق) ہے (یعنی قرآن مجید میں جو ہے **فلا اقسم بما تبصرون ومالاتبصرون** ان کا ایک ایک مصداق یہ بھی ہے آگے چنگ حکمت سے اسی بانگ در اور در کی دوسری قسم کی بعض جزئیات کا ذکر فرماتے ہیں جو جزئیات مذکورۂ سابقہ سے مختلف ہیں اور وہ اختلاف یہ ہے کہ اوپر در کے ساتھ موثرات غیبیہ کو تشبیہ دی تھی اور آگے آثار غیبیہ کو تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ اوپر قضا و نحوہ کو در قرار دیا تھا اور گفتار ظاہری کو بانگ اور قضا موثر غیبی ہے اور آگے مثوبات جنان وعقوبات نیران کو در قرار دیں گے اور گفتار طاعات و معاصی کو بانگ اور مثوبات وعقوبات آثار ہیں اور تشبیہ اول میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تشبیہ ثانی میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب مثوبات وعقوبات آثار ہیں تو وہ در کے مشابہ کیسے ہوئے کہ در تو بانگ میں موثر ہوتا ہے سو توجیہ اس تشبیہ کی یہ ہے کہ مبنی اس کا محض خفا و ظہور ہے قطع نظر تاثیر و تاثر سے یعنی جس طرح در مخفی ہوتا ہے اور بانگ ظاہر اسی طرح مثوبات وعقوبات مخفی ہیں اور اقوال طاعت و معصیت ظاہر پس اوپر اقوال ظاہرہ محض علامت ہیں مشبہ بالباب کی اور آگے علت بھی ہیں اس کی اور علامت بھی اور مقصود مشترک جزئیات سابقہ ولاحقہ میں یہ ہوا کہ ناسوت پر نظر کو مقتصر مت رکھو اصل چیز قابل نظر عالم غیب ہے موثراً کان او اثراً اس کے بعد ایسے اعمال سے تحذیر کریں گے جن سے عالم غیب میں اثر بد ومضر پیدا ہو اور وہ عمل اتباع ہوی ہے احقر نے شروع تمہید میں مضامین مناسبہ سے یہی مضامین مراد لئے ہیں پس اول ان جزئیات قسم ثانی میں سے بعض کا بطور مثال کے ذکر فرماتے ہیں کہ مثلاً) اگر (گفتار) حکمت (وعلم) کا چنگ خوش آواز (اور ظاہر) ہوا تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا (اور اسی طرح) اگر گفتار بد کی بانگ آویختہ (کذا فی الغیاث فی معنی درو ایعنی متعلق بکام وزبان) ہوتی ہے تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے (یعنی حسنہ سے عالم غیب میں جنت کا اثر اور سیئہ سے دوزخ کا اثر مرتب ہوتا ہے اور) تو بانگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے (اور) اے شخص اس کے لئے تو چین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا (اور اس کو در نظر آ گیا مطلب یہ کہ ہم نے جو جنت و سقر کو مرتب کہا ہے اعمال پر تو اگر

23 کاپی-15

وہ نظر نہ آویں تو اعمال تو محسوس ہیں جوان پر دال بھی ہیں پس شک مت کر اور آگے ترغیب دی ترقی کی کہ بصیرت مفتوح ہو جاوے اور ذوقاً جنان و نیراں کا ادراک ہونے لگے کما للعارفین تو سبحان اللہ آگے اسی کی تاکید ہے دوسرے عنوان سے کہ طاعت پر راحت وثواب کا اور معاصی پر عقوبت کا عالم غیب میں ترتب ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو دیکھے کہ (عالم ناسوت میں) تو نیکی کر رہا ہے تو (سمجھ لے کہ) حیات (دائمہ) اور راحت کی تیاری کر رہا ہے (جس کا تحقق عالم غیب میں ہو رہا ہے اور اسی طرح) جب (ناسوت میں) کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے تو (اس سے عالم غیب میں) وہ حیات (مذکورہ) اور ذوق (روحانی) غائب (وزائل) ہو رہا ہے (کہ اس زوال کا ترتب بھی عالم غیب میں ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی اور یہ کہا ہے کہ چونکہ تقصیر وفسادے می رود تو اس باب میں یعنی اعمال حسنہ وسیئہ کے تمیز میں) تو اپنی دید کو دید خسان کے وجہ سے مت چھوڑ کیونکہ یہ کرگس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں (مطلب یہ کہ جن اعمال سے استدلال مثوبات و عقوبات پر کیا جاتا ہے ان کی تعیین میں تحقیق سے کام لینا محبان دنیا کی رائے پر مدارمت رکھنا کہ وہ تو تجھ کو دنیا ہی کی طرف لے جاتے ہیں جس سے مثل ان کے تیرا بھی یہ حال ہو جاوے گا **افمن زین له سوء عمله فراه حسنا** جیسا کفار کو گمراہوں کی تقلید سے پیش آیا اور ایسا نہ کرنا کہ) آنکھ جو کہ نرگس کی طرح (کھلی ہوئی) ہے (یعنی تحقیق پر قادر ہے اور اہل حق کی تقلید بھی ایک قسم ہے تحقیق کی اس کو) تو بند کر لے (اور گمراہوں سے پوچھتا پھرے) کہ کیا بات ہے (اور ان گمراہوں سے یہ کہے کہ) ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی اور (حقیقت یہ ہے کہ) یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے اگر تو (غور سے) دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے (کیونکہ ضال کا قصد تو اس تقلید میں احیاناً اہتدا کا بھی ہوتا ہے بخلاف مُضل کے کہ ہمیشہ اضلال ہی کا قصد کرتا ہے غرض ایسے شخص کی تقلید مت کر بلکہ اول تو تحقیق ومشاہدہ کا مرتبہ حاصل کر کہ عارف اور مبصر ہونا ہے جن کو اعمال کا حسن وقبح دلیل شرعی کے ساتھ ذوق ووجدان سے بھی مدرک ہوتا ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو اور ذوق ووجدان نصیب نہ ہو تو ظاہر شریعت ہی کا اتباع اعتقاد کے ساتھ کر آگے اسی کو کہتے ہیں کہ اگر تو محقق نہ ہو تو) حبل اللہ سے کورانہ (ومقلدانہ) تمسک کر (اور) بجز امر ونہی ربانی کے (اور کسی امر کا) قصد مت کر (کہ یہی امر ونہی یعنی احکام ظاہرہ شریعت مقدسہ کے حبل اللہ ہے اور اتباع شرع کی ضد چونکہ اتباع ہویٰ ہے اور اتباع شرع مستلزم ہے ترک ہویٰ کو اس لئے آگے حبل اللہ کی تفسیر اس لازم سے کرتے ہیں کہ) حبل اللہ کیا چیز ہے ہویٰ (نفسانی) کا ترک کرنا (اور اس میں اشارہ ہے اتباع احکام کے تسہیل طریق کی طرف یعنی ہویٰ نفسانی جو کہ اس سے مانع ہے اس کو ترک کر دینا معین ہوتا ہے اس میں اور اکثر اغلاط سے محافظت کا سبب ہوتا ہے آگے مذمت ہے اتباع ہویٰ کی بغرض اس سے تحذیر کے جیسا کہ شعر چنگ حکمت کی تمہید میں بھی احقر نے اس کا ذکر کیا ہے یعنی ہم نے جور ہا کردن ہوا کا امر کیا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے) کہ (وہ نہایت مذموم اور مضر ہے چنانچہ) یہی ہوا عاد کے لئے صرصر ہو گئی تھی (یعنی عقوبت کا سبب یہی اتباع ہویٰ نفسانی وترک احکام الٰہیہ تھی اور) خلق (کثیر) زندان (متعارف) میں ہویٰ ہی سے بیٹھی ہے (کہ ارتکاب جرائم کا سبب ظاہر ہے کہ یہی ہے اور) مرغ کے پر ہوی ہی سے بندھ جاتے ہیں (کہ وہ حرص دانہ سے دام میں پھنس جاتا ہے اور) ماہی گرم توے میں ہوی ہی سے ہے (کہ کھانے کی حرص سے شست میں الجھ گئی اور) مستورات سے اسی ہویٰ سے شرم رخصت ہو جاتی ہے (کہ مال یا لذت کی حرص میں عورتیں فحش اختیار کرتی ہیں اور) شحنہ کا غصہ (مجرمین پر) ہویٰ ہی کا شعلہ نار ہے (کہ ان مجرمین کا اتباع ہویٰ سبب اس خشم کا ہوا اور) چار میخ (کہ ایک نوع ہے عقوبت کی فی الغیاث کہ مجرم را بچہار میخ دست و پا بندند) اور ہیبت دار ہویٰ ہی سے

ہے (یہ آثار تو ہویٰ سے ناسوت میں مرتب ہوتے ہیں جن کا مورد اولاً جسم ہے اور اس کے واسطہ سے روح آگے عالم غیب میں اس ہویٰ پر آثار کے ترتب کو بتلاتے ہیں جن کا مورد اولاً روح اور اس کے واسطہ سے جسم ہے اور زیادہ مقصود یہی بتلانا ہے جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے کہ اعمال کے آثار عالم غیب میں متحقق ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) تو نے شحنہ (معذب) اجسام کو زمین پر دیکھ لیا (نظر کو پڑھا کہ) شحنہ احکام روح کو بھی دیکھ (یعنی روح کے لئے جو آثار اعمال بد سے ثابت ہوتے ہیں وہ معنی الاحکام اور وہ آثار مشابہ شحنہ ہیں تنغیص و تعذیب روح میں ان کو بھی سمجھ آگے اس کا بیان ہے کہ) روح کے لئے بھی (عالم) غیب میں شکنجے (عقوبتیں) ہیں لیکن جب تک تو (اس عالم سے) نہیں نکلتا وہ شکنجہ مخفی ہے (اور یہ ظاہر بات ہے مگر) جب تو (اس عالم سے) چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے (حاصل یہ کہ یہاں تو خود کدورات وظلمات میں مبتلا ہے جو کہ ایک قسم کا شکنجہ ہے تو نے فضا و وسعت دیکھی ہی نہیں جس سے زندان دنیا کا شکنجہ ہونا معلوم ہوتا مرنے کے بعد عالم قدس کا فضا و وسعت دیکھے گا پھر اپنی حالت حرمان پر نظر کر کے سمجھ میں آوے گا کہ میں شکنجہ میں ہوں اور اسی حکمت سے قبر میں کافر کو جنت بھی دکھلائی جاتی ہے تاکہ عقوبت کا پورا ادراک ہو کہ حسرت فوت نعیم کو اس ادراک کے تام ہونے میں دخل ہے اور آشکار سے بھی ادراک تام مراد ہے ورنہ نفس ادراک عقوبت اس پر موقوف نہیں آگے شعر بالا کی ایک تائید ہے یعنی) جو شخص کنوئیں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو (اور وہاں ہی رہا ہو) وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو (لطف دشت کو تو اس لئے نہیں جانتا کہ اس نے اس کا کبھی مشاہدہ ہی نہیں کیا اور رنج چاہ کو اس لئے نہیں جانتا کہ اس کی ضد کو کہ لطف دشت ہے نہیں دیکھا پس اسی طرح جو شخص ہمیشہ سے کدورت دنیا میں مبتلا ہے وہ عالم غیب کے نہ لطف کو جانے نہ عقوبت کو اور یہی مضمون تھا شعر سابق کا پس اس لئے وہاں جا کر بعد مشاہدہ عالم قدس کے وہاں کی عقوبت کا ادراک تام ہوگا حتیٰ کہ جن حضرات کو اس عالم کا لطف ذوق و بصیرت سے دنیا ہی میں محسوس ہو جاتا ہے وہ ظلمات اعمال و کدورات احوال کا یہاں بھی ادراک کرنے لگتے ہیں اور صدور معاصی سے بے حد پریشان و منقبض ہوتے ہیں اور بعد توبہ واقلاع واصلاح کے بے حد مسرور و منشرح ہوتے ہیں اور اس شعر کے مضمون پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب چاہ میں پیدا ہوا اور یہ ضد ہے لطف دشت کی اور ضد سے ادراک ضد کا ہوتا ہے تو چاہئے کہ اس کو لطف دشت کا ادراک ہوا کرے پھر اس کے کیا معنی او چہ داند لطف دشت بات یہ ہے کہ ضد سے دوسری ضد کا ادراک جب ہوتا ہے جبکہ اس دوسری ضد کا بھی مشاہدہ ہو جاوے تب مقالسہ وموازنہ سے ادراک تام ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ صرف ایک ہی ضد کا ادراک اس کے لئے کافی ہے آگے پھر عود ہے ترغیب ترک ہویٰ اور تحذیر اتباع ہویٰ کی طرف یعنی ترک ہویٰ ایسی نافع چیز ہے کہ) جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا (کذا فی الغیاث فی معنی مغراق اور پیالہ سے خواہ حسی مراد ہو جیسا جنت میں ملے گا یا معنوی جیسا عارفین کو یہاں ثمرات عطا ہوتے ہیں جب ترک ہوا ایسی چیز ہے تو اس کے اتباع سے ہمیشہ پرحذر رہ اور) اپنے ہویٰ (نفسانی میں کبھی مت چل (اور) سبیل کی درخواست کر درگاہ الٰہی سے بجانب سلسبیل کے (من جناب اللہ اور نحو السلسبیل متعلق ہے سل کے یعنی سلسبیل تک پہنچنے کا راہ اللہ سے مانگ کہ وہ اتباع ہے احکام حق کا اور) تو مطیع ہویٰ (نفسانی) مت ہو مثل گھاس کے (کہ تابع ہوائے عنصری ہوتا ہے پس ہویٰ بالف مقصودہ بھی مشابہ ہے ہواء بالف ممدودہ کے اور) بیشک سایہ عرش (جو ترک ہوا ہے میسر ہوگا جیسا حدیث میں ہے کہ ایک وہ شخص بھی عرش کا سایہ پاوے گا جس کو کوئی عورت برے کام کے لئے بلاوے اور وہ خدا کے خوف سے باز رہے پس یہ سایہ) اولیٰ ہے جھونپڑے سے (یعنی لذت

دنیائے دینہ سے کہ مثل سایہ عریش کے خسیس المرتبہ وزائل ہے پس اس ظل عریش کو ظل عرش پر ترجیح مت دے آگے شاہ کا قصہ ہے اور اس میں بھی رجوع لطیف ہو گیا اس کی طرف کہ شاہ نے بھی ہوائے نفسانی کو ترک کر کے گھوڑا واپس کر دیا تھا چنانچہ آگے مذکور ہے مع دیگر افادات کے)

فائدہ:۔ شعر زین یکے زمش الخ سے اس مقام تک شرح لکھنے کے وقت معلوم نہیں کس سبب سے میری طبیعت بستہ رہی جس کی وجہ سے عبارت میں بے ساختگی نہیں رہی۔ **واللہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید.**

گفت سلطاں اسپ را واپس برید	زود تر زیں مظلمہ بازم خرید
بادشاہ نے کہا کہ گھوڑے کو واپس لے جاؤ	بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ سے چھڑاؤ
بادل خود شہ بفرمود ایں قدر	شیر را مفریب زیں راس البقر
اپنے دل سے کہا کہ اس قدر	شیر کو اس راس البقر سے فریب مت دے
پای گاؤ اندر میاں آری ز داؤ	رو ندوزد حق بر اسپے شاخ گاؤ
تو براہ حیلہ گاؤ کی ٹانگ کو بیچ میں گھسیڑے دیتا ہے	چل حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ کو نہیں لگاتا
بس مناسب صنعت ست ایں شہر زاؤ	کے نہد بر جسم اسپ او عضو گاؤ
بہت ہی مناسب الصنعت ہے وہ	جسم اسپ پر گاؤ عضو کو کیسے رکھ دے گا
زاؤ ابداں را مناسب ساختہ	قصر ہائے منتقل پرداختہ
بانی تعمیرات نے ابدان کو مناسب بنایا ہے	چلتے پھرتے کو شک آراستہ کئے ہیں
درمیان قصر ہا تخریجہا	از سوی ایں سوی آں صہریجہا
ان کو شکوں کے درمیان میں منافذ ہیں	اس کی طرف سے اس کی طرف کو نہریں ہیں
وز دروں شاں عالمے بے منتہا	درمیان خرگہے چندیں فضا
اور ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے	ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں
قبض و بسط چشم و دل از ذوالجلال	دمبدم چوں می کند سحر حلال
قبض و بسط بصر اور بصیرت کا جو ذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے	دمبدم کس طرح سے سحر حلال کرتا ہے
گہ چو کابوسے نماید ماہ را	گہ نماید روضہ قعر چاہ را
وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے	کبھی قعر چاہ کو باغ دکھلا دیتا ہے
زیں سبب درخواست از حق مصطفے	زشت را ہم زشت وحق راحق نما
اسی سبب سے مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی	آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلائیے

تا بآخر چوں بگردانی ورق	از پشیمانی نیفتم در قلق
تا کہ انجام کار میں جب آپ ورق الٹیں	میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں
مکر کہ کرد آں عماد الملک فرد	مالک الملکش بداں ارشاد کرد
جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا	اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی
حیلۂ محمود ایں باشد و لیک	تو ممیّز باش مربد راز نیک
یہ حیلہ محمود ہوتا ہے لیکن	تو مذموم کو محمود سے متمیز کرنے والا وہ
مکر حق سرچشمۂ ایں مکرہاست	قلب بین الاصبعین کبریاست
تدبیر حق ان سب حیل کا سر چشمہ ہے	قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے
آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس	آتشے داند زدن اندر پلاس
جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے	وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتی ہے

بادشاہ نے کہا کہ (اس) گھوڑے کو (مالک کی طرف) واپس لے جاؤ (اور) بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ (اخذ اسپ) سے چھڑاؤ (اور اس حکم دینے کے بعد) اپنے دل سے کہا کہ اس قدر شیر کو (یعنی مجھ کو) اس راس البقر (کے عنوان) سے (جو عماد الملک کے کلام میں مذکور ہے چوں سرگاواست گوئی ایں سرش) فریب مت دے (مطلب اس کا یہ ہے کہ میں اتنا نادان اور ناواقف نہیں کہ اس مضمون چوں سرگاواست الخ کو مطابق واقع کے سمجھ جاؤں کیونکہ ایسا وہ کرسکتا ہے جو گھوڑوں کی پہچان نہ رکھتا ہو میں جانتا ہوں کہ عماد الملک نے ایک تدبیر کی ہے استخلاص اسپ کی مگر چونکہ اس میں اس کو میرا بھی استخلاص مقصود ہے ظالمیت سے اور اس امیر کا مظلومیت سے اور یہ مقصود محمود ہے اور مقصود محمود کا ذریعہ وطریق بھی محمود ہے بشرط عدم مقتضی ذم کے اس لئے میں نے اس کے اس مضمون کو باوجود غیر واقعی سمجھنے کے قبول کر کے اس پر عمل کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی توفیق عمل کے ساتھ یہ مدد فرمائی کہ وہ مضمون موثر ہوگیا جس سے وہ خیال افسردہ ہوگیا باقی میں گھوڑے کو اب بھی حسین سمجھتا ہوں اور حق اس مضمون کا یہ تھا کہ عماد الملک اس کا مخاطب ہوتا لیکن اس میں ایہام ہوتا عدم قبول کا نیز اظہار ہوتا عماد الملک کے کید کے منکشف ہوجانے کا اس لئے اپنے قلب کو خطاب کیا اور وجہ تصحیح خطاب قلب کی یہ ہے کہ قلب نے عماد الملک کی موافقت کی جس سے اس اسپ کا خیال چھوڑ دیا پس گویا قلب بھی اس مضمون میں اس کا مشارک ہے اور صیغہ نہی مفریب سے مقصود اس فریب وتدبیر کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ انشاء بمعنی خبر ہے یعنی درفریب تو نیایم اور راس البقر سے تعبیر حکایۃً لقول العماد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) تو (موافقۃً للعماد) براہ حیلہ (کمافی الغیاث فی معنی داؤ) گاؤ کی ٹانگ کو بیچ میں گھسیڑ دیتا ہے (یہ محاورہ ہے کہ اس کا مضمون تشبیہ اس معاملہ اسپ میں ملائے دیتا ہے) چل (میں تیرے اس حیلہ کو مطابق واقع کے نہ سمجھوں گا کیونکہ علاوہ اس کے کہ میں گھوڑوں کی پہچان میں مہارت رکھتا ہوں کما یدل علیہ کلمۃ شیر المذکورۃ فی الشعر السابق ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ) حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ (یعنی سرگاؤ) کو نہیں لگاتا۔ (وھذا من اطلاق الحال علی المحل او اللازم الاکثری علی الملزوم غرض یہ کہ

اس قول کی تصدیق واقعی سے دو امر مانع ہیں ایک یہ کہ میں گھوڑوں کو پہچانتا ہوں وہ ویسا ہی ہے جیسا میں نے سمجھا تھا گو بتوفیق حق میری رغبت جاتی رہی فان زوال المیل لایستلزم زوال العلم دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کی صنعت کلیاً ودواماً کامل اور مناسب ہے اور اس مانع ثانی میں مانع اول سے ترقی ہے کیونکہ مانع اول کا حاصل تو یہ ہے کہ وہ عرفاً بھی حسین ہے دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ اگر بالفرض عرفاً بھی حسین نہ ہو جیسے بہت سی اشیاء وحیوانات اور انسان کریہ الصورت وقبیح المنظر اور بھدے سمجھے جاتے ہیں مگر نظراً الیٰ حکمۃ الباری فی صنعہ میں پھر بھی حسین سمجھتا ہوں اور اس تقدیر تنزل پر تقریر میں ترقی ظاہر ہے گویا جز قصہ تو جواب بمانع اول ہی ہے اور جواب بمانع ثانی ایک گونہ انتقال ہے قصہ سے حصہ کی طرف جس میں مستقلاً یہ بتلانا ہے کہ قبیح عرفی کو بھی قبیح حقیقی نہ سمجھنا چاہئے کہ اس میں بھی حکمتیں ہیں بلکہ جو چیزیں حقیقۃً بھی قبیح ہیں جیسے افعال قبیحہ یا ان کے فاعلین کی شرع نے ان کو قبیح بتلایا ہے جس کے بعد ان کے قبیح حقیقی میں کوئی شک نہیں ان قبائح حقیقیہ کو بھی من کل الوجوہ قبیح نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ان کو حقیقۃً قبیح کہا جاوے گا اور بالنظر الی الحکم المودعۃ فیھا للعارض غیر قبیح کہا جاوے گا کما قال مولانا فی بعض المقامات کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست ور بما نسبت کنی کفر آفت ست۔ اسی لئے محققین نے کہا ہے کہ شر مطلق کوئی چیز نہیں اور یہاں تو گھوڑا شرعاً وحقیقۃً بھی قبیح نہیں اس لئے اس کو حقیقۃً حسن کہا جاوے گا کہ دلیل قبیح حقیقی مطلقاً منتفی اور دلیل حسن یعنی کمال صنعت وتضمن حکم ومصالح موجود چنانچہ حکم مذکور مصرعہ مذکور کا مبنیٰ حسن صنع حق کا ہونا آگے مصرحاً مذکور ہے یعنی) یہ صناع شہر (یعنی خالق عالم کمافی الغیاث زاؤ معمار) بہت ہی مناسب الصنعت ہے (اس کی ترکیب مثل حسن الوجہ کے ہے اے مناسب صنعۃٌ پھر) وہ جسم اسپ پر گاؤ کے عضو کو (مثلاً سر کو) کیسے رکھ دے گا (بلکہ اس) بانی تعمیرات نے (تمام) ابدان کو مناسب بنایا ہے (تخصیص ابدان کی اس لئے ہے کہ محسوس وہی ہیں اور ان ہی میں حسن وقبح کا حکم کرنے کی عادت ہے ورنہ ارواح بھی اس حکم مناسبت صنع میں شریک ہیں اور اس بانی نے) چلتے پھرتے (یعنی زندہ) کو شک آراستہ کئے ہیں (کذافی الغیاث فی معنی پرداختن آگے ان کی آراستگی کا بیان ہے یعنی) ان کوشکوں کے درمیان میں مناقد ہیں (ارادۃً بالتخریج سببہ و کون المنافذ سبب التخریج لاشیاء و کذاالدخول ظاھر اور) اس (ایک منفذ) کی طرف سے اس (دوسرے منفذ) کی طرف کو نہریں (جاری) ہیں (ان قسر ہائے منتقل ومتحرک سے مراد ابدان حیوانات کے ہیں جن میں انسان بھی داخل ہے اور یہ وصف اس کے عجیب ہونے کے سبب بڑھایا ورنہ قصر عرفی تو غیر منقول ہوتا ہے ان کو شک تشبیہاً کہا کہ ان میں بالکل ایک عجیب پتلی گھر کا سا کارخانہ ہے اور منافذ سے مراد بدن کے وہ تمام حصے ہیں جن سے عروق متصل ہیں کہ تغذیہ کے لئے دم ان میں نفوذ کرتا ہے اور نہروں سے مراد یہی عروق ہیں اور ان کا بدن پھر میں جال کی طرح پھیلا رہنا معلوم ہے جس کی تفصیل علم تشریح میں خوب مبسوط ہے جس کے مطالعہ سے حق تعالیٰ کی صنعت کی عظمت معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے یہ تو مطلق ابدان حیوانات کا حکم مشترک تھا آگے بطور تخصیص بعد تعمیم کے خاص ابدان انسانیہ مع مافیہما من القویٰ الخاصہ کے متعلق مضمون فرماتے ہیں کہ ان ہی قصرہائے ابدان مذکورہ میں بعض ابدان وہ ہیں کہ یہ احکام عامہ مذکورہ تو ان کے لئے ثابت ہیں ہی) اور (ان کے علاوہ خاص احکام یہ ہیں کہ) ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے (جس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ تو ایسی بات ہوگئی کہ جیسے گویا) ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں (مراد اس سے انسان کا مظہر جامع ہونا ہے جس کی تفسیر یہ ہے کہ تمام اجزاء عالم جن اسماء الٰہیہ کے مظاہر ہیں انسان مفرد ان سب اسماء کا مظہر ہے اور

عالم کی حقیقت ان اسماء کے آثار ہیں جب انسان تمام اسماء کا مظہر ہوا تو لامحالہ ان سب اسماء کے آثار کا بھی جامع ہوگا اور یہی آثار حقیقت تھے عالم کے پس اس طرح سے وہ تمام عوالم بے منتہا بمعنی کثیرہ کا جامع ہوا اور تحقیق وتفصیل اس مسئلہ کی احقر کے رسالہ انوار الوجود میں بقدر ضرورت مذکور ہے اور عوالم کو جمع اس لئے لائے کہ ہر نوع ایک عالم ہے جیسا قرآن مجید میں اسی بناء پر عالمین فرمایا ہے اور چونکہ اسماء الٰہیہ میں سے قابض و باسط بھی ہے اور انسان پر ان کی بھی تجلی ہوتی ہے اس لئے ان کے بعض آثار بیان فرماتے ہیں کہ) قبض وبسط بصر اور بصیرت کا جوذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے (کہ وہ تجلی ہے قابض وباسط کی وہ) دمبدم کس طرح سے سحر حلال (یعنی تصرف صاحب لاقترانہ بالحکمۃ) کرتا ہے (یعنی) وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے (اور) کبھی قعر چاہ کو باغ (کے مشابہ) دکھلا دیتا ہے (کابوس ایک دماغی مرض ہے جس سے سوتے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے دبالیا اور آواز تک نہیں نکلتی مراد اس سے موجب انقباض وتنگی مطلب یہ کہ کبھی ماہ کو موجب انبساط ہے بشکل موجب انقباض معلوم ہوتا ہے اور یہ تجلی ہے قابض کی اور کبھی چاہ کہ موجب انقباض ہی بشکل موجب انبساط معلوم ہوتا ہے اس کو عجیب اور قوی ہونے کے سبب سے سحر کہا اور حلال اس لئے کہا کہ حق تعالیٰ کا ہر تصرف خیر ہے گو کسی خاص کے ضرر کے اعتبار سے اس کے حق میں خلاف خیر ہو اور مصداق اس موجب انبساط وموجب انقباض کا حق وباطل ہے کہ حق کا سبب راحت ہونا اور باطل کا سبب کلفت ہونا ظاہر ہے خلاصہ یہ ہوا کہ قابض کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہوجاتے ہیں کہ حق بصورت باطل نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منقبض اور معرض ہوجاتا ہے اور باسط کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہوجاتے ہیں کہ باطل بصورت حق نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منبسط ومرتبط ہوجاتا ہے یہ حاصل ہوا ان دونوں شعروں کا اور تخصیص ان دو اسماء کی ذکر کے ساتھ تمثیلاً ہے اور نکتہ ترجیح کا یہ ہوسکتا ہے کہ ان کی تجلی محل تنبہ ہے تا کہ حق وباطل میں تمیز کی کوشش کرے کہ اس تمیز کے اسباب بھی اختیار میں دیئے ہیں اور ان آثار مذکورہ کا محل اصل میں قلب ہے مگر چشم کے ذکر میں عجب نہیں اس طرف اشارہ ہو کہ اکثر اس غلطی کا سبب اولاً ادراک حسی ہوتا ہے چنانچہ حواس کو جواسیس قلب کہا جاتا ہے مثلاً کسی چیز کو دیکھ کر یا کسی بات کو سن کر شہوت یا غضب کا غلبہ ہوا اور اس سے عقل مغلوب ہو کر غلطی میں مبتلا ہوگئی اور یہ دونوں شعر تمام نسخوں میں مقدم ومؤخر تھے مگر میرے قلب پر بے ساختہ بے حد تقاضا معلوم ہوا کہ شعر قبض وبسط الخ کو مقدم لکھوں اور گہ چو کابو سے الخ کو مؤخر جس کی وجہ یہ ہے کہ تقریر مطلب اسی طرح آسان معلوم ہوئی اور اگر نسخوں کی ترتیب پر رکھا جاوے تو اس صورت میں نماید کا فاعل ضمیر مستتر راجع الی الحق ماننے سے یہ اقرب الی سیاق ہے کہ قبض وبسط مذکور مؤخراً کو مانا جاوے اور مصرعہ دمبدم بطور خلاصہ کے ہوجاوے گا اور اوپر جس تصرف کا بیان ہے اس کے وقوع پر ایک تفریع بطور اس کی تائید کے کرتے ہیں کہ) اسی سبب سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی (کہ اے اللہ) آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلایئے (اشارہ ہے **دعائے اللھم ارنا الاشیاء کما ھی** کی طرف جس کے الفاظ حدیث میں میری نظر سے نہیں گزرے لیکن مضمون اس کا بہت حدیثوں میں وارد ہے مثلاً **اھدنی ولاتضلنی** کا یہی حاصل ہے آگے حضور کی اس دعا کی غایت ہے یعنی اے اللہ یہ دعا اس لئے کرتا ہوں کہ) تا کہ انجام کار میں جب آپ (حیات کا) ورق الٹیں (یعنی حیات متبدل بہ وفات ہو جو وقت ہے انکشاف حقائق کا اور اس وقت حق و باطل میں تمیز ہو سو اس وقت) میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں (اس لئے اسی وقت مجھ کو حفاظت میں رکھئے کہ التباس موجب للقلق سے بچا رہا ہوں فی چراغ ہدایت ورق گشتن دگرگوں شدن حال اھ **قلت ویوخذمن ھذا ان ورق**

گردانیدن دگرگوں کردن حال اور چونکہ ظاہراً اس مضمون بالا سے غلط بینی و غلط اندازی کا مطلقاً مضر ہونا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ بعض افراد اس کے نافع بھی ہیں جیسے عماد الملک نے اس گھوڑے کی غلط مذمت کر کے غلط اندازی کی اور وہ سبب ہوگئی بادشاہ کے معصیت سے بچنے کا اس لئے آگے بطور استدراک کے اس کا استثنا کرتے ہیں اور من وجہ اس میں لطافت کے ساتھ رجوع بھی ہوگیا قصہ کی طرف باعتبار بحث کے اس کے ایک جزو سے یعنی ہر تلبیس قابل استعاذہ نہیں بلکہ بعض تلبیس مطلوب بھی ہے چنانچہ) جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی (یعنی الہام سے سو) یہ حیلہ محمود ہوتا ہے (کما قال تعالیٰ کذلک کدنالیوسف اب اس سے متبع نفس سے احتمال تھا کہ وہ تمام حیل کو محمود ہی سمجھنے لگے جیسے بعض نے حیل باطلہ کا نام حیل شرعیہ رکھا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ گو بعض حیل محمود بھی ہوتے ہیں) لیکن تو (حیلہ) مذموم کو (حیلہ) محمود سے متمیز کرنے والا رہ (جس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کوئی مصلحت شرعیہ فوت نہ ہو وہ جائز ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ حاصل ہوتی ہو وہ محمود ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ ضائع ہوتی ہو وہ مذموم اور باطل ہے مثال الجائز قولہ علیہ السلام لبلال بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم مثال المحمود صنع عماد الملک مثال المذموم حیلۃ اسقاط الزکوٰۃ او حیلۃ اکل الرباء اور چونکہ امثال حیلہ عماد الملک کے اختیار کرنے میں ممکن تھا کسی کو اپنی ذہانت و فطانت پر ناز و عجب ہو جاتا اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) تدبیر حق ان سب حیل کا سرچشمہ ہے (کما قال تعالیٰ واللہ خیر الماکرین اور) قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے (پس یہ ذکاوت اور زیرکی تمہاری خانہ زاد بھی نہیں بلکہ مستعار اور مستفاد ہے حضرت حق سے اور پھر اس کے القاء و افادہ میں وہ مضطر بھی نہیں ان کی قدرت و اختیار میں ہے پھر تمہارا عجب عجب ہے پھر یہ بھی ناز نہ کرنا کہ القاء کے قبل قبل تو ہم کو عجب نامناسب تھا کہ شاید القاء نہ ہوتا لیکن القاء کے بعد تو وہ ہماری صفت بن گیا اور افادہ سے مستغنی ہوگئے سو یہ ناز نہ کرنا اس لئے کہ) جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے وہ (تیرے) ٹاٹ (پالان میں آگ لگانا بھی جانتی ہے (یعنی تیرے ذخیرہ علم حاصل کو معدوم بھی کر سکتی ہے کما قال تعالیٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لاتجدلک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک الایہ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ وہ قادر مطلق ہیں پھر بھی عجب و استغناء کی کہاں گنجائش رہی آگے تتمیم ہے قصہ محتسب و قرضدار کی جو عشر سابع میں شروع ہوا تھا۔

رجوع کردن بقصۂ آں پائمردو آں غریب وامدار و باز گشتن ایشاں از سر گور خواجہ و خواب دیدن پائمرد خواجۂ محتسب را

مددگار اور اس قرضدار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور ان کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت	چوں غریب از گور خواجہ بازگشت
بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت	جب غریب الوطن خواجہ کی قبر سے واپس ہوا
پایمردش سوی خانہ خویش برد	مہر صد دینار را با او سپرد
تو پایمرد اس کو اپنے گھر لے گیا	مہر سو دینار کی اس کو سپرد کر دی

لوتش آورد و حکایتہاش گفت	کز امید اندر دلش صد گل شگفت
تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی حکایات بیان کیں	کہ اس کے دل میں امید کے صدہا گل شگفتہ ہو گئے
آنچہ بعد العسر یسر او دیدہ بود	با غریب از قصہٴ آں لب کشود
اس نے جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی	اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا
نیم شب بگذشت افسانہ کناں	خواب شاں انداخت تا مرعائ جاں
قصہ کہانی کہتے ہوئے آدھی رات گزر گئی	خواب نے ان کو چراگاہ ارواح کی طرف جا ڈالا
دید پا مرد آں ہمایوں خواجہ را	اندراں شب خواب در صدر سرا
پامرد نے اس مبارک خواجہ کو	اس شب میں خواب میں مکان کے صد میں دیکھا
خواجہ گفت اے پایمرد با نمک	آنچہ گفتے من شنیدم یک بیک
خواجہ نے کہا کہ اے پامرد با نمک	وہ غریب الوطن جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کر کے سب سنا
لیک پاسخ دادنم فرماں نبود	بے اشارت لب نیارستم کشود
لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا	بدوں اشارہ کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا
ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند	مہر بر لبہای ما بنہادہ اند
ہم چونکہ واقف ہو گئے ہیں کیفیت و کمیت سے	ہمارے لبوں پر مہر رکھ دی ہے
تا نگردد رازہائے غیب فاش	تا نگردد منہدم عیش و معاش
تاکہ اسرار غیب فاش نہ ہو جاویں	تاکہ انتظام معاش منہدم نہ ہو جاوے
تا ندرد پردہٴ غفلت تمام	تا نماند دیگ محنت نیم خام
تاکہ پردہٴ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہو جاوے	تاکہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جاوے
تا نگردد ہیچکس واقف بداں	تا نسوزد پردہٴ دعویٰ وراں
تاکہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو	تاکہ اہل دعوے کا پردہ نہ جل جاوے
تا نیفتد از طبق سرپوش غیب	می نبیند دیدنی را عین ریب
اس مصلحت سے کہ طبق سے حجاب غیب زائل نہ ہو جاوے	قابل دید چیز کو چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے
ما ہمہ گوشیم گر شد نقش گوش	ما ہمہ نطقیم لیکن لب خموش
ہم سراپا گوش ہیں اگر نقش گوش جاتا رہا ہے	ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں

ماہمہ عینیم گر شد نقش عین	بل ہمہ عینیم مابے میغ و غین
ہم سراپا چشم ہیں اگر نقش چشم جاتا رہا ہے	بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابر و غبار کے
غرق دریائیم گرچہ قطرہ ایم	جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم
ہم غرق دریا ہیں اگرچہ قطرہ ہیں	ہم تمامی شمس ہیں اگرچہ ذرہ ہیں
بے حجاب دردگل آبیم صاف	در جہان جاوداں گشتہ معاف
ہم بلا حجاب درد گل کے آب صاف ہیں	عالم جاودانی میں معاف ہو گئے
ہرچہ مادادیم دیدیم ایں زماں	اینجہاں پردست وعین ست آنجہاں
ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ لیا	کہ وہ جہاں پردہ ہے اور یہ جہاں ظاہر ہے
روز کشتن روز پنہاں کردن ست	تخم درخاکے پریشاں کردن ست
بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے	تخم کو خاک میں بکھیر دینا ہے
وقت بدرودن گہہ منجل زدن	روز پاداش آمد و پیدا شدن
کاٹنے کا وقت درانتی لگانے کا	وقت پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے

(نہایت بمعنی ختم یعنی) بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت (قرضدار کی بیچ میں اور اور مضمون آگئے اب اس کو ختم کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ) جب (وہ) غریب الوطن (الخ اور بعض نسخوں میں بجائے آن کے ایں خوش سرگذشت ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ مضمون لطیف عجائب تصرفات الٰہیہ کا جو متصل اشعار بالا میں مذکور ہوا ہے بے نہایت ہے احاطہ میں نہیں آ سکتا اس لئے قصہ اس غریب کا پورا کرو کہ جب وہ غریب الوطن) خواجہ (محتسب) کی قبر سے (بہت سا دردو غم ظاہر کر کے) واپس ہوا تو (وہ) پایمرد اس کو اپنے گھر لے گیا (اور) مہر سو دینار کی (مراد محفوظ کیسہ مشابہ مہر زدہ) اس کو سپرد کر دی (جو اس نے چندہ کیا تھا اور حکایت خوارزم شاہ کے قبل جو وامدار کا یہ قول بخطاب محتسب آیا ہے ہست صد دینار ازیں توزیع وبس وہ مستلزم اس کو نہیں کہ اس کے قبضہ میں آ گیا تھا اس قول کے لئے تو اس کا علم بھی کافی ہے سو علم چندہ کا اس کو بھی تھا اور دینار دے کر) تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی (ایسی) حکایات بیان کیں کہ (ان کو سن کر) اس کے دل میں امید کے صدہا گل شگفتہ ہو گئے (اور اس کی یہی غرض تھی ان حکایات کے بیان کرنے سے جس سے اس کی ناامیدی کم ہو چنانچہ آگے ان حکایات کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ وہ کس قسم کی حکایات تھیں یعنی) اس (پایمرد) نے (اپنی عمر میں) جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی (جو اکثر شخصوں کو پیش آتی ہے کہ مصیبت کے بعد راحت بھی ہو جاتی ہے) اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا (اور اسی طرح) قصہ کہانی کہتے ہوئے آدھی رات گزر گئی (اور پھر) خواب نے ان کو چراگاہ ارواح (یعنی عالم ارواح) کی طرف جا ڈالا (یعنی خواب سبب ہو گیا ان کی ارواح کے متوجہ ہو جانے کا اس عالم کی طرف جیسا کہ خواب کا خاصہ ہے کہ اس سے روح ملا اسفل سے ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور) پایمرد نے اس

مبارک خواجہ (یعنی محتسب) کو اس شب میں خواب میں (اپنے یا اس کے) مکان کے صدر (مقام) میں دیکھا (اور خواب میں) خواجہ (محتسب) نے کہا کہ اے پایمرد بانمک (ملیح الافعال) وہ غریب الوطن (میری قبر پر) جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کر کے سب سنا (اور بعض نے میگفتی میں یائے معروف خطاب کی سمجھی ہے تو تقدیر عبارت کی یہ ہوگی کہ اے پامرد آں غریب را از من بگو کہ انچہ میگفتی الخ اور ہر حال میں یہ سماع موتی کی دلیل ہے اور گو قصہ دلیل محتج بہ نہیں لیکن دوسرے حجج صحیحہ بھی اس باب میں وارد ہیں مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور کلام کی جانبین کو گنجائش ہے غرض اس نے کہا کہ میں سنتا تو تھا) لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا (اور) بدوں اشارہ (غیبی یعنی بدوں اجازت) کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا (مطلب یہ کہ جواب موقوف تھا اذن پر اور موقوف علیہ منتفی تھا اس لئے موقوف بھی منتفی رہا آگے حکمت بیان کی جاتی ہے اذن نہ ہونے کی وہ یہ کہ) ہم چونکہ واقف ہو گئے ہیں (عالم غیب کی) کیفیت وکمیت (یعنی احوال خاصہ) سے (اس لئے) ہمارے لبوں پر (قضا وقدر نے) مہر رکھ دی ہے تا کہ اسرار (خاصہ) غیب فاش نہ ہو جاویں تا کہ (ان اسرار کے فاش ہونے سے) انتظام معاش منہدم (ومختل) نہ ہو جاوے (اور انہدام انتظام معاش ہیں ظہور اسرار کے دخل کی وجہ آگے آتی ہے یعنی) تا کہ پردۂ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہو جاوے (یعنی ظہور ومشاہدہ اسرار سے غفلت کا بالکلیہ ارتفاع ہو جاوے گا اور امور معاشیہ کا مبنی تحقق ہے من وجہ غفلت کا کما قال مولانا فی بعض المواضع استن ایں عالم اے جان غفلت ست اس لئے اس مشاہدہ سے معاش کا انتظام مختل ہو جاوے گا۔ حدیث میں بھی وارد ہے جس سے اس کی لم بھی مفہوم ہوتی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبیکیتم کثیرا وماتلذذتم بالنساء علی الفرش ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ و فی الحاشیۃ عن الجمع الصغیر قال صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ماانتم ملاقوہ بعد الموت ماا کلتم طعاما علی شھوۃ ابدا ولادخلتم بیتا تستظلون بہ ولمررتم الی الصعدات تکدمون صدورکم و تبکون علی انفسکم رواہ ابن عساکر عن ابی الدرداءؓ کذافی المنھج القویٰ اھ واللم ھو غلبۃ الھیبۃ من الھیئۃ الحاضرۃ و کونہ مفھوما من الحدیث ظاھر اور یہ رفع غفلت ایک تو سبب ہوتا اختلال معاش کا کما ذکر اور دوسرے سبب ہوتا حکمۃ ابتلاء کے تعطل کا کما سیاتی یعنی) تا کہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جاوے (کیونکہ جب حق تعالیٰ نے غفلت پیدا فرمائی ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں لان فعل الحکیم لایخلوعن الحکمۃ وہ سب معطل ہو جاتیں اور بزرگوں کے کلام میں بعض حکمتوں کی تعیین بھی ہے مثلاً زمادمت اجر مجاہدہ لاہل الایمان اور استدراج لاہل الطغیان جن کا حاصل اخیر میں ظہور اسماء الٰہیہ ہے باقی یہ کہ پھر اس ظہور میں کیا حکمت ہے یہ سوال بیکار ہے کیونکہ ان سوالات کا تو کہیں سلسلہ ہی قطع نہ ہوگا اخیر میں جو کہنا پڑے گا وہ اسی جگہ کہہ لیا جاوے یعنی لایسئل عما یفعل وھم یسئلون اور اس کا مقتضا بیشک یہ تھا کہ اول ہی سے ایک حکمت کا بھی بیان نہ کیا جاتا مگر نفوس ضعیفہ کو من وجہ حکمت معلوم ہونے سے قدرے تسلی ہو جاتی ہے باقی زیادہ کاوش کرنے سے پھر خود وہ تسلی بھی زائل ہو جاتی ہے پس مصلحت تسلی دونوں امر کو مقتضی ہوئی بیان من وجہ کو اور عدم کاوش کو اور نیز ظہور اسرار سے جس طرح غفلت رفع ہو جاتی ہے جس پر دو اثر مرتب ہوتے خلل معاش و بطلان حکمت کما ذکر اسی طرح ظہور اسرار سبب ہو جاتا اطلاع عام کا اور وہ سبب ہو جاتا تفضیح مدعین کا شعر آئندہ میں اس کا ذکر ہے یعنی ظہور اسرار اس لئے بھی

نہیں کیا گی) تا کہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو (قرینہ مقام سے یہاں مراد یہ ہے کہ سب واقف نہ ہوں یعنی نفی العموم ہے نہ کہ عموم النفی کیونکہ انبیاء علیہم السلام میں یہ عموم النفی منقوض ہوتی ہے کما ذکر فی الحدیث الماوانفاً لوتعلمونمااعلم حیث اثبت لنفسه العلم اور ایسی ترکیب دونوں معنوں میں مستعمل ہوتی ہے مثال نفی العموم قوله تعالیٰ عند البعض لاتدرکه الابصار ومثال عموم النفی قولہ تعالیٰ عند الجمیع وماالله یرید ظلماللعباد اور یہ اطلاع عام اس لئے پسند نہیں کی گئی) تا کہ اہل دعویٰ کا پردہ نہ جل جاوے (اور ان کی رسوائی نہ ہو جاوے کہ حق تعالیٰ کو عالم امتحان میں ستاری عیوب کی بھی مقصود ہے تو جب معلوم ہو جاتا کہ فلانا دوزخی ہے مردود ہے اس کا سب دعویٰ صلاح وتقدس کا خاک میں مل جاتا بخلاف اس صورت کے کہ اطلاع عام نہیں ہے صرف اہل وحی کو اطلاع ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت لوگوں کے کفر ابدی پر مطلع کر دیا گیا تھا کہ آپ خود متخلق باخلاق اللہ ہیں آپ نے ان کی تفضیح عام نہیں فرمائی گو خاص کو بتلا دیا جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا تو یہ ستاری کے خلاف نہیں اور عوام ایسی ستاری کب کرتے اور جس طرح اطلاع عام سبب ہو جاتا تفضیح مدعین کا کماذکر اسی طرح یہ اطلاع عام سبب ہو جاتا عالم غیب کے عالم شہادت بن جانے کا شعر آئندہ میں جس کا ذکر ہے اور اس شعر کا مصرعہ اولیٰ رتبۃً موخر اور مصرعہ ثانیہ مقدم ہے کمایظہر من ترجمتی یعنی) اس مصلحت سے کہ طبق (اسرار) سے حجاب غیب زائل نہ ہو جاوے قابل دید چیز کو (جو کہ عالم غیب میں ہے) چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے (مطلب یہ کہ گو وہ چیزیں صالح للرویۃ ہیں کمااشارالیہ بقولہ دیدنی یعنی مانع للرویہ ان اشیاء کی ذات نہیں لیکن چشم عوام سے جن میں اکثر اہل ریب ہوتے ہیں وبهذه المناسبة ارید باهل الریب العوام وان لم یکن فی بعضهم ریب وہ مخفی رکھی گئیں کہ پھر عالم غیب عالم غیب نہ رہے گا وقد دل علی هذا قوله تانیفتد اور حق تعالیٰ کو دونوں عالم کا ممتاز رکھنا بھی مقصود ہے ورنہ استخلاف کے لئے ارض تجویز نہ فرمائی جاتی اور خواص کی اطلاع سے یہ امر لازم نہیں آتا جیسا ابھی تفضیح کے مضمون میں اس کی تقریر کی گئی ہے اور شعر ماچو واقف سے شعر تانیفتد تک میں عدم تکلم اموات کی جو غایات وحکم مرتبہ ومسببہ بعضہا من بعض مذکور ہیں ان کا حاصل اجمالی جس کی تفصیل بضمن شرح کافی طور سے ہو چکی ہے یہ ہے کہ تکلم سبب ہو جاتا ظہور اسرار کا اور ظہور اسرار سبب ہوتا دوامر کا رفع غفلت واطلاع عام پھر رفع غفلت واطلاع عام دو دو امر کے سبب ہوتے رفع غفلت تو خلل معاش وبطلان حکمت کا اور اطلاع عام تفضیح مدعین واستحالہ عالم شہادت بعالم غیب کا ولله الحمد علی ماافهمنی اور اگر شبہ ہو کہ اگر موتی کو تکلم کا اسی قدر اذن ہوتا جتنا مثلاً محتسب نے خواب میں کہہ دیا تو اسرار غیب ظاہر نہ ہوتے اور اگر اس کو بھی سر غیب کہا جاوے تو وہ اب بھی ظاہر ہو گیا خواب میں سہی جواب میں کہا جاوے گا کہ یہ تو سر غیب نہیں ہے اپنے ایک دنیوی مال کا ایک دنیوی موقع بتلایا ہے مگر اذن تکلم سے مراد تکلم معتاد کتکلم الاحیاء کا اذن ہے سو وہ مخصوص نہ ہوتا اتنے ہی کلام کے ساتھ اور غیر معتاد تو بطور خرق عادت کے اب بھی کبھی واقع ہو جاتا ہے کما فی حکایات کثیرة نقل فیها کلام الموتی من الابرار بالفرح والسرور او بعض الفجار بالویل والثبور مطلب یہ کہ چونکہ کلام معتاد کا اذن نہیں ہے للمصالح المفصلة المذکورة اس لئے اتنے کلام پر بھی اس طرح مجھ کو قدرت نہیں ہے پس شبہ دفع ہو گیا اور اگر دوسرا شبہ ہو کہ بعض اموات نے منام میں بعض اسرار غیب بھی بتلا دیئے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو خواب حجت نہیں اس لئے وہ اظہار کی فرد متیقن نہیں دوسرے یہ طریق عام نہیں نہ باعتبار مطلعین کے نہ باعتبار اسرار مطلع

علیہا کے سو اس کو اظہار اسرار غیب نہ کہیں گے جیسا ابھی مضمون تفضیح واستحالہ عالم غیب کے متعلق اس کا بیان ہو چکا ہے آگے بلسان محتسب مضمون سماع موتی مذکور فی قولہ الماء من شنیدم یک بیک و مضمون کلام واطلاع موتی فی عالم الغیب مذکور فی قولہ ماچو واقف گشتہ ایم کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ) ہم سراپا گوش ہیں اگر (ظاہری) نقش گوش جاتا رہا ہے (اور) ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں (ہمہ گوش ہونا تو دونوں عالم کے اعتبار سے مراد ہے عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کیونکہ وہ گوش غیبی ہے اور عالم شہادت کے اعتبار سے اسی گوش غیبی کے واسطہ سے کسی خاص تعلق کی بناء پر جو کہ مکشوف اور بعض کے قول پر منصوص بھی ہے مگر **بالنص الظني دلالتها على عموم الموتى والازمان بقيد قرب المكان لامن البعيد كزعم اهل البطلان** اور ہمہ نطق ہونا محض عالم غیب کے اعتبار سے کہ وہاں اموات کا باہم تکلم نصوص کثیرہ میں وارد ہے من الآیات والروایت اور عالم شہادت کے اعتبار سے نہیں جیسا اوپر مصرح ہے پاسخ دادنم فرمان نبود اور اسی لئے اس سے استدراک بھی کیا بقولہ لیکن لب خموش یعنی خاموش باعتبار عالم شہادت اور ہمہ گوش میں استدراک نہیں کیا گیا یہ تو سمع وتکلم میں گفتگو تھی آگے ابصار کا مضمون ہے کہ) ہم سراپا چشم ہیں اگر (ظاہری) نقش چشم جاتا رہا ہے (یہ چشم ہونا عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے باقی عالم شہادت کے اعتبار سے سو بعض اکابر کے کلام سے اس کا بھی تحقق مفہوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ کا بعد دفن عمرؓ کے اس مقام پر اپنے نہ جانے کو معلل بعلت حیاء من عمرؓ فرمانا بقول ان بعض کے دال اسی پر ہے کہ موتی کو مثل سماع کے ابصار بھی حاصل ہے واللہ اعلم آگے ترقی کرتے ہیں ثبوت قوۃ مدرکہ کالسمع والبصر المذکورین وقوت فاعلہ کالنطق للاموات میں یعنی صرف سمع وبصر ونطق ہی پر انحصار نہیں ہے) بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابر وغبار کے (فی المنتخب غین تیرگی اھ مطلب یہ کہ ہماری روح کا نور ادراک آفتاب کی طرح قوی ہے جس کو کوئی حجاب ساتر نہیں اور مراد ان ہی مدرکات کی تعلق کی قید سے ہے جو اس کے مناسب ہیں پس یہ ضرور نہیں کہ تمام اموات کو دوسرے اموات کے تمام مدرکات بھی منکشف ہوں اور اس میں قوت مدرکہ کی ترقی مذکور ہوئی اور قوۃ فاعلہ کی ترقی آگے آتی ہے ہر چہ ما دادیم دیدیم جیسا وہاں دیدیم کی تفسیر سے معلوم ہوگا اور شعر مذکور میں تو مدرکات ظاہرہ حسیہ کے ادراک اقوی ہونے کا مضمون تھا چونکہ ایک قسم ادراک کی باطنی مثل ذوق ووجدان بھی ہے بلکہ یہ اول سے زیادہ مقصود ہے کہ وہ اول اس ثانی ہی کے آلات میں سے ہے خصوص اگر اس کا تعلق حقائق ومعارف کے ساتھ ہو کہ اہل معرفت کی بڑی دولت تو یہی ذوق ووجدان ہے کہ الذالنعم ہے اس لئے آگے اموات مقبولین کے لئے اس ادراک کے بھی اقوی ہونے کا مضمون فرماتے ہیں کہ) ہم غرق دریا (بے قرب ہیں اگر چہ (خود) قطرہ ہیں (اور) ہم (باعتبار اسی قرب کے گویا کہ) تمامی شمس ہیں اگر چہ (خود) ذرہ ہیں (جملگی شمسیم کی توجیہ لفظی اتحاد اصطلاحی سے سمجھنا چاہئے پس ہم کو یہ ادراک ذوقی بھی بوجہ اکمل میسر ہے اور اس میں ذکر تھا اس ذوق کا جو قرب حق سے نصیب ہوا ہے آگے ایک دوسرے ذوق کا ذکر ہے جو صفاء عن کدورات المعاصی وامن عن ثمرات المعاصی من البعد والطرد سے میسر ہو جیسا مقبولین کو اس عالم میں ہوتا ہے اور یہ متمم ہے ذوق اول کا کیونکہ اگر قرب کے ساتھ یہ صفا وامن نہ ہو تو لذت قرب کامل نہ ہو یعنی) ہم بلا حجاب درد گل کے آب صاف ہیں (یعنی دواعی معصیت سے اس طرح صاف ہو گئے اور) عالم جاودانی میں معاف ہو گئے (مصرعہ اولیٰ میں صفاء کا اور مصرعہ ثانیہ میں امن کا مضمون ہے یہاں تک ادراکات کا اقوی ہونا مذکور ہوا آگے قوت فاعلہ کے اقوی ہونے کا بیان ہے یعنی) ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ

لیا (یعنی اس کی جزا پالی اور وہ جزا یہ ہے کلوا شربوا هنیئابما کنتم تعملون و نحوہ اور اکل وشرب کا تعلق قوی فاعلہ سے ظاہر ہے اور قرب الٰہی مذکور فی السابق وہ زیادت علی الجزاء ہے قال للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ کما فسربه فی الحدیث پس شعر سابق کی دلالت جزاء پر قصداً نہیں گولزوماً ہو لان من لوازم القرب ھذا الجزاء ایضاً آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ دنیا کا دیا ہوا دنیا میں نہ ملا یہاں ملا یعنی یہ اس لئے ہے) کہ وہ جہاں (یعنی دنیا اعمال کا) پردہ ہے اور یہ جہان (یعنی عالم غیب باعتباران اعمال کے) ظاہر ہے (فی المنتخب فی معانی العین حاضر از ہر چیز اھ مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دارالابتلاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ اعمال کا ثمرہ ظاہر اُوہاں نہ ملے ورنہ مصلحت ابتلاء فوت ہو جاوے گی جیسا کہ ظاہر ہے اور عالم غیب دارالجزاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ یہاں مل جایا کرے ورنہ دارالجزاء نہ رہے گا دنیا میں ثمرات ظاہر نہ ہونے کے اعتبار سے اس کو پردہ کہا کہ ساتر ہوتا ہے کیونکہ اعمال تو اعراض منقضیہ ہیں اگر ثمرہ ملتا تو وہ اعمال حکماً مرئی رہتے جب یہ نہیں تو خود وہ عالم اعمال کا بھی ساتر ہو گیا اور عالم غیب میں ثمرات ظاہر ہونے سے اس کو ظاہر کہا یعنی وہ اعمال اس میں ظاہر ہوں گے بواسطۂ ظہور الجزاء اور چونکہ یہ مضمون بلسان اموات ہے اور اموات سے عالم غیب قریب ہے اور دنیا بعید ہوگئی اس لئے دنیا میں اسم اشارہ بعید اور عالم غیب میں اسم اشارہ قریب لایا گیا آگے مولانا دنیا کے ساتر اعمال اور آخرت کے کاشف ثمرات ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ دیکھو) بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے (اور بونا) تخم کو خاک میں بکھیر دینا (اور زیر خاک دفن کر دینا) ہے (اور) کاٹنے کا وقت (یعنی درانتی لگانے کا وقت (وہ) پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے (اور یہ قاعدہ مستمرہ ہے پس اسی طرح دنیا مزرعۃ الآخرت ہے اعمال بونے کے وقت مستور ہو جاویں گے اور آخرت وقت الحصاد ہے اس وقت وہ ظاہر ہو جاویں گے)۔

گفتن خواجہ در خواب بآں پائمرد وجوہ وام آں دوست را کہ آمدہ بود و نشان دادن جای دفن آں سیم را و پیغام کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و ہیچ بازنگیرند اگر چہ قبول نہ کند یا بعضے ہمانجا بگذارد یا بہر کہ خواہد بدہد کہ من با خدا نذر کردہ ام کہ از اں سیم بمن و متعلقان من حبہ باز نگرد

خواجہ کا خواب میں اس مددگار سے اس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اس کو بہت نہ سمجھیں اور اس میں سے کچھ نہ لیں اگر چہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے یا وہ جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اس چاندی میں سے میں اور میرے متعلقین ایک حبہ واپس نہ لیں گے۔

بشنو اکنوں داد مہمان جدید	من ہمی دیدم کہ او خواہد رسید
اب مہمان جدید کا راز سن	میں سمجھتا تھا کہ وہ پہنچے گا
من شنیدہ بودم از وامش خبر	بستہ بہر او دو سہ پارہ گہر
میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی	اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے

کہ وفای وام او ہست آن وبیش	تا کہ ضیفم را نگردد سینہ ریش
کہ وہ اس کے وفا قرضہ کے لئے کافی اور زیادہ تھے	تا کہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جائے
وام دارد از ذہب او نہ ہزار	وام را از بعض ایں گو واگذار
وہ نو ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے	اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے
فضلہ ماند زیں بسے گو خرچ کن	در دعا گوئی مرا ہم درج کن
اس میں بہت سا باقی رہے گا کہہ دے کہ خرچ کر	دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر
خواستم تا آں بدست خود دہم	در فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں	فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے
خود اجل مہلت ندادم تا کہ من	خفیہ بسپارم بدو درعدن
خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تا کہ میں	خفیہ اس کو یہ درعدن دے دیتا
لعل و یاقوت ست بہر وام او	درخنورے و نوشتہ نام او
اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت	ایک ظرف میں ہیں اور اس کا نام لکھا ہوا ہے
در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام	من غم آں یار پیشیں خوردہ ام
فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے	میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے
قیمت آں راند اند جز ملوک	فاجتھد بالبیع ان لا یخدعوک
اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا	سو بیع میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں
در بیوع آں کن تو از خوف غرار	کہ رسول آموخت سہ روز اختیار
تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ کر	جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے تین روز کے خیار کا
از کساد آں مترس و در میفت	کہ رواج آں نخواہد ہیچ خفت
اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور مت پڑنا	کیونکہ اس کا چلن ہرگز سست نہ ہو گا
وارثانم را سلام من بگو	ویں وصیت را بگوہم موبمو
میرے وارثوں کو میرا سلام کہنا	اور اس وصیت کو بھی موبمو کہہ دینا
تاز بسیاری آں زر نشکہند	بے گرانی پیش آں مہماں نہند
تا کہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں	بدوں گرانی کے اس مہمان کے آگے رکھ دیں

ور بگوید او نخواہم ایں فره	گو بیگرو ہر کرا خواہی بده
اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا	تو کہو کہ لے لے اور جس کو چاہے دے دے
زانچه دادم باز نستانم نقیر	سوی پستاں باز ناید ہیچ شیر
میں جو کچھ دے چکا ہوں اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا	پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا
گشته باشد ہمچو سگ قے راا کول	مسترد نخله برقول رسولؐ
ہبہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد	کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے
ور ببندد در نباید آں زرش	تا بریزند آں عطار ابر درش
اور اگر وہ دروازہ بند کرلے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ رہے	تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں
ہر کہ آنجا بگذرد زر می برد	نیست ہدیہ مخلصاں را مسترد
جو شخص اس جگہ گزرے وہ زر لے جا رہا ہے	مخلصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی
بہر او بنہاده ام آں از دو سال	کرده ام من نذرہا باذوالجلال
میں نے اس کے لئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے	میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں
ور روادارند چیزے زاں ستد	بیست چنداں خود زیاں شاں اوفتد
اور اگر وہ لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روا رکھیں گے	تو بیس حصہ زائد خود ان کو زیاں واقع ہو جائے گا
گر روانم را پژو لانند زود	صد در محنت بر ایشاں بر کشود
اگر وہ میری روح کو پریشان کریں گے تو فوراً ہی	ان پر صدہا ابواب کلفت کے کشادہ ہو گئے
از خدا امید دارم من لبق	کہ رساند حق را با مستحق
خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں	کہ حق صاحب حق کو پہنچا دے گا
دو قضیه دیگر او را شرح داد	لب بذکر آں نخواہم برکشاد
اس نے اس سے دو معاملے اور ظاہر کئے	میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا
تابماند دو قضیه سر و راز	ہم نگردد مثنوی چندیں دراز
تاکہ دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں	نیز مثنوی اس قدر دراز نہ ہو جاوے
بر جہید از خواب انگشتک زناں	گہ غزل گویان و گہ نوحہ کناں
وہ نیند سے چٹکیاں بجاتا ہوا اٹھا	کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

گفت مہماں در چہ سودا ہاستی	پایمرد دامست و خوش برخاستی
مہمان نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے	اے پایمرد تو مست اور خوش اٹھا ہے
تا چہ دیدی خواب دوش اے بوالعلا	کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا
آخر تو نے خواب میں گذشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو	کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سماتا
خواب دیدہ پیل تو ہندوستاں	کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں
تیرے فیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے	جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا
گفت سودا ناک خوابے دیدہ ام	دردل خود آفتابے دیدہ ام
اس نے کہا کہ میں نے ایک پرمستی خواب دیکھا ہے	اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے
خواجہ را دیدم بخواب اے بوالعلا	آں سپردہ جاں برائے کبریا
میں نے اے صاحب علو خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے کبریا کو
خواب دیدم خواجۂ بیدار را	آں سپردہ جاں پئے دیدار را
میں نے خواب میں خواجہ بیدار کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے دیدار کو
خواب دیدم خواجۂ معطی المنیٰ	واحد کالالف از امر خدا
میں نے خواب میں خواجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے	جو تنہا بمنزلہ ہزار کے تھا حکم خدا سے
مست و بیخود ایں چنیں بری شمرد	تا کہ مستی عقل و ہوشش را ببرد
مست اور بے خود ہوا ہوا اسی طرح شمار کر رہا تھا	یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا
درمیان خانہ افتاد او دراز	خلق انبہ گرد او آمد فراز
گھر کے درمیان میں لمبا لمبا پڑ گیا	خلق کا اس کے گردا گرد انبوہ فراہم ہو گیا
باخود آمد گفت اے بحر خوشی	اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
آپے میں آیا عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی	اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں
خواب در بنہادۂ بیدارئے	بستۂ در بیدلی دلدارئے
آپ نے خواب کے اندر بیداری رکھی ہے	آپ نے بے دلی کے اندر دلداری کو وابستہ کر رکھا ہے
خواجگی پنہاں کنی در ذل فقر	طوق دولت بستہ اندر غل فقر
خواجگی کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں	آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں

ضد اندر ضد پنہاں مندرج — آتش اندر آب سوزاں مندمج

ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے — گرم پانی کے اندر آتش مندمج ہے

روضہ اندر آتش نمرود درج — دخلہا رویاں شدہ از بذل وخرج

آتش نمرود کے اندر گلزار درج ہے — آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرج سے

تا بگفتہ مصطفٰے شاہ نجاح — السماح یا اولی النعما رباح

یہاں تک کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے — ارشاد فرمایا کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا نفع حاصل کرنا ہے

مانقص مال من الصدقات قط — انما الخیرات نعم المرتبط

مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا — خیرات بہت اچھا رابطہ ہے

جوشش و افزونی زر در زکٰوۃ — عصمت از فحشا و منکر درصلٰوۃ

زر کی جوشش اور افزونی زکٰوۃ میں ہے — فحشا و منکر سے محفوظی صلٰوۃ میں ہے

آں زکٰوتت کیسہ ات را پاسباں — واں صلٰوتت ہم زگرگانت شباں

تیری وہ زکٰوۃ تیرے کیسہ کی پاسبان ہے — اور تیری وہ صلوۃ بھی بھیڑیوں سے شبان ہے

میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ — زندگی جاوداں در زیر مرگ

میوۂ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں — زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے

زبل گشتہ قوت خاک از شیوۂ — زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ

سرگین شیوہ سے خاک کی غذا بنا — اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا

در عدم پنہاں شدہ موجودیئے — در سرشت ساجدے مسجودیئے

عدم میں پنہاں ہو گئی موجودیت — طینت ساجد میں ایک مسجودیت ہے

آہن و سنگ از بروں مظلمے — اندروں نورے و شمع عالمے

آہن و سنگ باہر سے تاریک ہیں — اندر نور اور شمع عالم ہے

درج در خوفے ہزاراں ایمنی — در سواد چشم چنداں روشنی

خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں — سیاہی چشم میں کس قدر روشنی ہے

اندروں گاؤ تن شہزادۂ — گنج در ویرانۂ بنہادۂ

گاؤ تن میں ایک شہزادہ ہے — خزانہ ایک ویرانہ میں رکھا ہوا ہے

گاؤ بیند شاہ نے یعنی بلیس	تا خرے پیرے گریزد زاں نفیس
وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کو نہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے	تاکہ ایک بڈھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے

(تتمہ ہے قصہ کا یعنی محتسب نے خواب میں یہ بھی کہا کہ) اب مہمان جدید کا راز سن میں (قرائن سے زندگی میں) سمجھتا تھا کہ وہ (یہاں) پہنچے گا۔ میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی (اس لئے) اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے کہ وہ اس کے وفاء قرضہ کے لئے کافی اور (بلکہ) زیادہ تھے (اور میں نے اس لئے رکھ دیئے تھے) تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جاوے (اب اس کی حالت یہ ہے کہ) وہ نو ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے (اور) اس میں بہت سا باقی رہے گا (اس کی نسبت) کہہ دے کہ خرچ کر (اور) دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں۔ فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تاکہ میں خفیہ اس کو یہ درعدن دے دیتا (خفیہ دینا بسبب کرم کے تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو) اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت ایک ظرف میں (رکھے) ہیں اور اس کا نام (بھی) لکھا ہوا ہے (فی الغیاث خنو ظرف وکاسہ وآوند مطبخ وبمعنی کندوے غلہ وکندوئے آب آھ اور) فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے (اور) میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے (سرخی میں سیم کہا ہے اور اس کے بعد دوسرے شعر میں گوہر اور یہاں لعل ویاقوت اور آئندہ چھ سات شعر کے بعد زر سو یا تو سب چیزیں ہوں گی یا حسب قول محشی گوہر عام ہو گا لعل و یاقوت کو بھی اھ اور سیم وزر سے مراد مطلق مال ہو جاوے گا خواہ استعارۃً بمشارکت وصف مالیت یا بطور مجاز مرسل کے یہ اشیاء بواسطہ بیع کے سبب ہو سکتی ہیں حصول سیم وزر کے اور وہ لعل و یاقوت قیمتی اس قدر ہیں کہ) اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا سو اس سے کہہ دینا کہ) بیع میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں (اور احتیاط یہ ہے کہ) تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ (طریقہ اختیار) کر جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے (یعنی) تین روز کے خیار کا (اشارہ ہے اس حدیث کی طرف قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اخدع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لاخلابة ولی الخیار ثلثة ایام کذافی الهدایة واخرج الحاکم معناه و فیه فجعل له رسول الله صلی الله علیه وسلم الخیار ثلثٰة ایام و فیه فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم بع و قل لاخلابه و اخرجه الشافعی والبیهقی و ابن ماجه والطبرانی فی الاوسط والکبیر کذافی نصب الرایة لابن حجر ص ۲۷۹ اور) اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور (اس اندیشہ میں) مت پڑنا (یعنی کم قیمت پر بیچ ڈالنے کے لئے اس احتمال سے جلدی مت کرنا کہ شاید پھر اتنے کو بھی نہ بکے) کیونکہ اس کا چلن ہرگز سست نہ ہوگا (یہ سب تو اس مقروض سے کہنا اور) میرے وارثوں کو میرا اسلام کہنا اور اس وصیت کو بھی مو بمو کہہ دینا تاکہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں (کذافی الغیاث فی معنی شکوہیدن اور) بدوں گرانی (خاطر) کے (وہ سب) اس مہمان کے آگے رکھ دیں (ممکن ہے کہ سب ورثہ بالغ ہوں کہ رضامندی سے اس تبرع کو جائز رکھ سکیں یا بالغین اپنے حصہ میں اس رقم کو لگالیں اور گرانی کے اسباب میں سے اس وصیت کے قبول کا قضاءً عدم لزوم بھی ہو سکتا ہے) اور اگر وہ (مہمان) یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا (فی الغیاث فرہ بروزن گرہ بمعنی زیادتی وزیادہ وافزوں اھ) تو (اے ورثہ اس سے) کہو کہ (ہم سے) لے لے اور جس کو چاہے دے دے (فالخطاب فی قولہ گو لکل واحد واحد اور اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ) میں جو کچھ دے چکا ہوں (اور دینے کی نیت اور وصیت بمنزلہ دینے کے ہے) اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا (اور ورثہ کا لینا بجائے

میرے لینے کے ہے فی المنتخب تقیر مغاک وچا بک دانہ خرما اور یہ نہ لینا میرے عزم کے اعتبار سے ایسا لازم ہے جس طرح سے) پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا (نیز یہ امر علاوہ خلاف طبع ہونے کے شرعاً بھی غیر مرضی ہے چنانچہ) ہبہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے (حدیث یہ ہے **العائد فی هبة کالکلب یعود فی قیئه** اور یہ بچا لینا اور نہ دینا گو استرداد ہبہ نہیں مگر اس کے مشابہ ہے اور قبیح کا مشابہ اگر قبیح بھی نہ ہوتا ہم غیر حسن وغیر مرضی ہوگا) اور (اس کو یہ رقم دینے کا یہاں تک اہتمام کرنا چاہئے کہ) اگر وہ (بے لئے اپنے گھر چلا جاوے اور گھر میں جا کر اندر سے) دروازہ بند کرلے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ رہے تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں (تاکہ) جو شخص اس جگہ گزرے وہ (دیکھا جاوے کہ) زر لے جارہا ہے (یہ دو معنی استرداد کے تو جانب معطی میں ہیں کرم اور حدیث **کما ذکر کلاهما** اور ایک مانع آخذ کی جانب ہے وہ یہ کہ) مخلصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی (مسترد مصدر میمی ہے یعنی میں اخلاص سے دیتا ہوں اس لئے نہ لینا مناسب نہیں) میں نے اس کیلئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے (اور) میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں (خواہ معلق کسی کامیابی پر خواہ مطلق کہ اتنا مال اہل حاجت کو دوں گا اس لئے اگر ایک حاجتمند نہ لے دوسرے حاجتمندوں کو بطریق مذکور پہنچا دیا جاوے اور باوجود عدم تعیین فقیر کے نذر میں اس طریق کے اختیار کرنے کا مبنی بقدر امکان رعایت تعیین کی اولویت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا اور یہ نذر اگر بالقلب تھی تب تو بے دیئے مرجانے میں ترک واجب نہیں ہوا اور اگر باللسان تھی تب وصیت بجائے ادا کے ہے اور وصیت بالنطق کے حکم میں وصیت بالکتابت بھی ہے اور شاید زبانی کہنے کا باوجود عزم کے موقع نہ ملا ہو اس لئے ترک واجب کا شبہ نہ ہوگا البتہ ایسی وصیت مکتوبہ بلا شہادت قضاءً حجت نہ ہوگی لیکن دیانۃً جبکہ قلب شہادت دے کہ یہ اسی کا لکھا ہوا ہے اس پر عمل کرنا قواعد سے ضروری معلوم ہوتا ہے گو اس کا جزئیہ نہیں ملا مگر بالغین کو صرف اپنے حصہ میں ضرور ہوگا اور اس تقریر سے شعر تاز بسیاری آن زرالخ کی شرح میں جو عدم لزوم میں قضاء کی قید لگائی ہے اس کی وجہ بھی معلوم ہوگئی) اور اگر وہ (وارث) لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روا رکھیں گے تو (اس بچائے ہوئے مال سے) بیس حصہ زائد خود ان کو زیان واقع ہوجاوے گا (جس صورت میں ان ورثہ کو اس کا قبول کرنا قواعد شرعیہ سے لازم ہوا اس صورت میں تو اس کا ترتب محل اشکال نہیں کہ معاصی سے کبھی بلکہ اکثر دنیا کا خسارہ بھی ہوجاتا ہے اور جس صورت میں اس کا قبول کرنا لازم نہ ہو مثلاً موصی نے کسی اور سے وہ وصیت لکھوادی ہو یا ایسے قلم سے خود لکھا ہو کہ اس کا خط نہ پہچانا جاوے اور قلب شہادت نہ دی کہ اس کا لکھا ہوا یا لکھایا ہوا ہے تو اس صورت میں یہ نہ دینا صرف ایک خواب صالح کی مخالفت ہوگی جو معصیت نہیں پھر اس زیان کا ترتب کیا معنی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ ایسے منام یا الہام کی مخالفت خواہ وہ اپنا منام یا الہام ہو یا دوسرے کا بشرطیکہ مدعی کا صدق شہادت قلب سے معلوم ہو گو بوجہ معصیت نہ ہونے کے ضرر آخرت کا موجب تو نہیں لیکن دنیوی ضرر کا سبب ہوجاتا ہے اور یہاں اسی کا حکم کیا ہے گناہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا فلا اشکال اور شعر آئندہ سے ظاہراً یہی شق عدم لزوم شرعی کی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اس زیان کو روح کے پریشان کرنے پر مرتب کیا ہے نہ کہ ترک واجب پر چنانچہ اس کا مضمون یہ ہے کہ) اگر وہ (وارثین) میری روح کو پریشان کریں گے (فی الحاشیہ پژولانیدن درہم و پریشان کردن اھ) تو (یہ سمجھ لیں کہ گویا) فوراً ہی ان پر صدہا ابواب کلفت کے کشادہ ہوگئے (اور یہ پریشانی روح کی بصورت مخالفت مبنی ہے ثبوت عرض اعمال احیاء علی الاموات پر اس کی روایات شرح الصدور فی تذکرۃ الموتی والقبور میں سیوطیؒ نے نقل کی ہیں اور) خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں کہ حق صاحب حق کو پہنچاوے گا (فی

الغیاث لبق چرب زبان اور اس صفت میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ گو احتیاط و ہوشیاری سے سب احتمالات پر کلام وافی کر رہا ہوں مگر مجھ کو اپنی اس زبان آوری واحاطہ احتمالات وشقوق پر وثوق نہیں ہے جیسا بعض سحر بانوں کو ہوتا ہے بلکہ خدا ہی سے امید رکھتا ہوں اور خواب میں) اس نے اس (پامرد) سے دو معاملے اور ظاہر کئے (مگر) میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا تاکہ (وہ) دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں نیز مثنوی اس قدر دراز نہ ہو جاوے (احقر اس مقام میں سوچ رہا تھا کہ وہ دو مضمون کیا ہوں گے گو سوچنے سے سمجھ میں آنے کی امید نہ تھی مگر دفعۃً قلب پر القا ہوا کہ کوئی ایسے معاملے ہوں گے جن کا تعلق محتسب کے ورثہ سے ہو اور بجز محتسب اور ان اہل معاملہ کے کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اور اس کو ظاہر کرنا اپنی کسی مصلحت ناموس کے خلاف بھی سمجھتے ہوں تو محتسب نے ان مضمونوں کو اس رویا کے صادق ہونے کی علامت کے لئے بیان کیا ہوتا کہ جب ورثہ سے ظاہر کئے جاویں تو ان کو اس خواب میں تزویر وسازش کا احتمال نہ رہے جیسے رومال وغیرہ نشانی کے لئے دے دیتے ہیں اور ان کا دو ہونا یا تو اس لئے ہے کہ زائد نہ ہوں گے یا چونکہ اس میں عملی اثر شہادت کا ہے اس لئے صرف دو پر اکتفا کیا ہو اور ممکن ہے کہ مولانا کے وقت میں ان ورثہ کے بقایا موجود ہوں اور اظہار ان کے لئے مضر ہو اس لئے مولانا نے باوجود کسی خاص سلسلہ سے معلوم ہونے کے ظاہر کرنا جائز نہ سمجھا ہو اور دوسری مصلحت یہ بھی بیان فرمائی کہ مثنوی طویل نہ ہو جاوے اور گو اس سے زیادہ طول نہ ہوتا مگر موضوع مثنوی میں اس کو دخل نہ تھا تو بلاضرورت طول قلیل بھی نازیبا تھا اور لفظ چندیں اسی کی طرف مشیر ہے یعنی اتنی قدر بھی درازی نہ ہو لکونہ خلاف موضوعہ اور احقر کا یہ وارد گو معتد بہ نہیں مگر مجھ کو اس مقام میں ایک گونہ تسلی ہوگئی و فوق کل ذی علم علیم غرض یہ خواب دیکھ کر) وہ نیند سے (غلبہ وجد میں) چٹکیاں بجاتا ہوا اٹھا۔ کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا (غزل مستی فرح زیارت محتسب وامید کامیابی مقروض سے اور نوحہ محتسب کی داغ مفارقت کے تازہ ہو جانے سے) مہمان نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے۔ اے پایمردتو (بہت ہی) مست اور خوش اٹھا ہے آخر تو نے خواب میں (اس) گذشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو کہ تو (اس کے جوش میں) شہر اور جنگل میں نہیں سماتا (وہ شب سب گذر چکی ہو یا اس کا اکثر حصہ اس لئے دوش کہنا صحیح ہوا معلوم ہوتا ہے) تیرے فیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا (فی الحاشیہ این مثل مشہورست کہ چوں پیل بخواب ہندرامی بیند کہ وطن اصلی اوست در شوق آں قیود رامی شکند اھ پس یہ تمثیل ہے غلبہ مستی وشوق کی) اس نے کہا میں نے ایک پر مستی خواب دیکھا ہے (دریںجا سودا بمعنی عشق گرفتہ شد کما فی الغیاث) اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے (آگے آفتاب کی تفسیر ہے یعنی) میں نے اے صاحب علو خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے کبریا کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خواجہ بیدار (دل) کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے دیدار (حق) کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خواجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے جو تنہا بمنزلہ ہزار کے تھا حکم خدا سے (غرض) مست اور بے خود ہوا ہوا اسی طرح (اس کے اوصاف کو) شمار کر رہا تھا (کہ میں نے ایسے خواجہ کو دیکھا ایسے خواجہ کو دیکھا) یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا (یعنی اسی جوش وخروش میں بے ہوش ہو گیا اور) گھر کے درمیان میں لمبا لمبا پڑ گیا۔ خلق کا اس کے گرداگرد انبوہ فراہم ہو گیا (فی الغیاث فراز فراہم آھ بہت دیر کے بعد) آپے میں (یعنی ہوش میں) آیا (اور حق تعالیٰ کی یہ قدرت عجیب وصنعت غریب یاد کر کے کہ خواب میں جس سے کہ اس عالم سے بیہوشی ہو جاتی ہے کیسے مضامین علمیہ مذکورہ فی قولہ لیک پاسخ دادنم فرمان نبود الیٰ قولہ ہر چہ ما دادیم دیدیم ایں زماں۔ اور کیسے واقعات مخفیہ مذکورہ فی قولہ بشنوا کنوں راز مہمان جدید الیٰ قولہ از خدا امید دارم من لبق جو دلیل ہیں اس عالم غیب کے ساتھ بیداری اور

ہوش متوجہ ہونے کی منکشف فرمائے یہ یاد کر کے غلبہ شوق میں حق تعالیٰ سے بطور مناجات) عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی (یعنی معطی خوشی کعطاء البحر الکثیر اور) اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں (مثل خواب واقع قریب) بہت سے ہوش (ودیعت) رکھے ہیں (کالفوائد المرئیۃ فی الرؤیا اور) آپ نے خواب کے اندر بیداری (مثل انکشاف عجائب عالم غیب) رکھی ہے (اور چونکہ اس حکم میں بوجہ تضاد فیما بین خواب و بیداری و ہوش و بیہوشی کے ایک ضد کا دوسری ضد کے لئے سبب بننا لازم آتا ہے اور یہ ظاہراً مستبعد ہے دفع استبعاد کے لئے اس کے اور چند نظائر بھی بیان فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ کی ایسی قدرت اور بھی بہت جگہ ظاہر ہوئی مثلاً ایک یہ کہ) آپ نے بے دلی (یعنی عاشقی) کے اندر دلداری (یعنی محبوبیت) کو وابستہ کر رکھا ہے (چنانچہ محبیت حق کو محبوبیت عندالحق لازم ہے اور مثلاً دوسرے یہ کہ) خواجگی (وعزت) کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں (اشارہ ہے حدیث ذیل کے جزو ثانی کی طرف روی مسلم **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانقصت صدقۃ من مال ومازاداللہ عبدالعفوالاعزاً وماتواضع احدللہ الارفعہ اللہ کذافی الحاشیہ والینظر لفظ الحدیث فانی لااذکرہ ھکذا** اور) آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں (چنانچہ فقر للہ میں دولت باطنی کہ ہفت اقلیم بھی اس کے سامنے گرد ہے مشاہد ہے غرض یہ کہ) ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے (چنانچہ بعض نظائر گزرے تیسری نظیر یہ ہے کہ) گرم پانی کے اندر آتش مندمج (اور داخل) ہے (اور وہ ان ہی اجزاء ناریہ کے اندماج سے گرم ہے چوتھی نظیر یہ کہ) آتش نمرود کے اندر گلزار درج ہے (پانچویں نظیر یہ کہ) آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرچ سے یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے (اسی بناء پر) ارشاد فرمایا (مانقصت صدقۃ من مال جو حدیث مذکور عنقریب کا پہلا جزو ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے) کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا (گو ظاہر میں نکالنا ہے مال کا مگر باطناً) نفع حاصل کرنا ہے (یعنی) مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا (اور وجہ اس کی یہ ہے کہ) خیرات بہت اچھا رابطہ ہے (حق تعالیٰ کے ساتھ جب اس سے رابطہ درست ہو گیا وہ برکت عطا فرماتے ہیں اور یہی مراد ہے کم نہ ہونے سے پس) زر کی جوشش اور افزونی (معنوی) زکوۃ میں ہے (جس طرح سے کہ) فحشا و منکر سے محفوظی صلوۃ میں ہے (سو) تیری وہ زکوۃ تیرے کیسہ کے پاسبان ہے اور تیری وہ صلوۃ بھی (نفس و شیطان کے) بھیڑیوں سے (بمنزلہ) شبان ہے (یہاں ظاہراً وضع الضد فی ضدہ کے موقع میں صلوۃ کا ذکر بے موقع معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں وضع الضد فی ضدہ نہیں ہے بلکہ نہی عن الفحشاء والمنکر تو اس کی وضع کے ظاہراً بھی مناسب ہے سو احقر کے نزدیک مقصود اس کے ایراد سے تشبیہ دینا ہے وضع الضد فی ضدہ کو وضع الشے فی مناسبہ کے ساتھ مطلب یہ کہ قدرت کے نزدیک وضع الضد فی ضدہ بھی اسی قدر آسان ہے جیسا وضع الشے فی مناسبہ کو عام بھی سہل و مقدور حق جانتے ہیں پس الیضاح دفع استبعاد کے لئے یہ تشبیہ لائے وقد اشرت الی ہذا القول جس طرح فی تمہید ترجمۃ مصراع عصمت الخ چھٹی نظیر یہ کہ) میوۂ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں (حالانکہ شاخ و برگ شیریں نہیں ساتویں نظیر یہ کہ) زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ خیالات آخرت کا سلسلہ موت ہی سے شروع ہوتا ہے یا مراد فناء و بقاء ہے کہ فناء سبب ہے بقاء کا آٹھویں نظیر یہ کہ) سرگین شیوہ (یعنی تصرف حق) سے (اولاً) خاک کی غذا بنا (چنانچہ اس کا خاک ہو جانا معلوم ہے پھر) اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا (اور کجا سرگیں گندہ اور کجا میوہ پاکیزہ نویں نظیر یہ کہ) عدم میں پنہاں ہو گئی موجودیت (مراد عدم سے ممکنات کہ اصل ان کی عدم ہے اور موجودیت بمعنی وجود سے حضرت واجب کہ وجود اس کا عین ہے اور پنہانی سے مراد علاقہ ظاہریت و مظہریت اور اسی کو دوسرے مصرعہ میں بعنوان دیگر لاتے ہیں کہ) طینت

ساجد (یعنی ممکن) میں ایک مسجودیت ہے (مراد مسجود یعنی واجب ہے مبالغۃً مصدر سے تعبیر کیا (دسویں نظیر یہ کہ) آہن و سنگ باہر سے تاریک (و بے نور) ہیں (مگر ان کے) اندر نور اور شمع عالم ہے (چنانچہ باطن چقماق سے آگ کا نکلنا ظاہر ہے گیارہویں نظیر یہ کہ) خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں (**کما قال تعالیٰ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ و اجر کبیر** بارہویں نظیر یہ کہ) سیاہی (مردمک) چشم میں کس قدر روشنی ہے (تیرہویں نظیر یہ کہ) گاؤ تن میں ایک شہزادہ ہے (گویا کہ) خزانہ ایک ویرانہ میں رکھا ہوا ہے (گاؤ تن کی ترکیب مثل لجین الماء کے ہے یعنی تن کہ مشابہ گاؤ ست اور یہ تشبیہ ظاہر ہے کیونکہ روح انسانی سے قطع نظر کر کے تن انسانی اور گاؤ دونوں بوجہ روح حیوانی کے یکساں ہیں اور شہزادہ سے مراد روح کہ وہی خلیفۃ اللہ ہے کیونکہ انسان کی خلافت اسی سے ہے اور روح کا مشابہ گنج اور تن کا مشابہ ویرانہ ہونا ظاہر ہے اور ان نظائر سے اوپر خواب اور بیداری اور ہوش اور بیہوشی کہ کبھی بدوں خواب کے بھی متحقق ہوتی ہے کالسکر والاستغراق دو مادے اس وضع الضد فی الضد کے وہ تھے کل پندرہ ہو گئے جو اس مقام پر مذکور ہیں اور ان قضایا محکوم فیہا بہذا الوضع میں بعض شخصیہ ہیں کقولہ وضع الضد فی الضد اندر آتش نمرود داج بعض جزئیہ ہیں کقولہ زندگی جاوداں در زیر مرگ کیونکہ مرگ کفار میں اس کا تحقق نہیں **لان حیاتھم الاخروی اردامن الموت** اور بعض کلیہ ہیں **وھی کثیرۃ** اور چونکہ یہاں بیان کرنا مقصود ہے قدرت کے عجیب ہونے کا اس لئے مطلق تحقق بھی جو کہ شخصیہ و جزئیہ میں ہوتا ہے اس کے لئے کافی ہے تحقیق دائم ولازم ضروری نہیں تا کہ عدم کلیۃ سے نقض کا شبہ ہو آگے ایک حکمت بتلاتے ہیں نظیر اخیر یعنی اندرون گاؤ تن شہزادہ کی یعنی یہ اس لئے بھی کہا) تا کہ ایک بڈھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے (اور) وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کو نہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے (چنانچہ اس نے بھی کہا کہ **خلقتنی من نار و خلقتہ من طین** اور میں نے لفظ بھی اس واسطے کہا کہ حق تعالیٰ کی حکمتیں اس میں منحصر نہیں)

فائدہ:۔ آگے شعر اخیر قولہ تا خرے پیرے الخ کے مضمون کے مناسب ایک حکایت ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام میں دو چیزیں تھیں ایک صورت ایک معنی اسی طرح شاہ چین کے پاس دو چیزیں تھیں ایک دختر کہ وہ صورت ہے جس کی تصویر دیکھ کر تین شہزادے کہ بھائی تھے عاشق ہو گئے تھے اور اس کی طلب میں چین پہنچے تھے دوسری چیز کمالات باطنیہ کہ معنی ہے کیونکہ وہ عارف بھی تھا لقولہ "شاہ را مکشوف یک یک حال شان الخ وقولہ گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش الخ اور کمال کے ساتھ صاحب تکمیل بھی تھا لقولہ شاہزادہ پیش شہ حیران ایں ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طین۔ وفی الحاشیہ علیہ ظاہر ایں ست کہ بادشاہ عارف بود جیسا سب سے پہلی حکایت والا بادشاہ مصداق تھا ملک دنیا بودش و ہم ملک دین کا اور جس طرح ابلیس نے صورت کو دیکھا معنی کو نہ دیکھا اسی طرح ان تینوں میں سے بڑا بھائی طلب صورت ہی کی دھن میں رہا اور معنی یعنی کمال کا استفادہ نہ کیا اور اسی میں بدوں حصول مطلوب مر گیا لقولہ اواز ان خورشید چوں مہ میگداخت ولقولہ نارسیدہ عمر او آخر رسید اور منجھلے بھائی نے گو استفادہ معنی کا شروع کیا لیکن اپنے کو صاحب کمال سمجھ کر عجب و استغناء عن المربی میں مبتلا ہو گیا جس نے شاہ کو مکدر کر کے اس کو مسلوب الحال کر دیا اور وہ بھی اس حال میں مر گیا لقولہ از نوازشہائے آں شاہ وحید در تن خود غیر جان جانے بدید الی الابیات السبعۃ ولقولہ اندرون خویش استغنا بدید گشت طغیانی و استغنا پدید ولقولہ برد اور ابعد سالے سوئے گور اور چونکہ عجب و کبر علامت ہے غلبہ احکام صورت کی خواہ وہ اپنی ہی صورت ہو جس میں وہ اور صورت دختر متماثل ہیں اس لئے یہ بھی طالب صورت ہی کے ساتھ ملحق ہو گیا پس یہ دونوں صورت بین ہوئے اور جس طرح ملائکہ نے معنی کو دیکھا تھا اسی طرح چھوٹے بھائی نے کمالات کا استفادہ کیا اور مربی کے آداب و حقوق کو پورا ادا کیا اور گو صورت کی طرف میلان طبعی رہا مگر طلب

معنی اور تفویض الی رائے المربی میں وہ میلان مغلوب رہ کر حدود سے متجاوز نہیں ہوا جو کہ باطن کو مضر نہیں اور اس کی برکت سے معنی کے ساتھ اس کو صورت بھی حاصل ہوگئی لقولہٗ اجمالاً وان سوم کا اہل ترین ہر سہ بود صورت و معنی بکلی درر بود وقولہ دختر وملک وخلافت او گرفت یعنی سلطنت ظاہری وخلافت باطنی ولقول صاحب الاختتام تفصیلاً

کسب ہا میکرد و رہ طے می نمود	جہدہا میکرد و نورش می فزود
درویش ہر دم ز سلطان چوں قمر	نور نووارد شدے شام و سحر
دم نمیزد لیک از مطلوب خود	داشت دردل شعلہ محبوب خود
و قولہ گر سزاوارم بداں در ثمین	خود شہم نبو ازد از لطف گزیں
حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا	درسرش راہے ندارد ما سوا
جز خدا و حسب خاصان خدا	دردل او نیست راہے ہیچ را
گفت با اصحاب شہ کیں خوش جواں	می نیز رد جز بآں دخت چو جان

اور چونکہ اس شعر اخیر سے صورت بینی کی مذمت اور معنی بینی کی مدح مفہوم ہوتی تھی اس حکایت لانے سے بھی اسی کی تائید ہوگئی کہ دیکھو صورت بینی سے کیسی مضرت ہوئی کہ صورت سے بھی حرمان رہا اور اکثر ہوا پرستوں کا یہی حال ہوتا ہے اور معنی بینی کی کیسی برکت ہوئی کہ صورت و معنی دونوں نصیب ہوگئے اور اکثر خدا پرستوں کے لئے یہی ہوتا ہے وہذا التقریر للمناسبۃ مما من اللہ تعالیٰ بہ علی خاصہ وللہ الحمد اور گو بعد ختم حکایت خاتم مثنوی نے اس کو دوسرے مضمون پر بھی منطبق کیا ہے مگر اس سے غرض مذکور کی نفی کا شبہ نہ کیا جاوے ومثل ہذا کثیر فی ہذا الکتاب ونظیرہ قصۃ آدم علیہ السلام فی اول سورۃ الاعراف حیث شرعہا للترغیب فی الطاعۃ بذکر النعم والتحذیر عن المعصیۃ بتذکیر قصۃ ابلیس ثم بعد ختمہا استنبط منہا کون ابلیس عدو النبی آدم فی اضلالہ لہم وامرہ لہم بالفحشا والعری عن اللباس الحسی والمعنوی کما فی تفسیری۔

حکایت آں پادشاہ ووصیت کردن سہ پسر خویش را کہ دریں سفر در مما لک من در فلاں جا چنیں ترتیب نہید وفلاں جا چنیں نواب نصب کنید واما اللہ اللہ فلاں قلعہ مروید وگرد آں مگردید

اس بادشاہ کی حکایت اور اس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اس سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اس طرح سے ترتیب قائم کرو اور فلاں جگہ اتنے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں نہ جانا اور اس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بود شاہے شاہ را بد سہ پسر	ہر سہ صاحب فطنت وصاحب نظر
ایک بادشاہ تھا بادشاہ کے تین لڑکے تھے	تینوں صاحب فطانت اور صاحب نظر
ہر یکے از دیگرے استودہ تر	در سخا و دروغا و کر و فر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا	سخاوت میں اور جنگ اور کروفر میں
پیش شہ شہزادگاں استادہ جمع	قرۃ العینان شہ ہمچوں سہ شمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوتے	تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے

از رہ پنہاں ز عینین پسر	می کشید آبے نخیل آں پدر
ایک مخفی راستہ سے پسر کی دونوں آنکھوں سے	پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما
تاز فرزند آب ایں چشمہ شتاب	میرود سوی ریاض مام و باب
تا کہ فرزند سے یہ چشمہ جلدی جلدی	جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف
تازہ می باشد ریاض والدین	گشتہ جاری عین شاں زیں ہر دو عین
والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں	ان کا چشمہ ان دونوں آنکھوں سے جاری رہتا ہے
چوں شود چشمہ ز بیماری علیل	خشک گردد شاخ و برگ آں نخیل
جب چشمہ مرض کی وجہ سے علیل ہو جاتا ہے	تو اس درخت کے شاخ و برگ خشک ہو جاتے ہیں
خشکی نخلش ہمی گوید پدید	کہ ز فرزنداں شجر نم می کشید
اس کے نخل کا خشک ہو جانا صریحاً کہتا ہے	کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا
اے بسا کاریز پنہاں ہمچنیں	متصل با جان تاں یا غافلیں
اے شخص بہت سے پنہاں چشمے اسی طرح	تمہاری روح کے ساتھ متصل ہیں اے غافلو
اے کشیدہ ز اسمان و از زمیں	مایہا تا گشتہ جسم تو سمیں
اے شخص آسمان اور زمین سے	بہت سی غذائیں کھینچتی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فربہ ہو گیا
تن ز اجزائے جہاں دز دیدۂ	پارہ پارہ زین و آں ببریدۂ
تو نے تن اجزاے عالم سے چرایا ہے	اس سے اور اس سے تونے پارہ پارہ قطع کیا ہے
از زمین و آفتاب و آسماں	پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
زمین اور آفتاب اور آسمان سے	بہت سے پارے تو نے جسم اور جان پر گانٹھے ہیں
تا تو پنداری کہ بردی رائیگاں	بازنستانند از تو این و آں
یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو مفت لے اڑا ہے	تجھ سے اس کو اور اس کو واپس نہ لیں گے
کالۂ دزدیدہ نبود پائیدار	لیک آرد دزد را تا پائیدار
متاع مسروق پائیدار نہیں ہوتی	لیکن سارق کو زیر دار لے آتی ہے
عاریہ ستایں کم ہمی باید فشارد	کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد
یہ عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے	کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے

جز نفخت کاں زوہاب آمدست	روح راباش آں دگر ہا بیہدست
بجز نفخت کے کہ وہ حضرت وہاب کی طرف سے آئی ہے	تو روح کی فکر میں رہ وہ دوسری چیزیں سب بیہودہ ہیں
بیہدہ نسبت بجاں میگویمش	نے بہ نسبت با صنیع محکمش
میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح کے کہتا ہوں	نہ کہ حق تعالیٰ کے صنیع محکم کے اعتبار سے

ایک بادشاہ تھا (اور اس) بادشاہ کے تین لڑکے تھے تینوں صاحب فطانت اور صاحب نظر ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا سخاوت میں اور جنگ اور کروفر میں (یعنی ہر ایک میں دوسرے سے افضلیت کا شبہ ہوتا تھا یعنی سب ان صفات میں کامل تھے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ معاملہ عشق دختر وخدمت شاہ چین میں آگے دو کا خادم اور ایک کا پختہ نکلنا مذکور ہوگا جس کا حکایت کے قبل تمہید میں بھی ذکر ہوا ہے اور یہ اس کے معارض ہے جواب یہ ہے کہ یہاں اور صفات کا ذکر ہے اور وہاں دوسری صفات کا پس ایک میں متماثل تھے دوسرے میں متفاوت ومتفاضل اور) بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہوکر کھڑے ہوتے (اور) تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے (جس طرح شمع سے آنکھوں کو روشنی اور خنکی پہنچتی ہے اسی طرح ان سے آنکھیں خنک اور روشن ہوتیں اور قرۃ العینان میں الف نون جمع کے لئے ہے جیسا فارسی میں آتا ہے اور عین کی جمع نہیں ہے بلکہ قرۃ العین مرکب کی جمع ہے اور) ایک مخفی راستہ سے (ہر) پسر کی دونوں آنکھوں سے پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما (دونوں آنکھوں سے مراد ذات ہے فرزند کی اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہے کہ فرزند کی طرف نگاہ کرنے میں تو والدین کو راحت ہوتی ہی ہے لیکن فرزند یا ہر محبوب جو والدین یا محبّ کی طرف نظر محبت سے دیکھتا ہے اور والدین یا محبّ اس نگاہ کو دیکھتے ہیں جو علامت ہے اس کے محبّ ہونے کی بھی اس سے جو راحت ہوتی ہے وہ بے نظیر ہے اور جو قوت قلب بادشاہ کو فرزندوں کی طرف نظر کرنے سے پہنچتی تھی اس کو پانی سے اور بادشاہ کو درخت سے تشبیہ دی اور وجہ تشبیہ قوت حاصل کرنے کا اشتراک ظاہر ہے آگے میکشید کی غایت ہے بطور لام عاقبت کے یعنی) تاکہ فرزند (کی طرف) سے یہ چشمہ (قوت وراحت قلب کا) جلدی جلدی جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف (یعنی کشیدن کی عاقبت یہ رفتن ہے اور اس کشیدن ورفتن میں تقدم وتاخر ذاتی ہے اور زمانًا مقارنت ہے اور چونکہ اس قوت پہنچنے کا موقوف علیہ نظر الوالدین الی الولد ہے اس لئے کشیدن کو علت اور رفتن کو معلول قرار دیا آگے اس پر تفریع ہے کہ) والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں (اور) ان (والدین) کا چشمہ (یعنی جس چشمہ سے وہ سیراب ہوتے ہیں فرزند کی) ان دونوں آنکھوں (یعنی اس کی ذات) سے جاری رہتا ہے (چنانچہ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) جب چشمہ (یعنی فرزند) مرض کی وجہ سے علیل ہوجاتا ہے تو اس درخت (یعنی والدین) کے شاخ وبرگ خشک ہوجاتے ہیں (چنانچہ فرزند کی علالت سے والدین کی پژمردگی ظاہر ہے جس طرح چشمہ کی کمی سے درخت کی تازگی کم ہوجاتی ہے پس) اس کے نخل کا خشک ہوجانا صریحًا کہتا ہے کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا (آگے اس اغتذاء سے دوسرے اغتذاء عام کی طرف جو تمام متنفوں کو شامل ہے انتقال فرماتے ہیں کہ) اے شخص بہت سے پنہاں چشمے اسی طرح (جیسا کہ والدین کی اغتذاء میں مذکور ہوا) تمہاری روح (حیوانی) کے ساتھ متصل ہیں اے غافلو

(جس سے تمہاری روح حیوانی کو قوۃ اور قوت پہنچتی ہے اور حیوانی کی تخصیص کا قرینہ آگے شعر جز نخت میں آوے گا آگے ان پنہانی چشموں کا بیاں ہے کہ) اے شخص (تیرے جسم نے) آسمان اور زمین سے بہت سی غذائیں کھینچی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فربہ ہو گیا (غذا کا ملنا اور اس میں زمین وآسمان کو بواسطہ یا بلا واسطہ دخل ہونا ظاہر ہے) تو نے (یہ) تن اجزائے عالم سے چرایا ہے (یعنی حاصل کیا ہے اور) اس (جزو عالم) سے اور اس (جزو عالم) سے تو نے پارہ پارہ قطع کیا ہے (اور وہاں سے قطع کر کے اپنے پاس جمع کیا ہے چنانچہ) زمین اور آفتاب اور آسمان سے بہت سے پارے تو نے (اپنے) جسم اور جان (یعنی روح حیوانی) پر گانٹھے ہیں (چنانچہ بدن اور روح طبی یہ سب ان ہی اغذیہ سے حاصل ہوتی ہیں اور دزدیدن سے تعبیر کرنا باعتبار اس اخذ کے خفیہ اور جلد واپس ہو جانے کے ہے اور اسی لئے آگے اس سے غافل ہونے کی غلطی بیان کرتے ہیں کہ تو ان چیزوں سے ہمیشہ غذا حاصل کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو (اس جسم وجان کو) مفت لے اڑا ہے (یعنی مفت کا مال ہاتھ آ گیا ہے کوئی اس کا مالک نہیں ہے جو اس کو واپس لے اس لئے تو یہ سمجھتا ہے کہ) تجھ سے اس (جزو مسروق) کو اور اس (جزو مسروق) کو واپس نہ لیں گے (یہ تنبیہ ہے اس پر کہ اس کے زوال وذہاب سے غافل ہو جانا جیسا اکثر غافلین کی شان ہے **وتتخذون مصانع لعلكم تخلدون** یہ بڑی غلطی ہے اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی کا مال چرا کر بےفکر ہو جاوے حالانکہ) متاع مسروق پائیدار نہیں ہوتی (مالک قادر جب توجہ کر لے تب ہی لے لے) لیکن سارق کو (البتہ) زیردار لے آتی ہے (اسناد ہے سبب کی طرف اسی طرح وہ متاع تجھ سے مسترد ہو گی اور تو دار ہلاک کے نیچے آوے گا اور یہ ہلاک بمعنی موت تو عام ہے مجرم وغیر مجرم کو اور تشبیہ صرف اخذ خفیہ واسترداد بالموت میں ہو گی اور ہلاک بمعنی العقوبت مقید ہو گا جرم کے ساتھ چونکہ مخاطب اہل غفلت ہیں اس لئے اس ہلاک کا عدم عموم صحت کلام میں قادح نہیں غرض) یہ (متاع) عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے (کیونکہ مسروق مثل عاریت کے ہر وقت شرف سقوط وزوال پر ہے کیونکہ تمہاری ملک نہیں کی گئی اور یہ حکم اجسام وارواح حیوانیہ سب کو شامل ہے) بجز نخت (فیہ من روحی کے مصداق) کے (کہ وہ روح انسانی عارف وعاشق ہے) کہ وہ حضرت وہاب (بکثرت ہبہ کنندہ) کی طرف سے آئی ہے (اور مثل موہوب کے جو کہ ملک کر دی جاتی ہے گو یہاں اب بھی واہب ہی مالک ہے مگر بقاء وعدم استرداد میں موہوب سے تشبیہ دی گئی یہ بھی زائل وفانی نہیں کی جاتی چنانچہ روح مذکور کی ابدیت وحیات دائمہ معلوم ہے **وان عرض عليه الفناء لادنى لحظة وقت النفخ فهي غير معتدبها** اور یہی قرینہ ہے اس کا کہ اوپر لفظ جان سے مراد روح حیوانی تھی آگے غرض اس مضمون کے بیان کی بتلاتے ہیں کہ ہمارا مقصود اجسام وروح حیوانی کے بیان فناء اور روح انسانی کے ذکر بقا سے یہ ہے کہ) تو روح کی فکر (اصلاح) میں رہ وہ دوسری چیزیں (مذکور سابقہ اجسام وروح حیوانی) سب بیہودہ ہیں (یعنی قابل اہتمام والتفات نہیں چنانچہ آگے یہی تفسیر کرتے ہیں کہ) میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح (انسانی) کے کہتا ہوں (کہ اس کے درجہ میں قابل اہتمام والتفات نہیں) نہ کہ حق تعالیٰ کے صنیع محکم (وباحکمت) کے اعتبار سے (کہ اس اعتبار سے کوئی چیز بھی بیہودہ نہیں **قال تعالیٰ ربنا ماخلقت هذا باطلا وبالمعنى الاول فى الحديث الا كل شى ماخلاالله باطل فثبت للباطل المعنيان بالكتاب والسنة احدهما مثبت والآخر منفى**).

بیان استمداد عارف از سرچشمۂ حیات ابدی و مستغنی شدن او از استمداد و انجذاب از چشمہای آبہای بیوفا کہ علامۃ ذٰلک التجافی عن دار الغرور کہ آدمی چوں بر مدد ہای چشمہا اعتماد کند در طلب چشمۂ باقی سست شود چنانکہ حکیم الٰہی می فرماید۔ رباعی

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اس کا بے وفا پانیوں کے چشمہ سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اس کی علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے۔ کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سست ہو جاتی ہے چنانچہ حکیم الٰہی فرماتے ہیں رباعی

کاریز درون جان تو می باید — کز عاریہا ترا درے نکشاید
یک چشمۂ آب از درون خانہ — بہ زاں جوی کہ از بروں می آید

حبذا کاریز اصل چیزہا	فارغت آرد ازیں کاریزہا
بہت خوب ہے چشمہ جو کہ اصل ہے اشیاء کی	تجھ کو ان کاریزوں سے فارغ کر دے گی
چشمۂ آبی درون خانۂ	بہ ز رود ے کاں نہ در کاشانۂ
گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا بہتر ہے	اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو
توز صد ینبوع شربت می کشی	ہرچہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو صدہا چشمہ سے شربت کھینچ رہا ہے	جو چیز بھی ان سو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے
چوں بجوشد از دروں چشمہ سنی	زاستراق چشمہا گردی غنی
جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے	تو چشموں سے خفیہ حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے
قرۃ العینت چو زاب و گل بود	راتبہ ایں قرہ درد دل بود
تیرا قرۃ العین اگر آب و گل سے ہو	تو ثمرہ اس قرۃ کا درد دل ہو گا
قلعہ راچوں آب آید از بروں	در زمان امن باشد برفزوں
قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو	تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پر ہو گا
چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند	تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند
جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کر لے	تا کہ خون میں ان کو غرق کرے
آب بیروں را ببرند آں سپاہ	تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
وہ سپاہ بیرونی پانی کو قطع کر دیں	تا کہ قلعہ کو ان سپاہ سے پناہ نہ ہو سکے

آں زماں یک چاہ شوراے از دروں	بہ ز صد جیحون شیریں از بروں
اس وقت ایک شور کنواں اندر	بہتر ہے سو جیحوں شیریں سے جو باہر سے ہوں
قاطع الاسباب لشکر ہائے مرگ	ہمچو دے آید بقطع شاخ و برگ
سپاہ مرگ قاطع الاسباب	خزاں کی طرح شاخ و برگ کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے
در جہاں نبود مدد شاں از بہار	جز مگر درجاں بہار روی یار
تو ان کو بہار سے کوئی مدد نہیں پہنچتی	بجز اس کے اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو
زاں لقب شد خاک را دارالغرور	کو کشد پارا سپس یوم العبور
اسی سبب سے عالم خاک کا لقب دارالغرور ہوا ہے	کیونکہ وہ قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے مرور کے دن
پیش ازاں برراست و برچپ میدوید	کہ بجنیم درد تو چیزی نچید
اس سے پہلے دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا	کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں گا کچھ لی تو نا؟
او بگفتے مر ترا وقت غماں	دور از تو رنج و دہ کہ درمیاں
وہ تجھ کو غموم کے وقت کہا کرتا تھا	کہ رنج تجھ سے دور ہے اور دس پہاڑ درمیان میں ہیں
چوں سپاہ رنج آمد بست دم	خودنمی گوید ترا من دیدہ ام
جب سپاہ رنج آ گئی اس نے دم بند کر دیا	تو وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے تجھ کو دیکھا ہے
حق پئے شیطاں بدنیساں زد مثل	کو ترا در رزم آرد با حیل
حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی	کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے
کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا	در بلا و در جفا و در عنا
کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار ہوں	بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں
کہ ترا یاری دہم من با توام	در خطر ہا پیش تو من می دوم
کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں	خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا
اسپرت باشم گہ تیر خدنگ	مخلص تو باشم اندر وقت تنگ
میں تیرا سپر ہوں گا تیر خدنگ کے وقت	میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں
جاں فدای تو کنم در انتعاش	رستمی شیری ہلا مردانہ باش
تجھ پر جان فدا کردوں گا نشاط میں	تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار مردانہ رہنا

سوی کفرش آورد زیں عشوہا | آں جوال خدعہ و مکرو دغا

ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے | وہ تھیلہ خداع اور مکر و دغا کا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد | او بقاہا قاہ خندہ لب کشاد

جب اس نے قدم رکھ دیا اور خندق میں گر گیا | تو اس نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیئے

ہیں بیامن طمعہا دارم ز تو | گویدش رو رو کہ بیزارم زتو

ہاں آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں | وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدل کردگار | من ہمی ترسم، تو دست زمن بدار

تو تو نہ ڈرا عدل کردگار سے | میں تو ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھا لے

گفت حق اوخود جدا شد از بہی | تو بدیں تزویرہاہم کے رہی

حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا | تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے

گفت حق اوخود ز نیکی شد جدا | کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا

حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا | تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے

فاعل و مفعول در روز شمار | روسیاہ اندو حریف و سنگسار

فاعل اور مفعول روز شمار میں | روسیاہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک اور مرحوم

رہزدہ ورہزن یقیں درحکم و داد | درچہ بعداندو دربئس المہاد

راہزدہ اور راہزن بالیقین حکم و عدل میں | چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت میں

غول را وگول را کو را فریفت | از خلاص و فوزمی باید شگیفت

شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا | خلاص اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہئے

ہم خر و خرگیر اینجا درگلند | غافل اند اینجا و آنجا آفلند

یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں ہیں | یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں

جز کسانے را کہ واگردانداز اں | در بہار فضل آیند از خزاں

بجز ان لوگوں کے جو اس سے رجوع کر لیں | بہار فصل میں آجاویں خزاں سے

توبہ آرند و خدا توبہ پذیر | امر او گیرند و اونعم الامیر

توبہ کر لیں اور خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے | وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کر لیں اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے

چوں برآرند از پشیمانی حنین	عرش لرزد از انین المذنبین
جب ندامت کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں	تو عرش کانپنے لگتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے
آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد	دست شاں گیرد ببالامی کشد
ایسا کانپتا ہے جیسے ماں بچہ پر	اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اوپر کھینچ لیتا ہے
کاے خدا تاں واخریدہ از غرور	نک ریاض فضل و نک رب غفور
کہ اے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے دھوکہ سے چھڑا دیا	اب فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے
بعد ازیں تا برگ و رزق جاوداں	از ہوای حق بود نز ناوداں
اس کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں	سحاب حق سے نصیب ہو گا نہ کہ پرنالہ سے
چونکہ دریا بروسائط رشک کرد	تشنہ چوں ماہی بترک مشک کرد
جب دریا نے وسائط پر غیرت کی	تو تشنہ نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کر دیا
قصہٴ شہزادگاں آور بہ پیش	کایں حدیث از حد امکانست بیش
شہزادوں کا قصہ پیش کرو	کیونکہ یہ مضمون حد امکان سے زیادہ ہے

(اوپر حظوظ جسم کے فانی اور حظوظ روح کے باقی ہونے کا مضمون تھا آگے بھی اول پر دوسری کی ترجیح اور تفضیل اور اس کی ترغیب تحصیل کی تفصیل ہے اور اس کی توضیح کے لئے آغاز میں ایک تمثیل ہے پس فرماتے ہیں کہ) بہت خوب ہے چشمہ (باطن و روح) جو کہ اصل ہے (معتد بہ) اشیاء کی (یعنی واردات من العلوم والحالات کی اور روح کا ان واردات کے لئے اصل ہونا ظاہر ہے یا اشیاء سے مراد اسباب لذات جسمیہ اور اصل بمعنی ارجح یعنی ان مستلذات سے وہ کاریز ارجح ہے باعتبار اپنے متعلق یعنی کمالات باطنیہ مذکورہ کے اور مضمون مصرعہ ثانیہ ظاہراً اسی کا موید ہے یعنی) وہ کاریز (باطنی) تجھ کو ان (ظاہری) کاریزوں سے (یعنی قوی مدرکہ وعاملہ جسمانیہ سے کہ منبع ہے لذات وحظوظ کا) فارغ کر دے گی (یہ مصرعہ ظاہراً قرینہ ہے کہ کاریزہا اور چیزہا کا ایک مصداق ہے یعنی اصل کاریزہا اور فارغ کرنے کا راز ظاہر ہے کہ حظوظ روحانی صاف اور باقی ہیں اور حظوظ جسمانی مکدر اور منقطع ہیں چونکہ اس شعر میں دونوں حظوظ کو کاریز سے تشبیہ دی ہے آگے اسی عنوان سے تقریر ہے (ارجحیۃ کی یعنی) گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا، بہتر ہے اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو (اور نہر عادۃً چشمہ سے زائد ہوتی ہے یعنی حظ قلیل باطنی افضل ہے حظ کثیر ظاہری سے اس کے بہتر ہونے کی وجہ آگے شعر قلعہ راچوں آب آید الخ میں آوے گی جس کا حاصل باہر کے پانی کا انقطاع اور اندر کے پانی کا عدم انقطاع ہے) تو (اب تو) صدہا چشمہ سے (جو کہ خارجی ہیں) شربت کھینچ رہا ہے (یعنی اسباب حظوظ خارج سے ہیں اس لئے) جو چیز بھی ان سو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے (یعنی سامان حظ باہر کی چیزیں ہیں کہ کبھی رہیں کبھی نہ رہیں مثلاً اموال واولاد وحشم وخدم کہ اگر کسی وقت ایک چیز سے یا سب سے جدائی ہو جاوے بس غم ہے پریشانی ہے اور) جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے تو (ان مذکورہ چشموں سے

خفیہ (آب لذت) حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے (اور اندروں کا مقابلہ میں آنا قرینہ ہے کہ شعر بالا میں صد ینبوع سے مراد خارجی ہیں آگے ہر چہ زاں صد کم شود کا مدخوشی کی ایک مثال ہے کہ مثلاً) تیرا قرۃ العین (یعنی مایہ سرور) اگر آب وگل سے ہو تو ثمرہ اس قرۃ کا درد دل ہوگا (کیونکہ فراق سے مرض ہے موت ہے اور اس کا نتیجہ کلفت بخلاف حظوظ باطن کے کہ اس کے اسباب کا حاصل قرب حق ہے جو دولت سرمدی ہے آگے تعلیل ہے مضمون چشمہ آبے دروں خانہ الخ کی یعنی دیکھو) قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پر ہوگا (کیونکہ کارکن قلعہ سے باہر جا کر قلعہ کی طرف چھوڑ دیں گے لیکن) جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کرلے تا کہ خون میں ان (قلعہ والوں) کو غرق کرے (یعنی ہلاک کرے اور) وہ سپاہ (دشمن کی اُس) بیرونی پانی کو قطع کر دیں (اندر نہ جانے دیں) تا کہ قلعہ (والوں) کو اُن سپاہ (دشمن) سے پناہ نہ ہو سکے (کیونکہ پناہ حاصل ہونا موقوف ہے سامان رسد خورونوش پر یہ سب شرط تھی اور جزا یہ ہے کہ) اس وقت ایک شور کنواں اندر بہتر سے سو جیحوں شریں سے جو باہر سے ہوں (اسی طرح مثل سپاہ قاطع آب کے جب) سپاہ مرگ قاطع الاسباب خزاں کی طرح شاخ وبرگ (یعنی اسباب حظوظ خارجیہ) کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے تو ان (مرنے والوں) کو بہار (منقضی) سے (جو اس شاخ و برگ کا سبب تھا) کوئی مدد نہیں پہنچتی (یعنی بہار عمر وحظ دنیا تو منقضی ہوگئی وہ ان کو مسرور نہیں کرسکتی) بجز اس کے کہ اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو (وہ بہار اس خزاں کو موجب غم نہیں ہونے دیتی کما قیل

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

آگے تفریع ہے مضمون در جہاں نبود مدد شاں از بہار پر یعنی چونکہ جس بہار سے توقع مدد کی یعنی جس لذت سے توقع فرحت بخشی کی تھی وہ امید وقت پر غلط نکلی) اسی سبب سے عالم خاک (یعنی دنیا) کا لقب دار الغرور ہوا ہے (کما ہو منصوص فی حدیث العنوان وایضاً یفہم من قولہ تعالیٰ وما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور) کیونکہ وہ (دار یعنی دیار واہل دار یعنی دنیوی یار غار) قدم پیچھے ہٹالیتا ہے مرور (من الدینا) کے دن (اور) اس (یوم المرور) سے پہلے (یہ حال تھا کہ) دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں گا (مگر) کچھ لی تو نا (اور) وہ (یار دنیوی) تجھ کو غموم کے وقت کہا کرتا تھا کہ (غم نہ کر) رنج تجھ سے (بہت) دور ہے اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) دس پہاڑ (تیرے اور اس رنج کے) درمیان میں ہیں (یعنی میں معاون موجود ہوں کسی رنج کو تجھ تک نہ آنے دوں گا اس طرح حائل ہوجاؤں گا جیسے گویا درمیان میں دس پہاڑ کھڑے ہوں مطلب یہ کہ میری قوی اعانت تیرے ساتھ ہے مگر) جب سپاہ رنج آ گئی (اور) اس نے (آ کر) دم بند کر دیا تو (اب) وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے (کبھی) تجھ کو دیکھا (بھی) ہے (اس طرح سے الگ ہوگیا اور غرور اور دھوکہ کی حقیقت یہی ہے کہ پہلے تو امید دلاوے اور عین وقت پر آنکھیں چرادے پس کشد یارا اور پیش ازاں دونوں مضمونوں کا مجموعہ علت ہوئی حملہ زاں لقب شد کی آگے اس غرور کی ایک مثال دیتے ہیں جو کہ قرآن مجید سے ماخوذ ہے یعنی) حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے (وہ حیلہ یہ ہے) کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار ہوں بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں (اور کہتا ہے) کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں (اور) خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا (اور) میں تیرا سپر ہوں گا تیرا خدنگ کے وقت (درخت ست محکم کہ ازاں تیر میساز ند اور) میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں (اور) تجھ پر جان فدا کر دوں گا نشاط (وشوق کی حالت) میں (یعنی شوق سے تجھ پر فدا ہو جاؤں گا نہ کہ کراہت سے فی الغیاث فارسیان بمعنی عیش ونشاط استعمال کنند اھ اور بڑھاوے دینے کے لئے کہتا ہے کہ) تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار مردانہ رہنا

(غرض) ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے (مراد یہ کہ قتال کی طرف کیونکہ دین کے سبب مسلمانوں سے قتال کرنا کفر ہے آگے فاعل ہے آورد کا یعنی) وہ تھیلہ خداع اور مکر ودغا کا (یعنی شیطان کہ جامع ہے ان ذمائم کا اور) جب (اس کے بہکانے سے) اس (بہکائے میں آجانے والے) نے (آگے) قدم رکھ دیا اور خندق میں گر گیا (یعنی مصیبت میں پھنس گیا) تو اس (شیطان) نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیئے (اس وقت وہ شخص شیطان سے کہتا ہے کہ) ہاں (حسب وعدہ مدد کے لئے) آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں (اور یہ بھی کہتا ہے کہ) تو تو نہ ڈرا عدل کردگار سے (کہ اہل حق کے مقابلہ میں آ گیا مگر) میں تو (خدا سے) ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھالے (اور اس کا مثال غرور ہونا ظاہر ہے کہ اول توقع دلائی پھر خلاف کیا اور دھوکہ یہی ہے اب یہاں احتمال تھا کہ گو یہاں دھوکہ میں آنے سے یہ خسارہ ہوا لیکن شاید قیامت میں اس شخص کا یہ عذر پذیر ہو جاوے کہ مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا تو اس صورت میں دار الغرور کا ضرور ممتد نہ ہوگا تو اس سے حذر بھی چنداں مہتم بالشان نہ ہوگا جیسا مولانا کے کلام سے جو قبل شعر زاں لقب شد الخ سے ہے زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے آگے اس احتمال کو دفع کرتے ہیں کہ ایسا عذر بعض مجرمین کریں گے بھی مگر ان کے جواب میں) حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ (شیطان) خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا (اور یہ بات سب کو اور تجھ کو بھی بتلا دی گئی تھی پھر تو نے اس کا اتباع کیوں کیا پس اس حالت میں) تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (بھی اس لئے کہا کہ جس طرح شیطان بھی نہ چھوٹے گا آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (جس طرح وہ نہ چھوٹے گا چنانچہ آگے تصریح ہے دونوں کے معذب ہونے کی یعنی) فاعل (مراد شیطان کہ فاعل ہے اضلال کا) اور مفعول (مراد یہ فریب خوردہ کہ مفعول بہ ہے فعل اضلال کا دونوں کے دونوں) روز شمار میں روسیاہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک (فی العذاب) اور مرجوم (ومطرود آگے تفسیر ہے فاعل ومفعول کی یعنی) راہ زدہ اور راہ زن بالیقین حکم وعدل میں چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت (یعنی جہنم) میں (آگے اس تفسیر کے مفہوم کا مصداق ہے یعنی) شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا خلاص اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہئے (کذا فی الغیاث بالکاف العربی یعنی ناامید ہو جانا چاہئے آگے اس مضل بکسر انصار اور مضل بفتح الضاد کی ایک مثال ہے کہ) یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں (پھنسے) ہیں (اول مثال ہے ضال کی اور دوسری مضل کی اور جب اوپر کے کلام سے دونوں جگہ کا خسارہ ان دونوں کا ثابت ہو گیا تو بطور خلاصہ مجموع کے کہتے ہیں کہ) یہاں غافل ہیں (کہ حق کی طرف توجہ نہ کی) اور وہاں (جنت سے) غائب ہیں۔ **فھو کقولہ تعالیٰ و من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا** اور شعر حق پے شیطان الخ سے یہاں تک کا مضمون تین آیتوں سے ماخوذ ہے جو بترتیب منقول ہیں الاول **قولہ تعالیٰ واذزین لھم الشیطان اعمالھم وقال لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جارلکم فلما تراء ت الفئتان نکص علیٰ عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری مالاترون انی اخاف اللہ الایہ والثانی قولہ تعالیٰ الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لاتعبدوا الشیطان انہ لکم علومبین وان اعبدونی ھذاصراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلاکثیرا افلم تکونوا تعقلون والثالث قولہ تعالیٰ فکان عاقبتھما انما فی النار خالدین فیھا الایہ** اور چونکہ اس مضمون عدم قبول عذر فی الآخرۃ سے شبہ ہوتا تھا عدم قبول توبہ فی الدنیا کا بھی اس لئے آگے تائبین کا ان فریب خوروں سے استثناء کرتے ہیں یعنی ضالین کو سب کو خلاص وفوز سے مایوس ہو جانا چاہئے) بجز ان لوگوں کے جو اس (ضلال) سے رجوع کر لیں (یعنی دنیا میں تائب ہو جاویں کما سیاتی اور) بہار فضل میں

آ جاویں خزاں سے (نکل کریعنی) توبہ کرلیں اور خدا تعالیٰ توبہ کرنے والا ہے (قال تعالیٰ **وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ** اور) وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کرلیں (یعنی توبہ کر کے اعمال صالحہ بھی اختیار کئے **کما قال تعالیٰ الامن تاب و امن و عمل عملا صالحا**) اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے (پس یہ لوگ) جب ندامت (وتوبہ) کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں تو عرش کانپنے لگتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے (اور) ایسا کانپتا ہے جیسے ماں (اپنے) بچہ پر (کانپ اٹھتی ہے جب وہ روتا ہے پس عرش اس وقت) اس کا ہاتھ پکڑتا ہے (اور) اوپر کھینچ لیتا ہے (جیسے ماں بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اور عرش ان سے کہتا ہے) کہ اے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے (دنیا اور شیطان کے) دھوکہ سے چھڑا دیا (**واضافتی الغرور الی الدنیا والشیطان ماخوذ من قولہ تعالیٰ فلاتغرنکم الحیوۃ الدنیا ولایغرنکم باللہ الغرور** اور چھڑانا یہ کہ بعد حدوث کے اس میں بقاء نہ ہوا سو) اب (تمہارے لئے) فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے (اور اب) اس (توبہ) کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں سحاب حق سے نصیب ہوگا نہ کہ پرنالہ سے (سحاب سے مراد وہب اور ناوداں سے مراد کسب کیونکہ ناوداں مصنوع عبد ہے اور سحاب مصنوع حق مطلب یہ کہ اس رزق میں کسب وتلاش کو کہ وسائط رزق ہیں دنیا میں دخل نہیں محض موہوب بلا ان وسائط کے ہے آگے ایک انتقال ہے کہ جنت میں تو توکل بمعنے ترک اسباب مظنونہ سب ہی کے لئے عام ہوگا کما یدل علیہ از سحاب حق بود الخ مگر خواص اہل اللہ دنیا میں بھی اس فضیلت سے مشرف ہیں چنانچہ) جب دریا (یعنی حضرت حق) نے وسائط (واسباب مظنونہ) پر غیرت کی (یعنی ان خواص کو ذوقاً حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ میں یہ مکشوف ہوا کہ وہ ان کے لئے اشتغال بالاسباب المذکورہ کو پسند نہیں فرماتے وہذا ہوالمراد بالغیرۃ کمافی الحدیث ومن غیرتہ حرم الفواحش وان لم تکن ہذہ الغیرۃ الی ما یقتضی التحریم) تو (اس) تشنہ (رضائے حق) نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کردیا (کہ ماہی دریا کے ہوتے ہوئے مشک کی طرف توجہ نہیں کرتی اسی طرح ان حضرات نے ایسے اسباب کو چھوڑ دیا اور جنت کے ذکر میں ان کا ذکر اس لئے بھی مناسب ہے کہ اس درجہ کے توکل کو دخول جنت بغیر حساب میں دخل ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ **کما قال علیہ السلام ھم الذین لایسترقون ولایتطیرون ولایکتوون و علی ربھم یتوکلون** اور اسباب میں مظنونہ کی قید اس لئے لگائی کہ اسباب مقطوعہ تو جنت میں بھی متروک نہ ہوں گے **کالاکل والشرب للتمتع والتلذذقال تعالی کلواواشربوا والافاللہ قادر علی اعطاء اللذۃ بدون ھذہ الاسباب** آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) شہزادوں کا قصہ پیش کرو کیونکہ یہ مضمون مذکور متعلق غرور دنیا یا توبہ یا توکل یا ہر واحد) حد امکان سے زیادہ ہے (یعنی اس کا محیط بیان متعذر ہے کہ ہر مضمون کا بسط طویل ہے)۔

رواں شدن ہر سہ شہزادہ در ممالک پدر بعد از وداع کردن ایشاں شاہ را و اعادہ کردن شاہ وقت وداع وصیت را کہ بقلعۂ ہوش ربا نروید

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دہرانا کہ ہوش اڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر	سوی املاک پدر رسم سفر
عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے	باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے
در طواف شہر ہا و قلعہاش	از پئے تدبیر دیوان و معاش
اس کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے	تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے

خواستند از شہ اجازت گاہ عزم	داد اجازت شاں چونیت دید حزم
انہوں نے عزم کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی	اس نے ان کو اجازت دیدی جب نیت پختہ دیکھی
دست بوس شاہ کردند و وداع	پس بدیشاں گفت آں شاہ مطاع
انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور وداع کیا	پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا
ہر کجاتاں دل کشد عازم شوید	فی امان اللہ دست افشاں روید
تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ	فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ
غیر آں یک قلعہ نامش ہشر با	تنگ آرد برکلہ داراں قبا
بجز اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش ربا ہے	وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے
اللہ اللہ داں دژ ذاتے صور	دور باشید و بترسید از خطر
اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے	دور رہنا اور خطر سے ڈرنا
روی وپشت وبرجہاش وسقف وپست	جملہ تمثال و نگار و صورتست
اس کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش	سب کا سب نقش و نگار و تصویر ہی ہے
ہمچو آں حجرہ زلیخا پر صور	تا کند یوسفؑ بنا کامش نظر
مثل اس حجرۂ زلیخا کے کہ پر تصویر تھا	تا کہ یوسف علیہ السلام اچانک اس پر نظر کریں
چونکہ یوسفؑ سوی او می ننگرید	خانہ را پر نقش خودکرد آں مکید
چونکہ یوسف علیہ السلام اس کی طرف نہ دیکھتے تھے	اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید کے لئے
تا بہر سوکاں نگرد آں خوش عذار	روی او را بیند او بے اختیار
تا کہ وہ گلعذار جس طرف دیکھیں	بلا اختیار اس کا چہرہ دیکھیں

عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے (املاک بالفتح جمع ملک بالکسر کذا فی الغیاث اوران کا یہ سفر) اس (باپ) کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے (تھا اور یہ دورہ) تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے (تھا پس لفظ در شروع شعر میں اجلیہ ہے کمافی الحدیث عذبت فی ھرۃ اور متعلق ہے سفر مذکور فی الشعر السابق کے اور از پے متعلق ہے طواف کے واشرت الی ھذاکلہ فی الترجمۃ اور) انہوں نے عزم (سفر) کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی (اور) اس (بادشاہ) نے ان کو اجازت دے دی جب نیت پختہ دیکھی (پس) انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور (اس کو) وداع کیا پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا (کہ) تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ (فی الغیاث دست افشاندن رد کردن وترک کردن وبمعنی رقص کردن نیز آمدہ مطلب یہ کہ جہاں دل چاہے جاؤ) بجز

اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش ربا ہے وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے (کیونکہ اس میں نہایت حسین وجمیل تصویریں ہیں کہ سلاطین ان کو دیکھ کر صاحب تصاویر کے عاشق ہو کر مصیبت میں پڑ جاتے ہیں اس طرح کہ قبا باوجود فراخ ہونے کے ان پر تنگ ہو جاتی ہے جیسا خاصہ ہے مصیبت کا کقولہ تعالیٰ **وضاقت علیھم الارض بمارحبت**) اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے دور رہنا اور خطر سے ڈرنا اس (قلعہ) کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش سب کا سب نقش ونگار وتصویر ہی ہے (اور اگر کسی کو اشکال ہو کہ ان تصویروں کا اس قلعہ میں باقی رکھنا کیسے جائز ہوا جواب دو ہیں ایک یہ کہ شاید امم سابقہ میں کسی کا قصہ ہو ان میں اس کی اجازت تھی جیسا مثنوی میں سب سے پہلی حکایت بھی امم سابقہ کی ہے حیث قال بودشاہے درزمانے پیش ازیں **والدلیل ھناک قتل الصانع بصحة الجاریة فانظرثمه** دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید یہ شخص محتاط نہ ہو اور مولانا نے بھی کہیں اس بادشاہ کے دیندار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا جیسا شاہ چین کے کامل ہونے کا بیان فرمایا ہے مگر یہ قلعہ شاہ چین کے عمل میں نہ تھا رہا یہ کہ یہ لڑکے ان تصویروں کو دیکھنے کیسے گئے حالانکہ بعض اشعار مثنوی سے ان کا دیندار ہونا معلوم ہوتا ہے جواب برتقدیر امم سابقہ میں سے نہ ہونے کے یہ ہوسکتا ہے کہ احیاناً صدور لمم کا قادح صلاح نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ الا اللمم آگے اس قلعہ ذات الصور کی تشبیہ ہے کہ) مثل اس حجرہ زلیخا کے کہ پرتصویر تھا تاکہ یوسف علیہ السلام اچانک اس (تصویر) پر نظر کریں (اور تصویر کے دیکھنے سے زلیخا کی) طرف میلان ہو جاوے کیونکہ وہ تصویر زلیخا کی تھی چنانچہ آگے اسکی تفصیل ہے کہ) چونکہ یوسف علیہ السلام اُسکی (یعنی زلیخا کی) طرف (بوجہ عفت کے) نہ دیکھتے تھے (اس لئے) اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید (میلان) کے لئے (اس کید کا بیان آگے آتا ہے یعنی) تاکہ وہ گلعذار (یعنی یوسف علیہ السلام) جس طرف دیکھیں بلا اختیار (وبلاارادہ بواسطہ تصویر کے) اس کا چہرہ دیکھیں (اوراس کو دیکھ کر میلان پیدا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی محفوظ رکھا مطلب یہ کہ ایسا ہی وہ قلعہ تھا)۔

بہر دیدہ روشناں یزدان فرد	شش جہت را مظہر آیات کرد
یزداں واحد نے روشن چشموں کے لئے	شش جہت کو دلائل کا مظہر کر رکھا ہے
تا بہر حیوان و نامی کانگرند	از ریاض حسن ربانی چرند
تاکہ وہ جس حیوان اور جس نامی کو دیکھیں	حسن ربانی کے باغوں سے غذا پاویں
بہر ایں فرمود باآں اسپہ او	حیث والیتم فثم وجهه'
اسی لئے اس نے اس گروہ سے فرمایا ہے	کہ تم جس طرف منہ نہ کرو ادھر ہی وجہ حق ہے
از قدح گر در عطش آبے خورند	در درون آب' حق را ناظر اند
وہ لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں	پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں
آنکہ عاشق نیست او درآب در	صورت خود بیند اے صاحب نظر
جو شخص عاشق نہیں وہ پانی کے اندر	اپنی صورت تو دیکھتے ہیں اے صاحب نظر

صورت عاشق چوفانی شد درو	پس درآب اکنوں کرا بیند بگو
عاشق کی صورت جب اس میں فانی ہو گئی	پس پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو
حسن حق بینند اندر روی حور	ہمچو مہ درآب از صنع غیور
وہ لوگ روئے حور میں حسن حق کو دیکھتے ہیں	مثل چاند کے پانی میں غیور کے فعل سے ہے
غیرتش بر عاشقی و صادقیست	غیرتش بردیو و براستور نیست
اس کی غیرت عاشق اورصادق پر ہے	اس کی غیرت شیطان اور بہیمہ پر نہیں ہے
دیو اگر عاشق شود ہم گوی برد	جبرئیلے گشت وآں دیوے بمرد
اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوئے سبقت لے گیا	وہ جبرئیل ہو گیا اور وہ دیوی کی صفت زائل ہو گئی
اسلم الشیطان درینجا شد پدید	کہ یزیدے شدز فضلش بایزید
اسلم الشیطان اس جگہ ظاہر ہو گیا	کہ ایک یزید اس کے فضل سے بایزید ہو گیا

(ان اشعار میں انتقال ہے کہ جس طرح زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے لئے تمام اجزاء حجرہ کو پر تصویر کر رکھا تھا کہ ذریعہ ہو مشاہدہ جمال زلیخا کا اسی طرح) یزدان واحد نے روشن چشموں (یعنی عارفین) کے لئے شش جہت (عالم) کو (اپنی) دلائل (قدرت وکمالات) کا مظہر کر رکھا ہے (پھر وہ دلائل مظہر ہیں صفات وکمالات حق کے فالجہات مظہر لآ یات ظہرت فیہا الایات ولآ یات ظہرت فیہا الکمالات) تا کہ وہ جس حیوان اور جس (جسم) نامی کو (کہ حیوان کے لئے جنس قریب ہے) دیکھیں (بزیادۃ الالف فی نگرند کما فی قول مولانا جبر چہ بود بستنے اشکستہ راالواقع فی الدفتر الاول قبیل عنواں زیادت تاویل مگس) حسن ربانی کے باغوں سے غذا پاویں (چنانچہ عارفین کا ہر چیز میں حق تعالیٰ کے صفات وکمالات کا مشاہدہ کرنا ظاہر ومعلوم ہے اور مظہریت الجہات لآ یات مذکورہ مصرعہ شش جہت سے اصل مقصود اسی مظہریۃ لآ یات للکمالات مذکورۂ شعر تا بہر حیوان کا حکم کرنا ہے) اسی لئے اس نے (یعنی یزدان فرد نے) اس گروہ (عارفین) سے فرمایا ہے کہ تم جس طرف منہ کرو ادھر ہی وجہ حق ہے (یہ مضمون ہے اس آیت کا فاینماتولوافثم وجہ اللہ وزن شعر میں وہ الفاظ نہیں آسکے اور یہاں ظاہراً دو اشکال ہیں ایک یہ کہ اس کے مخاطب تمام مومنین ہیں تخصیص عارفین کی نہیں دوسرے یہ کہ سبب نزول اس کا صلوٰۃ بالتحری ہے نہ کہ مشاہدہ کمالات حق کا تمام آفاق میں جواب اشکال اول کا یہ ہے کہ مراد فرمود باآں اسپہ سے مطلق خطاب نہیں بلکہ خطاب اولاً ہے اور ظاہر ہے کہ مخاطب اول قرآن مجید کے صحابہ ہیں اور دوسرے مخاطب ثانیاً اور صحابہ کا عارف ہونا ظاہر ہے پس مراد یہ ہے کہ مخاطب اول اس مضمون کے عارفین ہیں اور جواب اشکال ثانی کا یہ ہے کہ گو سبب نزول خاص ہے مگر الفاظ تو عام ہیں جس میں صلوٰۃ بالتحری اور مشاہدۂ جمال وکمال حق دونوں آ گئے اور چونکہ مضمون فی نفسہ صحیح اور دوسری نصوص میں مصرح ہے اس لئے اگر اس آیت کے عموم میں بھی اس کو لے لیا جاوے تو قواعد صحیحہ کے خلاف نہیں وہ نصوص یہ ہیں سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم اور اولم ینظر وافی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شی اور ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب الی قولہ و من آیاتہ ان تقوم السماء

والارض الایات فی الروم اور اگر اس پر اشکال ہو کہ یہ نصوص عارفین کے ساتھ خاص نہیں جواب یہ ہے کہ رویت ونظر و اعتبار کے مراتب مختلف ہیں ان کا درجہ اکمل عارفین کے ساتھ خاص ہے اور مطلق ان کا عام ہے جیسا کہ بعض آیات میں باوجود ان کے عموم لغیر المومنین کی بھی تخصیص اہل علم کی واہل عقل کی واہل ایمان کی فرمادی ہے باعتبار اصل انتفاع یا کمال انتفاع کے آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے کہ) وہ (عارف) لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں (اور باوجود اس حکم کے بدیہی ہونے کے بوجہ اس کے کہ بعض پر خفی ہے آگے اس پر ایک خاص تنبیہ کہ دوسری تنبیہات سے لطیف تر ہے فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ) جو شخص (حق تعالیٰ کا) عاشق نہیں (جیسا اکثر محجوبین ہیں) وہ پانی کے اندر اپنی صورت تو (ہر حال میں خواہ وہ عارف بھی نہ ہو ضرور ہی) دیکھتے ہیں اے صاحب نظر (کیونکہ چشم صقیل میں نظر کرنے کو اپنی صورت کا نظر آنا لازم ہے اور پانی پینے والا پانی میں عادۃً نظر کرتا ہی ہے پس لامحالہ اس کو اپنی صورت تو ضرور ہی نظر آوے گی پھر) عاشق کی صورت جب اس میں (یعنی ذات حق میں) فانی ہوگئی (جیسا عارفین اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں) پس (یہ بتلاؤ کہ) پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو (مطلب یہ کہ اپنی صورت تو اس کو اب بھی نظر آوے گی اور بوجہ فنا کے وہ اپنی صورت رہی نہیں تو پھر وہ جو نظر آرہی ہے وہ کیا ہے لامحالہ یہی کہو گے کہ وہ صورت حق ہے بمعنی مظہر حق پس ہمارا دعویٰ مذکورہ یعنی دردرون آب حق را ناظرند ثابت ہوگیا آگے ترقی ہے مضمون مذکور میں یعنی پانی تو کوئی دل ربا چیز نہیں اگر اس سے نظر منتقل ہو جاوے جمال حق کی طرف تو بعید نہیں ان کے مشاہدہ کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ لوگ روئے حور میں (بھی جو کہ اپنی طرف دل کو کشش کر کے دوسری طرف منتقل ہونے نہیں دیتا وہ اس میں بھی) حسن حق (ہی) کو دیکھتے ہیں (اور حور کی طرف ملتفت نہیں ہوتے چنانچہ میں نے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہ کا مقولہ غالباً بواسطہ سنا ہے کہ جب ہم جنت میں جاویں گے اور ہمارے پاس حوریں آویں گی ہم ان سے صاف کہہ دیں گے کہ بی اگر ہم کو قرآن سناؤ تو بیٹھ جاؤ ورنہ جاؤ اھ آگے مضمون مصرعہ اول کی تشبیہ ہے یعنی) مثل چاند کے پانی میں (کہ چاند کا عاشق گو ظاہر میں پانی کو دیکھ رہا ہے مگر مقصود اس کا چاند ہی کو دیکھنا ہے اور یہ ان کا حسن حق کو روئے حور میں دیکھنا) غیور (یعنی حق تعالیٰ) کے فعل سے ہے (مراد فعل سے فعل غیرت ہے یعنی سبب اس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ غیور ہیں کما فی الحدیث ان سعداً الغیور وانا اغیر منه والله اغیر منی پس وہ غیور ہونے کے سبب اس کو گوارا نہیں کرتے کہ ان کا عاشق غیر پر نظر کرے جب عاشق کو یہ دلیلاً وذوقاً معلوم ہوگیا پس اگر اس کی نظر غیر پر پڑ بھی جاتی ہے وہ قصداً بھی اور حالاً بھی اس میں بھی حق تعالیٰ ہی کو مشاہدہ کرتا ہے تاکہ یہ غیر منظور بالذات نہ ہو جاوے محض مراۃ کے درجہ میں رہے آگے ایک سوال کا جواب ہے کہ اگر سبب اس کا غیرت ہے تو چاہئے کہ کسی کی نظر بھی غیر پر نہ پڑا کرے اس میں عارفین کی کیا تخصیص ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اس کی غیرت عاشق اور صادق پر ہے اس کی غیرت شیطان اور بہیمہ (صفت انسان) پر نہیں ہے (کیونکہ مدعی محبت پر محبوبین کو اس درجہ خاصہ کی غیرت ہوا کرتی ہے گو نفس غیرت سب پر ہو فلا ینقض بقوله علیه السلام و من غیرته حرم الفواحش مع کون التحریم عاماً پس عارفین کی وہ تخصیص معلوم ہوگئی اور پردیو و مثلہ کے لئے جو حکم کیا ہے غیرتش بر دیو و بر استور نیست اس سے آگے ایک استثناء فرماتے ہیں کہ البتہ) اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوئے سبقت لے گیا وہ جبرئیل (کی طرح عارف) ہوگیا اور (اُس کی) وہ دیوی کی صفت زائل ہوگئی (اور اس حدیث میں اس کے لئے بھی عارف کے احکام ثابت ہوگئے اور یہ استثناء ایسا ہے جیسا قرآن

مجید میں جابجا ذم کفار کے بعد الا الذین آمنوا فرمادیا جاتا ہے کما فی قولہ تعالیٰ ولئن اذقنا الانسان منا رحمة الی قولہ انہ لفرح فخور ثم قال الا الذین اصبروا وعملوا الصحلت الایہ آگے حدیث سے اس استثناء کی تائید ہے کہ) اسلم الشیطان (کا مضمون) اس جگہ ظاہر ہوگیا کہ ایک یزید (صفت) اس کے فضل سے بایزید (صفت) ہوگیا (تو اس استثناء میں یہ استبعاد مت کرو کہ شیطان کس طرح زائل الشیطنت اور عارف ہوسکتا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم علی روایة الماضی الغایب لاالمضارع المتکلم)

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ	ہیں نگہ دارید ازاں قلعہ وجوہ
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اے گروہ	ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے نفوس کو
ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند	کہ فتید اندر شقاوت تا ابد
ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے	کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ
از خطر پرہیز آمد مفترض	بشنوید از من حدیث بیغرض
خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے	مجھ سے کلام بے غرض سن لو
در فرج جوئی خرد سر تیز بہ	از کمین گاہ بلا پرہیز بہ
کشایش طلبی میں ہمہ تن سرگرم بہتر ہے	کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے
گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر	ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا	اور اگر اس قلعہ سے حذر کرنیکا حکم نہ دیتا
خود بداں قلعہ نمی شد خیل شاں	خود نمی افتاد آں سو میل شاں
تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی	خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا
کاں نہ بد معروف و بس مہجور بود	از قلاع و از مناہج دور بود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بالکل متروک تھا	قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا
چوں بکرد آں منع دلشاں زاں مقال	در ہوس افتاد و در کوی خیال
جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے	ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا
رغبتے زیں منع در دل شاں برست	کہ بباید سر آں را باز جست
اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رغبت پیدا ہوگئی	کہ اس کے راز کو تفحص کرنا چاہئے
کیست کز ممنوع گردد ممتنع	چونکہ الانسان حریص ما منع
وہ کون شخص ہے جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جاوے	جبکہ انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے

نہی بر اہل تقیٰ تبغیض شد	نہی براہل ہوا تحریض شد
نہی اہل تقویٰ پر موجب تنفیر ہو گئی	نہی اہل ہوا پر موجب ترغیب ہو گئی
پس ازیں یغوی بہ قوماً کثیر	ہم ازیں یھدی بہ قلباً خبیر
بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے	نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے
کے رمداز نے حمام آشنا	بل رمد زاں نے حمامات ہوا
بانس سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے	بلکہ اس بانس سے ہوائی کبوتر بھاگ جاتے ہیں
پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم	برسمعنا و اطعناها تنیم
پس بادشاہ سے لڑکوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے	سمعنا واطعنا پر آمادہ رہیں گے
رونگر دانیم از فرمان تو	کفر باشد غفلت از احسان تو
آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے	آپ کے احسان سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے
لیک استثنا و تسبیح خدا	ز اعتماد خودبد از ایشاں جدا
لیکن استثناء اور خدا کی تسبیح کرنا	اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا
ذکر استثنا و حزم ملتوی	گفتہ شد در ابتدای مثنوی
ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ ملفوف ہے	ابتدائے مثنوی میں کیا گیا ہے
صد کتاب ارہست جز یک باب نیست	صد جہت راقصد جز محراب نیست
اگر سو کتاب ہیں بجز ایک باب کے نہیں	سو جہت کا مقصود بجز محراب کے نہیں
ایں طرق را منتہی یک خانہ است	ایں ہزاراں سنبل از یک دانہ ست
ان سب راستوں کا منتہی ایک گھر ہے	یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں
گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار	جملہ یک چیزست اندر اعتبار
گونہ گونہ مطعومات لاکھوں	سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے میں
از یکے چوں سیر گشتی تو تمام	سرد شداندر دلت پنجہ طعام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا	تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے
درمجاعت بس تو احول بودۂ	کہ یکے را صد ہزاراں دیدۂ
تو بھوک میں احول ہو رہا تھا	کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا

گفتہ بودیم از سقام آں کنیز	وز طبیبان و قصور فہم نیز
ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی	اور اطبا اور قصور فہم کی بھی
کاں طبیباں ہمچو اسپ بے فسار	غافل و بے بہرہ بودند از سوار
کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رسن کے	سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے
کام شاں پر زخم از قرع لگام	سم شاں مجروح از تحویل گام
ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھٹکوں سے	ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے
ناشدہ واقف کہ نک بر پشت ما	رائض چست ست استادی نما
واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر	ایک گھوڑوں کا سدھانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے
نیست سرگردانی ما زیں لگام	جز ز تصریف سوار دوستکام
ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے	بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے
ماپئے گل سوی بستانہا شدہ	گل نمودہ آن وآں خارے بدہ
ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے	وہ پھول دکھلائی دیا اور وہ خار تھا
ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد	بر گلوی ما کہ می کو بد لکد
ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے	ہمارے حلق پر کون لاتیں مار رہا ہے
آں طبیباں آنچناں بندہ سبب	گشتہ انداز مکریز داں محتجب
وہ اطبا اس طرح سے بندۂ سبب ہو گئے	اضلال حق کے سبب محجوب ہو گئے
گر بہ بندی درا صطبلے گاؤ نر	بازیابی درمقام گاؤ خر
اگر تو کسی اصطبل میں ایک بیل باندھ دے	پھر بیل کی جگہ ایک گدھا پادے
از خری باشد تغافل خفتہ وار	کہ بجوئی تا کیست ایں خفیہ کار
تو حماقت میں داخل ہوگا سوتے ہوئے شخص کی طرح سے یہ تغافل کرنا	کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ خفی الصنعت کون ہے
خود نگفتہ کایں مبدل تا کیست	نیست پیدا او مگر افلاکیست
یہ نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے	وہ محسوس ہے نہیں شاید افلاکی ہے
تیر سوی راست پرانیدۂ	سوی چپ رفتہ است تیرت دیدۂ
تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا	تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تونے دیکھا ہے

سوی آہوی بصیدی تاختی | خویش را تو صید خوکے ساختی

تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا | تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا

درپئے سودے دویدہ بہر کبس | نارسیدہ سود و افتادہ بحبس

کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے | نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور حبس میں پڑ گیا

چاہہا کندہ برائے دیگراں | خویش را دیدہ فتادہ اندراں

دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے | اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا

در سبب چوں بیمرادت کرد رب | پس چرا بدظن نگردی در سبب

جب تجھ کو پروردگار نے سبب میں بے مراد کر دیا | پھر تو سبب کے بارے میں کس لئے بدگماں نہیں ہوتا

بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ | دیگرے زاں مکسبہ عریاں شدہ

بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے | دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا

بس کس از عقد زناں قاروں شدہ | بس کس از عقد زناں مدیوں شدہ

بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قاروں ہو گئے | بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے

پس سبب گرداں چودم خر بود | تکیہ بروے کم کنی بہتر بود

پس سبب دم خر کی طرح گھومتا ہے | اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر ہے

در سبب گیری نگردی ہم دلیر | کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر

مباشرت اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جانا | کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں

سر استثناست ایں حزم و حذر | زانکہ خر رابز نماید ایں قدر

استثناء کا راز یہی احتیاط اور حذر ہے | اس لئے کہ یہ قدر خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے

آنکہ چشمش بست گرچہ گربزست | زاحولی اندر دو چشمش خر بزست

جس کی آنکھ بند کر دی اگرچہ وہ سیانا ہے | احولی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری ہے

چوں مقلب حق بود ابصار را | او بگرداند دل و افکار را

جب حق تعالیٰ ابصار کی تقلیب کر دیتے ہیں | تو وہ قلب اور فکر کو بھی مقلب کر دیتے ہیں

چاہ را تو خانۂ بینی لطیف | دام را تو دانۂ بینی طریف

تو کنویں کو ایک لطیف گھر دیکھتا ہے | تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے

مشرکاں را در دو چشم اہل بدر	کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو	کم کر کے دکھلایا تا کہ وہ مجمع کچھ وقعت نہ رکھے
ایں تسفسط نیست تقلیب خداست	می نماید کہ حقیقتہا کجاست
یہ سو فسطائیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی تقلیب سے	اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں
آنکہ انکار حقائق می کند	جملگی او بر خیالے می تند
جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے	وہ تو بالکلیہ خیال ہی پر تنا ہوا ہے
او نمی گوید کہ حسباں خیال	ہم خیالے باشدت چشمے بمال
وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ خیال سمجھنا	بھی تیرا ایک خیال ہوگا تو آنکھ مل

یہ مضمون (صفات عشاق صادقین کا) انتہا نہیں رکھتا اے گروہ (اس لئے قصہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ نے لڑکوں سے کہا کہ) ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے (اپنے) نفوس کو (اور ممکن ہے کہ قلعہ مضاف ہو وجوہ بمعنی صور کی طرف اور نگہدارید کا مفعول مقدر ہو یعنی خود را نگہدارید از قلعہ صور) ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے (قال تعالیٰ و لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ) مجھ سے کلام بے غرض سن لو کشایش طلبی میں ہمہ تن سرگرم (ہونا) بہتر ہے (اور) کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے (یعنی ضرر موجود کے دفع میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے ہوالمصراع الاول اور ضرر محتمل سے بچنے میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے وہوالمصراع الثانی آگے ایک خاصہ طبیعت کا بیان فرماتے ہیں کہ) اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا اور (تفسیر اس مصرعہ کی یہ ہے کہ) اگر اس قلعہ سے حذر کرنے کا حکم نہ دیتا تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی (اور) خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا کیونکہ وہ (قلعہ) مشہور نہ تھا اور بالکل متروک تھا (اور) قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا (اس لئے وہاں جانے کا کوئی احتمال قریب نہ تھا مگر) جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا (اور) اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رغبت پیدا ہوگئی کہ اس (قلعہ) کے راز کو تفحص کرنا چاہئے وہ کون شخص ہے (یعنی کم ہے) جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جائے جبکہ (یہ بات تجربہ کی ہے کہ) انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے (آگے اس کیست کا مصداق جو کہ تحقق میں قلیل ہے بتلاتے ہیں کہ) نہی (شرعی) اہل تقویٰ پر (فعل ممنوع سے) موجب تنفیر ہوگئی (وہ مصداق یہ ہے اور اس کی قلت ظاہر ہے اور) نہی (شرعی) اہل ہوا پر (فعل ممنوع کی) موجب ترغیب ہوگئی (اور یہی کثیر ہے اور قضیہ الانسان حریض علی مامنع کا یہی موضوع ہے) بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ایک ہی نہی میں حسب اختلاف استعداد اثر مختلف ہوا اسی طرح قرآن کا ایک ہی مضمون کسی کے لئے سبب ضلالت اور کسی کے لئے سبب ہدایت ہو جاتا ہے پس اس تشبیہ بالنہی سے آیت قرآنی یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا کا استبعاد دفع کر دیا گو مقام میں مقصود نہیں مگر تائید اللمقام

بہ وتائید اُلہ بالمقام ذکر فرمادیا آگے مطلقاً ایک چیز میں دو اثر ہونے کی کہ مقصود مقام بھی اس میں داخل ہے تمثیل ہے کہ) بانس (کی چھڑ) سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے بلکہ اس بانس سے ہوائی (یعنی جنگلی) کبوتر بھاگ جاتے ہیں (تو دیکھو ایک ہی چیز پر مختلف اثر مرتب ہوئے توحش و عدم توحش اور اس بانس میں دو غرضیں محتمل ہیں ایک تو اڑنے کے لئے کہ چھتری پر نہ بیٹھیں بلکہ پرواز کر کے آویں مگر پروردہ کبوتر اکثر بار بار لوٹ لوٹ کر پھر آ بیٹھتے ہیں دوسری بانس میں کوئی چیپ وغیرہ لگا پر آئے کبوتر پکڑنے کے لئے تو اس سے اجنبی کبوتر فوراً اڑ جاتا ہے اور پروردہ بیٹھے رہتے ہیں یہ دونوں غرضیں اسی وقت ایک کبوتر باز نے بیان کیں جو اتفاق سے اس مقام کے لکھنے کے وقت مسجد میں آ گیا تھا اللہ تعالیٰ اس مقام کے حل کے صلہ میں اس کی اصلاح فرماوے) پس بادشاہ سے لڑکوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے (یعنی) **سمعنا و اطعنا** پر آمادہ رہیں گے (اور) آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے (کیونکہ) آپ کے احسان (مربیانہ) سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے لیکن استثناء (یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنا) اور خدا کی تسبیح (اور ذکر) کرنا (کہ عین استثناء ہے یا شامل للاستثناء) اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا (یعنی انہوں نے اپنے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا اور تسبیح میں جو دو احتمال کیے گئے یہ اتباع ہے مفسرین کا کہ سورۂ نون کی آیت **قال او سطھم الم اقل لکم لولاتسبحون** میں انہوں نے تسبیح کی دو تفسیریں کی ہیں ایک متبادر دوسری استثناء **فی الکمالین قیل معناہ ھلاتستثنون و سمی الاستثناء تسبیحالانہ تعظیم اللہ و اقرار بان لہ القدرۃ و تنزیہ لہ عن العجز وقیل کان استثناء ھم سبحان اللہ ا ہ** یعنی **کان اصطلاحھم فی مقام الاستثناء کلمۃ سبحان اللہ** چونکہ دفتر اول کی سب سے پہلی حکایت میں ترک استثناء کی وخامت مفصلاً ذکر فرمائی ہے اس مقام پر بطور عذر اکتفاء علی الاجمال فی ہذا المقام کے اُسکو یاد دلاتے ہیں کہ) ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ (استثناء کے ضمن میں) ملفوف ہے (یعنی استثناء کی غرض احتیاط ہے کہ اپنے پر وثوق نہ کرے حق تعالیٰ پر اعتماد کرے اس استثناء و احتیاط کا ذکر) ابتدائے مثنوی میں کیا گیا ہے (چونکہ دونوں مقام ایک ہی کتاب کے جزو ہیں اس لئے گویا دونوں مقام ایک ہی ہیں وہاں کا ذکر مثل یہاں کے ذکر کے ہے آگے اس سے ترقی کرتے ہیں کہ ایک کتاب کے دو جزو تو کالمتحد کیوں نہ ہوتے واقع میں تو یہ ہے کہ) اگر (ایک مضمون کی) سو کتاب ہیں (وہ سب بھی) بجز ایک باب کے نہیں (یعنی وہ بھی کالمتحد ہیں آگے اس کی چند مثالیں ہیں اول) سو جہت کا مقصود بجز محراب (یعنی قبلہ) کے نہیں (چنانچہ تمام سطح زمین پر مختلف مقامات میں نماز کی جہات ظاہراً مختلف ہیں مگر قصد توجہ الی الکعبۃ الواحدہ کے اعتبار سے سب کالمتحد ہیں اسی طرح مقصود کتب مختلفہ کا جب واحد ہو مثلاً معرفت حق وہ سب ایک ہی ہیں مثال دوم) ان سب راستوں کا منتہی ایک گھر ہے (مثال سوم) یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں (مثال چہارم) گونا گونہ مطعومات لاکھوں ، باعتبار غرض کے) سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے (کے وقت) میں (چنانچہ اس اتحاد کا ثمرہ یہ ہے کہ) جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا (اور سیری کے سبب اس طعام سے دل سرد ہو گیا) تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے (پس بقیہ اطعمہ بھی اس حکم میں اس طعام کے شریک ہو گئے پس گویا سب ایک ہی تھے) تو بھوک میں (مثل) احول (کے) ہو رہا تھا کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا (کہ کبھی ایک کی رغبت ہوتی تھی کبھی دوسرے کی جس کی بناء تعدد ہے ان کا ورنہ مختلف طرف حرص نہ ہوتی جب سیری ہو گئی تو اس وقت کسی

کی طرف رغبت نہ رہنے سے ان کا اتحاد حکمی مکشوف ہو گیا آگے عود ہے شعر مذکور ذکر استثناء الیٰ قولہ گفتہ شد کی طرف کہ) ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی اور اطباء اور (ان کی) قصور فہم کی بھی (حکایت بیان کی تھی جس کا حاصل یہ تھا) کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رسن کے سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے (فی الغیاث فسار مخفف افسار نیز بمعنی رسن اسپ یعنی جس طرح یہ گھوڑا بوجہ اس کے کہ وہ راکب سے خالی ہوتا ہے راکب سے غافل ہوتا ہے اس طرح وہ اطبا باوجودیکہ ان کے سر پر ایک متصرف غالب موجود ہے مگر پھر بھی وہ اس گھوڑے کی طرح اس متصرف ومحرک سے غافل تھے پس تشبیہ غفلت میں ہے نہ کہ خلوعن الراکب میں چنانچہ آگے ان کے اس عدم خلو کی تصریح ہے کہ باوجودیکہ) ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھٹکوں سے (اور) ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے (جس کا سبب راکب کا تصرف ہے مگر پھر بھی) واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر ایک گھوڑوں کا سہانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے (اور ان کو یہ خبر نہ ہوئی کہ) ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے (کہ جدھر لگام کا جھٹکا لگتا ہے ادھر چلنا پڑتا ہے یہ سرگردانی) بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے (دوست کام آنکہ بمقصود خود رسد یہ سوار کی صفت ہے اور اس قید میں اشارہ ہے متصرف حقیقی کے ارادہ سے امتناع تخلف مراد کی طرف انہوں نے یہ نہ دیکھا جس سے تصرف مذکور پر استدلال کر سکتے کہ) ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے (مگر) وہ (مطلوب) پھول دکھلائی دیا اور (واقع میں) وہ خار تھا (مراد اس سے ظہور ہے نتیجہ خلاف توقع کا مثلاً اسباب طبیہ سے امید تھی صحت کی اور بالعکس مرض بڑھ گیا اگر اس میں غور کرتے تو اسباب کو بقبضہ للسبب سمجھتے مگر) ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے (کہ) ہمارے حلق پر کون لاتیں مار رہا ہے (یعنی ہم میں ہمارے خیال کے خلاف کون تصرف کر رہا ہے پس) وہ اطباء اس طرح سے (جیسا کہ گھوڑے کی تشبیہ میں مذکور ہوا) بندۂ سبب ہو گئے (اور) اضلال حق کے سبب (حقیقت بینی سے) محجوب (اور محروم) ہو گئے (آگے ان اطباء و بندگان اسباب کی دوسری مثال ہے کہ) اگر تو کسی اصطبل میں ایک بیل باندھ دے (اور) پھر (اس) بیل کی جگہ ایک گدھا (بندھا ہوا) پاوے تو حماقت میں داخل ہو گا سوتے ہوئے شخص کی طرح سے یہ تغافل کرنا کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ خفی الصنعت کون ہے (جس نے ایک کو کھول کر دوسرے کو باندھ دیا اس کو تلاش نہ کرے اور یوں سمجھ لے کہ وہ آپ سے آپ کھل گیا اور یہ آپ سے آپ بندھ گیا۔ اسی طرح اسباب کے ایک اثر متوقع کے دوسرے اثر غیر متوقع سے بدلنے کے وقت عبد الاسباب) یہ نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے (اگر عقل سے کام لیتا تو سمجھتا کہ ہے تو کوئی ضرور اور) وہ محسوس ہے نہیں (پس) شاید افلا کی (یعنی غائب عن الحواس) ہے (پس اس طرح سے اس کو متصرف کا پتہ لگ جاتا اور نصوص ظاہرہ میں حق تعالیٰ کے صفات میں علی العرش اور فی السماء وارد ہے **فلعنی الذی بعلمه الله تعالیٰ** آگے معتقدان تاثیر اسباب کے تخلف مراد کی تیسری مثال ہے کہ) تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا (مگر) تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تو نے دیکھا ہے (یہ صاف دلیل ہے کہ علاوہ تیرے اور کمان کے کوئی اور متصرف ہے آگے اس کا چوتھا مادہ تمثیلی ہے کہ) تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا (مگر) تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا (یعنی بجائے صائد آہو بننے کے مصید خوک بن گیا تو یہ تخلف مراد دلیل ہو گی اسباب کے غیر مستقل اور مسبب کے موثر مستقل ہونے کی آگے

پانچویں تمثیل ہے تبدیل کی کہ) کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے (لوٹنے سے مراد خوب نفع حاصل کرنا والکبس کما فی الغیاث شبخون بردن یعنی غارت کردن مگر) نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور حبس میں پڑ گیا (چھٹی تمثیل) دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے (مگر) اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا (پس) جب (ان مواد مذکورہ اور نیز دیگر مواد کثیرہ میں) تجھ کو پروردگار نے (بکثرت) سبب (کے اثر) میں بے مراد کر دیا پھر تو سبب کے بارہ میں کس لئے بدگمان نہیں ہوتا (مراد بدگمانی سے احتمال عدم تاثیر سبب آگے اس عدم استقلال تاثیر اسباب کی اور مثالیں ہیں کہ دیکھو) بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے (اور) دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا (اور پہلا سرمایہ بھی اس کی نذر کر بیٹھا) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قارون ہو گئے (مثلاً کوئی مالدار عورت مل گئی اور) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے (مثلاً عورت بدانتظام یا بدخواہ ہوئی یا مہر وغیرہ کی نالش ہو گئی آگے اس سب پر تفریع ہے کہ) پس (معلوم ہوا) سبب (طبعی) دم خر کی طرح (مختلف جوانب کو) گھومتا ہے (جس طرح دم خر کبھی ایک طرف کو ہلتی ہے کبھی دوسری طرف کو اسی طرح اس کی تاثیر مستقل نہیں متبدل ہوتی رہتی ہے جب یہ بات ہے تو) اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر (یعنی واجب) ہے (اور اس کا مقتضائے اصلی تو یہ تھا کہ استثناء اسباب مامور بہا باقی اسباب کو بالکل ہی ترک کر دیا جاوے لیکن اتنی ہمت نہ ہو تو مباشرت اسباب کی اجازت ہے لیکن اس) مباشرۃ اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جاتا (دلیری سے مراد ان کو موثر مستقل سمجھنا) کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں (اور ہم نے جس استثناء کی اوپر تاکید کی ہے اس) استثناء کا راز یہی احتیاط اور حذر ہے (اعتماد علی الاسباب والتدابیر سے) اس لئے کہ یہ (قضاؤ) قدر (احیاناً) خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے (یعنی قضاوقدر کے غلبہ سے غلط بنی واقع ہو جاتی ہے جیسا اوپر کی مثالوں میں نتیجہ متوقعہ غلط نظر آیا اور واقع ہوا اور) جس کی آنکھ (قضاوقدر نے) بند کر دی اگرچہ وہ (کتنا ہی) سیانا ہے (مگر) احولی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری (معلوم ہونے لگتا ہے) اور (فی الغیاث گربز بالضم وبائے موحدہ نیز مضموم بمعنی مکار وحیلہ گراھ) جب حق تعالیٰ (جو کہ مالک ہیں قضاوقدر کے) ابصار کی تقلیب کر دیتے ہیں تو وہ قلب اور فکر کو بھی منقلب کر دیتے ہیں (کیونکہ ان کی قدرت حواس اور عقل پر برابر ہے اور مشاہدۂ حواس کی غلطی سے عقل کی غلطی اکثر وقوعاً ہے پس جب وہ حواس میں تغیر فرما سکتے ہیں تو اس مشاہدہ پر عقل میں بدرجہ اولیٰ تغیر فرما سکتے ہیں اور اس کو اولیٰ کہنا ایسا ہے جیسے ارشاد ہے **وھواھون علیه ای باعتبار اعادۃ الناس امابا عتبارالقدرۃ فهما سواء** آگے اس تقلیب ابصار وبصائر کی اور مثالیں ہیں کہ) تو (بعض اوقات) کنویں کو (یعنی مضرت کو) ایک لطیف گھر (یعنی منفعت) دیکھتا ہے (اور بعض اوقات) تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے (یہ تو تقلیب بصیرت ہوئی اور تقلیب بصر اس طرح ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے (صحابہ) اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو کم کر کے دکھلایا (**کما قال تعالیٰ و اذیریکموھم اذالتقیتم فی اعینکم قلیلاً**) تاکہ وہ مجمع (مشرکین کا ان کی آنکھ میں) کچھ وقعت نہ رکھے (اور جرات کے ساتھ ان سے مقابلہ کریں تاکہ باطل سے حق غالب ہو جاوے **قال تعالیٰ لیقضی الله امرا کان مفعولاً** اور قرآن مجید میں اسی آیت میں منصوص ہے س **ویقللکم فی اعینهم** مگر تقلیب بصر مومنین ان کے لئے نافع ہوئی اور تقلیب بصر مشرکین ان کے لئے مضر ہوئی یہاں تک مضمون عدم استقلال

اسباب کا ختم ہو گیا مگر اس تقلیب مذکور سے شبہ واقع ہو سکتا ہے مذہب سوفسطائیہ کا کہ وہ حقائق کے منکر ہیں اور عالم کو خیال کہتے ہیں سو تقلیب میں بھی یہی ہوگا کہ جس کو حقیقت سمجھتا تھا وہ خیال تھا اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ) یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی تقلیب ہے اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں (آیا عباد کے قبضہ میں ہیں یا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں مطلب یہ کہ ہم حقائق کے تو قائل ہیں مگر ان کو من کل الوجوہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں مانتے ہیں تاثیراً بھی کہ جب وہ چاہیں اثر دیں جب چاہیں نہ دیں اور حسباناً بھی کہ اگر وہ چاہیں حقیقت اپنی اصل پر نظر آوے اور جب چاہیں اپنی اصل پر نظر نہ آوے بخلاف سوفسطائیہ کے کہ وہ تو اصل حقائق ہی کا انکار کرتے ہیں فشتان مابینہما چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے وہ تو بالکلیہ خیال ہی پر تنا ہوا ہے (اور ہم اس کے قائل نہیں کما ذکر آگے سوفسطائی پر ایک خاص رد فرماتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو تو خیال کہہ رہا ہے تو) وہ یہ نہیں کہتا (یعنی کیوں نہیں کہتا) کہ یہ خیال سمجھنا بھی تیرا ایک خیال ہوگا (یعنی جب وہ حکم کلی کرتا ہے ہر چیز کے خیال ہونے اور غیر واقعی ہونے کا تو دو حال سے خالی نہیں اگر وہ اس حکم کلی کو بھی خیال اور غیر واقعی کہتا ہے تو خود اپنے مذہب کے غیر واقعی اور باطل ہونے کا معترف ہے اور اگر اس کو واقعی مانتا ہے تو وہ حکم کلی نہ رہا تب بھی اپنے مذہب کا ترک لازم آیا پس شق اول میں بطلان کا التزام ہے اور شق ثانی میں لزوم بس ہر شق پر وہ مذہب باطل ٹھہرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) تو آنکھ مل (کر دیکھ تاکہ حقیقت واقعیہ نظر آوے کہ اثبات ہے حقائق کا اور غیر مستقل ہونا ہے ان حقائق کا اور یہی مذہب ہے اہل حق محققین کا کما ذکر تفصیلہ۔

فائدہ:۔ یہ تفصیل تاثیر اسباب کے متعلق ہے اور ترک استثناء کے ضرر کی تفصیل نہیں پس شعر ذکر استثناء الخ کی تمہید میں جو احقر نے اکتفا علی الاجمال کیا ہے اس پر شبہ نہ کیا جاوے فقط۔

رفتن پسران سلطان سوی قلعہ بحکم آنکہ الانسان حریص علیٰ مامنع

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا' اس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا جائے اس کا لالچی ہو جاتا ہے

مابندگی خویش نمودیم و لیکن　　خوئے بد تو بندہ ندانست خریدن

ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن تیری بدعادت غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیر پا نہادند تا در چاہ بلا افتادند و می گفت ایشاں را نفوس لوامہ الم یأتکم نذیر و ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر

ان سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہاں تک کہ مصیبت کے گڑھے میں گر گئے اور ان سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا اور وہ روتے ہوئے اور شرمندہ کہہ رہے تھے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے''

این سخن پایاں ندارد آں فریق	برگرفتند از پئے آں دژ طریق
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس فریق نے	اس قلعہ کی طرف راستہ لیا

بر درخت گندم منہی زدند	از طویلہ مخلصاں بیروں شدند
وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے	مخلصین کے مسکن سے باہر نکل گئے
چوں شدند از منع و نہیش گرم تر	سوی آں قلعہ برآوردند سر
جب اس کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پرشوق ہو گئے	تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے
برستیز قول شاہ مجتبیٰ[1]	تا بقلعہ صبر سوز ہش ربا
قول شاہ برگزیدہ کے خلاف	قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف آئے
آمدند از رغم عقل پند توز	در شب تاریک برگشتہ زروز
برعکس عقل پند خواہ کے	دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے
اندران قلعہ خوش ذات الصور	پنج در در بحر و پنجے سوی بر
اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں	پانچ دروازے دریا کی طرف تھے اور پانچ خشکی کی طرف
پنج ازاں چوں حس ظاہر رنگ بو	پنج ازاں چوں حس باطن راز جو
ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ مدرک رنگ و بو کے ہیں	ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں
زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار	می شدند از سوبسو خوش بیقرار
ان ہزاروں تصویروں اور نقش و نگار سے	ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے

یہ مضمون (تقلیب وتبدیل ابصار و بصائر کا) انتہا نہیں رکھتا (کیونکہ افعال حق میں سے ہے جو کہ **لاتقف عنلحدمیں** اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) اس فریق نے اس قلعہ کی طرف راستہ لیا (اور گویا) وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے (اور گویا) مخصلین (مطیعین) کے مسکن سے باہر نکل گئے (یعنی) جب اس (بادشاہ) کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پرشوق ہو گئے تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے (اور) قول شاہ برگزیدہ کے خلاف قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف آئے برعکس (مقتضائے عقل پند خواہ کے (فی الغیاث توختن حاصل کردن وخواستن اھ گویا) دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے (راحت کو دن سے اور مصیبت کو رات سے تشبیہ دی گئی اور) اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں پانچ دروازے دریا کی طرف تھے (کہ دریا کے سفر کرنے والے آسانی سے آسکیں) اور پانچ خشکی کی طرف تھے (آگے ان دروازوں کی تشبیہ ہے کہ) ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ رنگ و بو (وغیرہ مدرکات ظاہرہ) کے مدرک ہیں (فالمضاف محذوف وھو مع المضاف الیہ صفۃ للحس اور) ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں (یعنی مدرکات باطنہ کے مدرک ہیں رنگ و بو کے ساتھ لفظ

---

[1] اگر کسی را اشکال افتد کہ بالا در ذیل سرخی رواں شدن شہزادگان الخ بضمن شرح شعر روے و پشت الخ بجواب اشکالے گفتہ بودی کہ اس بادشاہ کے دین دار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا الخ لفظ مجتبے دیندار بودنش دلالت میکند جوابش اینکہ اجتباء عام ست دینی و دنیوی را پس مراد آں تواں شد کہ درمیان شاہان در مال و جاہ یا دیگر صفات کمال متعارف برگزیدہ بود ۱۲ منہ

وغیرہ مفسر مدرکات ظاہرہ اس لئے بڑھایا کہ باصرہ وشامہ کے سوا کہ مدرک رنگ اور بو ہیں بقیہ تین حواس کہ سامعہ ذائقہ و لامسہ ہیں دوسرے مدرکات ظاہرہ کے مدرک ہیں پس تخصیص تمثیلاً ہے اور حواس باطنہ کے متعلق اگر یہ شبہ ہو کہ حس مشترک تو مدرک معانی کا نہیں بلکہ مدرک صور ہے اس کو راز جو بمعنی مدرک للمدرکات الباطنہ کیسے کہا جواب یہ ہے کہ وہ صور ظاہرہ بعد تجرید عن المادہ کے ظاہر نہیں رہتیں کیونکہ وہ تجرید کے ساتھ ظاہر میں متحقق نہیں پس حس مشترک ان کو اسی وقت ادراک کرتا ہے جب وہ باطن ہو جاتی ہیں اور اس تشبیہ میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قالب انسان بھی مثل اس قلعہ ہوش ربا کے ہے جس میں ان حواس کی راہ سے ایسے بیشمار مدرکات کا ادراک ہوتا ہے جس سے انسان مسلوب العقل مغلوب الحرص والشہوت ہو کر مبتلائے مصیبت دنیوی واخروی ہو جاتا ہے اس لئے ان صور کی طرف متوجہ ہونا کہ مشابہ ہے قلعہ میں داخل ہونے کے واجب الحذر ہے واللہ اعلم اور جب شہزادے اس قلعہ میں داخل ہوئے تو) ان ہزاروں تصویروں اور نقش ونگار (کے دیکھنے) سے (جو اس میں مرتسم تھیں ان کی یہ کیفیت تھی کہ) ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے (یعنی تصویریں ایک سے ایک بڑھ کر اس قدر عجیب وخوشنما تھیں کہ کبھی ایک کو دیکھتے پھر فوراً ہی دوسری کے دیکھنے کو دل چاہتا کسی ایک جگہ ان کو قرار نہ تھا خوش بخوش تماشا دیکھتے پھرتے تھے پس بیقرار سے مراد تماشے کی بے قراری نہ کہ عشق کی کہ وہ تو ایک ہی تصویر سے ہوگی جس کا ذکر سرخی آئندہ میں آوے گا اور لفظ خوش بھی اس مصرعہ میں اس کا قرینہ صریحہ ہے آگے انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف۔

زیں قدحہای صورکم باش مست	تانگردی بت تراش و بت پرست
ان صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو	تاکہ تو بت تراش اور بت پرست نہ ہو جاوے
از قدحہای صور بگذر مایست	بادہ در جام ست لیک از جام نیست
صورتوں کے پیالوں سے گزر جا قرار مت پکڑ	بادہ جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے
سوی بادہ بخش بکشا پہن گوش	تازاں سو بشنوی بانگ وخروش
بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول	تاکہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش سنے
گوش دار آوازت آید دمبدم	چوں رسد بادہ نیاید جام کم
کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آئے گی	جب بادہ مل جاوے گا تو جام کی کچھ کمی نہیں ہے
آدمأ معنی دلبندم بجوی	ترک قشر و صورت گندم بگوی
اے آدم میرے معنی دلبند کو طلب کرو	پوست اور صورت گندم کو ترک کرو
چونکہ ریگے آرد شد بہر خلیل	دانکہ معزولست گندم اے نبیل
جب کہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کیلئے آٹا ہو گیا تھا	تو جان لو کہ گندم معزول ہے اے بزرگ
صورت از بیصورت آمد در وجود	ہمچناں کز آتشے زادست دود
صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے	جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے

کمتریں عیبے مصور درخیال	چوں پیاپے بینیش آرد ملال
ادنیٰ درجہ کا عیب مصور فی الخیال کا تو یہ ہے	کہ جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے تو وہ ملال لاتا ہے
حیرت محض آردت بے صورتے	زادہ صدگوں آلت از بے آلتے
بے صورت تیرے اندر حیرت محضہ لاتی ہے	صدہاقسم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے
بے زدستے دستہا با فدہمی	جان جاں سازد مصور آدمی
وہ بدوں ہاتھ کے ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے	روح الروح آدمی کو مصور کرتا ہے
آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال	می شود بافیدہ گونا گوں خیال
جس طرح سے کہ دل میں ہجر و وصال سے	اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے ہیں
ہیچ ماند ایں موثر با اثر	ہیچ ماند بانگ و نوحہ باضرر
بھلا کہیں یہ موثر اثر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے	بھلا کہیں فغاں ونوحہ ضرر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے
نوحہ را صورت ضرر بیصورت ست	دست خایند از ضرر کش نیست دست
نوحہ کی تو صورت ہے ضرر بے صورت ہے	لوگ ہاتھ چباتے ہیں ضرر سے جس کے ہاتھ نہیں ہے
ایں مثل نالائق ست اے مستدل	حیلۂ تفہیم را جہد المقل
یہ مثال غیر لائق ہے اے مستدل	تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے
صنع بیصورت نگارد صورتے	تن بروید یا حواس و آلتے
بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے	تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس و آلات کے
تاچہ صورت باشد آں بروفق خود	اندرآرد جسم را در نیک و بد
تاکہ جونسی بھی صورت ہو وہ اپنے موافق	جسم کو نیک و بد میں لے آوے
صورت نعمت بود شاکر شود	صورت مہلت بود صابر شود
صورت نعمت کی ہو تو شاکر ہو جاتا ہے	صورت مشقت کی ہو تو وہ صابر ہو جاتا ہے
صورت رحمے بود شاداں شود	صورت زخمے بود نالاں شود
صورت رحم کی ہو تو پھول جاتا ہے	صورت زخم کی ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے
صورت شہرے بود گیرد سفر	صورت تیرے بود گیرد سپر
کسی شہر کی صورت آ جاوے تو سفر اختیار کرتا ہے	تیر کی صورت آجاوے تو سپر لے لیتا ہے

صورت خوباں بود عشرت کند	صورت غیبی بود خلوت کند
حسینوں کی صورت آجاوے تو عشرت کرتا ہے	کوئی صورت غیبی آجاوے تو خلوت کرتا ہے
صورت محتاجی آرد سوی کسب	صورت بازو وری آرد بہ غصب
محتاجی کی صورت کسب کی طرف لاتی ہے	بازو وری کی صورت غصب کی طرف لاتی ہے
ایں ز حد و انداز ہا باشد بروں	داعی فعل از خیال گونہ گوں
یہ حد اور اندازہ سے خارج ہے	فعل کا داعی گونا گوں خیالات سے
بے نہایتکیشہا و پیشہا	جملہ ظل صورت اندیشہا
غیر متناہی مذاہب اور پیشے	سب ظل ہیں صورت خیالات کے
برلب بام ایستادہ قوم خوش	ہر یکے را برزمیں بیں سایہ اش
لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے	ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے
صورت فکرست بر بام مشید	واں عمل چوں سایۂ برارکاں پدید
صورت فکر بام بلند پر ہے	اور وہ فعل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے
فعل بر ارکان و فکرت مکتتم	لیک درتاثیر و وصلت دوبہم
فعل تو ارکان پر ہے اور فکر مکتتم ہے	لیکن تاثیر اور اتصال دونوں مقارن ہیں
آں صور در بزم کز جام خوشی ست	فائدہاو بیخودی و بیہشی ست
بزم میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے ہیں	ان کا فائدہ بے خودی اور بے ہوشی ہے
صورت مرد وزن ولعب و جماع	فائدہاش بیہوشی وقت وقاع
صورت مرد و زن کی اور لعب اور جماع	اس کا فائدہ بے ہوشی ہے وقت جماع کی
صورت نان ونمک کاں نعمت ست	فائدۂاش آں قوت بیصورت ست
صورت نان و نمک کی جو کہ نعمت ہے	اس کا فائدہ قوت بے صورت ہے
درمصاف آں صورت تیغ و سپر	فائدہ اش بیصورتی یعنی ظفر
جنگ میں وہ صورت تیغ و سپر کی	اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر
مدرسہ وتعلیق و صورتہای وے	چوں بدانش متصل شد گشت شے
مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں	جب علم سے متصل ہو گئیں تو وہ تمام ہو گئیں

ایں صور چوں بندۂ بیصورت اند	پس چرا در نفی صاحب نعمت اند
جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں	پھر کس لئے یہ صاحب نعمت کی نفی میں ہیں
پس صورہا بندۂ بیصورت اند	پیش او رویند و در نفی اوفتند
پس صورتیں تابع ہیں بے صورت کے	اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور نفی میں واقع ہوں
ایں صور دارد ز بیصورت وجود	چیست پس بر موجد خویشش جحود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں	پھر ان کو اپنے موجد پر جحود کیا ہے
خود ازو یابد ظہور انکار او	نیست غیر عکس خود ایں کار او
اس کا انکار خود اس ہی سے ظہور پاتا ہے	اس کا یہ فعل بجز اپنے عکس کے نہیں ہے
صورت دیوار و سقف ہر مکاں	سایۂ اندیشۂ معمار داں
ہر مکان کی صورت دیوار اور سقف کو	خیال معمار کا ظل جان
گرچہ خود اندر محل افتکار	نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار
اگرچہ محل فکر میں	سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے
فاعل مطلق یقیں بے صورتست	صورت اندر دست او چوں آلتست
فاعل مطلق یقینا بے صورت ہے	صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے ہے
گہ گہ آں بیصورت از کتم عدم	مر صور را رونماید از کرم
وہ بے صورت گاہ گاہ پردۂ غیب سے	صورتوں کو تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے
تا مدد گیرد ازو ہر صورتے	از کمال و از جمال و قدرتے
تاکہ اس سے ہر صورت مدد حاصل کرے	کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے
باز بیصورت چو پنہاں کرد رو	آمدند از بہر کد در رنگ و بو
پھر بے صورت نے جب تجلی مستتر کر لی	تو وہ لوگ کدیہ کے لئے رنگ اور بو میں آ گئے
صورتے از صورت دیگر کمال	گر بجوید باشد آں عین ضلال
ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال	ڈھونڈھے تو وہ عین ضلال ہے
جز مگر آں صورتے کاں شیر زاد	بابت ارشاد گردش ازو داد
بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے	لائق ارشاد کے کیا ہو مودت سے

پس چہ عرضہ می کنی اے بے ہنر	احتیاج خود بمحتاج دگر
پس کیا پیش کرتا ہے تو اے بے ہنر	اپنی احتیاج دوسرے محتاج کی طرف
چوں صور بندست بریزداں مگو	ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو
جب صورتیں بندہ ہیں تو یزداں پر اطلاق مت کر	صورت کا گمان مت کر اس کو تشبیہ سے مت ڈھونڈھ
در تضرع جو و در افنائے خویش	کز تفکر جز صور ناید بہ پیش
تضرع میں اور اپنے فنا کرنے میں اس کو طلب کر	کیونکہ تفکر سے بجز صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آوے گی
ور ز غیر صورتت نبود فرہ	صورتے کاں بے تو زاید در توبہ
اور اگر بدوں صورت کے تجھ کو انبساط نہیں ہوتا	توبہ جو صورت بدوں تیرے تیرے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے
صورت شہرے کہ آنجا میروی	ذوق بیصورت کشیدت اے روی
اس شہر کی صورت کہ تو وہاں جاتا ہے	مجھ کو ذوق نے کھینچا ہے جو کہ بے صورت ہے اے سیراب ہونے والے
پس بمعنیٰ میروی تا لامکاں	کہ خوشی غیر زمانست و مکاں
پس باطنا تم لامکاں کی طرف جا رہے ہو	کیونکہ خوشی غیر زمانی اور غیر مکانی ہے
صورتے یارے کہ سوئے او شوی	از برای مونس اش میروی
کسی دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے	تو اس کے انس کی وجہ سے جا رہا ہے
پس بمعنیٰ سوی بیصورت شدی	گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
پس باطناً تو بے صورت کی طرف جا رہا ہے	اگرچہ اس مقصود سے تو غافل ہے
پس حقیقت حق بود معبود کل	کز پئے ذوق ست سیران سبل
پس در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے	کیونکہ ذوق ہی کے لئے راستوں کا چلنا ہے
لیک بعضے روسوی دم کردہ اند	گرچہ سر اصلست سر گم کردہ اند
لیکن بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے	اگرچہ سر اصل ہے انہوں نے سر کو گم کر دیا ہے
لیک آں سر پیش ایں ضالان گم	می دہد داد سرے از راہ دم
لیکن وہ سران ضالین گم کے سامنے	سر کی عطا دم کے واسطے سے عطا کرتا ہے
آں ز سر می یابد آں داد ایں ز دم	قوم دیگر پا و سر کردند گم
وہ شخص سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص دم سے	ایک اور قوم نے پاؤں اور سر گم کر دیئے

از گم آمد' سوی کل بشتافتند	چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند
گم ہونے کے سبب وہ کل کی طرف دوڑے	چونکہ سب گم ہو گئے انہوں نے سب کو پا لیا

(بمناسبت صورت پسندی مذکورہ شعر زاں ہزاراں صورت الخ کے بطور انتقال کے ارشاد فرماتے ہیں کہ) ان (ظاہری) صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو (یعنی ان کا فریفتہ مت ہو اور ان کو قدح کہنے کی تحقیق شعر آئندہ کے حل میں آوے گی) تا کہ تو بت تراش اور بت پرست (کے مشابہ) نہ ہو جاوے (کہ وہ بھی ایک صورت کا عاشق ہوتا ہے گو اس کا عشق درجہ جحودیت تک پہنچ جاتا ہے اور تیرا درجہ مقصودیت تک رہتا ہے لیکن اتنی مشابہت بھی مذموم ہے پس) صورتوں کے پیالوں سے گزر جا (اور ان پر) قرار مت پکڑ (کیونکہ) بادہ (جمال گو اس) جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے (بلکہ بادہ بخش کا ڈالا ہوا ہے پس شائق بادہ کا پیالہ پر عاشق ہونا حماقت ہے بادشاہ بخش پر عاشق ہونا چاہئے کہ بادہ کا مرجع وہی ہے اسی طرح صورت ظاہری مثل جام کے ہے پس قدحہائے صور میں اضافہ مثل لجین الماء کے ہے اور اس کا حسن مثل بادہ کے اور حق تعالیٰ مثل بادہ بخش کے پس مرجع حسن و جمال اور اصلی حسین و جمیل وہی ہیں ان پر عاشق اور ان کا طالب ہونا چاہئے چنانچہ آگے اس کی تصریح بھی ہے کہ) بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول (یعنی ادھر متوجہ ہو اور گوش کی تخصیص میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ دنیا میں مطلوب حقیقی کی رویت بالبصر نہیں ہو سکتی اور تجلیات مبصرہ مثالی ہوتی ہیں عین حق نہیں ہوتیں البتہ حصول نسبت وقرب سے جن واردات سے مشرف ہوتا ہے وہ عین احکام حق ہوتے ہیں جو گوش باطن یعنی القاء سے منکشف ہوتے ہیں اس لئے گوش بکشا کہا چشم بکشا نہیں کہا) تا کہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش (واردات کا) سنے (بانگ وخروش کا ہونا ضروری نہیں اور اگر ہو تو وہ صوت مثالی ہوتی ہے کیونکہ قول اور لحن نے آواز نے انکشاف واردات کو سماع بانگ وخروش سے مجازاً تعبیر کر دیا اطلاقاً للسبب فی الجملۃ علی المسبب اس طرف) کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آوے گی (یعنی واردات کا القاء ہوگا اور) جب بادہ (حسن حقیقی کا) مل جاوے گا تو جام کی کچھ کمی نہیں ہے (یعنی ان واردات سے حق تعالیٰ کی صفات و افعال کی معرفت ہوگی اور تمام اجزاء عالم ان صفات وافعال کا مظہر معلوم ہوگا اور ان سب میں ان صفات وافعال کا مشاہدہ کرے گا یہ معنی ہیں۔ نیاید جام کم کے پس اس حالت میں یہ کسی صورت کا مقید اور فریفتہ نہ ہوگا آگے بطور حکایت عن الحق کے خطاب ہے آدم علیہ السلام کو جس سے مقصود خطاب ہے۔ بنی آدم کو یعنی) اے آدم میرے معنی دلبند کو طلب کرو (اور) پوست اور صورت گندم کو ترک کرو (صورت کا عطف قشر پر تفسیری ہے اشارہ ہے قصہ نہی عن الشجرہ کی طرف اور معنی سے مراد صفات و افعال حق یعنی توجہ الی الخلق کو کہ مشابہ اکل شجرہ کے ہے ترک کر کے توجہ الی الحق کرو آگے صورت کا غیر معتد بہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) جبکہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے آٹا ہو گیا تھا (یہ آپ کا معجزہ مشہور ہے) تو (اس سے) جان لو کہ گندم (باعتبار صورت کے) معزول (اور قابل قطع نظر کرنے کے) ہے اے بزرگ (تو دیکھو کہ باوجود گندم کی صورت نہ ہونے کے ریگ سے گندم کا کام لیا گیا کہ اس سے آرد حاصل ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ صورت مقصود اور مدار مقصود نہیں پس اس کی طلب میں مت پڑو آگے صورت کا معنی بے صورت کے تابع ہونا بیان فرمائے ہیں دو طور سے۔

اول یہ کہ بے صورت علت فاعلی ہوتی ہے صورت کی وہذا الی قولہ فعل برارکان الخ دوسرے یہ کہ بے صورت علت غائی ہوتی ہے صورت کی وہذا من قولہ متصلاً بالبیت المذ کور آں صور در بزم الخ اور دونوں قسم کی علیۃ میں تبعیت ظاہر ہے اول میں

وقوعاً ثانی میں قصداً پس فرماتے ہیں کہ) صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے (تشبیہ صرف تسبب میں ہے قطع نظر با صورت و بے صورت ہونے سے کیونکہ آتش جس سے کہ دھواں پیدا ہوتا ہے وہ یقیناً بوجہ امتزاج بالا جزاء الارضیہ کے صورت حسیہ رکھتی ہے گو نار صرفہ کو غیر محسوس کہا گیا ہے پھر ظاہراً صورت سے مراد مطلق صورت مادیہ ہے گو محسوس نہ ہو چنانچہ شعر آئندہ متصل اور اشعار متعددہ غیر متصلہ میں خیال کو بھی صورت کے عموم میں داخل کیا ہے تو نار صرفہ بھی اس معنی کر با صورت ہے پس تشبیہ صرف تسبب ہی میں ہوئی آگے تائید مضمون صورت کے غیر قابل طلب اور معنی کے قابل طلب ہونے کے لئے جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ کے ذیل مذکور تھا صورت کی ایک خاصیت ذامہ اور بے صورت کی ایک خاصیت مادحہ کا بیان ہے کہ) ادنی درجہ کا عیب مصور فی الخیال کا (کہ ایک فرد ہے با صورت کی) تو یہ ہے کہ جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے (اور سوچتا رہے) تو وہ ملال (اور افسردگی) لے آتا ہے (بخلاف غیر مصور و بے صورت کے کہ وہ ملال کا سبب کبھی نہیں ہوتا بلکہ وہ) بے صورت تیرے اندر حیرت محضہ لاتی ہے (شرح اس کی یہ ہے کہ ملال ہوتا ہے احاطہ مدرک وتمام ادراک سے اور حیرت ہوتی ہے عدم احاطہ مدرک وعدم تمام ادراک سے تو با صورت میں تو تمام ادراک ہوسکتا ہے اس وقت ملال بھی ہوسکتا ہے اور بے صورت میں تمام ادراک نہیں ہوتا پس ملال بھی نہیں ہوتا بلکہ حیرت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حیرت میں ادراک کا شوق بڑھے گا اور شوق میں لذت ہوتی ہے اور ملال کا سبب انقباض ہونا ظاہر ہے پس با صورت کا خاصہ انقباض ہوا اور بے صورت کا خاصہ شوق وانشراح ہوا اور اول کا موجب ذم اور دوسرے کا موجب مدح ہونا ظاہر ہے اور ادنیٰ کہنے سے معلوم ہوا کہ اور عیوب اس سے بھی زیادہ ہیں اور جب صورۃ خیالیہ جو کہ کسی قدر قیود سے مجرد بھی ہے مگر حلول فی المادی کے سبب مادی ہے جب وہ ایسی ہے تو صورت مقیدہ بقیود کثیرہ تو اس خاصیت میں اس سے زیادہ ہوگی کہ ادراک اس کو زیادہ احاطہ کرے گا جس سے ملال زیادہ ہوا اور اگر کوئی کہے کہ ہم کو تو صورت معشوقہ سے کبھی ملال نہیں ہوتا جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو مطلق صورت سے ملال کا وقوع تحقیق مدعا کے لئے کہ ترجیح بیان کرنا ہے بے صورت کا صورت پر کافی ہے کیونکہ بے صورت سے کبھی بھی ملال نہیں ہوتا اور یہ ترجیح کے لئے کافی ہے دوسرے مقصود بیان کرنا اصل خاصیت کا ہے قطع نظر عوارض سے اور یہاں عدم ملال ایک عارض سے ہے کہ وہ شہوت وغیرہ ہے چنانچہ اکثر بعد قضاء شہوت یہ ملال مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس عدم ملال کا راز بھی وہی عدم ادراک تام ہے کہ قبل قضاء شہوت خاص لذت کا ادراک نہیں تھا اس لئے شوق تھا کہ اس میں کیسی لذت ہوگی جب یہ ادراک بھی تام ہوگیا ملال پیدا ہوگیا اور یہ تفاوت درمیان با صورت و بے صورت کے اثناء مضمون تابعیت صورت للمعنی میں جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ سے شروع ہوا ہے بطور جملہ معترضہ کے مذکور ہوا ہے اب پھر اسی مضمون تابعیت کی طرف عود ہے یعنی بے صورت کا با صورت سے وجود میں آنا جو کہ اجمالاً شعر صورت از بے صورت الخ میں مذکور ہوا اس کا اعادہ معہ تفصیل یہ ہے کہ) صد ہا قسم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے (یہ اعادہ ہوا اس مضمون کا کیونکہ بے آلت سے مراد وہی بے صورت ہے اس لئے کہ با صورت میں صورت ہی آلہ ہوتی ہے افعال کی چنانچہ حیوان میں ہاتھ پاؤں آنکھ کان بطش ومشی وبصر وسمع کے لئے اور غیر حیوان میں مادہ وصورت شخصیہ اس کے افعال وخواص کے لئے وہذا ظاہر آگے مختلف عنوانات سے اس کی تفصیل ہے کہ) وہ (بے آلات و بے صورت یعنی حق تعالیٰ) بدوں ہاتھ کے (کہ جزو ہے ذی ید کا ذی آلات کے) ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے (یعنی) روح الروح (مراد حق تعالیٰ کہ محیی روح ہے) آدمی کو (کہ ذی صورت وآلات ہے) مصور کرتا ہے جس طرح سے کہ دل میں ہجر ووصال (کے اثر) سے اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے

ہیں (ہجراور وصال چونکہ امور اضافیہ سے ہیں صفات حقیقیہ سے نہیں اس لئے ان کا وجود انتزاعی ہوگا انضمامی نہ ہوگا اور صفات انتزاعیہ کسی مادی میں حلول کئے ہوئے نہیں ہوتیں اس لئے ان کو مادی نہ کہا جاوے گا پس وہ بے صورت ہوئیں اور خیال حال فی الدماغ المادی ہے اس لئے وہ باصورت ہوا اور ہجر کی حالت میں ہجر سے اور وصال کی حالت میں وصال سے مختلف حالات کا قلب ودماغ میں پیدا ہونا اہل مذاق عشق کو معلوم ہے پس اس مثال میں بھی بے صورت موثر وفاعل ہوا باصورت میں پس اس میں جان جاں ساز مصور آدمی کی بھی تشبیہ ہوگئی اور خود ایک مادۂ تحقق تاثیر غیر مصور فی المصور کا اضافہ معین فی التفصیل بھی ہوگیا آگے اس ہجر ووصال اور گونا گوں خیال کا مصور وغیر مصور ہونے میں تفاوت جو کہ مدار تھا تشبیہ بالا کا بیان فرماتے ہیں کہ) بھلا کہیں یہ موثر (یعنی ہجر ووصال) اثر (مذکور یعنی خیال) کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے (آگے اس کی مثال ہے کہ) بھلا کہیں فغان ونوحہ (کہ اثر ہے کلفت وضرر کا) ضرر کے ساتھ (کہ موثر ہے فغاں ونوحہ میں) کچھ مشابہت رکھتا ہے (یعنی نہیں رکھتا کیونکہ) نوحہ کی تو صورت ہے (کہ حال فی المادہ ہے اور) ضرر بے صورت ہے (کہ حقیقت اس کی فقداں مطلوب ہے جو کہ امر اضافی وغیر حال فی المادہ ہے اس مثال سے تفاوت ہجر ووصال اور خیال میں بھی معلوم ہوگیا کہ موثر بے صورت ہے اور اثر باصورت جو اجمالاً مصرعہ ہیچ ماند ایں موثر با اثر میں مذکور ہوا تھا آگے نوحہ کے باصورت اور ضرر کے بے صورت ہونے کی ایک خاص عنوان سے توضیح ہے کہ ضرر رسیدہ) لوگ ہاتھ چباتے ہیں (اس) ضرر (کے سبب) سے جس کے ہاتھ نہیں ہے (ضرر کے ہاتھ نہ ہونا ظاہر ہے مراد نفی بے صورت کی جس کو احقر ابھی بیان کر چکا ہے اور دست خائیدن کا حال فی المادی ہونا ظاہر ہے اور چونکہ شعر آنچناں کاندر دل الخ مثال تھی صنع حق بلا آلات مذکور فی قولہ بے زدستے الخ کی اور ہیچ ماند بانگ الخ مثال تھی اس مثال کی اور اس کے واسطہ سے مثال تھی اسی صنع کی پس ایک بواسطہ اور ایک بلا واسطہ دونوں مثالیں صنع حق کی ہوگئیں چونکہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مشبہ یعنی صنع حق کو بالکل ان امثلہ مشبہ بہا کے مماثل من کل الوجوہ سمجھ جاوے جو کہ خلاف واقع ہے اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) یہ مثال غیر لائق ہمارے مستدل (صرف) تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے (کہ وہ بقدر کفایت انفاق نہیں کرسکتا اپنی وسعت کے موافق کرسکتا ہے اسی طرح ہماری یہ تشبیہات کشف حقیقت کے لئے کافی نہیں ہماری وسعت کے قدر من وجہ تفہیم کے لئے لائی گئی ہیں ورنہ کہاں سبب حادث غیر قادر وغیر مختار وغیر مستقل وغیر عالم اور کہاں علت قدیم وقادر ومختار ومستقل وعالم آگے بعد تشبیہات ودفع ایہام ناشی عن التشبیہ عود ہے مضمون بے زدستے الخ کی طرف یعنی) بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے (یعنی) تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس وآلات (یعنی اعضاء وجوارح وخیالات) کے (کہ صورت کا مصداق ہے اور خیال کا صورت کے افراد میں سے ہونا احقر شرح شعر آنچناں کاندر دل از ہجر ووصال میں لکھ چکا ہے اور آئندہ کئی شعر کے مضمون کا یہی مبنی ہے الی قولہ صورت فکرست اس کے بعد کے بعض اشعار میں افعال کو صورت کہا ہے جو کہ ظاہر ہے آگے بعض افراد صورت کی نگارش کے بعض آثار کو کہ وہ تصرفات ہیں صورت نگار کے بیان فرماتے ہیں یعنی صورت نگاری اس لئے کرتے ہیں) تا کہ جونسی بھی صورت ہو وہ (صورت) اپنے مقتضا کے) موافق جسم کو (افعال) نیک وبد میں لے آوے (اس صورت سے مراد بقرینہ سیاق خیال ہے اور خیال کا مدار افعال ہونا ظاہر ہے چنانچہ آگے اس کی تفصیل ہے کہ اگر وہ) صورت نعمت کی ہو (جو دماغ مادی میں پیدا ہو) تو (وہ صاحب خیال) شاکر ہوجاتا ہے (اور فعل شکر اس سے پیدا ہوتا ہے اور محل شکر کا زبان اور جوارح اور قلب ہے اور یہ سب اجزاء ہیں جسم کے پس جملہ اندر آرد جسم را در نیک وبد کا تحقق ظاہر ہوگیا اسی طرح مواد آتیہ میں دیکھ لیا جاوے اور وہ یہ ہیں کہ اگر

وہ) صورت مشقت کی ہو تو وہ (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو (یعنی یہ خیال آجاوے کہ فلاں صاحب اختیار ہم پر رحم کریگا) تو (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو تو وہ (صاحب خیال) نالاں ہوتا ہے (اور اگر اس کے دماغ میں) کسی شہر کی صورت (وخیال) آجاوے تو سفر اختیار کرتا ہے (اور اگر اس کے خیال میں) تیر کی صورت آجاوے (کہ کوئی تیر میری طرف شاید آجاوے) تو (حفاظت کے لئے) سپر لے لیتا ہے (اور اگر خیال میں) حسینوں کی صورت (اور خیال) آجاوے تو (ان کے قرب ووصال کا سامان کر کے ان کے ساتھ) عشرت کرتا ہے (اور اگر خیال میں) کوئی صورت غیبی آجاوے (مثلاً تجلیات دواردات کا [illegible]ال) تو (اس کی تحصیل کے لئے) خلوت (اختیار) کرتا ہے (اور) محتاجی کی صورت (موجودہ یا متوقعہ) کسب کی طرف لاتی ہے (اور) بازو وری (یعنی قوی بازوشدن) کی صورت غصب کی طرف لاتی ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ غصب سے پہلے اس خیال کا آنا ضروری ہے کہ میں زور آور ہوں غصب کر سکتا ہوں پس مقصود قوت بازو کا شرط بتلانا ہے نہ کہ علت تا کہ نقض لازم آوے کہ خیال قوت بازو کے لئے غصب لازم نہیں اور) یہ حد اور اندازہ (یعنی شمار) سے خارج ہے (آگے اس اسم اشارہ کا مشار الیہ بتلاتے ہیں کہ یہ سے مراد) فعل کا داعی (اور سبب ہے آگے اس داعی کا بیان ہے پس از بیانیہ ہے یعنی) گونا گوں خیالات سے (مطلب یہ کہ جو خیالات محرک افعال ہیں ان کے افراد بے شمار ہیں چنانچہ) غیر متناہی مذاہب اور (غیر متناہی) پیشے سب (کے سب) ظل (اور اثر) ہیں صورت خیالات کے (یہ اضافت بیانیہ ہے پس اس سببیت خیال ومسببیت افعال کی ایسی مثال ہے کہ جیسے) لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے (خوش کی قید اتفاقی ہے ان میں) ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے (پس جس طرح یہ شخص سبب اور ظل مسبب ہے اسی طرح خیال سبب اور فعل مسبب ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں کہ) صورت فکر (دماغ میں ہونے کے سبب گویا) بام بلند پر ہے اور وہ فعل (جو اس کا مسبب ہے) سایہ کی طرح اعضا پر ظاہر ہے (اور ہم نے جو صرف عمل کو پدید کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ) فعل تو ارکان پر ہے (جو کہ محل افعال ہیں اور وہ خود بھی اور ان کے ساتھ افعال کا قیام اور حلول بھی ظاہر ہے) اور فکر مکتتم ہے (باعتبار محل کے بھی کہ دماغ ہے اور خود اپنی صورۃ نوعیہ کے اعتبار سے بھی کہ محسوس نہیں اگر چہ محل کا مشاہدہ بھی کیا جاوے اور اتصاف اور قیام کے اعتبار سے بھی تو گو ظہور وکمون کا دونوں میں فرق ہے) لیکن تاثیر (اس فکر کی) اور اتصال (اور ترتب اس عمل کا اپنے مؤثر پر یہ) دونوں مقارن ہیں (یعنی عمل کے وقت خیال کا وجود لازم ہے خواہ وہ خیال اسی وقت حادث ہوا ہو یا اس وقت تک باقی ہو جب خیال شرط ہے پس وجود عمل کا خود دلیل ہے اس کے وجود کی پس اس کے مکتتم ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہ کرنا چاہئے اور استدراک بقولہ لیک در تاثیر کا محط فائدہ یہی وجود ہے اس فکر کا نہ کہ خصوصیت مقارنت کی کہ وہ خصوصیت اتفاقی وواقعی ہے اور یہاں تک صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت فاعلی ہے صورت کی مذکور ہوا آگے اس صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت غائی ہے صورت کی مذکور ہوتا ہے وقد بنهت عليه من قبل في تمهيد شرح شعر صورت از بے صورت آمد الخ اور وہ علت غائی ہونا بے صورت کا صورت کے لئے اس طرح ہے کہ) بزم (شراب) میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے (حاصل ہوتی) ہیں (مثل شرب خمر و افعال متعلقہ آں) ان کا فائدہ (یعنی علت نمائی) بے خودی اور بے ہوشی ہے (جو کہ بوجہ امر عدمی وامر اضافی ہونے کے بے صورت ہے اور ایسے امور کا بے صورت ہونا شرح شعر آنچناں کاندر دل الخ میں ذکر کیا گیا ہے اور افعال کا افراد صورت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت مرد وزن کی اور لعب اور جماع (یہ عطف تفسیری ہے صورت کا) اس (صورت) کا فائدہ

(علت غائی) بے ہوشی ہے وقت جماع کی (غایت لذت کو بے ہوشی فرمایا اور اس کا غایت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت نان ونمک کی جو کہ نعمت سے اس کا فائدہ (اور غایت) قوت بے صورت ہے اس کو بے صورت کہنا بالمعنی المذ کور فی المواد السابقہ نہیں یعنی غیر حال فی المادہ کیونکہ قوت کا حلول مادہ میں اظہار ہے بلکہ بمعنی غیر صورت محسوسہ اور ظاہر ہے کہ قوت محسوس ومری نہیں ہے پس یہ مادہ مثال نہ ہوگی کلیہ مذکورہ کی بلکہ نظیر ہوگی اس کی یعنی بطور قیاس تمثیل کے ایک بے صورت باحد المعنیین کو دوسری بے صورت بالمعنی الآ خر پر حکم متبوعیت میں قیاس کرلیا اور شعر آئندہ متصل مدرسہ تعلیم الخ میں دانش کو بے صورت کہنا بھی قول مشہور پر کہ علم مقولہ کیف سے ہے اسی اعتبار سے ہے پس وہ بھی نظیر ہے اور شعر آئندہ متصل در مصاف الخ میں ظفر اس معنی مذکور سابق کے اعتبار سے بے صورت ہے پس وہ مثال ہے یعنی اسی طرح) جنگ میں وہ صورت تیغ وسپر کی اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر (اسی طرح) مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں (واسباب تعلیم مثل کتب وغیرہ) جب علم سے متصل ہوگئیں (یعنی علم ان پر مرتب ہوگیا جو کہ مدرسہ واسباب تعلیم کی غایت ہے) تو وہ (صورتیں) تمام ہوگئیں (یعنی ان اسباب سے اس حیثیت خاصہ سے تعلق نہ رہا جیسا کہ حصول غایت کے بعد وسائط سے تعلق ختم ہوجاتا ہے مثلاً منزل پر پہنچ کر سواری چھوڑ دی جاتی ہے و مثل ذلک اور یہ علامت ہے علم کے غایت ہونے کی اور وہ بے صورت ہے بایں معنی کہ غیر محسوس ہے نہ بایں معنی کہ غیر حال فی المادہ ہے کیونکہ قول مشہور پر یہ مقولہ کیف سے ہے جو کہ صفت منضمہ ہے پس انسان مادی میں جو علم ہوگا حال فی المادہ ہوگا اور اگر مقولہ اضافۃ سے ہو تو امور اضافیہ کا بے صورت ہونا بمعنی غیر حال فی المادہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور بدانش متصل گشت الخ میں مقصود اتصال کا حکم کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کو مقصود مقام میں کوئی دخل نہیں بلکہ مقصود اس کا غایت ہونا ہے تا کہ اس کے بے صورت ہونے سے مقصود مقام کی تائید ہو اور یہاں تک جب صورت کی تبعیت بے صورت کے لئے فاعلاً یا غایۃً بیان فرما چکے آگے اس تبعیت پر تفریع ہے کہ) جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں پھر کس لئے یہ (صورتیں) صاحب نعمت کی نفی میں ہیں (جیسے دہریہ منکر ہیں صانع تعالیٰ کے آگے بھی تفریع ہے تاکید تفریع اول کے لئے یعنی جب دلائل تبعیت مذکورہ کے بیان کردیئے گئے) پس (ان سے ثابت ہوگیا کہ) صورتیں تابع ہیں بے صورت کے (پھر تعجب ہے کہ اسی کے تصرف سے) اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور (اسی کی) نفی میں واقع ہوں (اور اس مصرعہ ثانیہ کی ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ تائید ہو مضمون مصرعہ اولی کی یعنی بندہ ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اسی کے سامنے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے سامنے عدم میں واقع ہوجاتے ہیں اور یہ سب اسی کے تصرف سے ہوتا ہے اس سے بندہ ہونا ظاہر ہوگیا مگر اول توجیہ سیاق وسباق کے زیادہ مناسب ہے کہ دونوں جگہ اس کی تصریح ہے حیث قال قبلہ پس چرا در نفی صاحب نعمت اند وقال بعدہ چیست پس بر موجد خویشش جحود آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں۔ پھر ان کو اپنے موجد پر جحود کیا ہے (آگے خود ان کے اس انکار سے بھی اس کے وجود پر استدلال کرتے ہیں کہ) اس (منکر) کا (یہ) انکار (بھی) خود اس (صانع) ہی سے ظہور پاتا ہے (اور) اس (صانع) کا یہ فعل (یعنی خلق انکار فی المنکر) بجز اپنے (یعنی صانع کے) عکس (اور اثر) کے نہیں ہے (یعنی انکار منکر بھی مجعول ہے اس صانع کا اور یہ مضمون ہے مصرعہ اولی کا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ انکار حادث ہے اور ہر حادث کے لئے جاعل ومحدث کی ضرورت ہے پس جاعل اس انکار مجعول کا حادث تو ہو نہیں سکتا لاستلزام الدور اوالتسلسل پس لامحالہ قدیم ہوگا پس جاعل قدیم ہوگا اور اس کا یہ جعل اس کا اثر حادث ہوا اور یہ مضمون ہے مصرعہ ثانیہ کا آگے بعد تفریعات کے پھر عود ہے بے صورت کے علت فاعلیہ للصورۃ ہونے کی طرف یعنی) ہر مکان کی صورت دیوار

اور سقف کو خیال معمار کا ظل جان اگرچہ محل فکر (یعنی ذہن) میں سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے (لیکن ان کا خیال ہے اور وہی سبب فاعلی ہے صورت عمارت کا اور اس شعر میں اندیشہ وخیال کو جس کا باصورت ہونا اوپر معلوم ہو چکا بے صورت کہنا بمعنی غیر المحسوس ہے نہ بمعنی غیر حال فی المادہ آگے خلاصہ ہے تمام مقام کا یعنی غرض یہ کہ) فاعل مطلق یقیناً بے صورت ہے (اور) صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے (تابع محض) ہے (کہ **یقلبھا کیف یشاء** اس مقام میں اثناء مضمون مقصود موثریت غیر المصور فی المصور میں یہ احکام مذکور ہوئے ہیں۔ نمبر احق تعالیٰ کا صانع ہونا نمبر۲ اس کا ذاتاً مستور ہونا **کما یدل علیه المثال المذکور فی قوله فعل برار کان و فکرت مکتتم و ایضًا یدل علیه نقل النفی عن الدهر بین فی قوله** پس چرا در نفی صاحب نعمت اند **وما یلیه قبله و بعده لان سبب انکارهم هو هذا الاستتار** نمبر۳ اس کا تصرفاً ظاہر ہونا **کما یدل علیه اثبات الصنع له فی اشعار متعددة و ایضًا یدل علیه** خود از ویابد ظہور الخ اور اسی ظہور کی بنا پر تعجب علی الانکار فرمایا گیا اور یہ ظہور استدلالی ہے جو معاندین پر حجت ہے آگے حق تعالیٰ کا ذوقاً و وجداناً ظاہر ہونا بیان فرماتے ہیں جو عارفین کو عطا ہوا ہے جس سے طالبین منتفع ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ گو) وہ بے صورت (ابصار سے مستور ہے مگر گاہ گاہ بصائر پر ظاہر و متجلی ہوتے ہیں چنانچہ) گاہ گاہ پردۂ غیب سے (فالعدم اضافی) صورتوں کو (یعنی بعض اہل صور مثل انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو) تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے (اس میں اشارہ ہے عدم استحقاق وجوبی کی طرف جس کے معتزلہ قائل ہوئے ہیں اور اس تجلی سے مراد انکشاف ذوقی ہے آگے اس تجلی کی غایت ہے جس کو احقر نے اس شعر کی تمہید میں اس عبارت میں لکھا ہے جس سے طالبین منتفع ہوتے ہیں اھ یعنی اس لئے تجلی دکھلاتے ہیں) تا کہ اس سے ہر صورت (جن پر وہ تجلی نہیں ہوئی تھی یعنی عوام طالبین) مدد حاصل کرے (آگے بیان ہے مدد کا یعنی) کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے (مطلب یہ کہ حق جل شانہ کے کمال اور جمال اور قدرت و جمیع صفات الٰہیہ سے فیض حاصل کرے بواسطہ ان اہل تجلی یعنی شیوخ عارفین کے پس از و میں از بمعنی بواسطہ ہے اور مرجع اس کا صور مذکور فی الشعر السابق ہے اور کمال و ماعطف علیہ میں مضاف مقدر ہے یعنی از فیض کمال الخ اور اس میں از بیانیہ ہے اور وہ فیض کمال مصداق ہے مدد کا پس تقدیر عبارت یہ ہوئی تا کہ طالب بواسطہ عارفین فیض صفات الٰہیہ حاصل کند اور اس غایت کا وہی حاصل ہے جو احقر کی عبارت تمہید یہ مذکور الفا کا حاصل ہے گویا یہ مضمون بطور استدراک کے ہے مضمون بالا یعنی ذم قصد صورت سے یعنی قصد صورت مطلقاً مذموم ہے لیکن جو صورت اس بے صورت کی طرف موصل ہو وہ مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے قصد سے بالذات قصد بے صورت ہی کا ہوتا ہے اور اس تجلی میں دو مرتبے ہیں ایک نفس تجلی ایک غلبہ تجلی مرتبہ اولیٰ تو ان کو دواماً میسر رہتا ہے اور مرتبہ ثانیہ دائم نہیں ہوتا آگے اس مرتبہ ثانیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ) پھر (اس) بے صورت نے جب تجلی مستتر کر لی (یعنی اس کا غلبہ نہ رہا جیسا کاملین کو کبھی کبھی پیش آتا ہے) تو (اس وقت) وہ لوگ گدیہ (یعنی احتیاج الی اللوازم البشریہ) کے لئے رنگ اور بو (یعنی اسباب طبعیہ) میں آ گئے (مطلب یہ کہ غلبہ تجلی کے وقت تو لوازم بشریت مغلوب ہوتے ہیں اور عدم غلبہ کے وقت وہ لوازم پھر ظاہر ہوتے ہیں شاید یہ حکم اس لئے بیان کر دیا ہو کہ ان کے خواص بشریہ دیکھ کر ان کی نسبت مع اللہ میں شبہ نہ کرے اور ان سے استفاضہ بند نہ کر دے کیونکہ عدم غلبہ مستلزم عدم تعلق کو نہیں ہے آگے بھی مضمون مستدرک منہ اور استدراک کا اجمالاً اعادہ ہے یعنی) ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال ڈھونڈھے تو وہ عین ضلال ہے بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے لائق ارشاد کے کیا ہو مودت (ومحبوبیت یعنی مقبولیت) سے (فی الغیاث بابت لائق اھ آگے تفریع ہے مستدرک منہ پر یعنی جب صورت کی احتیاج

الی غیر الصورۃ معلوم ہوگئی) پس کیا پیش کرتا ہے تو اے بے ہنر اپنی احتیاج دوسرے محتاج کی طرف (آگے حق تعالیٰ کی تنزیہ صورت سے بیان کرتے ہیں جیسا پہلے بھی اس کو بے صورت کہنے سے یہ مذکور ہوا تھا پس یہ مضمون بے صورتی کا اعادہ ہے اور مقصود اس سے اصلاح بھی ہے بعض اہل سلوک کی کہ حق تعالیٰ کو کسی تجلی مثال یا اپنے خیال کے مطابق اعتقاد کر لیتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) جب صورتیں بندہ (اور محتاج) ہیں (کما ھو ظاہر و مذکور ایضاً فی قولہ الماء قریباً ایں صور چوں بندۂ بے صورت اند) تو یزداں پر (اس کا زبان سے بھی) اطلاق مت کر (اور دل سے بھی) صورت کا گمان مت کر (یہ تو درجہ عمل واعتقاد کا ہوا اور بدوں اعتقاد کے بھی قصداً اس کو کسی ذی صورت مثل دریا و آفتاب وغیرہ کے ساتھ مشابہ تصور کر کے) اس کو تشبیہ (کے ذریعہ) سے مت ڈھونڈھ (یعنی مراقبات میں بھی اس سے کام مت لے گو بعض قلیل کے لئے بعض مشائخ کے کلام سے اس اخیر صورت کی اجازت معلوم ہوتی ہے مگر اکثر کے لئے موجب مفسدہ ہی ہے اسی لئے محققین حال بھی اس سے منع فرماتے ہیں کما حققہ مرشدیؒ فی ضیاء القلوب غرض نہ تکلماً نہ تصدیقاً نہ تصوراً اختیاریاً کسی طرح اس کو ذی صورت نہ قرار دے بلکہ) تضرع میں اور اپنے فناء کرنے میں اس کو طلب کر کیونکہ تفکر (یعنی تصور اختیاراً) سے (اکثر کو) بجز صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آوے گی (یعنی مجاہدہ سے اپنی نفی اصطلاحی کر دو تو تجلی بے کیف میسر ہوگی جس میں کسی قید خیالی کو بھی استقرار نہ ہوگا گو کوئی توجہ قید خیالی سے تو خالی نہ ہوگی لیکن عدم استقرار کے سبب ملاء کے ساتھ فوراً خلاء بھی ہوتا جاوے گا پس مثل اسی کے ہوگا جیسے کوئی قید خیال میں بھی نہیں بخلاف غیر حالت مجاہدہ کے کہ خیال خاص کو استقرار ہوگا اور وہ بھی صورت ہے **کما قیل کل ماخطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل و اعلی من ذٰلک** اور مصرع اولی در تضرع الخ میں یہی عدم استقرار اور مصرعہ ثانیہ کز تفکر الخ میں یہی استقرار مراد ہے اور احقر نے جو تصور منہی عنہ میں اختیاراً کی قید لگائی وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ضعیف ہو کہ بدوں اختیار کے اس کو کسی نہ کسی قید کا حق تعالیٰ کے لئے ضرور خیال آ جاتا ہے اور بدوں اس قید کے حق تعالیٰ کا اس کو تصور ہی نہیں ہو سکتا تو وہ معذور ہے اور اس کو اس کی اجازت ہے مولانا آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی اختیار سے تو ایسا مت کر) اور اگر بدوں (تصور) صورت کے تجھ کو انبساط (وانشراح) نہیں ہوتا (اور حق تعالیٰ کا تصور ایسا نہیں جمتا جس سے سیری و تسلی ہو جاوے تو جو صورت بدوں تیرے (تجویز اختیاری کے) تیرے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے (لقولہ تعالیٰ **لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا کما سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاریۃ این اللہ قالت فی السماء فقال علیہ السلام انھا مؤمنۃ** آگے عود ہے اس مضمون کی طرف جو شعر آں صور در بزم الخ سے شروع ہوا تھا یعنی بے صورت کا صورت کے لئے غایت ہونا یعنی) اس شہر کی صورت کہ تو وہاں جاتا ہے (اس کی طرف) تجھ کو ذوق نے کھینچا ہے جو کہ بے صورت ہے (کماسیاتی) اے سیراب ہونے والے (اس خطاب میں علاوہ درستی وزن کے لفظ ذوق کے ساتھ مناسبت بھی ہے کہ ذوق مقتضی ہوتا ہے سیرابی کو اور مصرعہ ثانی خبر ہے مصرعہ اولی کی اور خبر میں عائد مقدر ہے مبتداء کی طرف یعنی کشیدت سوئے او **کما اشرت الیہ فی الترجمۃ** مطلب یہ کہ آدمی کسی شہر کو جاتا ہے تو مقصود اس کی کامیابی کا ذوق ہوتا ہے اور شہر باصورت ہے اور ذوق جو کہ اس کی غایت ہے بے صورت جب یہ بات ہے) پس (اس شہر کو جانے میں گو ظاہراً تم ایک مکان کی طرف کہ صورت ہے جا رہے ہو لیکن) باطناً تم لامکان کی طرف (کہ اس کی غایت اور بے صورت ہے) جا رہے ہو کیونکہ خوشی (جس کو اوپر ذوق کہا ہے) غیر زمانی اور غیر مکانی ہے (کماسیاتی اسی طرح) کسی دوست کی صورت جس کی طرف تو (محبت سے) جا رہا ہے تو (ظاہر میں تو صورت کی طرف جا رہا ہے مگر واقع میں) تو اس کے انس کی وجہ سے جا رہا ہے (جو کہ بے

صورت ہے کما سیاتی) پس (ان دونوں مادوں میں کہ شہر کی طرف اور دوست کی طرف جانا ہے) باطناً تو بے صورت کی طرف جارہا ہے اگر چہ اس مقصود (بے صورت) سے تو غافل ہے (اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں صورت کے قصد سے جارہا ہوں ان چار شعر میں ذوق اور خوشی اور مونس کو بے صورت اور بواسطہ بے صورت ہونے کے غیر زمانی ومکانی کہا ہے اگر ان مفہومات کی تفسیر ایسی کی جاوے جس سے وہ صفات انتزاعیہ اور امور اضافیہ قرار پاویں تب تو یہ حکم ظاہر ہے کیونکہ وہ حال فی المادہ نہ ہوں گی تو مکانی بھی نہ ہوں گی اور زمانیت چونکہ فرع ہے تحقق کی اور امور اضافیہ بدوں اعتبار معتبر وانتزاع منتزع فی انفسہا متحقق نہیں اس لئے زمانی بھی نہ ہوں گی اور اگر ان کی تفسیر صفات انضمامیہ سے کی جاوے تو اس حکم کی توجیہ یہ ہوگی کہ مثل اس صورت مقصودہ ظاہراً کے یہ صورت نہیں ہیں یعنی ان کے مقابلہ میں مثل بے صورت کے ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ شہر اور یار بوجہ جہریت کے بلاواسطہ مادی و متحیز ہیں اور یہ اوصاف بوجہ عرضیت کے بواسطہ محل کے مادی و متحیز ہیں بلاواسطہ نہیں اس لئے محل کے مقابلہ میں ان کو بے صورت کہہ دیا اور اس سے یہی مدعا ظاہر ہوگیا کہ قصد صورت سے واقع میں ایسی چیز کا قصد ہے جو اس کے اعتبار سے تو بے صورت ہے پس بے صورت کا اگر چہ وہ من وجہ ہی بے صورت ہے غایت ہونا صورت من کل الوجوہ کے لئے ثابت ہوگیا آگے اس ذوق کے مطلوب ہونے پر ایک ایسے مضمون کی تفریع ہے کہ اس سے سلسلہ صورت کے تابع وغیر مطلوب اور بے صورت کے متبوع و مطلوب ہونے کا چلا تھا جو کہ شروع سرخی کے تھوڑے بعد ان اشعار میں مذکور ہے زین قدحہائے صورکم باش الخ اور از قدحہائے صور بگذر الخ اور سوئے بادہ بخش بکشا الخ جس کا حاصل حق تعالیٰ کا مطلوب حقیقی و مستحق مطلوبیت ہونا ہے پس فرماتے ہیں کہ جب ذوق کا مقصود ہونا امثلہ بالا سے معلوم ہوگیا) پس (اس سے ثابت ہوا کہ) در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے کیونکہ ذوق ہی کے لئے (سب) راستوں کا چلنا (ہوتا) ہے (جیسا مثال قصد بلاد وقصد اہل وداد سے معلوم ہوا ایک مقدمہ تو یہ ہے اور دوسرا یہاں مطوی ہے وہ یہ کہ ذوق بخشی فعل ہے حق تعالیٰ کا لیکن اوپر شرح سرخی کے بعد یہ بھی مذکور ہوا ہے سوئے بادشاہ بخش بکشا پہن گوش الخ کیونکہ بادہ بخشی اور ذوق بخشی ایک ہی بات ہے پس کسی چیز سے ذوق کا قصد کرنا جس سے کوئی بھی خالی نہیں جبکہ ذوق بخش حق تعالیٰ ہے واقع میں حق تعالیٰ سے ان کا طلب کرنا ہے اور معبود کل میں عبادت سے یہی مراد ہے پس سب اسی کے عابد ہوئے پھر اگر عابد کو اس کی خبر نہ ہو جیسا کہ شعر بالا میں مذکور ہے گر چہ زاں مقصود غافل آمدی اس وقت یہ عبادت اضطراری و تسخیری کہلاتی ہے **وھو المراد فی قولہ تعالیٰ بل لہ ما فی السموات والارض کل لہ قانتون** اور عابد کو اس کی خبر ہو تو وہ عبادت اختیاری اور تشریعی کہلاتی ہے پھر ان عابدین بالاختیار میں مراتب مختلف ہیں بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ الی الحق بواسطہ افعال حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بواسطہ صفات حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بلا کسی واسطہ کے خاص ذات کی طرف ہے اور اول درجہ عوام کا ہے دوسرا خواص کا تیسرا اخص الخواص کا اور تیسرے درجہ کا بلاواسطہ ہونا بایں معنی نہیں کہ افعال وصفات تصور میں بھی مراۃ نہیں ہوتے کیونکہ ذات کا تصور تو بکنہ ممتنع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال وصفات کی طرف التفات نہیں ہوتا جس طرح درجہ دوم میں افعال کی طرف نہیں ہوتا اور درجہ اول میں افعال کی طرف بھی ہوتا ہے آگے ان ہی تین درجوں کو بیان کرتے ہیں یعنی بعض تو غافل ہونے کے سبب صرف عابد تسخیری تھے جن کا اس شعر اور شعر سابق میں ذکر ہے اور بعضے متوجہ وعابد اختیاراً ہیں **کما یدل علیٰ ھذا التوجہ قولہ فی الشعر الاتی** روکردہ اند) لیکن (ان میں بھی سب برابر نہیں بلکہ) بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے (اور) اگر چہ سر اصل ہے (مگر) انہوں نے سر کو گم (یعنی فراموش) کر دیا ہے (دم چونکہ بالکل ادنی اور تابع ہوتی ہے

اس سے افعال کو تشبیہ دی کہ بوجہ حدوث کے صفات سے ادنیٰ اور صفات کے تابع ہوتی ہے چنانچہ صفات کا افعال کے لئے منشا ہونا ظاہر ہے اور سر سے صفات کو تشبیہ دی اور اس میں درجہ اول کا ذکر ہے کہ عوام کو افعال حق کی طرف زیادہ التفات ہوتا ہے اسی واسطے ان کو ہمارے حضرت مرشدؒ عاشق احسانی فرماتے تھے کہ ان کی زیادہ محبت کا سبب عطاء نعم و بذل احسان ہوتا ہے جو کہ فعل ہے اور ان کی محبت اس حیثیت سے کم ہوتی ہے کہ خود حق تعالیٰ صاحب جمال وجلال و کمال ہیں) لیکن (چونکہ ان کی استعداد جو فی الحال ان کو حاصل ہے اسی قدر ہے اس لئے ان کی یہ توجہ بھی مقبول و مثمر ہوتی ہے اور) وہ سران ضالین گم کے سامنے سر کی عطا دم کے واسطہ سے عطا کرتا ہے (سر سے مراد صفات جیسا ابھی اوپر مذکور ہوا مطلب یہ کہ یہ عوام مذکورین گو متوجہ الی الافعال ہیں جس کا مقتضا یہ تھا کہ یہ فیوض صفات سے محروم رہتے کیونکہ صفات کا حق انہوں نے ادا ہی نہیں کیا مگر صفات الٰہیہ ان کو توجہ الی الافعال کے واسطہ سے وہی فیوض و برکات عطا فرماتے ہیں جو توجہ الی الاصفات کے واسطہ سے عطا ہوتی چونکہ منشا فیوض کا صفات الٰہیہ ہیں جیسا اہل فن میں مشہور ہے اس لئے عطا دادن کو صفات کی طرف منسوب کیا اور باوجود ان کے عمل کے مقبول ہونے کے ان کو ضالان گم کہنا باعتبار درجہ مافوق کے ہے کہ اس درجہ تک تو ان کی رسائی نہیں ہوئی اس سے تو غائب اور ذاہل ہی ہیں جیسا اوپر کے شعر میں بھی گم کردہ اند اسی اعتبار سے کہا ہے اور می دہد داد سرے از راہ دم باعتبار نفس نافعیت کے کہا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دونوں مساوی نہیں ہیں **کما قال تعالیٰ اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعدالله الحسنی** خلاصہ یہ کہ) وہ (ایک) شخص (جو متوجہ الی الصفات ہے) سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص (مذکور بالا جو متوجہ الی الافعال ہے) دم سے (پاتا ہے اس مصرعہ کے اول میں بیان ہے درجہ دوم کا اور آگے درجہ سوم کا ذکر ہے کہ) ایک اور قوم نے پاؤں اور سر (دونوں) گم کر دئے (یعنی افعال اور صفات سے آگے نظر بڑھا کر ملتفت الی الذات ہو گئے آگے ان کی فضیلت بیان کرتے ہیں کہ) چونکہ (ان کی نظر سے) سب گم ہو گئے (یعنی بجز ذات کے کسی طرف التفات نہ رہا اس لئے) انہوں نے سب کو پالیا (یعنی مراقبہ افعال وصفات سے جو فیوض و برکات ہوتے ہیں وہ سب ان کو میسر ہو گئے کیونکہ ذات سب کا مبداء ہے اس کا حاصل ہونا سب کا حاصل ہونا ہے اور یہی معنی ہیں مصرعہ ثانیہ کے کہ) گم (اور فنا فی الذات) ہونے کے سبب وہ کل کی طرف (یعنی ذت کی طرف اولاً اور توابع ذات کی طرف بواسطہ ذات کے) دوڑے (ذات کو کل بوجہ مجمع الکل ہونے کے کہا)۔

فائدہ:۔ آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

دیدن ایشاں در قصر آں قلعۂ ذات الصور نقش دختر شاہ چین و بیہوش شدن ہر سہ و در فتنہ افتادن و تفحص کردن کہ ایں صورت کیست

اس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں ان کا شاہ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا اور تینوں کا بیہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

صورتے دیدند باحسن و شکوہ	ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ
ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی	یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس گروہ نے

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق	لیک زیں رفتند در بحر عمیق
اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے	لیکن اس سے وہ بحر عمیق میں چلے گئے
زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید	کاسہا محسوس، افیوں ناپدید
کیونکہ ان کو افیوں اس کاسہ سے پہنچی	کاسے تو محسوس ہیں اور افیون غیر محسوس ہے
کرد فعل خویش قلعہ ہش ربا	ہر سہ را انداخت در چاہ بلا
قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا	تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا
تیر غمزہ دوخت دل را بیگماں	الاماں یا ذاالاماں زیں بے اماں
تیر غمزہ نے دل کو بیچ بیچ چھید دیا	اے امن دینے والے اس بے پناہ سے پناہ دیجئے
آں سہ شہ را صورت سنگے بسوخت	آتشے در دین و دل شاں برفروخت
ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے جلا دیا	ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی
چونکہ روحانی بود خود چوں بود	فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود
وہ اگر جاندار ہو تو کیا کیفیت ہو	اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرح کا ہو
عشق صورت در دل شہزادگاں	چوں خلش میکرد مانند سنان
تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں	جب سنان کی طرح چبھ رہا تھا
اشک می بارید ہر یک ہمچو میغ	دست میخائید و می گفت اے دریغ
ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا	ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس
ما کنوں دیدیم شہ ز آغاز دید	چند ماں سوگند داد آں بے ندید
ہم نے تو اب دیکھا بادشاہ نے اول سے دیکھ لیا تھا	ہم کو کتنی قسمیں دی تھیں اس بے نظیر نے
انبیاء را حق بسیارست ازاں	کہ خبر کردند از پایان ما
انبیا علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں	کہ انہوں نے ہمارے انجام سے خبر دیدی ہے
کانچہ می کاری نروید جز کہ خار	ویں طرف پری نیابی زومطار
کہ تو جو کچھ بو رہا ہے اس سے بجز خار کے کچھ نہ جمے گا	اور تو اس طرف اڑ رہا ہے تو اس سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا
تخم از من بر کہ تاریعے دہد	با پر من پر کہ تیر آں سو جہد
تو تخم مجھ سے لے جا تاکہ وہ نفع دے	تو میرے پر سے اڑ کہ تیر ادھر ہی نکل جاوے

تو ندانی واجی آن و ہست	ہم تو گوئی آخر آں واجب بدست
تو اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ ہے	تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی
از توست امانہ ایں تو کہ تن ست	آں توئی کہ برتر از ما و من ست
وہ تیری ہی طرف سے ہے لیکن اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے	اس توئی کا ہے جو کہ ماؤ من سے برتر ہے
ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی	ہستاندر سو و تو در بیسوئی
یہ ظاہری توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے	یہ جہت کے اندر ہے اور تو بے جہت میں ہے
بر صدف لرزاں چرائی اے گہر	توی خود را نے مداں میداں شکر
تو اے گوہر صدف پر کیوں لرزاں ہے	تو اپنی توئی کو بانس مت جان شکر جان
توئی بیگانہ است با تو ایں توئی	توی خود دریاب و بگذر از دوئی
یہ توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے	تو اپنی توئی کو دریافت کر اور دوئی سے گزر جا
توئ آخر سوی توئ اولت	آمد است از بہر تنبیہ وصلت
تیری آخری توئی تیری اولی توئی کی طرف	آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے
توئی تو در دیگرے آمد دفیں	من غلام مرد خود بین چنیں
تیری ایک توئی دوسری میں مستتر ہے	میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں
آنچہ در آئینہ می بیند جواں	پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
جوان جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے	بوڑھا اس سے پہلے خشت میں دیکھ لیتا ہے
ز امر شاہ خویش بیروں آمدیم	باعنایات پدر باغی شدیم
ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے	باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے
سہل دانستیم قول شاہ را	واں عنایتہائے بے اشباہ را
ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا	اور ان عنایات بے مثل کو
نک در افتادیم در خندق ہمہ	کشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ
اب ہم خندق میں گر پڑے	کشتہ اور مجروح بلا بدوں کار زار کے
تکیہ بر عقل خود و فرہنگ خویش	بودماں تا ایں بلا آمد بہ پیش
ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد	ہو گیا جس سے یہ بلا پیش آئے

بے مرض دیدیم خویش و بے زرق	آنچناں کہ خویش را بیمار دق
بدوں کسی مرض کے اور بدوں غلامی کے ہم نے اپنے کو	ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق
علت پنہاں کنوں شد آشکار	بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار
علت مخفیہ اب ظاہر ہوئی	بعد اس کے ہم مقید اور شکار ہو گئے
سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق	یک قناعت بہ کہ صدلوت وطبق
رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے	ایک قناعت بہتر ہے صدہا طعام و طبق سے
در قناعت خواندہ باشی اے حسن	ذکر ذکر حق و ذکر بوالحسن
تو نے قناعت کے باب میں پڑھا ہو گا اے حسن	قصہ ذکر حق کا اور قصہ ابوالحسن کا
چشم بینا بہتر از سہ صد عصا	چشم بشناسد گہر را از حصا
چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے	چشم موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے
در تفحص آمدند از اندہاں	صورت کہ بود عجب ایں در جہاں
تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت	یہ تصویر عجیب کس کی ہے جہان میں
بعد بسیار تفحص در مسیر	کشف کرد آں راز را شیخ بصیر
بعد تفحص بسیار کے اثنائے سیر میں	اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت نے حل کیا
نز طریق گوش بل از وحی ہوش	رازہا بد پیش او بے روئے پوش
راہ گوش سے نہیں بلکہ الہام ہوش سے	اسرار ان کے سامنے بے حجاب تھے
گفت نقش رشک پروینست ایں	صورت شہزادۂ چین ست ایں
ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پرویں کا نقشہ ہے	یہ شہزادی چین کی تصویر ہے
دخترے دارد شہ چیں بیہمال	در بہاؤ در کمال و در جمال
شاہ چین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے	خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں
ہمچو جان و چوں پری پنہانست او	در مکتم پردۂ ایوانست او
وہ مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے	وہ ایک مکتوم پردۂ ایواں میں ہے
سوی او نے مرد رہ دارد نہ زن	شاہ پنہاں کردہ او را از فتن
اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت	شاہ نے اس کو فتنوں سے پنہاں کر رکھا ہے

غیرتے دارد ملک برنام او	کہ نپرد مراغ ہم بربام او
بادشاہ اس کے نام پر اس قدر غیرت رکھتا ہے	کہ پرندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا
وای آں دل کش چنیں سود افتاد	ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد
شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا	کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے
ایں سزای آنکہ تخم جہل کاشت	واں نصیحت را کساد و سہل داشت
یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا	اور اس نصیحت کو بے قدر اور سرسری قرار دیا
اعتمادے کرد بر تدبیر خویش	کہ برم من کار خود با عقل پیش
اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا	کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا
نیم ذرہ زاں عنایت بہ بود	کہ ز تدبیر خرد سہ صد رصد
آدھا ذرہ اس توجہ کا بہتر ہوتا ہے	اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو حصے دیکھ بھال ہو
ترک مکر خویشتن گیر اے امیر	پا بکش پیش عنایت خوش بمیر
اے امیر تو اپنی تدبیر کو ترک کر	پاؤں باہر نکال لے توجہ کے سامنے فنا ہو جا
ایں بقدر حیلۂ معدود نیست	زیں حیل تا تو نمیری سود نیست
یہ بقدر حیلہ معدود کے نہیں	جب تک تو فنا نہ ہوگا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے
تا نمیری سود کے خواہی ربود	رو بمیر و بہرہ بردار از وجود
جب تک تو مرے گا نہیں نفع کب حاصل کرے گا	جا مر جا اور ہستی کا حصہ حاصل کر

یہ مضمون (فضیلت طالب ذات کا) انتہا نہیں رکھتا (اس لئے قصہ کی طرف عود کرتا ہوں کہ) اس گروہ نے ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی (اور گو) اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے لیکن اس سے وہ (حیرت کے ایک) بحر عمیق میں چلے گئے کیونکہ ان کو افیوں اس کاسہ سے پہنچی (حسن کو افیوں سے تشبیہ دی زوال عقل و ہوش میں اور) کاسے تو محسوس ہیں اور افیون غیر محسوس ہے (یعنی ہر ایک کو محسوس نہیں چنانچہ ایک شخص کو ایک میں حسن معلوم ہوتا ہے دوسرے کو اس میں حسن نہیں معلوم ہوتا غرض) قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا (اور) تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا تیر غمزہ نے دل کو بیچ بیچ چھید دیا (آگے بطور جملہ معترضہ کے تفخیم امر کے لئے دعا ہے کہ) اے امن دینے والے اس بے پناہ (بلا) سے پناہ دیجئے ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے رلا دیا (اور) ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی (اور) وہ اگر جاندار ہو (یعنی خود صاحب تصویر جو کہ زندہ ہے وہ سامنے آجاوے) تو کیا کیفیت ہو اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرف کا ہو اور (اس) تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں جب سنان کی طرح چبھ رہا تھا ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا (اور) ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس ہم نے تو اب دیکھا (اور) بادشاہ نے (یعنی ہمارے باپ نے) اول سے دیکھ لیا تھا ہم کو کتنی قسمیں دی

تھیں اس بے نظیر نے (آگے انتقال ہے کہ) انبیاء علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں کہ انہوں نے (اسی طرح) ہمارے انجام سے (ہم کو) خبر دیدی ہے (اور وہ خبر یہ ہے) کہ (اے متبع نفس) تو جو کچھ بو رہا ہے (یعنی منافع کے لئے عمل کر رہا ہے جو کہ ناشی ہے رائے اور ہوا سے) اس سے بجز خار (اور خسار وعدم رنج) کے کچھ نہ جمے گا (کیونکہ ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے نفع دنیا کالعدم ہے) اور تو اس طرف (یعنی عالم سفلی وسعی الدنیا کی طرف) اڑ رہا ہے (تا کہ مضار سے پناہ میں ہو جاؤں جیسا پرندہ تیر وکلوخ وغیرہ سے بچنے کے لئے اڑ جاتا ہے دل علیہ قولہ الاتی کہ تیر آں سو جہد) تو اس (اڑنے) سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا (یعنی ایسی جگہ نہ ملے گی جہاں ضرر سے محفوظ رہے کیونکہ ضرر دنیوی سے بچ جانا ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے کالعدم ہے تو تیری کاشت جو جلب منافع کے لئے ہے اور تیری پرواز جو دفع مضرت کے لئے ہے دونوں بیکار ہیں بس) تو تخم مجھ سے لے جا (یعنی میری تعلیم کے موافق عمل کرتا کہ وہ نفع دے (کہ وہ نفع آخرت ہے اور) تو میرے پر سے اڑ (یعنی مضرت سے) استخلاص کا طریقہ مجھ سے سیکھ) کہ تیر (مضرت کا) ادھر ہی نکل جاوے (اور تجھ تک نہ پہنچے یہ مقولہ ہو چکا انبیاء علیہم السلام کا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ اس مقولہ مذکورہ انبیاء علیہ السلام کا حاصل ان کی تقلید کا وجوب ہے سو) تو (اے متبع نفس اس وقت) اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ (وجوب واقع میں) ہے (بعد چندے جب حقیقت کا انکشاف ہوگا) تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی (اور اوپر انبیاء علیہم السلام کے مقولہ میں جو مذکور ہوا ہے کہ میرے پر سے اڑ مثلاً سواس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فعل جلب منفعت اخرویہ ودفع مضرت اخرویہ کا انبیاء کا فعل ہوگا تیرا فعل نہ ہوگا تا کہ اس پر شبہ ہو کہ آخر وہ جلب نفع ودفع ضرر بھی تو میرے ہی فعل وسعی کا اثر ہوا پھر انبیاء نے اپنی سعی کی طرف اس کو کیوں منسوب کیا کہ بایر من پر سو یہ شبہ اس لئے نہ ہوگا کہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ) وہ (فعل) تیرے ہی طرف سے ہے لیکن (تیری توئی یعنی تیرے تو ہونے کے دو درجہ ہیں ایک درجہ تن کا دوسرا روح کا پس یہ فعل نافع ودافع ضرر جو تعلیم انبیاء سے تو نے کیا ہے) اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے (بلکہ) اس توئی کا ہے جو کہ ماو من (یعنی قیود جسمیہ) سے برتر ہے (مراد اس سے درجہ روح کا ہے ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ جو مشاہدہ سے ثابت ہے یہ ہے کہ روح میں قوۃ علمیہ وعملیہ ہونا جو کہ شرط ہے صدور اعمال نافعہ کی منحصر ہے معیت انبیاء علیہم السلام میں بدوں اس معیت کے اگر لاکھوں کسب و ریاضات ہوں انکشاف حقائق وحصول اخلاص کے باپ میں سب بالکل معطل ہیں چونکہ انبیاء علیہم السلام اس قوۃ علمیہ وعملیہ میں بمنزلہ واسطہ فی الثبوت کے ہوئے جس کی طرف نسبت اولاً وبالذات ہوتی ہے اس لئے اس علم وعمل کے آثار یعنی اعمال مشابہ اسی کے ہوں گے کہ ان کی نسبت بھی انبیاء کی طرف گویا اولاً وبالذات اور امتی کی طرف ثانیاً وبالعرض ہے پس وجہ اس نسبت الی الانبیاء کی ظاہر ہوگئی آگے بھی توئی کے ان ہی دو درجوں کا ذکر ہے کہ) یہ ظاہری (جسمی) توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے یہ جہت کے اندر ہے (چنانچہ ظاہر ہے) اور تو (باعتبار حقیقت روح کے) بے جہت میں ہے (بناءً علی تجرد الروح اور جب تیری جسمی توئی تیری حقیقت ہی نہیں تو پھر) تو اے گوہر (یعنی روح) صدف پر (یعنی جسم پر) کیوں لرزاں ہے (جیسا اہل تن ہر وقت تن ہی کی حفاظت کرتے رہتے ہیں حالانکہ صدف کے ٹوٹنے سے گوہر کا کچھ ضرر نہیں بلکہ اس کے کمالات کا اور ظہور ہو جاتا ہے) تو اپنی توئی کو بانس مت جان (بلکہ) شکر جان (یعنی تن کو کہ بمنزلہ نے کے ہے اپنی حقیقت مت سمجھ بلکہ روح کو کہ بمنزلہ (شکر کے ہے اپنی حقیقت جان) یہ (ظاہری وجسمی) توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے (یعنی تیری حقیقت سے خارج ہے چنانچہ جسم کا حقیقت انسانیہ سے کہ روح ہے خارج ہونا ظاہر ہے پس) تو اپنی (حقیقی)

توئی (کی حقیقت) کو دریافت کر اور (اس کے مقتضا کی موافق) دوئی سے (کہ مقابل توحید ہے) گزر جا (مطلب یہ کہ جب اپنی حقیقت روحیہ کو دریافت کرے گا تو معلوم ہوگا کہ جس عمل میں تو مبتلا ہے کہ وہ توجہ الیٰ غیر الحق ہے جس کو دوئی کہا ہے اس سے روح کو منافرت ہے اور جو عمل انبیاء بتلاتے ہیں کہ اس سب کا حاصل توجہ و تعلق مع الحق ہے جس کو بگذر از دوئی کہا ہے وہ روح کی غذا ہے پس اس کے معلوم ہونے کے بعد انبیاء کا اتباع واجب قرار دے گا جو اس مقام میں مقصود ہے اور) تیری آخری توئی تیری اولی توئی کی طرف آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے (توئی آخر سے مراد روح اور توئی اول سے مراد تن یا تو اس لئے کہ بدن کا ادراک نشاۃ اولیٰ میں بھی ہوتا ہے اور روح کا نشاۃ آخرت میں ہوگا پس باعتبار موطن ادراک کے اول و آخر کہہ دیا اور یا اس لئے کہ اشعار اربعہ بالا میں سب کے اول مصرعوں میں تن کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعوں میں روح کا پس باعتبار ترتیب ذکر کے اول آخر کہہ دیا اور تنبیہ سے مراد ازالہ غفلت و فصل عن ماسوی اللہ اور وصل سے مراد ذکر و قرب حق مطلب یہ کہ روح انسانی روح حیوانی کو کہ راس البدن سے متنبہ کرتی ہے کہ ہو شہوات سے منفصل ہو کر عالم قدس سے متصل ہو پس تم کو چاہئے کہ اس کا ادراک کر کے اس کے مقتضا پر عمل کرو جس کا شعر سابق میں ذکر ہو چکا کہ وہ اتباع انبیاء ہے اور) تیری ایک توئی دوسری (توئی) میں مستتر ہے (مطلب یہ کہ احکام جسمیہ کے غلبہ سے احکام روحیہ ایسے مغلوب ہو گئے کہ گویا روح جسم کے اندر مدفون ہو گئی تو بصیرت سے کام لے کر اس پر مطلع ہو جس کو اوپر کہا تھا توئی خود دریاب آگے اس ادراک و اطلاع کی مدح ہے کہ) میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں (یعنی گو خود بینی علی الاطلاق مذموم مشہور ہے لیکن یہ خود بینی کہ اپنی حقیقت کو سمجھ کر اس کے مقتضا پر عمل کرے ممدوح ہے اور جو مذموم ہے اس کے دوسرے معنی ہیں جس کا حاصل اس کا عکس ہے کیونکہ عجب و کبر مقتضائے وضع روح کے بالکل خلاف ہے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی وہ شہزادے بزبان حال کہنے لگے کہ) جوان (ناتجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (یعنی وقوع و حضور حادثہ کے وقت کہ مثل محاذات آئینہ کے اس وقت وہ چیز مری ہوتی ہے) بوڑھا (تجربہ کار اس چیز کو) اس (جوان) سے پہلے خشت میں دیکھ لیتا ہے (فی الحاشیہ خشت آہن کو ہنوز آئینہ نساختہ باشند اھ مراد اس سے قبل الوقوع **وجہ العلاقۃ یعلم مما مر آنفا فی تشبیہ المرآۃ** افسوس ہے) ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے (اور) باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا اور ان عنایت بے مثل کو (بھی سہل جانا جس کی بدولت) اب ہم خندق میں گر پڑے (اس حالت میں کہ) کشتہ اور مجروح بلا (ہو گئے) بدوں (ظاہری) کارزار کے (کہ اس میں کشتہ و مجروح ہونا عجیب نہیں ہوتا) ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد ہو گیا (اس سے یہ سمجھے کہ قلعہ میں جانے سے ضرر میں کیوں پڑنے لگے) جس سے یہ بلا پیش آئی بدوں کسی مرض کے اور بدوں (کسی کی) غلامی کے ہم نے اپنے کو ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق (دیکھتا ہے یعنی اگر مرض یا غلامی کی ذلت و مشقت سے اضمحلال ہو تو عجب نہیں ہم بدوں ان اسباب کے ویسے ہی ہو گئے علت مخفیہ (جو ہمارے اندر مرتبہ استعداد میں تھی اور جس کو دیکھ کر بادشاہ نے تحذیر کی تھی وہ مرتبہ فعلیت میں آنے کے بعد) اب (ہم کو) ظاہر ہوئی (آگے تفسیر ہے کنون کی یعنی) بعد اس کے کہ ہم (عشق میں) مقید اور (اس کے) شکار ہو گئے (آگے تین شعر میں انتقال ہے مضمون وجوب اتباع شیخ کی طرف بمناسبت ظہور ضرر عدم اتباع پدر کے یعنی) رہبر کا سایہ (غیر محقق کے لئے) ذکر حق سے بہتر ہے (جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہو وجہ یہ کہ نافعیت خاصہ ذکر کی جن شرائط سے مشروط ہے مثل خلوص واستعداد خاص وہ شرائط غیر محقق کے لئے عادۃً موقوف ہیں استفادہ عن الشیخ پر اور شرط میں اشتغال افضل ہے اشتغال فی

المشر وط قبل الشرط سے مثلاً ایک شخص کو وضو نہ ہو جو کہ شرط نماز ہے تو اس شخص کو وضو کرنا افضل ہے بلا وضو نماز پڑھنے سے البتہ چونکہ یہ شرط شرعی ہے اس لئے یہ افضلیت بضمن وجوب ہوگی اور استفادہ عن الشیخ شرط عادی ہے اس لئے وجوب کا علی الاطلاق دعویٰ نہ کیا جاوے گا مگر افضلیت کا حکم صحیح رہے گا اور بعد تحصیل شرط کے پھر ذکر ہی افضل ہے کیونکہ وہ مقصود ہے اور استفادہ طریق ہے اور مقصود افضل ہوتا ہے طریق سے جس طرح بعد وضو کر لینے کے وضو سے نماز افضل اور واجب ہے اسی لئے احقر نے ذکر سے بہتر ہونے میں یہ قید لگادی ہے جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہواھ اور یہ) ایک قناعت (و اکتفاء علی المرشد) بہتر ہے صدہا طعام وطبق (یعنی ذکر) سے (وجہ تشبیہ اس کا روحانی غذا ہونا ہے یہاں بھی ذکر سے وہی مراد ہے جو قبل تحصیل شرط ہو اور اس قناعت کا یہ مطلب نہیں کہ ذکر کرے ہی نہیں مقصود اصلی تو وہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بمقابلہ مجاہدہ وریاضت وکثرت ذکر کے جو درجہ شرط میں اپنی رائے سے کئے جاویں استفادہ عن الشیخ پر کفایت کرے کہ شرط ہونے کی حیثیت سے وہ کافی ہے پھر اگر وہ کوئی ذکر ہی بتلاوے تو وہ بھی استفادہ مذکورہ کا جزو ہوگا اور اگر بجائے ذکر کے اور کچھ بتلاوے تو وہی شرط کا جزو ہوگا اور بعد محققیت پھر یہ حکم نہیں ہوگا خود اس کی تجویز صحیح ہوگی) تو نے (اس) قناعت (علی المرشد بالمعنی المذکور) کے باب میں پڑھا ہوگا اے حسن قصہ ذکر حق کا (جو بدوں استفادہ عن الشیخ کے تھا) اور قصہ ابوالحسن (خرقانی) کا جبکہ انہوں نے شیخ بایزید بسطانی سے استفادہ کیا اگر چہ روحانی طور پر کیا تھا جس کو اصطلاح میں اویسیت کہتے ہیں اس قصہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ قبل استفادہ کے ذکر سے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا بعد استفادہ کے ہوا اور یہ قصہ مولانا نے بھی دفتر چہارم میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت بایزید کا گزر خرقان کی طرف ہوا تو آپ پر ایک حالت طاری ہوئی اور آپ نے ابوالحسن خرقانی کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور ان کی مدح کی چنانچہ وہ بعد وفات حضرت بایزید کے پیدا ہوئے اور ان کو بھی یہ قصہ معلوم ہوا وہ ان کی قبر پر جایا کرتے اور فیض حاصل کرتے یہاں تک کہ صاحب کمال ہو گئے اس مقام کے بعض اشعار یہ ہیں۔

درس گیرد ہر صباح از تر لبسم — کہ حسن باشد مرید و امتم
برسر گورش نشستے با حضور — ہر صباحی تیز رفتے بے فتور
تاکہ بے گفتے شکالش حل شدے — تامثال شیخ پیشش آمدے
گورہا را برف نو پوشیدہ بود — تا یکے روزے بیامد باسعود
ہا انا ا د عوک کے تسعی الی — بانگش آمد از خطیرہ شیخ حی
آں عجائب را کہ اول می شنید — حال اوزان روز شد خوب و پدید

مگر یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ شیخ میت سے استفادہ کافیہ بطور خرق عادت کے ہے اصل شرط استفادہ شیخ حی سے ہے آگے مثال ہے استفادہ عن الشیخ ومجاہدات واذکار بالرائے کی کہ) چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے (جو نابینا کے پاس ہوں کیونکہ) چشم (بینا) موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے (اور نابینا عصا سے نہیں پہچانتا اس لئے غلطی میں پڑتا ہے اسی طرح شیخ سے دقائق وغوامض طریق کی بصیرت اور امتیاز بین النافع والضار للباطن حاصل ہوتا ہے اور محض رائے سے نہیں ہوتا پھر رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادے اس تصویر کو دیکھ کر صاحب تصویر کے) تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت (کہ) یہ تصویر عجیب کس کی ہے جہان میں بعد تفحص بسیار کے اثنائے سیر میں اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت (وصاحب کشف) نے (جو کہ اس نواح میں ہوں گے) حل کیا (جس کا بیان آگے آتا ہے اور اس کا یہ حل کرنا) راہ گوش (وسماع روایت) سے نہیں

(تھا کہ اس شیخ نے کسی سے سنا ہوا ورسن کر کہہ دیا ہو) بلکہ الہام ہوش سے (تھا لفظ ہوش سے شاید بیداری مراد لے کر اشارہ اس طرف ہو کہ وہ الہام خواب کا نہ تھا کہ یہ تو عوام کو بھی ہوتا ہے بلکہ بیداری کا تھا آگے ان شیخ کی مدح ہے کہ) اسرار ان کے سامنے بے حجاب (ظاہر) تھے (یعنی کشف میں کامل تھے) ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پروین کا نقشہ ہے (یعنی) یہ شہزادی چین کی تصویر ہے (فی الغیاث پروین شش ستارہ کو چک کہ باہم مجتمع اندو آں درایام زمستان از اول شب نمایاں باشنداھ) شاہ چین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے (جو) خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں (بے مثل ہے فی الغیاث ہمال بالفتح ہمتااھ) وہ (دختر) مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے (اور) وہ ایک مکتوم پردۂ ایوان میں ہے (یعنی ایوان کے اندر خود ایک پردہ مکتوم ہے کہ اہل ایوان بھی اس پردہ پر مطلع نہیں وہ اس پردہ میں رہتی ہے) اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت شاہ (چین) نے اس کو فتنوں سے پنہاں رکھا ہے۔ بادشاہ اس کے نام (تک) پر اس قدر غیرت رکھتا ہے کہ پرندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا (اور یہ درجہ قصویٰ ہے غیرت کا یعنی کوئی اس کا نام لے یہ بھی ناگوار ہے آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا (جس کے حصول کی کوئی توقع قریب نہ ہو) کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے (کہ بجز پریشانی کے کوئی حاصل نہیں ابداً یازماناً طویلاً اور) یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا اور (تخم جہالت بونا یہ ہے کہ) اس نصیحت کو (جیسی باپ نے کی تھی) بے قدر اور سرسری قرار دیا (اور) اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا (حالانکہ امر واقعی یہ ہے کہ) آدھا ذرہ اس توجہ (مرشد شفیق) کا بہتر (وانفع) ہوتا ہے (جبکہ اس پر عمل کیا جاوے) اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو جھے دیکھ بھال (اور احتیاط) ہو (فی الغیاث صد چشم داشتن آگے تفریع ہے اس بہ بود پر یعنی جب یہ بات ہے تو) اے امیر (تو جو اپنی امارت اور انفاذ رائے کے گھمنڈ میں ہے) تو اپنی تدبیر (اور امارت واستقلال رائے) کو ترک کر (اور اس خود رائی سے) پاؤں باہر نکال لے (اور) توجہ (مرشد) کے سامنے فنا ہو جا (یعنی مثل میت فی ید الغسال منقاد ہو جا اور) یہ (مقصود مدلول بقولہ کہ برمن کار خود با عقل پیش المذ کور قریباً) بقدر حیلہ معدود کے نہیں (معدود وقید واقعی ہے یعنی تیری رائے اور عقل سے جو حیلے اور تدبیریں تجویز ہوں گی وہ ایک حد اور شمار تک پہنچ کر ختم ہو جاویں گی اور آگے راہ سلوک میں ایسے مواقع پیش آویں گے جہاں وہ کام نہ دیں گی اس لئے ضرورت ہے ان حیل کو چھوڑ کر انقیاد لامر الشیخ کی چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تک تو (امر شیخ کے سامنے) فنا نہ ہوگا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے۔ (غرض) جب تک تو (بالمعنی المذ کور) مریگا نہیں نفع کب حاصل کرے گا (پس) جا مر جا اور ہستی (وبقا) کا حصہ (کہ اصل نفع ہے) حاصل کر۔ ف اور جاننا چاہئے کہ احقر نے جو عنایت کی تفسیر میں توجہ مرشد اور فنا کی تفسیر میں انقیاد للشیخ کہا ہے مقصود اس سے اس کا بمقابلہ اجتہاد ورائے کے مقصود کہنا ہے ورنہ واقع میں وہ بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات عنایت حق اور انقیاد للحق ہے مگر قصہ کی خصوصیت قرینہ اس کا ہوا کہ یہاں اس مقصود بالعرض ہی کا ذکر کرنا ہے کما یظہر بالنظر الیٰ قولہ قبلہ وآں نصیحت را کساد وسہل داشت ونحوہ وقولہ قبل ذلک سایہ رہبر بہ است اور مقصود بالذات کا ذکر حکایت آئندہ کے بعد ہے غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر، درنگیرد با خدائے اے حیلہ گرالی قولہ بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست اور اس حکایت کی مناسبت یہ ہے کہ جس طرح اس طالب علم نے بہت سی تدبیروں سے صدر جہان سے لینا چاہا مگر نافع نہ ہوئیں ایک روز مردہ بن کر اس کے سامنے پیش ہوا اور مل گیا چنانچہ اس نے جب اپنی اس تدبیر پر فخر کیا کہ دیکھو کیسے لے لیا تو اس نے یہی جواب دیا گفت لیکن تا نمردی اے عنود، از جناب من نبردی ہیچ سود۔

حکایت صدر جہان بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے از صدقۂ عام او محروم شدے و آں دانشمند درویش بفراموشی و تعجیل بزبان خواست و صدر جہاں روی از و بگردانید و او ہر روز حیلہ نو ساختے و خود را گاہ زن کردے زیر چادر و گاہ نابینا و گاہ روی خود بہ بستے او بفراستش شناختے

صدر جہاں بخاری کی حکایت کہ جو سائل زبان سے مانگتا اس کے عام صدقے سے محروم ہو جاتا اور اس عقلمند درویش نے بھول کر اور جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدر جہان نے اس سے منہ پھیر لیا اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپالیتا اور وہ اس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا خوی آں صدر اجل	بود با خواہندگاں حسن عمل
بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت	سائلین کے ساتھ حسن معاملہ تھا
داد بسیار و عطای بے شمار	تا بشب بودے ز جودش زر نثار
داد بسیار اور عطائے بے شمار	رات تک اس کے جود سے سونا بکھرا جاتا تھا
زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود	تا وجودش بودی می افشاند جود
وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ لیتا تھا	جب تک وہ موجود رہتے وہ وجود افشانی کرتا تھا
ہمچو خورشید و چوماہ پاکباز	آنچہ گیرند از ضیابد ہند باز
مثل خورشید اور مثل ماہ پاکبان کے	کہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دے دیتے ہیں
خاک را زر بخش کہ بود آفتاب	زر ازو در کان و گنج اندر خراب
خاک کو زر دینے والا کون ہوتا ہے آفتاب	زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی سے ہے
مبتلایاں رابدے روزے عطا	روز دیگر بیوگاں را آں سخا
ایک دن تو مبتلایان مرض کے لئے عطا ہوتی	دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی
روز دیگر برعلویان مقل	بافقیہان روز دیگر مشتغل
ایک دن نادر علویوں پر	ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا
روز دیگر برتہیدستان عام	روز دیگر برگرفتاران دام
ایک دن عام تہی دستوں پر	ایک دن گرفتاران قرض پر
روز دیگر بریتیمان صغیر	روز دیگر برضعیفان اسیر
ایک دن یتیم بچوں پر	ایک دن ضعیف قیدیوں پر

روز دیگر بہر ابناء السبیل	روز دیگر مرمکاتب را کفیل
ایک دن مسافروں کے لئے	ایک دن مکاتب کے لئے کفیل
شرط او بود آں کز وکس با زباں	زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں
اس کی یہ شرط تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے	بالکل زر نہ مانگے اور منہ نہ کھولے
لیک خامش بر حوالی رہش	ایستادہ مفلساں دیوار وش
لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گرداگرد	مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے
ہر کہ کردے ناگہاں بالب سوال	زونبردے زیں گنہ یک حبہ مال
جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا	تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبہ مال نہیں لے سکتا تھا
من صمت منکم نجابد یاسہ اش	خامشاں را بود کیسہ و کاسہ اش
من صمت منکم نجا اس کا قانون تھا	خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ اور کاسہ تھا
برنکوشی داشت عشق و تا سہ اش	بر خموشی بود عشق و یا سہ اش
عدم جہد پر رکھنا اپنا عشق اور اشتیاق	خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون
نادر اروزے یکے پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اتفاقاً ایک روز کسی بڈھے نے کہہ دیا	مجھ کو زکوٰۃ دے دے کہ میں گرسنگی کا قرین ہوں
منع کرد از پیرو پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اس نے بوڑھے سے روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا	خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی
گفت بس بے شرم پیری اے پدر	پیر گفت از من توئی بے شرم تر
صدر جہاں نے کہا کہ تو بڑا بے حیا بڈھا ہے	بڈھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے
کایں جہاں خوردی و خواہی توز طمع	کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
کیونکہ یہ جہاں تو تو کھا گیا اور تو طمع کے سبب یہ چاہتا ہے	کہ وہ جہان بھی اس جہاں کے ساتھ جمع کر کے لے لے
خندہ اش آمد مال داد آں پیر را	پیر تنہا برد آں توفیر را
اس کو ہنسی آ گئی اس بوڑھے کو مال دے دیا	بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا
غیر آں پیر آنچہ خواہندہ ازو	نیم حبہ زر ندید و نے تسو
بجز اس شخص کے کسی مانگنے والے نے اس سے	آدھا حبہ زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک تسو

نوبت و روز فقیہاں ناگہاں	یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک	ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا
کرد از ریہابسے چارہ نبود	گفت ہر نوعے نبودش ہیچ سود
اس نے بہتیری زاری کی کچھ مفید نہ ہوئی	سب ہی قسم کی باتیں کہیں اس کو کچھ نفع نہ ہوا
روز دیگر بار کو پیچیدہ پا	پاکش اندر صف قوم مبتلا
کسی دن چیتھڑوں سے پاؤں کو لپیٹے ہوئے	پاؤں کو گھسیٹا ہوا قوم مبتلایاں مرض میں
تختہ ہابر ساق بست از چپ وراست	تا گماں آید کہ او اشکستہ پاست
تختیاں ساق پر چپ و راست سے باندھ لیں	تاکہ گمان ہو کہ یہ شکستہ پا ہے
دیدش و بشناختش چیزے نداد	روز دیگر روبپوشید از لباد
صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا	اس نے کسی اور دن نمدہ سے منہ چھپایا
تا گماں آید کہ نابینا ست او	درمیان اعمیاں برخاست او
اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے	اندھوں کے درمیان اٹھا
ہم بدانستش ندادش آں عزیز	از گناہ و جرم گفتن ہیچ چیز
اس عزیز نے اس کو پھر یہی جان لیا	بوجہ بولنے کے گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی
چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید	چوں زناں او چادرے برسر کشید
جب وہ صدہا اقسام فریب سے عاجز آ گیا	تو اس نے عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی
درمیان بیوگاں رفت ونشست	سر فروافگند و پنہاں کرد دست
بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا	سر نیچا کر لیا اور ہاتھ چھپا لیا
ہم شناسیدش ندادش صدقۂ	دردلش آمد ز حرماں حرقۂ
اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا اس کو صدقہ نہ دیا	اس کے دل میں محرومی سے ایک سوزش پیدا ہو گئی
رفت او پیش کفن خواہے پگاہ	کہ بہ پیچم در نمدٗ نہ پیش راہ
وہ صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا	کہ مجھ کو ایک نمدہ میں لپیٹ دے راستہ میں رکھ دے
ہیچ مکشالب، نشین و می نگر	تا کند صدر جہاں زیں جا گزر
لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا	تاکہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے

بو کہ بیند مردہ پندارد بظن	زر در اندازد پئے وجہ کفن
شاید کہ وہ دیکھے گمان سے مردہ سمجھے	امداد کفن میں زر ڈال دے
ہرچہ بدہد نیم آں بدہم بتو	ہمچناں کرد آں فقیر حیلہ جو
وہ جو کچھ دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا	اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا
در نمد پیچید و در راہش نہاد	معبر صدر جہاں آنجافتاد
نمدہ میں لپیٹا اور اس کے راستہ میں رکھ دیا	صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا
زر درانداز ید بر روی نمد	دست بیروں کرد از تعجیل خود
نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا	اس نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا
تانگیرد آں کفن خواہ آں صلہ	تانہاں نکند ازو آں وہ دلہ
تاکہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے	تاکہ وہ متردد اس سے پوشیدہ نہ کر لے
مردہ از زیر نمد بر کرد دست	سر بروں آمد پئے دستش زپست
مردہ نے نمدہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا	ہاتھ کے پیچھے اس نے نیچے سے سر بھی نکال دیا
گفت باصدر جہاں چوں بستدم	اے ببستہ برمن ابواب کرم
صدر جہاں سے کہا میں نے کس طرح لے لیا	اے شخص جس نے مجھ پر ابوا کرم کو بند کر دیا تھا
گفت لیکن تانمردی اے عنود	از جناب من نبردی ہیچ سود
اس نے جواب دیا اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا	میری بارگاہ سے تو کوئی نفع حاصل نہیں کر سکا
سرمو تو اقبل موت ایں بود	کز پس مردن غنیمتہا رسد
راز موتوا قبل ان تموتوا کا یہی ہے	کہ مرنے کے پیچھے غنیمتیں پہنچتی ہیں
غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر	در نگیرد باخدا اے حیلہ گر
بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری	خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی اے حیلہ گر
یک عنایت بہ زصد گوں اجتہاد	جہدراخوف ست ازصد گوں فساد
ایک عنایت بہتر ہے صدہا اقسام کی کوشش سے	کوشش کو سو طرح کے مفاسد سے اندیشہ ہے
واں عنایت ہست موقوف ممات	تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
اور وہ عنایت موقوف ہے موت پر	اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست	بے عنایت ہان وہاں جائے مایئست
اس کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے	خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا
آں زمرد باشد ایں افعی پیر	بے زمرد کے شود افعی ضریر
وہ زمرد ہے یہ افعی کہنہ ہے	بدوں زمرد کے افعی کب اندھا ہوتا ہے

بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت سالکین کے ساتھ حسن معاملہ تھا (آگے بدل ہے حسن عمل کا یعنی) داد بسیار اور عطائے بے شمار (اور دن بھر) رات تک اس کے جود سے سونا بکھیرا جاتا تھا وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ (کر پڑیاں سی بنا) لیتا تھا جب تک وہ (اس کے پاس) موجود رہتے وہ جود افشانی کرتا تھا مثل خورشید اور مثل ماہ پاکباز کے کہ جو کچھ روشنی (عطائے حق سے) حاصل کرتے ہیں (اہل ارض کو) دے دیتے ہیں (اسی طرح اس کے پاس جو کچھ خدا کا دیا ہوا ہوتا تقسیم کر دیتا آگے ایک مشبہ بہ یعنی خورشید کی فیض بخشی بیان فرماتے ہیں کہ) خاک کو زر دینے والا کون ہوتا ہے آفتاب زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی (کے فیض) سے ہے (کیونکہ معدن میں سونے کے تکون میں جن بخارات کا دخل ہے وہ اثر آفتاب کا ہے پھر معدن سے نکال کر خزانہ میں پہنچتا ہے پس دونوں جگہ اس کا وجود مسبب آفتاب سے ہوا اور اس صدر جہاں کے یہاں) ہر صبح سے ایک ایک گروہ کا وظیفہ (مقرر) تھا (جس کا بیان آگے آوے گا) تا کہ کوئی گروہ اس سے محروم نہ رہے (یعنی) ایک دن تو مبتلایان مرض کے لئے عطا ہوتی دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی ایک دن نادار علویوں پر (بذل ہوتا علویان رابضر ورت وزن بضم لام وسکون واو خوانده شود کذافی الحاشیہ) ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا ایک دن عام تہی دستوں پر (عطا ہوتی) ایک دن گرفتاران قرض پر ایک دن یتیم بچوں پر ایک دن ضعیف قیدیوں پر ایک دن مسافروں کے لئے) مخصوص تھا) ایک دن مکاتب (غلام) کے لئے کفیل (تھا مگر اس عطا کے ساتھ) اس کی یہ شرط (عجیب) تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے بالکل زر نہ مانگے اور منہ (بالکل) نہ کھولے لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گرداگرد مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے (اور) جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبہ مال نہیں لے سکتا تھا **من صمت منکم نجا** (کا مضمون) اس کا قانون تھا (یعنی اس کا شدت سے عامل تھا فی الغیاث یاسہ آرزو و حکم و قانون و سیاست اور) اور خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ (زر) اور کاسہ (طعام) تھا۔ عدم جہد پر رکھتا اپنا عشق اور اشتیاق (تاسہ بے قراری و اضطراب کذافی الغیاث اور) خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون۔ اتفاقاً ایک روز کسی بڈھے نے کہہ دیا مجھ کو زکوٰۃ دے دے کہ میں گرسنگی کا قرین ہوں اُس نے (اُس) بوڑھے سے (داد و ہش کو) روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی (کہ بوجہ خلاف عادت ہونے کے اس کو ملے گا نہیں اور یہ اڑ رہا ہے تو ضرور اس پر سختی ہوگی یہ ڈرتا نہیں) صدر جہاں نے کہا کہ ارے باوا تو بڑا بے حیا بڈھا ہے (کہ اس قدر حریص ہے کہ انکار پر بھی تیری حرص نہیں گئی) بڈھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے کیونکہ یہ جہاں تو تو کہا گیا (یعنی خوب اسباب و سامان جمع کیا) اور (اب) تو طمع (و حرص) کے سبب یہ چاہتا ہے کہ وہ جہان بھی اس جہان کے ساتھ جمع

کر کے لے لے (تو اگر حرص علامت ہے بے حیائی کی تو مجھ سے بڑھ کر حرص تجھ میں ہے یہ اس نے ایک لطیفہ کہا بطور مدح بما یشبہ الذم کے پس اس لطیفہ سے) اس کو ہنسی آ گئی (اور) اس بوڑھے کو مال دے دیا (اور وہ) بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا (آن کا مشار الیہ وہ مقدار جو اس کو ملی تھی بس) بجز اس (بوڑھے) شخص کے (کہ اس کو اپنے معمول کے خلاف عارض لطیفہ سنجی کے سبب دے دیا باقی) کسی زبان سے) مانگنے والے نے اس سے آدھا حبہ زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک تسو (زر دیکھا فی الغیاث حبہ رتی و فیہ طسوج ربع دانگ کہ مقدار دو حبہ است معرب تسو ایک روز یہ قصہ ہوا کہ) طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا (اور اس کے انکار پر اس نے بہتیری رازی کی (مگر کچھ مفید نہ ہوئی اور مقصد برآری کے لئے) سب ہی قسم کی باتیں کہیں (مگر) اس (طالب علم کو (ان سے) کچھ نفع نہ ہوا (اب اس نے صورت بدل کر دھوکہ دے کر اس سے لینا چاہا چنانچہ) کسی دن چیتھڑوں سے پاؤں کو لپیٹے ہوئے پاؤں کو گھسیٹتا ہوا قوم مبتلایان مرض میں (اس حالت سے آ بیٹھا کہ) تختیاں (مثل جبائر کے) ساق پر چپ وراست سے باندھ لیں تا کہ گمان ہو کہ یہ شکستہ پا ہے (شعر روز دیگر الخ میں عامل مقدر ہے بقرینۂ مقام چنانچہ تقریر ترجمہ میں احقر نے اسی کو ظاہر کر دیا یعنی آ بیٹھا و فی الغیاث رکو ور کوی در کوہ در کوک ہمہ بضمتین بمعنی لتہ و جامہ کہنہ و مطلق کر پاس لیکن) صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا اس نے کسی اور دن نمدہ سے (کذا فی الغیاث) منہ چھپایا (اور) اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے اندھوں کے درمیان (شامل ہو کر) اٹھا (جبکہ وہ لینے کے لئے اٹھے پس لفظ تا متعلق برخاست کے ہے جو مصرعہ ثانیہ میں ہے نہ کہ بپوشید کے جو شعر سابق میں ہے) اس عزیز نے اس کو پھر بھی جان لیا (اور) بوجہ بولنے کے (اس) گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی جب وہ صدہا اقسام فریب (کے استعمال) سے عاجز آ گیا تو اس نے (ایک دن) عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی (اور) بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا (اور) سر نیچا کر لیا اور ہاتھ (کپڑے میں) چھپا لیا (اور کپڑے میں لپٹا ہوا پھیلا دیا ہو گا مگر) اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا (اور) اس کو صدقہ نہ دیا اس (طالب علم) کے دل میں (اس) محرومی سے ایک سوزش پیدا ہو گئی (آخر) وہ (ایک روز) صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا (فی الحاشیہ عن المنہج القوی کفن خواہ شخصیکہ از برائے مساکین وفقراء از اغنیا کفنہا جمع نماید تا بوقت حاجت بکار آید اھ گویم چنانکہ در زمان ما کار انجمن ہاست و ممکن ست کہ او را ہم چیزے در صلہ خدمت دادہ باشند اور اس کے پاس جا کر کہا) کہ مجھ کو ایک نمدہ (کہنہ) میں (جس سے فقر مترشح ہو) لپیٹ دے (اور اس ہیئت سے مجھ کو اس کے) راستہ میں رکھ دے (تا کہ وہ مردہ سمجھے اور) لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا تا کہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے۔ شاید کہ وہ دیکھے (اور) گمان سے مردہ سمجھے (اور) امداد کفن میں (کچھ) زر ڈال دے (اور) وہ جو کچھ (کفن کے لئے) دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا (چنانچہ) اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا (کہ اس کو) نمدہ میں لپیٹا اور اس (صدر جہاں) کے راستہ میں رکھ دیا (اور) صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا (اور مردہ سمجھ کر) نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا اس (طالب علم) نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا تا کہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے تا کہ وہ (فقیر) متردد (اس رقم کو) اس سے پوشیدہ نہ کر لے (یعنی اگر وہ لیتا تو احتمال تھا کہ شاید اس کو پوری اطلاع نہ کرتا کچھ خیانت کر لیتا اور وہ دلہ بمعنی متردد اس کو بعض حالات کے اعتبار سے کہا کیونکہ خائن کبھی خیانت کے قبل

سوچا بھی کرتا ہے کہ خیانت کروں یا نہ کروں غرض اس جعلی) مردہ نے نمدہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا (اور) ہاتھ کے پیچھے اس نے (کپڑے کے) نیچے سے سر بھی نکال دیا (اور) صدر جہاں سے کہا (کہ دیکھو) میں نے کس طرح (تم سے) لے لیا اے شخص جس نے مجھ پر ابواب کرم کو بند کر دیا تھا اس نے جواب دیا (کہ لیا تو سہی) اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا (گو تشبیہاً ہی سہی اس وقت تک) میری بارگاہ سے تو کوئی نفع (مالی) حاصل نہیں کر سکا (اور اس میں ایک لطیفہ ہے کہ انکار تو تجھ سے تھا جب تو تو نہ رہا میرا انکار بھی نہ رہا اور ظاہری سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدر جہاں غایت فراست سے اس کی حرکات کے تشابہ سے پہچان لیتا تھا چونکہ اس حالت میں کوئی حرکت نہیں ہوئی کوئی ذریعہ شناخت کا نہ تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) راز موتوا قبل ان تموتوا کا یہی ہے کہ مرنے کے پیچھے غنیمتیں پہنچتی ہیں (یہی مضمون اس حکایت سے پہلے بھی تھا تا نمیری سود کے خواہی ربود الخ) بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی (یعنی نافع نہیں ہوتی لان اللہ تعالیٰ منزہ عن التاثر ففی الکلام مجاز) اے حیلہ گر (اور یہ موت اس لئے نافع ہوتی ہے کہ یہ سبب ہے عنایت کا کماسیاتی فی قولہ واں عنایت الخ اور عنایت ایسی چیز ہے کہ) ایک عنایت (جس کو جذب کہتے ہیں) بہتر ہے صدہا اقسام کی کوشش سے (جس کو سلوک کہتے ہیں کیونکہ) کوشش کو سو طرح کے مفاسد سے اندیشہ ہے (کہ عمل میں ریا ہو جاوے عجب ہو جاوے **وغیر ذلک مما یسخ للسالکین**) اور وہ عنایت (عادۃً) موقوف ہے موت (مذکور) پر اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے (اس سے یہی مشاہدہ ہوا آگے ترقی ہے کہ یہ موت بھی واسطہ عادیہ ہے **لولاہ لامتنع** نہیں ہے **لولاہ لا متنع** صرف عنایت ہے پس اصل چیز وہی ہوئی چنانچہ یقینی بات ہے کہ) اس (سالک) کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے (اور عنایت کے موقوف علی الممات ہونے سے جو کہ اوپر مذکور ہے اور ممات کے موقوف علی العنایۃ ہونے سے جو یہاں مذکور ہے دور کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عنایت کے افراد بہت ہیں توفیق ممات اور عنایت سے ہوئی **قال تعالیٰ و ما کان لنفس ان تومن الاباذن اللہ** پھر اس ممات کے بعد دوسری عنایت متوجہ ہوئی **قال تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین** دونوں توقفوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا توقف بمعنی **لولاہ لامتنع** ہے اور دوسرا توقف مصحح لدخول الفاء ہے مگر چونکہ عنایت کا ہر درجہ مطلوب ہے اس لئے ممات کی کوشش کی جاوے گی تا کہ وہ دوسری فرد بھی حاصل ہو یہاں جو پہلے توقف کو بیان فرمایا ہے اس سے دوسرے توقف کی نفی یا اس کا غیر وقیع ہونا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف تصحیح عقیدہ وعدم وثوق علی فعل نفسہ پر تنبیہ کے لئے بیان کیا ہے باقی عمل میں دوسرا توقف بھی واجب الاستحضار ہے اور جب عنایت ایسی چیز ہے پس) خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا (یعنی جو کام کرے نظر عنایت پر ہو اور اس کی درخواست بھی ہو گو کام میں بھی سعی ضروری ہے حسب تعلیم انبیاء و اولیاء نہ بالرائے والہوی اور) وہ (عنایت مثل) زمرد (کے) ہے (اور) یہ (نفس مثل) افعی کہنہ (کے) ہے (سو) بدوں زمرد کے افعی کب اندھا ہوتا ہے (کہ جس کے بعد پھر وہ ضرر نہیں پہنچا سکتا اسی طرح نفس کی شرارت اور مضرت اصل عنایت سے زائل ہوتی ہے اور ایں کا مشار الیہ گو مذکور نہیں مگر قرینہ مقام سے مفہوم ہوتا ہے **دل علیہ الممات لکونہ مصافاالی النفس ودل علیہ ھذاالتشبیہ ایضاً کما ھو مشھور**)

فائدہ:۔ آگے عنایت واجتہاد کے اثر کے تفاوت کو ایک حکایت تمثیلی سے واضح فرماتے ہیں کہ عنایت مثل

سوئے زنخ کے ہیں کہ حفظ کے لئے قلیل بھی کافی ہیں اور اجتہاد مثل خشت کثیر کے بھی ناکافی ہے۔

حکایت آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در عزب خانہ بخفتند' شبے اتفاقاً امرد خشتے چند بر در مقعد خود انبار کرد و عاقبت رباب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از بالائے مقعد او بر می داشت و آں کودک بیدار شد و بخشم گفت کہ خشتہا گو چرا برداشتی و او گفت چرا بنہادی

ان دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر لگا لیا اور انجام کار مغلم نے اغلام کیا اور اس نے ان اینٹوں کو تدبیر سے مقعد پر سے ہٹا رہا تھا' وہ لڑکا جاگ گیا اور غصہ سے کہا کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور اس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

امردے و کوسئہ در انجمن	آمدند و مجمعے بد در وطن
ایک امرد اور ایک کوسہ ایک انجمن میں	آئے اور کوئی جلسہ تھا وطن میں
مشتغل مانند قوم منتخب	روز رفت و شد زمان ثلث شب
قوم منتخب مشغول رہے	دن گزر گیا اور ثلث شب کا وقت ہو گیا
زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس	ہم بخفتند آں شب از بیم عسس
اس مجرد خانہ سے وہ دو شخص نہ گئے	اسی طرف سو گئے بوجہ خوف عسس کے
کوسہ را بد بر زنخداں چار مو	لیک ہمچوں ماہ بدرش بو درو
کوسہ کے زنخدان پر چار بال تھے	لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا
کودک امرد بصورت بود زشت	ہم نہاد اندر پس کوں بیست خشت
کودک امرد صورت میں بدشکل تھا	پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھ لیں
لوطی دب برد شب از گمرہی	خشت ہا را نقل کرد آں مشتہی
ایک لوطی بدفعل نے گمراہی سے رات گزاری	اس شہوت پرست نے اینٹوں کو منتقل کیا
دست چوں بروے زد او از جائے جست	گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ جگہ سے اچھلا	کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست
گفت ایں سی خشت چوں انباشتی	گفت تو سی خشت چوں برداشتی
وہ بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں	اس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں

گفت اے فی النار خرس مردہ ریگ	ابلہ و بے خاصیت مانند ریگ
کہا کہ اے دوزخی ریچھ کمینہ	ابلہ اور بدخاصیت مانند ریگ کے
کودکے بیمارم و از ضعف خود	کردم ایں جا احتیاط و مرقد
میں ایک بیمار کودک ہوں اور اپنے ضعف سے	میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی
گفت اگر داری زر نجوری تفے	چوں نرفتی جانب دارالشفے
اس نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے	تو تو شفاخانہ کی طرف کیوں نہ گیا
یا بخانہ یک طبیبے مشفقے	کو کشادے از سقامت مغلقے
یا کسی مشفق طبیب کے گھر	کہ وہ تیری بیماری کے اغلاق کو کشادہ کرتا
گفت آخر من کجا یارم شدن	کہ بہر جامے روم من ممتحن
اس نے کہا کہ آخر میں کہا جانے کا یارا رکھتا ہوں	کہ جہاں جاتا ہوں مبتلائے محنت ہوتا ہوں
چوں تو زندیقے پلیدے ملحدے	می برآرد سر بہ پیشم چود ددے
تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید ملحد	میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح
خانقاہے کہ بود بہتر مکاں	من ندیدم یک دمے دروے اماں
خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے	میں نے وہاں تو ایک ساعت امان نہ دیکھا
روبمن آرند مشتے خمر خوار	چشمہا پر نطفہ کف خایہ فشار
میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار	آنکھیں مستی کی بھری ہوئی ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے
یار مرناموس را غیر نظر	نیست لیکن زاں نظر دیں پر خطر
یار باناموس میں بجز نظر کے	اور کوئی حرکت نہیں لیکن اس نظر سے دین پر خطر ہے
وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر	غمزہ دزدد، میدہد مالش بکیر
اور جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے	خفیہ غمزہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے
خانقہ چوں ایں بود بازار عام	چوں بود خرگلۂ دیوان خام
جب خانقاہ یہ بازار عام ہے	تو شیاطین خام کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہو گا
خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا	خرچہ داند خشیت و خوف و رجا
خر کہاں ناموس اور تقویٰ کہاں	خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا

عقل باشد ایمنی و عدل جو	برزن و برمرد اما عقل کو
امن اور عدل جوئیندہ تو عقل ہوتی ہے	زن پر بھی اور مرد پر بھی مگر عقل کہاں ہے
ور گریزم من روم سوی زناں	ہمچو یوسفؑ افتم اندر افتناں
اور اگر میں بھاگتا ہوں عورتوں کی طرف جاتا ہوں	تو یوسف علیہ السلام کی طرح ابتلاء میں واقع ہوتا ہوں
یوسفؑ از زن یافت زندان وفشار	من شوم تو زیع بر پنجاہ دار
یوسف علیہ السلام نے تو عورت ہی سے زندان اور شکنجہ پایا تھا	میں پچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں
آں زناں از جاہلی برمن تنند	اولیا شاں قصد جان من کنند
وہ عورتیں جہالت سے مجھ پر گرتی ہیں	ان کے اولیاء میری جان کا قصد کرتے ہیں
نے زمرداں چارہ دارم نز زناں	چوں کنم چوں نے ازیم نے ازاں
نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مفر ہے نہ عورتوں سے	میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ ان میں سے
بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست	گفت اوبا ایں دوموازغم بریست
بعد اس کے اس کودک نے کوسہ کو دیکھا	کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بری ہے
فارغست ازخشت واز پیکار خشت	وز چوتو مادر فروش کنگ و زشت
یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے	اور تجھ جیسے مادر فروش کنگر اور زشت سے بھی
بر زنخ سہ چار مو بہر نموں	بہتر ازسی خشت گرداگرد کوں
زنخ پر تین چار بال نمونہ کے طور پر	بہتر ہیں تیس خشت سے گردا گرد مقعد کے
ذرۂ سایہ عنایت بہتر ست	از ہزاراں کوشش طاعت پرست
ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے	طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے
زانکہ شیطاں خشت طاعت برکند	گر دو صد خشتست خود را رہ کند
کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے	اگر دوسو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کر لیتا ہے
باعنایت او ندارد زہرۂ	تا بسازد خویشتن را بہرۂ
عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا	کہ وہ اپنا کوئی حصہ بنا سکے
خشت گر پرست بنہادہ تو است	آں دوسہ موازعطای آنسواست
خشت اگر بہت بھی ہوں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں	وہ دو تین بال اس طرف کی عطا سے ہیں

در حقیقت ہر یکے مو را ازاں	خرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں
حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو	چھوٹا مت سمجھ مثل پہاڑ کے بڑا سمجھ
کاں اماں نامہ وصلہ شاہنشہی ست	خلعت خانی قطب آگہی ست
کیونکہ وہ امن نامہ اور عطائے شاہنشہی ہے	قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے
تو اگر صد قفل بنہی بردرے	برکند آں جملہ را خیرہ سرے
تو اگر سو قفل لگا دے کسی دروازے پر	اس سب کو کوئی بے باک ہٹا سکتا ہے
شحنۂ از موم اگر مہرے نہد	پہلواناں را ازاں دل بشکہدؔ
کوتوال اگر موم کی بھی مہر کر دے	تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا
شحنہ گر مہرے نہد از موم نرم	زاں بود کوتاہ پنجہ شیر گرم
شحنہ اگر نرم موم کی بھی اگر مہر کر دے	تو اس سے عاجز ہوتے ہیں پچاس شیر شجاع
آں دو سہ تار عنایت ہمچو کوہ	سد شدہ چوں فرسیما در وجوہ
وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں	آڑ ہو گئے جس طرح نشان کی عظمت چہروں میں
خشت را مگزار اے نیکو سرشت	لیک ہم ایمن مخسپ از دیو زشت
خشت کو بھی مت چھوڑ اے نیکو سرشت	لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو
رو دو سہ موزاں کرم بادست آر	وانگہاں ایمن بخسپ و غم مدار
جا دو تین بال اس کرم کے ہاتھ میں لا	اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھ

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی) ایک امرد (بے ریش) اور ایک کوسہ (یعنی کم ریش کہ دو تین بال سے زیادہ نہ ہوں) ایک انجمن میں آئے (یہ انجمن دینی تھی چنانچہ آئندہ اس کو خانقاہ کہا گیا ہے نہ بمعنی متعارف بلکہ بمعنی مسکن دینداران و پارسایان) اور (آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ) کوئی جلسہ تھا (ان کے اس) وطن میں قوم منتخب (یعنی معززین داعین و مدعوین جلسہ کی کارروائی میں) مشغول رہے (کہ) دن (بھی) گزر گیا اور ثلث شب کا وقت ہو گیا اس مجردخانہ سے وہ دو شخص (جن کا ذکر شعر اول میں ہے) نہ گئے اسی طرف (یعنی اس مکان انجمن میں) سو گئے بوجہ خوف عسس کے (کہ بے وقت نکلنے سے گرفتار نہ کرلے اور اس کو مجردخانہ اس لئے کہا کہ وہاں کے ہر وقت کے باشندے ایسے ہی لوگ تھے جیسے مدارس کی حالت ہے اس) کوسہ کے زنخدان پر چار بال تھے لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا (اور وہ) کودک امرد صورت میں بدشکل تھا (مگر بدنیت لوگوں کے اندیشہ سے) پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس (تیس) اینٹیں رکھ لیں (کہ سوتے ہوئے ان کی پناہ رہے کوئی مجھ پر دست درازی نہ کرے اور میں نے تیس کا لفظ اس لئے بڑھا دیا کہ آگے ابھی آتا ہے ایں سی خشت چوں الخ پس تخصیص بست کی تمثیلاً ہے) ایک لوطی بدفعل نے گمراہی (اور بدنیتی) سے رات گزاری (یعنی اسی خیال میں موقع کا

انتظار کرتا رہا اور جب موقع پایا کہ سب سو گئے تو) اس شہوت پرست نے اینٹوں کو (وہاں سے) منتقل کیا (تا کہ اس تک پہنچے اور) جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ (اپنی) جگہ سے (گھبرا کر) اچھلا (اور) کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست (نفس کو سگ سے تشبیہ دی گئی اور دب بمعنی جماع ہے یہاں مبالغۂ صاحب جماع پر محمول کیا گیا) وہ (لوطی) بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں اس (امرد) نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں (اور امرد نے یہ بھی) کہا کہ اے دوزخی ریچھ کمینہ ابلہ اور بدخاصیت مانند ریگ کے (کہ اس میں استحکام نہیں ہوتا یہی اس کی بدخاصیتی ہے اسی طرح تجھ میں قوت عفت وضبط کی نہیں اور مردہ ریگ کے معنی غیاث میں ناچیز وفرومایہ کے لکھے ہیں غرض امرد نے کہا کہ اے نالائق) میں ایک بیمار کودک ہوں اور اپنے ضعف (ورنجوری) سے میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی (کیونکہ ضعف وبیماری کے سبب مقاومت اشرار کی قوت نہ تھی اس لئے اینٹیں رکھ کر لیٹ رہا تھا) اس (لوطی) نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے تو تو شفا خانہ کی طرف کیوں نہ گیا۔ یا کسی مشفق طبیب کے گھر (کیوں نہ گیا) کہ وہ تیری بیماری کے اغلاق کو کشادہ کرتا (فالمغلق مصدر میمی) اس (امرد) نے کہا کہ آخر میں کہاں جانے کا یارا رکھتا ہوں کہ جہاں جاتا ہوں (وہاں ہی) مبتلائے محنت ہوتا ہوں (اس طرح سے کہ) تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید ملحد میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے (کہ مسکن ہے عباد وزہاد کا) میں نے وہاں تو ایک ساعت اماں نہ دیکھا (اور وہ بے امانی یہ ہے کہ) میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار آنکھیں مستی کی بھری ہوئی (اور) ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے (اور اس مستی شہوت سے تشبیہاً خمر خوار کہا گیا ورنہ اہل خانقاہ کا خمر خوار ہونا عادۃً بعید ہے اور یا یہ تقسیم اہل خانقاہ کی نہ ہو مطلقاً فساق کی تقسیم ہے یہ تو ان کا حال ہے جن میں ذرا آزادی اور بے حیائی ہے) اور (ان اہل خانقاہ میں یا مطلق اہل فسق میں علی التوجیہ الثانی) جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے خفیہ غمزہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے (اور یہ بات مسلم ہے کہ) یار باناموس میں بجز نظر کے اور کوئی حرکت نہیں لیکن (یہ کیا تھوڑی بات ہے کیونکہ) اس نظر سے (بھی) دین پر خطر ہے (پس ملامت وشناعت سے کوئی سالم نہیں پس) جب خانقاہ یہ بازار عام ہے تو شیاطین خام (تابع نفس) کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہوگا (آگے اس چوں بود کا بیان ہے کہ) خر کہاں ناموس اور تقویٰ کہاں۔ خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا وجہ یہ کہ) امن اور عدل جوئندہ تو عقل ہوتی ہے زن پر بھی اور مرد پر بھی (یعنی سب پر یہ اثر مذکور عقل سے ہوتا ہے) مگر (ایسے لوگوں میں) عقل کہاں (اس لئے مشابہ خروں کے ہیں اور خشیت وغیرہ سے دور ہیں یہ تو میرا حال ہے مردوں میں) اور اگر میں (مردوں سے) بھاگتا ہوں (اور) عورتوں کی طرف جاتا ہوں تو یوسف علیہ السلام کی طرح (وہاں بھی) ابتلاء میں واقع ہوتا ہوں یوسف علیہ السلام نے تو (صرف) عورت ہی (کی وجہ) سے زندان اور شکنجہ (کما فی الغیاث فشار افسردن) پایا تھا (اور) میں پچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں (یعنی عورتوں سے بھی اور مردوں سے بھی پھر دونوں طرف احاد کثیرہ پس) وہ عورتیں جہالت سے (خود) مجھ پر گرتی ہیں (اور) ان کے اولیاء (دوارث غیظ سے) میری جان کا قصد کرتے ہیں (مگر میری اس میں کیا خطا غرض) نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مفر ہے (اور) نہ عورتوں سے میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں اور نہ ان میں سے بعد اس کے اس کودک نے کوسہ کو دیکھا کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بڑی ہے یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے اور تجھ جیسے مادر فروش کنگر اور زشت سے بھی (فارغ ہے پیکار خشت کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو آلہ مدافعت بنایا جاوے جیسے پیکار میں بعض آلات مدافعت کے ہوتے ہیں پس) زنخ پر تین چار بال (گو) نمونہ

(ہی) کے طرز پر (ہوں) بہتر ہیں تیں خشت سے گرداگرد مقعد کے (آگے مولانا بطور تطبیق حکایت علی المطلوب السابق کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹادیتا ہے اگر دوسو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کر لیتا ہے (شرح اس کی سرخی کے قبل اس شعر کے حل میں گذری ہے یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد غرض وہ خشت اجتہاد میں تو خلل ڈال سکتا ہے لیکن) عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا کہ ہوا پنا کوئی حصہ بنا سکے خشت (مجاہدہ) اگر بہت بھی ہیں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں (تو تیری طاقت کی مقاومت شیطان کی طاقت سے ممکن ہے اور) وہ دو تین بال (عنایت کے) اس طرف کی عطا سے ہیں (اور طاقت شیطان مقاوم نہیں ہوسکتی قوت حق کی پس) حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو چھوٹا مت سمجھ (بلکہ) مثل پہاڑ کے بڑا سمجھے کیونکہ وہ امن نامہ اور عطائے شاہنشہی ہے (اور ایسے امن نامہ کے ہوتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا اور ایسی عطا کے ہوتے ہوئے کوئی کمی محتمل نہیں ہوسکتی آگے دوسری تعبیر ہے صلہ شاہنشہی کی یعنی) قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے (تعبیر اول میں عطا کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور تعبیر ثانی میں مفعول کی طرف یعنی معطی حضرت حق ہے اور معطی قطب المعرفت یعنی عارف ہی آگے مجاہدہ اور عنایت کے تفاوت کی ایک اور مثال ہے کہ) تو اگر سو قفل لگادے کسی دروازہ پر اس سب کو کوئی بے باک بتا سکتا ہے (اور) کوتوال اگر موم کی بھی مہر کردے تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا (کیونکہ وہ سرکاری مہر ہوگی اس پر دست اندازی کرنا سلطنت کا مقابلہ ہے آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شحنہ اگر نرم موم کی بھی مہر کر دے تو اس سے عاجز ہوتے ہیں پچاس شیر شجاع (پس مجاہدہ کی مثال تمہارے قفل کی سی ہے اور عنایت کی مثال سرکاری مہر کی سی ہے آگے پھر مثال اول خشت و تار مو کی طرف عود ہے کہ) وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں (تصرف شیاطین سے) آڑ ہوگئے جس طرح نشان (طاعت وسجود) کی عظمت (آڑ ہوگئی تھی جو کہ صحابہ واشباہ صحابہ کے) چہروں میں (نمایاں تھی۔ چہرہ سے مراد مطلق ذوات یعنی صحابہ میں جو ایک نور عظیم محلیت عنایت کا تھا اس سے شیاطین مایوس عن التصرف ہوگئے تھے **کما قال تعالیٰ انه ليس له سلطان على الذين آمنوا وعلى ربهم يتوكلون** اور صحابہ کا اس کا اول مصداق ہونا ظاہر ہے اور ان کے اشباہ کا مصداق ثانی ہونا بھی اور ہر چند کہ اصل چیز عنایت ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ مجاہدہ واعمال کو ترک کر دیا جائے وقد ذکرتی من ہذا فی شرح شعر واں عنایت ہست موقوف ممات قبیل الحکایۃ بلکہ) خشت کو بھی مت چھوڑ اے نیکو سرشت (یعنی مجاہدہ کرتا رہ) لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو (یعنی مجاہدہ پر اعتماد مت کر اور اس کو باوجود ارتکاب کے ناکافی سمجھ کر عنایت کو بھی طلب کرتا رہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جا (اور) دو تین بال اس کرم (وعنایت) کے ہاتھ میں لا اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھ (یعنی اضرار شیطان سے مامون ہو جا اور اس سے مطلق امن جو کہ منافی ایمان سے لازم نہیں آتا کیونکہ امن منافی وہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بے خوف ہو جاوے **کما قال تعالیٰ فلا يأمن مكر الله الا القوم الخاسرون** اور امن من الشیطان ابھی آیت **انه ليس له سلطان** الآیہ میں گزر چکا ہے آگے بھی تائید ہے عنایت کی ترجیح کی عبادت ومجاہدہ پر ایک حدیث سے مع اس کے مناسب مضامین کے)

نوم عالم از عبادت بہ بود	آنچناں علمے کہ مستنبہ بود
عالم کی نوم عبادت سے افضل ہے	ایسا علم جو کہ متنبہ کرنے والا ہو

آں سکون سابح اندر آشنا	بہ ز جہد اعجمے بادست و پا
پیراک کا شناوری میں وہ سکون بہتر ہوتا ہے	اس اناڑی کی کوشش سے جو کہ بادست و پا ہے
دست و پا ساکن بآب اندر سباح	بہ رود از اعجمے باانطاح
جس کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں	وہ شناوری میں زیادہ اچھا چلے گا اس اناڑی سے جو ٹکر مارتا ہو
اعجمی زد دست و پا و غرق شد	میرود سباح ساکن چوں عمد
اناڑی نے تو ہاتھ پاؤں مارے اور غرق ہو گیا	پیراک ساکن ہی ہو کر شہتیر کی طرح جا رہا ہے
علم دریائیست بیحد و کنار	طالب علم ست غواص بحار
علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار	علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے
گر ہزاراں سال باشد عمر او	او نگردد سیر خود از جستجو
اگر ہزاروں سال کی اس کی عمر ہو	وہ خود سیر نہیں ہو گا طلب سے
کاں رسول حق بگفت اندر بیاں	ایں کہ منہومان ہمالا یشبعاں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان میں فرمایا ہے	یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے

در تفسیر ایں خبر کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود منہومان لایشبعان طالب الدنیا و طالب العلم کہ ایں علم غیر علم دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علم دنیا ہم دنیا باشد بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالب الدنیا و طالب الدنیا تکرار بود نہ تقسیم مع تقریرہ

اس حدیث کی تفسیر جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے ہیں دنیا کا طلبگار اور علم کا طلبگار کہ یہ علم دنیا کے علم کے علاوہ ہوگا تا کہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اس کی پوری تقریر کے

طالب الدنیا و توفیراتها	طالب العلم و تدبیراتها
طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا	طالب علوم کا اور ان کی تدبیرات کا
پس دریں قسمت چو بگماری نظر	غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر
پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے	تو یہ علم دنیا کا مغائر ہو گا اے پدر
غیر دنیا پس چہ باشد آخرت	کت کند زینجا و باشد رہبرت
دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے آخرت	جو کہ تجھ کو اس جگہ سے دل برداشتہ کرے اور تیرا رہبر ہو

غیر دنیا آخرت باشد یقیں	کاں بردزینجات آنجا اے امیں
دنیا کا مغائر آخرت ہو گی یقیناً	کہ وہ تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے اے امیں

(ان اشعار میں علی الترتیب والمناسبت یہ مضامین ہیں اول بعنوان خاص ایک تائید ترجیح عنایت بر عبادت کی جو کہ اصل مضمون ہے مقام کا اور وہ عنوان خاص اثبات افضلیت ہے علم ومعرفت کا جو کہ آثار عنایت سے ہے مجاہدہ وعبادت بلا علم و معرفت سے دوسرا مضمون ممدوحیت ومطلوبیت اس علم ومعرفت کی تیسرا مضمون تعیین مصداق اس علم ومعرفت کی اجمالاً فی المصر اع الثانی من الشعر الاول وتفصیلاً فی العنوا ان الشارح الحدیث منہو مان الخ اوران تینوں مضمونوں کا ترتب وتناسب ظاہر ہے پس فرماتے ہیں کہ حدیث کا مضمون ہے کہ) عالم کی نوم (غیر عالم کی) عبادت سے افضل ہے (اور یہ مضمون ایک حدیث سے بانضمام ایک مقدمہ صحیحہ کے حاصل ہوتا ہے حدیث یہ ہے **نوم العام عبادة کما فی کنوز الحقائق للهناوے عن الغربی ج ۲ ص ۱۲۶ و تتمة الحدیث و نفسه تسبیح** یہ ایک مقدمہ ہے اور مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ **عبادة العلم افضل من عبادة غیر العالم** نتیجہ یہ ہوا کہ **نوم العالم افضل من عبادة غیر العالم** اور آگے مصرعہ ثانیہ سے اجمالاً اور اشعار اخیرہ سے تفصیلاً اس علم کے تعیین مصداق سے ثابت ہے کہ وہ علم مانع فی الدین ہے اور علم نافع فی الدین منحصر ہے اس علم میں جو ثمرہ عنایت کا ہو پس ثابت ہوا کہ عنایت بمقابلہ مجاہدہ کے ایسی چیز ہے کہ اس کے ایک ثمرہ کے ساتھ مشرف ہونے والے شخص کی نوم جو کہ ظاہراً عبادت ہے صاحب مجاہدہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اس سے عنایت یعنی جذب کی افضلیت مجاہدہ یعنی سلوک پر بالکل واضح ہے اور یہ علم ہر علم نہیں ہے بلکہ وہ) ایسا علم (ہے) جو کہ (نافع ومضر فی الآخرۃ پر) متنبہ کرنے والا ہو (کما سیعلم من الاشعار الاخیرة آگے اس استبعاد کو کہ نوم عالم افضل ہو جاوے عبادت غیر عالم سے ایک مثال سے دفع کرتے ہیں کہ اس کی نظیر دیکھ لو کہ) پیراک (ماہر) کا شناوری میں وہ (صوری) سکون بہتر (اور نفع) ہوتا ہے اس اناڑی کی کوشش (اور حرکت) سے جو کہ بادست وپا ہے (یعنی جو دست وپاک کو حرکت دے رہا ہے اور بہتر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ) جس (پیراک) کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں وہ شناوری میں زیادہ اچھا ملے گا اس اناڑی سے جو ٹکر مارتا ہو (یعنی ہاتھ پاؤں مارتا چلتا ہو مطلب یہ کہ بہتر ہونا بمعنی بہتر رفتن کے ہے یعنی بہتری باعتبار رفتن وقطع مسافت کے ہے آگے اس کے رفتن کے ساتھ ناواقف کے نرفتن کی تصریح فرماتے ہیں تاکہ مفضل ومفضل علیہ دونوں کے حال کی تصریح سے افضلیت کا حکم خوب واضح ہو جاوے یعنی) اناڑی نے تو ہاتھ پاؤں (بھی) مارے اور (باوجود اس کے) غرق ہو گیا (اور) پیراک ساکن ہی ہو کر شہتیر کی طرح جا رہا ہے (جیسے بڑے بڑے لٹھے پانی میں چلے جاتے ہیں ڈوبتے نہیں باوجودیکہ ان کو حرکت ذاتیہ نہیں ہوتی اسی طرح پیراک لیٹے بیٹھے بدوں اس کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کی حرکت ظاہر ہو گو کچھ حرکت لطیف غیر محسوس ہوتی بھی ہے چلے جاتے ہیں پس جس طرح اس نظیر میں ایک فن کے عالم کا سکون غیر عالم بالفن کے حرکت سے انفع ہے اسی طرح عالم باللہ کا بھی ایک سکون بطریق عبادت کے ظاہر نہیں اگر غیر عالم باللہ کی حرکت بطریق عبادت سے افضل ہو جاوے تو تعجب کیا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عبادت خاص افعال میں منحصر نہیں امتثال امر مع الاخلاص روح ہے عبادت کی پس عارف کا نوم علی حسب مراتب العارفین باوجود طبعی ہونے کے ایسی نیتوں پر مبنی ہوتا ہے کہ ویسی نیت غیر عارف کو ظاہری عبادات میں بھی میسر نہیں ہوتی اور امور طبعیہ اقتران نیت صالح سے عبادات فاضلہ بن جاتے ہیں جیسا اس حدیث کا **تتمه و نفسه تسبیح**

اس میں نص ہے بلکہ عالم سے گزر کر عالم کے متعلقات کے بعض امور کا موجب قرب وقبول ہونا نصوص میں وارد ہے چنانچہ صحاح میں ہے کہ جو گھوڑا بہ نیت اعلاء کلمۃ اللہ کے رکھا جاوے اس کا کھانا پینا بلکہ ہگنا موتنا تک موجب عطائے حسنات ہوتا ہے پس اس سے ترجیح عنایت علی العبادت اچھی طرح ثابت ہوگئی آگے اس علم کی مدح بغرض ترغیب طلب ہے کہ یہ) علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار (اور اس) علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے (کہ گوہر مقصود نکال کر لاتا ہے اور اس تشبیہ میں تشبیہ مذکور مضمون اول کی مناسبت کی بھی رعایت ہے چنانچہ ظاہر ہے آگے اس کے بے حد و کنار ہونے کی توضیح ہے کہ) اگر ہزاروں سال کی اس (طالب علم) کی عمر ہو (تب بھی) وہ خود (ہرگز سیر نہیں ہوگا (اس کی) طلب سے (جیسا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے) بیان میں فرمایا ہے یہ کہ دو حریص (کبھی) سیر نہیں ہوتے (ایک تو) طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا (اور ایک) طالب علوم کا اور ان کی تدابیرات کا (اور قواعد سے یقیناً حدیث میں ایک حریص کی مذمت اور ایک کی مدح مقصود ہے جب حریص علم اس حیثیت سے ممدوح ہوا کہ وہ اس کی طلب کو کبھی نہیں چھوڑتا تو ظاہر ہے کہ اس میں ترغیب بھی ہوئی اس کی طلب الی مالا یحد کی اور اس میں باوجودیکہ یہ مضمون اول کی مناسبت سے مذکور ہوا مگر اس کی بھی تائید ہے یعنی عنایت ایسی چیز ہے کہ اس کے ثمرات ابداً واجب الطلب رہتے ہیں اور علم کو انواع کے علم ساتھ ماؤل کر کے اس کی طرف ضمیر مونث کا ارجاع صحیح ہو جاوے گا اور یہ عدم سیری جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے ایسے ہی مشاہدہ سے بھی آگے اس علم کے مصداق کی تعیین کی تفصیل ہے جیسا کہ شعر اول میں اس کا اجمال تھا یعنی تم نے حدیث کا مضمون جو کہ دال ہے طالب کے بیان اقسام پر سن لیا) پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے تو (معلوم ہوگا کہ) یہ علم دنیا کا مغائر ہوگا اے پدر (کیونکہ تقسیم میں ہر قسیم دوسرے قسیم کا مبائن ہوتا ہے اور یہاں بواسطہ مقابلہ طالب دنیا اور طالب علم کے علم اور دنیا بھی قسیم ٹھہرائے گئے ہیں پس لامحالہ یہ علم مغائر و مبائن ہوگا دنیا کا اور) دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے (ظاہر ہے کہ) آخرت (مراد علم متعلق آخرت کیونکہ جو علم متعلق بالدنیا ہے وہ تو دنیا کی فرد ہے لان الدنیا حالة عاجلة ثمرتها عاجلة اور علم دینوی پر یہ تعریف صادق آتی ہے اور وہ علم ہے مبائن دنیا پس وہ اس علم دینوی کا بھی مغائر ہوگا اور ہے علم پس لامحالہ وہ علم اخروی ہوگا) جو کہ تجھ کو اس جگہ سے (یعنی دنیا سے) دل برداشت کرے اور تیرا راہبر ہو (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) دنیا کا مغائر آخرت ہوگی یقیناً کہ وہ (یعنی اس کا علم) تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے (یعنی متوجہ کرے) اے امین (پس جو علم کہ ثمرہ عنایت ہے اس کا مصداق علم نافع فی الآخرت ہوا پس اس کو بھی حاصل کر کے مورد عنایت ہو وہوالمراد فی قولہ تعالیٰ **رب زدنی علما فحیث امر صلی الله علیه وسلم بطلب الزیادہ فیه مع کونه اعلم الخلق فکیف بنااللهم زدنا علماً**)

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ اس وقت کہ شب جمعہ اٹھارہ تاریخ ربیع الثانی کی ہے یہ عشر ثامن اختتام کو پہنچا آگے عشر تاسع بلکہ عاشر میں بھی قصہ شہزادگان مفتون تصویر دختر شاہ چین کا تتمہ مذکور ہوگا جس کی چند سطریں عین اس کے اختتام کے ساتھ ہی لکھنے سے اس کا افتتاح بھی کر دیا **واللہ الموفق لاتمام کل مرام وھو المفضال المنام و صلی اللہ تعالیٰ علی غیر خلقه محمد سیدنا و سیدالانام و علیٰ آله العظام و صحبه الکرام. مادارت اللیالی والایام الی یوم القیام ولی مابعده من ازمنة دارالسلام فقط.**

العشر التاسع من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی افتتح فیه للثامن عشر من ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بحث کردن آں سہ شہزادہ در تدبیر ایں واقعہ

ان تین شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

رو بہم کردند ہر سہ مفتتن	ہر سہ را درد و یک رنج و حزن
تینوں مفتون ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے	تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و حزن تھا
ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم	ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے	تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے مقیم تھے
در خموشی ہر سہ را خطرت یکے	در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا	تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی
یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں	بر سر خوان مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں اشک ریز ہوتے تھے	خواں مصیبت پرخون فشاں
یک زماں از آتش دل ہر سہ کس	بر زدہ باسوز چوں مجمر نفس
کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی	انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے
آں بزرگیں گفت کاے اخوان خیر	مانہ نر بودیم اندر نصح غیر
اس بڑے نے کہا کہ اے اچھے بھائیو	کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے
از حشم ہر کہ بما کردے گلہ	از بلاؤ خوف و فقر وزلزلہ
حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا	بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے
ما ہمی گفتیم کم نال از حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
تو ہم کہا کرتے تھے تنگی سے نالہ مت کر	صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی

این کلید صبر ما اکنوں چہ شد	اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی	اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا
مانمی گفتیم کاندر کشمکش	اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں	خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خندان رہو
ہر سپہ را وقت تنگا تنگ جنگ	گفتہ ما کہ ہیں مگر دانید رنگ
ہر سپاہ کو جنگ کی تنگا تنگی میں	ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو
آں زماں کہ بود اسپاں را وطا	جملۂ سرہا بریدہ زیر پا
جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا	کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے
ما سپاہ خویش راہے ہے کناں	کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں
ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے تھے	کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سنان کے
جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر	زانکہ صبر آمد چراغ و نور صدر
ساری دنیا کو تو ہم صبر کا پتہ بتلاتے تھے	کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے
نوبت ماشد چہ خیرہ سر شدیم	چوں زناں زشت در چادر شدیم
ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے	زنان زشت کی طرح ہم چادر میں ہو گئے
اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم	گرم کن خود را و از خود آر شرم
اے دل کو تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا	اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ
اے زباں کہ جملہ را ناصح بدی	نوبت تو گشت از چہ تن زدی
اے زبان کہ تو سب کی ناصح بنتی تھی	تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے
اے خرد کو پند شکر خای تو	دور تست ایندم چہ شد ہیہای تو
اے عقل تیری پند شکر خاکہاں گئی	اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی
اے زدلہا بردہ صد تشویش را	نوبت تو شد بجنباں ریش را
اے عقل جو کہ بہت دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی	تیری باری آئی ہے داڑھی کو ہلا
از غری ریش ارکنوں دزدیدۂ	پیش ازیں برریش خود خندیدۂ
اگر اب بددلی سے تو نے داڑھی کو چھپا لیا	تو اس کے قبل تو اپنے اوپر ہنستی تھی

وقت پند دیگرانے ہائے ہائے	در غم خود چوں زنانے وائے وائے
تو دوسروں کو نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے	اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے
چوں بدرد دیگراں درماں بدی	درد مہمان تو آمد تن زدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا	درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا
بانگ بر لشکر زدن بد ساز تو	بانگ برزن چہ گرفت آواز تو
لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا	نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی
آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش	زاں نسیج خود بغلطاقے بپوش
تو نے پچاس سال جو کچھ ہوشیاری سے بنا تھا	اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک بغلبند ہی پہن لے
از نوایت گوش یاراں بود خوش	دست بیروں آر و گوش خود بکش
تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے	اپنا ہاتھ نکال اور اپنا کان کھینچ
سر بدی پیوستہ خود را دم مکن	پاؤ دست و ریش و سبلت گم مکن
تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا	پا و دست و ریش و سبلت گم مت کر
بازی آن تست بر روی بساط	خویش را در طبع آر و در نشاط
تفریح میں لانا برسرمجلس تیرا حق ہے	اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا
ایں حکایت گوش کنائے باخرد	تا بدانی اندریں معنیٰ سند
یہ حکایت سن اے باخرد	تا کہ اس مضمون میں سند معلوم کر لے

تینوں مفتوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج وحزن تھا۔ تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے۔ تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے مقیم تھے۔ خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی (مطلب یہ کہ حالتیں دو ہوتی ہیں سکوت اور تکلم سو اگر وہ ساکت ہوتے تھے تو اس وقت ایک ہی خیال میں غرق ہوتے تھے اور اگر متکلم ہوتے تو ایک ہی دعویٰ یعنی عشق کا تینوں کا کلام مثبت ہوتا تھا) کسی وقت وہ تینوں اشک ریز ہوتے تھے (اور) خوان مصیبت پر خوں فشاں (ہوتے تھے اور) کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے اچھے بھائیو کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے (مقصود اس سے مشورہ دینا ہے کہ اپنی پہلی ہمت کو یاد کر کے اب بھی ہمت باندھو اور اگر شبہ ہو کہ یہ سب باہم رقیب تھے ان میں تشاور و تناصح کیسے ہوسکتا ہے اسی طرح آگے سب کا متفق ہو کر چین کو روانہ ہونا اور ایک دوسرے کو طرق کامیابی میں رائے وغیرہ دینا آتا ہے یہ بھی مستبعد ہے جواب یہ ہے کہ باہم اتحاد وتحابب ان میں اس قدر ہوگا کہ وہ جس کو مل جاتی وہ دوسروں کے لئے اس پر راضی ہو جاتا اور اپنے لئے یاس کی راحت پر کفایت کرتا اور اثنائے

قصہ میں بہت سے اشعار معلوم ہوا کہ یہ شہزادے صالح اور دیندار تھے تو دینداروں سے ایسا ہونا عجیب نہیں اور بڑے بھائی نے یہ بھی کہا کہ) حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے تو ہم (اس کی فہمائش کے لئے) کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالہ مت کر (اور) صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی (سو) ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا کیا ہم (دوسروں کو کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو ہر سپاہ کو جنگ کی تنگا تنگی میں ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے (اس وقت) ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے (یہ کلمہ زجر اور برانگیختگی) کے لئے ہے جس سے مقصود یہ ہوتا تھا) کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سنان کے ساری دنیا کو تو ہم صبر (و تحمل) کا پتہ بتلاتے تھے کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے (جب) ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے زنان زشت کی طرح ہم چادر (یعنی زنانہ لباس) میں ہو گئے۔ اے دل کہ تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ اے زبان کہ تو سب کی ناصح بنتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے اے عقل تیری بند شکر خا کہاں گئی اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی اے عقل جو کہ بہت (لوگوں کے) دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے (اب تو) داڑھی کو ہلا۔ (اس میں اشارہ ہے قصہ سلطان محمود کی طرف جو کہ عشر سابع میں مذکور ہوا ہے کہ شناسا چور نے کہا تھا کہ سب نے تو اپنی اپنی باری میں اپنا کمال ظاہر کیا اب تمہاری باری ہے داڑھی ہلاؤ تا کہ سب چھوٹ جاویں سو یہاں اس قصہ سے تشبیہ دینا ہے اظہار کمال خرد کو اور وہ کمال آمادگی ہے صبر پر اور) اگر اب (ایسی ضرورت کے وقت میں) بددلی سے تو نے (اے عقل) داڑھی کو چھپا لیا تو (یہ سمجھا جاوے گا کہ) اس کے قبل (جو تو اوروں کو ہنسا کرتی تھی گویا) تو اپنے اوپر ہنستی تھی (غر بفتح و تخفیف بمعنی بددل وزن فاحشہ کذا فی الغیاث و یا مصدریست) تو (اے نفس) دوسروں کی نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے (کرتا تھا یہ بھی مثل ہے ہے کے کلمہ زجر کا ہے اور) اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے (کرنے لگا) جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا (اب) درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا (اب بھی تو) نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی تو نے پچاس سال (تک) جو کچھ (تجربہ و استقلال) ہوشیاری سے بنا تھا اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک بغل بند ہی پہن لے (بغلبند مثل مرزائی و بنڈی فی الغیاث بغلطاق و بغلتاق بمعنی قبا و کلاہ و فرجی و طاقہ و بغلبند اھ ایں مرکب ست از بغل و طاق) تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے اپنا ہاتھ نکال اور (اس سے) اپنا کان کھینچ (اور اپنے کو ملامت کر کہ اس آواز پند سے خود کیوں نہیں منتفع ہوتا) تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا (اور) پاؤ دست وریش وسبلت گم مت کر (یعنی قوت و ہمت و وضع کے مقتضا پر عمل کر) تفریح میں (دوسروں کو) لانا بر سر مجلس تیرا حق ہے (یعنی تجھ کو اس میں کمال ہے کہ دوسروں کا ازالہ غم کرے سو) اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا (فی الغیاث بساط فرش و عرصہ شطرنج اھ و من مجازاً بمعنی مجلس گرفتم اور طبع ونشاط میں لانے کے مضمون پر) یہ حکایت سن اے باخرد تا کہ اس مضمون میں سند (اور نظیر) معلوم کر لے (کہ اول بادشاہ نے اس طالب علم کو شراب پلانے کے لئے ساقی سے کہا تھا کہ بطبش آر پھر واقعہ کنیزک سے جب بادشاہ غضبناک ہوا تو اس طالب علم نے بھی اس ساقی سے کہا کہ در طبعش آر یعنی جس طرح مجھ کو نشاط میں لایا تھا اور میرا تقویٰ شکستہ کر دیا اب بادشاہ کو نشاط میں لا اور اس کا غضب شکستہ کر دے پس اسی طرح تجھ کو چاہئے کہ جب اوروں کو نشاط میں لاتا تھا اب اپنے کو لا)۔

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس درآورد و بنشاند و ساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد روی از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد شاہ ساقی را گفت ہیں در طبعش آر ساقی مشت چند بر سرش کوفت و شراب بخوردش داد

اس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لیا اور بٹھا دیا اور ساقی نے اس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اس نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بدمزاجی شروع کر دی بادشاہ نے ساقی سے کہا ہاں اس کا مزاج ٹھکانے کر دے ساقی نے چند گھونسے اس کے سر پر مارے اور اس کو شراب پینے کے لئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزم خوش	می گذشت آں یک فقیہے بر درش
ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا	ایک طالب علم اس کے دروازہ پر گزرا
کرد اشارت کش دریں مجلس کشید	ویں شراب لعل در خوردش دہید
بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ	اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو
پس کشیدندش بشہ بے اختیار	شست در مجلس ترش چوں زہر مار
پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ لائے	مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح
عرضہ کردش مے نہ پذرفت او بخشم	از شہ و ساقی بگردانید چشم
اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی	بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی
کہ بعمر خود نخوردستم شراب	خوشتر آید از شرابم زہر ناب
کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی	مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے
ہیں بجای مے مرا زہرے دہید	تا من از خویش و شما از من رہید
ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو	تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ
مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد	گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد
اس نے شراب نہیں پی تکرار شروع کیا	مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا

ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا (اتفاقاً اس وقت) ایک طالب علم اس کے دروازہ پر (کو) گزرا بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو (یا یہ کہ اس کے لائق مقدار میں دو یعنی اتنی دو کہ غیر معتاد پی سکے (الاول الصق بماسیاتی قریباً من ختم العنوان انچہ آنرا من نہ نوشم وقولہ انچہ آنرا می خورم الخ) پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ کر لائے مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح

(بادشاہ یا ساقی نے) اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی (اور) بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی (اور کہا) کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو تا کہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ (یعنی میں اپنی ہستی سے اور تم میری اس بے لطفی سے خلاصی پاؤ غرض) اس نے شراب نہیں پی (اور) تکرار شروع کیا (اور اس) مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا (مولانا کے طرز کلام سے ان اشعار میں بھی اور مابعد میں بھی کہ اس طالب علم کو اہل نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے ذوقاً مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ انکار خوف حق سے نہ تھا بلکہ خلاف طبع یا خلاف وضع ہونے سے تھا اور اس کا یہ بھی قرینہ ہے کہ آگے آوے گا کہ وہ اس کنیز سے مرتکب فعل بد کا ہوا اگر خوف حق ہوتا تو وہاں بھی ہوتا اور شعار مقام میں بھی اس کا یہ قول اسی کا موید ہے کہ بعمر خود نخوردستم شراب اور نیز یہ قول بھی مراز ہرے دہید کیونکہ زہر پینا ہی حرام ہے اور اگر اکراہ میں جائز کہا جاوے تو جواب میں زہر کا ذکر نہ آتا کہ اس میں زہر اور شراب برابر ہیں بلکہ اول صرف انکار شراب پر اکتفا کرتا پھر جب اکراہ کی نوبت آتی اس عذر کا اعتبار کر سکتا بہر حال زہر کا ذکر محض بے معنی ہے اسی لئے مولانا کی نظر میں اس انکار کی کوئی وقعت مفہوم نہیں ہوتی آگے انتقال ہے شراب ظاہری سے شراب معنوی کے اور اس کے پیش کرنے اور انکار مضمون کی طرف۔

ہمچو اہل نفس و اہل آب و گل	در جہاں بنشست با اصحاب دل
جس طرح اہل نفس اور اہل جسم	دنیا میں اہل دل کے پاس بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں
حق ندارد خاصگاں را در کموں	از مئے ابرار جز در یشربون
حق تعالیٰ خواص کو شراب ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا	بجز حالت شرب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا
عرضہ میدارند بر محجوب جام	حس نمی یابد ازاں غیر کلام
وہ لوگ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں	حس اس سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی
رو ہمی گرداند از ارشاد شاں	کہ نمی بیند بدیدہ داد شاں
وہ ان کے ارشاد سے اعراض کرتا ہے	کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا
گر ز گوشش تا بحلقش رہ بدے	سر نصح اندر درونش در شدے
اگر اس کے کان سے اس کے حلق تک راہ ہوتا	تو خیر خواہی کی حقیقت اس کے دل میں پہنچتی
چوں ہمہ نارست جانش نیست نور	کہ افگند در نار سوزاں جز قشور
چونکہ اس کی جان سراپا نار ہے نور نہیں ہے	نار سوزاں میں بجز پوست کے کون ڈالتا ہے
مغز بیروں ماند و قشر گفت رفت	کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست گیا	پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے

نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست	نار را باہیچ مغزے کار نیست
نار جہنم صرف پوست گیر ہے	نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے
ور بود بر مغزے نارے شعلہ زن	بہر پختن داں نہ بہر سوختن
اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو	تو پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے
تا کہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ	مستمر داں تا بری زاں فائدہ
جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں یہ قاعدہ	مستمر جان تا کہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے
مغز نغز و قشرہا مغفور ازو	مغز را پس چوں بسوزد دور ازو
مغز لطیف ہے اور بہت سے پوست اس سے مغفور ہو جائیں گے	مغز کو وہ کیونکر جلا دے گا یہ امر اس سے بعید ہے

(وہ طالب علم شراب صوری سے انکار کرنے کی حالت میں ان شراب پینے والوں اور شراب پیش کرنے والوں میں اس طرح سے منقبض ہو کر بیٹھا) جس طرح اہل نفس اور اہل جسم (جو کہ شراب معنوی سے اعراض کرتے ہیں) دنیا میں اہل دل کے پاس (کہ شراب معنوی پیتے بھی ہیں اور پلانا بھی چاہتے ہیں) بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں (ان اہل دل کی حالت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ (ان) خواص (یعنی اہل دل) کو شراب (مخصوص بہ) ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا (یعنی) بجز حالت شراب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا (بلکہ ان پر اس شراب کو ظاہر کر دیتا ہے اور ان کو پلاتا ہے پس کلمہ جز استثناء عن المذکور کے لئے نہیں ہے جس کا مدلول یہ ہوتا کہ بجز حالت شرب کے اور کسی حالت میں ان کو شراب سے خفا میں نہیں رکھتا کیونکہ اس سے لازم آتا کہ حالت شرب میں ان کو شراب سے خفا میں رکھتا ہے اور یہ معنی ظاہر الفساد ہے کیونکہ خفا عن الشراب تو عین عدم شرب ہے اور وہ نقیض ہے شرب کی پس دونوں کیسے جمع ہوں گی بلکہ جز در یشر بون بتقدیر عامل بدل ہے جملہ اولیٰ کا اور تقدیر مجموعہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ خاصگان را از شراب در کمون و بعد نمید ارد یعنی بجز حالت شرب در حالتے دیگر کہ آں عدم شرب و بعد ازاں باشد نمید ارد اھ اور اس شعر میں تو خود ان کے شرب کا بیان تھا آگے ان کا دوسروں کے سامنے پیش کرنا مذکور ہے یعنی) وہ لوگ محجوب (لوگوں) پر (اس کا) جام پیش کرتے ہیں (مگر ان محجوبین کی) حس اس (شراب معنوی) سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی (اس لئے) وہ (محجوب شخص) ان کے ارشاد سے (جو کہ جام ہے شراب معنوی کا) اعراض کرتا ہے کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا (مراد شراب معنوی سے واردات حقائق و معارف ہیں کہ روح کو مست حق کر دیتے ہیں اور خواص کا ہر وقت اس سے مشرف رہنا اور وقتاً فوقتاً شفقت سے دوسروں کو بھی ان سے نفع پہنچاتے رہنا ظاہر ہے اور جس طرح اس طالب علم نے انکار کیا تھا اسی طرح محجوبین اس سے اعراض کرتے ہیں اور انکار سے پیش آتے ہیں کیونکہ حقیقت سمجھنے کی تو وہ کوشش کرتے نہیں صرف ظاہری کلام سنتے ہیں جو بعض اوقات اپنے لفظی عنواں سے غیر ظاہر المراد ہوتا ہے اس لئے قبول نہیں کرتے) اگر اس (محجوب) کے کان سے اس کے حلق تک (یعنی ذوق ووجدان تک) راہ ہوتا تو (اس عارف کی) خیر خواہی کی (جو کہ ارشاد سے اس کا مقصود ہے) حقیقت اس کے دل میں پہنچتی (مگر) چونکہ اس کی جان (بوجہ اسیر شہوت و غضب و غرض دنیوی ہونے کے) سراپا نار (کے مشابہ) ہے (اور) نور نہیں ہے (اس لئے اس کے دل تک صرف اس کا کلام ظاہری پہنچتا

ہے جو کہ مشابہ پوست کے ہے حقیقت نہیں پہنچتی جو کہ مشابہ مغز کے ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ (نار سوزاں میں (عادۃً) بجز پوست کے (مغز کو) کون ڈالتا ہے (اس لئے اس کے دل میں کہ مشابہ نار کے ہے صرف پوست پہنچا اور مصرعہ اولیٰ جو شرط ہے اس کی جزا مقدر ہے اور مصرعہ ثانیہ اس جزاء پر دال ہے چنانچہ میرے ترجمہ کی تقریر سے ظاہر ہے پس) مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست (اس دل مشابہ نار میں) گیا (اور چونکہ وہ پوست تھا اس لئے اس پر کوئی اثر نافع مرتب نہ ہوا کیونکہ) پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے (کیونکہ اس سے تغذی نہیں ہوتی اس لئے حرارت کو مدد نہیں پہنچتی اسی طرح صرف ظاہری الفاظ حرارت شوق و محبت کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں خصوص جبکہ انکار بھی ہو آگے اس کی ایک نظیر ہے یعنی محجوب کے دل مشابہ نار میں قشر کا پہنچنا مغز کا نہ پہنچنا ایسا ہی ہے جیسے نار جہنم میں قشر ہی جاوے گا مغز نہ جاوے گا بیان اس کا یہ ہے کہ) نار جہنم صرف پوست گیر ہے (از افشاردن بمعنی فشردن کذافی مصدر الفیوض و گرفتن از لوازم آنست اور اس) نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے (یعنی اصل میں وہ کفار ہی کے لئے ہے جو مشابہ پوست کے ہے مومن کے لئے نہیں جو مشابہ مغز کے ہے قال تعالیٰ **اعدت للکفرین** گو بعض مومن بھی اس میں جاویں گے اگرچہ موضوع کفار ہی کے لئے ہے باقی مومنین کا جانا کس لئے ہوگا اس کو آگے فرماتے ہیں یعنی) اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو تو (اس کو) پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے (جس طرح پوست کا جلانا ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ عادت میں ظاہر ہے پس اسی طرح مومن کے جہنم میں جانے سے اصل مقصود احراق للتعذیب نہیں بلکہ معاصی کے اثر کا دور کرنا جس سے وہ جنت میں جانے کے قابل ہو جاوے جیسے کہ روغن آگ پر رکھنے سے اس کا پختہ کرنا صاف کرنے کے لئے مقصود ہوتا ہے اور اس کی تطہیر اور تہذیب و تزکیہ یہ امور مقصود ہیں اسی لئے کفار کی شان میں **لا یزکیھم** فرمایا ہے اور وعید میں مفہوم مخالف کا معتبر ہونا مشہور ہے اور مومنین کی شان میں حدیث ہے **یخلص المومنون من النار فیحبسون علی قنطرة الی قوله حتی اذاھذبوا ونقوا اذن لھم فی دخول الجنة رواہ البخاری** آگے اسی کی تائید ہے ایک دلیل عقلی وارد بہ النقل سے بھی کہ) جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں (اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ حکیم ہیں **فیما لم یزل و لایزال** مطلب یہ کہ دواماً و ابداً) یہ قاعدہ (احتراق القشر لا الب بالنار کا) مستمر جان تاکہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے (فائدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کا اور یقین ذی ہو کہ اولاً کلی سے اعتقاد تھا پھر ان مواد جزئیہ سے اور اعتقاد بڑھ گیا غرض اس مغز یعنی مومن کا نار میں جانا تو ایک عارض کے سبب ہے کہ وہ مغز پختہ نہ تھا اس کو حکمت پختگی کے لئے نار میں بھیج دیا باقی اصل وضع مغز کی بجعل حق و وعدۂ حق یہی ہے کہ وہ نار میں نہ جاوے آگے اس کی مزید تائید ہے کہ) مغز (تو خود ایک) لطیف (چیز) ہے اور بہت سے پوست (بھی) اس سے مغفور ہو جاویں گے (اور نار سے بچ جاویں گے یعنی جن میں ایمان ہوگا اور معصیت کے سبب کہ اس سے من وجہ قشر سے مشابہ ہو گئے ہوں گے دوزخ کے مستحق ہو گئے ہوں گے وہ بھی ان خالص مغزوں کی برکت و شفاعت سے خواہ قبل دخول نار یا بعد دخول نار ناجی ہو جاویں گے پس جب مغز کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نجات عن النار کا واسطہ بنایا ہے تو پھر) مغز کو وہ کیونکر جلاوے گا یہ امر اس سے بعید ہے (یعنی جلانا حق تعالیٰ سے بعید ہے یا جلنا اس مغز سے بعید ہے اور اس شعر کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مومن عاصی کے دخول نار سے مغز کا احراق حق تعالیٰ کریں ہی گے نہیں کیونکہ اس میں جو چیز اصل مغز کے مشابہ ہے یعنی قلب جو محل ہے ایمان کا وہاں تک آگ نہ پہنچے گی جیسا حدیث میں آیا ہے **عن ابی امامة احفظوا القرآن فان اللھم لایعذب بالنار قلباوعی القران رواہ فی شرح السنة کذافی المرقاة ج ۲ ص ۵۹۴ و ھو مرفوع حکما ثم رایت فی**

شرح الاحیاء للزبیدی بروایة الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وبروایة تماا الرازے کما فی فوائده عن ابی امامة مرفوعاً ان الله لایعذب قلبا وعی القرآن ج ۴ ص ۴۶۵ اور نارالله الموقدة التی تطلع علی الافئدة کفار کی شان میں ہے بلکہ قلب کے تعلق سے مواضع سجود کا بھی احراق نہ ہوگا کما فی الحدیث و حرم الله تعالیٰ علی النار ان تاکل اثر السجود فکل ابن آدم تاکله النار الااثرالسجود متفق علیه اور پھر اس مغز کی بدولت کیونکہ سبب نجات کا ایمان ہے جس کا محل قلب ہے وہ پوست یعنی بقیہ اعضاء وبدن مباشر معاصی بھی مغفور ہوجاوے گا جب اس سے اور ہی مغفور ہیں تو اس کو کیونکر سوختہ کیا جاوے گا یہ احتراق اس سے بعید ہے چنانچہ حدیث مذکور میں اسی بعد کی تصریح ہے اور مجھ کو یہ توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے اور ذہن میں اولاً آئی بھی یہی تھی اگرچہ اتفاق سے لکھنے میں موخر ہوگئی واللہ اعلم)۔

فائدہ:۔ آگے پھر قصہ کی طرف اس طور سے رجوع ہے کہ اس کے ابتداء ہی میں مضمون ارشادی منتقل الیہ مذکور کے ساتھ اس کے بعض اجزاء کی بھی تطبیق ہے۔

از عنایت گر بکوبد برسرش	اشتہار آرد شراب احمرش
اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کر دے	تو وہ اس کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے
ورنہ کوبد ماند او بستہ دہاں	چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں
اور اگر وہ سرکوبی نہ کرے تو وہ بستہ دہن رہ جاوے	ان بادشاہوں یک شراب نوشی اور بزم سے طالب علم کی طرح
گفت شہ با ساقیش اے نیک پے	چہ خموشی دہ بطبعش آرہے
بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم	تو خاموش کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا ہاں
ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد	ہر کرا خواہد بفن از خود برد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے	جس کو چاہے فن سے خودی سے ہٹا دے
آفتاب مشرق و تنویر او	چوں اسیراں بستہ در زنجیر او
آفتاب مشرق اور اس کی تنویر	مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں
چرخ را چرخ اندر آرد در زمن	چوں بخواند در دماغش نیم فن
وہ آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے	جب اس کے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے
عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد	مہرہ زود ارد ویست استاد نرد
جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو	وہ مہرہ اسی سے رکھتی ہے استاد نرد وہی ہے
چند سیلی برسرش زد گفت گیر	در کشید از بیم سیلی آں زحیر
اس کے سر پر کئی چپت لگائے کہا کہ لے	اور مظلوم چڑھا گیا چپت کے خوف سے

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ	در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ
مست اور شاد اور مثل باغ کے خندان ہو گیا	ندیمی اور مضحکات اور تمسخر میں آ گیا
شیر گیرو خوش شد انگشتک بزد	سوی مبرز رفت تا میزک کند
نیم مست اور خوش ہوا چٹکیاں بجانے لگا	بیت الخلا کی طرف چلا تاکہ پیشاب کرے
یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ	سخت زیبا روز قرناقان شاہ
بیت الخلا میں ایک کنیز چاند سی دیکھی	بہت ہی حسین بادشاہ کی خدمت گاروں میں سے
چوں بدید او را دہانش باز ماند	عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
اس کو جو دیکھا منہ کھلا رہ گیا	عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا
عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست	بر کنیزک در زماں در زد دو دست
سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا	کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے
پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت	بر نیامد باوے و سودے نداشت
بہتیرا تڑپی وہ لڑکی اور غل مچایا	اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا
زن بدست مرد در وقت لقا	چوں خمیر آمد بدست نانبا
عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت	مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں
بسر شدگاہیش نرم و گہ درشت	زو بر آرد چاق چاقے زیر مشت
وہ کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت	اس میں سے کچا کچھ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے
گاہ پہنش واکشد بر تختۂ	درہمش آرد گہے یک لختۂ
کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے	کبھی اس کو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے
گاہ دروے ریزد آب و گہ نمک	از تنور و آتشش سازد محک
کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک	تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے
اینچنیں پیچند مطلوب و طلوب	اندریں لعب اند مغلوب و غلوب
اسی طرح مطلوب و طالب باہم لپٹ جاتے ہیں	اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں
ایں لعب تنہا نہ شورا بازن ست	ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست
یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے	ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم و حادث و عین و عرض	پیچشے چوں ویس و را میں مفترض
قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے	ایک التفات ویس اور رامیں کی طرح فرض ہے
لیک لعب ہر یکے رنگے دگر	پیچش ہر یک ز فرہنگے دگر
لیکن ہر ایک کا تلاعب دوسرے رنگ کا ہے	ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے
شوی و زن را گفتہ شد بہر مثیل	کہ مکن اے شوی زن را بد گسیل
شوی و زن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے	کہ اے شوہر تو زن کو بری طرح و دل مت کر
آں شب گردک نہ ینگا دست او	خوش امانت داد اندر دست شو
اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا کہ مشاطہ نے اس کا ہاتھ	ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا
کانچہ با او تو کنی اے معتمد	از بدو نیکی، خدا با تو کند
کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو کرے گا	بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا
ایں زن دنیا کہ ہست او مست تو	حق امانت دادش اندر دست تو
یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست ہے	حق تعالیٰ نے اس کو تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے
حاصل اینجا آں فقیہ از بیخودی	نے عفیفی ماندش و نے زاہدی
حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی	نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی
آں فقیہ افتاد بر آں حور زاد	آتش او اندراں پنبہ فتاد
وہ طالب علم اس حور زاد پر واقع ہو گیا	اس کی آتش اس کے پنبہ میں واقع ہو گئی
جاں بجاں پیوست و قالبہا چخید	چوں دو مرغ سر بریدہ می طپید
جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے	دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے
چہ سقایا، چہ ملک، چہ ارسلاں	چہ حیا، چہ دین و زہد و خوف جاں
جام کیا چیز ہے بادشاہ کیا ہے شیر کیا ہے	حیا کیا ہوتی ہے دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے
چشم شاں افتادہ اندر عین و غین	نے حسن پیداست انجا نے حسین
ان کی آنکھیں عین و غین میں پڑی تھیں	اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین
یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مراد	طبع ہر یک خرم و دل گشت شاد
ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پائی	ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا

شد دراز و کو طریق بازگشت	انتظار شاہ ہم از حد گذشت
وقت دراز ہو گیا اور مراجعت کا راستہ کہاں	بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا
شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ	دید آنجا زلزلہ و القارعہ
بادشاہ آیا تا کہ واقعہ دیکھے	وہاں زلزلہ اور قارعہ دیکھا
آں فقیہ از بیم برجست و برفت	سوی مجلس، جام را بربود تفت
وہ طالب علم خوف سے اٹھ اور	مجلس کی طرف چل دیا جام کو فوراً لے لیا
شہ چو دوزخ پر شرار و پر نکال	تشنۂ خون دو جفت بدفعال
بادشاہ دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت پر سے ہے	دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا
چوں فقیہش دید رخ پر خشم و قہر	تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جام زہر
جب طالب علم نے اس کا چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا	کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونیں ہوا ہوا ہے
بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار	چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر
تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا اے بارونق رکھنے والے	تو ست کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا
خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا	آمدم با طبع آں دختر ترا
بادشاہ کو ہنسی آ گئی کہا اے صاحب	میں نشاط میں آ گیا وہ کنیز تیری ہی رہی
پادشاہم کار من عدلست و داد	زاں خورم کہ یار را جودم بداد
میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد ہے	میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا
آنچہ آں را من نہ نوشم ہمچو نوش	کے دہم درخورد یار خویش و توش
جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں	میں اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا
آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش	میدہم درخورد یارا ز پنج و شش
جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں	وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں
زاں خورانم من غلاماں را کہ من	می خورم بر خوان خاص خویشتن
ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں	جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں
زاں خورانم بندگاں را از طعام	کہ خورم من خود ز پختہ یا کہ خام
میں غلاموں کو اسی طعام سے کھلاتا ہوں	جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام

من چو پوشم از خز و اطلس لباس	زاں بپوشانم حشم را نے پلاس
میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں	اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ پلاس
شرم دارم از نبیؐ ذوفنوں	البسوھم گفت مما تلبسون
میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے	آپ نے فرمایا ہے کہ جوخود پہنواسی میں سے غلاموں کو پہناؤ
مصطفیؐ کرد ایں وصیت با بنوں	اطعموا الاذناب مماتکلون
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے فرزندوں سے	اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو
شد فقیہ و برد با خود جفت خوب	از عطای خاص کشاف الکروب
طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا	عطائے خاص کشاف الکروب سے
دیگراں را بس بطبع آوردہٗ	در صبوری چست و راغب کردہٗ
تو دوسروں کو بہت نشاط میں لایا ہے	صبر میں چست اور راغب کیا ہے
ہم بطبع آور بمردی خویش را	پیشوا کن عقل صبر اندیش را
اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا	عقل صبر اندیش کو پیشوا کر
چوں قلاؤزی صبرت پر شود	جاں باوج عرش و کرسی برشود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے	تو روح اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے
مصطفیؐ بیں چونکہ صبرش شد براق	برکشانیدش ببالائے طباق
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر براق ہوگیا	وہ آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا
چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ راد	از بلا او را در رحمت کشاد
جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے	تو بلا کے سبب ان کے لئے باب رحمت کھل گیا
صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست	صبر را مگذار تا بتواں ز دست
صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو	صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ
صبر مفتاح الفرج نشنیدہٗ	کاندریں تعجیل درپیچیدہٗ
تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے	جو تو اس تعجیل میں پیچیدہ ہو رہا ہے
حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن	وز حدیث عاشقاں برگو سخن
یہ مضمون حد نہیں رکھتا مختصر کر	اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو

کانتظار تست آں شہزادگاں	باز گرد اے عاشق وز وتر براں
کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں	اے عاشق پھر لوٹ اور جلدی بیان کر

(اور جن مجوبین کا مثل اس طالب علم معرض عن الشراب الحسی کے شراب معنوی سے اعراض کرنا اور پر شعر رو ہمی گرداندالخ میں مذکور ہوا ہے) اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کردے (یعنی جبراً پلادے جس طرح اس طالب علم کی سرکوبی کر کے جبراً پلانے کا آگے اس شعر میں ذکر آتا ہے چند سیلی بر سرش زدالخ) تو وہ (سرکوبی) اس (مجوب) کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے (اور پی لیتا ہے جس طرح اس طالب علم نے بعد سرکوبی کے پی لی تھی اور تشبیہ صرف پینے میں ہے گو طالب علم کا رغبت سے پینا ثابت نہ ہو اور گو مشبہ میں اشتہا آر مذکور ہے نہ کہ شرب لیکن چونکہ وہ شرب پر دال ہے اس لئے حکماً وہ بھی مذکور ہے پس یہ شبہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ غیر مذکور ہے اور مراد جبر سے اختیار کی جو کہ مدار تکلیف ہے نفی نہیں ہے بلکہ ایسے اسباب کا جمع کر دینا ہے جس سے وہ اس شرب کو ضرور ہی اختیار کرے جیسے حدیث میں ہے **یجرون الی الجنة بالسلاسل**) اور اگر وہ (عنایت) سرکوبی نہ کرے (بلکہ اس شخص کو معذول کردے) تو وہ بستہ دہن (اور محروم) رہ جاوے ان بادشاہوں (یعنی خواص عارفین کی شراب نوشی اور بزم سے (اس) طالب علم کی طرح (کہ قبل سرکوبی کے معرض تھا پس از شرب متعلق ہے ماند بستہ وہاں مذکور کے ساتھ جو فعل ہے مجوب کا نہ کہ ماند بستہ دہاں مقدر کے ساتھ جو کہ فعل ہے فقیہ کا آگے اس طالب علم کے شراب پینے کا قصہ جو کہ شعر از عنایت میں اشارةً مذکور تھا صراحةً مذکور ہے جو شعر متصل میں شروع اور شعر چند سیلی زدالخ میں تمام ہوا ہے یعنی) بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم تو خاموش کیا بیٹھا ہے (اس کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا ہاں (مولانا یہاں اسی جز و تدبیر شراب خورانی فقیہ کی مناسبت سے ایک دوسرا انتقال فرماتے ہیں یعنی جس طرح سے اس بادشاہ نے فقیہ کو اسی کی مقتضائے رائے وعقل سے مغلوب کرنے کا سامان کیا کہ ساقی سے فرمائش کی بطبعش آر اسی طرح) ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے (کہ) جس کو چاہے (اپنے) فن (وتصرف) سے خودی سے ہٹادے (مطلب یہ کہ قدرت قدیمہ کے سب مسخر ہیں اس کے سامنے کسی کی تجویز نہیں چلتی) آفتاب مشرق اور اس کی تنویر (یعنی ذات وصفت یا بعنوان دیگر جوہر وعرض) مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں وہ (حاکم مخفی) آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے جب اس کے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے (چرخ اندر یعنی اندر چرخ اور نیم فن سے مراد حکم مختصر مطلب یہ کہ اس کو مثل شاہان مجازی کے بہت سے اسباب جمع کرنے کی حاجت نہیں محض حکم فرمادینا کافی ہے اور ظاہر ہے کہ محض حکم بمقابلہ اسباب کے مختصر ہی ہے پس اصل حاکم ومتصرف وہی ہیں باقی ظاہر میں) جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو (حقیقت میں) وہ (عقل مغلوب کنندہ) مہرہ اسی (حاکم حقیقی مخفی) سے رکھتی ہے (اور) استاد نرد وہی (حاکم حقیقی) ہے (مطلب یہ کہ اس غالب میں قوت غلبہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے پس واقع میں **ان الامر کله لله** اور **وربک یخلق مایشاء و یختار ماکان لهم الخیرة** اب پھر قصہ ہے یعنی ساقی نے شاہی حکم پا کر) اس (طالب علم) کے سر پر کئی چپت لگائے (اور) کہا کہ (شراب) لے وہ مظلوم (فوراً) چڑھا گیا (زیادہ) چپت (لگنے) کے خوف سے (زحیر پیچش و بمعنی ناخوش وآزردہ چنانکہ زید عدل غیاث مختصراً جب شراب پی لی تو اس کے اثر سے) مست اور شاد اور مثل باغ کے خنداں ہو گیا (اور دوسرے اہل بزم کی طرح یہ بھی) ندیمی

اور مضحکات اور تمسخر میں آ گیا (اور) نیم مست اور خوش ہوا (کذا فی الغیاث فی معنی شیر گیر اور حالت مستی میں) چٹکیاں بجانے لگا (اور اسی حالت میں پیشاب کا تقاضا ہو گیا تو) بیت الخلاء کی طرف چلا تا کہ پیشاب کرے (میزک شاشہ غیاث) بیت الخلاء میں ایک کنیز چاندی دیکھی بہت ہی حسین بادشاہ کی (خاص) خدمتگاروں میں سے (فی الغیاث قرناق بالضم خدمت گار و کنیزک اھ) اس کو جو دیکھا (فرط حیرت سے) منہ کھلا رہ گیا۔ عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا۔ (یعنی تمام بدن میں سناٹا ہو گیا جیسے کسی ظالم کے تسلط کے وقت ہوتا ہے اور اگر ستم پرداز کوئی خاص محاورہ ہو تو معلوم نہیں) سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے بہترا پڑتی وہ لڑکی اور غل مچایا (مگر) اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں وہ (نانبائی) اس (خمیر) کو کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت۔ اس (خمیر) میں سے کھچا کھچ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے کبھی اس کو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے (یعنی تنور اور آتش میں داخل کر کے اس کی خامی و پختگی کو دیکھتا رہتا ہے مطلب یہ کہ اس میں گوناگوں تصرف کرتا ہے یہی حال عورت کا مرد کے ہاتھ سے ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اسی طرح مطلوب اور طالب باہم لپٹ جاتے ہیں (اور) اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں۔ (یعنی مرد غالب اور عورت مغلوب آگے اس کی تعمیم فرماتے ہیں ہر طالب و مطلوب کے لئے یعنی) یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے (بلکہ) ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے (آگے بیان ہے مواد تعمیم کا یعنی) قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے (بھی) ایک التفات (کا ناشی ہونا) ویس اور رامین کی طرح فرض (یعنی ضروری) ہے (ویس نام معشوقہ اور رامین نام عاشق اور یہاں بہتر یہ ہے کہ قدیم سے مراد قدیم حقیقی نہ ہو بلکہ قدیم اضافی لیا جاوے یعنی وہ حادث جو دوسرے حادث سے اسبق ہو عرف میں بھی اس کو قدیم کہتے ہیں مثلاً ارواح اقدم ہیں ابدان سے پس مجموعہ الفاظ سے مراد تمام اجزاء عالم ہیں مطلب یہ کہ کوئی جزو عالم اس اثر تجاذب و تناسب سے خالی نہیں کسی کو کسی سے اور کسی کو کسی سے چنانچہ یہ امر بالکل ظاہر ہے آگے ان تجاذبات کے تفاوت کا ذکر ہے یعنی گو نفس تجاذب تو تمام اجزاء عالم میں مشترک ہے) لیکن ہر ایک کا تلاعب (بمعنی تجاذب) دوسرے رنگ کا ہے (اور) ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مثلاً کسی کا شعور کے ساتھ کسی کا بلا شعور پھر اہل شعور میں سے کسی کا شہوت و شرور کے ساتھ کسی کا بلا شرور پھر غیر اہل شرور میں سے کسی کا شہوانی سرور کے ساتھ جیسے زوجہ و جاریہ مملوکہ شرعیہ کسی کا غیر شہوانی سرور کے ساتھ جیسے اولاد و والدین کے ساتھ وغیر ذلک من الاقسام والاحکام آگے تعلقات مذکورۂ تحابت میں سے جن تعلقات کے کچھ حقوق شریعت نے مکلفین پر وضع فرمائے ہیں ان کے ادا و ایفاء کی ترغیب دیتے ہیں اور گو ان تعلقات کے حقوق دلائل مستقلہ سے ثابت ہیں مگر بمناسبت ذکر زن و شوہر کے شعر ایں لعب تنہا نہ شورا بازن ست میں ان سب حقوق کو صرف نص وارد فی حقوق الزوجہ سے بطور دلالت مستنبط کرتے ہیں یعنی قرآن مجید میں جو حقوق زوجہ میں ارشاد ہوا ہے **الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** تو اس میں) شی و زن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے کہ اے شوہر تو ان کو بری طور پر وداع (و تسریح) مت کر (بلکہ یا تو رکھ اور یا خوبی کے ساتھ رخصت کر یعنی بدوں اضرار کے جس کی وجہ یہ ہے کہ) اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا (یعنی ایسا ہوا) کہ مشاطہ نے اس (زن عروس) کا ہاتھ ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا (اور قالاً یا حالاً کہا تھا)

کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو (معاملہ) کرے گا بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا (پس تیرے ذمہ اس معاہدہ سے خواہ صراحۃً ہوا ہو یا خود عقد اس کو مستلزم ہو گیا ہو **کما قال تعالیٰ و کیف تاخذونہ و قد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقاً غلیظا** اس کے حقوق واجب ہو گئے سو اس آیت میں گو نصاً صرف ایک صاحب حق کا حق مذکور ہے مگر باشتراک علت کہ وہ اس کا صاحب تعلقات ہونا ہے یہی آیت حکماً تمام اہل تعلقات کے وجوب ادائے حقوق پر دال ہے یہ معنی ہیں قول مولانا کے کہ شوی وزن را گفتہ شد بہر مثل فی الغیاث گردک حجلہ و یگانی الفصل الیاء مع النون مشاطہ آگے زن حقیقی کے امانت ہونے سے جو کہ ابھی مذکور ہوا ہے زن حکمی یعنی دنیا کے امانت ہونے کے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں تا کہ اس امانت کے حقوق پر بھی تنبہ ہو یعنی یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست (اور تیری گلوگیر ہو رہی) ہے (جیسی منکوحہ ہوتی ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (بھی) تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے (اس کے ساتھ بھی حسب امر الٰہی معاملہ کر کہ بقدر ضرورت اس سے قرب رکھ اور اس کو آخرت پر ترجیح مت دے اس کے ساتھ حسن معاملہ یہی ہے کہ اس میں گویا امساک بمعروف بھی ہے اخذ بقدر ضرورت کے اعتبار سے اور تسریح باحسان بھی ہے عدم ایثار علی الآخرۃ کے اعتبار سے آگے پھر قصہ ہے یعنی) حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی۔ (جس کا وہ دعوی بھگار رہا تھا اور) وہ طالب علم اس حور زاد پر واقع ہو گیا (اور) اس کی آتش (شہوت) اس (کنیز) کے پنبہ میں واقع ہو گئی (اور) جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے (جیسے لذت جماع کے وقت ہوتا ہے فی الغیاث فی فصل الجیم الفارسی مع الخاء چخیدن خود را بہم کشیدن وقت جماع اور) دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے (یعنی قالبوں میں غایت لذت سے ایسی بے اختیار مضطربانہ حرکتیں پیدا ہوتی تھیں جیسے مرغ سر بریدہ میں اور اس طالب علم کو مستی میں کچھ یاد نہ رہا کہ) جام (شراب) کیا چیز ہے (اور) بادشاہ کیا ہے (اور) شیر کیا ہے (مراد اس سے بادشاہ بصفت قہر اور) حیا کیا ہوتی ہے (اور) دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے (سب رخصت ہو گیا اور) ان (دونوں کی آنکھیں عین وغین (یعنی اندھیر) میں پڑی تھیں (اس لئے ان کی نظر میں) اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین (باعتبار صیغہ ہیئت کے حسن سے مراد مجازاً بڑا آدمی اور حسین سے چھوٹا آدمی بلا قید اچھے ہونے کے اطلاقاً للمقید علی المطلق اور عین وغین دونوں بمعنی ابر کے آتا ہے کذا فی المنتخب اور مراد اس سے مجازاً تاریکی ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب مطلب یہ کہ شہوت سے ایسے اندھے ہو گئے کہ ان کی نظر میں کوئی نہ رہا اور نہ ایسی حرکت کیوں کرتے اور اگر کنیز پر شبہ اکراہ کا ہو تو اول میں یہ صحیح تھا مگر اشعار کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں وہ کرہ مبدل بطوع ہو گیا ورنہ شور وفغاں یا اباء ومدافعت میں ایسی نوبت اور طمانیت نہیں ہو سکتی غرض) ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پالی (اور) ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا (اور ادھر) وقت (طالب علم کی مراجعت کا) دراز ہو گیا اور (وہاں) مراجعت کا راستہ کہاں (وہ تو اور ہی خرافات میں مبتلا ہو رہا ہے اور) بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا (کہ وہ طالب علم اب تک کیوں نہیں آیا تا کہ واقعہ دیکھے (کہ کس وجہ سے اب تک نہیں لوٹا) وہاں (پہنچ کر) زلزلہ اور قارعہ دیکھا (کہ جس طرح قیامت کے قرع سے زمین کو زلزلہ آوے گا یہاں عورت زلزلہ اور طالب علم قرع میں ہے بس) وہ طالب علم خوف سے (فوراً) اٹھ اور مجلس کی طرف چل دیا (اور جا کر ساقی کے ہاتھ سے) جام (شراب) کو فوراً لے لیا (اور) بادشاہ (کی یہ حالت کہ) دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت سے پر ہے دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا جب طالب علم نے اس کا

چہرہ خشم وقہر سے بھرا ہوا دیکھا کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونین ہوا ہوا ہے تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا کہ اے (مجلس کے) بارونق رکھنے والے تو ست کیا بیٹھا ہے (فی الغیاث خیرہ بمعنی ست بادشاہ کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا۔ (یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے اس فقیہ کے لئے اسی ساقی سے کہا تھا یعنی تو نے جو تدبیر میری ترش روئی کی کی تھی وہی اس وقت بادشاہ کی ترش روئی کی کر) بادشاہ کو (اس لطیفہ سے) ہنسی آ گئی (اور) کہا اے صاحب میں (بدوں ساقی ہی کے) نشاط میں آ گیا (جا تیرا قصور بھی معاف کیا اور) وہ کنیز (بھی) تیری ہی رہی (کیونکہ) میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل وداد (یعنی انصاف یا عطا) ہے۔ میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا (یعنی جو کچھ یار کو جود سے دیتا ہوں وہی خود کھاتا ہوں پس جو طریقہ میں نے تیری رائے سے ہٹانے کے لئے تجویز کیا تھا اسی طریقہ سے میں خود بھی اپنی رائے سے ہٹتا ہوں اور غصہ کو ترک کرتا ہوں آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں میں (اس کو) اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں میں غلاموں کو اسی طعام میں سے کھلاتا ہوں جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو۔ میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ پلاس میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنو اسی میں سے غلاموں کو پہناؤ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے (معنوی) فرزندوں سے (یعنی امت سے کہ) اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو (رواہ ابوذر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قصہ یہ ہے کہ) طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا عطائے خاص کشاف الکروب سے (اس کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت بوجہ اب حلال ہو جانے کے کیا قصہ ختم ہوا اب رجوع کرتے ہیں اس بڑے بھائی کے اس مقولہ کی طرف بازی آں تست برروئے بساط خویش را در طبع آرد در نشاط یعنی اے نفس) تو دسروں کو (ہمیشہ) بہت نشاط میں لایا ہے (اور دوسروں کو) صبر میں چست اور راغب کیا ہے اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا (اور) عقل صبر اندیش کو پیشوا کر (آگے مولانا کا مقولہ ہے) جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے تو روح (تیری) اوج عرش وکرسی کے اوپر ہو جاوے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر (تحمل علی اذی الکفار واستقامت علی الطاعات) براق ہو گیا وہ (براق) آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا (صبرش شد براق میں مجاز ہے یعنی صبرش سبب براق شد اور توجیہ اس کی ظاہر ہے کہ آپ کی مقبولیت سبب ہے تجویز معراج کی اور تجویز معراج سبب ہے براق کی اور مقبولیت میں اعمال کو بھی دخل ہے اور صبر میں سب اعمال کا سبب سبب ہوتا ہے پس صبر سبب ہو گیا براق کا اور بحر العلوم نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ براق صورت اعمال بود چنانکہ در فتوحات مذکور ست وصبر نیز عمل ست پس براق شدہ آمدہ باشد اور دیکھو) جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے تو بلا کے سبب (بواسطہ صبر کے) ان کے لئے باب رحمت کھل گیا۔ صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو (چنانچہ طاعت ومصیبت میں صبر علیہا ہے اور معاصی میں عنہا ہے پس) صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے جو تو اس تعجیل (یعنی بے صبری) میں پیچیدہ ہو رہا ہے (بعد بیان فضائل صبر کے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) یہ مضمون (مدح صبر کا) حد نہیں رکھتا (اس کو) مختصر کر و اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو۔ اے عاشق پھر (قصہ کی طرف) لوٹ اور (قصہ کو) جلدی بیان کر کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں۔

رواں شدن شہزادگاں بعد از اتمام بحث و ماجرا بجانب ولایت چین سوئے معشوق و مقصود تا بقدر امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگرچہ راہ وصل مسدود ست

نزدیک ہو جائیں اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے بقدر امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ شہزادہ چو کار افتاد شاں	عشق درخور گوشمالی داد شاں
تینوں شہزادوں کو جب خود کام پڑا	عشق نے ان کی موافق ان کو گوشمالی دی
ایں بگفتند و رواں گشتند زود	ہرچہ بود اے یار من آں لحظہ بود
یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے	جو کچھ ہوتا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا
صبر بگزیدند و صدیقیں شدند	بعد ازاں سوی بلاد چیں شدند
صبر اختیار کیا اور پختہ ہو گئے	اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے
والدین و ملک را بگذاشتند	راہ معشوق نہاں برداشتند
والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا	پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا
ہمچو ابراہیمؒ ادھم از سریر	عشق شاں بے پاؤ سر کرد و فقیر
مثل ابراہیم ابن ادھم کے عشق نے	ان کو تخت سے بے سروپا اور فقیر کر دیا
یا چو ابراہیمؑ مرسل سرخوشے	خویش را افگند اندر آتشے
یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر	اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا
یا چو اسماعیلؑ صبار مجید	پیش عشق و خنجرش حلقے کشید
یا مثل اسمٰعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب المجد کے	عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا

تینوں شہزادوں کو جب خود (بلا سے) کام پڑا عشق نے ان کی (حالت کی) موافق ان کو گوشمالی دی (یعنی پہلے سے تو اوروں کو مصائب سے متاثر نہ ہونے کی تعلیم دیتے تھے جب خود کام پڑا تو متاثر ہو گئے اور درخور قید واقعی ہے اور یہ گوشمالی دینا ان کے کلام بالا سے جس میں یہی مضمون ہے ظاہر ہے غرض) یہ (کلام جو اس مضمون مذکور پر دال تھا) کہا اور فوراً (چین کو) روانہ ہو گئے (اور) جو کچھ ہونا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا (یعنی مزید مشورہ و تامل نہیں کیا چل کھڑے ہوئے اور اس عشق پر) صبر اختیار کیا اور (اس میں) پختہ ہو گئے (اور اوپر جوان کے کلام سے صبر و استقلال کی نفی معلوم ہوتی ہے اس استقلال سے مراد عشق سے متاثر نہ ہونا تھا سو یہ منفی تھا اور یہاں صبر مثبت سے مراد عشق کا ثبات ہے پس منفی صبر عن العشق ہے اور مثبت صبر علی العشق ہے فلا تعارض اور) اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا (اور) پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا مثل ابراہیم بن ادھم کے عشق نے ان کو تخت سے بے سروپا اور فقیر کر دیا۔ (تشبیہ صرف عشق میں ہے قطع نظر خصوصیت مجاز و

حقیقت کے) یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا (کوئی شبہ نہ کرے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام اپنی خوشی سے آگ میں پڑے تھے بات یہ ہے کہ دعوت الی التوحید سبب تھا اس کا پس سبب کا خوشی سے اختیار کرنا بمنزلہ مسبب کے بخوشی اختیار کرنے کے ہے) یا مثل اسماعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب المجد کے عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا (آگے بمناسبت ذکر عشاق حقیقی کے جو اشعار بالا میں مشبہ بہ واقع ہوئے ہیں ایک اور عاشق کا قصہ ہے جو مجاز سے حقیقت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا)۔

حکایت امرؤ القیس کہ پادشاہ عرب بود و بصورت یوسفؑ وقت خود و نان عرب زلیخا وار مردۂ او و او شاعر طبع بود و ایں شعر اوست

امرؤ القیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دور کا یوسفؑ تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اس پر قربان تھیں اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اس کا ہے

قفانبک من ذکریٰ حبیب و منزل

تم دونوں ٹھہرو ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رولیں

چوں ہمہ زناں او را بجان می جستند اے عجب غزل و نالۂ او بہر چہ بود مگر دانست کہ اینہا ہمہ تمثال صورتے اند کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخر الامر امرؤ القیس را حالے پیدا شد کہ نیم شب از ملک و فرزنداں گریخت و خود را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیم دیگر برفت بطلب آنکہ از اقلیم منزہ است واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم

جبکہ تمام عورتیں دلو جان سے اس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے اس کی غزل اور نالہ کس لئے تھا؟ شاید اس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو مٹی کے تختوں پر نقش کر دی ہیں، بالآخر امرؤ القیس کی ایسی حالت ہو گئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے آپ کو گدڑی میں چھپا لیا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اس ذات کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

امرؤ القیس از ممالک خشک لب	ہم کشیدش عشق از خطہ عرب
امراؤ القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا	اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کر دیا
بود نازک طبع و ہم صاحب جمال	شاعر و صاحب اصول اندر کمال
وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا	شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا
چونکہ زد عشق حقیقی بردلش	سرد شد ملک و عیال و منزلش
جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا	تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا

نیم شب دلقے بپوشید و برفت	از میان مملکت بگریخت تفت
آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا	سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا
تا بیامد خشت میزد در تبوک	با ملک گفتند شاہے از ملوک
یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا	بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ
امرؤالقیس آمد ست اینجا بگد	در شکار عشق و خشتے میزند
امراء القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا	وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے
آں ملک برخاست شب شد پیش او	گفت او را اے ملیک خوبرو
وہ بادشاہ اٹھا اس کے پاس آیا	اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو
یوسف وقتی دوملکت شد کمال	مرترا رام از بلاد و از جمال
تو یوسف وقت ہے تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں	تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی
گشتہ مرداں بندگاں از تیغ تو	واں زناں ملک مہ بے میغ تو
مرد تو تیری تلوار سے غلام ہیں	اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ کی ملک ہیں
پیش ما باشی تو بخت ما بود	جان ما از وصل تو صد جاں شود
تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے	ہماری جان تیرے قرب سے سو جان ہو جاوے
ہم من و ہم ملک من مملوک تو	اے بہمت ملکہا متروک تو
میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے	اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں
فلسفہ گفتش بسے و او خموش	ناگہاں وا کرد از سر روی پوش
اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں کہیں اور وہ خاموش تھا	دفعتہً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا
تا چہ گفتش او بگوش از عشق و درد	ہمچو خود در حال سرگردانش کرد
کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی	اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کر دیا
دست او بگرفت و با او یار شد	او ہم از تخت و کمر بیزار شد
اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا	وہ بھی تخت اور ٹپکہ سے بیزار ہو گیا
تا بلاد دور رفتند آں دو شہ	عشق یک کرت نکردست ایں گنہ
بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے	عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا

بر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر	او بہر کشتی بود من الآخیر
وہ بڑوں کے لئے شہد ہے اور بچوں کے لئے دودھ ہے	وہ ہر کشتی کے لئے من الاخیر ہے
کہ چو در کشتی رود غرقش کند	تا بقعر از پای تا فرقش کشد
کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کر دے	اس کو پاؤں سے سر تک قعر کی طرف لے جاوے
غیر ایں دوبس ملوک بے شمار	عشق شاں از ملک بربود و تبار
ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں	کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا
قصہ کیخسرو آں شاہ زماں	ہست شہرہ درمیان انس و جاں
چنانچہ اس شاہ زماں کے خسرو کا قصہ	انس و جن میں مشہور ہے
جان ایں سہ شہ بچہ ہم گرد چیں	ہمچومرغاں گشتہ ہر سودا نہ چیں
ان تین شہزادوں کی جان بھی چین کے گرد	مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی

(ربط اوپر مذکور ہوا بعض نسخوں میں سرخی کے ایک جملہ کے بعد کہ اوشاعر طبع بود یہ عبارت اور زائد ہے واِیں شعر از دست

قفانبک من ذکری حبیب و منزل

اس سے زیادہ تعیین ہوگئی اس امرء القیس کی کہ یہ وہی مشہور شاعر جاہلیت صاحب قصیدہ اولی من القصائد السبعة المعلقة المشهورة ہے جس کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوبیس سال پہلے ہوا ہے پس اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کا حال جو شراح سبعہ معلقہ نے لکھا ہے اس سے تو ملک اور عظیم ہونے کے ساتھ اس کا افسق وافجر ہونا معلوم ہوتا ہے نیز حاشیہ میں بحر العلوم سے نقل کیا ہے امرء القیس شاعر از قدماو شاعران کفار وعرب بود و شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ گفتہ کہ درحدیث مذمت امرء القیس واقع شدہ یقدم الشعراء الی النار اہ پھر مولانا کا یہ مضمون اس پر کیسے منطبق ہوگا غایت مافی الباب یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا امراء القیس ہوگا اور بعض نسخوں میں جو عبارت زائد ہے ممکن ہے کہ مولانا کے بعد کسی نے تخمین سے بڑھا دی ہو واللہ اعلم بہرحال مولانا فرماتے ہیں کہ) امراء القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا (یعنی پہلے حکومت وملک کا حریص تھا یا یہ معنی ہوں کہ ممالک خشک لب سے تھا یعنی عرب کا تھا) اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کر دیا (بھی اس لئے کہا کہ جس طرح سے سرخی سے قبل کے عشاق کو مرغوبات سے علیحدہ کیا ہے) وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا (یعنی اس کے کمالات اصول صحیحہ کی موافق تھے آگے بیان ہے مصرعہ ہم کشیدش کا یعنی) جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا (اور) آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا۔ سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا (وہاں کے) بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ (یعنی امرء القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے وہ بادشاہ اٹھا (اور) اس کے پاس آیا اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو تو یوسف وقت ہے (اور) تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں (یعنی) تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی مرد تو تیری تلوار سے (تیرے) غلام

ہیں اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ (یعنی حسن) کی ملک ہیں تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے ہماری جان تیرے قرب سے سو جان (کی برابر) ہو جاوے میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے۔ اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں (یعنی تو ایسا عالی ہمت ہے غرض یہ کہ) اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں کیں اور وہ خاموش تھا (جب وہ سب کچھ کہہ چکا دفعتہً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا (اور معلوم نہیں کہ) کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی (کہ) اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کر دیا (بس) اس (شاہ تبوک) نے اس (امرء القیس) کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا (اور) وہ بھی تخت اور ٹپکہ سے بیزار ہو گیا (اور) بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے (اور) عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا (بلکہ بکثرت ایسا کیا ہے کہ سب مال و جاہ چھڑا دیا اور اس کو گناہ باعتبار زعم مخاطب مجوب کے فرمایا کما قال تعالیٰ واذاتتلی علیهم آیاتنا بینات تعرف فی وجوه الذین کفروا المنکر یکادون یسطون بالذین یتلون علیهم اٰیاتنا قل افانبئکم بشرمن ذٰلکم النار حیث یستلزم ظاهراً کون الآیات ایضا متضمناً للشر عیاذابالله . وقال تعالیٰ قل لاتسألون عمااجرمنا الایه وهو صلی الله علیه وسلم بری من الجرم آگے بیان ہے عشق یک کرت نکرد ست ایں گنہ کا) وہ (عشق) بڑوں کے لئے (بمنزلہ) شہد (کے) ہے اور بچوں کے لئے (بمنزلہ) دودھ (کے) ہے (مطلب یہ کہ اس کا اثر ہونے کے لئے نہ بڑا ہونا شرط ہے نہ چھوٹا ہونا مانع بچوں پر بھی یہی اثر کرتا ہے اس کا مشاہدہ ہر وقت ہوتا ہے کہ شیر خواہ بچہ کو جس سے محبت ہو جاوے اگر اس کے ساتھ جانے میں تمام گھر بار اور خاندان بھی چھٹتا ہو تو اس کو اس کی کچھ پروانہیں ہوتی غرض) وہ (عشق) ہر کشتی کے لئے (بمنزلہ) من الاخیر (کے) ہے (جس کی شان یہ ہے کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کر دے (اور) اس کو پاؤں سے سر تک (دریا کی) قعر کی طرف لے جاوے (من الاخیر کے یہی معنی ہیں مطلب یہ کہ جس قلب میں پہنچے اس کو پورا غرق ہی کر دے چنانچہ تم نے ابھی امرء القیس اور شاہ تبوک کا قصہ سنا اور) ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بے شمار بادشاہ ہوئے ہیں کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا چنانچہ اس شاہ زماں کے خسروں کا قصہ انس و جن میں مشہور ہے (فی الحاشیہ شیخ محمد افضل گفتہ اشارت است بقصہ ترک کردن کے خسرو بادشاہی را چنانکہ بتفصیل در شاہنامہ مذکور ست اھ اسی طرح ان تین شاہزادوں کی جان بھی چین کے گرد (عشق میں) مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی (اس شعر میں تائید مضمون منتقل الیہ یعنی عموم اثر عشق کے ساتھ ساتھ رجوع بقصہ بھی ہو گیا چنانچہ آگے بھی قصہ ہی کے اشعار ہیں اور یہ رجوع نہایت لطیف ہے۔)

زہرہ نے تالب کشاید از ضمیر	زانکہ راز با خطر بود و خطیر
ان کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں	کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا
صد ہزاراں سر بپولے آں زماں	عشق خشم آلود زہ کردہ کماں
لاکھوں سر اس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں	جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے
عشق خود بخشم در وقت خوشی	خوی دارد دمبدم خیرہ کشی
عشق بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں	عادت رکھتا ہے دمبدم بیباکانہ قتل کرنے کی

ایں بود آں لحظہ کو خوشنود شد	من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد
یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے	میں کیا کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو
لیک مرج جاں فدای شیر او	کش کشد ایں عشق وایں شمشیر او
لیکن چراگاہ جان اس کے شیر پر فدا ہے	کہ اس کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے
کشتنی بہ از ہزاراں زندگی	سلطنتہا مردۂ ایں بندگی
ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے	بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر قربان ہیں
با کنایت راز ہا باہم دگر	پست گفتندے بصد خوف و خطر
وہ شہزادے اسرار کو ایک دوسرے سے	بصد خوف و خطر پست آواز سے کہتے
راز را غیر خدا محرم نبود	آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا	آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا
اصطلاحاتے میان ہمدگر	داشتندے بہر ایراد خبر
کچھ اصطلاحیں خبر لانے کے لئے	آپس میں رکھتے تھے

ان (شہزادوں) کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا (کیونکہ احتمال تھا کہ اگر زبان سے کہہ دیں تو بادشاہ تک پہنچ جاوے جس کی نسبت پہلے آیا ہے غیرتے دارد ملک برنام او اور اس لئے وہ غضبناک ہوکر ان کو ہلاک کرڈالے آگے یہی مضمون ہے کہ) لاکھوں سر اس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھالیتا ہے (مراد اس سے حالت خشم کی ہے اور عشق کا خشم دو طرح سے مستحق ہوتا ہے ایک یہ کہ معشوق خشمناک ہو ایک یہ کہ کوئی اور اس عشق کے سبب خشمناک ہو یہاں دوسری صورت تھی کہ شاہ چین اسی غیرت میں خشمناک ہو جاتا اس سے ان کو خوف تھا کہ اس کی جان کی پروا بھی نہ کرتا اور) عشق (تو ایسی چیز ہے کہ وہ) بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں عادت رکھتا ہے دمبدم بے باکانہ قتل کرنے کی۔(اور یہ ظاہر ہے کہ معشوق کی ادائیں حالت رضا کی بھی ذبح کرتی ہیں) یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ (عشق) خوش ہوتا ہے (سو) میں (اس وقت کی تو) کیا (بات) کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہوگیا ہو لیکن (ان دونوں حال میں) چراگاہ جان اس (عشق) کے شیر پر فدا ہے کہ اس (جان) کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے (یہ بیان ہے فدا ہونے کا یعنی اس سے مقتول ہونے کے لئے فدا اور آمادہ ہے اور مرج جان اور شیر او میں اضافت مثل لجین الماء کے ہے یعنی عشق بمنزلہ ایک شیر کے ہے اور جان عاشق کی مشابہ اس چراگاہ کے ہے جس کو وہ شیر بالکل چر جاوے مطلب یہ ہے کہ خواہ عشق راضی ہو یا غضبناک ہو عاشق بیچارہ دونوں حال میں اس پر جانبازی کے لئے تیار ہے اور اس کے نزدیک اس کا) ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے (اور اس کے

نزدیک) بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر (جو کہ عشق میں حاصل ہے) قربان ہیں (پھر قصہ ہے کہ) وہ شہزادے (اپنے) اسرار کو ایک دوسرے سے بصد خوف و خطر پست آواز سے کہتے (جس طرح سرگوشی کرتے ہیں اور چونکہ اس سرگوشی کا ہر وقت اور بہت دیر تک موقع میسر نہیں ہوتا اس لئے اکثر اوقات ان کے) راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا (اور ان کی) آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا (اور گاہ گاہ بغرض اظہار بعض اسرار کے) کچھ اصطلاحیں (دل کی) خبر (زبان پر) لانے کے لئے آپس میں رکھتے تھے (اس سے کچھ غبار نکال لیتے تھے)۔

زیں لسان الطیر عام آموختند	طمطراق سروری اندوختند
اس منطق الطیر سے عام نے سیکھ لیا ہے	مقتدائیت کا کروفر حاصل کر لیا ہے
صورت آواز مرغست آں کلام	غافل ست از حال مرغاں مرد خام
وہ کلام صورت آواز طیور کے ہے	وہ مرد خام طیور کے حال سے غافل ہے
کو سلیمانے کہ داند لحن طیر	دیو گرچہ ملک گیرد ہست غیر
سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں	دیو اگرچہ ملک لے لے اجنبی ہے
دیو برشبہ سلیمان کردہ ایست	علم مکرش ہست علمناش نیست
دیو نے سلیمان علیہ السلام کی تشبہ پر قیام کیا ہے	اس کو علم کر تو ہے اس کو علمنا نہیں
چوں سلیماں از خدا بشاش بود	منطق الطیرے ز علمناش بود
سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بشاش تھے	ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا
تو ازاں مرغ ہوای فہم کن	کہ ندیدستی طیور من لدن
تو مرغ ہوائی سے سمجھ لے	کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تو نے دیکھا بھی نہیں
جای سیمرغاں بود آں سوی قاف	ہر خیالے را نباشد دست باف
ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف ہے	ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں
ہر خیال را کہ دید آں اتفاق	آنگہش بعد العیاں افتد فراق
ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس کو دیکھا ہو	اس وقت بعد معائنہ کے اس کو فراق کا اتفاق واقع ہو جاوے
نے فراق قطع بہر مصلحت	کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا مصلحت کے لئے ہوتا ہے	کیونکہ وہ فضیلت ہر فراق سے مامون ہوتی ہے
بہر استبقای آں جسم چو جاں	لحظۂ در ابر گردد خور نہاں
بغرض استبقا اس جسم کے جو کہ مثل جان کے ہے	کسی وقت ابر میں آفتاب پوشیدہ ہو جاتا ہے

بہر استبقائے آں روحی جسد	آفتاب از برف یک دم در کشد
اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے	آفتاب برف سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو ایکسو کر لیتا ہے
بہر جان خویش جوز ایشاں صلاح	ہیں مدزداز حرف ایشاں اصطلاح
تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو	ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا

(اوپر ذکر تھا اصطلاحات قالیہ ابناء الملک کا اس کی مناسبت سے اس سے انتقال ہے ایک مضمون متعلق اصطلاحات حالیہ اہل اللہ کی طرف یعنی جس طرح ان شہزادوں کی اصطلاحات قالیہ کو دوسرا نہ سمجھتا تھا اسی طرح اہل اللہ کی اصطلاحات حالیہ مفسر بماسیاتی کو عام لوگ نہیں سمجھتے پھر باوجود اس کے جو بعضے محض براہ تقلید ان کے اقوال وملفوظات کو مجالس میں نقل کرتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس منطق الطیر (یعنی کلام عارفین) سے (جو کہ غیر مفہوم عندالعامہ ہونے میں مشابہ منطق الطیر کے ہے ان) عام (لوگوں) نے (جو کہ محض نقال ہیں) سیکھ لیا ہے (یعنی الفاظ وعبارات یاد کر لی ہیں اور ان کو نقل کر کے) مقتدائیت کا کروفر حاصل کر لیا ہے (یعنی غرض ان کی صرف یہ ہے باقی نہ وہاں فہم ہے اور نہ تفہیم ہے مراد اس سے عارفین کا وہ کلام ہے جو ان کے واردات واحوال وذوق ووجدان سے ناشی ہے کہ اس کو اہل واردات واحوال ہی سمجھتے ہیں اسی کو اصطلاحات حالیہ سے بندہ نے تعبیر کیا ہے گو وہ الفاظ اصطلاحی المعنی الاصطلاحی نہ ہوں مثلاً اگر کوئی عاشق کہے کہ ہائے جل گیا گو یہ کوئی اصطلاحی لفظ نہیں لیکن محض لغت دانی اس کے سمجھنے کے لئے کافی بھی نہیں وہ تو حیرت کرے گا کہ یہ کہاں جلا ہے دوسرا عاشق البتہ اس جلنے کی حقیقت سمجھ جاوے گا اور مقصود مولانا کا اس سے مذمت وشناعت ہے مزرین کی جیسا مثنوی میں مقامات کثیرہ پر ہے آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جس کو مزورین بے سمجھے نقل کر رہے ہیں) (صورت آواز طیور کے ہے (یعنی جیسے کوئی آواز طیور کی حکایت کرنے لگے کہ اس کا وہ مدلول نہیں جو منطق الطیر واقعی کا ہے اور واقع میں وہ مرد خام (جو صورت طیر کی حکایت کر رہا ہے) طیور کے حال سے (کہ واقع میں وہ کس حال پر ان اصوات سے دلالت کا قصد کر رہے ہیں) غافل ہے (پس مرد خام منطق الطیر کو نہیں سمجھتا بلکہ اس کا سمجھنا یا تو اس کی مماثل کا کام ہے کہ طیر ہو یا اس سے اکمل کا کام ہے کہ سلیمان ہو اسی طرح ایسے اہل اللہ کا کلام یا تو ان کا مماثل سمجھے یا ان سے اکمل وافضل سمجھے مولانا نے آگے اسی دوسری صورت کو بطور تمثیل کے فرمایا ہے نہ کہ بطور تخصیص حکمی کے یعنی) سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں (وہ سمجھنا دیو کا کام نہیں کیونکہ) دیو اگر چہ (کسی دھوکہ سے) ملک لے لے (لیکن پھر بھی) اجنبی ہے (اسی طرح مزورین اگر کسی فریب سے شیخ و مقتدا بھی بن جاویں مگر محجوب وناواقف ہیں اور اس میں اشارہ ہے قصہ انتزاع سلطنت سلیمانیہ کی طرف جیسا کہ مشہور ہے گو محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں آگے دیو کے غیر ہونے کی تفسیر ہے یعنی) دیو نے سلیمان علیہ السلام کی تشبہ پر قیام کیا ہے اسی کو علم مکر تو ہے (مگر) اس کو علمنا (کا مرتبہ) نہیں (یعنی وحی وعلم لدنی جس کی بدولت وہ منطق الطیر کو سمجھتے تھے یہ علمنا نہ ہونا تفسیر ہے غیر ہونے کی اور) سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے (نعمتیں پاکر) بشاش تھے (کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ و قالا الحمد للہ الذی فضلنا علے کثیر من عبادہ المومنین و قولہ یایھاالناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان ھذالھوالفضل المبین) ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا (یعنی بتعلیم الٰہی تھا پس اسی طرح بدوں تعلیم الٰہی قولی یعنی الہام یا عملی یعنی افاضہ واردات ان اہل اللہ کا کلام سمجھ میں نہیں آسکتا آگے اس نہ سمجھنے کی تائید وتقویت ایک مثال سے

کرتے ہیں کہ) تو (اس مضمون کو) مرغ ہوائی (کی حالت) سے سمجھ لے کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تو نے دیکھا بھی نہیں (اور ان طیور کو تو آنکھ سے دیکھا بھی ہے اور ان کی اصوات کو کان سے سنا بھی ہے اور باوجود اس کے ان کے حقائق مفہوم نہیں ہوتے تو ان بے دیکھے طیور کے بے سنے کلام کی حقیقت کو کیا سمجھے گا آگے جواب ہے اس سوال کا کہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ طیور لدنیہ کو دیکھا نہیں ہم تو عارفین کو شب وروز دیکھتے ہیں جواب یہ ہے کہ) ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف (یعنی خارج ووراء) ہے (اور وہاں تک نظر تو کیا پہنچتی جس سے توان کو دیکھتا وہ مقام تو) ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں (فی الغیاث دست باف کنایہ از آسان اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ عارف اصل میں روح ہے نہ کہ بدن اور وہی محل واردات واحوال ہے اور وہی اصل میں صاحب ارشاد وافاضہ ہے اور وہ بوجہ مجرد ہونے کے **کما ذهب اليه كثير من المكاشفين مع قولهم بحدوثه الذاتي والزماني** عالم اجسام سے وراء ہے اور یہی معنی ہیں آن سوئے قاف کے یعنی وراء الافلاک والعرش المشابہۃ بالقاف فی الاحاطۃ پس اس سے سب احکام ظاہر ہو گئے ندیدستی یہی اور اسی سے کلام اونشیندستی یہی کیونکہ ان الکلام لفی الفواد الخ اور یہی فواد متکلم مرشد ومفیض ہے اور اسی طرح خیال کی دہاں تک رسائی نہ ہونے کا حکم بھی اور اسی سے اس شبہ کا جواب حاصل ہو گیا جو ندیدستی پر ہوا تھا اور ہر خیال اس لئے کہا کہ اہل بصیرت تو اس مقام موطن روح ومحل فیوض غیبیہ وواردات لدنیہ کے مشاہدہ سے مشرف ہیں عیاناً اور وجداناً چنانچہ اس کے بعد کے شعر میں اسی خیال کے دید کا ذکر آوے گا اور یہ شعر آئندہ بھی مثل شعر جائے سیمرغان الخ جواب ہے ایک سوال کا وہ سوال یہ ہے کہ اس شعر جائے سیمرغان الخ کی تقریر سے یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ ہم اس روح کا اور اس کے مقام فیض کا مشاہدہ نہیں کرتے لیکن جن کو تم اہل مشاہدہ کہتے ہو ان کی حالت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مشاہدہ نہیں کراتے کیونکہ اس مشاہدہ کے آثار ان پر غالب نہیں دیکھے جاتے پس اس کا جواب دیتے ہیں کہ) ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس مقام فیوض وواردات) کو دیکھا ہو (اور) اس وقت (یعنی) بعد معائنہ کے اس کو فراق (واستتار) کا اتفاق واقع ہو جاوے تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا (محض) مصلحت کے لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ فضیلت (مشاہدہ کی) ہر فراق سے ماموں ہوتی ہے (اس لئے فراق قطع کا احتمال نہیں محض مصلحت ہے اور وہ مصلحت یہ ہے یعنی) بغرض استبقاء اس جسم کے جو کہ مثل جان کے (عزیز) ہے (اس لئے کہ روح کے بہت سے افادات جسم کے تعلق پر موقوف ہیں پس اس کے استبقاء کے لئے) کسی وقت ابر میں آفتاب (احوال وواردات کا) پوشیدہ ہو جاتا ہے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے (جو کہ لطافت وعزت میں مشابہ روح کے ہے) آفتاب (مفسر آنفاً) برف (بدن) سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو ایک سو (یعنی محتجب) کر لیتا ہے (حاصل جواب یہ کہ آثار کا ہر وقت غالب نہ رہنا عدم مشاہدہ کے سبب نہیں بلکہ اس میں ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ اگر ہر وقت غلبہ رہے تو نفس وروح تدبیر بدن سے معطل ہو جاوے اور بدن فنا ہو جاوے اور مقصود اس کا استبقاء اس لئے حکمت حق مقتضی ہوتی ہے تجلیات کی استتار کو بعض اوقات میں جس طرح ابر میں آفتاب اس لئے پوشیدہ ہو جاوے کہ برف ایک دم سے نہ گھل جاوے اور لحظہ در ابر الخ میں اشارہ ہو سکتا ہے طرف توجیہ حدیث **انه ليغان على قلبي** کے باعتبار اس کی تفسیر و نیز حکمت کے پس غالب نہ رہنا احوال کا تو عدم مشاہدہ کی دلیل نہیں اور گاہ گاہ آثار کا غالب ہونا مشاہدہ کی دلیل ہے پس مشاہدہ ثابت ہو گیا اور احتمال نقیض کا جاتا رہا آگے پھر رجوع ہے مضمون شعر اول کی طرف کہ جب اصطلاح آموزی مضر ہے تو) تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا (کہ اول نافع ہے ثانی مضر آگے اصطلاحات زلیخا سے مثال لاتے ہیں اصطلاحات ابناء الملک یا اصطلاحات اہل اللہ کی پس اس میں عود ہے شعر زین

لسان الطیر یا اصطلاحات کی طرف اور وجہ تمثیل دونوں احتمال پر نامحرم کا نہ سمجھنا اور محرم کا سمجھنا اور اس محرم کے سمجھنے سے ایک گونہ اپنی تسلی اور کبھی دوسرے کو افادہ ہے۔ وهذا كله يقع للعشاق على الصور وعلى المعاني).

آں زلیخا از سپنداں تا بعود	نام جملہ چیز یوسف کردہ بود
اس زلیخا نے سپندان سے لے کر عود تک	سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا تھا
نام او در نامہا مکتوم کرد	محرماں را سرآں معلوم کرد
ان کے تمام کو ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا	محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا
چوں بگفتے موم زآتش نرم شد	ایں بدے کاں یار باما گرم شد
اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا	تو یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا
ور بگفتے مہ برآمد بنگرید	ور بگفتے سبز شد آں شاخ بید
اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو	اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی
ور بگفتے آبہا خوش می تنند	ور بگفتے خوش ہمی سوزد سپند
اور اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں	اور اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہے ہیں
ور بگفتے برگہا خوش می طپند	دست برہم رقص و مستی می کنند
اور اگر کہتی کہ پتے خوب تھرتھراتے ہیں	ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں
ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت	ور بگفتے شہ سر شہباز گفت
اور اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے	اور اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے
ور بگفتے چہ ہما یونست بخت	ور بگفتے کہ بر افشانید رخت
اور اگر کہتی کہ نصیبا کیسا ہمایوں ہے	اور اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو
ور بگفتے کہ سقا آورد آب	ور بگفتے کہ برآمد آفتاب
اور اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا	اور اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا
ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند	یا حوائج از پزش یک لختہ اند
اور اگر کہتی کل رات ایک دیگ پکائی ہے	یا مصالح سے ایک ذات ہو گئے ہیں
ور بگفتے ہست نانہا بے نمک	ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں	اور اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم	ور بگفتے درد سر شد خوشترم
اور اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا	اور اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں
محرماں رازاں خبر بد کہ چہ گفت	کہ مخالف باموافق گشت جفت
ان کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا	کہ مخالف بھی موافق کی ہمراہ ہوتا تھا
گر ستودے اعتناق او بدے	ور نکوہیدے فراق او بدے
اگر وہ تعریف کرتی تو یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا	اور اگر مذمت کرتی تو یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا
صد ہزاراں نام گر برہم زدے	قصد او و خواہ او یوسفؑ بدے
اگر لاکھوں نام کو مخلوط کرتی تو	اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے
گرسنہ بودے چو گفتے نام او	می شدے اوسیر و مست از جام او
وہ بھوکی ہوتی جب ان کا نام لیتی	تو وہ سیر اور ان کے جام سے مست ہو جاتی
تشنگیش از نام او ساکن شدے	نام یوسفؑ شربت باطن شدے
اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی	یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا
ور بدے دردیش زاں نام بلند	درد او در حال گشتے سودمند
اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے	اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا
وقت سرما بودے او را پوستیں	ایں کند در عشق نام دوست ایں
وہ سرما کے وقت اس کا پوستین ہوتا	محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے
عام می خوانند ہر دم نام پاک	ایں عمل نکند چو نبود عشق ناک
عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک پڑھتے ہیں	یہ اثر نہیں کرتا جبکہ وہ عشق ناک نہ ہو
آنچہ عیسیٰؑ کردہ بود از نام ہو	می شدے پیدا و را از نام او
عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا	وہ ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا
چونکہ باحق متصل گردید جاں	ذکر آں اینست ذکر اینست آں
جب روح حق تعالیٰ کے ساتھ متصل ہو گئی	تو اس کا ذکر تو اس کا ہے اس کا ذکر اس کا ہے
خالی از خود بود و پر از عشق دوست	پس زکوزہ آں تراود کہ دروست
وہ اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا	پس کوزہ سے وہ ٹپکے گا جو اس میں ہے

خندہ بوئے زعفران وصل داد | گریہ بوہائے پیاز اندر بعاد

خندہ زعفران وصل کی خوشبو دے گا | گریہ اس فراق کے پیاز کی بو

ہر یکے را ہست دردل صد مراد | ایں نباشد مذہب عشق و وداد

ہر شخص کے دل میں صدہا مراد ہیں | عشق و محبت کا یہ طریق نہیں ہوتا

یار آمد عشق را روز آفتاب | آفتاب آں روی را ہمچوں نقاب

اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے | آفتاب اس ذات کے لئے مثل نقاب کے ہے

آنکہ نشناسد نقاب از روی یار | عابد الشمس ست دست از وے بدار

جو شخص نقاب کو روئے یار سے متمیز نہ کرے | وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار ہو جا

روز او و روزی عاشق ہم او | دل ہم او دلسوزی عاشق ہم او

عاشق کا روز بھی وہی ہے اور روزی بھی وہی ہے | عاشق کا دل بھی وہی ہے دلسوزی بھی وہی ہے

ماہیاں را نقد شد از عین آب | نان وآب و جامہ و دارو وخواب

ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ | اور دارو اور خواب عین آب سے نقد وقت ہو گیا

ہمچو طفل ست او ز پستاں شیر گیر | او نداند درد و عالم غیر شیر

وہ مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے | وہ دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا

طفل داند ہم نداند شیر را | راہ نبود ایں طرف تدبیر را

لڑکا دودھ کو جانتا بھی ہے نہیں بھی جانتا | اس طرف کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرد نامہ روح را | تانیابد فاتح و مفتوح را

اس تعویذ مفرور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے | تاکہ وہ فاتح کو اور مفتوح کو نہ پاوے

گیج نبود در روش بلکہ اندرو | حاملش دریا بود نے سیل و جو

سلوک میں پراگندہ مغز نہیں رہتا | بلکہ اس میں اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر

چوں بیاید او کہ یابد گم شود | ہمچو سیلے غرقۂ قلزم شود

وہ جب آتا ہے کہ پاوے تو گم ہو جاتا ہے | سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے

دانہ گم شد انگہے او تیں شود | تا نمردی زر ندادم ایں بود

دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر ہو جاتا ہے | جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا یہی ہوتا ہے

اس زلیخا نے سپندان سے لے کر عود تک سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز کو یوسف کہا کرتی اس صورت میں تو اخفا کچھ بھی نہ ہوتا جو کہ اصطلاح سے مقصود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے نام سے مراد یوسف ہوتے تھے اس سے اخفاء کی غرض کا حاصل ہونا ظاہر ہے پسند اور سپندان رائی یا اس کے مثل کوئی تخم ہے جس کو نظر بد کے دفع کے لئے جلاتے ہیں اور عود کو خوشبو کے لئے جلاتے ہیں مطلب یہ کہ جلانے کی چیزوں میں بھی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ہر چیز سے اشارہ محبوب ہی کی طرف ہوتا تھا اسی طرح اور چیزوں کے نام سے بھی یعنی ہر وقت جو باتیں معمولی ہوتی رہتی ہیں ان کے کلمات اور تراکیب سے اس نے تعلق محب ومحبوب کے متعلق حالات کی خاص اصطلاحیں قرار دے رکھی تھیں پس اس طرح سے) ان کے نام کو (دوسرے) ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا (اور) محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا (مثلاً) اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا تو (اس کی اصطلاح خاص میں اس کا) یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا (مہربانی کے درجات مختلف ہیں اس سے یوسف علیہ السلام کی ناجائز مہربانی لازم نہیں آتی) اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو (تو اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں پس اس کی جزا مقدر ہے اسی طرح یہاں سے ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم الخ تک اور وہ جزاء یہی ہے جو اس مصرعہ کے بعد ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی یعنی قولہ اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے اور اس کے بعد جو میں نے یہ کہا ہے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں یہ جزو جزاء نہیں ہے ہر جگہ اس کا شرح میں انتظار نہ کیا جاوے محض مثال ہے جو ہر جگہ مناسب شرط سمجھ لی جاوے) اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی (تو اس کا بھی کوئی ایسا ہی مطلب ہوتا) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں اور (اسی طرح اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہا ہے (جس کا ذکر سب سے اول شعر میں بھی آیا ہے) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پتے خوب تھرتھراتے ہیں (یعنی) ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ نصیبا کیسا ہمایوں ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ کل رات ایک دیگ پگائی ہے یا (یہ کہتی کہ) مصالح پکنے سے ایک ذات (یعنی خوب مخلوط) ہو گئے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرا دردسر جاتا رہا میں تندرست ہوں (سب کا ایسا ہی مطلب ہوتا اور) ان (اصطلاحات) کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا (اور یہ اصلاحات اس لئے مقرر کی تھی) کہ (مجلس میں) مخالف بھی موافق کے ہمراہ ہوتا تھا (اس سے اخفاء کے لئے ایسا کر رکھا تھا اسی طرح) اگر وہ (کسی چیز کی) تعریف کرتی تو (اس سے مراد) یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا (اس سے معانقہ کا وقوع مراد نہیں کیونکہ ذکر معانقہ ذکر وقوع میں منحصر نہیں بلکہ ذکر تمنائے معانقہ بھی ذکر معانقہ ہے) اور اگر (کسی چیز کی) مذمت کرتی تو (مراد اس سے) یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا (غرض یہ ہے کہ) اگر لاکھوں نام (والفاظ) کو مخفوط کرتی تو (سب الفاظ سے) اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے (یہاں تک تو حکمت بیان کی تھی زلیخا کے خاص اصطلاح میں یوسف علیہ السلام کا نام لینے کی اور اس مقام پر ایراد حکایت زلیخا سے یہی اصل غرض بھی ہے کہ تشبیہ دی گئی ہے اصطلاحات اہل اللہ کو اصطلاحات زلیخا سے آگے ان کا مطلق نام لینے کی حکمت مذکور ہے قطع نظر مصطلح یا مصرح سے پس گویا یہ ایک قسم کا انتقال ہے عشق کے ایک اثر کے ذکر سے

اس کے دوسرے اثر کے ذکر کی طرف یعنی ایک اثر عشق کا غیرت علی المحبوب ہے جس پر اصطلاح تجویز کرنے کو اوپر متفرع کیا ہے دوسرا اثر اطمینان واستبشار بذکر المحبوب ہے **کما قال تعالیٰ الابذکر الله تطمئن القلوب و قال تعالیٰ فاماالذین امنو افزادتھم ایمانا و ھم یستبشرون** اس کا آگے ذکر ہے یعنی) وہ زلیخا) بھوکی ہوتی جب ان کا نام لیتی تو وہ سیر اوران کے جام سے مست ہو جاتی (اسی طرح) اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی (اور اس کے لئے) یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا (اس کی فائدہ مندی یہی ہے کہ صحت یاب ہو جاوے اور) وہ (نام) سرما کے وقت اس کا پوستین ہوتا (یعنی مثل پوستین کے دافع سرما ہوتا غرض وہ مثل غذا و دوا و وقاء کے دافع جوع و عطش و دافع وجع و مرض و دافع قر د برد ہوتا اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کیونکہ) محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے (اور اگر عشق نہیں ہے تو یوں تو) عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک (حق تعالیٰ) کا پڑھتے ہیں۔ (لیکن) یہ اثر نہیں کرتا (جو کہ مذکور ہوا) جبکہ وہ (ذکر) عشق ناک نہ ہو (چنانچہ عام میں یہ اثر نہ ہونا بھی ظاہر ہے اور اہل عشق میں وہ اثر ہونا بھی مشاہد ہے کہ اس کی لذت میں بھوک پیاس اور مرض اور گرمی و سردی کا محسوس نہ ہونا بلکہ اکثر دفع ہو جانا بھی حد تواتر تک پہنچ چکا ہے آگے بطور انتقال کے بمناسبت ذکر خواص اسم محبوب کے عشق کا ایک تیسرا اثر یعنی فناء فی المحبوب ذکر فرماتے ہیں یعنی عشق کا ایک اثر فناء الحب فی المحبوب ہے جس پر احکام کثیرہ متفرع ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ جیسی برکات محبوب کے نام میں ذکر کی گئیں اسی کے مشابہ برکات اس فانی کے نام میں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا (یعنی احیاء موتی) وہ (کام) ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا (یعنی اگر قم باذنی فرماتے تو مثل قم باذن اللہ فرمانے کے اس کا بھی وہی اثر ظاہر ہوتا جس کا راز یہ تھا کہ وہ یا تو مثل شجرہ طور کے حاکی ہوتے اور محض ظاہر میں وہ کلام ان کی طرف منسوب ہوتا ورنہ واقع میں حق تعالیٰ ہی کے طرف منسوب ہوتا اور اگر حاکی نہ ہوتے تو باذن فرماتے والثانی ارجح وانسب بمقام الانبیاء وکمل الاولیاء آگے یہی مضمون ہے کہ) جب (فانی کی) روح حق تعالیٰ کے ساتھ (بے تکیف) متصل ہوگئی تو اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ذکر تو اس کا (یعنی روح کا ذکر) ہے (اور) اس کا (یعنی روح کا) ذکر اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ہے (اور یہ فرمانا متصل گردید الخ دونوں مرتبوں کو شامل ہے حکایت کشجرۃ الطور کو بھی اور صدور اقوال وافعال بالاذن کو بھی کما فی الحدیث **کنت سمعه و بصره** اور مقبولین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں الاول احیانا والثانی اکثر اور بعض آثار و برکات کے تشابہ سے تمام احکام کا اشتراک لازم نہیں آتا پس کسی کو یہاں یہ گنجائش نہیں کہ بزرگوں کے نام کے وظیفہ بنانے کو مثل اسماء الٰہیہ کے تجویز کرے کیونکہ یہ تعبد ہے جس میں اشراک باطل ہے فناء کا ایک حکم تو یہ ہوا اور دوسرا حکم ان میں سے یہ ہے کہ فانی کو غیر محبوب کی طرف التفات نہیں رہتا اس لئے ہر وقت وہ اسی کے ذکر اور اسی کی فکر میں غرق رہتا ہے آگے اسی کا بیان ہے کہ) وہ (فانی) اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا پس کوزہ سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہے (اور اس میں صرف عشق محبوب ہے اس لئے اس کی ہر حالت کا منشاء عشق محبوب ہی ہوگا چنانچہ اس کا) خندہ زعفران وصل کی خوشبو دے گا (اور اس کا) گریہ اس فراق کے پیاز کی بو (دے گا یعنی اس کا خندہ مسبب ہوگا وصل کے کسی درجہ سے اور اس کا گریہ مسبب ہوگا فراق کے کسی درجہ سے گو وہ وصل سے بھی بڑھ کر ہو مطلب یہ کہ غایت فنا سے اس کے اکثر افعال طبعیہ بھی ناشی اسی تعلق مع المحبوب سے ہوں گے آگے بھی اسی عدم التفات الی غیر المحبوب کا بعبارت دیگر بیان ہے کہ) ہر شخص کے دل میں صدہا مراد (ہوتی) ہیں (مگر) عشق و محبت کا یہ

طریق نہیں ہوتا (بلکہ اس کی تو صرف ایک ہی مراد رہ جاتی ہے یعنی محبوب چنانچہ) اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے (یعنی وہ آفتاب کو نور بخش نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ آفتاب میں اصل ظہور نور حق ہی کا ہے باقی) آفتاب (اس مظہریت سے قطع نظر کر کے فی نفسہ) اس ذات کے لئے مثل نقاب کے (حجاب) ہے (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر اس میں مظہریت کی حیثیت نہ دیکھی جاوے اس حیثیت سے قطع نظر کر کے اس کو نور بخش قرار دیا جاوے جیسے اہل طبعیات سمجھتے ہیں تو وہ حاجب عن اللہ ہے آگے ان ہی مظہریت سے قطع نظر کرنے والوں کو کہتے ہیں کہ) جو شخص نقاب کو روئے یا رسے متمیز نہ کرے (یعنی جو نور کہ اصل میں روئے یار کا ہے اس کو نقاب یعنی آفتاب کی صفت سمجھ لے تو گویا نقاب اور روئے یار کو ایک سمجھ لیا) وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار (و بیزار) ہو جا۔ (اور میری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جس اتحاد پر انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روئے یار کی طرف التفات نہ کرے اور آفتاب کی طرف کرے اور جس اتحاد کا سبب اس کا عکس ہو یعنی روئے یار ہی کی طرف التفات ہو اور آفتاب کی طرف نہ ہو یہ عین مذاق ہے صوفیہ و عارفین کا اور جا بجا مولانا نے اس کا دعویٰ کیا ہے پس اس سے تعارض کا وہم بھی جاتا رہا خوب سمجھ لو) عاشق کا روز بھی وہی (محبوب) ہے اور (اس کی) روزی بھی وہی ہے (اور اس) عاشق کا دل بھی وہی ہے (اور اس کی) دلسوزی بھی وہی ہے (جس طرح زلیخا کی غذا و دوا و کساء سب یوسف ہی تھے اور جیسا کہ) ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ اور دارو اور خواب (یہ سب) عین آب سے نقد وقت ہو گیا (پس) وہ (عاشق بوجہ اقتصار نظر علی المحبوب کے) مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے وہ (طفل) دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا (اسی طرح عاشق بجز محبوب کے کسی کو نہیں جانتا اور عاشق کی طفل کے ساتھ ایک تشبیہ تو یہ تھی او ندا ند درد و عالم غیر شیر اور ایک تشبیہ اور ہے جو باوجود مقصود مقام میں کہ قصر نظر علی المحبوب ہے دخیل نہ ہونے کے محض بطور ایک فائدہ مستقلہ مہمہ کے آگے بتلاتے ہیں یعنی) لڑکا دودھ کو من وجہ جانتا بھی ہے (اور اس کا وہ جاننا بھی قصر نظر کے لئے کافی ہے اور من وجہ نہیں بھی جانتا (جاننا تو صرف مطلوبیت کی حیثیت سے اور نہ جاننا حقیقت و کنہ کے اعتبار سے چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح عاشق عارف حق تعالیٰ کو اجمالاً وطلباً جانتا ہے اور اسی پر قصر نظر مرتب ہو جاتا ہے اور کنہ کے اعتبار سے نہیں جانتا اور غالباً یہ تنبیہ اس لئے فرمائی کہ قصر نظر سے شاید کسی کو ادراک کنہ کا شبہ ہو جاتا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ عاشق جتنا جانتا بھی ہے) اس (جاننے کی) طرف (بھی) کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے (جس طرح طفل کو دودھ کا یہ علم کسی تدبیر سے نہیں ہوا اور مراد اس علم عارف سے علم ذوقی ہے نہ کہ مکتسب اور واقعی وہ وہبی محض ہے کہ غیر عارفین اس سے بھی محروم ہیں آگے محجوبین کے اس علم سے اسی حرمان اور عارفین کے اسی تشرف بالعرفان کو بیان فرماتے ہیں کہ محجوبین کی روح جو اس علم سے محروم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس تعویذ مضرور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے تاکہ وہ فاتح (یعنی حق تعالیٰ) کو اور مفتوح (یعنی مخلوق) کو نہ پاوے (گرد با لفتح بمعنی شہر کذا فی الغیاث اور گرد نامہ و تعویذ جو کسی گریختہ کے لئے لکھیں کہ وہ جب کہیں جاوے پریشان ہو کر پھر اپنے شہر میں چلا آوے اس سے تعلقات بدنیہ کو تشبیہ دی گئی ہے کہ سبب ہے آگے نہ بڑھ سکنے کا مطلب یہ کہ محجوب کی روح پر تعلقات بدنیہ کا جو غلبہ ہے اس نے اس کو جاہل اس علم سے بنا رکھا ہے اور یہ سلوک کے قبل ہوتا ہے اور) سلوک میں پراگندہ مغز (و جاہل) نہیں رہتا (نہ اس وجہ سے کہ اس سے بشریت جاتی رہتی ہے) بلکہ (اس وجہ سے کہ) اس (سلوک) میں اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر (اس طرح سے کہ) وہ جب (اس لئے) آتا ہے کہ (مطلوب کو پاوے تو (اپنی ہستی سے) گم (اور فنا) ہو جاتا ہے (اور) سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے (جب) دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر

ہو جاتا ہے (جیسا صدر جہان نے کہا تھا کہ) جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا (اس کا مصداق) یہی ہوتا ہے (جس کا قصہ عشر ثامن کے آخر میں گزرا ہے حاصل تقریر یہ ہوا کہ اس میں بشریت تو رہتی ہے مگر فنا سے اس کے احکام مغلوب ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ اس کو یہ علم ہبہ فرماتے ہیں کہ فنا کی خاصیت عطائے ثمرات ہے کسی تدبیر سے حصول نہیں ہوتا جو کہ سیل و نہر کے مشابہ ہیں آگے پھر قصہ ہے)۔

بعد از مکث و متواری شدن در بلاد چین در شہ تختگاہ و دراز شدن صبر و بے صبر شدن برادر بزرگ تر کہ من رفتم تا خود را بر شاہ چین عرضہ کنم و نصیحت برادران او را سود نا داشتن

شہزادے اور چین کے شہروں شہر دارالخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہو جانے کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں جاتا ہوں تا کہ اپنے آپ کو شاہ چین کے سامنے پیش کردوں اور بھائیوں کی نصیحت کا اس کو فائدہ نہ دینا

اما قدمی ینیلنی مقصودی	او القی راسی کفوادی ثمہ
یا میرا قدم مجھے میرا مقصود عطا کرے	یا میں اس جگہ دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں
پا یائے رساندم بمقصود مرا	یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا
یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے	یا دل کی طرح میں اس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا
یا عاذل العاشقین دع فئۃً	اضلھا اللہ کیف ترشدھا
اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے اس جماعت کو چھوڑ	جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو کیسے ہدایت دے گا؟
آں بزرگیں گفت اے اخوان من	ز انتظار آمد بلب ایں جان من
اس بڑے نے کہا کہ اے میرے بھائیو	انتظار سے میری یہ جان لب پر آ گئی
لاابالی گشتہ ام صبرم نماند	مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
میں لاابالی ہو گیا مجھ کو صبر نہیں رہا	مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا
طاقت من زیں صبوری طاق شد	واقعہ من عبرت عشاق شد
میری طاقت اس صبر سے طاق ہو گئی	میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہو گیا
من ز جاں سیر آمدم اندر فراق	زندہ بودن در فراق آمد نفاق
میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا	فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے
چند درد فرقتش بکشد مرا	سر ببرتا عشق سر بخشد مرا
کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا	میرا سر کاٹ ڈال تا کہ عشق مجھ کو سر عطا کرے

دین من از عشق زنده بودن ست	زندگی زیں جان و سر ننگ منست
میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے	زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے
تیغ جانہارا کند پاک از عیوب	زانکہ سیف افتاد محاء الذنوب
تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے	کیونکہ سیف ذنوب کی محو کر دینے والی ہے
چوں غبار تن بشد ماہم بتافت	ماہ جان من ہوای صاف یافت
جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا	میرے ماہ روح نے ہوائے صاف پائی
عمر ہا بر طبل عشق آں صنم	ان فی موتی حیاتی میزنم
عمر ہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں	کہ میری موت میں میری حیات ہے
دعویٰ مرغابی کر دست جاں	کے ز طوفان بلا دارد فغاں
مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے روح نے	طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی
بط را از اشکستن کشتی چہ غم	کشتیش برآب بس باشد قدم
بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم	اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر
زندہ زیں دعوی بود جان و تنم	من ازیں دعویٰ چگونہ تن زنم
اس دعوے سے میری جان و تن زندہ ہے	میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا
خواب می بینم و لے در خواب نے	مدعی ہستم و لے کذاب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب نہیں ہے	میں مدعی ہوں و لیکن کذاب نہیں ہوں
گر مرا صد بار تو گردن زنی	ہمچو شمعم بر فروزم روشنی
اگر تو مجھ کو سوبار بھی گردن مارے	میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دوں گا
آتش ار خرمن بگیرد پیش وپس	شبرواں را خرمن آں ماہ بس
آتش اگر خرمن کو آگے اور پیچھے سے لے لے	شبرو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے
کردہ یوسفؑ را نہاں و مختبی	حیلت اخواں ز یعقوبؑ نبی
یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا	بھائیوں کے حیلہ نے یعقوب علیہ السلام سے
خفیہ کردندش بحیلت سازیئے	کرد آخر پیرہن غمازیئے
انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا	آخر پیرہن نے غمازی کی

آں دو گفتندش نصیحت در سمر	کہ مکن ز اخطار خود را بے خبر
ان دونوں نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی	کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر مت کر
ہیں منہ بر ریشہای ما نمک	ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ	ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے
جز بتدبیر یکے شیخ خبیر	چوں روی چوں نبودت قلب بصیر
بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے	تو کیونکر چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں
وای آں مرغے کہ ناروئیدہ پر	بر پرد بر اوج و افتد درخطر
خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جمے ہوئے	بلندی پر اڑے اور خطرہ میں پڑے
عقل باشد مرد را بال و پرے	چوں ندارد عقل، عقل رہبرے
آدمی کے لئے عقل بال و پر ہوتا ہے	اگر عقل نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل
یا مظفر یا مظفر جوی باش	یا نظر ور، یا نظر ور جوی باش
یا تو مظفر یا مظفر کا طالب رہ	یا صاحب نظر یا صاحب نظر کا طالب رہ
بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب	از ہوا باشد نہ از روی صواب
بدوں مفتاح عقل کے دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا	ہوا سے ہوتا ہے نہ کہ ازراہ صواب

اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے میرے بھائیو انتظار سے میری یہ جان لب پر آ گئی میں لاابالی (وبے باک) ہوگیا مجھ کو صبر نہیں رہا۔ مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا میری طاقت اس صبر سے طاق (یعنی جدا) ہوگئی میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہوگیا میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا۔ فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے۔ کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا (اس سے کہہ دو کہ) میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجھ کو سر عطا کرے (اشارہ ہے بطور انتقال کے احکام بقاء بعد الفناء کی طرف کئی شعر تک) میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے زندگی اس جان وسر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے (یعنی مجھ کو یہ ظاہری زندگی نہیں چاہئے معنوی زندگی چاہئے) تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کردیتی ہے کیونکہ سیف ذنوب کی محو کردینے والی ہے (یہ مضمون فضائل شہادت کے متعلق ہے اس میں فناء اصطلاحی کو اس شہادت پر قیاس کیا ہے) جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا۔ میری ماہ روح نے ہوائے صاف پائی (مفارقۃ مادہ ہیولانی سے روح کی لطافت کا بڑھ جانا ظاہر ہے) عمر ہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں کہ میری موت میں میری حیات ہے (آگے اپنا بے خوف ہونا ہلاک وفنا سے بتلاتے ہیں کہ) مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے (میری) روح نے (تو پھر) طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی۔ بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم۔ اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر۔ اس دعویٰ (عشق) سے میری جان وتن زندہ ہے (پھر) میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا۔

میں (غلبہ عشق سے) خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب (واقعی) نہیں ہے (بلکہ یقظہ نہ ہونے سے عوام اس کو خواب سمجھتے ہیں اہل محبت پر ایسے حالات استغراق وغیرہ کا طاری ہونا بکثرت ہے اور) میں مدعی ہوں ولیکن کذاب نہیں ہوں (صادق ہوں) اگر تو مجھ کو سو بار بھی گردن مارے میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھادوں گا۔ (جیسے شمع کا گل توڑنے سے وہ مشابہ سر بریدن کے ہے اس کی روشنی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح روح مفارقۃ مادہ سے خواہ وہ مفارقۃ حساً ہو کما فی الفناء اللغوی یا توجہاً ہو کما فی الفناء الاصطلاحی زیادہ لطیف ہو جاتی ہے اور اس فناء سے جو جسمی و حسی ضرر ہوتا ہے عشاق اس سے نہیں ڈرتے کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے کہ) آتش اگر (اپنے) خرمن (وذخیرہ) کو آگے اور پیچھے سے (یعنی بتمامہ) لے لے (یعنی کہیں آس پاس آگ نہ رہے جس سے مشعل وغیرہ سفر کے لئے لے سکیں لیکن) شب رولوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے (آتش نہ رہنے سے ان کا کوئی ضرر نہیں پس جسم مادی مثل آتش عنصری کے ہے اور روح بمنزلہ مادہ کما قال سابقاً ماہ جان من الخ پس فناء جسم مع بقاء روح بھی مضر نہیں وہذا التوجیہ مما حصنی اللہ تعالیٰ بہ بفضلہ اس کے بعد شہزادہ اپنی کامیابی کی امید کی تقریر کرتا ہے یعنی دیکھو) یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا بھائیوں کے حیلہ سے یعقوب علیہ السلام سے (اور) انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا (لیکن عشق و محبت کے اثر سے) آخر پیرہن نے غمازی کی (اور یوسف علیہ السلام کو ظاہر کر دیا اسی طرح گوشہ کا نے اس معشوقہ کو ایسا مخفی کر رکھا ہے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا اور پیام بھیجنا تو کیا معنی چنانچہ ختم سرخی سے پچیس تیس شعر قبل مذکور ہوگا کہ جو شخص پیام بھیجتا ہے شاہ چین اس سے کہتا ہے کہ میری دختر ثابت کر ورنہ سزا ہوگی مگر باوجود اس کے اس اختفاء کے مجھ کو امید ہے کہ میرے عشق کی تاثیر اس کو ظاہر کر کے رہے گی اور میں مثل یعقوب علیہ السلام کے اس تک پہنچوں گا وفی ہذا الباب قیل۔

آہ من گر اثرے داشتے یار بکویم گزرے داشتے

ان دونوں (بھائیوں) نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر (اور غافل) مت کر (بلکہ جو خطرات اس میں ہونے والے ہوں ان کو بھی پیش نظر رکھ اور) ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ (کہ ایک تو غم سے چور ہو ہی رہے ہیں اگر تم کو کچھ ضرر پہنچ گیا ہم کو زیادہ صدمہ ہوگا اور) ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے (یعنی ایسے امر خطرناک کا قصد کرنا بمنزلہ زہر کے ہے جلدی کا مطلب تو ظاہر ہے اور شک کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مضر ہونا یقینی ہے مگر تم اس ضرر کو مشکوک سمجھتے ہو یہ مشکوک سمجھنا سبب ہو جاوے گا اس زہر خوری کا آگے ایک قید ہے مخوراین زہر کی بطور استثناء کے یعنی تو یہ زہر مت کھا) بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے (یعنی اگر کوئی اپنا شفیق و تجربہ کار بزرگ ہو خواہ دینوی امور دنیویہ میں یا دینی امور دینیہ میں اس کی رائے اور مشورہ سے زہر خوری دوقوع فی الخطر مضائقہ نہیں باقی بدوں اس کے) تو کیونکر (ایسے راستہ کو) چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں (یعنی جبکہ تو محقق بھی نہیں تو بدوں تقلید کسی محقق کے امر خطرناک میں اپنی رائے ناقص سے کیسے واقع ہوتا ہے اور یہ یا شہزادوں کا مقولہ ہے یا مولانا کا بطور انتقال کے اور اول احتمال پر آگے سے انتقال ہوگا خواہ متصلاً خواہ شعر عالمی الخ سے آگے غیر محقق کے لئے خود رائی کا ضرر مذکور ہوتا ہے یعنی) خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جمے ہوئے بلندی پر اڑے اور خطر میں پڑے (آگے بتلاتے ہیں کہ پر کے مشابہ کیا چیز ہے یعنی) آدمی کے لئے (خود اپنی) عقل (کامل) بال و پر ہوتا ہے (اور) اگر عقل (کامل) نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل (بال و پر ہوتا ہے پس) یا تو مظفر (بعقل اور) یا مظفر کا طالب رہ (اور) یا صاحب نظر (وبصیرت) یا صاحب نظر کا طالب رہ (کیونکہ) بدوں مفتاح عقل کے (خواہ وہ

اپنی محققانہ عقل ہو یا کسی محقق کی عقل ہو جس کی تقلید کرے پس بدوں اس کے) دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا (جس کا تم ارادہ کرتے ہو) ہوا (ئ نفسانی) سے ہوتا ہے نہ کہ از راہ صواب (و مصلحت چنانچہ یہی حال ہے سلوک باطنی کا کہ قبل از فوز بدرجہ تحقیق کسی مرشد کامل کا اتباع حصول مقصود کے لئے موقوف علیہ ہے اور خود رائی کہ اس کا حاصل اتباع ہوی ہے موجب مضار کثیرہ بدنیہ وروحیہ و قد یعلمها اهله فلا حاجة الی البیان آگے نظائر ہیں اتباع ہوی کے مضار کے)۔

فائدہ:۔اور جاننا چاہئے کہ غیر محقق کا اتباع بھی خود رائی کے حکم میں ہے آخر بحث تک اس کو مستحضر رکھو۔

عالمے دردام میں بیں از ہوا	وز جراحتہای ہمرنگ دوا
ایک عالم کو دام میں دیکھ بسبب ہوی کے	اور بسبب ان زخموں کے جو دوا کی ہمرنگ ہیں
مار استادہ است بر سینہ چو مرگ	در دہاں بگرفتہ بہر صید برگ
سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح	منہ میں پتا لئے ہوئے شکار کرنے کے واسطے
در حشایش چوں حشیشے او بپاست	مرغ پندارد کہ او شاخ گیاست
گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے	پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھانس کی شاخ ہے
چوں نشیند بہر خور بر روی برگ	درفتد اندر دہان مار مرگ
جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے	تو مار مرگ کے منہ میں آ گرتا ہے
کردہ تمساحے دہان خویش باز	گرد دندانہاش کرمان دراز
ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے	اس کے دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں
از بقیہ خور کہ در دندانش ماند	کرمہا روئید و بردنداں نشاند
بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے	کیڑے پیدا ہو گئے ہیں اور اس نے دانت پر جمار کھے ہیں
مرغگاں بینند کرم و قوت را	مرج پندارند آں تابوت را
پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں	چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت کو
چوں دہاں پرشد ز مرغ او ناگہاں	درکشد شان و فروبندد دہاں
جب منہ پرندوں سے پر ہو گیا	تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے
ایں جہان پر ز نقل و پر زناں	چوں دہان باز آں تمساح داں
یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے	مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان
بہر کرم و طعمہ اے روزی تراش	از فن تمساح دہر ایمن مباش
کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش	مکر نہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ

روبہ افتد پہن اندر زیر خاک	برسرخاکش حبوب مکرناک
لومڑی پھیل کر زیرخاک پڑ جاتی ہے	اس کی سطح خاک پر دانہ مکرناک
تابیاید زاغ غافل سوی آں	پای او گیرد بمکر آں مکر داں
تاکہ زاغ غافل اس کی طرف آوے	وہ مکرداں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے
صد ہزاراں مکر در حیواں چوہست	چوں بود مکر بشر کو مہتر ست
جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں	تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہوگا کہ وہ تو سردار ہے
مصحفے بر کف چو زین العابدیں	خنجرے پر زہر اندر آستیں
ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح	آستین میں خنجر پر زہر ہے
گویدت خنداں کہ اے مولای من	دردل او بابلے پر سحر و فن
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم	اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا
زہر قاتل، صورتش شہد ست و شیر	ہیں مرو بے صحبت پیر خبیر
زہر قاتل ہے صورت اس کی شہد و شیر ہے	خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے راستہ مت چلنا
جملہ لذات ہوا مکرست و زرق	سوز و تاریکی ست گرد نور برق
تمامی لذات ہوا مکر و دھوکہ ہے	نور برق کے گرد سوز اور تاریکی ہے
برق نور کوتہ و کذب و مجاز	گرد او ظلمات و راہ تو دراز
نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے	اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے
نے بنورش نامہ تانی خواندن	نے بمنزل اسپ تانی راندن
نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے	نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے
لیک جرم آنکہ باشی رہن برق	از تو رو اندر کشد انوار شرق
لیکن اس جرم میں کہ تو برق کا مرہون ہو رہا ہے	تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں
خشم گیرد بردلت آں آفتاب	چوں تو جوئی از عطارد نور و تاب
تیرے قلب پر وہ آفتاب غصہ کرتا ہے	جب تو عطارد سے نور اور تابش ڈھونڈھتا ہے
می کشاند مکر برقت بے دلیل	در مفازہ مظلمے شب میل میل
تجھ کو وہی برق دروغ بدوں کسی رہبر کے لئے جارہی ہے	میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کرکے

گاہ بر کہ گاہ برجو اوفتی	گہ بدیں سوگہ بداں سو اوفتی
کبھی پہاڑ پر کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے	کبھی ادھر کبھی ادھر گر پڑتا ہے

ایک عالم کو دام میں (مبتلا) دیکھ بسبب (اتباع) ہوا کے اور بسبب ان زخموں کے جو کہ دوا کی ہم رنگ ہیں (اور حرکت ہوا کا یہی منشا ہے کہ ان کا ظاہری نافع ہونا دیکھ کر مضار میں پھنس جاتا ہے چنانچہ) سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح (اور) منہ میں پتا لئے ہوئے ہے شکار کرنے کے واسطے (اور) گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی (کوئی) شاخ ہے جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے تو مار مرگ کئے منہ میں آ گرتا ہے (دوسری نظیر یہ کہ) ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے اس کے (دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے کیڑے پیدا ہوگئے ہیں اور اس نے دانت پر جما رکھے ہیں (یعنی ان کو قصداً دفع نہیں کیا) پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں (اور) چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت (موت) کو جب (اس کا) منہ پرندوں سے پر ہو گیا تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے (اسی طرح) یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان (پس) کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش مکر نہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ (تیسری نظیر) لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے اس کے (پاس کی) سطح خاک پر دانے مکرناک (ہوتے ہیں) تاکہ زاغ غافل اس کی طرف آوے (اور اس وقت) وہ مکرداں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے (اور) جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں (جیسا اوپر مار و نہنگ و روباہ کا حال مذکور ہوا) تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہوگا کہ وہ تو (فہم میں سب کا) سردار ہے (آگے اس کے ایک مکر کا بیان ہے کہ) ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح (اور) آستین میں خنجر پر زہر ہے (یعنی ظاہر موافق اور باطن مخالف) تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم (اور) اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر وفن کا بھرا ہوا (وہ) زہر قاتل ہے (مگر) صورت اس کی شہد اور شیر ہے (اسی طرح باطن میں بھی سمجھو کہ نفسانی تسویلات و شیطانی تلبیسات ہوتی ہیں جب یہ کیفیت ہے تو) خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے (سلوک کا) راستہ مت چلنا (آگے تمثیلاً اور بھی تلبیسات کا بیان ہے کہ) تمامی لذات ہوا مکر اور دھوکہ ہے (اور) نور برق کے گرد سوز اور تاریکی ہے (سلوک میں دو قسم کے دھوکے ہوتے ہیں ایک یہ کہ اخلاق میں تلبیس کرتا ہے مثلاً کبھی توسع فی المباحات کو شیطان ذریعہ بناتا ہے انہماک فی اللذات کا کبھی تضیق فی المباحات کو ذریعہ بناتا ہے لذت جاہ کا مصرعہ اولیٰ میں لذات ہوا کا مدلول یہ قسم ہے دوسری قسم یہ کہ مکاشفات میں تلبیس کرتا ہے کہ احوال نفسانیہ کو احوال روحانیہ یا انوار حادثہ کو انوار قدیمہ خیال میں ڈالتا ہے مصرعہ ثانیہ کا مدلول یہ قسم ہے اور چونکہ ثانی اضر واشد ہے اول سے اس لئے آگے اسی کے بیان پر اکتفا فرماتے ہیں کہ) نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے (اور) اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے (اور چونکہ اس برق کا نور کوتہ و کذب ومجاز ہے اس لئے) نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے (اور) نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے (یعنی اس نور سے نہ سلوک نظری ہو سکتا ہے کہ معارف ہیں نہ سلوک قدمی کہ احوال صادقہ سے اتصاف ہے پس اس خود رائی سے نفع تو کچھ نہ ہوا) لیکن (حرمان حالی کے علاوہ ایک نقصان البتہ ہو گیا جس سے مآل میں بھی حرمان ہی رہا وہ یہ کہ) اس جرم میں کہ تو (اس) برق (خلب) کا مرہون (اور گرفتار) ہو رہا ہے تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں (مراد انوار آفتاب سے کاملیں کہ مشابہ انوار آفتاب کے ہیں یا فیوض کاملین کہ کاملین مشابہ آفتاب کے اور ان کے فیوض مشابہ اس کے انوار کے

آگے بھی اس اعراض کی تاکید ہے کہ) تیرے قلب پر وہ آفتاب (یعنی شیخ الوقت) غصہ کرتا ہے جب تو (اس کو چھوڑ کر) عطارد سے (کہ وہ تیری رائے اور فہم ہے) نور اور تابش ڈھونڈھتا ہے (چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے کہ ایسے معجب برای نفسہ سے شیوخ مکدر رہتے ہیں پس ایسے شخص پر آئندہ بھی سبل مسدود رہتے ہیں پس اس حالت میں) تجھ کو وہی برق دروغ بدوں کسی (حقیقی) رہبر کے لئے جا رہی ہے۔ میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے (جس سے راہ دراز کا قطع کرنا مستبعد ہے اور دراز ہونے کی چار شعر قبل تصریح ہے گرد او ظلمات و راہ تو دراز اور وہ میل میل چلنا بھی اس انداز سے ہے کہ) کبھی پہاڑ پر (اور) کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے کبھی ادھر کبھی ادھر گر پڑتا ہے (اوپر ایسے شخص سے تکدر شیوخ کا ذکر تھا آگے یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شیخ وسیع الاخلاق غالب الاشفاق تکدر پر اپنی شفقت و خیر خواہی کو غالب کر کے ایسے شخص کو متنبہ بھی کرتا ہے یا بلا قصد اس کے ارشادات اس باب کے متعلق اس کے کان میں پڑتے ہیں تو یہ شخص اسی خود رائی کے سبب اس کی تنبیہ کو قبول نہیں کرتا آگے متصلاً اسی کا ذکر ہے مع ردعذر اس متفرد کے)۔

خود نہ بینی تو دلیل اے راہ جو	ور بہ بینی رو بگردانی ازو
اے راہ جو تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں	اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے
کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل	مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل سفر کر چکا ہوں	مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے
گر نہم من گوش سوی آں شگفت	امر او را ہم ز سر باید گرفت
اگر میں اس عجیب بات کی کان رکھوں	تو اس کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہئے
من دریں رہ عمر خود کردم گرو	ہرچہ بادا باد اے خواجہ برو
میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کر دی	جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب چلا جا
راہ گردی لیک درظن چو برق	عشر آں رہ کن پئے وحی چو شرق
تو نے راستہ تو طے کیا ہے لیکن خیال میں جو مثل برق کے ہے	اس راستہ کا دسواں حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کر لے
ظن لا یغنی من الحق خواندۂ	وز چناں برقے ز شرقے ماندۂ
تو نے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا پڑھا ہے	اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے
ہے درآ' درکشتی ما اے نژند	یا تو ایں کشتی برآں کشتی بہ بند
خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرگشتہ	یا تو اس کشتی کو اس کشتی سے باندھ دے
گوید او چوں ترک گیرم گیرو دار	چوں روم من در طفیلت کور وار
وہ کہتا ہے میں ریاست کو کیسے چھوڑ دوں	تیرے طفیل میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں	زاں یکے ننگ ست وصد ننگ ست ازیں
کور جو کہ راہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقیناً اچھا ہے	اس سے تو ایک ہی ننگ ہے اور اس سے صدہا ننگ ہیں
می گریزی از پشہ در اژدہا	می گریزی از نمی در بحرہا
تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے	ایک نم سے تو ایک دریا کی طرف بھاگتا ہے
میگریزی از جفاہائے پدر	درمیان لوطیان شور و شر
تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے	لوطیان با شور و شر کے درمیان میں
می گریزی ہمچو یوسفؑ زاں دہے	تاز نرتع نلعب افتی در چہے
تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں سے جاتا ہے	یہاں تک کہ نرتع ونلعب کے سبب ایک کنویں میں جاگرتا ہے
درچہ افتی زیں تفرج ہمچو او	مر ترا لیک آں عنایت یار کو
تو اس تفرج کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا	لیکن تیرے ساتھ وہ عنایت ناصر کی کہاں ہے
گر نبودے آں بفرمان پدر	بر بنا وردے ز چہ تا حشر سر
اگر یہ باذن پدر نہ ہوتا	تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے
آں پدر بہر دل او اذن داد	گفت چوں اینست میلت خیر باد
اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دیدیا تھا	فرمادیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے کہ تو خدا بہتر کرے
ہر ضریرے کز مسیحے سر کشد	او جہودانہ بماند از رشد
جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے	وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا
قابل ضوبود اگرچہ کور بود	شد ازیں اعراض او کور و کبود
وہ قابل روشنی کے تھا گو کہ کور تھا	اس اعراض سے وہ بالکل ہی کورد کبود ہوگیا
گویدش عیسیٰؑ بزن درمن دو دست	اے عمیٰ کحل ضریری با من ست
اس سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے	اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے
از من ار کوری بیابی روشنی	بر قمیص یوسفؑ جاں برزنی
اگر تو کور ہے مجھ سے روشنی پاوے گا	قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا
کاروبارے کت رسد بعد شکست	اندراں اقبال ومنہاج راہ است
جو کاروبار کہ تجھ کو بعد شکستہ ہونے کے پہنچے	اس میں کہ اقبال اور منہاج راہ ہے

کاروبارے کاں ندارد پا و دست	ترک گیرائے بوالفضول گیج مست
جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کردے اے بوالفضول احمق مست
کاروبارے کہ ندارد پا و سر	ترک کن ہے پیر خرائے پیرہ خر
جو کاروبار کہ سرپاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کر دے ہاں پیر کو اختیار کر اے بوڑھے گدھے
غیر پیر استاد و سر لشکر مباد	پیر گردوں نے ولے پیر رشاد
بجز پیر کے کوئی استاد اور سر لشکر نہ ہو	پیر زمانہ نہیں و لیکن پیر ارشاد
درزماں چوں پیر راشد زیردست	روشنائی دید آں ظلمت پرست
جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آ گیا تو فی الفور	اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی
شرط تسلیم ست نے کار دراز	سود نبود در ضلالت ترک تاز
تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز	راہ گم ہونے میں دوڑ دھوپ کچھ مفید نہیں
من نجویم زیں سپس راہ اثیر	پیر جویم پیر جویم پیر پیر
اس کے بعد میں ملک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا	پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر
پیر باشد نرد بان آسماں	تیر پراں از کہ گردد از کماں
پیر نردبان آسمان ہے	تیر کس سے پراں ہوتا ہے؟ کماں سے

اے راہ جو (خودرائے) تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں اور اگر (کسی کی رہنمائی سے) دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل (یعنی طویل) سفر کر چکا ہوں (اور پھر بھی) مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے (پس) اگر میں اس عجیب بات کی طرف کان رکھوں تو اس (سفر) کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہئے) گویا تمام طے شدہ سلوک کالعدم قرار دوں سو یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ) میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کردی (سو اس کو کالعدم کیسے سمجھوں اب تو) جو کچھ بھی ہوسو ہوا ے صاحب (یعنی اے نفس یوں ہی) چلا جا (کبھی نہ کبھی پہنچ ہی رہے گا وہ محقق شفقت سے جواب دیتا ہے کہ) تو نے راستہ تو (بزعم خود) طے کیا ہے لیکن (محض) خیال میں جو کہ مثل برق کے ہے (جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے) اس راستہ کا دسواں ہی حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کرلے (یہاں وحی عام ہے حقیقی اور حکمی یعنی نص والہام غیر مخالف نص کو کہ وہ اتباع وحی سے مسبب ہونے کے سبب مقتبس من الوحی ہے اور ظن سے مراد اس کا مقابل یعنی رائے محض) تو نے (قرآن مجید میں) ان الظن لایغنی من الحق شیئاً پڑھا ہے (جس سے مراد دعویٰ غیر مستند الی الوحی ہے پس دلیل شرعی ظنی جو مستند الی الوحی ہو وہ اس ظن غیر مغنی سے خارج ہے) اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرگشتہ (کذانی الغیاث) یا تو (اپنی) اس کشتی کو (ہماری) اس کشتی سے باندھ دے (اول اشارہ ہے تفویض محض کی طرف جیسا مرید کرتا ہے پیر کے ساتھ اور دوسرا اشارہ ہے اپنی تجویز میں مشورہ لے لینے کی طرف جیسا چھوٹا برادر طریقت

بڑے برادر طریقت کے ساتھ کرتا ہے) وہ خودرائے جواب میں) کہتا ہے میں ریاست (ومتبوعیت) کو کیسے چھوڑ دوں (اور) تیسرے طفیل (اور تابعیت) میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں (مولانا اس عذر قبیح کو رد فرماتے ہیں تو جو کور دار کہتا ہے تو سمجھ لے کہ) کور جو کہ رہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقیناً اچھا ہے (کیونکہ) اس (اتباع) سے تو ایک ہی ننگ ہے (کہ یہ ناواقف ہے اور اس (راہروی بے رہبری) سے صدہا ننگ ہیں (دنیا میں بھی مبصرین کے نزدیک اور آخرت میں سب کے نزدیک بس تو ننگ خفیف سے بھاگ کر ننگ عظیم میں پڑتا ہے تیری ایسی مثال ہے جیسی گویا) تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے (اور) تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے (اور) لوطیان باشور وشر کے درمیان میں (جاتا ہے اور) تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں (یعنی کنعان) سے جاتا ہے یہاں تک کہ نرتع ونلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے (یہاں تشبیہ صرف انقطاع عن المربی میں ہے گو مشبہ بہ میں محض صوری ہے **وقد صرح به فیما سیاتی من قوله** گر نبودے ان بفرمان الخ اور مشبہ میں حقیقی پس کوئی اشکال نہیں اور تشبیہ مذکور سے شاید کسی کو شبہ ہوتا کہ پھر ہم بھی چاہ سے نکل آویں گے آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ یہ تشبیہ تام من کل الوجوہ نہیں ہے اس جزو خاص میں باہم فرق ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) تو اس تفرح کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا لیکن (ان کی طرح نکلے گا نہیں کیونکہ ان کے ساتھ تو عنایت حق تھی اور) میرے ساتھ وہ عنایت ناصر (حقیقی) کی کہاں ہے (اور ان کے ساتھ عنایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ جانا بھی باذن شیخ تھا ورنہ) اگر یہ (جانا) بہ اذن پدر نہ ہوتا تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے (بلکہ وہاں ہی ہلاک ہو جاتے اور تو خود اتباع شیخ سے بعید ہے پس اپنا قیاس ان پر صحیح نہیں اور اگر شبہ ہو کہ جب باوجود اذن شیخ کے بھی ان پر بلا آئی تو اتباع وعدم اتباع برابر ہوا ورنہ ان پر بلا کیوں آتی تو جواب اس کا یہ ہے کہ) اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دے دیا تھا (اور) فرما دیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے تو (جاؤ) خدا بہتر کرے (مطلب یہ کہ وہ رائے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ابتدائی نہ تھی پس اس جانے میں جتنا دخل تھا رائے یوسفی کا وہ سبب بلا کا ہوا اور جتنا دخل تھا اذن یعقوبی کا وہ سبب نجات کا ہوا پھر بھی اتباع وعدم اتباع برابر نہ ہوا اور جاننا چاہئے کہ یہ جواب مولانا کا تبرعاً وتنزلاً ہے ورنہ شروع سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ یہ جانا نہ سلوک سے متعلق ہے اور نہ اس میں کوئی دین کی مضرت ہوئی پس باوجود اذن کے بھی اس بلا کا آ جانا اصل مدعا پر کہ تفرد عن الشیخ فی السلوک کا مضر دین ہونا ہے موجب اشکال نہیں ہے پھر عود ہے مضمون کور بار ہبر الخ کی طرف یعنی کور بار ہبر کا بہتر ہونا تو معلوم ہو گیا اب کور بے رہبر کا بیان سنو کہ) جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا (اور قبل سرکشی کے) وہ قابل روشنی کے تھا (یعنی اس میں استعداد صالح تھی) گو کہ کور (اور ناواقف راہ) تھا (مگر جب اس نے سرکشی کی تو) اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور وکبود ہو گیا (یعنی استعداد بھی فاسد ہو گئی گو باطل تو عمر بھر بھی نہیں ہوتی **لان الاستعداد هو منا ط التكليف والتكليف باق مدة عمره فكذا الاستعداد**) اس (کور) سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے اگر تو کور ہے (تو کیا ہوا میرا اتباع کر) مجھ سے روشنی پاوے گا (اور) قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا (مطلب یہ کہ اگر فاسد الاستعداد بھی خلوص کے ساتھ کامل کا اتباع کرے پھر اس کی استعداد میں صلاحیت ہو جاتی ہے گو اکثر قدرے توقف سے سہی آگے بھی برکت اتباع شیخ کی اور نہی تفرد سے مذکور ہے یعنی) جو کار و بار کہ تجھ کو بعد شکستہ ہونے کے پہنچے (شکستگی سے مراد انقیاد للشیخ ہے کہ اس میں انکسار ہے نفس کا جاہ وریاست سے جس کا عذر ہونا خودرائے کی جانب سے اوپر مذکور ہوا تھا گویداو چوں ترک گیرم الخ پس گویا وہ خودرائے اس کا مخاطب بالاولیٰ ہے یعنی عدم انکسار کے

ثمرات تو دیکھ لئے اب انکسار کا ثمرہ دیکھ لینا کہ اس کے بعد جو کچھ حال پیش آوے گا) اس میں (دیکھے گا) کہ اقبال اور منہاج راہ ہے (پس) جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو (مراد اس سے سلوک بطور خود بدوں ارشاد مرشد کے اس کو) ترک کر دے اے بوالفضول احمق مست (آگے پھر اسی کی تاکید ہے کہ) جو کاروبار کہ سر پاؤں نہ رکھتا ہو (ہمارے محاورات میں بے ڈھنگی چیز کو کہا کرتے ہیں کہ اس بات کے نہ سر ہے نہ پاؤں ہے اس کو) ترک کر دے ہاں پیر کو اختیار کر اے بوڑھے گدھے (اور پیر وہ چیز ہے کہ خدا کرے) بجنوں پیر کے کوئی استاد اور سرلشکر نہ ہو (یعنی پیر ہی متبوع ہو ہر قوم کا اور مراد پیر سے) پیر زمانہ نہیں (ہے کہ زمانہ عمر اس کا زیادہ ہو یعنی بوڑھا ہو) ولیکن پیر ارشاد (یعنی مرشد کامل مراد ہے اور پیر کی ایسی برکت ہے کہ) جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آ گیا تو فی الفور اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی (ظلمت پرست سے مراد جو کہ بطور خود سلوک کر رہا تھا یعنی وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ بشرط خلوص پیر کے ساتھ تعلق شروع کرتے ہی وہ اپنے قلب میں نور ہدایت پاوے گا اور یہ امر مشاہد ہے آگے ان برکات مذکور کی ایک شرط کو بیان فرماتے ہیں جس کو بندہ نے کہیں کہیں اثنائے تقریرات میں بعنوان خلوص ظاہر بھی کیا ہے اس کو مولانا عنوان تسلیم سے ذکر فرماتے ہیں یعنی ان سب برکات کے لئے) تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز (یعنی مجاہدات طویلہ اور بدوں شیخ کے اور عدم تسلیم للشیخ بھی بحکم عدم الشیخ ہے راہ سلوک گم ہے اور) راہ گم ہونے (کی حالت) میں دوڑ دھوپ (یعنی مجاہدات طویلہ متعبہ) کچھ مفید نہیں (چنانچہ محسوسات میں بھی اگر کوئی شخص بے راہ ہو اور بڑی زور سے دوڑے تو مقصود سے اور دور ہی ہوتا جاوے گا جب ثابت ہو گیا کہ بدوں شیخ کے مجاہدہ وسعی غیر مفید ہے پس) اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا (یعنی محض مجاہدہ سے ترقی کا قصد نہ کروں گا بلکہ اس کے قبل پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر (یہ تاکید در تاکید ہے اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ مولانا تو پیر کو اختیار کر چکے تھے پھر جویم کے کیا معنی یہ جویم ایسا ہے جیسے ومالی لااعبد یعنی اوروں کو ترغیب دینا ہے اپنے اوپر رکھ کر آگے علت ہے پیر جوئی کی یعنی پیر کو اس لئے ڈھونڈوں گا کہ) پیر نردبان آسمان ہے (یعنی ذریعہ ترقی باطن کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) تیر کس سے پران ہوتا ہے (خود جواب دیتے ہیں کہ) کمان سے (اسی طرح مرید ببرکت پیر کے مقام عالی تک پہنچ جاتا ہے اور متفرد گو سعی کرے مگر اس طرح بیکار ہے جیسے نمرود آسمان پر کرگسوں کے واسطہ سے جانا چاہتا تھا اور ناکام رہا آگے یہی مضمون ہے۔)

بے ز ابراہیمؑ نمرود گراں	کرد با کرگس سفر بر آسماں
بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غبی نے	کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا
از ہوا شد سوی بالا او بسے	لیک بر گردوں نپرد کرگسے
ہوا کے سبب اوپر کی طرف بہت گیا	لیکن آسمان پر کرگس نہیں اڑتا
گفتش ابراہیمؑ اے مرد سفر	کرگست من باشم اینست خوبتر
ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے سفر کرنے والے	تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے
چوں زمن سازی ببالا نردبان	بے پریدن بر روی بر آسماں
جب تو اوپر کے لئے میری نردبان بناوے گا	تو بدوں پرواز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا

آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق	بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق
جس طرح سے غرب اور شرق تک	بدوں زادوراحلہ کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے
آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب	حس مردم شہرہا در وقت خواب
جس طرح سے کہ شب کو مسافرت کے طور پر	آدمیوں کے حواس شہر در شہر سونے کے وقت چلے جاتے ہیں
آنچنانکہ عارف از راہ نہاں	خوش نشستہ میرود در صد جہاں
جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے	اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے
گر ندادستش چنیں رفتار دست	ایں خبرہا زاں ولایت از کیست
اگر اس کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی	تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے ہیں
ایں خبرہا ویں روایات محق	صد ہزاراں پیر بروے متفق
یہ خبریں اور یہ روایت حقہ	لاکھوں شیوخ ان پر متفق
یک خلافے نے میان ایں عیون	آنچنانکہ ہست در علم ظنون
ان بزرگوں کے درمیان ان میں ایک خلاف بھی نہیں	جیسا کہ علوم ظنیہ میں ہوتا ہے
آں تحری آمد اندر لیل تار	ویں حضور کعبہ و وسط نہار
وہ تو شب تاریک میں تحری ہے	اور یہ حضور کعبہ اور وسط نہار ہے
خیز اے نمرود پر جوی از کساں	نرد بانے نایدت از کرگساں
اے نمرود اٹھ آدمیوں سے پر طلب کر	تجھ کو کرگسوں سے نرد بان نہ ملے گی
عقل جزوی کرگس آمد اے مقل	پر او باجیفہ خواری متصل
عقل ناقص کرگس ہے اے قلیل المتاع	اس کا پر مردار خواری سے متصل ہے
عقل ابدالاں چو پر جبرئیلؑ	می پرد تا ظل سدرہ میل میل
اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے	جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے
باز سلطانم گشم نیکو پیم	فارغ از مردارم و کرگس نیم
میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں	مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں
ترک کرگس کن کہ من باشم کست	یک پر من بہتر از صد کرگس ست
تو کرگس کو ترک کر کے کہ میں تیرا یار بنوں	میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے افضل ہے

باید استا پیشه را و کسب را	چند بر عمیا دوانی اسپ را
پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے	تو الا دھند کتنا دوڑاوے گا گھوڑے کو

بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غبی نے کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا (اور) ہوا (ے نفسانی) کے سبب اوپر کی طرف بہت (دور تک) گیا (بھی) لیکن (پھر بھی) آسمان پر (تو) کرگس نہیں اڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (اس سے) فرمایا (قالاً یا حالاً کہ) اے سفر کرنے والے تیرا کرگس میں ہوجاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے (یعنی میرے اتباع سے عروج الی السماء بالمعنی آلاتی کہ وہی مفید بھی ہے میسر ہوسکتا ہے پس) جب تو اوپر (جانے) کے لئے میری نردبان بناوے گا تو بدوں (حسی) پرواز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا (مراد اس سے عالم غیب کے ساتھ تعلق ہوجانا ہے اسی اعتبار سے آگے مثالیں ہیں یعنی) جس طرح سے غرب اور شرق تک بدوں راد وراحلہ (یعنی اسباب سفر حسی) کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے (یہ جانا وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ شب کو مسافرت کے طور پر آدمیوں کے حواس شہر در شہر سونے کے وقت چلے جاتے ہیں (اس کی صورت بھی وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے (یہ جانا بھی تعلق و توجہ ہے عوالم غیب کی طرف آگے اس جانے کی ایک دلیل ہے یعنی) اگر اس (عارف) کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے (منقول) ہیں (یعنی کوئی نقل سابق تو پائی نہیں گئی اور وہ علوم عقلی بھی نہیں محض کشفی و حالی ہیں اور وہ کشف موقوف ہے اس عالم کے ساتھ تعلق ہونے پر پس خبر دلیل کشف ہے اور کشف دلیل تعلق اور یہی مدعا تھا اور اگر کوئی یہ احتمال کرے کہ ممکن ہے کہ محض خیالی خبریں خلاف واقع ہوں اور ایسی حکایت دلیل نہیں ہے تحقق محکی عنہ و تعلق الحاکی بہ کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جو استدلال کیا ہے ایں خبر ہا الخ سو مستدل بہ مطلق خبریں نہیں بلکہ) یہ خبریں اور یہ روایات حقہ (اور) لاکھوں شیوخ ان پر متفق (اور) ان بزرگوں کے درمیان ان (خبروں) میں ایک خلاف بھی نہیں جیسا کہ علوم ظنیہ (عقلیہ) میں ہوتا ہے (پس یہ مثل تواتر کے دلیل ہے ان اخبار کے صحیح ہونے کی پس محکی عنہ کا تحقق ثابت ہوگیا اور عقلی ہونا اس مضمون سے منفی ہے یک خلافے نے الخ پس لامحالہ ان کے ساتھ تعلق کشفی ہوگا اور مجموعہ تحقق و تعلق سے مدعا محفوظ رہا اور مراد ان اخبار سے وہ مسائل کشفیہ ہیں جن میں اختلاف نہیں ہے اور وہ بہت ہیں کما لا یخفی علی صاحب الفن اور انبیاء ثابت الصدق بالدلائل العقلیہ نے تو خود بہت امور کے مشاہدہ کی خبر دی ہے پس یہ شبہ بھی رفع ہوگیا کہ انبیاء کا مشاہدہ اس دلیل سے ثابت نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ صرف وحی سے خبر دیدی ہو آگے علوم ظنیہ میں اختلاف اور ان علوم میں عدم اختلاف کی وجہ ایک مثال میں بتلاتے ہیں کہ) وہ (علم ظنی) تو شب تاریک میں تحری (کی مثل) ہے اور یہ (علم عارفین) حضور کعبہ اور وسط نہار (کی مثل) ہے (جس کا راز یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے اور وہ استدلال اے نمرود اٹھ (اور مقبول) آدمیوں سے پر طلب کر تجھ کو کرگسوں سے نردبان نہ ملے گی (اسی طرح) عقل ناقص (جیسی سالک خود رائے کی ہے) کرگس ہے اے قلیل المتاع (یعنی قلیل العقل اور) اس (کرگس) کا پر مردار خواری سے متصل (ہورہا) ہے (اسی اتصال کے واسطہ سے نمرود نے کرگس سے کام لیا تھا اس سے تعلق بغیر الحق کو تشبیہ دی گئی اور) اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے (پھر مقولہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا کہ اے نمرود) میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں (اور) مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں تو کرگس کو ترک کر کہ میں تیرا یار بنوں میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے افضل ہے تو

الا دہند کتنا دوڑاوے گا گھوڑے کو (یعنی اپنی رائے سے کہاں تک سعی کرے گا) پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے (یہ شعر جس طرح مضمون بالا کے مناسب ہے اسی طرح شہزادوں کی نصیحت کے بھی مناسب ہے پس اس میں اشارۂ ایک لطیف طریق سے قصہ کی طرف بھی رجوع ہو گیا چنانچہ آگے رجوع صریح ہے)۔

خویش را رسوا مکن در شہر چین	عاقلے جو خویش از وے در مچین
اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر	کسی عاقل کو ڈھونڈھ اپنے کو اس سے جدا مت کر
آنچہ گوید آں فلاطون زماں	ہیں ہوا بگذار و رو بروفق آں
وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے	ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل
جملہ می گویند اندر چین بجد	بہر شاہ خویشتن کہ لم یلد
تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ	اپنے بادشاہ کے نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی
شاہ ماخود ہیچ فرزندے نزاد	بلکہ سوئے خویش زن را رہ نداد
ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا	بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی
ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت	گردنش با تیغ براں گشت جفت
بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی	اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقروں کی گئی
شاہ گوید چونکہ گفتی ایں مقال	زود ثابت کن کہ من دارم عیال
بادشاہ کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے	تو جلدی ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں
مر مرا دختر اگر ثابت کنی	یافتی از تیغ تیزم ایمنی
اگر تو نے میری لڑکی ثابت کر دی	تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا
ورنہ بیشک من ببرم حلق تو	برکشم از صوفی جاں دلق تو
ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا	تیری صوفی روح سے دلق کو اتار دوں گا
سر نخواہی برد ہیچ از تیغ تو	اے بگفتہ لاغ کذب آمیز تو
تو تلوار سے سر کو نہ لجاوے گا	اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے
بنگر اے از جہل گفتہ ناحقے	پر ز سرہای بریدہ خندقے
اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے	سرہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے
خندقے از قعر خندق تا گلو	پر ز سرہائے بریدہ زیں غلو
ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک	سرہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ غلو کے

جملہ اندر کار ایں دعویٰ شدند	گردن خود رابدیں دعویٰ زدند
تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے	اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا
ہاں ببیں ایں را بچشم اعتبار	اینچنیں دعویٰ میندیش و میار
ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے	ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا
تلخ خواہی کرد برما عمر ما	کہ بریں میدارد اے دا در ترا
تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا	تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے
گر رود صد سال آنکہ آگاہ نیست	برعمیٰ آں از حساب راہ نیست
اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے	حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے
بے سلاحے در مرو در معرکہ	ہمچو بیباکاں مرو درتہلکہ
بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا	اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا
ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور	کہ مرا زیں گفتہا آید نفور
انہوں نے یہ سب باتیں کہیں اور اس بے صبر نے کہا	کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے
سینہ پر آتش مرا چوں منقل ست	کشت کامل گشت، وقت منجل ست
میرا سینہ آتش داں کی طرح پرآتش ہے	کھیتی پختہ ہو گئی وقت درانتی کا ہے
صدر را صبرے بدا کنوں آں نماند	بر مقام صبر عشق آتش نشاند
سینہ میں صبر تھا وہ اب نہیں رہا	مقام صبر میں عشق نے آگ بٹھلا دی
صبر من مرد آں شبے کہ عشق زاد	درگذشت و حاضراں را عمر باد
میرا صبر اسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا	وہ فوت ہو چکا اور حاضرین کی عمر ہو
اے محدث از خطاب و از خطوب	زاں گذشتم آہن سردے مکوب
اے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے	میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہن سرد مت کوٹ
سرنگونم ہے رہا کن پای من	فہم کو در جملۂ اجزائے من
میں سرنگوں ہوں ہاں میرا پاؤں چھوڑ	میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے
اشترم من تاتوانم می کشم	چوں فتادم زار با کشتن خوشم
میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا	جب زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں

برسر مقطوع اگر صد خندق ست	پیش درد من مزاح مطلق ست
سرہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں	میرے درد کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے
من نخواہم زد دگر از خوف و بیم	ایں چنیں طبل ہوا زیر گلیم
میں آئندہ خوف بیم کے سبب	ایسے طبل عشق کو زیر گلیم نہ بجاؤں گا
من علم اکنوں بصحرا میزنم	یا سر اندازی و یا روی صنم
اب میدان میں علم لگاؤں گا	یا تو سراندازی ہے اور یا روے صنم ہے
حلق کاں نبود سزای ایں شراب	آں بریدہ بہ بشمشیر ضراب
جو حلق کہ اس شراب کے لائق نہ ہو	وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا
دیدہ کو نبود زوصلش در فرہ	آنچناں دیدہ سفید و کور بہ
جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہو	ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے
گوش کاں نبود سزای راز او	برکنش کہ نبود آں برسر نکو
جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو	اس کو اکھاڑ ڈال کہ وہ سر پر اچھا نہیں
اندراں دستے کہ نبود آں نصاب	آں شکستہ بہ بسا طور قصاب
جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو	وہ قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا
آنچناں پای کہ از رفتار او	جاں نہ پیوندد بہ نرگس زار او
وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے	جان اس کی نرگس زار سے نہ مل جاوے
آنچناں پا در حدید اولیٰ ترست	کانچناں پا عاقبت درد سرست
ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے	کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں درد سر ہے

(دو بھائیوں نے اس بڑے بھائی سے کہا کہ) اپنے کو شہر چیں میں رسوا مت کر کسی عاقل کو ڈھونڈھ (اور) اپنے کو اس سے جدا مت کر (اور) وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ اپنے بادشاہ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی (یعنی) ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا (اوپر جو کہ عربی جملہ تھا اس لئے بعد میں فارسی میں تفسیر کی گئی) بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی (اور) بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی (کہ اس کے اولاد ہے غالباً دختر کے لئے پیام بھیجنے کے ضمن میں یہ بات کہنا مراد ہوگا) اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقروں کی گئی (یعنی) بادشاہ (اس پیام والے سے) کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے (کہ میرے کوئی اولاد ہے) تو جلدی (اس کو) ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں۔ اگر تو نے میرے لڑکی

ثابت کردی تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا (اور) تیری صوفی روح سے دلق کو (کہ وہ جسم ہے) اتار دوں گا (اور) تو تلوار سے سر کو (سلامت) نہ لے جاوے گا اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے (فی الغیاث آمغ بمعنی آمیز) اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے سر ہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک سر ہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ (اس) غلو کے (کہ میرے اولاد بتلاتا ہے اور ثابت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک مقولہ شاہ چین کا نقل کیا اب شہزادے کہتے ہیں کہ) تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے (اور) اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے (اور) ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے (فی الغیاث داد بفتح دال ثانی بمعنی برادر و دوست) اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے (چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح) بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا (مطلب یہ کہ کوئی کام بے طریقہ ٹھیک نہیں اور تو طریقہ جانتا نہیں اس لئے جلدی مت کر کسی آگاہ کو بہم پہنچا تب اس کو شروع کر رہی یہ بات کہ یہ بادشاہ باوجود عارف ہونے کے جیسا اس حکایت کی تمہید میں احقر نے مع الدلیل اس کو بیان کیا ہے اس واقعی بات پر کہ اس کے اولاد ہے لوگوں کو قتل کی وعید کیوں سناتا تھا اور پھر قتل کیوں کرتا تھا جیسا خندق کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے سو میرے ذوق میں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں بھی بوجہ شیخ ہونے کے اخلاق کی تعلیم کرتا تھا کہ بدوں دلیل دعوے کرنا گو مخاطب کے نزدیک وہ صحیح ہی ہو لیکن دعوے خلاف احتیاط ہے اس سے روکنے کے لئے وعید کا طریقہ اختیار کیا تھا باقی اس پر قتل نہ کرتا تھا اور خندق دوسرے واقعی مجرموں سے پر ہوگی مگر بمصلحت وہ اپنے کلام میں اس کا ایہام دلاتا تھا کہ ان مقتولین کا یہی جرم تھا تاکہ خوب احتیاط سیکھیں) انہوں نے یہ سب باتیں کہیں اور (جواب میں) اس بے صبر نے کہا کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے میرا سینہ آتش دان کی طرح پر آتش ہے (فی الغیاث منقل انگشتدان و مجمر میرے صبر کی ایسی مثال ہے کہ) کھیتی پختہ ہوگئی (اب) وقت درانتی (پڑنے) کا ہے (یعنی صبر انتہا کو پہنچ گیا اب اس کی قطع برید کا وقت ہے) سینہ میں صبر تھا (مگر) وہ اب نہیں رہا مقام صبر میں عشق نے آگ بٹھلا دی میرا صبر اسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا وہ فوت ہو چکا (اور اس کے ساتھ میں بھی جانے کو تیار ہوں) اور (بقیہ) حاضرین کی عمر ہوائے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے (کہ اظہار میں ایسا ایسا حادثہ پیش آجاوے گا) میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہن سرد مت کوٹ۔ میں (حوادث کے لئے) سرنگوں (اور منقاد ہوں) ہاں میرا پاؤں چھوڑ (کہ حوادث میں واقع ہوں) میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا (اور) جب (بار کی کثرت سے) زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں (مگر اس خوف کے سبب بوجھ کی کثرت سے نہ ڈروں گا اور) سر ہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں (مگر) میرے درد (عشق) کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے (یعنی میں اس کو ایک کھیل سمجھتا ہوں غرض یہ ہے کہ) میں آئندہ خوف و بیم کے سبب ایسے طبل عشق کو زیر گلیم (یعنی مخفی) نہ بجاؤں گا (بلکہ) اب میدان میں علم لگاؤں گا (پس) یا تو سراندازی ہے اور یا روئے صنم ہے (وجہ اس فیصلہ کی یہ ہے کہ) جو حلق کہ اس شراب (وصال) کے لائق نہ ہو وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا (اس لئے اول وصال کی کوشش کروں گا اور اگر وہ میسر نہ ہوا تو اپنے حلق کے لئے کٹنا ہی پسند کروں گا اسی طرح) جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہوا ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے (اسی طرح) جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو اس

کو اکھاڑ ڈال کہ وہ (کان) سر پر (لگا ہوا) اچھا نہیں (معلوم ہوتا اسی طرح) جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو وہ (ہاتھ) قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا (فی الغیاث ساطور کارو بزرگ وخنجر اسی طرح) وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے جان اس (محبوب) کی نرگس زار سے نہ مل جاوے ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں دردسر ہے (اور موجب کلفت فراق ہے اس لئے سزا کے لائق ہے)۔

فائدہ:۔ آگے بطور انتقال کے تشبیہ ہے اس طلب مجاز کی طلب حقیقت کے ساتھ کہ اس میں بھی کوشش و مجاہدہ انتہا کو پہنچا دینا چاہئے گو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوشش ومجاہدہ طریق وصول نہیں ہے اور اس اجمال کی تفصیل بھی آگے آوے گی اور پھر حال سالک سے انتقال ہوگا خاص اس مضمون کی تعمیم کی طرف کہ جہد کی جاوے اور طریق سے اور مقصود حاصل ہو دوسرے طریق سے۔

بیان مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطت عطائے حق آں مقصود از طرف دیگر و بسبب نوع عمل دیگر بدو رساند کہ در وہم او نبودہ باشد واو ہمہ وہم و امید دریں طریق معین بستہ وہمیں حلقۂ درمی زند بو کہ حق تعالیٰ آں روزی را از در دیگر بدو رساند کہ او آں تدبیر نکردہ باشد ویرزقہ من حیث لا یحتسب' العبد یدبر واللہ یقدر و بود کہ بندہ را وہم بندگی بود کہ مرا از غیر ایں در برساند اگرچہ من حلقہ ایں در می زنم حق سبحانہ' وتعالیٰ اورا ہم ازیں در رزوی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای یک سرای ست

اس مجاہدہ کرنے والے کا بیان جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے اس کو پہنچا دے گا۔ جو اس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اس نے تمام وہم اور امیدیں اسی معین راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزی کو دوسرے دروازے سے اسے پہنچا دے جس کی اس نے کوئی تدبیر نہ کی ہو اور اللہ اس کو اس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اس کو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اس در کے غیر سے وہ پہنچائے گا اگرچہ میں اس در کی کنڈی پیٹتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو اسی در سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان کے دروازے ہیں۔

یا دریں رہ آیدم آں کام من	یا چو باز آیم روم سوی وطن
یا تو اس راہ میں میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے	یا باز کی طرح راہ سے وطن کی طرف آ جاؤں
بو کہ موقوفست کامم بر سفر	چوں سفر کردم بیابم در حضر
ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو	جب سفر کر چکوں تو حضر ہی میں پا لوں
یار را چنداں بجویم جد و چست	مابدانم کہ نمی بایست جست
میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا	یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں

آں معیت کے رود در گوش من	تانگردم گرد دوران زمن
وہ معیت میرے کان میں کب جاوے گی	جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھر لوں گا
تا حساب خطوتان و قد وصل	گرددم روشن شود اشکال حل
یہاں تک کہ خطوتان من قطعهما فقد وصل کا حساب	مجھ کو روشن ہو جاوے اشکال حل ہو جاوے
کے کنم من از معیت فہم راز	جز مگر بعد از سفرہائے دراز
میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں	مگر بعد سفر ہائے دراز کے
حق معیت گفت و دل را مہر کرد	تا کہ عکس آید بگوش دل نہ طرد
حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے	تا کہ گوش دل میں جامعیت آ جاوے نہ کہ مانعیت
چوں سفرہا کرد و داد راہ داد	بعد ازاں مہر از دل او برکشاد
جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ کا ادا کیا	اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی
چوں خطائیں آں حساب باصفا	گرددش روشن ز بعد دو خطا
مثل خطائیں اس حساب لطیف کے	اس کو وہ منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے
بعد ازاں گوید اگر دانستمے	ایں معیت را کے او را جستمے
اس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں	اس معیت کو جانتا تو اس کی کب طلب کرتا
دانش آں بود موقوف سفر	ناید آں دانش بہ تیزی فکر
اس کا علم سفر پر موقوف تھا	ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا
آنچنانکہ وجہ وام شیخ بود	بستہ و موصوف گریہ آں وجود
جیسا کہ قرض شیخ کا طریق	معلق اور موقوف تھا اس ہستی کے گریہ پر
کودک حلوائی بگریست زار	توختہ شد وام آں شیخ کبار
ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا	اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا
گفتہ شدآں داستان معنوی	پیش ازیں اندر خلال مثنوی
وہ پر مغز داستاں	اس کے قبل اثنائے مثنوی میں کہی گئی ہے
اں سخن در دفتر دویم گذشت	گر نمی دانی کن آنجا باز گشت
یہ مضمون دفتر دوم میں گزرا ہے	اگر تجھ کو معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کر لے

دردلت خوف افگند از موضعے	تانباشد غیر آنت مطمعے
حق تعالیٰ تیرے دل میں ایسے موضع سے خوف پیدا کردیتا ہے	کہ بجز اس کے تیرے لئے کوئی امیدگاہ نہیں ہوتی
در طمع خود فائدہ دیگر نہد	واں مرادت از کسے دیگر دہد
خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے	اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے
اے طمع بر بستہ در یکجای سخت	کایدم میوہ ازاں عالی درخت
اے شخص جوکہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے	کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا
آں طمع زاں جا نخواہد شد وفا	بل زجای دیگر آید آں عطا
وہ امید وہاں سے پوری نہ ہو گی	بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی
آں طمع راپس چرا در تونہاد	چوں نبودش نیت اکرام و داد
اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا	جبکہ اس کا قصد اکرام اور عطا کا نہ تھا
از برائے حکمتے و صنعتے	نیز تاباشد دلت در حیرتے
کسی حکمت اور صنعت کے لئے	نیز تاکہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے
تادلت حیراں بود اے مستفید	کہ مرا دم از کجا خواہد رسید
تاکہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید	کہ میری مراد کہاں سے ملے گی
تا بدانی عجز خویش وجہل خویش	تاشودایقان تو درغیب بیش
تاکہ تو اپنے عجز و اجہل کو جان لے	تاکہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے
ہم دلت حیراں بود در منتجع	کہ چہ رویاند مصرف زیں طمع
نیز تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب و علف میں	کہ تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے
طمع داری روزیی در درزیی	تاز خیاطی بری زر تازیی
تو روزی کی طمع خیاطی میں رکھتا ہے	تاکہ خیاطی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے
رزق تو در زرگری آرد پدید	کہ زوہمت بود آں مکسب بعید
وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے	کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا
پس طمع در درزیی بہر چہ بود	چوں ترادرجائے دیگر درکشود
پھر طمع خیاطی میں کس لئے تھی	جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ مفتوح فرمایا

بہرنا در حکمتے در علم حق	کہ بنشت آں حکم را در ما سبق
کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے	کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے
نیز تا حیراں بود اندیشہ ات	تا کہ حیرانی بود کل پیشہ ات
نیز تاکہ تیری قوت فکریہ حیران رہے	تاکہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے
یا وصال یار زیں سعیم رسد	یاز راہ خارج از سعی جسد
خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے	خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو
من نگویم زیں طریق آید مراد	می طپم تا از کجا خواہد کشاد
میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی	میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں کہ کسی جگہ سے فتح باب ہوگا
سر بریدہ مرغ ہر سو می فتد	تا کدامیں سو رہد جاں از جسد
سربریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے	کہ کونسی طرف جان بدن سے خلاصی پاوے
یا مراد من برآید زیں خروج	یا ز برج دیگر از ذات البروج
خواہ میری مراد اس خروج سے برآوے	یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے

(شہزادہ کے مقولہ سے انتقال ہے سالک مجاہد کے مقولہ کی طرف بمناسبت لزوم طلب بالغ یعنی یہ سالک کہتا ہے کہ میں بھی مثل اس شہزادہ کے مطلوب حقیقی کی طلب میں کوشش بلیغ کروں گا کہ سفر باطنی ہے یہاں تک کہ) یا تو اس راہ میں (سفر کے ذریعہ سے) میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے (اور) یا باز کی طرح راہ سے (یعنی سفر سے) وطن کی طرف (واپس) آ جاؤں (اور وہ مقصود وطن میں آ کر حاصل ہو جاوے باز کی ساتھ تشبیہ اس میں ہے کہ وہ عادۃً صید کے لئے سفر کرنے کے بعد وطن ضرور لوٹ آتا ہے اور چونکہ دریں رہ آیدم کے مقابل آیم زرہ سوئے وطن آیا ہے اس لئے اس کے ترجمہ میں یہ نکال دیا ہے کہ سفر کے ذریعہ سے اور وطن سے مراد آگے آتی ہے اور یہ دونوں شقیں احتمال عقلی کے درجہ میں ہیں ورنہ آئندہ کے اشعار میں جیسا کہ شرح کے بعد معلوم ہوگا شق متعین یہی ہے کہ وطن ہی میں مقصود حاصل ہوگا لیکن قبل اس کے وقوع کے طالب کی نظر میں تو دونوں ہی احتمال ہو سکتے ہیں آگے مصرعہ ثانیہ کی تاکید ہے کہ) ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو (یعنی سفر اس کے لئے شرط ہو پھر) جب سفر کر چکوں تو (اس مقصود کو) حضر (وطن) ہی میں پالوں (شرح اس کی جیسا مقام کے مجموعہ کلام سے مستفاد ہوتا ہے یہ ہے کہ مقصود سے مراد معیت حق اور سفر سے مراد مجاہدہ اور وطن و حضر سے مراد فطرت پس سالک اس معیت کی تحصیل کے لئے مجاہدہ کرتا ہے اور بعد مجاہدہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معیت تو بدو فطرت سے حاصل تھی پس ایسی مثال ہوگئی کہ ایک چیز اپنے گھر میں موجود ہے مگر چونکہ اس کو دیکھا نہیں یا پہچانتا نہیں اس لئے خبر نہیں کہ گھر میں ہے اس کے ڈھونڈنے کو گھر سے نکلا بڑے بڑے سفر کئے سفر میں کسی نے پورا پتہ بتلایا کہ وہ ایسی ایسی چیز ہے اور تمہارے گھر میں ہے گھر میں آ کر وہ مل گئی جس طرح اس سرخی کے بعد ایک حکایت آوے گی کہ کسی بغدادی نے خواب

میں دیکھا کہ مصر میں ایک خزانہ ہے وہ اس کی تلاش میں مصر پہنچا کوتوال نے پکڑ لیا اس نے کہا کہ میں چور نہیں ہوں صرف ایسا خواب دیکھا تھا اس لئے یہاں آیا ہوں اس نے کہا کہ تو بھی عجیب شخص ہے خواب پر اتنا بڑا سفر کیا خواب میں تو مجھ کو بار ہا نظر آیا ہے کہ بغداد کے فلاں گھر میں کہ وہ اسی کا گھر تھا خزانہ ہے مگر میں نے کبھی اس پر کوئی عملدر آمد نہیں کیا اس شخص کو حیرت ہوگئی اور اپنے گھر آ کر خزانہ تلاش کیا اور مل گیا تو پہلے خواب کا مطلب یہ تھا کہ خزانہ کا پتہ مصر میں ہے پس اسی طرح معیت حق تعالیٰ کی فطری ہے مگر اس کا انکشاف ہر شخص کو نہیں ہے اس کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے بعد مجاہدہ کے جب اس کا انکشاف ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے سے میسر تھی اور گو حق تعالیٰ نے یہ خبر دے دی ہے **وھو معکم اینما کنتم** جس کے بعد ظاہراً عدم انکشاف مستبعد و مستلزم تکذیب نص معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں دو مرتبہ ہیں ایک معیت عقلیہ اعتقادیہ عامہ دوسری معیت ذوقیہ حالیہ خاصہ تو آیت سے قبل ذوق مرتبہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے چنانچہ اہل ظاہر نے یہی سمجھا ہے اور ذوق کے بعد مرتبہ ثانیہ بھی آیت کا مدلول معلوم ہوتا ہے پس اخبار الٰہی کے بعد عدم انکشاف مرتبہ ثانیہ کا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ مرتبہ اولیٰ کے مان لینے سے بھی تصدیق آیت کی ہو جاتی ہے اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف حقیقۃً تو محض فضل وعنایت پر موقوف اور اس کا معلول ہے جس کو جذب کہتے ہیں لیکن عادۃً دو امر پر موقوف ہے ایک یہ سمجھنا کہ یہ معیت حاصل نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ طلب یعنی مجاہدہ سے حاصل ہوگی جس کو سلوک کہتے ہیں اور امر اول پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ یہ مجھ کو حاصل ہے تو وہ طلب ہی کیوں کریگا کہ تحصیل حاصل محال ہے اور امر ثانی پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ مجھ کو حاصل نہیں مگر یہ نہ سمجھے کہ طلب مجاہدہ سے اس کا حصول ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی طلب و مجاہدہ نہ کرے گا اور گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا کہ میرا یہ سمجھنا کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں خلاف واقع نکلا کیونکہ معیت تو حاصل تھی اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کا حصول مجاہدہ سے نہیں ہوا کیونکہ یہ قبل مجاہدہ بھی حاصل تھا لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا اعتقاد ہونا کہ مجھ کو حاصل نہیں اور یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مجھ کو مفید ہوا کہ بدوں اس کے مجاہدہ نہ کرتا اور بدوں مجاہدہ اس کا انکشاف نہ ہوتا اور بدوں انکشاف یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ پہلے سے میسر ہے اور ان دونوں اعتقادوں کو جو خلاف واقع کہا گیا یہ باعتبار ظاہر نظر کے ہے ورنہ واقع میں دونوں اعتقاد مطابق واقع کے ہیں یعنی معیت کا جو درجہ اب حاصل ہوا ہے اس کا پہلے حاصل نہ ہونا بھی اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا بھی لیکن اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ صرف یہ درجہ حاصل نہیں اور نفس معیت حاصل ہے تو چونکہ اس وقت ان دونوں درجوں میں فرق نہیں کر سکتا تھا اس لئے درجہ حاصلہ کو کافی سمجھ کر درجہ غیر حاصلہ کو طلب نہ کرتا اس لئے حاصل کے حصول کا استحضار اس کو مضر تھا پس ضرورت اس کی تھی کہ اس کا استحضار نہ ہو پس اس عدم استحضار کو صورۃً اعتقاد عدم حصول کہا گیا اس کی ایسی مثال ہے کہ مبتدی کو جو کمالات حاصل ہیں اگر ان کو وہ متحضر رکھے تو عجب وغیرہ کا خوف ہے اس لئے یہ کہا جاوے گا کہ تم اپنے کو معرا سمجھو اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ جہل قبیح ہے اور معیت حسن تو تحصیل حسن کے لئے اعتقاد قبیح شرط و موقوف علیہ کیسے ہو سکتا ہے ورنہ اس قبیح کی تحصیل کا مطلوب ہونا لازم آوے گا کیونکہ بوجہ شرطیت کے بدوں اس کی تحصیل کے اس حسن کا حصول ممکن نہیں عقلاً یا عادۃً جیسی شرط ہو البتہ اگر قبیح حسن کے لئے سبب محض ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ عدم توقف کے اس کی تحصیل تو لازم نہیں آتی جب وہ حاصل ہوگا اس کی طرف مفضی ہو جاوے گا جس کی بہت سی مثالیں عشر ہذا کی آخری سرخی کے ذیل میں آویں گی قریب ختم عشر ہذا کے یہ چند احکام ہیں مبحث معیت کے متعلق اگلے اشعار میں یہ سب مذکور ہوتے ہیں اسی لئے احقر نے ان سے پہلے یہ تقریر کر دی

کہ فہم اشعار میں سہولت ہو پس فرماتے ہیں کہ) میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ (اب) طلب کرنے کی ضرورت نہیں (یعنی معیت خاصہ منکشف ہو جاوے کہ یہ انتہا ہے سیر الی اللہ کی اور طلب سے یہی مراد ہے جو کہ یہاں منتہی ہوگئی آگے سیر فی اللہ رہتی ہے جس کا کہیں انتہا نہیں کما قال مولانا۔

اے برادر بے نہایت در گہیست ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

اور سیر الی اللہ سے مقصود بھی یہی سیر فی اللہ ہے پس اس کو اس مقام پر مقصود کہنا باعتبار مجاہدہ کے ہے کہ اس کی غایت مقصودہ تو یہی ہے باقی یہ سیر فی اللہ اس غایت کی بھی غایت ہے خوب سمجھ لو اور) وہ معیت (جس کے انکشاف کے بعد یہ حکم کیا گیا ہے تا بدانم کہ نمی بایست جست) میرے کان میں کب جاوے گی (مراد اس سے اس کا مشاہدہ ہے اطلاقاً للخاص علی العام لان السمع قسم من المشاہدۃ یعنی اس کا مشاہدہ کب ہوگا) جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھر لوں گا (یہ کنایہ ہے مجاہدہ سے آگے غایت ہے گردم گرد دوران زمن کی یعنی میں) یہاں تک (پھروں گا) کہ **خطوتان من قطعهما فقد وصل کا** حساب مجھ کو روشن ہو جاوے (اور) اشکال حل ہو جاوے (یہ ایک مشہور قول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے یک قدم برفرق خود نہ وان دگر در کوئے دوست اور یہ دو قدم کنایہ ہے مجاہدہ سے کہ اس سب کا حاصل فنا و بقاء ہے جو کہ دو قدم کے مشابہ ہے اور اس کا حساب روشن ہونا کنایہ ہے حصول مقصود معیت سے اور حل اشکال سے بھی یہی مراد ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اتنا پھروں گا کہ مجاہدہ کا ثمرہ یعنی حصول مقصود محقق ہو جاوے آگے تفسیر ہے شعر آں معیت کے رود الخ کی کیونکہ رفتن معیت در گوش اور گشتن گرد دوران زمن میں قدرے ابہام تھا اس لئے دونوں مصرعوں میں دونوں کی تفسیر کرتے ہیں یعنی) میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں (جو کہ مقصود ہے) مگر بعد سفر ہائے دراز (یعنی مجاہدہ) کے (فی الحاشیہ اجتماع لفظ جزبا مگر از قبیل اجتماع لفظ نیز وہم است اور گو آیت میں نص ہے **وهو معكم اينما كنتم** جس کے بعد معیت کی تصدیق کا مجاہدہ پر موقوف ہونا غیر صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے تا کہ گوش دل (یعنی عقل استدلالی میں (اس کی) جامعیت (کا مرتبہ) آجاوے نہ کہ مانعیت (کا مرتبہ مراد مرتبہ جامعیت سے معنی عام ہیں معیت کے جو مرتبہ عقلیہ اعتقادیہ ہے اور مراد مرتبہ مانعیت سے معنی خاص ہیں معیت کے جو مرتبہ ذوقیہ حالیہ ہے اور وجہ تعبیر ظاہر ہے کہ معنی عام سے اگر کسی خاص کی حد کی جاوے تو اس حد کا افراد محدود کے لئے جامع ہونا تو یقینی ہے مگر مانع نہ ہوگا اور معنی خاص سے اگر حد کی جاوے تو وہ جامعیت کے ساتھ مانع بھی ہوگا مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کرنا جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور حیوان ناطق مانع بھی ہے اسی طرح معنی عام باعتبار معیت خاصہ کے جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور معنی خاص مانع بھی ہے حاصل جواب کا یہ ہوا کہ معیت منصوص تو ہے مگر چونکہ معنی خاص کا انکشاف نہیں ہے جس کو مہر کرنا کہا ہے اس لئے وہ معنی خاص جو کہ جامع مانع سے مفہوم نہیں ہوتے معنی عام جو کہ صرف جامع سے مفہوم ہوتے ہیں پس آیت کی تفسیر اس معنی عام کے ساتھ کر لینے سے تصدیق بھی آیت کی ہوگئی اور معنی خاص کے لئے مجاہدہ کی ضرورت کا حکم بھی صحیح رہا پھر) جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ (سلوک) کا ادا کیا (جس کو فرماتے ہیں **سعى لها سعيها**) اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی (اور انکشاف خاصہ کا ہو گیا اسی ثمرہ کے ترتب علی المجاہدہ کو کسی نے اس طرح کہا ہے۔

صوفی نشود صافی تادر نکشد جامے بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یہاں تک تو توقف انکشاف کا مجاہدہ پر بیان فرمایا جس کو احقر نے اوپر اس قول میں لکھا ہے لیکن عادۃً دو امر پر موقوف

ہے الخ آگے وہ مضمون ہے جس کو احقر نے اوپر اپنی تقریر کے آخیر میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا الخ چنانچہ فرماتے ہیں کہ) مثل خطائیں (یعنی) اس حساب لطیف کے (جس کو حساب خطائیں کہتے ہیں) اس کو وہ (مقصود یعنی معیت) منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے (اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مثل عمل خطائیں کے وہ حساب با صفا یعنی جواب سوال اس کو دو خطا کے بعد روشن ہوتا ہے اول حساب خطائیں کو سمجھنا چاہئے جو کہ مشبہ بہ ہے پھر تطبیق کی تقریر آسان ہو جاوے گی سو جاننا چاہئے کہ اہل حساب کے نزدیک استخراج عدد مجہول کے کئی طریق اور عمل ہیں ایک عمل اربعہ متناسبہ کا دوسرا خطائیں کا تیسرا عکس وتحلیل وتعاکس کا چوتھا جبر ومقابلہ کا اس جگہ صرف عمل خطائیں کو بتلاتا ہوں اور تو جیہ اول پر اس کو غایت نفاست و لطافت کے سبب باصفا فرمایا ہے حتیٰ کہ بعض نے گو بلا سند ہے اس کی نسبت لکھ دیا ہے **وھذا العمل من معجزات احد من الانبیاء واللہ اعلم۔**

قاعدہ اس کا یہ ہے کہ کسی عدد مجہول کے سوال کے جواب کیلئے ایک عدد جو چاہو فرض کرلو مثلاً کسی نے سوال کیا کہ وہ کون عدد ہے کہ اگر اس عدد پر اس کا دو ثلث اور واحد صحیح بڑھا دیا جاوے تو دس حاصل ہو جاویں تو تم اسکا جواب دینے کیلئے جو عدد چاہو کیف ما اتفق فرض کرلو مثلاً ہم نے اسکے جواب کے لئے نو کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض اول رکھ لو اور اس میں وہ عمل کر کے دیکھو جو سائل نے بتلایا ہے یعنی اس پر اس کا دو ثلث اور واحد بڑھاؤ چنانچہ ہم نے نو کے ساتھ یہ عمل کیا کہ اُس پر اُسکا دو ثلث یعنی چھ اور پھر ایک بڑھایا تو حاصل سولہ ہوئے سو کبھی تو اس عمل کرنے سے یہ عدد مفروض عدد مقصود کی مطابق نکلے گا تب تو جواب حاصل ہو گیا اور کبھی مطابق نہ نکلے گا غلط نکلے گا جیسا یہاں ہوا کہ نو کے ساتھ یہ عمل کرنے سے دس حاصل نہیں ہوا بلکہ سولہ حاصل ہوئے جیسا ابھی گزرا اب اس عدد حاصل یعنی سولہ اور اس عدد مطلوب یعنی دس میں تفاوت دیکھیں گے سو یہاں تفاوت چھ کا ہے (اس چھ کو خطا اول کہیں گے پھر جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد کیف ما اتفق فرض کرلو مثلاً ہم نے دوسری بار میں چھ کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض ثانی رکھ لو اور اس میں وہی عمل کر کے دیکھو چنانچہ ہم نے چھ پر اس کا دو ثلث یعنی چار اور ایک مجموعہ پانچ بڑھایا تو حاصل گیارہ ہوئے سو اگر اس عمل سے دس حاصل ہو جاتے تو چھ عدد مطلوب ہوتا لیکن یہاں بھی مطابق نہ نکلا اس سے ایک زائد رہا پس اس تفاوت کو خطاء ثانی کہیں گے پھر مفروض اول کو مثلاً نو کو خطاء ثانی میں مثلاً ایک میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو یعنی مثلاً نو کو محفوظ اول کہیں گے اور مفروض ثانی کو مثلاً چھ کو خطاء اول میں مثلاً چھ میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو مثلاً چھتیس کو محفوظ ثانی کہیں گے اسکے بعد دیکھیں گے کہ خطاء اول مثلاً چھ اور خطاء ثانی مثلاً ایک آیا عدد مطلوب یعنی مثلاً دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے ایک کم اگر دونوں زائد ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسے یہاں دونوں ناقص ہیں تب تو یہ دیکھو کہ خطاء اول اور خطاء ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت پانچ کا ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظ اول و محفوظ ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت ستائیس کا ہے پس تفاوت بین المحفوظین کو مثلاً ستائیس کو تفاوت بین الخطائین پر مثلاً پانچ پر تقسیم کردو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثلاً ہم نے جب ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل ہوا پانچ صحیح اور پانچ خمس پس یہی عدد مطلوب ہے چنانچہ اگر اس پر اسکا دو ثلث اور ایک صحیح بڑھا دو تو دس حاصل ہو جاویگا اور اس بڑھانے کا یعنی جمع کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اس پانچ صحیح کو جنس کسر یعنی خمس سے بنالو چنانچہ ایسا کرنے سے پانچ کے تو پچیس خمس ہوئے اور اس کو تجنیس کہتے ہیں اور دو خمس اس کے ساتھ پہلے سے تھے کل ستائیس خمس ہوئے پھر اس پر اسکے دو ثلث کو بڑھایا یعنی اٹھارہ خمس اور ملا دیئے ستائیس اور اٹھارہ مل کر پینتالیس خمس ہوگئے اب ہم نے اسکو صحیح عدد اس طرح بنایا کہ اسکو پانچ پر تقسیم

کر دیا تو حاصل قسمت نو ہوا اس کو رفع کہتے ہیں پھر اس پر واحد صحیح بڑھا دیا دس ہو گئے یہی مطلوب تھا۔ یہ قاعدہ تو اس وقت تھا جبکہ خطائیں مطلوب پر زائد یا مطلوب سے ناقص ہوں اور اگر ایک زائد اور ایک کم ہو تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائیں پر تقسیم کر دو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثال خود نکال لو اصلی قاعدہ کے لئے ایک مثال لکھ دینا کافی ہے ہذا کلہ من خلاصۃ الحساب یہ تو مشبہ بہ کی تحقیق تھی اب تطبیق تشبیہ کو سمجھو کہ جس طرح اس عمل میں دو خطا ایک خاص عمل سے سبب ہو گئیں وصول الی المطلوب کی اسی طرح مشبہ میں دو امر جن کا خلاف واقع ہونا بعد انکشاف کے معلوم ہوتا ہے ایک یہ کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں دوسرے یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگی یہ دونوں امر خلاف واقع ایک خاص وجہ سے واسطہ ہو گئے حصول مطلوب یعنی معیت کے چنانچہ ان دونوں امر کا خلاف واقع ہونا مع تفسیر خلاف واقع ہونے کے اوپر اس قول میں مذکور ہوا ہے اور گو بعد انکشاف کے الخ اور ان دونوں کا واسطہ مطلوب ہونا اس قول میں مذکور ہوا ہے لیکن عادۃً دوامر پر موقوف ہے الخ اور وہ خاص وجہ اس قول میں مذکور ہوئی ہے اور امر اول پر تو توقف اس لئے ہے الخ الحمدللہ کہ مقام توقع سے زیادہ حل اور واضح ہو گیا آگے بیان ہے معیت حاصلہ کے قبل المجاہدہ علم نہ ہونے کے ایک فائدہ کا جس کو اوپر کی تقریر میں اس قول میں احقر نے لکھا ہے لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا الخ آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی) اس (انکشاف) کے بعد (شکر اللنعمۃ نہ کرتا سفاً کما یمکن ان یتوہم) کہتا ہے کہ اگر میں اس معیت کو (پہلے سے یعنی قبل المجاہدہ) جانتا تو اس کی کب طلب کرتا۔ (اور بدوں طلب کے ایسا انکشاف کب میسر ہوتا اور اس حالت میں اس انکشاف کے برکات سے محروم رہتا پس) اس کا (پورا) علم (کہ ذوقی وحالی ہے) سفر (ومجاہدہ) پر موقوف تھا (کیونکہ بدوں ذوق کے صرف) ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا (اور بدوں مجاہدہ کے ذوق نہیں ہوتا پس بدوں مجاہدہ کے یہ علم میسر نہ ہوتا آگے اس توقف کی مثال ہے تاکہ رتبہ اس توقف کا واضح ہو کہ عادی ہے ورنہ اصل علت اس کی فضل وعنایت ہے جیسا احقر نے اسی تقریر میں اس کو بھی لکھا ہے اس قول میں اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف الخ پس فرماتے ہیں کہ یہ توقف ایسا ہے) جیسا کہ (ادائے) قرض شیخ کا طریق معلق اور موقوف تھا اس ہستی (ضعیف) کے گریہ پر (آگے اس ہستی کی تعیین ہے یعنی) ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا (جس کے بعد) اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا (تو ظاہر ہے کہ گریہ کا ادائے قرض سے کوئی موثر تعلق نہیں محض ایک بہانہ تھا توجہ رحمت حق کے لئے اور اصل علت رحمت حق تھی اسی طرح مجاہدہ ایک بہانہ ہے توجہ رحمت حق کا اور اصل علت رحمت ہے آگے اس قصہ کا پتہ بتلاتے ہیں کہ) وہ پر مغز داستان اس کے قبل اثناء مثنوی میں کہی گئی ہے یہ مضمون (اس کی حکایت کا) دفتر دوم میں گزرا ہے اگر تجھ کو (قصہ) معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کر لے یہاں تک سالک کے مجاہدہ وطلب کا مضمون تھا جس کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ سالک نے مجاہدہ کو سبب حصول مقصود کا سمجھا مگر وہ محض ایک بہانہ تھا مقصود اس کو دوسری جگہ سے یعنی عنایت حق سے ملا اس کے بعد ایک مثال دی جس سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ تخصیص مقصود سلوک کی نہیں دوسرے مقاصد میں بھی حق تعالیٰ خلاف توقع موقع سے مقصود عطا فرما دیتے ہیں آگے اسی کو بطور کلی کے بیان فرماتے ہیں تاکہ زیادہ تعمیم ہو جاوے جس کے عموم میں سالک کے معاملات بھی داخل ہیں کہ بعض اوقات وہ اپنی اصلاح وتربیت کے لئے ایک طریق تجویز کرتا ہے مگر یہ مقصود کسی دوسرے ایسے طریق یا عمل سے حاصل ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہ تھا اور اہل سلوک اس کا شب وروز مشاہدہ کرتے ہیں سرخی میں اس عموم اور ان معاملات کی تصریح ہے اور اسی کے ساتھ اخیر میں شہزادہ کے قصہ کو چسپاں کر دیں گے اور پھر اسی کلی کی تائید کے لئے وہ قصہ لاویں گے جس کو احقر اشعار مقام کی شروع شرح میں اجمالاً لایا ہے پس یہ سب مضامین اول اشعار سے حکایت

مستقبلہ تک باہم متناسق ومتلاصق ومتجاذب ومتجاذب ہیں پس فرماتے ہیں کہ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ جس پر من کل الوجوہ سبب کا گمان ہوتا ہے وہ غیر سبب ثابت ہوتا ہے جیسے مجاہدہ وصول کے لئے اور جس پر من وجہ بھی سبب کا گمان نہیں ہوتا وہ من وجہ سبب ہوتا ہے جیسا گریہ کودک ادائے قرضہ کے لئے اور یہ دونوں سبب موثر حقیقی نہ ہونے کے اعتبار سے فی نفسہ ایک ہی درجہ کے ہیں مگر تفاوت صرف یہ ہوا کہ ایک کو سبب مستقل سمجھا تھا اور گمان غلط ہوا اور ایک کو کسی درجہ میں بھی سبب نہ سمجھا تھا اور وہ ایک درجہ میں سبب نکلا اسی طرح) حق تعالیٰ تیرے دل میں (بعض اوقات) ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے کہ بجز اس (موضع) کے تیرے لئے کوئی امیدگاہ نہیں ہوتی (یعنی جس جگہ سے اتنی بڑی امید ہو کہ امید منحصر ہو جاوے اس جگہ میں حق تعالیٰ جب چاہیں اسی موضع کو خوفناک جہاں امید کا احتمال بھی نہ رہے بنا دیتا ہے پس یہ تا بمعنی کاف بیانیہ ہی کمافی الغیاث وبرائے بیان آید یعنی قائم مقام کاف بیانیہ ودو مثال آوردہ اور محشین نے دو توجیہ کی ہیں اول ضمیر آنت راجع بسوئے مطلوب ست اگر چہ مذکور نیست لیکن مقام قرینہ است دوسری از ترک موضعے خوف پیدا میکند تا طمع تو غیر آں موضع نبود آھا اب تم کو جو پسند آوے میری توجیہ پر یہ مادہ وہ ہوا کہ سبب متوقع کو غیر سبب بنا دیا پھر یہ کہ چندے اس کے طمع گاہ بننے میں کیا فائدہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ) خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے (جس کا بیان عنقریب آتا ہے از برائے حکمت الخ) اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے (جہاں خیال بھی نہ تھا یہ وہ مادہ ہوا کہ غیر سبب کو سبب متوقع بنا دیا سابق کا عکس) اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا (سمجھ لے کہ بعض اوقات) وہ امید وہاں سے پوری نہ ہوگی بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی (اب پھر سوال رہا کہ) اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا جبکہ اس کا قصد (اس جگہ سے) اکرام اور عطا کا نہ تھا (جواب یہ ہے کہ) کسی حکمت اور صنعت کے لئے (یہ طمع رکھی تھی یہاں تعیین نہیں کہ اس حکمت کی ممکن ہے کہ مراد یہی ہو کہ حکمت کی تعیین ضروری نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے یا بنا بر ظہور کے ذکر نہیں فرمایا وہ یہ کہ عقیدہ وعمل تمہارا درست رہے کہ اگر کسی چیز کو موثر مستقل نہ سمجھو کہ خلاف توحید وتوکل ہے یہ تو علوم ظاہرہ کے مناسب فائدہ ہے) نیز (علم باطنی کے مناسب بھی ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ) تا کہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے (یعنی) تا کہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید (اور حیرت اس میں ہو) کہ میری مراد کہاں سے ملے گی (اور حیرت کا یہ فائدہ ہے) تا کہ تو اپنے عجز (مقابل قدرت) وجہل (مقابل علم) کو جان لے (کہ میں کچھ اور سمجھا تھا مگر وہ غلط نکلا یہ جہل ہوا اور میں نے چاہا اور جگہ سے اور ملا اور جگہ سے یہ عجز ہوا اور اس عجز وجہل کے جاننے کا یہ فائدہ ہے) تا کہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے (کہ خدا تعالیٰ کو قادر اور عالم مطلق مجھے اور حیرت اس تقریر میں تو مقصود بالعرض ہوئی چنانچہ اس کا فائدہ مشاہدۂ عجز وجہل عبد اور اس کا فائدہ مشاہدۂ قدرت وعلم حق بیان کیا گیا اور یہ مشاہدہ ذوقی ہے اور از برائے حکمتے الخ کی شرح میں جو ایک فائدہ توجیہ صحت عقیدہ وعمل میں کہا گیا تھا وہ علم اعتقادی ہے پس قولہ شود ایقان تو در غیب پیش کے معنی یہ ہوں گے کہ در عقائد غیبیہ یقین بایں طور بیش شود کہ ذوق ہم با اعتقاد منضم شود آگے حیرت کا فی نفسہ مقصود ہونا بھی فرماتے ہیں یعنی) نیز (یہ فائدہ ہے کہ) تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب وعلف میں کہ (دیکھئے) تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے (پس یہ حیرت خود بھی ایک حال عالی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ ایک تجلی کا اثر ہے اور یہ حیرت محمودہ کہلاتی ہے جس کا سبب تواتر وتوارد تجلیات ہے جیسا یہاں ہوا کہ حق تعالیٰ کے تصرفات متنوعہ اس کے پیش نظر ہو کر حیرت ہوگئی کہ خدا جانے اس مسبب کو وہ فلاں طریق سے پیدا کرے گا یا فلاں طریق سے پس یہ کثرت علوم سبب حیرت کا ہوگئی آگے بعضی مثالیں ہیں مضمون بالا کی یعنی) تو روزی کی طمع

خیالطی میں رکھتا ہے تا کہ خیالطی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے (لیکن) وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا (اور جو سوال حکمت کا اوپر تھا وہ آگے پھر ہے مگر تکرار اس لئے نہیں کہ وہ ایک کلیہ پر سوال تھا یہ ایک جزئیہ پر ہے اور جزئیہ کی تحقیق اکمن فی النفس ہوتی ہے یعنی سوال یہ ہے کہ) پھر طمع خیالے میں کس لئے تھی جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ (رزق) مفتوح فرمایا (آگے جواب ہے کہ) کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے نیز تا کہ تیری قوت فکریہ حیران رہے تا کہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادہ نے کہا کہ یہی میرا عقیدہ ہے کہ کام ان کے قبضہ میں ہے) خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں (اور دیکھتا ہوں) کہ کس جگہ سے فتح باب ہوگا (جیسا) سر بریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے کہ کونسی طرف (اس کی) جان بدن سے خلاصی پاوے (اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ) خواہ میری مراد اس خروج (**فی طلب المحبوبة الیٰ سلطان الصین**) سے برآوے یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے (شاید یہ محاورہ بنا بر اصطلاح اہل نجوم کے ہو کہ وہ بروج کا دخل حوادث میں مانتے ہیں)

فائدہ:۔ اسی مضمون کی تائید میں کہ گمان کچھ ہوتا ہے واقعہ کچھ ہوتا ہے۔ جس کا گمان بھی نہیں ہوتا ایک حکایت لاتے ہیں جس کو بندہ اجمالاً اشعار مقام کی شروع شرح میں لکھ چکا ہے۔

حکایت آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار بمصر، وفا شود آنجا گنجے ست در فلاں محلہ در فلاں خانہ چوں بمصر آمد کسے گفت من خوابے دیدہ ام کہ گنجے ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلہ نام محلہ و خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہت آں بود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جست و لیکن ایں گنج معین و محقق جز در مصر حاصل نہ شود

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ مصر میں ملے گی وہاں فلاں گھر میں فلاں محلہ میں ایک خزانہ ہے وہ جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں گھر میں فلاں محلہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے اس نے محلہ اور گھر کا نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین دلا دیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہے لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا۔

بود زر میراثی را بے شمار	جملہ را خورد و بماند او عور زار
ایک میراث یا بندہ کے پاس بے شمار زر تھا	سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا
مال میراثے ندارد خود وفا	چوں بناکام از گذشتہ شد جدا
مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا	جب کہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے

او نداند قدر ہم کآساں بیافت	کو بکد و رنج و کسبش کم شتافت
وہ قدر ہی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پا لیا	اس لئے کہ وہ اس کی مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا
قدر جاں زاں می ندانی اے فلاں	کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں
تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا	کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے
نقد رفت و کالہ رفت و خانہا	ماند چغداں دراں ویرانہا
نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی	وہ مثل چغدوں کے ویرانوں میں رہ گیا
گفت یارب برگ دادی رفت برگ	یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا سامان جاتا رہا	یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے
چوں تہی شد یاد حق آغاز کرد	یارب و یارب اجرنی ساز کرد
جب خالی ہو گیا یاد حق شروع کی	یارب اور یارب مجھ کو پناہ دے کا سامان مہیا کیا
چوں پیمبرؐ گفت مومن مزمرست	درزمان خالیے نالہ گرست
جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن مزمار ہے	خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہوتا ہے
چوں شود پر مطربش بنہد ز دست	پر مشو کاسیب دستاو خوش ست
جب وہ پر ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے	تو پر مت ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا قرع خوش ہے
تی شو خوش باش بین الاصبعین	کز مئے لاایں سرمست ست ایں
تو تہی ہو جا اور بین الاصبعین خوش رہ	کیونکہ شرب لامکان سے مکان سرمست ہے
رفت طغیاں آب از چشمش کشاد	ابر چشمش زرع دیں را آب داد
طغیان جاتا رہا پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا	اس کی ابر چشم نے زرع دین کو پانی دیا
در دعا و لابہ درزد ہر دو دست	زر طلب شد بے تعب آں زر پرست
دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا	وہ زرپرست بلاتعب زر طلب ہوا

ایک میراث یابندہ کے پاس بیشمار زر تھا سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا (آگے عادت غالبہ کے موافق مال میراثی کے متعلق فرماتے ہیں کہ) مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے (حالانکہ اس نے بہت محنت سے کمایا تھا مگر اس کے پاس بھی نہ رہا تو وارث کے پاس تو کیا رہے گا کیونکہ) وہ (تو اس کی) قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پالیا اس لئے کہ وہ اس کے مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا (آگے ایک شعر بطور انتقال کے ہے کہ) تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے (چنانچہ

مشاہد ہے کہ اس کو نہ مضرات دنیویہ سے بچاتا ہے نہ مضرات اخرویہ سے اور نہ اس پر حق تعالیٰ کا کوئی معتدبہ شکر ادا کیا جاتا ہے غرض اس شخص کا) نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی (اور) وہ مثل چغدوں کے ویرانوں میں رہ گیا (آخر حق تعالیٰ سے دعا میں (کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا (مگر میری حماقت سے وہ) سامان جاتا رہا (اب) یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے (کہ بے سامانی پر صبر نہیں ہوتا) جب خالی ہو گیا یاد حق شروع کی (اور) یارب اور یارب مجھ کو (مصیبت سے) پناہ دے (اس) کا سامان مہیا کیا (آگے تہی شکمی و ناداری کی جس کا اوپر ذکر تھا چوں تہی شد ایک فضیلت بیان کرتے ہیں کہ وہ جالب ہے تضرع کی یعنی) جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن (کی مثال) مزمار (کی سی) ہے (اس لئے) خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہے (جیسے نے کہ مجوف ہونے کے وقت اس میں آواز خوش پیدا ہوتی ہے اور مصمت میں سے نہیں نکلتی اس حدیث کے یہ الفاظ لکھے ہیں **المؤمن کمثل المزمار لایحسن صوته الانجلاء بطنه** اس حدیث کی تو مجھ کو تحقیق نہیں لیکن یہ امر فی نفسہ مشاہد اور مطابق واقع کے ہے آگے اسی کا تتمہ ہے کہ) جب وہ (نے) پر (اور مصمت) ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے (کیونکہ اب اس میں سے آواز نہ نکلے گی اسی طرح جب تو پر ہونے سے قابل نالہ کے نہ رہے تو تجھ پر محبوب کا ویسا دست شفقت نہیں رہتا پس) تو پر مت ہو کیونکہ اس (محبوب) کے ہاتھ کا قرع (زیادہ) خوش ہے (یعنی نے پر بجانے کے وقت جس طرح زمار انگلیاں رکھتا اٹھاتا ہے جو ایک قسم کا قرع ہے مگر نے کی خوبی اسی سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اگر محبوب تیرے اندر اس طرح کے تصرفات کرے جو سبب ہوں نالہ کا تو یہ سبب ہے تیری تہذیب و تکمیل کا پس تجھ کو چاہئے کہ) تو تہی ہو جا اور بین الاصبعین خوش رہ (تی مخفف تھی) کیونکہ شراب لامکاں سے مکان سرمست ہے (یعنی اگر تو ہوا و شہوت سے خالی رہا تو جس طرح خلو نے کے وقت زمار اس میں اپنی آواز بھرتا ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے اسی طرح تیرے اندر کہ تو مکانی ہے فیض ربانی کہ لامکانی ہے بھرا جاوے گا جو سبب ہوگا عشق مستی کا خود تیرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اسی کو مئے لاایں کہہ دیا گیا پس خلو کی اس خاصیت کے موافق اس شخص کا) طغیان جاتا رہا (جس کا سبب کبھی استغناء ہو جاتا ہے **قال تعالیٰ کلاان الانسان لیطغی ان راہ استغنے** اور) پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا (یعنی آنسو جاری ہو گئے اور) اس کے ابر چشم نے (اس کے) زرع دین کو پانی دیا (اور) دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا (اور) وہ زر پرست (یعنی طالب زر) بلاتعب زر طلب ہوا (بے تعب قید زر کی ہے یعنی یہ دعا کرتا تھا کہ مجھ کو بلاتعب زر مل جاوے جیسے اس دفتر کے عشر خامس کے شروع میں فقیر روزی طلب بے کسب کا قصہ آیا ہے آگے بمناسبت مضمون دعا کے تاخیر اجابت کی ایک حکمت جو کہ دعا میں واقع ہوتی ہے بیان فرماتے ہیں)۔

سبب تاخیر اجابت دعای مومن

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا	دود اخلاصش برآید تا سما
اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں	اس کے اخلاص کا دھواں آسمان تک پہنچتا ہے
تا رود بالائے ایں سقف بریں	بوی مجمر از انین المذنبیں
یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک	انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاراں سے جاتی ہے

پس ملائک باخدا نالند زار	کاے مجیب ہر دعا و مستجار
پس ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں	کہ اے اجابت کرنیوالے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جسکی پناہ طلب کی جاتی ہے
بندۂ مومن تضرع می کند	او نمی داند بجز تو مستند
بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے	وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے
توعطا بیگانگاں را می دہی	از تو دارد آرزو ہر مشتہی
آپ بیگانوں کو عطا دیتے ہیں	آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے
حق بفرماید نہ از خواری اوست	عین تاخیر عطا یاری اوست
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے	عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد ہے
نالۂ مومن ہمیداریم دوست	گوتضرع کن کہ ایں اعزاز اوست
ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں	کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ اس کا اعزاز ہے
حاجت آوردش زغفلت سوی من	آں کشیدش موکشاں درکوی من
حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے	اسی نے اس کو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے
گر برآرم حاجتش او وا رود	ہمدراں بازیچہ مستغرق شود
اگر میں اس کی حاجت پوری کردوں تو وہ واپس چلا جاوے گا	اسی بازیچہ میں مستغرق ہو جاوے گا
گرچہ می نالد بجاں یا مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
خوش ہمی آید مرا آواز او	واں خدایا گفتن و آں راز او
مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے	اور وہ اس کا خدایا کہنا اور اس کا وہ راز
زانکہ اندرلابہ و در ماجرا	می فریباند بہر نوعے مرا
اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں	ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے
طوطیان و بلبلاں را از پسند	از خوش آوازی قفس درمی کشند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے	خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں
زاغ را و چغد را اندر قفص	کے کنند ایں خود نیامد در قصص
زاغ اور چغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں	یہ بات قصوں میں خود نہیں آئی

پیش شاہد باز چوں آید دو تن	آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن
شاہد باز کے سامنے جب دو شخص آویں	ایک بڑھیا اور دوسری خوش ذقن ہو
ہر دو ناں خواہند او زوتر فطیر	آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
دونوں روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی	لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے
واں دگر را کہ خوشتش قد و خد	کے دہد ناں بل بتاخیر افگند
اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہے	روٹی کب دے گا بلکہ تاخیر میں ڈالے گا
گویدش بنشیں زمانے بے گزند	کہ بخانہ نان تازہ می پزند
اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند بیٹھ جا	کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں
چوں رسد آں نان گرمش بعد کد	گویدش بنشیں کہ حلوا می رسد
جب گرم روٹی بعد مشقت کے آ جاوے	تو اس سے کہتا ہے کہ بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے
ہم بدیں فن دار دارش می کند	وز رہ پنہاں شکارش می کند
اس ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے	اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے
کہ مرا کاریست با تو یک زماں	منتظر می باش اے خوب جہاں
کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر	اور منتظر رہ اے حسین جہاں
تا بدیں حیلت فریباند و را	تا مطیع و رام گرداند و را
تا کہ اس بہانہ سے اس کو پھسلا دے	تا کہ اس کو مطیع و مسخر کر لے
مثل آں کمپیر داں بیگانگاں	شاہد خوش روی مثل مومناں
مثل اس بڑھیا کے بیگانوں کو سمجھ	شاہد خوش رو مثل مومنوں کے ہے
ایں جہاں زندان مومن زیں بود	کافراں را جنت حالی شود
یہ دنیا سجن مومن اسی لئے ہے	کافروں کے لئے جنت عاجلہ ہے
بے مرادی مومناں از نیک و بد	تو یقیں میداں کہ بہر ایں بود
مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ نیک ہو خواہ وہ بد ہو	تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے

اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں (اور) اس کے اخلاص کا دھواں (جو آہ و نالہ سے نکلتا ہے) آسمان تک پہنچتا ہے یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاران سے جاتی ہے (ان کے سینہ کو انگیٹھی سے

تشبیہ دی کہ نالہ وگریہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور مذنبین کی قید غیر مذنبین سے احتراز کے لئے نہیں واقعی ہے کیونکہ غیر نبی سے کسی نہ کسی درجہ میں ذنوب ضرور ہی صادر ہوتے ہیں غرض اس کی نالہ ودعا کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے مگر اجابت میں توقف واقع ہوتا ہے) پس (اس وقت اس تاخیر کو دیکھ کر) ملائکہ خداتعالیٰ سے زارزار نالہ کرتے ہیں کہ اے اجابت کرنے والے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے (یہ) بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے (اور) وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے آپ بیگانوں (یعنی کفار) کو عطا دیتے ہیں آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے (اور باوجود اس کے اس کی عرض قبول فرمانے میں اس قدر توقف ہوا اس میں کیا مصلحت ہے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (یہ تاخیر اجابت) اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے (بلکہ) عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد (اور عطا) ہے (جس کا بیان آگے آتا ہے یعنی وہ یہ کہ) ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں (اے مخاطب اس مومن سے) کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ (امر کہ یہ تضرع کرے اور ہم دینے میں دیر کریں) اس کا اعزاز ہے (جیسا آگے مثالوں میں آوے گا) حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے اسی (حاجت) نے اس کو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے (پس) اگر میں اس کی حاجت پوری کردوں تو وہ (میرے کوچہ سے پھر غفلت کی طرف) واپس چلا جاوے گا (یعنی) اسی بازیچہ (وغفلت) میں مستغرق ہو جاوے گا اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار (اور اس حالت میں نالہ کر رہا ہے کہ) دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار (ہے اور اس نالہ کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی حاجت جلدی جلدی پوری کردی جاتی لیکن توقف اس لئے ہے کہ) مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا وہ خدایا کہنا اور اس کا وہ راز اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے (یہ سب اچھا معلوم ہوتا ہے اور می فریباند میں مجاز ہے یعنی ہر ہر نوع تملق می کند مثل آنکس کہ کسے را فریباند آگے مولانا مضمون بالا کی دو مثالیں بتلاتے ہیں ایک یہ کہ) طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں (اور) زاغ اور چغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں یہ بات قصوں میں خود (کبھی سننے میں) نہیں آئی اور (دوسری مثال یہ کہ) شاہد باز (عاشق مزاج) کے سامنے جب دو شخص آویں (جن میں) ایک (تو) بڑھیا (ہو) اور دوسری خوش ذقن (حسین عورت) ہو (اور) دونوں (آکر) روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے (تاکہ اس کی صورت مکروہ اور آواز مکروہ جلدی دور ہو) اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسارہ خوبصورت ہے۔ روٹی (جلدی) کب دے گا بلکہ (اس کو) تاخیر میں ڈالے گا اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند (یعنی آرام سے) بیٹھ جا کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں (پھر) جب گرم روٹی (بھی) بعد مشقت (انتظار) کے آجاوے تو اس سے کہتا ہے کہ) ابھی اور بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے (غرض) اسی ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے (یعنی اپنی طرف مائل کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر اور منتظر رہ اے حسین جہاں تاکہ اس بہانہ سے اس کو پھسلا دے تاکہ اس کو مطیع اور مسخر کرلے (اور از رہ پنہاں اس لئے کہا کہ وہ عورت تو خالی الذہن ہے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ اس کا یہ مقصود ہے پس) مثل اس بڑھیا کے بیگانوں (کفار) کو سمجھ (جس کو جلدی سے دے دیا اور مقصود ٹالنا ہے اور) شاہد خوش روئے مثل مومنوں ہے (جس کو دینے میں دیر کی اور مقصود اس کے جمال کا دیکھنا ہے آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ) یہ دنیا سجن مومن اسی لئے ہے (کہ اس کی حاجات کم پوری ہوتی ہیں جس سے وہ تنگ ہونے لگتا ہے اور اصلی سبب نہیں جانتا جس طرح بلبل وطوطی کے لئے زندان تجویز کیا جاتا ہے اور وہ تنگ ہوتی ہیں اور) کافروں کے لئے (دنیا) جنت عاجلہ (حاضرہ) ہے (کہ اس کی اکثر حاجات اس کی مرضی کے موافق پوری ہو جاتی ہیں غرض) مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ (مومن) نیک ہو خواہ بد ہو تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے (جو اوپر مذکور ہوا)

فائدہ:۔ تاخیر اجابت کی علت یا حکمت کا اسی میں انحصار مقصود نہیں بلکہ منجملہ دیگر اسباب کے ایک یہ بھی ہے چونکہ یہ مشہور نہ تھی اس لئے اس پر تنبیہ مناسب ہوئی اور حدیث الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر کی ایک توجیہ یہ بھی ہے یہاں بھی اسی میں انحصار نہیں اور توجیہات بھی مشہور ہیں مثلاً یہ کہ مومن کو جو نعمتیں جنت میں ملنے والی ہیں دنیا میں کیسی ہی خوش عیشی ہو مگر اس کے اعتبار سے سجن ہے۔ وعلیٰ ہذا کافر کی عقوبت کے اعتبار سے دنیا کی مصیبت بھی جنت ہے اور مثلاً یہ کہ مومن کا دنیا میں مثل سجن کے جی نہیں لگتا وللکافر ضد ذلک و بهذا الاخیر یشهد ذوقی آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

رجوع بقصۂ آں شخص کہ باو نشان گنج دادند بمصر و بیان تضرع وے از درویشی بحضرت جل جلالہٗ

اس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر کی وجہ سے اس کا (اللہ تعالیٰ) جل جلالہٗ کے دربار میں عاجزی کرنا

خواجہ چوں میراث خورد و شد فقیر	آمد اندر یارب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھا لی اور فقیر ہو گیا	تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا
خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار	کو نیابد در اجابت صد بہار
کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو	جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو
خواب دید و ہاتفے گفت او شنید	کہ غنائے تو بمصر آید پدید
اس نے خواب دیکھا اور ایک ہاتف نے کہا اس نے سنا	کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہو گی
رو بمصر آنجا شود کار تو راست	کرد کدیہ ات را قبول او مرتجاست
تو مصر میں جا وہاں تیر کام ٹھیک ہو جاوے گا	تیرے سوال کو قبول کر لیا وہ ایسا ہے جس سے امید کی جاتی ہے
در فلاں موضع یکے گنجیست زفت	در پے آں بایدت تا مصر رفت
فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے	اس کی تلاش میں تجھ کو مصر تک جانا چاہئے
بید رنگے ہیں ز بغداد اے نژند	رو بسوی مصر و منبت گاہ قند
بلاتوقف بغداد سے اے افسردہ	مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا
چوں ز بغداد آمد او تا سوی مصر	گرم شد پشتش چو دید او روی مصر
جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا	تو اس کی پشت قوی ہو گئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا
بر امید وعدۂ ہاتف کہ گنج	یابد اندر مصر بہر دفع رنج
امید وعدۂ ہاتف پر کہ خزانہ	مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے
در فلاں کوی و فلاں موضع دفیں	ہست گنج سخت نادر بس گزیں
فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفوں ہے	خزانہ نہایت نادر بہت پسندیدہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند	خواست دستے بر عوام الناس راند
لیکن اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا	اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا
لیک شرم و ہمتش دامن گرفت	خویش را در صبر افشردن گرفت
لیکن شرم و ہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا	اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا
باز نفسش از مجاعت بر طپید	ز انجاع از خواستن چارہ ندید
پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا	گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا
گفت شب بیروں روم من نرم نرم	تاز ظلمت نایدم از گدیہ شرم
کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا	تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے
ہمچو شبکو کے کنم من ذکر و بانگ	تارسد از بامہایم نیم دانگ
مثل شبکوک کے میں ذکر اور آواز کروں گا	تاکہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے
اندریں اندیشہ بیروں شد بکو	و اندریں فکرت ہمی شد سو بسو
اسی سوچ میں محلّہ میں باہر نکلا	اور اس فکر میں ہرطرف پھرتا تھا
یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ	یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
کسی وقت تو شرم جاہ مانع ہوتی تھی	کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ
پای پیش و پای پس تا ثلث شب	کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک	کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں

رسیدن آں شخص بمصر وشب بیروں آمدن بکوی از بہر شبکوکی و گدائی و گرفتن عسس اورا و مراد او حاصل شدن از عسس بعد از خوردن زخم بسیار عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وقولہٗ تعالیٰ ان مع العسر یسراً وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتدی ازمۃ تنفرجی وجمیع القراٰن والکتب المنزلۃ فی تقریر ھذا

اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شب کی اور گدائی کے لئے باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت پٹنے کے بعد اس کی مراد کا حاصل ہو جانا' قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو سخت ہو جا' کھل جائے گی'' اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اس کو ثابت کرنے میں

مصرع اول	مصرع دوم
ناگہانی خود عسس او را گرفت	چو بہا ازد بے محابا نا شگفت
دفعۃً عسس نے اس کو گرفتار کر لیا	بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں
اتفاقاً اندراں شبہائے تار	دیدہ بد مردم زشب دزداں ضرار
اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو	چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی
بود شبہائے مخوف و منتحس	پس بجدی جست دزداں را عسس
راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں	پس عسس چوروں کو اہتمام سے تلاش کر رہا تھا
تا خلیفہ گفتہ کہ ببرید دست	ہر کہ شب گردد اگر خویش منست
یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو	جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو
بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم	کہ چرا باشید بر دزداں رحیم
عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی	کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو
عشوہ شاں را از چہ روباور کنید	یا چرا از ایشاں قبول زر کنید
ان کے چکمہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو	یا کس لئے ان سے زر قبول کرتے ہو
رحم بر دزدان و ہر منحوس دست	بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست
رحمت کرنا چوروں پر اور ہر منحوس دست پر	ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے
ہیں ز رنج خاص مکسل ز انتقام	رنج او بگزیں و بنگر رنج عام
ہاں خاص شخص کے رنج سے انتقام لینے سے مت درگزر	اس کے رنج کو اختیار کر لے اور عام کے رنج کو دیکھ
اصبع ملدوغ بر در دفع شر	در تعدی و ہلاک تن نگر
ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے کاٹ ڈال	تعدیہ میں اور جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر
گشتہ دزد انبہ دراں ایام بس	کاں فقیر افتاد در دست عسس
ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا	کہ یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا
اتفاقاً اندراں ایام دزد	گشتہ بود انبوہ پختہ و خام دزد
اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ	مجتمع ہو گئے تھے دزد پختہ بھی رخام بھی
در چنیں وقتش بدید و سخت زد	بر سر و بر پشت چوب بے عدد
ایسے وقت میں عسس نے اس کو دیکھا	اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں

نعرہ و فریاد زاں درویش خاست	کہ مزن تا من بگویم حال راست
اس فقیر سے نعرہ و فریاد نکلنے لگا	کہ مار مت تا کہ میں تجھ سے صحیح صحیح حال کہہ دوں
گفت اینک دادمت مہلت بگو	تا بشب چوں آمدی بیروں بگو
اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ	کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا
تو نۂ زینجا غریب و منکری	راستی گو تا بچہ مکر اندری
تو یہاں کا نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے	سچ بتلا تو کس فکر میں ہے
اہل دیواں بر عسس طعنہ زدند	کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند
اہل دفتر نے تھانہ دار کو مطعون کر رکھا ہے	کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں
انبہی از تست و از امثال تست	وانما یاران ز شتت را نخست
کثرت تجھ سے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے	پہلے اپنے بدمعاش یاروں کو بتلا
ورنہ کین جملہ را از تو کشم	تا شود ایمن ز شر ہر محتشم
ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا	تا کہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہو جاوے
گفت او از بعد سوگند ان پر	کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بر
اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا	کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں
من نہ مرد دزدی و بیدادیم	من غریب مصرم و بغدادیم
میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں	میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں
قصۂ آں خواب و گنج زر بگفت	پس زصدق او دل آنکس شگفت
قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا	پس اس کے صدق سے اس کا دل شگفتہ ہو گیا
بوئے صدقش آمد از سوگند او	سوز او پیدا شد از اسپند او
اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی	اس کا سوز اس کے سپند سے ظاہر ہو گیا

خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو (یعنی وہ داعی کی دعا کو قبول کرتے ہیں وقت اجتماع شرائط کے بتعمیم صور اجابت کے پس) اس نے خواب دیکھا اور (اس خواب میں) ایک ہاتف نے کہا (اور) اس نے سنا (اور وہ بات جو کہی یہ تھی) کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہوگی تو مصر میں جا وہاں تیرا کام ٹھیک ہو جاوے گا (اللہ تعالیٰ نے) تیرے سوال کو قبول کرلیا (اور) وہ ایسا (ہی) ہے جس سے امید کی جاتی ہے۔ فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے اس کی تلاش میں تجھ کو مصر

تک جانا چاہئے بلا توقف بغداد سے اے افسردہ مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا (عطف تفسیری ہے) جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا تو اس کی پشت قوی ہوگئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا (اور اس کی پشت کا قوی ہونا جو کہ اوپر مذکور ہے) امید وعدہ ہاتف پر (تھا اور وہ وعدہ یہ تھا) کہ خزانہ مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے (اور اس کا یہ پتہ تھا کہ) فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے خزانہ نہایت نادر (اور) بہت پسندیدہ (غرض اس وجہ سے وہ مصر کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اگر شبہ ہو کہ وہ خزانہ تو بغداد میں ملے گا جیسا آگے آتا ہے پھر ہاتف کے مصر کا پتہ بتلانے کی کیا توجیہ ہے جواب یہ ہے کہ مراد ہاتف کی یہ تھی کہ مصر میں فلاں مقام پر پہنچ کر اس کا پتہ معلوم ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس عسس سے اس کو معلوم ہوا ہے ممکن ہے کہ اسی ہاتف کے بتلائے پتہ پر اس کو ملا ہو اور مصر میں مدفون ہونے کا حکم کرنا یہ بھی مجاز ہے یعنی اس خزانہ کی دلیل اس موضع میں مستتر ہے اور تعبیر میں ایسے ہی تجوزات ہوا کرتے ہیں) لیکن (جیسے مصر کو دیکھ کر خوش ہوا اسی طرح وہاں پہنچ کر اس کو ایک تردد بھی ہوا وہ یہ کہ) اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا (سب راہ میں خرچ ہوگیا اور ضرورت خرچ کی ہوئی خورد ونوش کے لئے بھی اور شاید کچھ خزانہ کے اخراج یا تلاش میں بھی کچھ خرچ ہوا ہو کیونکہ خزانہ ملنا منہ کا نوالہ تو ہے ہی نہیں اس لئے) اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا (دق فی الغیاث بالفتح بمعنی گدائی زیرا کہ آں در دیگراں را کوفتن ست اھ مختصرم) لیکن (عادت نہ ہونے کے سبب) شرم وہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا (یعنی مانع ہوا پس) اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا (مگر) پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا (اس لئے) گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا (اپنے جی میں) کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا تا کہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے مثل (گدائے) شبکوک کے (یعنی جو کہ شب کو درختوں پر بیٹھ کر سوال کرے کذافی الغیاث) میں ذکر (یعنی دعا للمعطین) اور آواز (یعنی سوال) کروں گا تا کہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے (شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شب کو دینے کے لئے باہر نہ نکلتے ہوں بام پر سے ڈال دیتے ہوں گدا اٹھالیتا ہو حاصل یہ کہ) اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا کسی وقت تو شرم وجاہ مانع ہوتی تھی کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ (اسی طرح) ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک (متردد رہا) کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں۔ (اسی حیص وبیص میں تھا کہ) دفعۃً عسس نے اس کو گرفتار کرلیا (اور) بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں (فی الغیاث محابا بضم اول دراصل محاباۃ بود فروگذاشتن ومروت واعانت وفیہ شکیفتن بمعنی صبر کردن اھ اور وجہ اس عسس کے اس تشدد کی یہ تھی کہ) اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی (اور) راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں (**لوقوع الضرر فیها**) پس عسس چوروں کو (نہایت) اہتمام سے تلاش کر رہا تھا یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو (اور) عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو (اور) ان کے چقمہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو (مراد اس سے وہ عذر ہے جو رات کو نکلنے کے لئے تراشا جاوے) یا کس لئے ان سے (رشوت میں) زر قبول کرتے ہو (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) رحمت کرنا چوروں پر اور منحوس دست پر (حقیقت میں) ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے ہاں خاص شخص کے رنج (کے خیال) سے انتقام لینے سے مت درگزر اس کے رنج کو اختیار کرلے اور عام کے رنج کو دیکھ (آگے اس کی مثال ہے کہ اگر انگلی میں سانپ کے کاٹنے سے ایسا زہر ہو جاوے کہ آگے تعدیہ کا اندیشہ ہو تو اس) ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے (فوراً) کاٹ ڈال (اور اس کے) تعدیہ میں اور (تعدیہ کے سبب بقیہ) جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر (پس اسی طرح جس کا ضرر دوسروں پر پہنچے اس کو قطع یا

قتل کردو حسب اجازت شریعت غرض) ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا کہ (اسی زمانہ میں اتفاقاً) یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہوگیا (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ مجتمع ہوگئے تھے وزد پختہ بھی اور خام بھی (یعنی مشاق قدیم ونو آموز جدید) ایسے وقت میں عسس نے اس کو دیکھا اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں اس فقیر سے نعرہ وفریاد نکلنے لگا کہ مارمت تا کہ میں تجھ سے صحیح صحیح حال کہہ دوں اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا (اور) تو یہاں کا (رہنے والا بھی) نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے۔ سچ بتلا تو کس فکر میں ہے اور اس عسس نے یہ بھی کہا کہ) اہل دفتر نے تھانہ دار کو (یعنی مجھ کو) مطعون کر رکھا ہے کہ کس لئے اب چور زیادہ ہوگئے ہیں (سو یہ) کثرت تجھ سے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے۔ پہلے اپنے (ان) بدمعاش یاروں کو بتلا ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا تا کہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہو جاوے (تخصیص صاحب حشمت کی اس لئے ہے کہ چوری ایسوں ہی کے گھر ہوتی ہے) اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں۔ میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں (اور پھر تمام) قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا پس اس کے صدق سے اس (عسس) کا دل شگفتہ ہوگیا (اور شبہ دزدی کا جاتا رہا اور) اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی (اور ایسی مثال ہوئی کہ) اس کا سوز اس کے سپند سے ظاہر ہوگیا (آگے انتقال ہے صدق وکذب کے بیان خاصیت خاصہ کی طرف)۔

دربیان ایں حدیث شریف کہ الصدق طمانیۃ والکذب ریبۃ

اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

دل بیارامد بگفتار صواب	آنچناں کہ تشنہ آرامد بآب
دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے	جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے
جز دل مجوب کو را علتیست	از نبی اش تا غبی تمیز نیست
بجز قلب مجوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے	جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے
ورنہ آں پیغام کز موضع بود	بر زند برمہ شگافیدہ شود
ورنہ جو پیام کہ موضع سے ہو	وہ چاند پر اثر کرتا ہے وہ شگافیدہ ہو جاتا ہے
مہ شگافد واں دل مجوب نے	زانکہ مردود ست او محبوب نے
وہ چاند تو شگافیدہ ہو جاتا ہے قلب مجوب نہیں ہوتا	کیونکہ وہ مردود ہے محبوب نہیں ہے
چشمہ شد چشم عسس زاشک بل	نے زگفت خشک بل از بوی دل
عسس کی آنکھ چشمہ ہوگئی اشک ترکنندہ سے	گفتار خشک سے نہیں بلکہ بوئے دل سے
یک سخن از دوزخ آید سوی لب	یک سخن از شہر جاں درکوئی لب
ایک بات دوزخ سے لب کی طرف آتی ہے	ایک بات شہر جان سے کوئی لب میں پہنچتی ہے

بحر جاں افزا و بحر پر حرج | درمیان ہر دو بحر ایں لب مرج

بحر جان افزا اور بحر پر خرج | دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا

بحر جاں افزا و بحر عمر کاہ | ہر دو آں برلب گزر دارند و راہ

بحر جان افزا اور بحر عمر کا ہندہ | دونوں لب پر گزر اور راہ رکھتے ہیں

چوں بیپلو درمیان شہر ہا | از نواحی آمد آنجا بہرہا

جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان | اطراف سے اس جگہ حصے آتے ہیں

کالۂ معیوب و قلب کیسہ بر | کالۂ پرسود و مستشرق چو در

متاع معیوب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا | متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا

زیں بیپلو ہر کہ بازرگاں ترست | برسرہ و برقلبہا دیدہ ورست

اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے | وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے

شد بیپلو مردرا دارالرباح | واں دگر را از عمی دارالجناح

منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے | اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ ہے

ہر یکے ز اجزائے عالم یک بیک | بر غبی بندست و بر استاد فک

ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے | غبی کے لئے قید ہے اور استاد پر فک قید ہے

بر یکے قندست و بر دیگر چوز ہر | بر یکے لطف ست و بر دیگر چو قہر

ایک پر قند ہے اور دوسرے پر زہر | ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے

بر یکے دیوست و بر دیگر چو حور | بر یکے نارست و بر دیگر چو نور

ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے | ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار | بر یکے وردست و بر دیگر چو خار

ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے | ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے

بر یکے شیریں و بر دیگر ترش | بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہش

ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش | ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے

بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں | بر یکے سودست و بر دیگر زیاں

ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل عیاں کے | ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں

بر یکے بندست و بر دیگر کشاد	بر یکے قیدست و بر دیگر مراد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی	ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد
بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش	بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر مثل نیش کے	ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے
بر یکے نقص ست و بر دیگر کمال	بر یکے ہجرست و بر دیگر وصال
ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال	ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال
بر یکے روزست و بر دیگر چو شب	بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب
ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے	ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے
بر یکے محبوب و بر دیگر عدو	بر یکے راح ست و بر دیگر کدو
ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن	ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو
بر یکے آبست و بر دیگر چو خوں	بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے	ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے
بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم	بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے	ایک پر پتھر اور دوسرے پر معشوق ہے
بر یکے جسم ست و بر دیگر چو روح	بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے	ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے
بر یکے تیرست و بر دیگر کمان	بر یکے نان ست و بر دیگر سنان
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے	ایک پر روٹی اور دوسرے پر سنان ہے
ہر جمادے با نبی افسانہ گو	کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو
ہر جماد نبی کے ساتھ افسانہ گو	کعبہ حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہو گا
بر مصلی مسجد آمد ہم گواہ	کو ہمی آمد بمن از دور راہ
مصلے پر بھی مسجد گواہ ہو گی	کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا
بر خلیلؑ آتش بود ریحان و ورد	لیک بر نمرود آں مرگست و درد
حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحاں اور ورد ہو گی	لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی

بارہا گفتیم ایں را اے حسن	می نگردم از بیانش سیر من
ہم نے اسی کو بارہا کہا ہے اے حسن	میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں
بارہا خوردی تو ناں دفع ذبول	ایں ہماں نان ست چوں نبوی ملول
تو نے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے	یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا
در تو جوعے میرسد نوز اعتدال	کہ ہمی سوزد از و تخمہ و ملال
تیرے اندر بوجہ اعتدال کے ایک گرسنگی تازہ پہنچ جاتی ہے	کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت ہو جاتا ہے
ہر کرا درد مجاعت نقد شد	نوشدن با جزو جزوش عقد شد
جس کو الم جوع حاصل ہو گیا	جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا
لذت از جوعست نے از نقل نو	با مجاعت از شکر بہ نان جو
لذت بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے	بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے
پس ز بے جوعیست و ز تخمہ تمام	آں ملالت نے ز تکرار کلام
وہ تیرا ملول ہونا بالکلیہ ناگرسنگی	اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے
چوں ز دکان و مکیس و قیل و قال	درفریب مردمت ناید ملال
دکان اور مماکسہ اور قیل و قال سے	جو کہ لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکر ملال نہیں ہوتا
چوں ز غیبت و اکل لحم مرد ماں	شصت سالت سیرے نامد ازاں
غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے	ساٹھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی
شعر ہا در عشق صحبہ گفتہ تو	بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو
بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں	بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے
مدحہا در صید شلہ گفتہ تو	بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بہت مدحین شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کہی ہیں	بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے
بار آخر گوئیش سوزان و چست	گرم تر صد بار از بار نخست
دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر	سوبار میں زیادہ شائق پہلی بار سے
درد داروی کہن را نو کند	درد ہر شاخ ملولے خو کند
مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے	مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے

کیمیای نو کنندہ درد ہاست	کو ملولی آں طرف کہ درد خاست
کیمیا نیا بنانے والی امراض ہیں	اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا
ہیں مزن تو از ملولی آں سرد	درد جو و درد جو و درد درد
خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر	درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد
خادع درد اند درمانہای ژاژ	رہزنند و زر ستاناں رسم باژ
بیہودہ معالجات درد کے دھوکہ دینے والے ہیں	رہزن ہیں اور زرستاں ہیں بطریق خراج کے
آب شورے نیست درمان عطش	وقت خوردن گر نماید سرد و خوش
آب شور تشنگی کا علاج نہیں	اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو
لیک خادع گشت و مانع شد ز جست	زاب شیرینی کز و صد سبزہ رست
لیکن وہ خادع ہو گیا اور مانع ہو گیا	آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس صدہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں
ہمچنیں ہر زر قلبے مانع ست	از شناس نقد زر ہر جا کہ ہست
اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے	معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے
بال و پرت را بہ تزویرے برید	کہ مراد تو منم گیر اے مرید
تیرے بال و پر کو تزویر سے قطع کر دیا	کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید لے
گفت دردت چینم و خود درد بود	باطناً خار و بظاہر ورد بود
کہا کہ تیرا مرض میں چن لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا	وہ باطناً خار تھا اور بظاہر گل تھا
رو ز درمان دروغیں می گریز	تا شود دردت مطیب مشک بیز
جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ	تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے

دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے (جیسا عسس کے قلب کو اس کی حکایت سے تسلی ہوگئی اور یہ مضمون حدیث کا ہے اور مقصود اس سے فی نفسہ صدق و کذب کی ایک خاصیت بیان کرنا ہے اور عوارض سے تخلف ممکن ہے اور نیز ہر قلب کے اعتبار سے یہ حکم نہیں ہے بلکہ جس میں صفت ملامت کی ہو اسی لئے مولانا قلب غیر سلیم کو آگے مستثنے فرماتے ہیں یعنی) بجز قلب محجوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے ورنہ (اگر قلب محجوب نہ ہو تو پھر) جو پیام (اور مضمون) کہ موضع (اصلی) سے ہو (مراد اس موضع سے محکی عنہ ہے یعنی جو حکایت کہ مطابق محکی عنہ کے ہو) وہ چاند پر (بھی) اثر کرتا ہے (اور) وہ (اس کے اثر سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (اور) وہ چاند تو (اس سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (مگر) قلب محجوب (متاثر) نہیں ہوتا کیونکہ وہ (قلب محجوب) مردود ہے (اور)

محبوب نہیں ہے (پس مردود ہونے سے فاسد الادراک ہوگیا اور مراد چاند سے اگر قلب منور ہے تب تو مطلب ظاہر ہے اور اگر معنیٰ حقیقی ہیں تو یہ بعض اوقات کے اعتبار سے ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت کا صادق تھا اور آپ کے صدق کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے چاند کو منشق کر دیا اور قلوب کفار متاثر نہ ہوئے اور اس انشقاق میں آپ کے صدق کو موثر کہنا اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کا دعویٰ سبب ہوگیا حق تعالیٰ سے اس معجزہ کی درخواست کا اور وہ درخواست سبب ہوئی اس کے ظہور کا اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے پس دعوی سبب موثر فی الانشقاق ہوا چونکہ اس فقیر کی بات بھی سچی تھی اور عسس کی استعداد قلب کی باطل نہ ہوئی ہوگی گو ممکن ہے کہ پورا عدل سونے سے ضعیف ہوگئی ہو مگر ایمان کی وجہ سے باقی ہوگی اس لئے اس) عسس کی آنکھ (مثل) چشمہ (کے) ہوگئی اشک ترکنندہ (یعنی کثیر) سے (یعنی وہ رونے لگا سو یہ اثر) گفتار خشک سے نہیں (ہوا) بلکہ بوئے دل سے (ہوا آگے علاوہ اثر طمانینۃ و ریبۃ کے دوسرے آثار میں کلاموں کا مختلف ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) ایک بات دوزخ سے (کہ مثال ہے نفس کی نکل کر) لب کی طرف آتی ہے (اور) ایک بات شہر جان سے کہ مشابہ جنت کے ہے) کوئے لب میں پہنچتی ہے (یعنی کسی بات کا منشا نفس ہوتا ہے اور کسی کا روح اور ہر ایک کا جدا اثر ہوتا ہے جس میں سے ایک اثر طمانینۃ در یبۃ ہے پس ایک کلام تو جس کا منشا روح ہے گویا) بحر جان افزا (و مورث آثار محمودہ و منہا الطمانینۃ ہے) اور (ایک کلام جس کا منشا نفس ہے گویا) بحر پرحرج (و مورث آثار مذمومہ و منہا الریبۃ ہے اور ان) دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا (جس کے معنی ہیں خلط وارسل یہ اشارہ ہے آیۃ **مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لایبغیان** کی طرف مطلب یہ کہ یہ دونوں کلام روحانی و نفسانی تو بوجہ اختلاف خواص کے گویا دو بحر مختلف مالح وعذب ہیں اور لب جن پر سے دونوں کلام گزرتے ہیں گویا وہ زمین ہے جو محل ہے مرج بحرین مختلفین کا چنانچہ لب کی وجہ تشبیہ آگے مصرح ہے یعنی) بحر جان افزا (یعنی کلام طمانینت بخش) اور بحر عمر کاہندہ (یعنی کلام ریبت زایہ) دونوں لب پر گزر اور راہ رکھتے ہیں (لیکن جس طرح دونوں بحروں کو اہل ذوق صحیح پہچان لیتے ہیں اسی طرح دونوں کلاموں کو ایسے لوگ متمیز کر لیتے ہیں آگے مثال ہے لبوں پر مختلف کلاموں کے آنے کی یعنی) جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان (کذافی الغیاث) اطراف (مختلفہ) سے اس جگہ حصے (یعنی اسباب مختلفہ) آتے ہیں (یعنی) متاع محبوب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا (بھی اور) متاع پرسود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا (بھی یہ سب آتے ہیں لیکن) اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے (پس) منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ (ونقصان) ہے (اسی طرح مختلف و مختلط کلام باوجودیکہ ایک ہی منڈی یعنی لب و دہاں میں جمع ہوتے ہیں اور اس لئے کالشئ الواحد ہیں مگر اہل بصیرت کو ان میں امتیاز ہے اور وہ اس امتیاز سے منتفع ہوتے ہیں اور غیر اہل بصیرت تلبیس وضرر پڑتے ہیں پس ایک ہی کلام ایک کے لئے نافع دوسرے کے لئے مضر آگے بطور انتقال **من الانتفاع بمعرفة خاصية الطمانينة والريبة والتضرر بعدم معرفتهما الى مطلق الانتفاع والتضرر** اس اختلاف نفع وضرر کی تعمیم کرتے ہیں کہ کلام ہی کی کیا تخصیص ہے) ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے غبی کے لئے قید (اور گرفتاری) ہے اور استاد (یعنی عارف صاحب بصیرت) پر فک قید ہے (مثلاً ایک شخص ان اجزاء کے تعلق میں خدا تعالیٰ سے دور ہوگیا دوسرا ان ہی اجزاء کو مظہر سمجھ کر خدا تعالیٰ کا مقرب ہوگیا پس ایک ہی چیز) ایک (شخص) پر قند ہے اور دوسرے (شخص) پر زہر (یعنی ایک کے لئے خیر و نفع دوسرے کے لئے شر وضرر) ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل نیش

کے ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال ایک پر ہجرت ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل غیاں کے ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر وصال ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو (جو ظرف شراب ہے) ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے ایک پر پتھر (بیکار ہے اور دوسرے پر معشوق (دلدار) ہے ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے ایک پر روٹی اور دوسرے پر سنان ہے۔ ہر جماد (عام کے ساتھ جماد اور) نبی کے ساتھ افسانہ گو (اس جماد میں سے ایک) کعبہ (ہے کہ وہ قیامت کے روز) حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہوگا (اور جن کو اس سے تعلق نہیں ان کے لئے ناطق بالشہادۃ والشفاعۃ نہ ہوگا تو یہاں بھی ایک چیز ایک کے حق میں ایک صفت کی دوسرے کے حق میں دوسری صفت کی اسی طرح) مصلے پر بھی مسجد گواہ ہوگی کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا (اور جن کو اس سے علاقہ نہیں ان کے لئے شہید و شفیع نہ ہوگی تو یہاں بھی ایک چیز دو شخصوں کے حق میں دو صفت کی ہوئی اسی طرح) حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحاں اور درد ہوگئی لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی (چنانچہ اس کے لئے سبب ہوگئی مرگ و درد ابدی کی پس ان امثلہ سے مدعائے مذکور کہ ایک شے کسی کو نافع ہے کسی کو مضر بوجہ احسن وابین ثابت ہوگیا آگے جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم تو اس مضمون کو متعدد دفعہ بیان کر چکے ہو بار بار تکرار سے کیا فائدہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ واقعی) ہم نے اسی (مضمون) کو بار بار کہا ہے اے حسن (جیسا دفتر اول میں بھی تحت سرخی تفسیر آیت مرج البحرین ان اشعار میں بیان کیا ہے در مقامے ہست ایں ہم زہر مار الی قولہ ایں چنیں باشد تفاوت در امور لیکن) میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں (مطلب یہ کہ تم بوجہ بے رغبتی کے اس مضمون سے سیر ہو اس لئے تم کو یہ تکرار معلوم ہوتا ہے اور میں بوجہ رغبت کے اس سے سیر نہیں ہوں اس لئے مجھ کو یہ تکرار معلوم نہیں ہوتا چنانچہ جو چیزیں تم کو مرغوب ہیں ان کا تم بھی تکرار بلا ملال کرتے ہو مثلاً) تو نے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے یہ وہی روٹی ہے (جو اس سے پہلے بارہا کھائی ہے مگر) تو ملول کیوں نہیں ہوتا (یہ تو بطور جواب الزامی ہے آگے اس عدم ملال کی لم بتلاتے ہیں جس سے یہ جواب تحقیقی ہوجاوے گا کہ وجہ روٹی سے ملول نہ ہونے کی یہ ہے کہ) تیرے اندر بوجہ اعتدال (مزاج) کے ایک گرسنگی تازہ پہنچ جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت (اور فنا) ہوجاتا ہے (کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) جس کو الم جوع حاصل ہوگیا (غذائے غیر جدید کا) جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا (پس اصل) لذت (و رغبت) بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے (جو کہ بدوں بھوک کے ہو پس معلوم ہوا کہ) وہ تیرا ملول ہونا (مضمون مذکور کے اعادہ سے) بالکلیہ ناگرسنگی اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے (ورنہ ہر جگہ تکرار موجب ملولی ہوتا حالانکہ مرغوب کی تکرار سے بھی ملال نہیں ہوتا اس کی اور مثال لو کہ) دکان (تجارت) اور مماکسہ (بمعنی تنگی در بیع امالہ مکاس بضم المیم) اور قیل وقال سے جو کہ (مشتری) لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکہ ملال نہیں

ہوتا (اور مثال لو کہ) غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے ساٹھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی (اور مثال لو کہ) بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں (اور) بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے بہت مدحیں (کسی قحبہ کی) شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کہی ہیں بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے (پھر) دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر (اور) سو بار میں زیادہ شائق پہلی بار سے (اور مثال لو کہ) مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے (کذافی الغیاث فی معنی خو) کیمیا (جو کہ پرانی چیزوں کو) نیا بنانے والی (ہے وہ) امراض ہیں اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا (اور جیسا امثلہ بالا میں طلب اور درد کا خاصہ معلوم ہوا یہی حال ہے درد باطن اور طلب کا کہ اس کے ہوتے ہوئے تکرار کا خود تقاضا ہوتا ہے نہ کہ اس سے ملال ہو جب یہ معلوم ہو گیا پس) خبر دار تو ملولی سے آہ سرد مت کر (بلکہ) درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد (یہ تاکید ہے اور چونکہ عادۃً درد و طلب پیدا ہونے کا طریق صحبت ہے شیوخ کی اور اس میں بعض اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے کہ مزور کو کامل سمجھ کر اس سے رجوع کرے اس لئے اس سے تحذیر ہے کہ) بیہودہ (اور بے اثر) معالجات درد (و مرض) کے دھوکہ دینے والے ہیں (جیسے بے قاعدہ علاج مرض کے حق میں بالکل دھوکہ ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اُسکو کافی سمجھا دوسرے یہ کہ صحیح علاج سے مستغنی رہا اور یہ شبہ نکیا جاوے کہ مرض حسی میں تو مرض کا ازالہ مقصود ہے اور عدم ازالہ دھوکہ ہے اور درد باطن میں بالعکس ہے پس تشبیہ کیسے صحیح ہے بات یہ ہے کہ یہاں بھی دھوکہ بھی عدم ازالہ مرض ہی ہے یہاں مرض درد نہیں ہے بلکہ عدم درد ہے بس حاصل دھوکہ کا یہ ہوا کہ عدم درد زائل نہ ہو یعنی درد پیدا نہ ہو کہ یہی درد صحت باطنی ہے جب یہ معالجات ایسے ہیں تو اس معالجہ کے مدعی) رہزن اور زرستان ہیں بطریق خراج کے (ہکذافی الغیاث فی معنی باز مرادف باج اور ایسے لوگوں کا ٹیکس لینا مشاہد ہے آگے اس خداع کی مثال ہے کہ جیسے) آب شور تشنگی کا علاج نہیں ہے اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو (سو اس میں نفع تو کچھ نہیں) لیکن (ضرر البتہ ہے وہ یہ کہ) وہ خادع ہو گیا اور (تفسیر خادع ہونے کی یہ ہے کہ) مانع ہو گیا آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس سے صدہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں (آگے اور مثال ہے کہ) اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے (بس اسی طرح اس مزور نے) تیرے بال و پر کو (یعنی صلاحیت ترقی کو) تزویر سے قطع کر دیا کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید (مجھ سے مراد) لے (اور براہ تزویر یہ) کہا کہ تیرا مرض میں چن لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا (اور) وہ باطناً خار تھا اور بظاہر گل تھا (مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے طالب) جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ تا کہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے (یعنی تیری اس طلب پر ثمرات محمودہ قرب و وصول و نسبت مع اللہ مرتب ہوں آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

گفتن عسس خواب خود را با غریب مسکین و نشان گنج دادنہم در خانہ او

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دزدی تو و نے فاسقی	مرد نیکی لیک گول و احمقی
عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے	نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے
بر خیال خواب چندیں رہ کنی	نیست عقلت را تسوئے روشنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے	تیری عقل میں ایک تسو بھر بھی روشنی نہیں ہے

بر خیالے اینچنیں راہ دراز	پیش گیری از سر جہل و زآز
ایک خیال پر اتنا دراز راستہ	اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رو سے
بارہا من خواب دیدم مستمر	کہ بعد بغداد ست گنج مستتر
میں بارہا مدت مستمرہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں	کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے
در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں	بود آں خودنام خانہ و کوئ ایں
فلاں محلّہ اور فلاں گھر میں مدفوں ہے	وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلّہ کا نام تھا
ہست در خانہ فلانے روبجو	نام خانہ و نام او گفت آں عدو
وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر	اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا
دیدہ ام خود بارہا ایں خواب من	کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
میں نے بارہا یہ خواب دیکھا	کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر
ہیچ من از جا نرفتم زیں خیال	تو بیک خوابے بیائی بے ملال
میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا	تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا
خواب احمق لائق عقل ویست	ہمچو او بے قیمت ست ولاشئی ست
احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق ہے	اس کی موافق بے قیمت اور لاشے ہے
خواب زن کمتر زخواب مرد داں	از پئے نقصان عقل وضعف جاں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان	بوجہ ضعف عقل اورضعف جان کے
خواب ناقص عقل و گول آید کساد	پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے	پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہو گا محض ہوا ہو گا
گفت باخود گنج درخانہ من ست	پس مرا آنجا چہ فقر وشیون ست
اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر میں ہے	پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم ہے
برسر گنج از گدائی مردہ ام	زانکہ اندر غفلت و درپردہ ام
خزانہ پر بیٹھا ہوا گدائی سے مردہ ہوں	اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں
زیں بشارت مست شد دردش نماند	صد ہزار الحمد زیر لب بخواند
اس بشارت سے وہ مست ہوگیا اور اس کی کلفت نہ رہی	لاکھوں الحمد لبوں کے نیچے ہی نیچے پڑھیں

گفت بد موقوف ایں لت لوت من	آب حیواں بود در حانوت من
کہا کہ میری یہ نعمت لات پر موقوف تھی	آب حیات میری دوکان ہی میں تھا
رو کہ برلوت شگرفے بر زدم	کوری آں وہم کہ مفلس بدم
چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے	ناس ہواس خیال کا کہ میں مفلس تھا
خواہ احمق دان و خواہی عاقلم	یافتم ہرچہ کہ می خواہد دلم
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ	میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی
خواہ احمق داں مرا خواہی فرد	آن من شد ہرچہ می خواہی بگو
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ کمتر	وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا
من مراد خویش دیدم بے گماں	ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی	بلا کسی شک کے تو جو چاہے کہہ اے بد زبان
گو مرا پر درد گو اے محتشم	پیش تو پر درد و پیش خود خوشم
تو مجھ کو مریض کہہ اے صاحب احتشام	میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں
وای گر برعکس بودے ایں مطار	پیش تو گلزار و پیش خویش خار
افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا	تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا
بافقیرے گفت روزے یک خسے	کہ ترا ایں جا نمی داند کسے
کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا	کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا
گفت او گرمی نداند عامیم	خویش را من نیک می دانم کیم
اس نے کہا اگر مجھ کو عامی آدمی نہیں جانتا	میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں
وای گر برعکس بودے درد وریش	او بدے بینای من من کور خویش
افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا	کہ وہ تو میرا بینا ہوتا اور میں اپنا نابینا ہوتا
احمقم گیر احمقم من نیک بخت	بخت بہتر از لجاج و روی سخت
تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق خوش نصیب ہوں	نصیب بہتر ہے خصومت اور ترشروی سے
ایں سخن بر وفق ظنت می جہد	ورنہ بختم داد عقلم می دہد
یہ مضمون تیرے گمان کے موافق نکل رہا ہے	ورنہ میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتن آں مرد شادماں مرادیافتہ وشکرگویاں وسجدہ کناں وحیراں در غرائب اشارت حق سبحانہٗ وتعالیٰ وظہور تاویلات آں بروجہیکہ ہیچ عقلے وفہمے آں جانرسد

اس شخص کا خوش خوش اور مراد حاصل کر کے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور ان کی تاویلات کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

باز گشت از مصر تا بغداد او	ساجد و راکع ثنا گو شکر گو
وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا	سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا ثناء و شکر کرتا ہوا
جملہ رہ حیران و مست اوزیں عجب	ز انعکاس روزی راہ طلب
تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے	روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے
کز کجا امیدوارم کردہ بود	وز کجا افشاند برمن سیم و سود
کہ مجھ کو کہاں سے تو امیدوار کیا تھا	اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا
ایں چہ حکمت بود کاں قبلہ مراد	کردماز خانہ بروں گمراہ و شاد
یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے	مجھ کو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے
تا شتاباں در ضلالت می شدم	ہر دم از مطلب جدا تر می بدم
یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں جا رہا تھا	ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا ہوتا جاتا تھا
باز آں عین ضلالت را بجود	حق وسیلت کرد اندر رشد و سود
پھر اسی عین گمراہی کو جود سے	حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا

عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے (کہ محض) خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے (معلوم ہوتا ہے) تیری عقل میں ایک تسو بھر روشنی بھی نہیں ہے (محض) ایک خیال پر اتنا دراز راستہ اختیار کرتا ہے جہل وحرص کی رو سے میں بارہا مدۃ مستمرہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے (اور) فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے (اور) وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر (اور) اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا (غرض) میں نے بارہا یہ خواب دیکھا کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر (یعنی جنگل میں نہیں بلکہ آبادی میں مگر) میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا (اور) تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا (واقعی) احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق (ہوتا) ہے (یعنی) اس (عقل) کی موافق (وہ بھی) بے قیمت اور لاشے (ہوتا) ہے (اسی لئے) عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے (اور جب) خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا (یہ تفاوت مذکور ان خوابوں میں ہوتا ہے جس میں کچھ تصرف متخیلہ کا بھی ہو عسس سے یہ سن کر) اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر

میں ہے پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم (ہو رہا) ہے۔ (باوجود اس کے کہ میں خود) خزانہ پر بیٹھا ہوا (ہوں اور پھر) گدائی سے مردہ (ہو رہا) ہوں اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں (یعنی اس لئے کہ اس کا علم نہیں ہے غرض) اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اس کی کلفت (سفر کی یا عسس کی مار پیٹ کی) نہ رہی لاکھوں الحمدلیوں کے نیچے ہی نیچے (یعنی چپکے چپکے) پڑھیں (اور اپنے نفس سے) کہا کہ میری یہ نعمت لات (گھونسہ کھانے) پر موقوف تھی (فی الغیاث لت زوں و کوفتن اھ ورنہ) آب حیات میری دوکان ہی میں تھا (مگر اس کا ملنا اس سختی جھیلنے پر موقوف تھا اے نفس) چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے ناس ہو اس خیال کا کہ میں مفلس تھا (آگے دل ہی دل میں عسس کو خطاب ہے کہ) خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی خواہ مجھ کو احمق جان خواہ (احمق سے بھی) کمتر وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی بلا کسی شک کے تو مجھ کو جو چاہے کہہ اے بدزبان تو مجھ کو مریض (بمرض حماقت) کہہ اے صاحب احتشام میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرداز برعکس ہوتا (یعنی) تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا (اس واقعہ کو مطار سے شاید اس لئے تعبیر کیا ہو کہ یہ محل ہے پرواز افکار کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا اس فقیر) نے کہا کہ اگر مجھ کو عامی آدمی نہیں جانتا (تو کیا ہوا) میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا کہ وہ تو میرا بینا (یعنی میرے کمالات کا معتقد) ہوتا اور میں اپنا نابینا (یعنی ان کمالات کا فاقد) ہوتا (مقصود درویش کا تفاخر نہیں ہے بلکہ تحدث بالنعمۃ اور عوام کے اعتقاد اور عدم اعتقاد کا عدم اعتبار ہے پس اسی مثال کی طرح) تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق (سہی مگر) خوش نصیب (تو) ہوں نصیب بہتر ہے خصومت اور ترشروئی سے (جو کہ ناداری میں پیش آتی ہے اور) یہ مضمون (کہ میں احمق ہوں) تیرے گمان کے موافق (میرے منہ سے) نکل رہا ہے (کہ میں اپنی احمقی کو تسلیم کر رہا ہوں) ورنہ (واقع میں خود) میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے (یعنی خوش نصیبی ہی دلالت کر رہی ہے میرے عاقل ہونے پر کیونکہ عاقل ہونے سے جو مقصود ہے کامیابی وہ مجھ کو حاصل ہے جب غایت حاصل ہوگئی طریق بھی حکماً موجود ہے گو حقیقۃً معدوم ہو آگے اس شخص کے بغداد کو واپس جانے اور خزانہ ملنے کی سرخی ہے اور اس کے ساتھ اس قصہ عجیبہ کی مناسبت سے دوسرے مضامین کی طرف انتقال ہے یعنی اس کے بعد) وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا۔ سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا (حق تعالیٰ کی) ثنا و شکر کرتا ہوا تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے (یعنی طریق) روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے کہ مجھ کو (حق تعالیٰ نے) کہاں سے تو امیدوار کیا تھا اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے مجھ کو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے (یعنی وہ خزانہ کا رستہ نہ تھا مگر میں اس خیال سے کہ وہاں خزانہ ملے گا خوش خوش جا رہا تھا) یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں شتاباں جا رہا تھا (اور) ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا (اور دور) ہوتا جاتا تھا (ابتداء تو یہ تھی اور) پھر (انتہا یہ ہوئی کہ) اسی عین گمراہی کو (اپنے) جود (و کرم) سے حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا (جیسا کہ عسس کے قصہ میں معلوم ہوا آگے حق تعالیٰ کے ایسے ہی عجائب تصرفات کہ اسباب پر خلاف توقع مسببات کو مرتب فرماتے ہیں اور پھر قریب سرخی آئندہ کے اشعار ثلثہ اندریں فسخ الخ میں رجوع ہے قصہ کی طرف کہ وہاں پہنچ کر وہ خزانہ مل گیا اور پھر شعر رابع میں کہ شعر اخیر ہے سرخی گذشتہ کا تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی جو انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا)۔

بیان بعضے عجائب تصرفات الٰہیہ

گمرہی را منہج ایماں کند	کژروی را مقصد احساں کند
وہ گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں	کج روی کو اخلاص کا مقصد کر دیتے ہیں
تانباشد ہیچ محسن بے و جا	تانگردد ہیچ خائن بے رجا
تا کہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے	تا کہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے
اندرون زہر تریاق آں خفی	کردتا گویند ذواللطف الخفی
زہر کے اندر تریاق اس مہربان نے کر رکھا ہے	تا کہ لوگ صاحب لطف خفی کہیں
نیست مخفی در نماز آں مکرمت	در گنہ خلعت نہد آں مغفرت
وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے	گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں
منکراں را قصد اذلال ثقات	ذل شدہ عز و ظہور معجزات
منکروں کا قصد مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا	وہ ذلت عزت اور ظہور معجزات ہو گئی
قصد شاں ز انکار ذل دیں بدہ	عین ذل عز رسولاں آمدہ
ان کا قصد انکار سے دین کی ذلت تھی	عین ذلت رسولوں کی عزت ہو گئی
گرنہ انکار آمدے از ہر بدے	معجز و برہاں چرا نازل شدے
اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا	تو معجزہ اور برہاں کس لئے نازل ہوتا
تانگردد خصم تو مصداق خواہ	کے کند قاضی تقاضائے گواہ
جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا	حاکم گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے
معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی	بہر صدق مدعی در بیشکی
معجزہ مشابہ گواہ زکی کے ہے	صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں
طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت	معجزہ می داد حق و می نواخت
جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا	تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے
مکر آں فرعون سی صدتو بدہ	جملہ ذل او وقمع او شدہ
اس فرعون کا مکر تین سو حصے تھا	وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد	تا کہ جرح معجزہ موسیٰ کند
ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو	تا کہ معجزہ موسوی میں جرح کرے
تا عصا را باطل و رسوا کند	اعتبارش راز دلہا بر کند
تا کہ عصا کو باطل اور رسوا کرے	اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے
عین آں مکر آیت موسیٰ شدہ	اعتبار آں عصا بالا شدہ
عین وہ مکر موسی علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا	اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا
لشکر آرد او پگہ تا حول نیل	تا زند بر موسیٰ و قومش سبیل
وہ پگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گرد و پیش تک	تا کہ موسی علیہ السلام پر اور ان کی قوم پر راہ زنی کرے
ایمنی امت موسیٰ شود	او بتحت الارض و ہاموں در رود
امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے	وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے
گر بمصر اندر بدیاو نامدے	وہم از سبطی کجا زائل شدے
اگر وہ مصر ہی میں رہتا نہ آتا	تو وہم سبطی سے کہاں زائل ہوتا
آمد و در سبط افگند او گداز	کہ بداں کہ امن در خوف ستراز
وہ آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ ڈالا	کہ جان لے کہ امن خوف میں خفی ہے
ایں بود لطف خفی کو را صمد	نار بنماید خود آں نورے بود
لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو حضرت صمد	نار دکھلا دیں وہ خود ایک نور ہو
نیست مخفی مزد دادن در تقا	ساحراں را اجر بیں بعد از خطا
اجر دنیا تقویٰ میں یہ خفی نہیں ہے	ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے
نیست مخفی وصل اندر پرورش	ساحراں را وصل داد او در برش
پرورش میں وصال مخفی نہیں ہے	ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع میں
نیست مخفی سیر باپائے روا	ساحراں را سیر بیں در قطع پا
چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے	ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں
عارفاں زانند دائم آمنوں	کہ گزر کردند از دریای خوں
عارفین اسی سبب سے ہمیشہ سے بے خوف ہیں	کیونکہ وہ دریائے خون سے گزر چکے ہیں

امن شاں از عین خوف آمد پدید	لاجرم باشند ہر دم در مزید
ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے	اس لئے وہ ہر دم ترقی ہی میں رہتے ہیں
امن دیدی گشتہ در خوفے خفی	خوف بیں ہم در امیدے اے صفی
تو نے خوف. میں امن خفی دیکھ لیا	تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ
آں امیر از مکر بر عیسےؑ تند	عیسیٰؑ اندر خانہ روپنہاں کند
وہ امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے	عیسیٰ علیہ السلام اپنے کو پنہاں کرتے ہیں
اندرآید تاشود او تاجدار	خود ز شبہ عیسیٰؑ آمد تاجدار
وہ اندر آتا ہے تاکہ وہ سردار ہو جاوے	وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے
ہیں میا و یزید، من عیسیٰؑ نیم	من امیرم بر جہوداں، خوش پیم
ہاں مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں	میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں
زوترش بردار آویزید کو	عیسیٰؑ ست از دست ما تخلیص جو
اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ	عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے
چند لشکر میرود تا بر خورد	برگ او برگردد و برسر خورد
بہت سے لشکر جاتے ہیں تاکہ متمتع ہوں	اس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر کھاتا ہے
چند بازرگاں رود بر بوی سود	عید پندارد بسوزد ہمچو عود
بہت سے سوداگر امید نفع پر جاتے ہیں	عید گمان کرتا ہے عود کی طرح جلتا ہے
چند در عالم بود در عکس ایں	زہر پندارد بود آں انگبیں
بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے	زہر سمجھتا ہے وہ شہد ہو جاتا ہے
بس سپہ بنہاد دل بر مرگ خویش	روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جما لیا ہے	روشنیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے
ابرہہ با پیل بہر ذل بیت	آمدہ تا افگند حی را چو میت
ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا	تاکہ زندہ کو مثل میت کے ڈال دے
تا حریم کعبہ را ویراں کند	جملہ را ز انجای سرگرداں کند
تاکہ حریم کعبہ کو ویران کرے	سب کو اس جگہ سے پریشان کرے

تاہمہ زوار گرد او تنند	کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند
تا کہ تمام زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں	اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنا لیں
وز عرب کینہ کشد اندر گزند	کہ چرا در کعبہ ام آتشزنند
اور عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے	کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں
عین سعیش عزت کعبہ شدہ	موجب اعزاز آں بیت آمدہ
اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہو گئی	اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا
مکیاں را عزیکے بد صد شدہ	تا قیامت عزشاں ممتد شدہ
اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی	قیامت تک ان کی عزت ممتد ہو گئی
او و کعبۂ او شدہ مخسوف تر	از چیست ایں از عنایات قدر
وہ اور اس کا کعبہ زیادہ غارت ہو گیا	یہ کس سبب سے ہوا عنایات قدرے ہوا
از جہاز ابرہہ خیل عرب	گشتہ مستغنی ز فضہ وز ذہب
ابرہہ کے سامان سے عرب کے گروہ	سیم و زر سے مستغنی ہو گئے
از جہاز ابرہہ ہمچوں ددہ	آں فقیران عرب منعم شدہ
ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے	وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے
از جہاز ربہہ دون دنی	ایں فقیران عرب گشتہ غنی
ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے	یہ فقیران عرب غنی ہو گئے
او گماں بردہ کہ لشکر می کشد	بہر اہل بیت او زر می کشد
اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے	وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا
اندریں فسخ عزائم ویں ہمم	درتماشا بود در رہ ہر قدم
ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں	وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں
خانہ آمد گنج را او بازیافت	کارش از لطف خدائی سازیافت
گھر پہنچا اس نے خزانہ کو پا لیا	اس کے کام نے لطف خدائی سے سرانجام پایا
تابدانی حکمت فرد حکیم	ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تا کہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے	وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے

گوش ہوش آور بمن بشنو بیاں	یادم آمد قصۂ شہزادگاں
تو گوش ہوش میری طرف لا بیاں سن	مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا

(ربط اوپر مذکور ہوا کہ بمناسبت قصہ گنج یابی خلاف طریق مظنوں ایسے ہی بعض عجائب تصرفات الٰہیہ کا بیان ہے جس سے مقصود توحید وتوکل وخوف ورجا کی تعلیم ہے اور اسباب کو موثر مستقل نہ سمجھنے کی اور مسبب پر نظر رکھنے کی اور عدم امن وعدم قنوط کی اور جاننا چاہئے کہ یہ سب جو یہاں مذکور ہوں گے اسباب ہیں شرائط نہیں پس اس پر کوئی اشکال افضاء الشر الی الخیر کا لازم نہ آوے گا جس کے عدم لزوم کی تقریر اوپر سرخی بیان مجاہد کے اشعار کے شروع حل میں گزری ہے دیکھ لیا جاوے یعنی) وہ (بعض اوقات) گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں (اور کبھی اس کا عکس) کجروی کو اخلاص کا مقصد (ومنتہائے قصد) کر دیتے ہیں (یعنی گمراہی سبب ایمان کا اور اخلاص سبب کجروی کا ہو جاتا ہے اس طرح سے کہ گمراہی مثلاً سبب ہوئی کسی مقبول شخص کے ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پاس جانے کا اور وہاں پہنچنا سبب ہو گیا اس کے کسی کمال کی طرف دل منجذب ہونے کا اور وہ سبب ایمان کا اور اس کا عکس اس طرح کہ کبھی اخلاص پر نظر کر کے عجب پیدا ہو گیا اور عجب کا کجروی ہونا ظاہر ہے آگے دونوں حکموں کی بعض حکمتیں علی سبیل اللف والنشر غیر المرتب مذکور ہیں یعنی ایسا اس لئے کرتے ہیں) تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے (فی الغیاث وجا بفتح ترس واندوہ یہ تو حکمت ہے مصرعہ ثانیہ کی اور) تاکہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے (یہ حکمت ہے مصرعہ اولیٰ کی) زہر (مضر) کے اندر تریاق (نافع) اس مہربان نے کر رکھا ہے تاکہ لوگ (اس کو) صاحب لطف خفی کہیں (ورنہ) اگر تمام الطاف مواقع مظنونہ ہی سے ظاہر ہوا کرتے تو ذو اللطف تو کہا جاتا مگر ذو اللطف الخفی نہ کہا جاتا چنانچہ) وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے (کیونکہ نماز کا اجر وثواب کے لئے سبب بن جانا ظاہر ہے انکا ذو اللطف الخفی ہونا یہ ہے کہ) گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں (اس طرح سے کہ گناہ سے بعض اوقات اس قدر ندامت ہوتی ہے کہ وہ مغفرت کے لئے کافی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اس شخص کی طاعات میں بوجہ آمیزش عجب وغیرہ کے یہ اثر نہ ہو اسی طرح ان کی عجائب صنع سے یہ ہے کہ) منکروں کا قصد (طلب معجزات سے انبیاء) مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا (کہ ان کا گمان) یہی تھا کہ یہ امور ہو نہ سکیں گے تو یہ حضرات شرمندہ ہوں گے) عین (وہ) ذلت (مزعومہ کفار) رسولوں کی عزت ہوگئی (کہ معجزات کا ظہور ہوا جس سے ان کی عظمت اور بڑھ گئی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اگر ہر بدآدمی سے انکار واقع نہ ہوتا تو معجزہ اور برہان کس لئے نازل ہوتا (آگے اس کی مثال ہے کہ دیکھو) جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا حاکم گواہ (پیش کرنے) کا تقاضا (تجھ سے کہ تو مدعی ہے) کب کرتا ہے (پس) معجزہ (بھی) مشابہ گواہ زکی (و عادل) کے ہے صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں (یہ وجہ تشبیہ ہے کہ مشابہت اس میں ہے پس گواہ کی طرح کہ انکار کے وقت پیش ہوتا ہے) جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے (آگے بھی اسی کی تائید ہے کہ کفار نے جو اسباب اذلال رسل اور اپنے اعزاز کے جمع کئے تھے وہ اسباب منعکس ہو گئے یعنی) اس فرعون کا مکر تین سو حصے تھا (جس سے مقصود اس کا اپنا اعزاز اور موسیٰ علیہ السلام کا

ازلال تھا مگر وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہوگیا ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو تاکہ معجزہ موسوی میں جرح کرے (یعنی) تاکہ عصا کو باطل اور رسوا کرے (اور) اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے (مگر) عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہوگیا (یعنی سبب ہوگیا ان کے معجزہ کے ظہور قوت کا اور) اس عصا کا اعتبار اور بالا ہوگیا (لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ سب سحر کو نگل گیا اسی طرح حق تعالیٰ کی صنعت عجیبہ یہ ظاہر ہوئی کہ) وہ (فرعون) پگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گردو پیش (یعنی نزدیک) تک تاکہ موسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی قوم (سبط) پر راہ زنی کرے (یہ اس کا بقصد اضرار آنا) امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے (اس طرح سے کہ) وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے (یعنی غرق سے ہلاک ہو جس سے سبطی ہمیشہ کے لئے بے فکر ہوگئے ورنہ) اگر وہ (فرعون) مصر ہی میں رہتا (اور سبطیوں کے تعاقب میں) نہ آتا تو وہم اندیشہ اس کی طرف کا) سبطی (کے دل) سے کہاں زائل ہوتا (مگر) وہ (مصر میں نہ رہا بلکہ تعاقب میں) آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ (جاں گداز) ڈالا (جس کے معنی بلکہ آب نیلگوں ہے کیونکہ فرعون نیل میں غرق نہیں ہوا بحر اعظم میں غرق ہوا ہے نیز) لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو) حضرت صمد نار دکھلا دیں (اور) وہ خود ایک نور رہو (اور) اجر دنیا تقویٰ میں یہ (لطف) خفی نہیں ہے (بلکہ لطف جلی ہے البتہ لطف خفی دیکھنے کے لئے) ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے (کہ وہ آئے مقابلہ کے لئے جو کہ گناہ تھا وہ آنا سبب ہوگیا معجزہ دیکھنے کا اور وہ ایمان کا اور وہ اجر کا اسی طرح) پرورش (وتنعیم) میں وصال مخفی نہیں ہے ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع (دست و پا) میں (مطلب یہ کہ آرام وراحت سے رکھنا تو ظاہر علامت ہے عنایت کی مگر لطف خفی یہ ہے کہ مقبولین کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں اور واقع میں وہ مورد عنایت ہوں اسی طرح) چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں (کہ ہاتھ پاؤں کہ آلہ ہے عمل کا وہ مقطوع ہو گئے اور پھر ان کو قرب میں ترقی ہو رہی ہے یہ ہے لطف خفی آگے اس مذکور پر ایک تفریع ہے کہ) عارفین اسی سبب سے ہمیشہ (اسباب مخوفہ دنیویہ) سے بے خوف ہیں کیونکہ وہ دریائے خون (یعنی خطرات ظاہری یا باطنی) سے گزر چکے ہیں (اور دیکھ چکے ہیں کہ) ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے اس لئے وہ ہر دم (امید لطف کی) ترقی ہی میں رہتے ہیں (اور ان ابیات بالا میں اندرون زہر سے یہاں تک) تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا (اب اشعار آئندہ میں) تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ (اس کے بعض مواد یہ ہیں کہ) وہ (یہودی) امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے (اور) عیسیٰ علیہ السلام (اس سے بچنے کے لئے) اپنے کو پنہاں کرتے ہیں (اور) وہ (ان کے پکڑنے کے لئے اس گھر کے) اندر آتا ہے تاکہ (اس کارگزاری کے صلہ میں اپنی قوم کی جانب سے) وہ سردار ہوجاوے (مگر تصرف حق سے) وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے (اور جب اس کی قوم اس کو دار پر چڑھانا چاہتے ہیں تو کہتا ہے کہ) ہاں (مجھ کو دار پر) مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں (کہ یہودی اور عدو عیسیٰ ہوں مگر قوم کہتی ہے کہ) اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے (چنانچہ وہ مصلوب کیا گیا تو دیکھو اس کو اس کارگزاری سے امید تھی تاجدار ہونے کی اور ہوگیا تاج دار اسی طرح) بہت سے لشکر (کہیں) جاتے ہیں تاکہ

متمتع ہوں (مگر) اس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر (ضربیں کھاتا ہے (اسی طرح) بہت سے سودا گر امید نفع پر (کہیں) جاتے ہیں (اور اس کو) عید گمان کرتا ہے (مگر) عود کی طرح جلتا ہے (اور) بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے (کہ) زہر سمجھتا ہے (اور) وہ شہد ہوتا ہے (چنانچہ) بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جمالیا ہے (مگر) روشنیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے (آگے پھر ایک نظیر ہے مضمون ابیات بالا کی کہ کفار نے اہل اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا ان کے اعزاز کا اور وہ نظیر قصہ ابرہہ کا ہے کہ اس نے بیت اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا اس کے زیادۃ اعزاز کا اور عازم تذلیل کے ہلاک وخسار کا پس فرماتے ہیں کہ) ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا تا کہ زندہ (لوگوں) کو (کہ خادم وحامی بیت اللہ ہیں) مثل میت کے (ہلاک و مغلوب کر کے) ڈال دے تا کہ حریم کعبہ کو ویران کرے (اور) سب (سکان مکہ) کو اس جگہ سے پریشان کرے تا کہ تمام (آفاقی) زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں (اور) اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنالیں اور (تا کہ) عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں (جیسا کہ سیر میں ہے کہ بنی کنانہ میں سے کسی نے اس کے کعبہ میں آگ لگا دی تھی پس وہ ان اغراض فاسدہ کے لئے آیا تھا مگر) اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہو گئی (یعنی) اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا (سب نے دیکھ لیا کہ یہ بیشک بیت اللہ ہے اور کعبہ کے ساتھ) اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ (پہلے سے) ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی (اور) قیامت تک ان کی عزت ممتد ہو گئی (اور) وہ (خود) اور اس کا کعبہ (بھی) زیادہ غارت ہو گیا یہ کس سبب سے ہوا عنایات (قضاء و) قدر سے ہوا (اور اس) ابرہہ کے سامان (ومال) سے عرب کے گروہ سیم وزر سے مستغنی ہو گئے (یعنی بہت سا مال ان کے ہاتھ آیا جس کو چھوڑ کر وہ ہلاک ہوا آگے بھی دو شعر میں اس کی تاکید ہے کہ) ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے ابرہہ حقیر ودنی کے سامان سے یہ فقیران عرب غنی ہو گئے (حاصل یہ کہ) اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے (اور واقع میں) وہ بیت اللہ والوں کی زرکشی کر رہا تھا (اب آگے تتمیم ہے قصہ بغدادی کی کہ) ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں (یعنی ہر قدم پر اس تماشا کو سوچ رہا تھا کہ دیکھو مصر کا کس طرح ارادہ ہوا اور پھر وہ ارادہ کس طرح فسخ ہوا اور پھر بغداد کا ارادہ ہوا غرض اسی طرح) گھر پہنچا (اور) اس نے خزانہ کو پالیا اس کے تم نے لطف خدائی سے سرانجام پایا (اور یہ قصہ ہم اس لئے بھی لائے) تا کہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے (کہ) وہ خوف وبیم میں بہت سے امن رکھتا ہے (جس طرح عسس اس کے لئے سامان خوف کا تھا اور وہی سبب ہوا کامیابی کا آگے تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی کہ) مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا تو گوش ہوش میری طرف لا (اور مجھ سے اس کا) بیان سن۔

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ عشر تاسع اختتام کو پہنچا اور وہ قصہ شہزادوں کا انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہو گا اور ماشاء اللہ تعالیٰ یہ عشر تاسع بہت جلدی یعنی پورے آٹھ روز میں لکھا گیا کیونکہ ربیع الثانی اٹھارہ کو شروع ہوا تھا اور آج ستائیس ہے یہ دس ہوئے اور دو جمعہ نکال کر آٹھ روز رہ گئے حق تعالیٰ عشر عاشر کو بھی آسانی سے انجام کو پہنچا دیں آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

مقام تھانہ بھون روز یکشنبہ ۱۳۳۳ ھجری

العشر العاشر من شرح المثنوی المعنوی افتتح فیہ للثامن والعشرین یوم الاثنین من ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرر کردن برادران پند دادن برادر بزرگ تر راو تاب نا آوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود رفتن و خود را در بارگاہ پادشاہ انداختن و دستوری خواشتن لیک از فرط عشق و محبت نہ از گستاخی و لا ابالی

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اس کا ان کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت کند قبول	من گوش استماع ندارم لمن یقول
بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا	جو شخص کہتا ہے میں اس کے سننے کے لئے کان نہیں رکھتا
آں دو گفتندش کہ اندر جان ما	ہست پاسخہا چو نجم اندر سما
ان دونوں نے اس سے کہا کہ ہماری جان میں	بہت سے جواب ہیں مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں
گر نگویم آں نیاید راست نرد	ور بگویم آں دلت آید بدرد
اگر ہم وہ نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی	اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے
ہمچو چغزیم اندر آب از گفت الم	وز خموشی اختناقست و سقم
ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے	اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے
گر نگویم آشتی را نور نیست	ور بگویم آں سخن دستور نیست
اگر ہم نہیں کہتے تو آشتی میں نور نہیں ہے	اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے
در زماں بر جست کاے خویشاں وداع	انما الدنیا و مافیہا متاع
وہ دفعۃً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو رخصت	بس دنیا و مافیہا محض ایک متاع ہے

پس بروں جست او چو تیرے از کماں	کہ مجال گفت کم بود آں زماں
پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر	کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی
اندر آمد مست پیش شاہ چیں	زود مستانہ ببوسید او زمیں
مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آ پہنچا	جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا
شاہ را مکشوف یک یک حال شاں	اول و آخر غم و لرزاں شاں
بادشاہ کو ان کا ایک ایک حال مکشوف تھا	ان کا ابتدائی اور آخری غم اور متزلزل ہونا
میش مشغولست در مرعای خویش	لیک چوپاں واقفست از حال میش
بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے	لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے
کلکم راع بداند از رمہ	کہ علف خوارستو کہ در ملحمہ
وہ بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ گلہ میں سے	کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں ہے
گرچہ در صورت ازاں صف دور بود	لیک چوں دف درمیان سور بود
اگرچہ وہ ظاہر میں اس صف سے دور تھا	لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا
واقف از سوز و لہیب آں وفود	مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بود
واقف تھا اس گروہ کے سوز والتہاب سے	مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا
درمیان جان شاں بود آں سمی	لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
وہ عالی جاہ ان کی جان کے اندر تھا	لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا
صورت آتش بود پایان دیگ	معنی آتش بود در جان دیگ
آگ کی صورت دیگ کے نیچے ہوتی ہے	آگ کا باطن دیگ کی جان میں ہوتا ہے
صورتش بیروں و معنیٰ اندروں	معنی معشوق جاں در رگ چو خوں
اس کی صورت خارج ہے اور معنے داخل ہے	معشوق روح کے معنی خون کی طرح رگوں کے اندر ہے
شاہزادہ پیش شہ زانو شدہ	دہ معرف شارح حالش شدہ
شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوے ادب تہ کر کے جا بیٹھا	مقامی معرف اس کے حال کی شرح کرنے لگا
گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش	لیک میکردے معرف کار خویش
اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے	لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا

دردروں یک ذرہ نور عارفی	بہ بود از صد معترف اے صفی
باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا	بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ
گوش را رہن معرف داشتن	آیت محجوبی ست و حرز وطن
کان کو معرف کا مقید کر دینا	علامت محجوب ہونے کی ہے اور تخمین وظن کی
آنکہ او را چشم دل شد دیدباں	دید واہد چشم او عین العیاں
جس کی چشم دل دیدبان ہو گی	اس کی آنکھ بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی
با تواتر نیست قانع جان او	بل ز چشم دل رسد ایقان او
تواتر پر اس کی جان قانع نہیں ہوتی	بلکہ چشم دل سے اس کا یقین پہنچتا ہے
پس معرف پیش شاہ منتجب	در بیان حال او بکشود لب
پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے	اس کے بیان حال میں لب کھولا
گفت شاہا صید احسان تو است	پادشاہی کن کہ او آن تو است
کہا کہ اے بادشاہ یہ آپ کے احسان کا شکار ہے	آپ بادشاہی کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے
دست در فتراک ایں دولت زدست	برسر سرمست او برمال دست
اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے	اس کے سرمست سر پر ہاتھ پھیریئے
گفت شہ ہر منصبے و ملکتے	کالتماسش ہست یا بدآں فتے
بادشاہ نے کہا جس منصب اور ملک کی	اس کو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملے گا
بیست چنداں ملک کوشدزاں بری	بخشمش اینجا و من خود برسری
جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ	میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ
گفت تا شاہیت دروے عشق کاشت	جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت
معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کی عشق کا تخم بویا ہے	بجز آپ کی محبت کے اس نے کوئی خواہش کب چھوڑی ہے
بندگی تش چناں درخورد شد	کہ شہی اندر دل او سرد شد
آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی	کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی
شاہی و شہزادگی در باختہ است	از پئے تو در غریبی ساختہ است
اس نے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے	آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے

صوفیے کانداخت خرقہ وجد در	کے رود او بر سر خرقہ دگر
جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اتار کر پھینک دیا	وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے
میل سوئے خرقۂ دادہ ندم	آنچناں باشد کہ من مغبوں شدم
دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور نادم ہونا	یہ تو ایسا ہے کہ میں زیان خوردہ ہو گیا
بازدہ آں خرقہ ایں سوائے قریں	کہ نمی ارزاید آں یعنی بدیں
اے ہمنشیں میرا خرقہ ادھر واپس دے	کیونکہ وہ اس کی برابر قیمت نہیں رکھتا
دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش	ور بیاید خاک برسر بایدش
عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے	اور اگر آوے تو اس سر پر خاک چاہیئے
عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد	کہ حیاتے دارد و حس و خرد
عشق قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے	جو کہ حیات اور حس اور عقل رکھتا ہے
خاصہ خرقہ ملک دنیا کابترست	پنج دانگ ہستیش دردسرست
خاص کر خرقہ ملک دینا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے	اس کی پنج دانگ ہستی درد سر ہے
ملک دنیا تن پرستاں را حلال	ماغلام ملک عشق بے زوال
ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو	ہم تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں
عامل عشق ست معزولش مکن	جز بعشق خویش مشغولش مکن
یہ عامل عشق ہے اس کو معزول نہ کیجئے	بجز اپنے عشق کے اس کو مشغول نہ کیجئے
منصبے کانم ز رویت محجب ست	عین معزولی ست نامش منصب ست
جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے	عین معزولی ہے نام اس کا منصب ہے
موجب تاخیر ایں جا آمدن	فقد استعداد بود و ضعف تن
اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب	فقد استعداد اور ضعف تن تھا
بے ز استعداد برکانے روی	بر یکے حبہ نگردی محتوی
بدوں استعداد کے کسی معدن پر تو جاوے	تو ایک حبہ پر بھی تو قابض نہ ہو گا
ہمچو عنینے کہ بکرے را خرد	گرچہ سیمیں تن بود کے برخورد
مثل ایک عنین کے کہ کسی باکرہ کو خریدے	اگرچہ وہ سیمین تن ہو یہ کب متمتع ہو گا

چوں چراغ بے ززیت و بے فتیل | نے کثیرستش زنور و نے قلیل

مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے | اس میں نور سے نہ کثیر ہے نہ قلیل

درگلستاں اندر آید اخشمے | کے شود مغزش زریحاں خرمے

باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے | اس کا مغز پھول سے کب خوش ہو گا

ہمچو خوبے دلبرے مہمان غر | بانگ چنگ و بربطے درپیش کر

مثل ایک حسین دلبر کے مہمان ہو نامرد کی | چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے

ہمچو مرغ خاک کاید در بحار | زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار

مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے | اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیان کے

ہمچو بے گندم شدہ در آسیا | جز سفیدی ریش و مو نبود عطا

مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو | بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا

آسیای چرخ بر بے گنداں | موسپیدی بخشد و ضعف میاں

اسیائے چرخ بے گندم لوگوں پر | بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے

لیک بابا گنداں ایں آسیا | ملک بخش آمد دہد کا روکیا

لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا | ملک بخش ہوا کارخانہ اور عظمت دیتا ہے

اول استعداد جنت بایدت | تازجنت زندگانی زایدت

اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے | تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفل نورا از شراب و از کباب | چہ حلاوت از قصور و از قباب

طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے | کیا حلاوت کوٹھیوں اور گنبد دار مکان سے

حدندارد ایں سخن کم جو سخن | تو برو تحصیل استعداد کن

یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں کلام مت تلاش کر | تو جا تحصیل استعداد کی کر

بہر استعداد تا اکنوں نشست | شوق از حدرفت وآں نامد بدست

یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا | شوق حد سے گزرا اور وہ ہاتھ نہیں آئی

گفت استعداد ہم از شہ رسد | بے زجاں کے مستعد گردد جسد

اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد بھی بادشاہ ہی سے مل جاوے گی | بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے

لطفہائے شہ غمش را درنوشت	شد کہ صید شہ کند او صید گشت
بادشاہ کے الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا	یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے وہ خود ہی شکار ہو گیا
ہر کہ دراشکار چوں تو صید شد	صید را ناکردہ قید، او قید شد
جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار میں گیا ہو گا	وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہو گیا ہو گا
ہر کہ جویای امیری شد یقیں	پیش ازاں او دراسیری شد رہیں
جو شخص امیری کا جویا ہوتا ہے یقیناً	اس سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے
عکس میداں نقش دیباجہ جہاں	نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
چہرہ عالم کے نقش کو منعکس سمجھ	ہر بندۂ جہاں کا نام خواجہ جہاں ہے
اے تن کژ فکرت معکوس رو	صدہزار آزاد را کردی گرو
اے تن جو کہ کج فکر ہے معکوس رفتار ہے	تو نے لاکھوں آزاد کو مقید کر دیا
مدتے بگزار ایں حیلت پزی	چند دم پیش از اجل آزاد ذی
ایک مدت کے لئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے	چند ساعت موت کے قبل آزاد ہو کر زندگی کر لے
ور درآزادیت چوں خرراہ نیست	ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست
اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے	مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے اور کہیں نہیں ہے
مدتے رو ترک جان من بگو	رو حریفے دیگرے جز من بجو
تو ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ	جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر
نوبت من شدمرا آزاد کن	دیگرے را غیر من داماد کن
میری باری ہو چکی مجھ کو آزاد کر	کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا
اے تن صدکارہ ترک من بگو	عمر من بردی کسے دیگر بجو
اے تن صدفن تو مجھ کو چھوڑ	میری عمر تو تونے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ

ان دونوں (بھائیوں) نے اس (بڑے) سے کہا کہ (تم نے جس قدر تقریر کی ہے) ہماری جان (اور ہمارے ذہن میں (اس کے) بہت سے جواب ہیں (جو واضح ہونے میں) مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں (لیکن ہم اس مشکل میں پڑ گئے کہ) اگر ہم وہ (جوابات) نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی (یعنی کام نہیں بنتا کہ تم کو اپنی غلطی معلوم نہ ہوگی) اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے (جیسا کہ عاشق کو نصیحت ناگوار ہوا کرتی

ہے پس اس اشکال میں) ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے (از گفت سے) آخر تک بیان ہے وجہ شبہ کا اور مشبہ بہ میں خاموشی پر ترتب اختناق کا ظاہر ہے اور گفتن سے الم کا ہونا اس طرح ہے کہ پانی کے اندر بات کی جاوے تو منہ میں پانی بھر کر تکلیف ہوتی ہے غرض) اگر ہم نہیں کہتے تو (ایسی مثال ہے کہ جیسے بے پھونک مارے ہوئے) آتش میں نور نہیں ہے (اسی طرح بے کہے مافی الضمیر کا وضوح نہیں ہوتا) اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو (عوارض کے سبب) اجازت نہیں ہے (وہ دونوں بھائی تو یہی کہتے رہے) دفعۃً کھڑا ہو گیا کہ اے کہ رخصت بس دنیا و مافیہا محض ایک متاع (فانی) ہے (ایک دن ختم ہونا ہے سو خطرات عشق ہی میں ختم ہو جاویں گے) پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی (اور) مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آ پہنچا (اور) جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ (چونکہ صاحب کشف تھا اس) کو ان (سب بھائیوں) کا ایک ایک حال مکشوف تھا (یعنی) ان کا ابتدائی اور آخری غم اور (عشق سے) متزلزل ہونا (سب معلوم تھا آگے اس کی مثال ہے کہ جس طرح) بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے (گو میش کو راعی کے اس باخبر ہونے کی بھی خبر نہیں) وہ (راعی) بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ (اس) گلہ میں سے کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں (مشغول) ہے (مراد اس سے جانوروں کی باہمی معمولی لڑائی اس میں مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ شیخ کو اسی طرح طالبین کے حال کا تفقد ضروری ہے پھر قصہ فرماتے ہیں کہ) اگرچہ وہ (شاہ چین) ظاہر میں اس صف (یعنی جماعت شہزادگان) سے دور تھا لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا (اور) واقف تھا اس گروہ کے سوز و التہاب سے (مگر) مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا (کنایہ ہے خاموشی سے جس طرح تر زبانی کنایہ ہے تکلم سے جس طرح محققین اہل کشف کا سکوت بمصالح مشاہد ہے) وہ عالی جاہ (بادشاہ باعتبار اطلاع ان کے ضمائر کے گویا) ان کی جان کے اندر تھا لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا (قاصداً سے کہ حال ہے ضرورت شعر سے تنوین حذف ہو گئی آگے مجموعہ درصورت ازاں صف دور بود اور درمیان جان شان بود کی مثال ہے کہ دیکھو) آگ کی صورت دیگ کے نیچے (اور اس سے خارج) ہوتی ہے (لیکن) آگ کا باطن (کہ حرارت ہے وہ) دیگ کی جان میں (اور اس کے اندر) ہوتا ہے (پس) اس کی صورت خارج ہے اور معنی داخل ہے (اسی طرح) معشوق روح (یعنی روح) کے معنی (اور اثر و تصرف) خون کی طرح رگوں کے اندر ہے (باوجودیکہ روح بوجہ تجرد کے خارج عن البدن ہے اور معشوق روح میں اضافہ بیانیہ ہے پھر قصہ ہے یعنی) شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے جا بیٹھا (اور) مقامی معرف اس (شہزادہ) کے حال کی شرح کرنے لگا (فی الغیاث معرف بمعنی کسی کہ در مجلس سلاطین و امرا مردمان را بجائے لائق ہر کدام نشاند و شخصے باشد کہ چوں کے پیش سلاطین و امراء رود و مجہول الحال باشد اوصاف و نسب او بیان کند تا درخور آں مواد عنایت بحال او باشد و فی الحاشیۃ وہ معرف اے معرف دہ و شہراہ ترجمۃ بحاصلہ اور) اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا (چونکہ اس کا فرض منصبی تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ (میرے ذوق میں یہاں مراد اس سے یہ ہے کہ شیخ کا طالبین کی حالت کو نور بصیرت سے پہچاننا

ضرور ہے محض راویوں کے بیان پر اعتماد کرنا نہ چاہئے آگے اسی کی تفصیل ہے کہ) کان کو معروف (اور عام رواۃ) کا مقید کر دینا (اور اسی پر مدار رکھنا یہ) علامت محجوب (اور غیر ذی بصیرت) ہونے کی ہے اور (علامت) تخمین و ظن کی (ہے جو کہ غیر مبصرین کا وظیفہ ہے پس وہ شیخ نہیں ہے حرز بفتح حائے مہملہ وسکون زائے معجمہ و در آخر راء مہملہ تخمین کردن اور) جس کی چشم دل دیدبان ہوگی اس کی آنکھ (حال طالب کو) بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی (عین العیان خواہد دید کا مفعول بہ نہیں ہے کہ معاین کا دیکھنا تو عوام میں بھی مشترک ہے بلکہ اس کا مفعول مطلق ہے اور مفعول بہ مقدر ہے یعنی مخفی راعیاناً می بیند اور) تواتر (عرفی) بہ اس کی جان قانع نہیں ہوتی بلکہ (حال طالب کے متعلق) چشم دل سے اس کا یقین (بدرجہ جواز عمل) پہنچتا ہے (اور اوپر معائنہ سے بھی یہی مراد ہے عرفی کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ تواتر تو عقلاً حجۃ قطعیہ ہے اور سمعاً بھی اس کی حجیت ثابت ہے دفع شبہ یہ ہے کہ تواتر حقیقی ہے اور یہاں مراد کثرت روایت ہے جس کو بہت سے عوام محض تخمین وظن سے اور بے تحقیق نقل کرتے ہیں چونکہ منتہا اس کا حس نہیں ہوتا اس لئے یہ تواتر سے خارج ہے عام کے زعم پر اس کو تواتر سے تعبیر فرما دیا اور حال طالب اور درجہ جواز عمل کی تقئید سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ کیا کشف دلیل یقینی ہے رفع شبہ یہ کہ اول تو یہاں مطلق کشف کا ذکر نہیں صرف خاص حال طالب کے متعلق ہے کہ اس میں طلب صادق ہے یا نہیں پھر یقین سے مراد وہ درجہ نہیں جس پر اعتقاد جائز ہو جاوے بلکہ وہ درجہ جس پر عمل جائز ہو سو اگر ذوق و وجدان وشرح صدر سے کسی کی نسبت اس کا طالب صادق نہ ہونا معلوم ہو جاوے سو اس سے ایسے تعلقات سے انکار کر دینا جو کہ شرعاً واجب نہیں ہیں جائز ہے البتہ امور واجبہ سے انکار کر دینا جائز نہیں مثل تعلیم احکام ضروریہ پھر قصہ ہے یعنی) پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے اس کے بیان حال میں لب کھولا (اور) کہا کہ اے بادشاہ یہ (شہزادہ) آپ کے احسان کا شکار (کیا ہوا) ہے آپ (اس کے ساتھ) بادشاہی (وبزرگی کا برتاؤ) کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے (اور) اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے (فتراک بالکسر (والے کا بر یمین و یسار زین اسپ آویزند بجہت بستن شکار وغیرہ) اس کے سرمست سر پر (جس کا دماغ آپ کی مستی وسودائے عشق سے پر ہے شفقت کا) ہاتھ پھیریئے۔ بادشاہ نے کہا کہ جس منصب اور ملک کی اس کو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملے گا جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ (اس کے حصہ میں رہوں گا یعنی اس کو اپنا مورد عنایت رکھوں گا فی الحاشیہ برسری علاوہ بار یکہ بالائے برنہند اھ) معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کے عشق کا تخم بویا ہے بجز آپ کی محبت کے اس نے (اس کے اندر) کوئی خواہش کب چھوڑی ہے آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی اس نے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے (اور) آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے (آگے مولانا شہزادہ کی ترک شاہی کو ایسے طور پر کہ پھر نہیں لینا چاہتا تشبیہ دیتے ہیں صوفی صاحب وجد کی خرقہ اندازی کے ساتھ یعنی اسی طرح) جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اوتار کر پھینک دیا وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے۔ دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور (دے دینے پر) نادم ہونا یہ تو ایسا ہے کہ (جیسے گویا جس کو خرقہ دے دیا ہے اس سے یوں کہتا ہے کہ) میں (اس معاملہ میں) زیاں خوردہ ہو گیا (پس) اے ہمنشیں (قوال وغیرہ) میرا خرقہ ادھر واپس دے

کیونکہ وہ (وجد) اس (خرقہ) کی برابر قیمت نہیں رکھتا (بلکہ خرقہ زیادہ قیمتی ہے پس میں وجد کے عوض خرقہ دینا نہیں چاہتا اور وہ زبان یہی ہے یہ سب مقولہ اس صوفی حریص خرقہ کا ہے سو) عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے (کہ برکات وجد پر خرقہ پر ترجیح دے اور اس لئے اس کو دے کر پھر واپس لے) اور اگر (ایسا خیال کسی کو) آوے تو اس کے سر پر خاک (ڈالنا) چاہئے (اگر یہ خرقہ اسی کو دے دیا تھا بشرطیکہ دینے کے وقت باوجود غلبہ حال کے اتنا شعور وقصد ہو کہ شرعاً اس کے تصرفات صحیح ہوں تب تو پھر مانگنا شریعت کے بھی خلاف ہے اور اگر صرف اوتار دیا تھا اور کسی نے رسم کے طور پر اٹھالیا تو اس وقت بعد القاء واعراض کے کہ دعویٰ ترک ہے واپس لینا بوجہ علامت حرص ہونے کے باوجود اباحت کے زہد کے خلاف ہے پس یہ ذم کلی مشکک کے طور پر باختلاف درجہ دونوں کے ساتھ متعلق ہوسکتی ہے آگے تفصیل ہے دوراز عاشق کہ ایں فکر آیدش کی یعنی صوفی غیر عاشق کا یہ کہنا کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں مردود محض ہے کیونکہ) عشق (کہ وجد بھی اسی کے آثار سے ہے وہ چیز ہے کہ وہ) قالب جیسے سوخرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے جو (قالب) کہ حیات اور حسن اور عقل (بھی) رکھتا ہے (مطلب یہ کہ خرقہ پارچہ تو کیا چیز ہے بدن جیسی حی حساس دراک چیز بھی اس پر فدا ہے چنانچہ اہل مجاہدہ کا اپنے جسم کو عشق میں فنا کردینا مشاہد ہے آگے بطور دلالۃ بالاولی کے کہتے ہیں کہ) خاص کر خرقہ ماک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے (اور) اس (کے ناقص ہونے کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ) (دنیا) کی پنج دانگ ہستی (محض) دردسر ہے (چنانچہ ظاہر ہے پس جسم انسانی کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے سو جب جسم ہی عشق میں بے قیمت سمجھا جاتا ہے تو دنیا کی تو کیا قیمت ہوگی البتہ مثل اس صوفی خام کے دنیادار اس کو بہت قیمتی سمجھتے ہیں پس اس صورت میں) ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو (اور) ہم (عشاق) تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں (اور اسی تشبیہ بالصوفی میں شاہزادہ کے متعلق بھی معرف کے معروضہ کا حاصل نکل آیا کہ جب اس نے سلطنت ترک کر دی تو مثل خرقہ انداختہ کے پھر یہ اس کا حریص نہیں ہے اور پنج دانگ کنایہ ہے مجموعہ سے اور غیاث میں چار دانگ کی تحقیق اس طرح لکھی ہے کنایہ از چیز یکیہ بہ نسبت امثال خود دو چند باشد چہ (دینار شش دانگ مے باشد و دانگ ششم حصہ دینار ست پس چار دانگ بہ نسبت دو دانگ زائد مے باشد اھ اور پنج دانگ کی دلالت اس مفہوم پر زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم آگے پھر قصہ میں معروف کا قول ہے کہ) یہ (شہزادہ) عامل عشق ہے (اس عمل وامارت سے) اس کو معزول نہ کیجئے (یعنی) بجز اپنے عشق کے اس کو (دوسرے عمل ومنصب میں) مشغول نہ کیجئے (کہ اس مشغولی سے منصب عشق سے معزولی لازم آوے گی اور معرف نے یہ بھی کہا کہ حضور یہ شہزادہ بھی عرض کرتا ہے کہ) جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے (محجب مصدر میمی بمعنی حجاب وہ) عین معزولی ہے (اگرچہ) نام اس کا منصب ہے (کماذکر آنفاً باقی حضور یہ شبہ نہ فرماویں کہ اگر یہ ہمارا ایسا عاشق ہے تو یہاں حاضر ہونے میں اتنی تاخیر کیونکر کی سو) اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب فقد استعداد اور ضعف تن تھا (یعنی ایک تو حضور کی لیاقت وصلاحیت کی اور دوسرے بعد حضوری کے جو خدمت کرنا لازم ہے اس خدمت کے لئے جسمانی قوت کی ان دونوں کی ضرورت تھی اس کے انتظار میں یہ تاخیر واقع ہوئی آگے مولانا کا مقولہ ہے استعداد کے مناط کار ہونے میں یعنی) بدوں استعداد کے (اگر) کسی معدن پر تو جاوے تو ایک حبہ پر بھی تو قابض نہ ہوگا (استعداد

متعلق معدن کے یہ ہے کہ اس کی معرفت ہو اور اس سے استخراج کا طریقہ جانتا ہو ورنہ معدنیات سب مٹی میں آمیختہ ہوتی ہیں اول تو پہچان مشکل کہ یہاں معدن ہے پھر استخراج مشکل تو حرمان لازم اس میں مولانا کا مقصود بقرینہ قصہ تاخیر حاضری شہزادہ بدر بادشاہ عارف بانتظار استعداد یہ ہے کہ اسی طرح طالب کو چاہئے کہ اول طلب اور شوق اپنے اندر پیدا کرے کہ یہی استعداد ہے رجوع کی تب عارفین سے استفادہ ہوسکتا ہے ورنہ گو وہ حضرات معاون فیوض و برکات ہیں لیکن اگر طلب و شوق نہیں ہے تو مثل فاقد الاستعداد کے معاون سے محروم آوے گا آگے اشتراط وحرمان فاقد الاستعداد کی چند مثالیں ہیں مثال اول) مثل ایک عنین کے کہ کسی باکرہ (جاریہ) کو خرید لے۔ اگر چہ وہ (کیسی ہی) سیمین تن ہو (مگر) یہ کب متمتع ہوگا) مثال دوم) مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے اس میں نور سے نہ کثیر ہے اور نہ قلیل (مثال سوم) باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے اس کا مغز پھول سے کب خوش ہوگا (مثال چہارم) مثل ایک حسین دلبر کے کہ مہمان ہونا مرد کی (مثال پنجم) چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے (مثال ششم) مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیاں کے (مثال ہفتم) مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا (کیونکہ آٹا ملنے کے لئے اس کی استعداد یعنی باگندم ہونا شرط تھا آگے ایک انتقال ہے یعنی اسی طرح) آسیائے چرخ بے گندم (اور بے دولتان علم وعمل) لوگوں پر (صرف) بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے) یعنی زمانہ گزرنے سے بڑھاپا آجاتا ہے جیسا اس شخص کی داڑھی آٹا اڑ کر لگنے سے سفید ہوگئی تھی اور ہاتھ کچھ بھی نہ آیا) لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا (ے چرخ) ملک بخش ہوا (اور ان کو) کارخانہ اور عظمت (یعنی سلطنت معنوی) دیتا ہے (جس طرح آسیائے متعارف باگندم لوگوں کو آٹا دیتی ہے مثال ہشتم جو کہ مضمون منتقل الیہ متعلق آسیا سے بھی من وجہ مفہوم ہوا تھا یعنی) اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے (جو کہ علوم نافعہ واعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے) تا کہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو (خواہ آخرت میں اور وہ ظاہر ہے یا دنیا میں کہ حیوۃ طیبہ ہے مشابہ حیوٰۃ اہل جنت کے مثال نہم) طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے کیا حلاوت (اسی طرح) کوٹھیوں اور گنبددار مکانوں سے (کیا حلاوت اور چونکہ) یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں (بے شمار ہیں اس لئے اس کے متعلق) کلام (اور مثال) مت تلاش کر تو جا (اور) تحصیل استعداد کی کر (آگے پھر قصہ میں معرف کا قول ہے کہ) یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا (مگر اب) شوق حد سے گزرا اور وہ (استعداد علی سبیل الکمال اب بھی) ہاتھ نہیں آئی (مگر شدت شوق میں حاضر ہو گیا اور استعداد کامل کے متعلق اپنے دل میں) اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد (کامل) بھی بادشاہ ہی سے مل جاوے گی (اس کی یہ مثال ہے کہ) بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے (احقر نے جو یہاں استعداد میں کامل کی قید لگا دی اس سے یہ شبہ مرتفع ہو گیا کہ جب شوق کا وجود متحقق مان لیا اور یہی استعداد تھی حاضری کی پھر اس کے کیا معنی کہ آن نامد بدست اور استعداد ہم از شہ رسد وجہ دفع یہ ہے کہ استعداد کے دو مرتبہ ہیں ایک بقدر ضرورت اس کا تو تقدم ضروری ہے یعنی ضروری شوق وطلب اور یہ حاصل تھا اور ایک بدرجہ کمال اس کا تقدم ضروری نہیں بلکہ اس کا کمال بعد تعلق ہی کے مشاہد ہے پس نفس استعداد شرط ہے حضور و رجوع کی اور کمال استعداد مشروط ہے حضور و رجوع کے ساتھ چنانچہ اس کی جو یہاں مثال مذکور ہے وہ اس تقریر

کی صاف دلیل ہے کیونکہ جسد میں ایک تو استعداد ہے تعلق روح کی اس کا تو تقدم تعلق روح پر ضروری ہے اور ایک استعداد کامل ہے صدور افعال کی یہ تعلق روح سے متاخر ہوگی اور اس میں بھی اشارہ ہوگیا معاملہ طالب وشیخ کی طرف کہ نفس طلب وشوق بدرجہ معتدبہ کا تو استفادہ ورجوع سے تقدم ضروری ہے اس کا تو انتظار کرے لیکن کمال اس کا خود استفادہ ورجوع سے متاخر ہوگا اس کا انتظار نہ کرے بس اول کا انتظار نہ کرنا یا دوسرے کا انتظار کرنا دونوں تفریط وافراط ہیں اور اول تعجیل اور مشابہ اداء صلوٰۃ قبل الوقت ہے اور ثانی تسویف اور مشابہ تقویت صلوٰۃ الی مابعد الوقت ہے اور نیز معرف استمالت قلب شاہ کے لئے یہ اظہار برکات ومحبوبیت شاہ کے لئے کہتا ہے کہ) بادشاہ کے (یعنی آپ کے) الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا (یعنی ختم کر دیا) یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے (یعنی آپ کو مسخر کرے) وہ (الطاف کو دیکھ کر) خود ہی شکار (اور مسخر) ہوگیا (اور احقر نے اس کو معرف کا قول بخطاب شاہ کے شعر آئندہ کے قرینہ سے سمجھا کہ اس میں چوں تو خطاب صریح ہے اور وہی معرف کہتا ہے کہ شکار ہونے میں اسی کی کیا تخصیص ہے یہ قاعدہ تو عام ہے کہ) جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار (اور تسخیر) میں گیا ہوگا وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہوگیا ہوگا (چنانچہ اہل اللہ کا بھی یہی معاملہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ان کی خدمت واطاعت کرتے ہیں کہ یہ ہم سے محبت کریں گے مگر روز روز خود ہی ان کے دام محبت میں زیادہ قید ہوتے جاتے ہیں یہاں تک مقولہ ہوگیا معرف کا آگے مولانا تقیید وتقید محمود سے جو کہ اس شعر میں مذکور تھا کیونکہ اہل اللہ کو محبّ یا محبوب بنانا دونوں مطلوب ہیں انتقال فرماتے ہیں تقیید وتقید مذموم کی طرف جس میں اہل دنیا مبتلا ہیں یعنی اس تقید کے لئے بھی تقید لازم ہے چنانچہ) جو شخص امیری (مالی یا جاہی) کا جویا ہوتا ہے یقیناً اس (کے حصول) سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر اس کی محبت میں گرفتار نہ ہوتا تو اس کو طلب ہی کیوں کرتا پس ارادہ کرتا ہے اس کو مقبوض بنانے کا اور خود اس کا مقبوض ہو چکا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ جب امیری کے لئے اسیری لازم ہے پس) چہرہ عالم (یعنی ظاہر عالم) کے نقش کو منعکس سمجھ (کہ) ہر بندۂ جہان کا نام خواجہ جہاں ہے (چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ ہے تو اسیر اور کہلاتا ہے امیر اور چونکہ اس اسیری کا اثر روح پر بھی ہوتا ہے چنانچہ روح پر عقاب بھی ہوگا اور یہ اسیری اس کی اصل فطرت کے خلاف ہے اس تقریب سے آگے روح کا نفس وبدن کو خطاب مذکور ہے بطور شکایت کے جس سے مقصود تنبیہ ہے اس اسیری کے مضرو مذموم ہونے پر پس روح نفس وبدن سے کہتی ہے کہ) اے تن جو کہ کج فکر ہے (کہ اسیری کو امیری سمجھتا ہے اور معکوس رفتار ہے (کہ اسیری کی تحصیل کی کوشش کرتا ہے اول صفت میں قوۃ علمیہ کا اخلال مذکور ہے اور ثانی میں قوۃ عملیہ کا) تو نے لاکھوں آزاد کو (یعنی روح کو) مقید کر دیا (کیونکہ تیرے تقید سے اس کا بھی تقید ہوا اور فاعل باوجودیکہ نفس ہے مگر بدن کو خطاب اس لئے ہے کہ اس نفس کے آلات معاصی میں یہی اعضاء وقوی بدنیہ ہیں) ایک مدت کے لئے اس حیلہ بزی کو چھوڑ دے (کہ حیل سے مال وجاہ کو حاصل کر رہا ہے) چند ساعت موت کے قبل (ان چیزوں سے) آزاد ہو کر زندگی کر لے (کہ تو اور میں دونوں اسیری سے خلاصی پاویں) اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے (اور) مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے (کہ قید ہے) اور کہیں نہیں ہے تو (خدا کے لئے) ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ (اور) جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر (کیونکہ)

میری باری (مقید کرنے کی) ہو چکی مجھ کو آزاد کر (اور) کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا (جس طرح آئندہ حکایت میں قاضی نے اس مکارہ عورت سے یا اس کے شوہر مکار سے کہا تھا کہ ایک بار تو نے مجھ کو فریب میں پھنسا لیا تھا اب اور کسی کو جا کر فریب دے اور اسی لئے یہاں داماد کا لفظ مناسب ہوا کیونکہ اس عورت نے شوہر کے کہنے سے قاضی کو ہم بستری کی طمع دلا کر بلایا تھا جو داماد کے لئے ہوتا ہے خصوص باعتبار شوہر زن مذکورہ کے کہ عورت مثل دختر کے اس کے اختیار میں تھی جس سے قاضی کی تشبیہ داماد کے ساتھ اور بھی اظہر ہوگئی اے تن صدفن (وحیلہ گر) تو مجھ کو چھوڑ میری عمر تو تو نے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ (جیسے قاضی نے کہا تھا کہ اب کوئی اور تلاش کر اور اخیر کے تین اشعار یعنی مدتے رواتخ محض تحسر و تضجر پر مبنی ہیں ورنہ عدم افتراق کا امتناع اور عدم فائدہ ظاہر ہے ممکن اور مفید تو یہی ہے کہ اقتران میں نفس کی اصلاح ہو جاوے اور بجائے حاکم علی الروح ہونے کے وہ محکوم للروح ہو جاوے آگے اس قاضی اور عورت کی حکایت ہے)۔

مفتوں شدن قاضی برزن جوحی و در صندوق ماندن و نائب قاضی صندوق را خریدن، باز سال دوم آمدن زن جوحی بر امید پارینہ و بار دیگر گفتن قاضی کہ مرا آزاد کن و دیگرے را بخواہ

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوحی کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ مجھے آزاد کردے اور کسی دوسرے کو تلاش کرلے

ہر زماں جوحی ز درویشی بفن	روبزن کردے کہ اے دلخواہ من
جوحی ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے	بی بی کی طرف متوجہ ہوتا کہ اے میری چاہتی
چوں سلاحت ست روصیدے بگیر	تا بدوشانیم از صید تو شیر
جب تیرے پاس ہتھیار ہے تو جا کوئی شکار پکڑ	تاکہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دوہیں
قوس ابرو تیر غمزہ دام کید	بہر چہ دادت خدا؟ از بہر عید
ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر فریب کا جال	خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا شکار کے لئے
روپئے مرغ شگرفے دام نہ	دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا	دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا
کام بنماد کن او را تلخ کام	کے خورد دانہ چو شد در حبس دام
مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر	وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا

شد زن او نزد قاضی در گلہ	کہ مرا افغاں ز شوی دہ دلہ
اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی	کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے
قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار	از مقال و از جمال آں نگار
قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا	اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے
گفت ایدر محکمہ است و غلغلہ	من نتانم فہم کردن ایں گلہ
کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے	میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا
گر بخلوت آئی اے سروسہی	وز ستمگاری شو شرحم دہی
اگر تو خلوت میں آوے اے سروسہی	اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے
فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش	آنچہ حق باشد تو زیں غمگیں مباش
تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں اس کو سزا دوں	جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو
مرمرا معلوم گردد حال تو	شوہرت را نرم سازم بے عتو
مجھ کو تیرا حال معلوم ہو	تیرے شوہر کو نرم بے نشوز کردوں
گفت زن در خانۂ تو نیک و بد	ہر دم از بہر گلہ آید رود
عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی	ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے
گفت خانہ توز ہر نیک و بدے	باشد از بہر گلہ آمد شدے
کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی	شکوہ کے لئے آمد و شد ہوتی رہتی ہے
خانۂ سر جملہ پرسودا بود	صدر پر وسواس و پرغوغا بود
خانہ سردار تمام پر سودا رہتا ہے	سینہ پر وسواس و غوغا رہتا ہے
باقی اعضا ز فکر آسودہ اند	واں صدور از صادراں فرسودہ اند
باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں	اور یہ اعضائے رئیسہ اس میں فرسودہ رہتے ہیں
ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن	گرد خالی تا رسد از امر کن
شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے	خالی ہو جا تاکہ امر کن سے
برگہا و میوہ ہائے نور غیب	از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب
نور غیب کے برگ اور میوے لگیں	اس کہنہ کے بعد بدوں کسی شک کے

درخزان و باد خوف حق گریز	آں شقائقہای پاریں رابریز
تو خزاں اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر	ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کر دے
کیں شقائق منع نو اشگوفہاست	کہ درخت دل برائے آں نماست
اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ مانع ہیں ان نئے شگوفوں کے	جن کے نما کے لئے یہ درخت دل ہے
خویش رادرخواب کن زیں افتکار	سرز زیر خواب دریقظت برآر
اپنے کو اس فکر سے خواب میں کر دے	سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا
ہمچوآں اصحاب کہف اے خواجہ زود	روبا یقاظاً کہ تحسبہم رقود
مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے	جا طرف مضمون تحسبہم ایقاظاً و ہم رقود کے
گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست	گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست
قاضی نے کہا اے صنم تدبیر کیا ہے	کہنے لگی کہ اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے
خصم درده رفت وحارس نیز نیست	بہر خلوت سخت نیکو مسکنے ست
مدمقابل تو گاؤں گیا ہے اور پاسبان بھی نہیں	تنہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے
امشب ار امکاں بود آنجا بیا	کار شب بے سملہ است و بے ریا
آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آ جا	رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے
جملہ جاسوساں زخمر خواب مست	زنگی شب جملہ را گردن زدست
تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست ہیں	زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے
خواند بر قاضی فسونہائے عجب	آں شکرلب وانگہانے از چہ لب
اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے	اور پھر کیسے لب سے
چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد	چونکہ حوا گفت خورانگاہ خورد
کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کئے	جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھالو اس وقت کھا لیا
اولیں خوں در جہان ظلم و داد	از کف قابیل بہر زن فتاد
اول خون عالم ظلم و عدل میں	قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا
نوحؑ برتابہ چو بریاں ساختے	واہلہ بزمانہ سنگ انداختے
نوح علیہ السلام توے پر بریاں کرتے	واہلہ توے پر پتھر پھینک دیتی

مکر زن برفن او چیرہ شدے	آب صاف وعظ او تیرہ شدے
عورت کا مکر ان کے فن پر غالب ہو جاتا	ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا
قوم را پیغام کردے از نہاں	کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیج دیتی	کہ تم لوگ دین گمراہوں سے محفوظ رکھنا
لوطؑ را زن ہمچنیں بدکافرہ	خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی	تونے اس بددین کا قصہ پڑھا ہو گا
یوسفؑ از کید زلیخای جواں	ماند در زنداں برای امتحاں
یوسف علیہ السلام زلیخاے جوان کے کید سے	زندان میں رہے امتحان کے لئے
ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں	باشد از شومی زن در ہر مکاں
جو بلا کہ جہاں میں تم عیاں دیکھو	وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہو گا

جوحی (کہ ایک مسخرہ کا نام ہے) ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے (اپنی) بی بی کی طرف متوجہ ہوتا (اور کہتا) کہ اے میری چاہتی (بی بی) جب تیرے پاس (حسن وجمال کا) ہتھیار ہے تو جا (اس کے ذریعہ سے) کوئی شکار پکڑ (یعنی کسی کو فریفتہ کر) تاکہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دوہیں (یعنی اس سے کچھ وصول کریں کہ افلاس دور ہو) ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر (اور) فریب کا جال۔ خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا۔ شکار کے لئے (پس) جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا (اور) دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا (یعنی وصال کی توقع دلا کرنا کام رکھنا) مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر (اور) وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا (یعنی اول ہی سے کسی ترکیب سے کہیں بند کر دینا پھر وصال کہاں میسر ہوگا جیسا آگے صندوق میں بند کرنا مذکور ہوگا اس مشورہ کے بعد) اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے (جس کا دل دس طرف ہے میری طرف توجہ نہیں کرتا اور میرے نان ونفقہ کی خبر نہیں لیتا اور اس قسم کی طرح طرح کی باتیں کیں) قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا (اس لئے) اگر تو خلوت میں آوے اے سروسہی اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں (اور) اس کو سزا دوں جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو مجھ کو تیرا حال معلوم ہو تیرے شوہر کو نرم (اور) بے نشوز کر دوں عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے (اور یہ بھی) کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی شکوہ کے لئے آمد وشد ہوتی رہتی ہے (آگے مولانا دماغ وقلب مقیدان غیر اللہ کو خانہ قاضی سے تشبیہ دے کر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح) خانہ سردار تمام پر سودا رہتا ہے۔ (اور) سینہ (بھی) پر وسواس وغوغا رہتا ہے (اور) باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں اور یہ اعضائے رئیسہ اس (فکر) میں فرسودہ رہتے ہیں (مقصود مولانا کا اس تنبیہ سے ترغیب ہے ان کو ماسوی اللہ سے خالی کرنے کی جس طرح آگے خانہ جوحی کا خالی ہونا مذکور ہوگا چنانچہ آگے اس خلاء مقصود کی تصریح ہے

کہ شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے (یعنی خیالات سابقہ دنیویہ سے) خالی ہو جاتا کہ امر کن سے (یعنی حکم حق و عنایت حق سے) نور غیب کے برگ اور میوہ (یعنی علوم و معارف و احوال اس شاخ قلب پر) لیکن اس کہنہ کے بعد بدوں کسی شک کے (اور) تو خزانہ اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر (اور) ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کردے (مراد افکار دنیویہ اور چونکہ خوف حق سے یہ فنا ہو جاتے ہیں اس اعتبار سے اس کو خزاں سے تشبیہ دی ورنہ اصل بہار تو وہی ہے آگے علت ہے بریز کی یعنی) اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ (کہنہ) مانع ہیں ان نئے شگوفوں کی جن کے نما کے لئے یہ درخت دل (موضوع) ہے (اور ان ہی جدید شگوفوں کے اعتبار سے وہ خوف حق مثل بہار کے ہے آگے بھی ان ہی افکار غیر اللہ کے ازالہ کا دوسرے عنوان سے مضمون ہے کہ) اپنے کو اس فکر (ماسوی) سے خواب (اور بے خبری) میں کر دے (اور باعتبار حقیقت کے اس کے معنی یہ ہیں کہ) سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا (کیونکہ غیر اللہ کے ساتھ بیداری حقیقت میں خواب ہے اللہ سے اور غیر اللہ سے خواب ہونا حقیقت میں بیداری ہے اللہ کے ساتھ) مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے جا طرف مضمون **تحسبهم ایقاظاً و هم رقود** کے ((یعنی تو بھی ان کے مشابہ ہو جا اس بات میں کہ لوگ تجھ کو باخبر از خلق جانیں اور تو بے خبر از خلق ہو پس مقصود تشبیہ ہے نہ کہ تفسیر آگے قصہ ہے کہ) قاضی نے کہا اے صنم (پھر) تدبیر خلوت کی) کیا ہے کہنے لگی اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے مد مقابل (یعنی شوہر) تو گاؤں گیا ہے اور (کوئی اس کی طرف سے) پاسبان بھی نہیں (جو ہماری نگرانی کرے) تنہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے (سو) آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آ جارات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے (کہ) تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست (ہوتے) ہیں (اور) زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے (اسی طرح سے) اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے اور پھر کیسے لب سے (پڑھے نہایت دلفریب لب سے آگے بعض فتن عورتوں کی دلفریبی کے مذکور ہیں کہ) کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کئے (لیکن پختہ اثر نہ ہوا اور) جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھالو اس وقت کھالیا (یہ مبنی ہے ایک قول پر کہ وسوسہ ابلیس سے آدم علیہ السلام صرف متردد ہوئے تھے عزم نہ ہوا تھا اس نے حوا علیہا السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انہوں نے وہ وسوسہ آدم علیہ السلام کے دل میں جما دیا اور گندم کھالیا اسی طرح) اول خون (اس) عالم ظلم و عدل میں قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا (اسی طرح) نوح علیہ السلام تو بے پر (ماہی کو) بریاں کرتے (کنایہ ہے سامان دعوت ایمان سے کہ غذائے روحانی ہے) واہلہ (ان کی زوجہ اس) توے پر پتھر پھینک دیتی (جس سے سب غذا غارت ہو جاتی یعنی قوم کو بہکا دیتی جس سے وعظ کا اثر باطل ہو جاتا جیسے آگے آتا ہے یعنی) عورت کا مکر ان کے فن (وعظ) پر غالب ہو جاتا (اور) ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا (اس طرح سے کہ) وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیج دیتی کہ تم لوگ (اپنا) دین (ان) گمراہوں (یعنی نوح اور مومنین بہ نوح) سے محفوظ رکھنا (اسی طرح) لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی تو نے اس بددین کا قصہ پڑھا ہوگا (کہ وہ امرد مہمان کے آنے کی اطلاع اپنی قوم کو کر دیتی تھی یہاں فاجرہ سے مراد کافرہ ہے نہ کہ معنی مشہور کہ انبیاء کی ازواج اس سے منزہ ہیں اسی طرح) یوسف علیہ السلام زلیخا جوان کے کید سے زندان میں رہے امتحان کے لئے (غرض) جو بلا (وفتنہ) کہ جہان میں تم عیاں دیکھو وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہوگا (ہر بلا کہنا بحکم للا کثر حکم الکل ہے اور اس کی اکثریت میں کوئی شبہ نہیں آگے پھر قصہ ہے)۔

رفتن قاضی بخانۂ زن جوحی وحلقہ زدن جوحی تند بخشم بر در وگریختن قاضی دراندرون صندوق چوں محل دیگر نبود

قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانا اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکر زن پایاں ندارد رفت شب	قاضی زیرک سوی زن بہر دب
عورتوں کا مکر انتہا نہیں رکھتا شب کو	قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کے لئے گیا
زن چو شمع ونقل مجلس راست کرد	زاں نوازش شاد شد قاضی فرد
عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل درست کر کے رکھی	اس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا
چونکہ بنشستند باہم ساعتے	تا بر آسایند اندر خلوتے
جب دونوں باہم ایک ساتھ بیٹھے	تاکہ خلوت میں آسودہ ہوں
چوں نشست او پہلوئے زن بامراد	گشت جان پر غمش زاں وصل شاد
جب وہ عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا	اس کی جان پر غم اس وصل سے شاد ہوئی
اندر آں دم جوحی آمد در بزد	جست قاضی مہر بے تا در خزد
اسی وقت جوحی آ پہنچا دروازہ کھٹکھٹاتا	قاضی جلدی سے اٹھا تاکہ کسی گریز کی جگہ میں جا گھسے
غیر صندوقے ندید او خلوتے	رفت در صندوق از خوف آں فتے
بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی	صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے
اندر آمد جوحی وگفت اے حریف	اے وبالم در ربیع و در خریف
جوحی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف	میری و بال ربیع میں اور خریف میں
من چہ دارم کہ فدایت نیست آں	کہ زمن فریاد داری ہر زماں
میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیری فدا نہیں ہے	کہ تو مجھ سے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے
گفت شخصے نزد قاضی رفتۂ	در حقم ناگفتنیہا گفتۂ
ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی	میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں
بر لب خشکم کشادستی زباں	گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں
میرے لب خشک پر تو نے زبان کھولی ہے	کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث

ایں دوعلت گر بود ایجاں مرا	آں یکے از تست و دیگر از خدا
اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں	تو ایک تو تیری طرف سے ہے اور ایک خدا کی طرف سے ہے
من چہ دارم غیر ایں صندوق وکاں	ہستمایہ تہمت و پایہ گماں
میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی	مایہ تہمت اور بناء گمان ہے
خلق پندارند زر دارم دروں	داد واگیرند از من زیں ظنون
مخلوق یہ سمجھتی ہیں کہ میں اندر خانہ زر کہتا ہوں	ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں
صورت صندوق بس زیباست لیک	از عروض وسیم وزر خالیست نیک
صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن	امتعہ اور نقد سے بالکل خالی ہے
چوں تن زراق خوب و باوقار	اندراں سلہ نیابی غیر مار
جیسے ریاکار کا تن ہوتا ہے خوب اور باوقار	اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا
من برم صندوق فردار را بکو	پس بسوزم درمیان چار سو
میں یہ صندوق کل کو محلّہ میں لے جاؤں گا	پھر چوراہہ کے درمیان جلا دوں گا
تا بہ بیند مومن و گبر و جہود	کاندریں صندوق جز لعبت نبود
تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں	کہ اس صندوق میں بجز بے ہودگی کے کچھ نہ تھا
گفت زن ہی درگزر ائے مرد زیں	خورد سوگند آں کہ نکنم جز چنیں
عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد	اس نے قسم کھا لی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا
بارسن صندوق را دردم بہ بست	خویشتن را کردہ بد مانند مست
رسی سے فوراً باندھا	اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا
از پگہ حمال آورد او چو باد	زود آں صندوق بر پشتش نہاد
صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا	فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا
اندراں صندوق قاضی از نکال	بانگ میزد کاے حمال وای حمال
اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے	آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال
کرد آں حمال پیش و پس نظر	کز چہ سو درمیرسد بانگ و خبر
اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی	کہ کس طرف سے آواز اور خبر آ رہی ہے

ہاتف ست ایں داعی من اے عجب	یا پری ام میکند پنہاں طلب
یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب	یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے
چوں پیاپے گشت آن آواز بیش	گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش
جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی	کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے پھر آپے میں آیا
عاقبت دانست کان بانگ وفغاں	بدز صندوق و کسے دروے نہاں
آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغاں	صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے
عاشقے کو در غم معشوق رفت	گرچہ بیرونست درصندوق رفت
جو عاشق کہ معشوق کے غم میں مبتلا ہوا ہو	اگرچہ وہ باہر سے صندوق میں مقید ہوا ہے
عمر در صندوق برد از اندہاں	جز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں
اس شخص نے غموں کے سبب عمر صندوق میں پوری کی ہے	بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا
آں سرے کہ نیست فوق آسماں	از ہوس او را دراں صندوق داں
جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے	بسبب ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان
چوں ز صندوق بدن بیروں رود	اوز گورے سوئے گورے می شود
جب صندوق بدن سے باہر جاوے گا	تو وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے
ایں سخن پایاں ندارد قاضیش	گفت اے حمال واے صندوق کش
اس مضمون کا انتہا نہیں قاضی نے اس کو	کہا اے حمال اور اے صندوق کش
از من آگہ کن دروں محکمہ	نائبم را زود تربا ایں ہمہ
میرے حال سے خبردار کر دے محکمہ میں	میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے
تاخرد ایں را بزر زیں بے خرد	ہمچنیں بستہ بخانہ مابرد
تاکہ وہ اس کو بے عقل سے خریدے	اسی طرح بندھا بندھا یا ہمارے گھر تک لے جاوے
اے خدا قوم رحم مند	تاز صندوق بدن ماں وا خرند
اے خدا رحم مند قوم کو مسلط کر دے	تاکہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں
خلق را از بند صندوق فسوں	کہ خرد جزا نبیا و مرسلوں
خلق کو قید صندوق فسوں سے	کون خریدتا ہے بجز انبیاء و مرسلین کے

از ہزاران یک کسے خوش منظر ست	کہ بداند کو بصندوق اندر ست
ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے	جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے
آنکہ داند تو نشانش ایں شناس	کوز روح ایں جہاں دارد ہراس
جو شخص جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے
او جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں	تا بدایں ضدش گردد عیاں
اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہو گا	جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگئی
زیں سبب کہ علم ضالہ مومن ست	عارف ضالہ خودست وموقن ست
اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے	وہ اپنے گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور یقین رکھنے والا ہے
آنکہ ہرگز روز نیکو خود ندید	او دریں ادبار کے خواہد طپید
جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو	وہ اس ادبار میں کب مضطرب ہو گا
یا بطفلی در اسیری او فتاد	یا خود از اول زما در بندہ زاد
یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہو گیا ہے	یا خود اول ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے
ذوق آزادی ندیدہ جان او	ہست صندوق صور میدان او
اس کی جان نے آزادی کا ذوق نہیں دیکھا	تصویرات کا صندوق اس کا میدان ہو گا
دائما محبوس عقلش در صور	از قفص اندر قفص دارد گزر
ہمیشہ اس کی عقل تصویرات میں محبوس رہے گی	ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رکھے گا
منفذش نے از قفص سوئے علا	در قفصہا میرود از جابجا
اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے	قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے
در بنی ان استطعم فانفذوا	ایں سخن با جن و انس آمد زہو
قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ	جن وانس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے
گفت منفذ نیست از گردون شاں	جز بسلطان و بوحی آسماں
یہ فرمایا کہ سموات سے ان کو کوئی منفذ نہیں	بجز قوت اور وحی آسمان کے
گرز صندوقے بصندوقے رود	او سمائی نیست صندوقی بود
اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے	وہ شخص علوی نہیں ہے صندوقی ہے

فرجۂ صندوق نو نو مسکرست	درنیابد کو بصندوق اندر ست
نئے نئے صندوقوں کی سیر مست کر دینے والی ہے	وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے
گر نشد غرہ بدیں صندوقہا	ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا
اگر وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا	تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈے گا
آنکہ داند ایں نشانش آں شناس	کو نباشد بے فغاں و بے ہراس
جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہو گا
ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد	کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد
قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا	اس غم سے اس کا دل کب ایک لحظ بھی شاد ہو گا
رہروے را گفت آں حمال شاد	کہ برودر محکمہ قاضی چو باد
اس حمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا	کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا
نائبش را گوی کیں شد واقعہ	برسر قاضی بیامد قارعہ
اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے	قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے
شغل را بگزار زود اینجا بیا	زو بخر سربستہ ایں صندوق را
کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ	جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو
چونکہ رہرو شد رسالت را رساند	ہر کہ زو بشنید ایں خیرہ بماند
جب وہ رہرو گیا پیام پہنچایا	جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا
برد القصہ خبر صندوق کش	نائب قاضی حسن را از غمش
القصہ صدوق کش کی خبر نے	قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جارفتہ کر دیا
آتشے برکردہ جوحے از ملا	کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را
جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی	کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا
برسر بازار جوشش عامۂ	چیست جوحی می نہد ہنگمۂ
بازار میں عوام الناس کا ایک جوش ہے	کیا قصہ ہے وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے

عورتوں کا مکر (جس کا اوپر کے اشعار میں بیان ہے) انتہا نہیں رکھتا (اس کی بے شمار حکایات ہیں اس لئے اس کو چھوڑ کر قاضی کا قصہ بیان کرو کہ) شب کو قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کے لئے گیا عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل (از

قسم فواکہ یا شیرینی وغیرہ) درست کر کے رکھی اس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا جب دونوں باہم ایک ساعت بیٹھے تا کہ خلوت میں آسودہ ہوں جب وہ (قاضی) عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا (اس کی جان پرغم اس وصل سے شاد ہوئی اسی وقت جوحی آ پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا قاضی جلدی سے اٹھا تا کہ کسی گریز کی جگہ میں جا گھسے بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے (اور) جوحی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف (اور) میری وبال ربیع میں اور خریف میں (یعنی تمام اوقات میں) میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیرے فدا نہیں ہے کہ تو مجھ سے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے (یعنی جو چیز میرے پاس ہے تجھ سے دریغ نہیں پھر کاہے کو شکایت کرتی رہا کرتی ہے مجھ سے) ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی (اور) میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں میرے لب خشک (یعنی خاموش) پر تو نے زبان کھولی ہے (یعنی باوجودیکہ میں تیری کوئی مذمت نہیں کرتا مگر تو نے میری شکایت کی ہے) کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں تو ایک تو تیری طرف سے ہے (یعنی دیوث کہ اگر میں ایسا ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہو گی) اور ایک خدا کی طرف سے ہے (یعنی مفلس اور یہ تو بتلا کہ) میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی مایہ تہمت اور بناء گمان ہے مخلوق یہ سمجھتے ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں (ورنہ اتنا بڑا صندوق کس کام کا ہے اور) ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں (یعنی صدقہ وخیرات بھی مجھ کو نہیں دیتے) صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن امتعہ اور نقد سے بالکل خالی ہے جیسے (شیخ) ریا کار کا تن ہوتا ہے (کہ باہر سے) خوب اور باوقار (ہوتا ہے لیکن) اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا (کنایہ ہے اخلاق ذمیمہ وغیرہا شرور سے پس) میں یہ صندوق کل کو محلّہ میں لے جاؤں گا پھر چوراہہ کے درمیان (رکھ کر) جلادوں گا تا کہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں کہ اس صندوق میں بجز بیہودگی کے کچھ نہ تھا۔ عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد (مگر) اس نے قسم کھالی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا (پھر) رسی سے فوراً باندھا (اور) اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا (اور) فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال۔ اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی کہ کس طرف سے (یہ) آواز اور خبر آ رہی ہے یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے (اور) پھر آپے میں آیا آخر جان لیا کہ یہ بانگ وفغاں صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ صندوق کے بند ہونے میں کچھ اس قاضی کی تخصیص نہیں) جو عاشق (مجازی) کہ معشوق کے غم (اور عشق) میں مبتلا ہوا ہوا گرچہ (ظاہر میں) وہ باہر ہے (لیکن معنیً) صندوق میں مقید ہوا ہے (کیونکہ دل کا پھنس جانا جسم کے پھنس جانے سے اشد ہے پس وہ تعلق اور تصور صندوق سے زیادہ قید ہے اور) اس شخص نے غموں کے سبب (جو عشق میں پیش آئے) عمر صندوق میں پوری کی ہے بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا (آگے اور تعمیم کرتے ہیں کہ اس میں عاشق مجازی کی بھی تخصیص نہیں بلکہ) جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے (یعنی جس کی توجہ عالم سفلی میں ہے) بسبب (گرفتاری) ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان (پس ایسا شخص) جب صندوق بدن سے باہر (نکل کر قبر میں) جاوے گا تو (یوں سمجھو کہ) وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے (یعنی یہ قبر اس کے لئے نئی چیز نہیں اس سے پہلے بھی وہ قبر ہی میں تھا کہ اس کا قالب مثل تابوت کے مشتمل تھا قلب میت محبوس فی تعلقات الدنیا وماسوی اللہ پر اور اس سے اوپر تعلقات ماسوی کو صندوق کہا اور یہاں بدن کو سوا ن تعلقات ماسوی کا محل چونکہ قوی حالہ فی الجسم ہیں اس لئے دونوں

تشبیہوں میں صرف عنوان کا تفاوت ہے معنون واحد ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) اس مضمون کا انتہا نہیں (قصہ یہ ہے کہ) قاضی نے اس (حمال) کو کہا اے حمال اور اے صندوق کش میرے حال سے خبر دار کر دے محکمہ میں میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے تا کہ وہ اس (صندوق) کو اس بے عقل سے خرید لے اسی طرح بندھا بندھایا ہمارے گھر تک لے جاوے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) اے خدا (ہم پر) رحم مند قوم کو مسلط کر دے تا کہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں (اس سے خلاصی دینے کے لئے مراد اس قوم سے باشفقت اہل ارشاد ہیں جو قلب کو تعلقات ماسوی سے پاک کر دیں (آگے تعیین ہے قوم رحم مند کی یعنی) خلق کو قید صندوق فسوں (وغرور) سے کون خرید (کر چھڑا) تا ہے بجز انبیاء و مرسلین (اور ان کے وارثان صدق) کے (اول اولا اور ثانی تبعاً آگے اکثر گرفتاران تعلقات ماسوی کا جہل بتلاتے ہیں کہ باوجود یکہ یہ لوگ صندوق میں ہیں مگر پھر بھی) ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے (آگے اس جاننے والے کی علامت بتلاتے ہیں کہ) جو شخص (اس بات کو) جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے (یعنی یہاں کے سامان عیش ولذت سے اس کو دلچسپی نہیں بلکہ توحش ہے پس) اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگئی (جس طرح صندوق کی تنگی کو وہ سمجھے گا جس نے عالم فراخ دیکھا ہوگا پس اسی طرح جس نے بصیرت سے اس عالم کو دیکھ لیا ہے یہ عالم اور اس کے تعلقات اس کو صندوق نظر آتے ہیں اور ان سے وہ متوحش ہوتا ہے اور) اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے (جیسا حدیث میں ہے **الکلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدھا فہو احق بھا**) وہ اپنی گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور (اس پہچاننے میں) یقین رکھنے والا ہے (جیسا مالک اپنی چیز کو یقین کے ساتھ پہچان لیتا ہے یہ دلیل ہے مضمون شعر بالا کی یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ اس نے اس عالم کو دیکھا ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ دار اصلی تو مومن کا وہی ہے وہاں سے جدا ہو جانا ایسا ہے جیسا کوئی گم ہو جانا پس جب انبیاء علیہم السلام نے اس عالم کا تذکرہ فرمایا تو یہ مومن فوراً مثل ضالہ کے اس کو پہچان گیا اور اس کے پہچاننے سے یہ عالم صندوق نظر آیا اور برخلاف اس کے) جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو (یعنی اس کو عالم علوی کی فراخی مشاہد نہ ہوئی ہو) وہ اس ادبار (دنیوی و تعلق ماسوی) میں کب مضطرب ہوگا (بلکہ اس کی حالت یہ ہوگی **ورضوا بالحیوة الدنیا واطمأنوا بھا الایہ** اور ایسا شخص) یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہوگیا ہے یا خود اول ہی سے (یعنی طفلی کے بھی قبل) ماں سے غلام پیدا ہوا ہے (جو ایک قسم کی اسیری ہے اس لئے) اس کی جان نے آزادی (اور حریت وخلاصی) کا ذوق نہیں دیکھا (پس ظاہر ہے کہ اس کو قید اور ضدوں کی تنگی کیوں ناگوار ہوگی گو وہ صندوق ہی میں ہو بلکہ) تصویرات کا صندوق اس کا میدان ہوگا (یعنی وہ اسی کو میدان سمجھے گا اور ان تصویرات کے تماشے کو منتہی مقصود کا سمجھے گا اور) ہمیشہ اس کی عقل تصویرات میں محبوس رہے گی (اور وہ) ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رکھے گا (یعنی کبھی ایک تصور میں مبتلا ہو گیا کبھی اس سے نکل کر دوسرے میں مبتلا ہو گیا) اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے (آگے نفوذ وخروج من حبس الدنیا کا طریق ایک آیت سے بطور علم اعتبار کے بتلاتے ہیں کہ) قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ جن وانس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے (اور اس کے بعد) یہ فرمایا ہے کہ سمٰوات سے ان کو کوئی منفذ نہیں بجز قوت اور وحی آسمان کے (یہ عطف تفسیری ہے اس آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے کیونکہ آیت کا مدلول تعجیز عن النفوذ اور انتفاء سلطان کا ہے اور مولانا نے امر **فانفذوا** کو طلب پر اور **لاتنفذون الابسلطان** کو ترغیب تحصیل سلطان پر محمول فرمایا ہے اس کو علم

اعتبار کہتے ہیں چونکہ مدعائے مقام آیت کی اس تفسیر پر موقوف نہیں بلکہ بدیہی وضروری ہے اس لئے تفسیر کے انتفاء سے مدعا کے ثبوت میں کوئی قدح نہیں لازم آتا بطور نکتہ کے ایک تائید ظاہری کر دی ہے سو اس کے لئے استدلال بطور اعتبار بھی کافی ہے غرض یہ گرفتار صندوق) اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے (جس سے تصورات دنیویہ کو تشبیہ دی گئی ہے) وہ شخص علوی نہیں ہے (جس کا ذکر بناء علی الاعتبار اس آیت میں ہے **ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات والارض فانفذوا** بلکہ وہ شخص) صندوقی ہے (اور اس کے لئے) نئے نئے صندوقوں کی (تصورات دنیویہ کی) سیر مست کر دینے والی ہے وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے (اور گر (کسی تنبیہ سے) وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈھے گا (اور) جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہوگا (بلکہ) قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا اس غم سے اس کا دل لب ایک لحظہ بھی شاد ہوگا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس حمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا (شاید خوش ہونا اس لئے ہو کہ قاضی نے اس سے کسی انعام کا وعدہ کیا ہوگا) اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہوگیا ہے قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو جب وہ رہرو گیا پیغام پہنچایا جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا القصہ صندوق کش کی خبر نے قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جا رفتہ کر دیا (حسن فرضی نام معلوم ہوتا ہے قاضی کا یا نائب کا اور ادھر) جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا (اور) بازار میں عوام الناس کا ایک جوش (اور ہجوم) ہے (آپس میں پوچھتے ہیں کہ) کیا قصہ ہے (دوسرا جواب دے رہا ہے کہ میاں) وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے۔

آمدن نائب قاضی میاں بازار وخریداری کردن صندوق را از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند	گفت نہصد بیشتر زر میدہند
نائب آیا کہا کہ تیرا صندوق کتنے کو ہے	جوحی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں
من نمی آیم فروتر از ہزار	گر خریداری کشا کیسہ بیار
میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا	اگر تو خریدار ہو تھیلی کھول لا
گفت شرمے دار اے کوتہ نمد	قیمت صندوق خود پیدا بود
نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس	صندوق کی قیمت تو خود ظاہر ہوتی ہے
گفت شرمے دار از اہل خرد	کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر	کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا
گفت بے رویت شری خود فاسد یست	بیع ما زیر گلیم ایں راست نیست
جوحی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی فاسد ہے	ہماری بیع زیر گلیم ٹھیک نہیں ہے

برکشایم گر نمی ارزد مخر	تانباشد بر تو حیفے اے پدر
میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہو گا مت خریدنا	تا کہ اے پدر تم پر ظلم نہ ہو
گفت اے ستار برمکشائے راز	سربہ بستہ می خرم بامن بساز
نائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کو مت کھول	میں سربستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنا لے
ستر کن تابر تو ستاری کنند	تانہ بینی ایمنی برکس مخند
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں	جب تک تو امن نہ دیکھ لے کسی پر مت ہنس
بس دریں صندوق چونتو ماندہ اند	خویش را اندر بلابنشاندہ اند
بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں	انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے
انچہ بر تو خواہ اں باشد پسند	بردگرکس آں کن از نفع وگزند
جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو	دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے
انچہ تو برخود روا داری ہماں	می بکن از نیک واز بد باکساں
جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے	نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر
انچہ نہ پسندی بخود از نفع وضر	برکسے مپسند ہم اے بے ہنر
جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے	اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر
زانکہ برمرصاد حق اندر کمیں	می دہد پاداش پیش از یوم دیں
اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے	یوم قیامت سے پہلے بھی پاداش دے دیتا ہے
آں عظیم العرش عرش او محیط	تخت دادش برہمہ جانہا بسیط
وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے	اس کے عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط ہے
گوشہ عرشش تبو پیوستہ است	ہیں مجنبان جز بدیں وداد دست
اس کے تخت کا گوشہ تیرے ساتھ متصل ہے	خبردار بجز دین اور عدل کے مت ہلاتا
تو مراقب باش براحوال خویش	نوش بین درداد وبعد از ظلم نیش
تو اپنے احوال پر نگراں رہ	عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے
پس ہمیں جا خود جزائے نیک وبد	میرسد باہر کسے چوں بنگرد
پس ایسی جگہ نیک و بد کی جزا	پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص دیکھے

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں	ہیچ آں بایں نماند نیک بیں
اور جو جزا کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی	وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے
بے حد و بے عد بود آنجا جزا	دوزخ و نارست جائے ناسزا
اس جگہ وہ جزا بے حد اور بے شمار ہو گی	دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ
گفت آرے انچہ کردم استم ست	لیک ہم میداں کہ بادی اظلم ست
جوحی نے کہا کہ بے شک میں نے جو کچھ کیا ظلم ہے	لیکن یہ بھی جان لو کہ ابتدا کرنے والا اصل ظالم ہے
نائب یک بیک مابادئیم	باسوا دروچہ اندر شادئیم
نائب نے کہا ہم ایک ایک کر کے سب بادی ہیں	باوجود روسیاہی ہم کیا خوشی میں مشغول ہیں
ہمچو زنگی کو بود شاداں و خوش	او نہ بیند غیر او بیند رخش
مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے	وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے
ماجرا بسیار شد درمن یزید	داد صد دینار وآں ازوے خرید
ماجرا بہت ہوا نیلام میں	اس نے سو دینار دیئے اور وہ اس سے خریدا
ہر دمے صندوقئی اے بد پسند	ہاتفاں و غیبیانت می خرند
تو ہر وقت صندوق ہو رہا ہے اے برے عمل کے پسند کرنے والے	تجھ کو ہاتف اور غیبی لوگ خرید رہے ہیں
ایں یقیں میداں کا سیرد بندۂ	زانکہ در صندوق غمہا ماندۂ
تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے	کیونکہ غموم کے صندوق میں رہا ہوا ہے
بند ہر چہ گشتۂ از نیک و بد	ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد
تو جس چیز کا مقید ہو رہا ہے نیک و بد سے	ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے
تانگردے زیں ہمہ آزاد تو	کے شوی ایجان زغم دلشاد تو
تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہو گا	غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہو گا

نائب آیا کہا تیرا صندوق کتنے کو ہے جوحی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں (مگر) میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا اگر تو خریدار ہو تو تھیلی کھول (اور قیمت) لا۔ نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس (فی الحاشیہ اے باوجودیکہ لباس گلیم وصوف داری وآں ہم کوتہ دعویٰ امیرانہ میداری کہ چندان قیمت صندوق می نہی آہ) صندوق کی قیمت تو خود ظاہر اور (معلوم) ہوتی ہے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ نائب نے) کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا جوحی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی

فاسد ہے۔ ہماری بیع زیر گلیم (یعنی مبیع کے مخفی رہتے ہوئے) ٹھیک نہیں ہے (اس لئے) میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہوگا مت خریدنا تا کہ اے پدر تم پر ظلم (یعنی غبن) نہ ہو (یہاں فاسد کے معنی صرف غیر تام ہیں کیونکہ خیار رؤیت کے رہتے ہوئے مشتری کو بجز درویت واپسی کا اختیار ہے) نائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کومت کھول میں سربستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنالے اور یہ بھی احتمال ہو کہ اول مصرعہ دعا ہو یعنی جوحی کی سختی کو دیکھ کر حق تعالیٰ سے دعا کی ہو کہ اے اللہ خیر کیجیو قاضی کا پردہ مت کھولیو پھر دعا کر کے جوحی سے معاملہ کے متعلق کہا ہو اور اس جوحی سے یہ بھی چپکے سے کہا کہ خدا سے ڈر اور جس بناء پر تو قیمت بڑھا رہا ہے اس پر نازمت کر پس) پردہ پوشی کرتا کہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں (اور) جب تک تو (یقینی) امن نہ دیکھ لے (اور وہ نجات آخرت کے بعد ہوگا) کسی پر مت ہنس بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں (اور تفسیر اس کی یہ ہے کہ) انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے (اور چوں تو میں تنبیہ کر دی کہ تو بھی کسی نہ کسی ایسی بلا میں گرفتار ہوگا کہ اس کا اخفا چاہتا ہوگا پس) جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر (اور) جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر (یہ مضمون حدیث کا ہے **وان تحب للناس ماتحب لنفسک و تکرہ لھم ماتکرہ لنفسک او کما قال**) اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے یوم قیامت سے پہلے بھی (اکثر) پاداش دے دیتا ہے (سو تعجب نہیں ہے کہ اگر تو دوسرے کو رسوا کرے حق تعالیٰ تجھ کو رسوا کر دے۔ **و فیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ و ان ربک لبالمرصاد** اور لفظ اکثر میں یہ شبہ جاتا رہا کہ بعض اوقات یہاں پاداش نہیں ملتی جواب ظاہر ہے اور اگر پاداش کو مثل کے ساتھ خاص نہ کیا جاوے تو پھر یہ حکم کلی ہے چنانچہ اسکی تحقیق احقر کے رسالہ جزاء الاعمال دیکھنے سے ہوسکتی ہے) وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے (اور) اس کی عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط (اور مشتمل) ہے (مراد تخت عدل سے خود عدل ہے یعنی اس کی صفت عدل کے احتواء سے کوئی چیز خارج نہیں ہے ہر شخص کے لئے وہ اس کا ظہور کر سکتے ہیں چنانچہ آگے یہی مضمون ہے کہ) اس کے تخت (عدل) کا گوشہ تیرے ساتھ (بھی) متصل ہے (پس) خبردار (اس گوشہ کو) بجز دین اور عدل کے مت ہلانا (یعنی جس کے ساتھ جو معاملہ کرو دین اور عدل کا خیال رکھنا ورنہ اگر اس کے خلاف تم نے اس گوشہ تخت عدل کو ہلایا یعنی دین اور عدل کے خلاف کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کیا تو پھر حق تعالیٰ کے عدل کا یہ ظہور ہوگا کہ تم کو بھی ویسی ہی پاداش مل جاوے گی آگے تفریع ہے یہاں پاداش ملنے پر کہ) تو اپنے احوال پر نگراں رہ (اور) عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے پس اسی جگہ نیک و بد کی جزاء پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص (غور سے) دیکھے اور جو جزاء کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے (بلکہ) اس جگہ وہ جزاء بے حد اور بے شمار ہوگی دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ (یہ سب مواعظ بلسان نائب ہیں) جوحی نے کہا کہ بیشک میں نے جو کچھ کیا (وہ فی نفسہ) ظلم ہے لیکن یہ بھی جان لو کہ (بالنظر الی سببہ ظلم نہیں کیونکہ حدیث میں ہے البادی اظلم یعنی) ابتداء کرنے والا اصل ظالم ہے (اس نے جیسا میرے ساتھ کیا کہ میری بی بی سے ارادہ بد کیا اس اعتبار سے مجھ کو ایسا کرنا جائز ہے) نائب نے کہا (کہ ہمارا

کیوں منہ ہے کہ باتعیین کسی کو بادی کہیں کیونکہ اگر اپنے اعمال میں غور کریں تو من وجہ) ہم ایک ایک کر کے سب بادی ہیں (پس) باوجود روسیاہی (وابتلاء بالمعاصی والفضائح کے) ہم (کسی کی بدحالی پر) کیا خوشی میں مشغول ہیں مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے (کہ میں بدصورت نہیں ہوں وجہ یہ کہ) وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے (پس اسی طرح ہر شخص اپنا عیب نہیں دیکھتا حالانکہ دیکھ سکتا ہے چنانچہ اسی واقعہ میں جوحی نے یہ ابتداء کی کہ عورت کے ذریعہ سے مکر کر کے قاضی کو بلا کر پھنسایا۔ پس یہ بھی اس اعتبار سے بادی ہوا حاصل قصہ یہ کہ) ماجرا بہت ہوا نیلام میں اس نے سو دینار دیئے اور وہ (صندوق) اس سے خریدا (آگے مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) تو ہر وقت صندوقی ہو رہا ہے اے برے عمل (ومعصیت) کے پسند کرنے والے (اور یہی برا عمل صندوق ہے اور مقتضا اس کا تیرا ہلاک اور رخسار تھا لیکن) تجھ کو (نائب کی طرح) ہاتف اور غیبی لوگ خرید (کر چھڑا) رہے ہیں (یعنی قبل تیرے خزی وہلاک کے تجھ کو ارشاد طریق حق وتوبہ واصلاح کی طرف کر رہے ہیں کہ اس صندوق سے تجھ کو خلاصی ہو اور مراد ان ہواتف غیبیہ سے اہل اللہ واہل ارشاد ہیں کہ امت کی خیر خواہی کرتے ہیں) تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے کیونکہ غموم کے صندوق میں (گرفتار) رہا ہوا ہے (غموم سے مراد علائق دنیویہ کہ معاصی کا راس ہیں اور سبب ہیں غموم کے آگے اس صندوق غموم کی یہی تفسیر ہے یعنی) تو جس چیز (یعنی علاقہ) کا مقید ہو رہا ہے نیک وبد سے (نیک وبد سے مراد نفس کا ملائم وغیر ملائم گو باعتبار مذموم ہونے کے سبب بد ہے ان میں) ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے (وصول الی فضاء القدس سے) تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہو گا غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہو گا (اور آزاد ہو کر البتہ حیوۃ طیبہ سے مشرف ہو سکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی **کما قال تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ** آگے اس آزادی کی مدح اور ترغیب ایک حدیث سے مستنبط فرماتے ہیں)۔

دربیان خبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود من کنت مولاہ فعلی مولاہ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس نبود کہ ما مطیع شدیم وے را کہ مطاوعت کودکے فرماید

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا ''میں جس کا آقا ہوں پس علیؓ اس کا آقا ہے'' حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا کہ ہم ان کے فرمانبردار ہو گئے کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیں سبب پیغمبر بااجتہاد	نام خود و آن علی مولا نہاد
اسی سبب سے پیغمبر صاحب اجتہاد نے	اپنا نام اور علی کا نام مولا رکھا ہے
گفت ہر کو را منم مولا و دوست	ایں عم من علی مولائے اوست
فرمایا ہے کہ جس کا میں مولا اور دوست ہوں	میرے ابن العم علی بھی اس کے مولا ہیں
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقیت راز پایت بر کند
مولا کون ہوتا ہے وہ کہ تجھ کو آزاد کرے	غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے

چوں بآزاری نبوت ہادی ست	مومناں راز انبیاء آزادی ست
جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے	مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے
اے گروه مومنان شادی کنید	ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید
اے گروه مومنین خوشی کرو	مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو
لیک میگوئید ہر دم شکر آب	بے زباں چوں گلستان خوش خضاب
لیکن ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو	بدوں زبان کے مثل باغ خوش رنگ کے
بے زبان گویند سرو و سبزه زار	شکر آب و شکر عدل نوبہار
بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزه زار	پانی کا شکر اور موسم نو بہار کے عدل کا شکر
حلہا پوشیده و دامن کشاں	مبست و رقاص وخوش وعنبر فشاں
جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں	مست اور رقاص اور خوش اور عنبر فشاں ہیں
جزو جزو آبستن از شاه بہار	جسم شان چوں درج پر در ثمار
جزو جز حاملہ ہے شاه بہار کے سبب	ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے
مریماں بےشوئے آبست از مسیح	خامشاں بےلاف وگفتارے فصیح
بہت سی مریمیں بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں	خاموش بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح
ماه ما بےنطق خوش برتافتہ است	ہر زباں نطق از فراو یافتہ است
ہمارا چاند بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے	ہر زبان نے نطق اس کے ہی نور سے پایا ہے
نطق عیسےٰ از فرمریم بود	نطق آدم پرتو آں دم بود
عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور مریم علیہا السلام سے ہے	آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ کا پرتو ہے
تازیادت گردد از شکر اے ثقات	بس نبات دیگر ست اندر نبات
تاکہ شکر سے زیادت عطا ہوا بے ثقہ لوگو	بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں
عکس آں اینجا ست ذل من قنع	اندریں طورست عز من طمع
یہاں اس کا عکس ہے کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے	اس طریق میں ہے کہ عزت پائی جس شخص نے کہ طمع کی
در جوال نفس خود چندین مرو	از خریداران خود غافل مشو
اپنے نفس کی گون میں اتنا مت چل	اپنے خریداروں سے غافل مت ہو

اسی سبب سے (کہ آزادی بند تعلقات سے مطلوب وممدوح ہے جیسا کہ سرخی سے اوپر کا شعر دال ہے اور یہ کہ انبیاء واولیاء تجھ کو یہی آزادی دینا چاہتے ہیں جیسا کہ سرخی سے چار شعر اوپر کہا گیا ہے ہر دمے صندوقی الخ اور جیسا کہ سرخی سے تقریباً پچاس شعر اوپر کہا گیا ہے خلق راز از بند صندوق فسوں کہ خرد جز انبیاؑ و مرسلوں الخ) پیغمبر صاحب اجتہاد (و کوشش در آزاد کردن امت) نے اپنا نام اور علیؓ کا نام مولا رکھا ہے (چنانچہ ارشاد) فرمایا ہے کہ (اس امت میں) جس کا میں مولا اور دوست ہوں میرے ابن العم علیؓ بھی اس کے مولا ہیں (اور) مولی کون ہوتا ہے (یعنی اس کے کیا معنی ہیں) وہ کہ تجھ کو آزاد کرے (اور) غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے (مولی کے معانی میں سے ایک معنی دوست ومحبوب بھی ہیں اور ایک معنی معتق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب بھی ہیں اور ایک معنی معتق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب سمجھے اس پر واجب ہے کہ حضرت علیؓ کو بھی محبوب رکھے اور شان ورود بھی حدیث کا اسی کا قرینہ ہے اور اس کے بعد یہ دعا **اللھم وال من والاہ** بھی اس پر دال ہے لیکن مولانا نے حدیث کو جملہ خبریہ اور مولی کو بمعنی معتق قرار دے کر مقصود مقام پر استدلال کیا ہے۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ورثۃ الانبیاء کا معتق یعنی آزادی دہندہ ہونا ثابت ہوا اور اسی سے مدح وترغیب بھی مفہوم ہوئی اور یہی مدعا تھا مقام کا اس کی ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ مولی کو بجائے مشترک لفظی کے مشترک معنوی کہا جاوے کہ اس کے معنی مطلق صاحب علاقہ وقرب کے ہیں اور اس کی یہ سب صورتیں ہیں یعنی محبوب ہونا معتق ہونا پس حاصل یہ ہوگا کہ حدیث سے مولی ہونا معلوم ہوا جو عام ہے دونوں معنی کو اور اصل عموم میں ارادہ ہے جمیع افراد ممکنۃ الاجتماع فی الوجود کا پس اس طرح سے محبوبیت واعتاق دونوں ثابت ہوئے چنانچہ خود مولانا بھی شعر دوم میں مولا کی تفسیر میں دوست کا لفظ لائے ہیں آگے آپ کے اولاً اور آپ کے ورثہ کے تبعاً معتق ہونے پر تفریع کے طور پر مومنین کا اس آزادی سے مشرف ہونا اور ان کو امر بالفرح والشکر ہے یعنی) جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے اے گروہ مومنین (خوب) خوشی کرو (اور) مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو۔ (سرو کو پھل نہ ہونے کے سبب آزاد کہتے ہیں شاید سوسن کو بھی اسی لئے آزاد کہتے ہوں) لیکن (نری رسمی خوشی کوئی چیز نہیں بلکہ حقیقی خوشی کرو وہ یہ کہ) ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو (جس نے مثل شجر سرو وسوسن کے تمہاری تربیت فرمائی اور آزادی کی صفت بخشی مطلب یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثہ مربین کا شکر ادا کرو بحکم **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** اور یہ شکر) بدوں زبان کے (بھی ادا کرو) مثل باغ خوش رنگ کے (کہ بے زبان شکر ادا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا کہ خوشی کرو پھر کہا کہ رسمی خوشی نہیں بلکہ حقیقی خوشی یعنی شکر اب کہتے ہیں کہ شکر بھی صرف زبانی نہیں بلکہ زبان کے ساتھ جنانی اور ارکانی یعنی بالقلب والجوارح بھی کہ قلب سے محبت کی جاوے اور جوارح سے اطاعت وخدمت چنانچہ معنی شکر کا تعلق تینوں سے مشہور ہے پس بے زبان کہنے سے شکر باللسان کی نفی مقصود نہیں بلکہ اکتفا باللسان کی نفی مقصود ہے چنانچہ احقر نے اس کے ترجمہ میں لفظ بھی اس لئے بڑھا دیا فانظر مرۃً اخری اور اس میں گویا ایک قسم کی شرح ہوگئی آیت **لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین** اور آیت **قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا** کی اور اس میں اشارہ ہے حقوق شیخ کی طرف کہ اس کا مربی ہونا مقتضی ہے اس کی خدمت واطاعت کو اور سبب ہے ترقی برکات کا جس کی یہاں سے ساتویں آٹھویں شعر میں تصریح بھی ہے تا زیادت گردد الخ آگے مشبہ بہ یعنی گلستاں خوش خضاب کے بے

زبان شکر کرنے کا مضمون ہے یعنی) بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار پانی کا شکر اور موسم نو بہار کے دل کا شکر (کہ وہ سبب ہوا اشجار کو ان کے مناسب برگ و ثمر و گل کے عطا ہونے کا اور اسی لئے اس کے واسطے عدل کا اثبات کیا گیا اور ان کا شکر پانی اور بہار کے لئے یہ ہے کہ وہ پانی اور بہار کی فیض وعطا کا حالاً اظہار کر رہے ہیں چنانچہ آگے اسی کا بیان ہے کہ) جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں مست اور رقاص اور خوشی اور عنبر فشاں ہیں (اور ان کا) جزو جزو حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب (اور) ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے (گویا) بہت سی مریمیں (ہیں کہ) بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں (یعنی مسیح ان کے بطن میں ہیں یہاں پھل پھول کو تشبیہ مسیح علیہ السلام سے دی اور وہ اشجار ظاہراً وقالاً خاموش (ہیں اور حالاً بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح (ہیں اور ناطق ہیں شکر آب و بہار کے ساتھ اور بدلالت حال اپنی خاموشی وعدم نطق بالشکر مقالاً کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ) ہمارا چاند (جس سے ہم نے نور وسرور حاصل کیا مراد اس سے موسم بہار ہے خود) بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے (اور) ہر زباں نے نطق اس کے ہی نور سے (کذافی الغیاث) پایا ہے (مطلب یہ کہ ہم اگر ناطق بالشکر نہیں تو کیا ہوا خود ہمارا مشکور غیر ناطق ہے اور بے نطق ہی اس قدر افادہ کر رہا ہے کہ خود اہل نطق کا نطق بھی اسی کا فیض ہے پس جس طرح اس کا عدم نطق اس کے افادہ میں مضر نہیں ہمارا عدم نطق ہمارے شکر میں مضر نہیں اور جیسا اس کا عدم نطق افادہ میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ فیض نطق بھی اسی سے ہے اسی طرح ہمارا عدم نطق شکر میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ اہل نطق سے زیادہ ہم اس کے فیوض و برکات سے منصبغ ہیں کہ یہی اظہار ہمارے مناسب حال شکر ہے اور بہار کا دخل نطق میں بواسطہ ہے کہ وہ نشوونما و تعدیل مزاج وانبات اغذیہ وغیرہا کا سبب ہے اور ان سب کا دخل نطق میں ظاہر ہے آگے تمثیل ہے مصرعہ عدم زبان نطق از فراد یافتہ است کی یعنی دیکھو) عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور (و برکت) مریم علیہا السلام سے ہے (اور) آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ (مذکور فی قولہ تعالیٰ ونفخت فیه من روحی) کا پرتو (اور ظل) ہے (پس گو مریم علیہا السلام خود خاموش تھیں کما قال تعالیٰ ولن اکلم الیوم انسیا اور صاحب النفخ یعنی حق تعالیٰ اس نطق متعارف سے منزہ ہیں مگر دونوں پیغمبروں کا نطق فیض غیر ناطقوں کا تھا اسی طرح مشبہ میں سمجھو آگے تتمہ ہے مضمون لیک میگویند الخ کا یعنی شکر مربی اور آزادی بخش کا کرتے رہو) تاکہ شکر سے زیادت عطا ہو اے ثقہ لوگو (کیونکہ یہاں) بہت سی دوسری نباتات درنباتات ہیں (فیوض و برکات کو نباتات سے تعبیر کرنا بمناسبت مشبہ بہ یعنی اشجار کے ہے کہ جیسے بہار ان کے اجزاء نباتات کو ترقی بخشتی ہے اسی طرح شکر محسن سے باطنی فیوض میں ترقی ہوگی آگے ترغیب ہے طلب مزید کا جس کا طریق اوپر شکر بتلایا اور مذمت ہے قناعت علی الحاصل کی یعنی) یہاں (دینی نعمتوں میں) اس (قول) کا عکس ہے (جو کہ دنیا کے باب میں وارد ہے کہ عز من قنع وذل من طمع اور وہاں یہی صحیح ہے لیکن اس کو یہاں مت جاری کرنا اور ہمت کم مت کرنا یہاں اس کا عکس ہے اس طرح سے) کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے (اور) اس طریق میں (اس کا دوسرا جزو بھی معکوس) ہے کہ عزت پائی جس شخص نے طمع کی (دین میں زیادت کا مطلوب ہونا ظاہر ہے حاصل مقام یہ کہ ان مربیوں کی اطاعت کر اور اپنی ہوا اور رائے سے) اپنے نفس کے گون میں (کہ اس نے تجھ کو مثل صندوق کے اس میں بند کر رکھا ہے) اتنا مت چل (جتنا تو چل رہا ہے اور) اپنے خریداروں سے (اور خلاصی و آزادی بخشنے والوں سے کہ شیوخ و مربی ہیں) غافل (اور مستغنی و بے تعلق) مت ہو (بلکہ ان کی اطاعت کر کہ ان کا یہی شکر ہے اور تیرے لئے بھی سبب نجات ہے آگے پھر قصہ قاضی کا ہے)۔

باز آمدن زن جوحی بمحکمۂ قاضی سال دوم بر امید آنکہ وظیفۂ پارسال بجا آورد وشناخت قاضی اورا

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اس امید پر کہ گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اس کو پہچان لینا

بعد سالے باز جوحی از محن	روبزن کرد وبگفت اے چست زن
ایک سال کے بعد پھر جوحی محنتوں سے	عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت
آن وظیفہ پار را تجدید کن	پیش قاضی از گلہ من گوسخن
اس پار سال والے معمول کی پھر تجدید کر	قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ
زن بر قاضی درآمد بازنان	مرزنے را کرد آں زن ترجمان
عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی	ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا
تانہ بشناسد ز گفتن قاضیش	یاد ناید از بلائے ماضیش
تاکہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے	بلائے گذشتہ سے اس کو یاد نہ آجاوے
ہست فتنہ غمزۂ غماز زن	لیک آں صدتو شود ز آواز زن
عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے	لیکن وہ سو گونہ ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے
چوں نمی تانست آوازے فراشت	غمزۂ تنہائے زن سودے نداشت
چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی	عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا
گفت قاضی روتو خصمت را بیار	تادہم کار ترابا او قرار
قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ	تاکہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو قرار دوں
جوحی آمد قاضیش نشناخت زود	کہ بوقت بقیہ در صندوق بود
جوحی آیا قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا	کہ ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا
زوشنیدہ بود آواز از بروں	در شراء و بیع و در نقص و فزوں
باہر سے اس کی آواز سنی تھی	خرید و فروخت میں اور کمی بیشی میں
گفت نفقہ زن چراندہی تمام	گفت از جان شرع راہستم غلام
قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا	کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں

لیک اگر میرم ندارم من کفن	در قمارم مفلس و شش پنج زن
لیکن اگر میں مر جاؤں تو کفن بھی نہیں رکھتا	میں قمار میں مفلس اور شش و پنج کرنے والا رہتا ہوں
زیں سخن قاضی مگر بشناختش	یاد آورد آں دغل واں باختش
اس بات سے قاضی نے غالباً اس کو پہچان لیا	وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی
گفت آں شش پنج بامن باختی	پار اندر شش درم انداختی
کہنے لگا وہ شش و پنج تو نے میری ہی ساتھ کھیلا تھا	پارسال تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا
نوبت من رفت امسال آں قمار	باد گرکس بازو دست از من بدار
میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار	کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھ سے ہاتھ اٹھا

ایک سال کے بعد پھر جوحی (افلاس کی) محنتوں سے عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت اس پارسال والے معمول کی پھر تجدید کر قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا تا کہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے (اور) بلائے گذشتہ سے اس کو یاد نہ آ جاوے (سو بولنا تو اس لئے ممکن نہ تھا البتہ ویسے بہت غمزے کئے کہ قاضی کو لبھاوے لیکن کام نہ چلا کیونکہ) عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے لیکن وہ (فتنہ) سوگونہ ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے (اور اب کی بار) چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی (اس لئے) عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا۔ قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ تا کہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو (انصاف کے ساتھ) قرار دوں (چنانچہ) جوحی آیا (اور) قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا (جلدی اس لئے کہا کہ اخیر میں تو پہچان لے گا کما سیاتی اور جلدی نہ پہچاننے کا سبب یہ ہوا) کہ (پارسال کی) ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا (اس کی صورت نہ دیکھی تھی بلکہ صرف) باہر سے اس کی آواز سنی تھی (صندوق کی) خرید و فروخت میں اور (قیمت کی) کمی بیشی میں (پس) قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا (کہ شریعت سے واجب ہے) کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں (انکار نہیں) لیکن (عذر ہے وہ یہ کہ میں اس قدر نادار ہوں کہ) اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا (اور) میں قمار میں مفلس اور شش و پنج (یعنی تدبیر و حیلہ) کرنے والا رہتا ہوں (یعنی جس طرح صاحب قمار طرح طرح کے حیلے مال حاصل کرنے کے لئے کرتا رہتا ہے اور پنج و شش قمار ہی کی اصطلاح ہے کما فی الحاشیۃ شش و پنج کنایہ از قمار ست و شش و پنج بازی کنایہ از مکر و فریب و حیلہ باشد برہان آہ اسی طرح میں بھی ہر طرح کی تدبیر کرتا ہوں مگر مفلس ہی رہتا ہوں پس) اس بات سے قاضی نے غالباً اس کو پہچان لیا (اور) وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی (کیونکہ کچھ اس کے جواب میں ذکر تھا حیلہ و فریب کا کچھ شاید آواز پہچانی ہو غرض اس کا ذہن منتقل ہو گیا) کہنے لگا وہ شش و پنج (جس کا تو ذکر کرتا ہے کہ میں پنج و شش زنندہ رہتا ہوں وہ) تو نے میرے ہی ساتھ کھیلا تھا (اور) پارسال تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا (سو) میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھ سے ہاتھ اٹھا (اور معاف کر

اوراس سے زیادہ کارروائی اس لئے نہ کرسکا ہوگا کہ اول تو ثبوت نہیں پھر دوسرے اپنی رسوائی)۔

فائدہ:۔ آگے انتقال ہے بمناسبت مضمون تحفظ قاضی عن الفرور کے طرف مضمون توفی اہل اللہ عن علائق الدنیا و ماسوی اللہ کے بغرض ترغیب طالبین کے ان کے اتباع میں اور ان علائق سے خروج میں بواسطہ ان کے اتباع کے اور ساتھ ساتھ مدح بھی ہے اہل اللہ کی اور بیان ان کے فضائل کا۔

از شش و از پنج عارف گشت فرد	محترز گشت ست زیں شش پنج نرد
شش سے اور پنج سے عارف علیحدہ ہو گیا	اس شش و پنج نرد سے محترز ہوگیا
رست او از پنج حس و شش جہت	از ورائے آں ہمہ کرد آگہت
وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا	ان سب کے ماوراء سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے
شد اشاراتش اشارات ازل	جاوزا لاوہام طراً و اعتزل
اس کے اشارات اشارات ازل کے ہیں	اس نے تمام اوہام سے تجاوز کیا ہے اور یکسو ہوا ہے
زیں چہ شش گوشہ گر نبود بروں	چوں برآرد یوسفے را از دروں
وہ اس چاہ شش گوشہ سے اگر خارج نہیں ہے	تو یوسف کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے
واردے بالائے چرخ بے ستن	جسم او چوں دلو در چہ چارہ کن
وہ وارد ہے چرخ بے ستون سے باہر	اس کا جسم مثل ڈول کے کنویں کے اندر تدبیر کر رہا ہے
یوسفاں چنگال درد لوش زدہ	رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ
طالبین نے اس کے دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے	چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے
دلوہائے دیگر از چہ آب جو	دلو او فارغ ز آب اصحاب جو
دوسرے دلو تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں	اس کا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے
دلوہا غواص آب از بہر قوت	دلو او قوت و حیات جان حوت
دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے	اس کا دلو قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے
دلوہا وابستہ چرخ بلند	دلو او در اصبعین زور مند
دوسرے دلو تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں	اس کا دلو قوی کے بین الاصبعین میں ہے
دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی	ایں مثال بس رکیک ست اے اخی
دلو کیا چیز ہے اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے	یہ مثال بالکل رکیک ہے اور اے بھائی

از کجا آرم مثال بے شکست	کفو او نے آید و نے آمدست
میں ناشکستہ مثال کہاں سے لاؤں	اس کا مثل تو نہ آوے اور نہ آیا
صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے	صد کمان و تیر درج ناو کے
لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں	سو کمان اور تیرا ایک ناوک میں درج ہیں
مارمیت اذرمیت فتنۂ	صد ہزاراں خرمن اندر حفنۂ
مارمیت اذرمیت کا مصداق ایک امتحان ہے	لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر
آفتابے در یکے ذرہ نہاں	ناگہاں آں ذرہ بکشاید دہاں
ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے	ناگہاں وہ ذرہ منہ کھول دے
ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں	پیش آں خورشید چوں جست از کمیں
تو سب افلاک و زمین ذرہ ذرہ ہو جائیں	اس خورشید کے سامنے جبکہ وہ کمین سے نکلنے لگے
ایں چنیں جانے چہ درخورد تن ست	ہیں بشوائے تن ازیں جان ہر دو دست
ایسی روح کیا لائق تن ہے	ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال
اے تن گشتہ وثاق جان بس ست	چند تاند بحر در مشکے نشست
اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے بہت ہے	کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کرسکتا ہے
اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر	اے مسیحان نہاں در جوف خر
اے ہزاروں جبرئیل ہیں بشر کے اندر	اے بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں
اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد	واقف از خوف ست درست از نیک و بد
اے کلیم اللہ ہیں نمد میں	جو کہ خوف کی چیز سے واقف بھی ہیں اور نیک و بد سے چھوٹ بھی گئے ہیں
اے حبیب اللہ نہاں در غار تن	گنج ربانی نہاں در مار تن
اے حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں	گنج ربانی ہے نہاں مارتن میں
اے ہزاران کعبہ پنہاں در کنیس	اے غلط انداز عفریت و بلیس
اے ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں	اے غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا
سجدہ گاہ لامکانی در مکاں	مر بلیسان راز تو ویران دکاں
لامکانی کا سجدہ گاہ مکان میں	ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی

صورت دوں را لقب چوں دین کنم	کہ چرا من خدمت ایں طین کنم
ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں	کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں
تا بہ بینی شعشع نور جلال	نیست صورت چشم را نیکو بمال
تا کہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے	یہ صورت نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل

شش اور پنج سے (بالتفسیر الاتی فی الشعر الاتی) عارف علیحدہ ہو گیا (اور) اس شش و پنج زد (یعنی تدابیر تحصیل دنیا) سے (بھی محترز ہو گیا اور تفسیر مصرعہ اولیٰ کی یہ ہے کہ) وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا (ان میں ایک مدرک مبنی للفاعل اور ایک مدرک مبنی للمفعول ہے مطلب یہ کہ بجز حق تعالیٰ کے اس کا کسی سے تعلق نہیں رہا نہ مدرکات سے نہ مدرکات سے اور چونکہ اس پنج و شش سے خلاصی یافتہ ہے اسی لئے) ان سب کے ماوراء (ومافوق) سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے (یعنی اس کا ماوراءِ محسوسات ومافوق العالم السفلی سے خبر دینا دلیل ہے اس کی کہ اس کو عالم علوی سے اتصال ہے اور یہ علامت ہے عالم سفلی سے خلاصی پانے کی بدوں اس کے وہ اتصال نہیں ہوتا پس یہ آگاہ کروں اس رستن پر مبنی ہے اور اس کا یہ آگاہ کرنا علم مکتسب سے نہیں بلکہ اس کے اشارات (حکما) اشارات ازل (یعنی علم الٰہی قدیم) کے ہیں (یعنی اس کا علم فیض وہبی علم حق کا ہے اور) اس نے تمام اوہام (یعنی علوم مکتسبہ تخمینہ) سے تجاوز کیا ہے اور (اس سے یکسو ہوا ہے اور جس طرح آگاہ کروں کہ تعلیم وافادہ قالی ہے دلیل ہے رستن کی کما ذکر اسی طرح طالبان را بیروں از چاہ کردن کہ تربیت وافادہ عالی ہے دوسری دلیل ہے اس رستن کی اور رستن کے ساتھ رہانیدن کی آگے اس کے فرماتے ہیں کہ) وہ (عارف) اس چاہ شش گوشہ سے (یعنی عالم شش جہت سے کہ مثل چاہ کے ہے) اگر خارج ہے تو یوسف (یعنی طالب) کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے (کیونکہ جو شخص خود کنوئیں کے اندر ہو وہ دوسرے کو کنویں سے نہیں نکال سکتا اسی طرح جو شخص خود تعلقات ماسوی اللہ میں آلودہ ہو اس کی تعلیم وتربیت وصحبت میں عادۃً یہ اثر نہیں ہوتا کہ دوسرے کے یہ تعلقات قطع ہو جاویں پس) وہ (باعتبار روح کے) وارد ہے **کالوارد الذی اخرج یوسف المذکور فی قولہ تعالیٰ فارسلوا واردھم** چرخ بے ستون سے باہر (یعنی عالم غیب میں اور) اس کا جسم مثل ڈول کے کنویں کے اندر تدبیر (اخراج یوسف کی) کر رہا ہے (اس میں ایک سوال کا بھی جواب ہے اور برآرد یوسفے را از دروں کا طریق بھی ہے یعنی اگر کسی کو شبہ ہو کہ تمہارا یہ کہنا کہ رست او از پنج خس و شش جہت کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ہم عارف کو بھی اسی کنوئیں میں مشاہدۃً دیکھتے ہیں پس جب یہ خود چاہ میں ہے تو دوسرے کو کیا نکالے گا جواب اس کا یہ ہے کہ عارف میں جو مرتبہ روح کا ہے ان احکام کا محکوم علیہ وہ ہے سو وہ اس چاہ سے خارج ہے اور جس کو تم چاہ کے اندر دیکھتے ہو وہ اس کا جسم ہے مگر وہ بھی مقید ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ آلہ اخراج ہونے کی حیثیت سے جیسا دلو ہوتا ہے کہ وہ بھی چاہ کے اندر ہوتا ہے مگر اس میں محبوس نہیں ہوتا بلکہ اگر کسی محبوس کو نکالتے ہیں تو اس کا ذریعہ یہی دلو ہوتا ہے پس اسی طرح عارفین اپنے جسم سے یہاں ہیں تاکہ تم کو اپنے اندر لے کر پھر تم کو اپنی روح کے افعال سے نکال لیں ورنہ اگر وہ جسم سے بھی تمہارے ساتھ ساتھ نہ ہوتے تو تمہاری خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوتی یا اگر ان میں روح کا مرتبہ خارج نہ ہوتا تب بھی تمہارے اخراج کے لئے وہ کافی نہ تھے

جیسے فرض کرو کہ کوئی شخص ڈول سمیت کنویں کے اندر آ گرے وہ دوسرے کو نہیں نکال سکتا اور اسی تشبیہ سے بطور جملہ معترضہ کے ایک اور مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح دلو کے ساتھ تمسک اسی وقت تک مفید ہے جب تک کہ رسن نے واسطہ سے یہ دلو اس وارد کے ہاتھ سے تعلق رکھے ورنہ اگر رسن چھوٹ جاوے ٹوٹ جاوے تو پھر یہ تمسک غیر مفید ہے اسی طرح جسم کی صحبت وخدمت وتعلق اسی وقت تک مفید ہے جب تک اس جسم کا علاقہ روح سے ہے ورنہ بعد مفارقت کے تمسک بالجسم کعبدۃ القبور بالکل بیکار ہے آگے چارہ کنی مذکور فی ہذا الشعر کا فائدہ مرتبہ ہے کہ) طالبین نے اس کی دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے (اور اس کی بدولت) چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے دوسرے دلوتو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں (اور) اس (عارف) کا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے (جو چاہ میں محبوس ہیں دوسرے دلووں سے مراد دوسروں کے اجسام اور پانی سے مراد مطلوبات دنیویہ یعنی اور لوگ تمتعات کے طالب ہیں یہ شخص انقاذ کی کوشش کرتا ہے اور یہ سب شاہد ہے) دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے (اور) اس کا دلو (خود) قوت ہے اور جاں حوت کی حیات ہے (حوت سے مراد طالب حق جو اس چاہ عفن کدر نزر الماء میں محبوس ہونے کے بعد دلو کے ذریعہ سے نکل کر دریا سے اس کا اتصال ہو گیا) دوسرے دلوتو چرخ بلند سے وابستہ ہیں (اور) اس کا دلوقوی (مطلق) کے بین الاصبعین میں ہے (اور بالائے چرخ ہے جس کو اوپر قریب کلام میں بھی کہا تھا وارد ہے بالائے چرخ بے ستن مطلب یہ کہ اوروں کے اجسام کا تمام تر تعلق عالم عناصر سے ہے جس میں فلکیات متصرف ہیں اور اس عارف کے جسم کا معتدبہ تعلق کہ صدور طاعات ہے جوارح سے حق تعالیٰ سے ہے **کما ورد کنت سمعه الذی یسمع بی و بصره الذی یبصر بی** اور ان اشعار میں عارف کے جسم وروح ومقام روح کو صریحاً اور تعلق جسد وروح کو مفہوماً تشبیہ دی ہے دلو اور وارد اور مالائے چرخ اور رسن سے آگے ان مثالوں کا ناقص ہونا بتلاتے ہیں کہ) دلو کیا چیز ہے اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے (اور اسی کے ساتھ وارد بھی حکماً مذکور ہو گیا کہ وہ بھی کیا چیز ہے) یہ مثال بالکل رکیک ہے اورا ے بھائی (اس سے مماثلت من کل الوجوہ مت سمجھ جانا رہا کوئی یہ کہے کہ پھر تام مثالیں لے آؤ سواس کا جواب یہ ہے کہ) میں ناشکستہ (وغیر ناقص) مثال کہاں سے لاؤں (کیونکہ) اس (عارف) کا مثل تو (ان اشیاء محسوسہ میں) نہ (وجود میں) اور نہ (کبھی وجود میں) آیا (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے خصوص روح کہ اصل عارف ہے وہ خود غیر محسوس ہے خصوص جب اس میں نسبت مع اللہ کا لحاظ کیا جاوے پس غیر اشرف میں اشرف کا مماثل اور محسوسات میں غیر محسوس کا مماثل اور متعلقات بماسوی اللہ میں متعلق مع اللہ کا مماثل کہاں پایا جاوے گا پھر مثال کے تام ہونے کی کیا صورت ہے جب آوے گی رکیک ہی آوے گی آگے اس کی امثیت اور افضلیت جو مصرعہ کفواو نے آید الخ میں مجملاً مذکور ہوتی ہے اور اس امثیت وافضلیت کی بناء کہ اس کی روح کا تعلق مع اللہ ہے ذکر فرماتے ہیں یعنی وہ عارف ایسا ہے گویا) لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں (اور گویا) سوکماں اور تیر ایک ناوک میں درج ہیں (فی الغیاث ناوک مصغر نادست چوبے باشد مجوف میاں خالی آہ فی الحاشیہ بعد ہذہ العبارۃ کہ دراں تیر نہادہ انداز ندالی قولہ دستور است کہ تیر را در ناوک نمی دارند بلکہ در ترکش دارند وتن عارف چناں ناوک ست کہ صد تیر وکمان دروے مندرج ست آہ مختصراً مطلب اس کا ایسا ہے **لیس علی الله بمستنکر وان یجمع العالم فی واحد کما قال تعالیٰ ان ابراهیم کان امة قانتاً لله**

الآیہ اور وہ عارف بوجہ نسبت فنا مع اللہ کے) ما رمیت اذ رمیت کا مصداق (اور) ایک امتحان (الٰہی) ہے (قال تعالیٰ **و جعلنا بعضکم لبعض فتنة** اور امتحان ہونا اس کا اقل درجہ یہ ہے کہ لوگ اس کو اپنا مثل سمجھ کر انکار واعتراض سے پیش آتے ہیں اور اس کی روح کی جانب کو نہیں دیکھتے اور وہ) لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر (یہ اور او برصد ہزاران مرد اور صد کمان اور بعد میں آفتاب یہ سب تشبیہات ہیں باعتبار وسعت روح اور ضیق جسم کے اور وہ گویا) ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے (اور اگر) ناگہاں وہ درہ (جس میں آفتاب نہاں ہے) منہ کھول دے (جس کے کھولنے سے اس آفتاب کی شعاعیں پھیلنے لگیں) تو سب افلاک وزمین ذرہ ذرہ ہو جاویں اس خورشید کے سامنے جب کہ وہ کمین سے (یعنی اس ذرہ سے جس میں وہ پوشیدہ تھا) نکلنے لگے (اس کا نکلنا اس کی شعاعوں کا پھیلنا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی عارف کی زبان القاء افادات واظہار واردات کے لئے کھلتی ہے جس سے روحانی فیض اس کا پھیلنے لگتا ہے تو اس وقت تمام عالم بے قدر اور ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے خود اس کی عظمت کے سامنے بھی اور اس لئے بھی کہ اس کلام سے دوسرے عالم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے آگے جسم کا لاشی ہونا روح کے مقابلہ میں اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اہل اللہ کو صرف جسمیت کی حیثیت سے نہ دیکھا جاوے جیسا آگے عنقریب شعر اخیر نیست صورت میں اس کی تصریح بھی ہے پس فرماتے ہیں کہ) ایسی روح (جس کا بیان ہوا) کیا لائق تن ہے (آگے شاعرانہ خطاب ہے کہ) ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال (یعنی اس کو چھوڑ) اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے (جتنا تو نے اس کو اپنے اندر رکھا یہ رکھنا) بہت ہے (بس اب) کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کر سکتا ہے (اس سے مقصود یہ نہیں کہ تو روح کو چھوڑ دے بلکہ شاعرانہ پیرایہ میں دونوں کا متناسب نہ ہونا یعنی روح کا اعلیٰ اور جسم کا ادنیٰ ہونا بتلاتے ہیں آگے پھر وہی مضمون ہے آفتاب در یکے ذرہ اور اس پر اسی مضمون کی تفریع ہے جو انچنیں جانے میں مذکور ہوا تھا یعنی) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں جبرئیل ہیں بشر کے اندر (اور) اے (روح عارف کہ گویا) بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں (کہ مثال ہے تن کی اور) اے (روح عارف کہ گویا) کلیم اللہ ہیں نمد میں جو کہ خوف کی چیز ہے واقف بھی ہیں (یہ علم معرفت ہے) اور نیک وبد (یعنی نافع ومضر فی الدنیا) سے چھوٹ بھی گئے ہیں (یہ عمل بمقتضائے علم مذکور ہے اور) اے (روح عارف کہ گویا) حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں (جس طرح رسول اللہ وحبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں جا کر پوشیدہ ہوئے تھے اور تو گویا) گنج ربانی ہے (جو) نہاں (ہے) مار تن میں (اور) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں (ان سب اشعار میں تشبیہات روح وجسد کی ہیں وجہ تشبیہ ہر جگہ ظاہر ہے یعنی نفیس ہونا اور خسیس ہونا اور) اے (روح عارف) غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا (کہ اس نے صرف جسم کو دیکھا **کما یدل علیه عذره خلقته من طین** اس لئے غلطی میں پڑ گیا اور اے روح عارف کہ تو) لا مکانی کا سجدہ گاہ (ہے) مکان میں (یعنی ملائکہ کا سجدہ گاہ بنا جن کو لا مکانی کہنا بمقابلہ مکان عنصری کے ہے کہ مکان فلکی میں بوجہ کم تغیر ہونے کے ایک گونہ مشابہت ہے مجردات کے ساتھ جو حقیقۃً لا مکانی ہیں اور در مکان کے معنی اس صورت میں مناسب ہیں کہ فی الارض لئے جاویں جیسا کہ ایک قول مشہور ہے کہ سجدہ قبل دخول جنت کے ہوا تھا اور اس پر اگر شبہ ہو کہ پھر اباء عن السجدہ کے بعد شیطان سے کہا گیا **فاخرج منها** جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ جنت میں تھا اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اہل سموات سے سجدہ وہاں ہی کرایا گیا ہو اپنے کو ادھر متوجہ کر

کے ساجد ہونے سے اور اباءعن السجدہ کی وجہ سے اس کو سموات سے خارج کر دیا گیا ہو واللہ اعلم اے روح) ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہوگئی (اور ویران اس لئے ہوئی کہ اس نے کہا) کہ میں اس مٹی کی خدمت (اور تعظیم) کیوں کروں (اور) ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں (دین سے مراد دینی لقب یعنی سجدہ گاہ مثلاً پس اس سے مطرود ہوگیا یہی ویرانی ہے دکان کی مولانا ابلیس کا رد فرماتے ہیں کہ ارے احمق) یہ صورت (محض نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل تا کہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے (کہ وہ روح ہے جو مثل شعاع کے ظل ہے نور حقیقی کا)۔

فائدہ:۔ آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف۔

باز آمدن بقصۂ شہزادہ وملازمت او بحضرت شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

شاہزادہ پیش شہ حیران ایں	ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طیں
شہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا	اس نے ایک مشت گل میں ہفت آسمان دیکھے
ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود	لیک جان با جان دمے خامش نبود
بحث میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا	لیکن جان جان کی ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی
آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست	اینہمہ معنی ست پس صورت زچیست
اسکے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ نہایت خفی ہے	یہ سب باطن ہے صورت کس غرض سے ہے
صورتے از صورتت بیزار کن	خفتۂ مر خفتہ را بیدار کن
یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی	ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا
آں کلامت می رہاند از کلام	واں سقامت می جہاند از سقام
وہ کلام تجھ کو کلام سے چھڑاتا ہے	اور وہ مرض تجھ کو مرض سے نکال دیتا ہے
پس سقام عشق جان صحت است	رنجہالیش حسرت ہر راحت است
پس بیماری عشق صحت کی جان ہے	اس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں
اے تن اکنوں دست خود از جان بشو	ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو
اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو	اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر

شاہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا (کہ) اس نے (وہاں) ایک مشت گل (یعنی تن شاہ) میں ہفت آسمان دیکھے (یعنی روح کامل دیکھی جو بمنزلہ ہفت گردوں بلکہ مجموعہ عالم کے بلکہ اس سے بھی افضل ہے جیسا اس سرخی سے اوپر کے شعار میں مذکور ہوا جن میں یہ مضمون طین کا بھی ہے اور یہ حالت دیکھ کر اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا

جس کا ذکر تیسرے شعر میں ہے آمدہ در خاطرش مگر ہیبت کے مارے جس کا سبب علاوہ اس کی ظاہری عظمت سلطنت کے اس کا ملیت کا مشاہدہ بھی تھا) بحث (وسوال) میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا لیکن (شہزادہ کی) جان (شاہ کی) جان کے ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی (یعنی اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا جس پر بادشاہ مطلع ہوتا تھا یہ معنی ہیں خاموش نہ ہونے کے پھر اس نے اپنے تصرف سے کوئی جواب اس کے قلب میں القاء کیا ہو مثلاً وہی جواب جو مولانا آگے نقل کریں گے تو اس صورت میں جان باجان خامش نبودہ نوں طرف سے ہو جاوے گا یا نہ کیا ہو اور ظاہر یہی ہے بقرینہ عدم نقل جیسا میرے ترجمہ میں اس ہی ظاہر کو اختیار کیا گیا ہے تو اس صورت میں جان باجان خامش نبود ایک جانب سے ہو جاوے گا اور مولانا کا جواب دینا بمقتضا مقام ہو جاوے گا اور وہ سوال یہ تھا کہ) اس کے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ (مسئلہ) نہایت خفی ہے (جس کا بیان آگے ہے یعنی یہ بات کہ) یہ سب (جو کہ ہفت گردوں کا جامع بالتفسیر المذکور آنفاً دیکھا جاتا ہے) باطن (اور روح) ہے (کہ یہ وسعت اور جامعیت اسی میں ہے پس جزء مقصود انسان میں وہی ہوا تو) صورت کس غرض سے ہے (اس لئے کہ اس صفت میں صورت کو کوئی دخل نہیں تو اگر روح کے تعلق سے تن جسم کے ساتھ کیا فائدہ ہوا یہ سوال ہے آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس سوال منقول کو دیکھ کر شاید اور کسی کو یہی سوال پیدا ہو پس فرماتے ہیں کہ) یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی (جو ظاہر میں ایسا ہے کہ گویا) ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا (خفتہ سے تشبیہ دی صورت کو کہ اصل صفت اس کی غفلت ہے اور بیداری اس میں تعلق روح کے واسطہ سے آئی ہے مگر باوجود اس کے بھی اقتضائے بشریت سے اس صفت اصلیہ کا اثر اس میں کم و پیش رہتا ہے اس لئے اس کو خفتہ سے تشبیہ دی گئی اس میں صورت کا فائدہ بیان کیا ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ عوام کو روح کامل سے اگر وہ بدن سے مجرد ہوتی بوجہ عدم مناسبت کے فیض نہ ہو سکتا جیسا عامہ کو کاملین اموات سے نہیں ہوتا اب ان میں مابہ الاشتراک صورت ہے جس سے باہم مناسبت ہوگئی فیض ممکن ہوا جس کا حاصل بیزاری از صورت اور بیداری از غفلت ہے پس صورت سے جو یہ بیزاری ہو رہی ہے جس پر سوال دال ہے یہ اس صورت ہی کا طفیل ہے اور غفلت سے جو یہ بیداری ہو رہی ہے جس سے سوال ناشی ہوا ہے یہ اس خفتہ ہی کی بدولت ہے اور اسی اشتراط مناسبت کی بناء پر حق تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ممتن بہا میں من انفسکم بڑھایا ہے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جو کہ اس کی صورت سے صادر ہوتا ہے اور مشتمل ہوتا ہے ارشاد پر) تجھ کو کلام (مانع عن المقصود) سے چھڑاتا ہے (ورنہ روح کا کلام کہاں سنا جاتا) اور وہ مرض (عشق جو کہ اس کے جسم کو لاحق ہوتا ہے) تجھ کو مرض (باطنی) سے نکال دیتا ہے (اور جس عشق سے دوسرا متاثر ہوتا ہے وہی ہے جس کے آثار کا دوسرے کو بھی ادراک ہو مثل غلبہ مواجید و احوال اور اس میں بوجہ ان کے صفت نفس ہونے کے جسم کی بھی شرکت ہے بخلاف روح محض کے کہ اس کا عشق اور اس کے آثار از بس لطیف ہیں چنانچہ کاملین پر جب اس کا غلبہ ہوتا ہے عوام الناس اس حالت میں ان کے کمال کو نہیں پہچان سکتے پس مستفید بھی نہ ہوتے یہاں تک جواب ہو گیا آگے اس شبہ کا دفع ہے کہ کیا عشق بیماری ہے جیسا تم کہتے ہو جواب دیتے ہیں کہ گو ظاہراً وہ بیماری ہے کما قالہ الاطبا لیکن جب اس میں یہ اثر ہے کہ می جہاند از سقام) پس (یہ) بیماری عشق (باعتبار اسی اثر کے تو) صحت کی (بھی) جان ہے (کیونکہ صحت سے اصلی غرض راحت ہے اور) اس کے رنج (وغموم) ہر راحت کا رشک ہیں (چنانچہ مشاہد بھی ہے کہ

جس قدر تعلق مع اللہ بڑھتا جاتا ہے راحت میسر ہوتی ہے پس اس غایت کے اعتبار سے وہ مرض صحت سے افضل ہوا پھر اگر کسی فن کی اصطلاح پر اس کو مرض کہا جاوے تو کیا مضر اور کیا محل شبہ ہوا چونکہ ابھی مضمون جواب میں بھی اور سرخی سے پہلے بھی روح کی فضیلت ثابت ہوئی ہے اور مجموعہ مقامین سے جسم عوام کا بے قدر ہونا بھی کیونکہ اشعار مقام میں خواص کے تو جسم کی بھی برکت بیان کی ہے آگے بطور تفریع کے جسم محجوب کو خطاب ہے کہ) اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو (یعنی روح کو اپنا مت سمجھ اور اس کو چھوڑ) اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر (جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی اصلاح کرے کہ گویا جان جدید ہوگی اور اس میں عود ہے سرخی سے نو شعر قبل کے شعر کی طرف اینچنیں جانے الخ آگے پھر قصہ ہے)۔

در بیان نوازش واحترام شاہ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہ چین کے پردیسی) عاشق شہزادے) کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل آں شہ نیک اورامی نواخت	اوازاں خورشید چوں مہ میگداخت
حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا	وہ اس خورشید سے چاند کی طرح گھلتا تھا
آں گداز عاشقاں باشد نمو	ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو
عشاق کا وہ گداختہ ہونا نمو ہے	ماہ کی طرح گدازش میں بھی تازہ رو ہیں
جملہ رنجوران دوا دارند امید	نالدایں رنجور کم افزوں کشید
تمام مریض دوا کی امید کرتے ہیں	یہ مریض نالہ کرتا ہے کہ میرا اور افزوں کردو
جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں	رنج افزوں جوید و رنج وحنیں
تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ	رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے
خوبتر زیں سم ندیدم شربتے	زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا	اس مرض سے خوشتر کوئی صحت نہیں دیکھی
زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے	سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
اس گناہ سے کوئی طاعت بہتر نہ ہو گی	بہت سے برس اس دم کی نسبت ایک ساعت ہیں
مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق	دل کباب و جان نہادہ برطبق
ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا	دل کباب اور جان طبق پر رکھی تھی
گفت شاہ از ہر کسے یک سر برید	من زشہ ہر لحظہ قربانم جدید
کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا	میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں

مصرع اول	مصرع دوم
من فقیرم از زر و از سر غنی	صد ہزاراں سر خلف داد آں سنی
میں زر سے فقیر ہوں اور سر سے غنی ہوں	لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں
باد و پا در عشق نتواں تاختن	با یکے سر عشق نتواں باختن
دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے	ایک سر کے ساتھ عشقبازی نہیں کر سکتے
ہر کسے را خود دو پاؤ یک سرست	با ہزاراں پاؤ سر تن نادرست
ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے	ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے
زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر	ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی سبب سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے	یہ ہنگامہ ہر وقت زیادہ رونق پر ہے
معدن گرمی ست اندر لامکاں	ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
گرمی کا معدن لامکان میں ہے	ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے

حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا (اور) وہ اس خورشید (عشق) سے (جس کو نہ ظاہر کر سکتا تھا نہ تحمل کر سکتا تھا) چاند کی طرح (کہ شمس کے قرب سے اس کو محاق ہوتا ہے) گھلتا تھا (آگے مولانا عشق حقیقی کے خواص بیان کرتے ہیں کہ) عشاق کا وہ (ظاہراً وجسماً) گداختہ ہونا (باطناً وروحاً) نمو ہے (اور وہ) ماہ کی طرح گزارش میں بھی تازہ رو ہیں (کہ وہ محاق سے بھی نہیں گھبراتا جس کے بعد ہی بدر ہونے لگتا ہے یہ مثال ہے صرف توضیح کے لئے مدار اثبات اس پر نہیں ہے جس پر کوئی شبہ کیا جاوے کہ بدریت تو بعید ہونے سے ہوتی ہے) تمام مریض دوا کی امید (یعنی استدعاء) کرتے ہیں (اور) یہ مریض (عشق حقیقی) نالہ کرتا ہے کہ میرا (مرض) اور افزوں کر دو (اور یہ ظاہر بھی ہے کہ عاشق حق محبت میں زیادتی ہی چاہتا ہے) تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ (مریض عشق) رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے۔ میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا (اور) اس مرض سے خوش تر کوئی صحت نہیں دیکھی (جیسا سرخی سے پہلے بھی فرمایا ہے پس سقام عشق جان صحت ست الخ) اس گناہ سے بہتر کوئی طاعت نہ ہوگی (گناہ باعتبار زعم منکران بارنج کہا کہ وہ ہمیشہ عشاق کے افعال غامضہ پر مخالفت شرع کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں) بہت سے برس اس دم (یعنی سخن یا افسوں عشق) کے نسبت ایک ساعت ہیں (یعنی اگر عشق میں برس بھی گزر جاویں بوجہ سیری نہ ہونے کے وہ ایک ساعت معلوم ہوتی ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا (کہ) دل کباب (تھا) اور جان طبق پر رکھی تھی (یعنی جانبازی پر آمادہ تھا چنانچہ عنقریب آتا ہے کہ وہ جلدی ہی مر بھی گیا اپنے دل میں) کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا (جیسا اوپر مع توجیہ کے مضمون آچکا ہے کہ جو کوئی لڑکی کا نام لیتا تھا اس کا سر کاٹ ڈالتا تھا اور) میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں (یعنی ایک بار قربان ہو کر پھر دوبارہ ہوتا ہوں اور یہ بہ نسبت سابق کے جدید ہوگا یہ وہ مضمون ہے۔ کشتگان خنجر

تسلیم راالخ آگے بلسان شہزادہ مقولہ ہے عاشق حقیقی کا یعنی) میں زر سے فقیر ہوں (کہ زر ندارم) اور سر سے غنی ہوں (کہ سرہا دارم و ہردم فدایش میکنم آگے اس فدا کی علت ہے کہ فدا کیوں نہ کروں کیونکہ) لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں (یہ فدا مجاہدہ وفنا ہے اور خلف دادن مشاہدہ وبقاء ہے آگے مجاہدہ وفنا میں عاشق کی ترقی کرنے کا مضمون ہے کہ صرف) دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے (بلکہ ہمہ تن مجاہدہ بننا ضرور ہے اور) ایک سر کے ساتھ عشق بازی نہیں کر سکتے (بلکہ سراپا فناء ہوجانا چاہئے معمولی طور پر) ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے (اور) ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے (اس نادر کا مصداق عاشق ہی ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی سبب (اور فرق مذکور) سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے (اور) یہ ہنگامہ (عشق) ہر وقت زیادہ رونق پر ہے (مطلب یہ کہ اوروں کی طلب وشوق بوجہ شہوانی ہونے کے شہوت کے افسردہ ہوجانے سے یا حسن کے سرد ہوجانے سے منتہی ہوجاتی ہے اور دو پا ویک سر سے اسی قوی جسمانیہ کی طرف اشارہ ہے اور عشق حقیقی متزاید رہتا ہے آگے گرم تر ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ اس کی گرمی رہنے کا سبب یہ ہے کہ اس) گرمی کا معدن لامکان میں ہے (یعنی اس کا تعلق حضرت حق سے ہے جس کا جمال غیر فانی اور مدرک اس کی روح ہے جس میں ذہول نہیں یا یہ کہ وہ گرمی لامکان اور عالم غیب سے عطا ہوتی ہے بالانقطاع ان دونوں وجہ سے وہ عشق متزاید ہے اور وہ گرمی عشق ایسی ہے کہ) ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے (یعنی اس کے سامنے نار دوزخ بھی ضعیف ہے جیسا آگے حدیث آتی ہے پس اور دنیوی گرمی تو اس کے سامنے کیا ہوگی من الشهوة والغضب اس سے مضمون زین سبب الخ ممتاید وواضح ہوگیا)۔

دربیان آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط برسراوست اے مومن زود تر بشتاب و بگذر تا عظمت نورتو آتش مرا نکشد جز یامؤمن فان نورک اطفاناری

اس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پل صراط اس کے اوپر ہے کہتی ہے اے مومن جلدی کر اور گزر جا تا کہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھا دے اے مومن! گزر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھادی

(آور وہ فی المقاصد الحسنه باب التاء مرفوعًا بلفظ تقول النار للمومن یوم القیمة جزیا مؤمن فقد اطفاء نورک لهبی عن الکبیر للطبرانی وکامل ابن عدیؒ ونوادر الاصول للحکیم الترمذی واحد الرواة فیه منصور بن عمار قال فیه بعضهم انه لیس بالقوی وقال بعضهم منکر الحدیث وقال بعضهم فی الحدیث ارجوان یکون صحیحا اھ ملخصًا بمعناہ)

زآتش مومن ازیں روائے صفی	می شود دوزخ ضعیف و منطفی
اسی سبب سے اے برگزیدہ آتش مومن سے	دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی ہو جاوے گی
گویدش بگذر سبک اے محتشم	ورنہ ز آتشہائے تو مرد آتشم
اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گزر جا	ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی
کفر کہ کبریت دوزخ اوست بس	بین چہ می بخساند اورا ایں نفس
کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس	دیکھ لے اس کو کس طرح پژمردہ کر دیتا ہے اس وقت

کفر کان کبریت نار دوزخ ست	بین کہ چوں میرد ازواے خود پرست
کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے	دیکھ لے کہ اس سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست
زود کبریتت بدیں سو واسپار	تانہ دوزخ برتو نازد نے شرار
تو اپنی کبریت اس طرف سپرد کر دے	تاکہ نہ دوزخ تجھ پر دوڑے نہ شرر
گویدش جنت گزر کن ہمچو باد	ورنہ گردد ہرچہ دارم من کساد
اس سے جنت بھی کہے گی تو ہوا کی طرح گزر جا	ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا
کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چیں	من بتے ام تو ولایتہائے چیں
کیونکہ تو صاحب خرمن ہے میں خوشہ چین ہوں	میں بت ہوں تو ولایات چین ہے
ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں	نے مرایں را نے مراو راز واماں
اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی	اس سے نہ اس کو امان ہے نہ اس کو

اسی سبب سے (کہ اوپر مذکور ہوا معدن گرمی ست الخ) اے برگزیدہ آتش مومن سے (کہ نور عشق ہے) دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی (یعنی بجھنے کے قریب) ہو جاوے گی (جبکہ وہ صراط پر سے گزرے گا اور دوزخ) اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گزر جا ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی (اور اس کا نمونہ خود دنیا میں مشاہدہ میں آتا ہے جس سے حدیث کی مزید تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ) کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس (کہ کبریت جس طرح جالب النار و آتشگیر ہے اسی طرح کفر ہے) دیکھ لے (کہ مومن کا نور) اس کو کس طرح پژمردہ کر دیتا ہے اس وقت (یعنی دنیا میں چنانچہ مومن کامل کی صحبت سے بشرط کسی قدر قابلیت کے صدہا کفار مومن ہو گئے اور ہوتے ہیں پس جب کفر جو کہ دوزخ معنوی ہے اس کے سامنے مضمحل ہو جاتا ہے اگر دوزخ صوری بھی اسی طرح مضمحل ہو جاوے تو عجب کیا ہے فی الغیاث نخس بفتح اول وسکون خائے معجمہ پژمردہ وگداختہ اھ آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے دیکھ لے کہ اس (نور مومن) سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست (آگے اس سے ایک فائدہ مستنبط کر کے اس کو اس پر متفرع فرماتے ہیں کہ) تو اپنی کبریت (وہستی) اس طرف (یعنی صاحب عشق و معرفت کے ہاتھ میں) سپرد کر دے تاکہ (وہ اس کے فیض سے گداختہ ہو کر فنا ہو جاوے اور پھر مادۂ آتشگیر کے نہ رہنے کے سبب) نہ دوزخ تجھ پر دوڑے نہ شرر (اور تو اس کے نور کا اثر باعتبار جہنم کے بیان فرمایا تھا جو دلیل جزئی سے ثابت ہے آگے اس کا اثر باعتبار جنت کے فرماتے ہیں جو کہ دلیل کلی سے ثابت ہے یعنی) اس (عاشق) سے جنت بھی بزبان حال) کہے گی (کہ) تو (مجھ سے) ہوا کی طرح گزر جا ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا کیونکہ تو (تشبیہاً) صاحب خرمن ہے (اور) میں خوشہ چین ہوں (اور) میں بت ہوں (اور) تو ولایت چین ہے (جہاں بہت سے صنم مجتمع ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ تو مجھ سے زیادہ مظہر جمال و کمال حق ہے اور مجھ میں اور تجھ میں تفاوت امثلہ مذکورہ کا سا ہی ہے اور اس

سے زیادہ ایک واضح مثال احقر کے ذہن میں آئی ہے اور وہ بھی حق تعالیٰ کی موہبت مولانا کے خدمت کلام کی برکت سے ہے وہ یہ کہ جنت ایک گھر ہے اور اہل جنت خصوص مقربین مثل مکرم مہمان کے ویدل علیہ قولہ تعالیٰ **جنات الفردوس نزلا** اور ظاہر ہے کہ ایسا مہمان اشرف ہوتا ہے گھر سے اور قواعد شرعیہ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ انبیاء واولیاء رتبہ میں جنت سے افضل ہیں اور مدار اس افضلیت کا وہی نور خاص حق ہے جو اس کو عطا ہوا ہے پس اس نور کے سبب یہ نار پر بھی غالب ہے جیسا اول بیان کیا اور جنت سے بھی افضل ہے جیسا آخر میں بیان کیا اور گویہ قول جنت کا کہیں منقول نہیں مگر بطور تمثیل نے اس افضلیت کو اس عنوان سے تعبیر کیا یعنی اگر جنت ایسا کہتی تو اس کہنے سے جس افضلیت پر دلالت ہوتی وہ افضلیت دلائل سے ثابت ہے اسی لئے بندہ نے اس شعر کے ترجمہ میں بزبان حال کا لفظ بڑھادیا اور یہ توجیہ کہ نہایت ہی سہل ہے بہت پریشانی کے بعد ذہن میں آئی **ولله الحمد الذی جعل مع العسر یسرا** آگے مجموعہ حالین جنان و نیران بالنسبۃ الی العارف کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ) اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی اس سے نہ اس کو امان ہے اور نہ اس کو (یعنی لرزہ سے امن ہے اور مراد اس مقولہ نار و جنت سے وہی اظہار اپنے ضعف کا اور اقرار اس کی عظمت کا آگے پھر قصہ ہے)

وفات یافتن برادر بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت کردن برادر میانہ پادشاہ چین را

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کا شاہ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت عمرت چارہ را فرصت نیافت	صبر بس سوزاں بد و جاں برنتافت
اس کی عمر گزر گئی علاج کی فرصت نہ پائی	صبر بہت سوزاں تھا اور جان برداشت نہ کر سکی
مدتے دنداں کناں ایں میکشید	نارسیدہ عمر او آخر رسید
ایک مدت تک ترساں اس کو جھیلتا رہا	بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی
صورت معشوق از و شد در نہفت	رفت و شد با معنی معشوق جفت
صورت معشوق کی اس سے اخفاء میں ہو گئی	گیا اور یعنی معشوق کے قرین ہو گیا
گفت لبسش گر ز شعر ششترست	اعتناق بے حجابش خوشترست
کہا کہ اگر اس کا لباس شہر ششتر کے ریشمی کپڑے کا ہو	اس کا معانقہ بلاحجاب زیادہ خوش ہے
من شدم عریاں ز تن او از خیال	می خرامم در نہایات الوصال
میں تن سے عریاں ہوگیا وہ خیال سے	میں نہایات الوصال میں خراماں جا رہا ہوں
ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست	ہرچہ آید زیں سپس بنہفتنی ست
یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں	اس کے بعد جو کچھ آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے
گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار	ہست بیکار و نگردد آشکار
اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر تو لاکھ کہے	تو محض بے کار ہے اور وہ ظاہر نہ ہو گا

تابدریا سیر اسپ و زیں بود	بعد از انت مرکب چوبیں بود
لب دریا تک تو اسپ اور زیں کی سیر ہوتی ہے	اس کے بعد تیرا مرکب چوبین ہوتا ہے
مرکب چوبیں بخشکی ابتر ست	خاص آں دریائیاں را رہبرست
مرکب چوبیں خشکی میں محض ضائع ہے	خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے
ایں خموشی مرکب چوبیں بود	بحریاں را خامشی تلقیں بود
یہ خاموشی مرکب چوبیں ہے	دریائیوں کے لئے خاموشی تلقین ہوتی ہے
ہر خموشی کان ملولت می کند	نعرہائے عشق زاں سو می زند
جو خموشی تجھ کو ملول کرتی ہے	اس طرف سے عشق کے نعرے لگا رہی ہے
تو ہمی گوئی عجب خامش چراست	او ہمی گوید عجب گوشش کجاست
تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے	وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے
من ز نعرہ کرشدم او بے خبر	تیز گوشان زیں سمر ہستند کر
میں نعرہ سے بہرا ہو گیا وہ بے خبر ہے	تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں
آں یکے در خواب نعرہ میزند	صد ہزاراں بحث و تلقین میکند
وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے	لاکھوں بحث و تلقین کر رہا ہے
ایں نشستہ پہلوئے او بے خبر	خفتہ خود آنست و کرزاں شور و شر
یہ شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے	خفتہ خود یہ شخص ہے اور اس شور و شر سے بہرا
واں کسے کش مرکب چوبیں شکست	غرقہ شد در آب او خود ماہی ست
اور جس شخص کا مرکب چوبیں بھی شکستہ ہو گیا	وہ پانی میں غرق ہو گیا وہ خود ماہی ہے
نہ خموش ست و نہ گویا نادریست	حال او را در عبارت نام نیست
نہ خاموش ہے اور نہ گویا ہے ایک نادر چیز ہے	اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں
نیست زیں دو ہر دو ہست آن بوالعجب	شرح ایں گفتن برونست از ادب
ان دونوں میں سے نہیں اور یہ دونوں ہے وہ بوالعجب	اس کی شرح کہنا ادب سے خارج ہے
ایں مثال آمد رکیک و بے ورود	لیک در محسوس زیں بہتر نہ بود
یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے	لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت	جانش پر درد و جگر پر سوز تفت
حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا	اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پرسوز گرم تھا

اس کی عمر گزر گئی (اور) علاج (یعنی تدبیر وصال) کی فرصت نہ پائی۔ صبر (وضبط) بہت سوزان تھا اور جاں (اس کی) برداشت نہ کرسکی۔ ایک مدت تک ترساں (کذافی الغیاث فی معنی دندان کنان بضم کاف آ ھ غالباً بنالیش آنکہ دریں حالت دنداں ظاہری کند) اس (مشقت) کو جھیلتا رہا (مراد تک) بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) صورت معشوق کی اس سے اختفاء میں ہوگئی (دنیا سے) گیا اور معنی معشوق کے ساتھ قرین ہوگیا (احقر کے ذوق میں جو کہ اسی وقت موہوب ہوا اس کی تقریر یہ ہے کہ معشوق سے مراد حق تعالیٰ اور صورت سے مراد اس کا مظہر مثلاً دختر شاہ کا بحکم

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردۂ ‏ پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردۂ

مظہر صفت جمال حق تھی اور معنی سے مراد حق تعالیٰ کی حقیقت جو اس مظہر میں ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ محبوب حقیقی کا جو مظہر تھا یعنی محبوب مجازی یہ تو مرنے سے ہمیشہ کے لئے ایسا مختفی ہوگیا کہ اب مشافہت کی امید ہی نہ رہی اور یوں وہ دختر پہلے بھی مختفی تھی لیکن احتمال تو تھا مواصلت ومواجہت کا مرنے سے وہ بھی قطع ہوگیا لیکن محبوب حقیقی کے معنی یقینی حقیقت کا قرب اس کو میسر ہوگیا اور یہ بنی ہے ایک حدیث پر مبنی ہے ایک حدیث پر جس کو مقاصد حسنہ میں خطیب وجعفر سراج وابن مرزبان ودیلمی طبرانی وخرائطی وبیہقی سے کسی قدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق کے وہ ضعف شدید نہیں رہتا بایں الفاظ وارد کیا ہے **من عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شھید** چونکہ شہزادہ متوفی سے عفت میں کوئی اخلاق نہیں ہوا اور نہ ایسا اظہار کیا جس سے محبوب یا اس کا کوئی اہل متاذی یا رسوا ہو اس لئے وہ اس حدیث کی رو سے شہید ہوا اور شہید جس مرتبہ کا بھی ہو حق تعالیٰ کا مقبول اور واصل ہے پس شعر میں یہ معنی مراد ہیں آگے بھی اسی کے مطابق سمجھنا چاہئے یعنی اس نے اپنے دل میں یہ حالت دیکھ کر) کہا کہ اگر اس (معشوق حقیقی) کا لباس (کہ مظہر مجازی ہے) شہر شستر کے ریشمی کپڑے کا ہو (یعنی اگرچہ مظہر بہت ہی حسین وجمیل ہو مگر) اس (معشوق حقیقی) کا معانقہ (یعنی قرب) بلا حجاب (یعنی بے واسطہ مظہر ومحبوب مجازی کے) زیادہ خوش ہے (اور یہ ظاہر ہے مطلب یہ کہ گو دختر کی مواصلت حلال میں اس کے جمال کو مرآۃ جمال حق بنانا بھی مفید تھا لیکن اب بلا واسطہ اس مرآۃ کے قرب حق میسر ہوگیا یہ اس سے بدرجہ بے شمار اچھا ہوا) میں تن سے عریاں ہوگیا (اور) وہ (تن) خیال سے (بالکلیہ اس طرح عریاں ہوا کہ اس کے ملابس میں بھی وہ خیال نہیں رہا اس لئے بفضلہ تعالیٰ) میں (اب) نہایات الوصال میں (کہ وصال حق ہے) خراماں جارہا ہوں (اس میں یہ بات بتلادی کہ اگر محبت حرام ہو تو مرنے سے بھی وہ اثر اور محبوب کا خیال روح میں بسبب ملابستہ سابقہ بدن کے باقی رہتا ہے جیسے اور معاصی کا اثر رہتا ہے جس سے وہ متعالم ہوتی ہے اور بخلاف محبت حلال کے چونکہ اس میں مضطر تھا اس لئے بوجہ معصیت نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ اس کو روح سے زائل فرمادیتے ہیں تاکہ تالم وعقوبت نہ ہو اور وہ مانع قرب نہیں ہوتا بلکہ اس مصیبت کی وجہ سے بھی کچھ اجر ملتا ہے چنانچہ اس کو درجہ شہادت دینے سے یہ امر صاف ظاہر ہے فی

الغیاث شعر نوعے از جامہ باریک ابریشمی وفیہ شستری نوعے از دیبائے نفیس منسوب بشہر شستر اھ چونکہ مولانا کا ذہن لفظ جفت واعتناق ووصال سے مسائل توحید کی طرف چلا گیا اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ اسکو بیان فرماتے اور باوجود اس کے پھر نہیں بیان کیا آگے اس کے بیان نہ کرنے کے متعلق مضامین ہیں پس فرماتے ہیں کہ) یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں (کہ اہل ظاہر بھی سمجھ سکتے ہیں اور اس لئے کوئی فتنہ محتمل نہیں اور) اس کے بعد جو کچھ (ذہن میں) آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے (کیونکہ وہ اسرار ذوقیہ ہیں جس سے اہل ظاہر معرا ہیں اس لئے ان کا اظہار فتنہ ہے اور دوسرے یہ کہ اگر فتنہ کا ضرر بھی نہ ہوتا ہم کچھ نفع بھی نہیں کیونکہ جب مخاطب میں ذوق نہ ہو تو اے سامع) اگر تو (اس کے سمجھنے کی) لاکھ کوشش کرے اور (اے متکلم) اگر تو لاکھ کہے تو (بوجہ فقدان ذوق کے وہ) محض بیکار ہے اور وہ (کبھی) ظاہر نہ ہوگا (یعنی مفہوم نہ ہوگا تو عبث ہوا تو پھر کیوں ظاہر کیا جاوے آگے اس کی مثال ہے کہ کہنا ہر جگہ مفید اور کافی نہیں ہوتا یعنی جس طرح سے کہ) لب دریا تک تو اسپ اور زیں کی سیر ہوتی ہے (پھر) اس کے بعد تیر مرکب چوبیں ہوتا ہے (یعنی کشتی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ حال سے جو کہ مشابہ دریا کے ہے پہلے پہلے یعنی مرتبہ قال تک تو تکلم کافی ہے جو کہ مشابہ اسپ وزین کے ہے پھر اس کے بعد ذوق کی ضرورت ہے جو کہ مشابہ کشتی کے ہے اور عوام میں ذوق ہے نہیں اس لئے تکلم مناسب نہیں اور سب جانتے ہیں کہ) مرکب چوبین خشکی میں محض ضائع ہے (کذا فی الغیاث فی معنی ابتر لیکن) خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے (اسی طرح عوام کے سامنے کہ خشکی میں ہیں اسرار ذوقیہ کو بیان کرنا ایسا ہے جیسا خشکی میں کشتی چلانا کہ وہ اسرار بھی ضائع ہوں گے اور کشتی کے ساتھ مشابہت ذوق کے لئے قرار دی گئی ہے مگر چونکہ ذوقیات کا پیش کرنا مستلزم ذوق کے پیش کرنے کو بھی ہے اسی لئے یہاں ذوقیات میں وہی تشبیہ معتبر مان لی گئی البتہ جو دریائی یعنی اہل حال ہیں ان کے لئے وہ اسرار ذوقیہ راہگیر ہوتے ہیں آگے شعر بالا کی شرح ہے کہ ہم نے جو کہا ہے مرکب چوبیں الخ اور خاص آن الخ اس کی شرح یہ ہے کہ) یہ خاموشی (یعنی ذوق) مرکب چوبیں ہے (جو اہل خشکی کے لئے بیکار ہے البتہ) دریائیوں کے لئے (یہ) خاموشی (یعنی قلت نطق یا کسی وقت محض دلالۃ حاصل بھی بوجہ ذوق کے) تلقین ہوتی ہے (ذوق کو خاموشی سے اس لئے تعبیر کیا کہ ذوق کا نطق بوجہ غیر مفہوم للعوام ہونے کے ان کے اعتبار سے مثل خاموشی ہی کے ہے جیسا شعر مابعد ہر خموشی اس پر دال ہے دوسرے وہ نطق چونکہ صرف افہام اہل ذوق کے لئے ہوتا ہے اور وہ بوجہ ذوق کے اس کو جلدی سمجھ لیتے ہیں اس لئے اس کلام میں عوام کا سا اطناب نہیں ہوتا تو اس نطق میں خاموشی جلدی ہو جاتی ہے چنانچہ کاملین محققین بہت بہت دیر میں کوئی بات کہہ دیتے ہیں اور پھر خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اس لئے بھی ذوق کو خاموشی سے تعبیر کیا باقی یہ کہ باوجود مولانا کی تفسیر کرنے کے مرکب چوبین کو خشکی کے ساتھ احقر نے ذوق کے ساتھ کہاں سے تفسیر کی سو میں نے اس کو شعر تابدریا الخ اور شعر مرکب چوبین الخ سے سمجھا کیونکہ وہاں ذوق کے ساتھ تفسیر کرنے سے توجیہ صحیح ہوگی جیسا مذکور ہوا اور اگر خاموشی کے ساتھ تفسیر کی جاوے تو عبارت شرح کی یہ ہوگی کہ بعد ازاں خاموشی بود وخاموشی بہ خشکی ابتر ست اور اس کے کوئی معنی محصل نہیں خصوص اس سے اوپر کے شعر کے ساتھ کوئی ربط ہی نہ ہوگا گر بکوشی الخ کیونکہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ گر بکوشی الی قولہ ہست بیکار کی شعر آئندہ دلیل ہے پس اس بنا پر یہ عبارت ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بیکار ست چرا کہ مثل کشتی در آنجا خاموشی موقوف

علیہ فہم ست و خاموشی نیست پس گفتن بکارست اور اس کا مہمل ہونا ظاہر ہے اور ذوق کے ساتھ مفسر کرنے میں عبارت یہ ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بکاراست چرا کہ مثل کشتی درآنجا ذوق موقوف علیہ فہم ست و ذوق نیست پس گفتن بیکاراست اور اس کا صحیح ہونا ظاہر ہے آگے بھی مضمون شعر بالا کی مزید شرح ہے یعنی) جو خاموشی (اہل ذوق کی) تجھ کو ملول کرتی ہے (کیونکہ تیرا تو یہ دل چاہتا ہے کہ بس چرخہ سا چلتا ہی رہے اور اہل کمال محض ضرورت افادہ کے لئے تکلم کرتے ہیں جو کہ قلیل ہوگا کبھی بالکل ہی نہ ہوگا ان کا حال مبداء افادہ ہوگا اس لئے عامی شخص ان کے اس صمت سے ظاہر ہے کہ ضرور ملول ہوگا پس فرماتے ہیں کہ وہ خاموشی) اس طرف سے (یعنی اہل ذوق کی طرف سے) عشق کے نعرے لگا رہی ہے (یعنی نطق طویل سے زیادہ افادہ کر رہی ہے پس) تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے (اور) وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے (کہ یہ نعرہائے عشق کو نہیں سنتا اور وہ یہی کہتا ہے کہ) میں نعرہ (عشق سننے) سے بہرا ہو گیا (اور) وہ بے خبر ہے (اور اسی کی کیا تخصیص ہے سارے اہل دنیا) تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں (اوپر یہ عارف نعرہ گو معلوم ہوتا ہے اور یہاں نعرہ شنو قرار دیا ہے مگر چونکہ نعرہ گوئی مسبب نعرہ شنوی سے ہے اور دونوں مجاور ہیں اس لئے دونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے آگے اس کی مثال ہے کہ کوئی نعرہ کرے اور پاس والا نہ سنے مثلاً) وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے (اور) لاکھوں بحث و تلقین (خواب میں) کر رہا ہے (اور) یہ (دوسرا) شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے (پس اس اعتبار سے) خفتہ خود یہ شخص ہے اور اس شور و شر سے بہرا (بھی یہی ہے گو یہ اس کو خفتہ سمجھ رہا ہے پس اسی طرح اہل حال کے نعرہ کو عامی نہیں سنتا اور گو کان سے کچھ سن بھی لیا مگر مثل نہ سننے کے اور اسکا بولنا اس کے نزدیک مثل نہ بولنے ہی کے ہے یہ تو یہی کہے گا کہ کیا ذرا سی بات کر دی اس سے کیا بھلا ہوا اور یہاں تک اہل عبارات اور اہل اذواق کا ذکر تھا آگے اہل فناء و استغراق کا بیان ہے یعنی ان اہل اسپ و اہل مرکب چوبین کا تو یہ حال تھا جو مذکور ہوا) اور جس شخص کا مرکب چوبیں بھی شکستہ ہو گیا (یعنی وہ ذوق بھی فنا ہو گیا) وہ پانی میں غرق ہو گیا (یعنی مشاہدہ یا معاینہ میں وہ مستغرق ہو گیا) وہ خود ماہی (کی مثال) ہے (کہ اس کے پاس مرکب چوبیں بھی نہیں ہوتا خود دریا میں بلا واسطہ رہتی ہے اسی طرح اس شخص کی توجہ الی المحبوب میں ذوق کا بھی واسطہ نہ رہا۔ پس یہ شخص) نہ خاموش ہے (یعنی اہل ذوق کی سی اس کی خاموشی نہیں جو مقروں مع الذوق تھی) اور نہ گویا ہے (یا تو بالکل گویا نہیں اور یا اگر غلبہ حال میں کچھ بولتا ہے تو اس کی اہل ظاہر بلکہ اہل ذوق کی سی بھی گویائی نہیں کیونکہ قصد و اختیار بالکل مفقود ہے غرض اس اعتبار سے نہ خاموش اور نہ گویا بس) ایک نادر چیز ہے (اور) اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں (یہ مطلب نہیں کہ اصطلاح میں اس کا کوئی نام نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں کہ وہ نام اس کی حالت کی تعبیر تام کے لئے کافی ہو اور اس کی حالت کے لئے کاشف ہو جاوے غرض یہ شخص ایک اعتبار سے تو) ان دونوں میں سے نہیں (یعنی نہ خاموش اور نہ گویا کما ذکر) اور (ایک اعتبار سے) یہ دونوں ہے وہ بوالعجب (یعنی گویا بھی اور خاموش بھی یعنی گویائی اگر ہے اپنی حالت کے مناسب ہے اور خاموشی بھی اپنی حالت کے مناسب اور ان دونوں معنی کا بھی ابھی بشرح قولہ نہ خموش ست و نہ گویا ذکر ہوا ہے اور گویائی کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاموشی میں بھی اس کا حال اپنے آثار و برکات سے دوسروں کو ارشاد کر رہا ہے پس اس دلالت کے اعتبار سے گویا وہ گویا ہے اور

بوالعجب باعتبار ظاہری صورت اجتماع عدم وملکہ یا ارتفاع عدم وملکہ یا مجموعہ اجتماع وارتفاع کے فرمایا احتمال اول و ثالث کا عجیب ہونا تو بوجہ امتناع کے ظاہر ہے اور احتمال ثانی اس لئے عجیب ہے کہ محل صالح سے ارتفاع عدم وملکہ ہر دو کا ممتنع ہے بخلاف ضدین کے کہ ان کا ارتفاع جائز ہے آگے اس مقام کی تفصیل سے عذر فرماتے ہیں کہ) اس کی شرح کہنا ادب (شریعت) سے خارج ہے (کیونکہ عوام الناس سمجھیں گے نہیں اگر اعتقاد کر لیا تو علماً گمراہ ہوں گے اور اگر قائل کے ساتھ انکار وایذا سے پیش آئے تو عملاً مرتکب گناہ ہوں گے اور ہر حال میں اضلال بالشریعت لازم آیا اور ایسے بہت کم ہیں کہ نہ قول کی تصدیق کریں اور نہ قائل کی تفسیق کریں اور باقی باوجود اس شخص کے حال کے نا قابل فہم ہونے کے اوپر جو ہم نے تشبیہ ماہی سے دی ہے اس سے شبہ قابل فہم ہونے کا نہ کرنا کیونکہ) یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی (خلاصہ یہ کہ اس مثال سے بھی عوام کو شبہ ہوگا کہ شاید حق تعالیٰ نعوذ باللہ مثل دریائے ہو اور یہ مثل ماہی کے اس کے اندر چلا جاتا ہو حالانکہ حق تعالیٰ کسی کا ظرف بننے سے یا کسی کے ساتھ حساً متصل ہوجانے سے و مثل ذلک سب سے منزہ ہے اس لئے یہ مثال بھی رکیک ہے لیکن اس سے قریب کوئی مثال ملی نہیں اس لئے اہل فہم کے لئے لے آئے کہ وہ سمجھ لیں گے کہ تشبیہ میں کسی خاص وصف کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ تمام اوصاف کا اور یہاں وصف جو کہ وجہ تشبیہ ہے صرف وہ ہے جو بضمن تقریر شعر واں کسے کش مرکب چوبیں شکست الخ مذکور ہوئی ہے اب اوپر کے قصہ کا حاصل فرماتے ہیں) حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا (آگے پھر قصہ ہے)۔

آمدن برادر میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحب فراش بود از رنجوری و نواختن پادشاہ میانگیں را و صد ہزار غنایم غیبی وعینی بدو رسیدن از نظر شاہ

بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا اور
بادشاہ کا بچلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اس کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

کوچکیں رنجور بود و آں وسط	بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا تو بیمار تھا اور وہ منجھلا	فقط اس بڑے کے جنازہ پر آیا
شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست	کہ ازاں بحرست وایں ہم ماہی ست
بادشاہ نے اس کو دیکھا قصداً کہا کہ یہ کون ہے	یعنی اسی بحر سے ہے اور یہ بھی ماہی ہے
پس معرفت گفت پور آں پدر	ایں برادر زاں برادر خرد تر
پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے	یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے
شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار	کرد اورا ہم بداں پرسش شکار
بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو یادگار ہے	اسی پرسش سے اس کو بھی شکار بنا لیا

از نوازشہائے آں شاہ وحید	در تن خود غیر جان جانے بدید
اس نے نوازش ہائے شاہ یکتا سے	اپنے تن میں جان کے علاوہ اور ایک جان بھی دیکھی
در دل خود دید عالی غلغلہ	کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا	جس کو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے
دردل خود یافت عالی عالمے	کان نیابد کس بصد خلوت ہے
اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم پایا	جو کہ سو خلوت سے بھی نہ پاوے
عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت	پیش او چوں نار خنداں می شگافت
میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا	اس کے سامنے مثل انار خنداں کے پھٹا جاتا تھا
ذرہ ذرہ پیش او چوں آفتاب	دمبدم می کرد صد گوں فتح باب
ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا	دمبدم سو طرح کا فتح باب کرتا تھا
باب گہہ روزن شدے گاہے شعاع	خاک گہ گندم شدے و گاہ صاع
باب کبھی روزن ہو جاتا کبھی شعاع بنتا تھا	خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی اور کبھی صاع
در نظرہا چرخ بس کہنہ و قدید	پیش چشمش ہر دمے خلق جدید
نظروں میں افلاک بالکل کہنہ اور گوشت خشک تھے	اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی
روح زیبا چونکہ وارست از جسد	از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے	تو حکم حق سے بے شک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے
صد ہزاران غیب پیشش شد پدید	انچہ چشم محرماں بیند بدید
لاکھوں امور مخفیہ اس کے سامنے ظاہر ہو گئے	واقفین کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا
انچہ او اندر کتب بر خواندہ بود	چشم را در صورت آں برکشود
اس نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا	آنکھ کو اس کی صورت میں کشادہ کر دیا
از غبار موکب آں شاہ نر	یافت او کحل عزیزی در بصر
اس شاہ نر کے غبار لشکر سے	اس نے سرمہ عزیزی بصر میں پایا
بر چنیں گلزار دامن می کشید	جزو جزوش نعرہ زن ھل من مزید
ایسے گلزار پر دامن کشیدہ چلتا تھا	اس کا ایک جزو ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا

گلشنے کز بقل روید یک دم ست	گلشنے کز عقل روید خرم ست
جو گلشن کہ سبزہ سے پیدا ہو وہ ایک ساعت ہے	جو گلشن کہ عقل سے پیدا ہو وہ تازہ ہے
گلشنے کز گل دمد گردد تباہ	گلشنے کز دل دمدوافر حتاہ
جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ تباہ ہو جاتا ہے	جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان اللہ
علمہائے بامزہ دانستہ ماں	زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
ہمارے مزہ دار جانے ہوئے علوم کو	اس گلستاں سے ایک یا دو یا تین گلدستہ جان
زاں زبوں یک دو سہ گل دستہ ایم	کاں در گلزار بر خود بستہ ایم
ہم اس سبب سے ایک دو تین گل دستہ کے مغلوب ہو رہے ہیں	کہ اس باب گلزار کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے
آن چناں مفتاحہا ہر دم بناں	می فتد ایجاں دریغا از بناں
ایسی مفتاحیں ہر وقت روٹی کے عوض میں سرانگشت سے	گر رہی ہیں افسوس اے جان
وردمے ہم فارغ آرندت زناں	گرد چادر کردی و عشق زناں
اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں	تو تو چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے
باز استسقات چوں شد موجزن	ملک وشہرے بایدت پرناں وزن
پھر جب تیرا استقا موجزن ہوتا ہے	تجھ کو ایک شہر چاہئے جو نان اور زن سے پر ہو
مار بودی اژدہا گشتی مگر	یک سرت بودایں زمنے ہفت سہ
تو سانپ تھا تو اژدہا بن گیا	تیرے ایک سر تھا اس وقت سات سرہو گئے
اژدہائے ہفت سر دوزخ بود	حرص تو دانہ است دوزخ فخ بود
اژدہا سات سروالا دوزخ ہے	تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے
دام را بدراں بسوزان دانہ را	باز کن درہائے نوایں خانہ را
تو جال کو پھاڑ ڈال اور دانہ کو جلا دے	پھر اس بیت کے ابواب جدید کو کشادہ کر دے
چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا	ہمچو کوہے بے خبر داری صدا
اگر تو عاشق نہیں ہے اے حریص	تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے محض ایک صدا رکھتا ہے
کوہ را گفتار کے باشد ز خود	عکس غیرست آں صدا اے معتمد
پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے	وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد

گفت توزاں روکہ عکس دیگریست	جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے	تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں
خشم و ذوقت ہر دو عکس دیگراں	شادیٔ و قوادہ و خشم عواں
تیرا خشم اور تیرا ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہے	قوادہ کی خوشی اور پولیس کا غصہ
آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد	کہ دہد او را بکینہ زجر و درد
اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے	کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے
تا بکے عکس خیال لامعہ	جہد کن تا گرددت ایں واقعہ
کب تک یہ عکس کہ خیال لامع ہے	تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ ہو جاوے
تا کہ گفتارت ز حال تو بود	سیر تو باپر و بال تو بود
تا کہ تیری گفتار تیرے حال سے ہو	تیری سیر تیری پروبال سے ہو
صید گیرد تیر ہم باپر غیر	لاجرم بے بہرہ است از لحم طیر
شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے	لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے
باز صید آرد بخود از کوہسار	لاجرم شاہش خوراند کبک و سار
باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے	لامحالہ بادشاہ اس کو کبک اور سار کھلاتا ہے
باز باپر خود آرد صید شبک	لاجرم شاہش خوراند لحم کبک
باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار	لامحالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے

چھوٹا (بھائی) تو بیمار تھا اور وہ منجھلا (بھائی) فقط اس بڑے (بھائی) کے جنازہ پر آیا۔ بادشاہ نے اس کو دیکھا (اور) قصداً کہا (باوجودیکہ کشف سے جانتا تھا) کہ یہ کون ہے یعنی (کیا یہ بھی) اس بحر سے ہے (جس سے یہ متوفی تھا) اور (کیا) یہ بھی ماہی ہے (جیسا وہ تھا۔ بحر سے مراد محبت اور ماہی سے محبّ اور مضاف الیہ اس کا بروئے کشف تو دختر اور بناءً علی قول المعرف کہ اس نے بڑے شاہزادہ کو محب شاہ بتلایا تھا خود شاہ تھا) پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے (جس کا وہ تھا یعنی) یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو (متوفی کی) یادگار ہے (اور بادشاہ نے) اسی پرشش (عنایت) سے اس کو بھی شکار (و مسخر) بنالیا (جیسا عموماً احسان میں خاصہ ہے خصوص جس سے مقصود معشوقہ کے ملنے کی امید ہو اس کا احسان و تلطف تو اور زیادہ موثر ہے خصوص جبکہ مقصود ظاہری کے ساتھ وہاں مقصود باطنی بھی منضم ہو جاوے جو کہ دیندار کی نظر میں اعظم المقاصد ہے) اس نے نوازشہائے شاہ یکتا ہے اپنے تن میں جان (متعارف) کے علاوہ اور ایک جان (یعنی حیوۃ قلب) بھی دیکھی (یعنی اپنے اندر اس کی صحبت

سے برکات باطنی واحوال محمودہ معاینہ کئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا جس کو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے (جیسا کہ بعض اہل تصرف کی صحبت سے ایسا ہوتا ہے گوایسے انعکاس کو استقرار نہیں ہوتا جب تک خود مجاہدہ سے رسوخ حاصل نہ کرے لیکن بطور انعکاس کے مشاہدہ ایسے آثار کا ضرور ہوتا ہے اور) اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم (احوال وبرکات کا) پایا جو کہ سوخلوت سے بھی (صوفی) نہ پاوے (ان انوار انعکاسیہ سے) میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہوگیا (اور) اس کے سامنے (یہ سب) مثل انار خندان کے پھٹا جاتا تھا (یعنی ہر چیز مظہر صفات وکمالات حق کی نظر آتی تھی اور اس میں واردات ومعارف منکشف ہوتے تھے اور) ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہوگیا (اور وہ ایک ایک ذرہ) دمبدم سوطرح کا فتح باب (علوم) کرتا تھا (اور وہ) باب (علم) کبھی روزن ہوجاتا (جس میں سے شعاعیں آیا کرتی ہیں اور) کبھی (خود) شعاع بنتا تھا (یعنی کبھی تو وہ علم خود مشہود رہتا اور کبھی وہ دوسرے علم کا مبداء انکشاف وواسطہ ظہور مثل روزن کے بن جاتا تھا اور) خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی (جو کہ مقصود ہے) اور کبھی صاع (پیمانہ جو کہ مقصود کا ظرف اور موصل الی المقصود وواسطہ ہے یہ مثال ہے مضمون مصرعہ اولیٰ کی اور اس شاہزادہ کی نظروں میں (یہ ظاہری) افلاک بالکل کہنہ اور (مثل) گوشت خشک (کے معلوم ہوتے) تھے (اور) اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی۔ (یعنی کشف عجائب ملکوت سے یہ کائنات ناسوتیہ اس کو بے قدر معلوم ہوتے تھے جیسا کہ مقصود حقیقی کی تجلی کے وقت وہ ملکوت بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہاں بقرینہ لفظ خلق مقصود حقیقی مراد نہیں ہوسکتا یہ انکشاف مذکور کچھ عجیب نہیں قاعدہ ہے کہ) روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے (یعنی اس کی توجہ لذات وتعلقات جسمانیہ کی طرف مغلوب ہوجاتی ہے جیسا مجاہدہ یا صحبت سے ایسا ہوجاتا ہے) تو حکم حق سے بیشک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے (جس سے ایسے امور کا انکشاف ہونے لگتا ہے پس اسی طرح) لاکھوں امور مخفیہ اس (شہزادہ) کے سامنے (بھی) ظاہر ہوگئے (اور) واقفین (اسرار) کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا (اور) اس (شہزادہ) نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا آنکھ کو اس کی صورت (کے مشاہدہ) میں کشادہ کردیا (یعنی استدلالیات مشاہد ومکشوف ہوگئے حالات انفسیہ بھی کائنات آفاقیہ بھی اور) اس شاہ نر (یعنی شاہ چین) کے غبار لشکر (کی برکت) سے اس نے سرمہ عزیزی (اپنی) بصر میں پایا (غبار موکب کنایہ ہے صحبت سے کیونکہ صحبت سبب ہوگی اس کی ہمراہی میں غبار آلودہ ہونے کا بھی اور عزیزی میں یا مصدری ہے یعنی عزیز شدن اور عزیز سے مراد صاحب باطن اور وہ) ایسے (عجیب غریب) گلزار پر (یعنی باغ علوم واحوال باطنی پر جس کا اوپر ذکر ہوا) دامن کشیدہ (وخراماں) چلتا تھا (اور باوجود اس کے) اس کا ایک ایک جزو (شدت اشتیاق سے) ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا (جیسا اہل باطن طالب ترقی کے ہوا کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ دامن کشیدن کنایہ ہو نشان محو کرنے سے کہ عادت ہے جب قدم کا نشان محو کرنا چاہتے ہیں تو دامن خوب نیچا چھوڑ دیتے ہیں کہ اس سے وہ نشان مٹتا چلا جاوے تو گلزار سے مراد گلزار حسی یعنی باغ وبہار دنیا پر وہ جھاڑ وپھیرتا چلا جاتا تھا اور گلزار معنوی کے اشتیاق میں ترقی ہوتی جاتی تھی اور یہ گلشن معنوی ایسی ہی چیز ہے چنانچہ) جو گلشن کہ سبزہ (وغیرہ) سے پیدا ہو وہ ایک ساعت (کا) ہے (یعنی تھوڑی مدت میں پژمردہ ہوجاتا ہے اور) جو گلشن کہ عقل (عالی) سے پیدا ہو (من العلوم والاحوال) وہ (ہمیشہ) تازہ ہے جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ (جلدی) تباہ (اور ویران) ہوجاتا ہے (اور) جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان

اللہ (اور وہ گلزار علوم واحوال کا ایسا ہے کہ) ہماری (ان) مزہ دار جانے ہوئے (رسمی علوم کو اس گلستاں (معنوی) سے ایک یا دو یا تین گلدستے جان (یعنی بہت قلیل وغیر ثابت جیسے گلدستہ بہ نسبت مجموعہ باغ کے) ہم اس سبب سے (اسی) ایک دو تین گلدستہ کے مغلوب (اور مفتون) ہو رہے ہیں کہ اس باب گلزار (معنوی) کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے (یعنی ان علوم واحوال کے محبوب ہونے سے ان علوم رسمیہ کو بڑا کمال مایہ افتخار سمجھتے ہیں آگے ان کے مسدود ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) ایسی مفتاحیں (جن سے ابواب علوم واحوال باطنہ مفتوح ہوتے ہیں) ہر وقت روٹی کے عوض میں سرانگشت سے گر رہی ہیں افسوس اے جان (روٹی سے مراد لذات وشہوات بطن یعنی طلب دنیا میں ان علوم واحوال کے اسباب کو ضائع کر رکھا ہے اور وہ اسباب یا مجاہدہ وصحبت ہے یا نور وبصیرت جو مجاہدہ وصحبت سے حاصل ہو علی سبیل منع الخلو) اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں تو (اس وقت) تو (عورتوں کی) چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے (یعنی شہوت فرج کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے غرض ہر وقت مختلف لذات و شہوات میں مبتلا رہتا ہے اور) پھر جب تیرا استقا (ان لذات کے متعلق) موج زن ہوتا ہے (اس وقت) تجھ کو ایک شہر چاہئے جو نان اور زن سے پر ہو (مطلب یہ ہے کہ قدر ضروری پر بھی اکتفا نہیں ہوس بڑھتی چلی جاتی ہے پس قبل استسقائے مذکور کے تو) تو سانپ تھا (اور اب) تو اژدھا بن گیا (پہلے) تیرے ایک سر تھا (اور) اس وقت سات سر ہو گئے (اور) اژدہا سات سر والا دوزخ ہے (کما قال تعالیٰ لھا سبعة ابواب پس تو ہفت سر ہو کر مشابہ دوزخ کے ہو گیا اور) تیری (یہ) حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے (یعنی جس طرح دانہ سبب ہوتا ہے جال میں گرفتار ہو جانے کا اسی طرح یہ حرص وشہوت سبب ہے گرفتاری دوزخ کا اب) تو (اس) جال کو (کہ دوزخ ومعاصی میں) پھاڑ ڈال اور (اس) دانہ کو (کہ حرص ورغبت ہے معاصی کی) جلا دے (اور) پھر اس بیت (علوم واحوال مذکورہ) کے ابواب جدید (تازہ شگفتہ دائمی حسب ما ذکر) کو کشادہ کر دے (کیونکہ مانع یہی امور تھے کما مر فی قولہ کان در گلزار بر خود بستہ ایم وقولہ آنچناں مفتاحہا الخ اور) اگر تو (حق تعالیٰ کا) عاشق (وطالب) نہیں ہے (جو کہ دولت ہائے مذکورہ سے مشرف ہوتا ہے) اے حریص (دنیا کما ذکر اور اس حرص کو مانع ان علوم واحوال کا نہیں سمجھتا اور اس وجہ سے اپنے علوم رسمیہ پر قانع ہے تو سمجھ لے کہ اس حالت میں) تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے (اور) محض ایک صدا رکھتا ہے (یعنی جس طرح پہاڑ میں جا کر کوئی بولے تو پہاڑ میں بھی اسی کی نقل پیدا ہوتی ہے مگر پہاڑ کو کچھ خبر نہیں یہی کیفیت اس حالت میں تیرے علوم کی ہے جن پر تجھ کو ناز ہے کہ خود تجھ کو ان کی حقیقت کی خبر نہیں دوسروں کی نقلیں تو بھی کر رہا ہے آگے وجہ تشبیہ کی تصریح ہے کہ) پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد (یہی حال ہے تیرے علوم کا کما ذکر آنفاً اور شرح اس کی یہ ہے کہ اگر وہ علوم متعلق احوال کے ہیں تب تو وہ احوال چونکہ ذوقی ہیں ان کا علم کافی بدوں اتصاف ان احوال کے نہیں ہوتا بلکہ وہ الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اور اگر وہ علوم متعلق عقائد کے ہیں تو ان میں انشراح کافی محض دلائل تخمینہ سے نہیں ہوتا ضرورت ہے نور یقین کی جو موقوف ہے انقیاد محض للوحی وترک رائے پر اور یہ بھی بدوں اتصاف بالاحوال المذکورہ کے کامل نہیں ہوتا پس مبتلائے دنیا کے یہ علوم بھی الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اسی کو مولانا نے فرمایا ہے عکس غیر ست آں صدا اے معتمد آگے اس عکسیت میں تعمیم کرتے ہیں کہ جس طرح تیرے اقوال عکس غیر ہیں اور یہ بعد تقریر مذکور کے بالکل ظاہر ہے اسی طرح

تیرے احوال بھی عکس غیر ہیں اور تیرا ان کو اپنا حال سمجھنا تیرا دھوکہ ہے پس فرماتے ہیں کہ) تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے (اسی طرح) تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں (چنانچہ) تیرا خشم (یعنی سخط) اور تیرا ذوق (یعنی رضا) دونوں دوسروں کا عکس ہے (جیسے) قوادہ (یعنی دلالہ) کی خوشی اور پولیس کا غصہ (کہ دوسروں کا عکس ہے چنانچہ قوادہ اس سے خوش ہوتی ہے کہ کوئی فاسق جال میں پھنسا تو بچی میں مجھ کو بھی روپیہ ملے گا تو یہ خوشی عکس ہے اس فاسق کی شہوانی خوشی کی کہ اس کو شوق و رغبت فعل بد کی پیدا ہوئی پس اصل مبداء اس فعل کی خوشی کا اس میں ہے باقی اس فعل پر جو یہ قوادہ خوش ہوئی ہو حالانکہ اس فعل میں اس کو کوئی حظ نہیں وہ اس شخص کی خوشی سے مسبب ہے اور گو روپیہ ملنے کو اس کی خوشی کا سبب کہہ سکتے ہیں مگر وہ روپیہ ملنا بھی اسی شخص کے فعل سے مسبب ہے پس ہر حال میں اس کی خوشی عکس ہوئی اس شخص کی خوشی کی اور پولیس کا ظالم اہلکار کہ اکثر عوان کا اطلاق اسی پر آتا ہے اور اقتران ذکری قوادہ کے ساتھ بھی اس کا قرینہ ہے اس کا خشم ظالمانہ اکثر طمع زر میں ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ) اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے (اگر ایسا ہوتا تو اس کا خشم اصلی اور ناشی منشاء صحیح سے ہوتا جب یہ نہیں تو معلوم ہوا کہ طمع زر سے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مظلوم اس سے ناراض ہے اس وجہ سے وہ اس کو زر دینا نہیں چاہتا پس اس کی ناراضی کا عکس اس کی ناراضی ہے اور چونکہ اس مظلوم کی ناراضی کا منشاء صحیح ہے یعنی اس عوان کا ظالم ہونا اور ناحق روپیہ کی خواہش کرنا اس لئے اس کے خشم کو اصلی کہیں گے اور یوں نہ کہیں گے کہ وہ بھی خشم عوان کا عکس کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ عوان نے مانگا اور اس نے نہ دیا اس سے وہ عوان ناراض ہوا میری تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا خلاصہ یہ کہ پس اسی طرح تیرے احوال دوسروں کے عکوس ہیں اور مراد میرے ذوق میں احوال مخاطب سے وہ احوال ہیں جن کو مخاطب باطنی سمجھتا ہے اور مقصود اس سے اس دھوکہ کا رفع کرنا ہے کہ اوپر جن کو خطاب کیا ہے کہ علوم و احوال باطنیہ حاصل کرو ان میں سے بعض کے اس کہنے کا احتمال تھا کہ ہم کو تو ایسے احوال بھی حاصل ہیں کیونکہ اکثر مغروران علم اپنے کو مقدس بھی سمجھتے ہیں خصوص اگر کسی قدر تھوڑی بہت طریقت کی طرف توجہ بھی رہی ہو تو ایسے دھوکہ کا بہت زیادہ احتمال ہے پس مولانا اس کی تحقیق کرتے ہیں کہ وہ احوال جن کا تجھ کو توہم ہوا ہے وہ محض خیالات ہیں یا تو ان احوال کے توہم کے وقت کچھ اسباب دینیہ کے ساتھ دنیوی اغراض بھی مقترن اور عارض ہو جاتی ہیں اور وہ احوال ان سے مسبب ہوتے ہیں اور دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ مسبب ہیں اسباب دینیہ سے مثلاً کسی وقت نماز یا قرآن میں لطف ہوا اور اتفاق سے اس وقت کسی امیر یا محبوب نفسانی کا قرب ہے اصل حظ اس سے ہے مگر اس کو شبہ ہو گیا کہ نماز یا قرآن سے ہے اور یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ مناسبت ہوئی تو وہ چند روزہ ان کا عکس ہے اور یہ شخص اس کو اپنی صفت اور حال سمجھ گیا غرض ہر حال میں وہ احوال متوہمہ خیالات ہیں یہ حاصل ہے مولانا کی تحقیق کا اب آگے ترغیب دیتے ہیں کہ ان علوم رسمیہ پر کہ نقل وقال محض ہے اور ان احوال متوہمہ پر کہ عکوس و خیالات ہیں قناعت مت کرو بلکہ احوال صحیحہ جس کے اسباب اوپر مذکور ہوئے ہیں یعنی مجاہدہ و انقیاد یہ حاصل کرو پس فرماتے ہیں کہ) کب تک (رہے گا) یہ عکس کہ خیال لامع ہے (جیسے بعض ماؤف العین لوگوں کی نگاہ کے سامنے غیر واقعی خیالات چمک اٹھتے ہیں اور لامعہ صفت خیال کی اور خیال کی طرف اضافہ عکس کی بیانیہ ہے) تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ (یعنی صفت واقعیہ) ہو جاوے (یعنی تو ان علوم و احوال سے متصف ہو جاوے تا کہ تیری گفتار تیرے حال سے

ہو (اور) تیری سیر تیرے پروبال سے ہو (یعنی تیرا کلام ناشی ہو حال اور بصیرت سے نہ کہ نقل محض جیسے کوئی دوسرے کے بال وپر سے اڑے آگے ایک مثال میں فرق بیان کرتے ہیں تحقیق اور نقل الفاظ میں یعنی دیکھو) شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے (اس لئے) لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے (اور) باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے (اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو کبک اور سار (کا گوشت) کھلاتا ہے (فی الحاشیہ سار جانور یست پرندہ سیاہ کو خالہائے سفید دارد وخوش آواز بود وبیشتر شکار ملخ کند اھ آگے تفسیر آرد بخود کی اور تاکید بیت بالا کی ہے یعنی) باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار (یعنی وہ شکار جو کبھی جال سے پکڑا جاتا ہے یہ قید واقعی ہے اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے (پس نقال مثل تیر کے ہے کہ دوسرے کے پر سے اڑتا ہے اور صاحب بصیرت مثل باز کے پس اسی طرح نقال ثمرات علم سے محروم رہتا ہے اور صاحب بصیرت فائز ہوتا ہے)۔

منطقے کز وحی نبود از ہواست	ہمچو خاکے در ہوا و در ہباست
جو کلام کہ وحی سے نہ ہو ہوا سے ہے	مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے
گر نماید خواجہ را ایں دم غلط	ز اول والنجم برخواں چند خط
اگر میاں صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو	تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے
تاکہ ماینطق محمد عن ہوی	ان ھو الا بوحی احتوی
ما ینطق عن الھویٰ	ان ھوالا وحی یوحی تک
تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا	وانگفت و گفت از وحی خدا
تاکہ تو معلوم کرلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے	نہیں فرمایا اور وحی خدا سے فرمایا
احمدا چوں نیستت از وحی یاس	جسمیاں را دہ تحری و قیاس
اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے	تو جسمیوں کو تحری اور قیاس عطا فرمایئے
بیدرا گر میوہ نے باشد ظلال	کز ضرورت ہست مردارے حلال
درخت بید میں اگر میوا نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے	کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے
گر تحری نیست در کعبہ وصال	لیک ہست اندر بیاباں ضلال
اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے	لیکن بیاباں ضلال میں تو ہے
بے تحری واجتہادات ہدی	ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوی
بدوں تحری و اجتہاد ہدی کے	جو شخص ہوا سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے
ہمچو عادش بربرد باد و کشد	نے سلیمانست تا تختش کشد
تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کردے گی اور قتل کردے گی	وہ سلیمان نہیں ہے تاکہ وہ ان کے تخت کو کھینچے

عاد را بادست حمال خذول	ہمچو برہ در کف مرد اکول
عاد کے لئے ہوا حمال مخالف ہے	مثل بکری کے بچہ کے کھانے والے کے ہاتھ میں
ہمچو فرزندش نہادہ برکنار	می برد تابکشدش قصاب وار
مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے	لئے جا رہا ہے تا کہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے
عادیاں را باد ز استکبار بود	یار خود پنداشتند اغیار بود
عاد والوں کو یہ ہوا تکبر کی وجہ سے تھی	انہوں نے اپنا یار گمان کیا اغیار تھے
چوں بگردانید ناگہ پوستین	خرد آن شکست آں مبس القرین
جب اس نے پوستین الٹ دیا	تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا
باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد	پیش ازاں کت بشکند او ہمچو عاد
باد کو شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے	قبل اس کے کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے
ہود دادے پند کاے پر کبر خیل	برکند از دست تاں ایں باد ذیل
ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت	تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا دامن چھڑا لے گی
لشکر حق ست باد و از نفاق	چند روزے باشما کرد اعتناق
ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر	اس نے چند روز تمہارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے
او بسر باخالق خود راست ست	چوں اجل آید برآرد باد دست
وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے	جب میعاد آوے گی ہوا ہاتھ لگائے گی
ایں ہماں بادست کایمن میگذشت	بود ہمچوں جاں وہمچوں مرگ گشت
یہ وہی ہوا ہے جو باامن ہو کر گزرا کرتی تھی	مثل جان کے تھی اور مثل موت کے ہو گئی
دست آنکس کو بکردت دست بوس	وقت خشم آں دست میگردد دبوس
جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا	غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے
باد را اندر دہن بیں رہگذر	ہر نفس آیاں رواں در کروفر
اس ہوا ہی کا گذر منہ کے اندر دیکھ لے	ہر وقت آئندہ روندہ ہے کروفر کے ساتھ
حلق و دندانہا ازو ایمن بود	حق چو فرماید بدنداں در رود
حلق اور دنداں اس سے ایمن رہتے ہیں	جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے

کوہ گردد ذرہٗ باد و ثقیل	درد دنداں داردش زار و علیل
ذرہٗ باد کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے	درد دنداں اس کو زار اور علیل رکھتا ہے
یارب و یارب برآرد او زجاں	کہ ببر ایں باد را اے مستعاں
یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے	کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر
اے دہاں غافل بدی زیں بادرو	ازبن دنداں در استغفار شو
اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا	تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو
چشم سختش اشکہا باران کند	منکراں را درد اللہ خواں کند
اس شخص کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے	منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے
چوں دم یزداں نہ پذرفتی زمرد	وحی حق را ہیں پذیرا شوز درد
جب تو نے کلام حق کو مرد سے قبول نہ کیا	تو وحی حق کو درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے
باد گوید پیکم از شاہ بشر	گہ خبر خیر آورم گہہ شور و شر
ہوا کہتی ہے کہ میں مالک البشر کی طرف سے قاصد ہوں	کبھی خیر کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر
من چو تو غافل ز شاہ خود کیم	زانکہ ماموریم امیر خود تنم
میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں	کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں
گر سلیمان وار بودے حال تو	چوں سلیمان گشتمے حمال تو
اگر تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا	تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی
عاریستم گشتمے ملک کفت	کردمے بر راز خودمن واقفت
میں عاریت ہوں تیرے ہاتھ کی ملوک ہو جاتی	میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بناتی
لیک چوں تو باغئی من مستعار	می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
لیکن چونکہ تو باغی ہے میں مستعار طور پر	تیری خدمت تین چار روز کرتی ہوں
پس چو عادت سرنگوتیہا دہم	ز اسپہ تو باغیانہ برجہم
پھر عاد کی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی	تیری سپاہ سے باغیوں کی طرح نکل جاؤں گی
تابغیب ایمان تو محکم شود	آں زماں کایمانت مایہ غم شود
انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو	جس وقت کہ ایمان لانا تیرے لئے مایہ غم ہو جاوے

آں زماں خود جملگاں مومن شوند	آں زماں خود سرکشاں برسر دوند
اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں	اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں
آں زماں زاری کنند و افتقار	ہمچو دزد و راہزن در زیر دار
اس وقت زاری و افتقار کرتے ہیں	جیسے چور و ڈاکو زیر دار
لیک گر در غیب گردی مستوی	مالک دارین و شحنہ خود توئی
لیکن اگر تو غیب میں مستقیم ہو جاوے	تو تو مالک دارین اور شحنہ ہو جاوے
رونماید بادشاہی مقیم	نے دو روزہ مستعارست و سقیم
ملک دائم منہ دکھلائے گی	وہ دو روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے
رستی از بیگار و کار خود کنی	ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
تو بیگار سے چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے	تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ بھی بجاوے
چوں گلو تنگ آورد برما جہاں	خاک خورد کاشکے حلق و دہاں
جب گلوہم پر عالم کو تنگ کر رہا ہے	تو کاش حلق و دہاں خاک کھایا کرتا

(اوپر علوم بے بصیرت واحوال بے حقیقت کی تزئیف تھی جس میں غالب مضمون احوال کے متعلق تھا آگے ایسے علوم کے متعلق مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) جو کلام کہ وحی (کے فیض) سے (کہ مشروط ہے انقیاد وحی کے ساتھ علماً و عملاً) نہ ہو (وہ) ہوا (ئے نفسانی) سے ہے (اور وہ) مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے (یعنی اس میں ثبوت اور قوت نہیں اور ادلہ شرعیہ سب وحی کے مدلول میں داخل ہیں اور) اگر میاں (منکر) صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے (مراد نقوش سے الفاظ و جملے جو لکھنے کی حالت میں نقوش واللہ علی العروف ہوتے ہیں مگر پڑھنے کے اعتبار سے الفاظ کہے جاویں گے اور اس شعر میں لفظ اول میں ابتداء ان جملوں کی بتلائی تھی آگے ان کی غایت بتلاتے ہیں یعنی اول سے پڑھ لے) **ماینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی** تکتا کہ (اس کے پڑھنے سے) تو معلوم کرکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے نہیں فرمایا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ جو نطق وحی سے نہ ہوگا وہ اس کے مقابل سے ہوگا۔ یعنی ہوی سے وھو المطلوب اور شعر تا کہ الخ میں تا بمعنی الی ہے نہ بمعنی لام اور مصرعہ اولیٰ میں نام مبارک اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ احتویٰ وزن کے شعر کے لئے بڑھایا ہے اور احتوی بمعنی احاط ہے اور یہ صفت ہے وحی کی اور اس میں عائد الی الوحی کہ مفعول ہے احتوی کا مقدر ہے یعنی احواہ اور ضمیر فاعل راجع ہے لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور فی المصر اع الاول کی طرف اور معنی ظاہر ہیں اور چونکہ اس پر ظاہراً شبہ ہوتا تھا کہ اس سے تو اجتہاد و قیاس شرعی کا بھی داخل ہویٰ ہونا لازم آتا ہے کیونکہ وہ وحی نہیں ہے آگے اس کا جواب دیتے ہیں جس کی طرف بندہ نے بھی شعر اول کی تقریر میں مختصراً اشارہ کردیا ہے پس بعنوان خطاب حق للنبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب شروع کرتے ہیں کہ) اے احمد صلی

اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے تو جسمیوں کو (یعنی جو ملائکہ روحانیین منزلین وحی کا آپ کی طرح بطریق قطعی مشاہدہ نہیں کرتے مراد یہ کہ غیر اصحاب وحی کو) تحری (یعنی اجتہاد) اور قیاس عطا فرمایئے (حاصل جواب کا یہ ہے کہ عدم تیسر وحی کے وقت وہ بھی حکماً بجائے اسی کے ہے **لان البدل له حكم المبدل و يفهم كونه بدلامن** قولہ چوں نیستت الخ پس وہ بھی حجت ہے اور ہویٰ وہ ہے جو اس کے بھی علاوہ ہو یعنی رائے محض وتخمین بحت کہ وحی کی طرف مستند بھی نہیں باقی قیاس تو مظہر حکم ہوتا ہے اور مثبت اس حکم قیاسی کا بھی وحی ہی ہے پس وہ ہویٰ میں داخل نہیں اور علاوہ دلالت بدلیت قیاس من الوحی علی کون القیاس فی حکم الوحی کے اس پر ایک اور دلالت بھی اس شعر میں ہے وہو قولہ جسمیایان رادہ یعنی یہ بھی عطا فرمایا ہوا اور اجازت دیا ہوا حضور ہی کا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور دادن میں حکم دادن کا داخل ہونا ایسا ہے جیسا اس آیت میں **وما اتاكم الرسول فخذوه** الخ اور مولانا کے اس کلام سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیاس کی اجازت ہے کیونکہ جواز قیاس کو معلل کیا ہے یاس من الوحی سے کما ہو مفہوم قولہ چوں نیستت الخ تو جب وقت ضرورت تک وحی نہ آئی تو علت پائی گئی پس جواز کا حکم بھی پایا جاوے گا و علیہ اکثر العلماء اور جسمیان کی جو میں نے تفسیر کی ہے اس میں تمام غیر اہل وحی داخل ہو گئے من العلماء والمجتہدین والاولیاء والمکاشفین گو بعض افراد اس تحری کے زیادہ قناعت بخش ہوں کعلوم اہل الاحوال لہم مگر درجہ میں وحی کی برابر نہ ہوں گے آگے مضمون شعر ہذا کی مثال ہے یعنی) درخت بید میں اگر میوہ نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے (اسی طرح جس کے پاس وحی نہ ہو تحری و قیاس بھی درست اور واجب العمل ہے) کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے (جو پہلے حلال نہ تھا اور حلال نہ ملنے کے وقت جب اضطرار شدید ہو حلال بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے کہ اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار مرے گا کما صرح الفقہا بہ اسی طرح تحری واتباع دلیل ظنی جس میں الہام واجتہاد سب داخل ہے پہلے جائز نہ تھا مگر وحی نہ ملنے کے وقت درست بلکہ واجب ہو گیا اور تشبیہ مردار کے ساتھ عدم جواز فی الاصل و جواز یا وجوب وقت الضرورۃ میں ہے آگے ایک مسئلہ جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہے یعنی) اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے لیکن بیابان ضلال میں تو ہے (وصال سے مراد مشاہدہ کہ لازم است وصال را یعنی کعبہ مشاہدہ کردہ شدہ اور ضلال بمعنی **ماوقع الضلال عنه ای لم يدرولم يعلم** یعنی دیکھو ضرورت کے وقت اس تحری کی اجازت دی گئی جو کعبہ کے دیکھتے ہوئے جائز نہ تھی سو تحری واجتہاد کی دو قسم ہوئیں ایک بضرورت جس کی شریعت نے اجازت دی بشرائطہ اس کو نظراً الی الشعر الآتی اجتہاد ہدی سے ملقب کرنا مناسب ہے اور ایک وہ جو بلا ضرورت ہو یعنی دلیل شرعی کے ہوتے ہوئے کہ ان ادلہ نے سب ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے پھر اجتہاد کرنا کہ اس میں شرائط مفقود ہوں گی کیونکہ منجملہ شرائط یہ بھی ہے کہ ضرورت ہو اور یہاں ضرورت نہیں لہٰذا کر اس کو اجتہاد غیر ہدی سے ملقب کیا جاوے **كضيع المدعيين للحكمة في زماننا** اور پر قسم اول کا جواز بیان فرمایا ہے آگے دوسری قسم کا ابطال کرتے ہیں کہ) بدوں تحری واجتہاد ہدی کے (یہ ہدی بواسطہ عطف کے دونوں کی قید ہے) جو شخص ہواۓ نفسانی) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے (اس میں یہ بتلا دیا کہ اس صورت میں وہ تحری خود اور جو اس سے ثابت کیا ہے وہ بھی بدعت وضلالت ہوگا اور راز ہوا قید واقعی ہے) تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کر دے گی اور قتل کر دے گی (اس مصرعہ میں ہوی نفسانی کو ہوائے عنصری سے تشبیہ دے کر اس کی طرف کشتن کی اسناد بطور اسناد الی السبب کے کی ہے یعنی وہ اس اتباع ہوی سے ہلاک ہو جاوے گا) وہ سلیمان نہیں ہے

تا کہ وہ (ہوا) ان کے تخت کو کھینچے (یعنی وہ اگر اتباع تحری میں منقاد حق ہوتا جیسے تحری ہدی کے اختیار کرنے والے ہیں تو وہ سبب ہو جاتا اس کے ارتفاع رتبہ عنداللہ کا تو تحری مرتبہ کلی میں ایک چیز ہے اس کے دو اثر ہیں ایک اثر اس کی ایک قسم کا اور دوسرا اثر دوسری قسم کا مثل ہوا کے کہ عاد کے ساتھ اور فعل اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اور فعل آگے تشبیہ بہ ہوائے عاد کی مزید توضیح ہے کہ) عاد کے لئے ہوا حمال مخالف ہے مثل بکری کے بچہ کے کھانے والے کے ہاتھ میں (کہ) مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے لئے جارہا ہے تا کہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے (پس اسی طرح ہوا جو عاد کو ان کی جگہ سے اٹھاتی ہے تو پٹکنے کے لئے اگرچہ اولاً ان کو موافقت کا دھوکہ ہوا **کما سیاتی فی قولہ فلما رأوہ عارضاً** اور) عاد والوں کو یہ (سزائے) ہوا تکبر (خصوص علی الانبیاء) کی وجہ سے تھی (**کما قال تعالیٰ فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق ثم رتب علیہ قولہ تعالیٰ فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً الآیہ**) انہوں نے (اس کو) اپنا یار (اور موافق) گمان کیا (**قال تعالیٰ فلمارأوہ عارضا مستقبل اودیتھم قالوا ھذاعارض ممطرنا** لیکن وہ) اغیار تھی (**قال تعالیٰ بل ھوما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم الآیہ** چنانچہ) جب اس نے پوستین الٹ دیا (یعنی اس نے دوسری صورت جو کہ اصلی تھی ظاہر کی) تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا (اس کا انطباق مشبہ میں یوں ہوگا کہ اس وقت وہ رائے اور ہوالذیذ معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ منشا اس اتباع رائے کا تکبر ہے کہ اپنے کو قابل مزاحمت قواعد وحی کے سمجھتا ہے انجام میں یہ ہوی جس کا منشا تکبر تھا ان کو ہالک اور خاسر کرے گی آگے اس کبر کے ازالہ کا امر فرماتے ہیں جو مفضی الی الہلاک ہوگا کہ اے مخاطب) باد کو (یعنی کبر و ہوا کو کہ مشابہ باد ہے) شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے (اور یہ شکستہ کرنا) قبل اس کے (ہونا چاہئے) کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے (یعنی وقت عقوبت سے پہلے دارالعمل ہی میں اس کی اصلاح کر لے جس کے لئے لازم ہے انقیاد للوحی آگے ہوائے نفسانی کے مشبہ بہ یعنی ریح عاد کی طرف رجوع ہے جس سے ایک اور فائدہ علاوہ فائدہ مذکورہ کے مستنبط کریں گے کہ اجزائے عالم سب مسخر قدرت ہیں جس کو جس کے لئے جب تک چاہے نافع بنا دے اور اسی طرح مضر بناوے پس فرماتے ہیں کہ) ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا (اپنا) دامن چھڑا لے گی (یعنی دشمن ہو جاوے گی کیونکہ یہ) ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر (یعنی ظاہری طور پر وہذا استعارۃ) اس نے چند روز تمہارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے (مگر) وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے جب (تمہاری ہلاکت کی) میعاد آوے گی (یہ) ہوا ہاتھ (پاؤں) نکالے گی (اور) یہ وہی ہوا ہے جو باامن ہو کر گزرا کرتی تھی (یہ) مثل جان کے تھی اور (اب) مثل موت کے ہو گئی (اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے (اور مثال سے قطع نظر خود) اس ہوا ہی کا گزر منہ کے اندر (بھی) دیکھے (کہ) ہر وقت آئندہ روندہ ہے کر دفر کے ساتھ (مراد اس سے سانس ہے کہ وہ بھی ہوا ہے اور بھی اس لئے کہا کہ کبھی صرف ناک کی راہ سے اس کی آمد و رفت ہوتی ہے اور) حلق اور دندان اس سے ایمن رہتے ہیں (ان کو ایذا نہیں پہنچاتی مگر اسی ہوا کو) جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے (اور) ذرۂ باد (اس وقت ایک) کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے (اور) درد دندان اس (دندان یا صاحب دندان) کو زار اور علیل رکھتا ہے (اس کی طبی توجیہ حسب قول حکیم محمد ہاشم سلمہ یہ ہے کہ مسوڑھوں میں کوئی تر مادہ پیدا ہو جاتا ہے اس سے بخارات اٹھ کر مستحیل بریاح ہو کر اعصاب میں تحدید

پیدا کرتے ہیں اس سے درد پیدا ہو جاتا ہے انتہی بلفظ اور اس وقت) یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر (تو دیکھو وہی ہوا جو نافع تھی مضر ہو گئی اور اس مقام پر وہ فائدہ مستنبطہ حاصل ہو گیا آگے اس سے ایک اور مضمون کی طرف انتقال ہے کہ جب یہ سب مسخر حق ہیں تو اس کی اطاعت اور ذکر اختیار کر پس فرماتے ہیں کہ) اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا (اور) تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو (آگے تکلیف کا ایک نفع بیان کرتے ہیں کہ درد ایسی چیز ہے کہ) اس شخص (صاحب درد) کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے (اور) منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے (آگے فرماتے ہیں کہ جب درد میں یہ خاصیت ہے تو تجھ کو اس سے انتفاع چاہئے اور پہلی غفلت کو جو کہ باوجود استماع احکام کے زائل نہ ہوئی تھی اب زائل کر دینا چاہئے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو نے کلام حق کو مرد (حق) سے قبول نہ کیا تو وحی حق کو (اس) درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے (آگے اوپر کے دونوں مضمونوں کا مجموعہ ہے یعنی اجزائے عالم کا مسخر حق ہونا اور انقیاد للحق کا ضروری ہونا وذکر الاول فی اشعار کثیرۃ والثانی اولاً فی قولہ بادر اشکن الخ وثانیاً فی قولہ ای دہاں غافل بدی الخ وقولہ چوں دم یزداں الخ پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) ہوا کہتی ہے میں مالک البشر کی طرف سے (مثل) قاصد (کے) ہوں کبھی خیر (اور نفع) کی خبر لاتی ہوں (اور) کبھی شور شر (کی خبر لاتی ہوں اور) میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں (اور ہوا یہ بھی کہتی ہے کہ) اگر (انقیاد میں) تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی (یعنی بامر حق تجھ کو نفع ہی پہنچایا کرتی خواہ ظاہراً بھی یا صرف باطناً جیسا کہ مضار دنیویہ سے منافع آخرت اہل ایمان کو حاصل ہوتے ہیں اب تو بحالت تیرے عدم انقیاد کے دنیوی حوائج کے لئے تیرے کارآمد ہونے میں) میں عاریت ہوں (انقیاد کی حالت میں) تیرے ہاتھ کی مملوک ہو جاتی (یعنی مثل مملوک کے ہر وقت خادم و نافع ہوتی اور) میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بناتی (یہ اسناد مجازی ہے یعنی سبب واقفیت کا ہو جاتی اس طرح سے کہ ہوا بھی آیات الٰہیہ سے ہے اور متضمن ہے حکم و مصالح کو کہ منجملہ ان کے بصیرت بالحق ہے **کما قال تعالیٰ و فی الارض اٰیات للموقنین و فی انفسکم افلاتبصرون** اور انقیاد للحق میں خاصہ ہے صحت بصیرت کا پس اگر انقیاد اختیار کرتا تو ہوا کے بھی ان اسرار کی اس کو بصیرت ہوتی) لیکن چونکہ تو باغی ہے (اس لئے) میں مستعار طور پر تیری خدمت (دنیویہ) تین چار روز کرتی ہوں (چنانچہ ہوا سے دنیوی انتفاع جس کا ظاہر ہے اور) پھر (مرنے پر) عاد کی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی (اور) تیری سپاہ (اور نافع چیزوں سے باغیوں کی طرح نکل جاوں گی (اور سبب ضرر بنوں گی سبب ضرر بننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ اس پر سزا دیں گے کہ باوجود میری سب آیات اور نعم کے تو نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس شعر سے پہلے یقیناً روزے سہ چار سے مراد عمر حیوۃ دنیا ہے اور اس شعر میں اس کے بعد لفظ پس آیا ہے جو تعقیب کے لئے ہے اور حیوۃ دنیویہ سے معقب حالت موت ہے عین موت بھی اور مابعد الموت بھی سو اس دلیل سے حکم سرنگونیہا دہم اور باغیانہ برجہم کا ظرف زمان حالۃ الموت ہوئی چنانچہ بندہ نے ترجمہ اسی کی موافق کیا ہے آگے اس حکم مذکور من حیث التقیید بہذا القید کی عاقبت فرماتے ہیں یعنی حالت موت میں تیرے لئے میرے واسطہ عقوبت بننے کا) انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو جس وقت کہ ایمان لانا (تجھ کو نافع نہ ہو بلکہ غیر مقبول ہونے کی حسرت سے اور زیادہ) تیرے لئے مایہ غم ہو جاوے (مراد اس سے وہ وقت ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں **فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأو باسنا** اور یہ

تاکہ بمعنی لام عاقبت ہے اس میں اس شخص کی بغاوت الی آخر الحیوۃ پر وعید سنانا ہے کہ اس وقت حقیقت ان آیات سے متنبہ نہ ہونے کی معلوم ہوگی کہ جب معلوم ہونا مفید نہ ہوگا اور معلوم کر کے ایسے وقت ایمان لاوے گا کہ اور حسرت ہوگی کہ میں ایمان بھی لاتا ہوں اور نافع نہیں ہوتا اور اگر ایمان نہ لاتا تو صرف عقوبت کا الم ہوتا یہ حسرت نہ ہوتی جیسا کہ احقر نے ایمانت مایہ غم کی تفسیر میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے آگے اس وقت کی حالت کا بیان ہے کہ وہ ایسا وقت ہے کہ) اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں (اور) اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں (اور) اس وقت زاری وافتقار کرتے ہیں جیسے چور اور ڈاکوز یردار (آکر ایسا ہی کرتا ہے سو اس وقت ایمان ومعذرت کچھ بھی نافع نہیں ہوگا) لیکن اگر تو غیب (کی حالت) میں (ایمان وقبول حق میں) مستقیم ہو جاوے (اور یہ ایمان قبل الموت میں ہوتا ہے) تو تو مالک دارین (بھی) اور شحنہ (بھی) ہو جاوے (مالک جس کے حق کے لئے دار پر دزد و راہزن مذکور فی الشعر السابق کو چڑھاتے تھے اور شحنہ وہ جو کہ دار پر چڑھاتا تھا مطلب یہ کہ پھر تو ایسا مامون ہو جاوے گا جیسا خود مالک اور شحنہ اور تجھ کو) ملک دائم منہ دکھلائے گی (جنت کا ایسا ہی ہونا ظاہر ہے اور) وہ (ملک دائم) دوروزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے (جیسی دنیا کی نعمتیں تھیں **کما ذکر فی قولہ** عاریستم یعنی نہ اس میں کما نقص ہے کہ دور وزہ ہو اور نہ کیفاً کہ سقیم اور ردی ہو اور) تو (اس وقت) بیگار سے (یعنی ذلت سے اطلاقاً للسبب علی السبب او عکسہ) چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے (یہ مقابل ہے بیگار کا تو یہ کنایہ ہوگا عزت وحریت سے کہ اس میں بیگار نہیں ہوتی اور) تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ (عزت کا) بھی بجاوے (قال تعالیٰ **واذا رأیت ثم رأیت نعیما و ملکا کبیرا وقال تعالیٰ و جنات لھم فیھا نعیم مقیم** یہ تو ایمان بالغیب کی صورت میں ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا جس کا اوپر ذکر تھا آں زمان خود جملگان اور آن زمان زاری کنند تو اس صورت میں یہ حالت ہوگی کہ وہ سرکش وزاری کنندہ مثل دزد اور راہزن کے عالم جزاء کے معائنہ کے وقت حسرت کریں گے کہ) جب (ہمارا یہ) گلو (جس کے انہماک میں ایمان سے بھی محروم رہے) ہم پر عالم کو تنگ (وتاریک اور محل عقوبت) کر رہا ہے تو کاش (ہمارا یہ) حلق ودہاں (بجائے لذیذ اور مرغوب اشیاء کے) خاک کھایا کرتا (اور ہم لذات میں منہمک نہ ہوتے جس سے غفلت نہ بڑھتی اور ایمان کی توفیق ہو جاتی تو یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا ان لذات نے ہم کو تباہ کر دیا اور بندہ نے عالم سے مراد عالم آخرت سمجھا ہے کیونکہ دنیا سے تو جا ہی رہا ہے یہاں تنگی وفراخی سے کیا بحث دوسرے اس میں بہت مبالغہ ہو جاوے گا کہ عالم آخرت باوجود اتنی بڑی فراخی کے اس پر تنگ ہو جاوے گا **فضلاً عن الدنیا**)

فائدہ:۔ آگے انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ وہ باغی جو حسرت کر رہا ہے کہ کاش میں دنیا میں خاک کھایا کرتا سو واقع میں دنیا میں تو خاک ہی کھا رہے ہیں مگر اس خاک کی صورت بدل گئی ہے جس سے یہ لذات معلوم ہوتی ہیں اور مقصود اس سے تزہید ہے اشیاء دنیویہ میں کہ ان کے آغاز وانجام کو مستحضر رکھ کر ان میں زیادہ منہمک نہ ہو جیسا وہ شخص منہمک ہوا جس کا اس شعر چوں گلوا لخ میں مقولہ مذکور ہے کہ ایمان سے بھی محروم رہا۔

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدست	لیک خاکے را کہ آں رنگیں شدہ است
یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے	لیکن اس خاک کو کہ وہ رنگین ہو گئی ہے

این کباب و این شراب و این شکر	خاک رنگین ست و نقشیں اے پسر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر	خاک رنگین اور نقشیں ہے اے پسر
چونکہ خوردی و شد آنہا لحم و پوست	رنگ لحمش داد و ایں ہم خاک کوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ لحم و پوست ہو گیا	تو اس کو لحم کا رنگ دے دیا یہ بھی خاک کوچہ ہے
ہم ز خاکے بخیہ بر گل می زنند	جملہ را ہم باز خاکے می کنند
خاک ہی سے گارے پر بخیہ بناتے ہیں	پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں
ہندو و قپچاق و رومی و حبش	جملہ یک رنگ اند اندر گور خوش
ہندی اور قپچاقی اور رومی اور حبشی	سب ایک رنگ ہیں گور میں اچھے طور پر
تا بدانی کان ہمہ رنگ و نگار	جملہ روپوش است و مکر و مستعار
تاکہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار	سب حجاب ہے اور نمایش ہے اور مستعار
زانکہ باقی صبغۃ اللہ است و بس	غیر آں بر بستہ داں ہمچوں جرس
کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے	اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے
رنگ صدق و رنگ تقوی و یقیں	تا ابد باقی بود بر عابدیں
صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ	ابد تک باقی رہے گا عابدین پر
رنگ شک و رنگ کفران و نفاق	تا ابد باقی بود بر جان عاق
شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی	ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر
چوں سیہ روئی فرعون دغا	رنگ او باقی و جسم او فنا
جیسے فرعون دغا باز کی سیہ روئی ہے	کہ اس کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی ہے
برق و فر روئے خوب صادقیں	تن فنا شد واں بجا تا یوم دین
نور اور رونق روئے خوب صادقین کی	تن تو فنا ہو گیا اور وہ قائم رہے گی یوم دین تک
زشت آں زشت ست و خوب آں خوب و بس	دائم آں صحاک و ایں اندر عبس
زشت وہی زشت ہے اور خوب وہی خوب ہے اور بس	ہمیشہ کے لئے وہ خندان اور یہ ترش روئی میں رہے گا
خاک را رنگ و فن و شنگے دہد	طفل خویاں را بداں جنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ دیتے ہیں	اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دیتے ہیں

از خمیر اشتر و شیرے پزند	کودکان از حرص آں کف می مزند
آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں	لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں
شیر و اشتر نان شود اندر دہاں	در نگیرد ایں سخن باکودکاں
وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روٹی ہو جاتی ہے	یہ بات لڑکوں میں اثر نہیں کرتی
دامن پر خاک ما چوں کودکاں	رفتہ از سر جہد اسباب و دکاں
ہم لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے	دماغ سے اسباب اور دکان کا اہتمام نکلا ہوا
کودک اندر جہل و پندار و شکے ست	شکر باری قوت او اندکے ست
لڑکا جہل اور خیالات اور شک میں ہے	مگر خیر شکر ہے کہ اس کی قوت تو تھوڑی ہے
وائے زاں طفلان کہ پیری می کنند	لنگ مورانند و میری می کنند
افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں	لنگ مور ہیں اور سرداری کر رہے ہیں
طفل را استیزہ و صد آفت ست	شکر ایں کو بےفن و بےآلت ست
طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے	اس کا شکر ہے کہ د بے فن اور بے آلت ہے
وائے زیں پیران طفل ناادیب	گشتہ از قوت بلائے ہر لبیب
افسوس ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے	قوت کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے
چوں سلاح و جہل جمع آید بہم	گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
جب ہتھیار اور جہل باہم جمع ہو جاویں	تو وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے
شکر کن اے مرد درویش از قصور	کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفور
اے مرد فقیر تو کوتاہی سے شکر کر	کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے
شکر کہ ملومی و ظالم نہ	ایمن از فرعونی و ہر فتنہ
شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے	فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے
اشکم تی لاف اللہی نزد	کاتشش را نیست از ہیزم مدد
شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا	کیونکہ اس کے آتش کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی
اشکم خالی بود زندان دیو	کش غم نان مانعست از مکر و ریو
شکم خالی شیطان کا زندان ہے	کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے مکر و فریب سے

اشکم پر لوت داں بازار دیو
تاجران دی را دروے غریو

شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان
تاجران شیطان کا اس میں شور ہے

تاجران ساحر لاشے فروش
عقلہا را تیرہ کردہ از خروش

ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں
عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے

خم رواں کردہ زسحرے چوں فرس
کرد کرباسی ز مہتاب و غلس

مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے
کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری ہے

چوں بریشم خاک را بر می تنند
خاک در چشم ممیز می زنند

ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں
ممیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں

جندلے را رنگ عودی می دہند
بر کلوخے ماں حسودی می دہند

پتھر کو عودی رنگ دے رہے ہیں
کلوخ پر ہم کو رشک دے رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد
ہمچو کودک ماں برآں جنگے دہد

پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے
کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے

دامن پر خاک ما چوں طفلکان
در نظر ماخاک ہمچو زر کان

ہم دامن کو خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں
ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے ہے

طفل را با بالغاں نبود جدال
طفل را حق کے نشاند بار جال

طفل کو بالغین کے ساتھ جلال نہیں ہوتا
طفل کو حق تعالیٰ مردوں کے برابر کب بٹھلاتا ہے

میوہ گر کہنہ شود تا ہست خام
پختہ نبود غورہ گویندش بنام

میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے جب تک خام ہے
پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ ہی کہیں گے

گر شود صد سالہ آں خام و ترش
طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہش

اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے
وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک

گرچہ باشد موے و ریش او سپید
ہمدراں طفلی و خوف ست و امید

اگرچہ اس کے بال اور ریش سفید ہو جاویں
اسی طفلی اور خوف و امید میں ہے

ماند خواہم نارسیدہ یا رسم
حق کند با من غضب یا خود کرم

معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا
حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے یا خود کرم کرے

گر رسم یا نارسیده مانده ام	اے عجب بامن کند لطف و کرم
اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ ہوں تب بھی	اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ لطف وکرم ہی فرمادے گا
باچنیں ناقابلی و دوریی	بخشد ایں غورہ مرا انگوری
باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے	وہ بخشدے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت
نیستم امید وار از ہیچ سو	واں کرم کی گویدم لاتیأسوا
وہ کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں	اور وہ کرم مجھ کو لاتایسو کہہ رہا ہے
دائما خاقان ما کردست طو	گوش مارا میکشد لا تقنطوا
ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے	ہمارے کان کو لاتقنطوا کھینچ رہا ہے

(ربط اور پر شرح اشعار بالا کے اخیر میں مذکور ہو چکا پس فرماتے ہیں کہ) یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے لیکن اس خاک کو (کھاتا ہے) کہ وہ رنگین ہوگئی ہے (اس لئے اس کو خاک نہیں سمجھتا اور اس کے پیچھے ایمان تک کھو بیٹھتا ہے) یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر (سب) خاک رنگین اور نقشین ہے اے پسر (چنانچہ اصل بھی سب کی خاک ہے اور مرجع بھی سب کا خاک ہی ہے کہ بقاعدہ کل شی یرجع الیٰ اصلہ وہ بھی خاک کے اصل ہونے پر دال ہے اور گو اور عناصر بھی ان کی ترکیب میں داخل ہیں مگر غالب خاک ہی ہے اور رنگینی یہی ہے کہ وہ کسی جزء میں صورت فا کہیہ ہے کسی میں صورت طعامیہ یہ رنگ تو کھانے کے قبل تھا اور) جب تو نے کھالیا اور وہ لحم و پوست ہوگیا تو (اس وقت) اس کو لحم کا رنگ دے دیا (پھر) یہ (لحم) بھی خاک کو چہ ہے (یعنی اخیر میں یہ لحم بھی مستحیل الی التراب ہو جاوے گا اور یہ ظاہر ہے) خاک ہی سے گارے پر بخیہ بناتے ہیں (مثلاً جسم کے ساتھ اجزاء غذائیہ منضم ہوتے ہیں) پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں (چنانچہ) ہندی اور قبچاتی (کہ ایک قوم ہے ترکوں کی) اور رومی اور حبشی (یہ) سب ایک رنگ (یعنی خاک) ہیں گور میں اچھی طور (یعنی پورے طور) پر تا کہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار سب حجاب ہے اور نمائش ہے اور مستعار (یعنی عارضی) کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے (مراد اس سے رنگ اعمال کا ہے اور اضافۃ تشریف کے لئے اشارۃً الی قولہ تعالیٰ **صبغة الله و من احسن من الله صبغة** اور) اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے (کہ جز و حیوان نہیں اوپر سے باندھ دیتے ہیں اور الوان جسمیہ کا زائل ہو جانا اور الوان روحیہ کا کہ اعمال ہیں زائل نہ ہونا ظاہر ہے چنانچہ) صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ ابد تک باقی رہے گا عابدین پر (اور گو وہاں بقاء جسم بشری کو بھی ہوگا اور یوں تو اس کے لئے لازم ہے لیکن وہ یہ لوں تو نہ ہوگا بخلاف اعمال کے کہ وہ یہی اعمال ہوں گے یہ تو صبغۃ اللہ کا بقا ہوا آگے اس کے مقابل یعنی اعمال کفریہ کا بقاً بتلاتے ہیں گو وہ صبغۃ اللہ میں داخل نہ ہو اور صبغۃ اللہ میں جو بقاء کا حکم کیا تھا وہاں حصر پر کوئی دلالت نہ تھی یعنی اعمال ایمانیہ کی طرح) شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر جیسے فرعون دغاباز کی سیہ روئی ہے کہ اس (سیہ روئی) کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی (اسی طرح) نور اور رونق روئے خوب صادقین کی (کہ) تن تو فنا ہو گیا اور وہ (خوب روئی) قائم رہے گی یوم دین (اور اس کے مابعد ابد) تک (اور سیہ روئی و

خوب روئی میں رو سے مراد وجہ باطن ہے باقی روئے ظاہری تو جزو جسم کا اور اسی کی ساتھ فانی پس جب یہ خوبی اور زشتی اعمال کی باقی ہے اور صورت ظاہر کی فانی تو) زشت (اصلی) وہی زشت ہے اور خوب (اصلی) وہی خوب ہے اور بس (کہ) ہمیشہ کے لئے وہ (خوب) خنداں اور یہ (زشت) ترش روئی میں رہے گا (اور بعض محشین نے صبغۃ اللہ کو عام لیا ہے رنگ اعمال ایمانیہ وکفریہ کے لئے مگر میرا ذوق اس کو قبول نہیں کرتا غرض یہ کہ) وہ (حق تعالیٰ) خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ (یعنی رعنائی وزیبائی) دے دیتے ہیں (مراد مطلق مرغوبیۃ خواہ انسان میں ہو یا اموال واسباب میں اور یہ مرغوبیت دیکر) اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دے دیتے ہیں (کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں لوں اور دوسرے کو نہ لینے دوں جس طرح سے) آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں (اور) لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں (کذافی الغیاث مزیدن مکیدن یعنی لڑکے یہ سمجھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے شیر لیا اور کھالیا ہم نے اونٹ لیا اور کھالیا حالانکہ محض صورت ہے شیر وشتر کی اور حقیقت اس کی روٹی اور آٹا ہے اور اس لئے) وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روٹی ہو جاتی ہے (حقیقت تو یہ ہے لیکن) یہ بات لڑکوں میں (کبھی) اثر نہیں کرتی (یعنی اگر ان سے کہو کہ حقیقت اس کی روٹی ہے یہ شیر و شتر نہیں ہے محض اس کی ہیئت ہے تم اس کے لئے لڑو مت روٹی کھالو تو کبھی اس کو نہ مانیں کہ اس کی حقیقت روٹی ہے بلکہ اس صورت ہی کو مقصود سمجھتے ہیں اسی طرح عوام الناس اس بات کو نہیں سمجھتے کہ حقیقت اس کی خاک ہے اور یہ صورتیں عارضی ہیں اصلی نہیں ہم اس پر جنگ نہ کریں اور جب یہ سب چیزیں جن میں تنافس ہے خاک ہیں تو) ہم (صورت پرست لوگ ان کی مشغولی میں) لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے (اور ہمارے) دماغ سے اسباب اور دکان (مقصود) کا اہتمام نکلا ہوا (جیسے اطفال اس کھیل کے سامنے ان چیزوں کو جانتے بھی نہیں اور ان اشعار میں طالبان دنیا کو اطفال سے تشبیہ دی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ ان سے بھی زیادہ بدحال ہیں کیونکہ) لڑکا (یہ مسلم ہے کہ) جہل اور خیالات اور شک میں ہے مگر شکر ہے کہ اس کی قوت (عملیہ) تو تھوڑی ہے (جس کے سبب اس نقصان علم وعقل کا کوئی اثر مضر ظاہر نہیں ہوتا چنانچہ اس خاک پر لڑتے بھی ہیں تو نہ ہتھیار ہے نہ زور ہے نہ تدبیر اور چالاکی ہے یوں ہی معمولی تو تو میں میں ہوئی اور ختم ہوا اور زیادہ) افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں (یعنی لنگ مور ہیں (باعتبار ضعف قوت علمیہ اور ناحقیقت شناسی دنیا کے) اور (پھر) سرداری کر رہے ہیں (یعنی سامان و اسباب سردارانہ مال وجاہ وغیرہ رکھتے ہیں جس سے ان کو قوت عملیہ معتد بہا حاصل ہے اور پیری سے بھی یہی مراد ہیں نہ کہ مشیخت گو وہ بھی اس کے عموم میں داخل ہے پس مصرعہ ثانیہ کے دونوں جزو تفسیر ہیں مصرعہ اولیٰ کے دونوں جزوں کی مطلب یہ کہ ان پیران نابالغ کا حال زیادہ برا ہے کہ قوت علمیہ تو ان کی ناقص اور سامان اضرار وتجادل وتزاحم کا ان کے پاس وافر پس ان میں مضارت ومضادت بہت بڑھی ہوئی ہے جب یہ جنگ کریں گے خاک پر تو ان کی جنگ اطفال کی جنگ سے اضر اور ادہی وامر ہوگی آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ بیشک) طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے (یہ مسلم مگر) اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے افسوس (زیادہ) ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے (کہ) قوت (وسامان) کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے (یعنی حقیقی عقلاء کو ستاتے ہیں اور) جب ہتھیار (کہ قوت عملیہ کی زیادتی ہے) اور جہل (کہ قوت علمیہ کی کمی ہے دونوں) باہم جمع ہو جاویں تو (اس وقت) وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے (آگے قوت عملیہ مع الجہل کی مضرت ثابت ہونے پر تفریع ہے کہ) اے مرد فقیر (نادار) تو (سامان کی)

کوتاہی سے شکر کر کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے (فی المنتخب کفور بالضم ناسپاسی کردن) شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے (اور) فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے (آگے بھی ناداری کے اسلم ہونے کا مضمون ہے کہ دیکھو) شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ (کبھی) نہیں کیا کیونکہ اس کے آتش (مادہ خبیثہ کبر) کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی (ہیزم سے مراد اسباب وسامان جاہ وقدرت آگے مثال ہے شکم تہی اور شکم پر کی زندان و بازار کے ساتھ یعنی) شکم خالی شیطان کا زندان ہے (یعنی شیطان وہاں ایسے تصرفات سے محبوس ہے) کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے (ایسے) مکر وفریب سے (کہ لاؤ خدائی کا دعویٰ کرو اور) شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان تاجران شیطان کا اس میں شور (مچ رہا) ہے (اور دھوکہ کی چیزیں اس میں بیچ رہے ہیں آگے اس کی تفصیل ہے یعنی) ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے (اس پراگندگی میں مشتریوں کو تمیز نہ رہی عث وسمین میں فرق کرنے کی ان ساحر تاجروں نے) مشکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے (کہ خریدار نظر بندی کے سبب اس کو گھوڑا سمجھ کر دام ڈبو دیتا ہے اور ان ہی ساحروں نے) کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری سے (کہ شعاعوں کو بشکل کپڑے کے نمایاں کر کے دام لے لیتے ہیں اسی طرح تاریکی کو شاید سیاہ کپڑا کر کے دکھلاتے ہوں اور یہ ساحر لوگ) ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں (جس کو پورنا کہتے ہیں خریدار ریشم سمجھ کر دام دے دیتا ہے اور) ممیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں (اور) پتھر کو عودی رنگ رہے ہیں (اور) کلوخ پر ہم کو رشک دے رہے ہیں (یعنی سحر سے اس کی ایسی صورت دکھلائی ہے کہ دیکھ کر رغبت خریداری کی ہوتی ہے یہ سب مثالیں ہو گئیں تصرفات شیاطین کی آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ یہ سب متاع دنیا خاک ہے جس پر مختلف رنگ اور نقش کر دیئے گئے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے (اور) کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے (شاید تسبیح کے ساتھ اس کو شروع کرنے میں اشارہ ہو ایک شبہ کے دفع کی طرف شبہ یہ کہ اشعار متصلہ میں جو تصرفات مذمومہ بیان کئے گئے ہیں ان کا حاصل بھی تلبیس ہے اور خاک کو رنگین ونقشین کرنا جو کہ حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے یہ بھی ایک قسم کی تلبیس ہے جب دونوں متشابہ ہیں تو پھر اگر یہ قبیح ہے اور اس لئے شیطان کی طرف اس کی نسبت صحیح ہوئی ہے تو حق تعالیٰ کی طرف کیسے صحیح ہوگی اور اگر یہ قبیح نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی طرف اس لئے نسبت صحیح ہوئی تو پھر شیاطین کی طرف نسبت کرنا معرض ذم میں کیسے واقع ہوا جواب یہ ہے کہ شیاطین تو اس کے کاسب ہیں اور قبیح کا کسب قبیح ہے اور حق تعالیٰ خالق ہے اور قبیح کا خلق قبیح نہیں پس وہ قبیح کو خلق کر کے بھی قبح سے منزہ ہے لفظ پاک میں تنزیہ خاص مراد لے کر اس جواب کی طرف اشارہ ہو گیا آگے اسی رنگ کردن خالق اور جنگ کردن عام مخلوق کا مضمون ہے کہ) ہم دامن کو ایک خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں (اور اس رنگین کرنے سے) ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے (معلوم ہوتی) ہے (آگے ان فریفتگان رنگ اور شیفتگان جنگ کو بطور نصیحت کے فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ) طفل کو بالغین کے ساتھ جدال (جائز) نہیں ہوتا (کیونکہ) طفل کو حق تعالیٰ مردوں کی برابر کب بتلاتا ہے (یہ کنایہ ہے عدم تساوی سے **کما قال تعالیٰ هل يستوى الاعمیٰ والبصير وقال تعالیٰ هل يستوى الذى يعلمون والذين لايعلمون** اور میں نے جو نبود جدال کا ترجمہ کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ خبر کو انشاء پر محمول کیا گیا **کما قالوا فی قوله تعالیٰ لاجدال فی الحج ای لاتجادلوا** حاصل یہ ہوا کہ تم طفل ہو اور مردان حق بالغ ہیں اور طفل کو بالغ کے امر میں معارضہ نہ چاہئے اور بالغین حب دنیا سے منع

کررہے ہیں پس تم ان کے کہنے پر چلو اور گو تم یہ کہو کہ ہم تو نابالغ نہیں آگے اس کا جواب ایک تشبیہ سے دیتے ہیں کہ) میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے (لیکن) جب تک خام ہے (اور) پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ (بواؤ مجہول) ہی کہیں گے (جس کے معنی انگور ہائے نارسیدہ ترش ہیں کذافی الغیاث آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اگر وہ خام وترش سو برس کا ہو جاوے (اس طرح سے کہ خام توڑ کر سالہا سال کسی ترکیب سے محفوظ رکھا تب بھی) وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک (پس اسی طرح تم اگرچہ بالغ لغوی یا بوڑھے ہو جاؤ مگر چونکہ تم میں پختگی عقل وبصیرت کی نہ آئی تھی اور اسی حالت میں تم کہنہ سال ہو گئے تو مثل اس میوۂ خام کہنہ کے تم بھی عقل کے اعتبار سے طفل اور خاک اور سن کے اعتبار سے کہنہ ہو گئے تو معنیٔ نابالغ بمعنی خام ہوئے پس وہ شبہ جاتا رہا چنانچہ شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے کہ اسی طرح) اگرچہ اس (طفل عقل) کے بال اور ریش سفید ہو جاویں (لیکن یہ) اسی طفلی اور (اسی) خوف وامید میں ہے (جس میں پہلے تھا جس کا آگے بیان ہے اور جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا نام اس شخص نے خود خوف ورجا رکھا ہے اس رجا کی حقیقت غرور اور دھوکہ ہے جیسے کوئی شخص بدوں تخم پاشی کے متوقع ہو کہ غلہ پیدا ہو گا اور اس خوف کی حقیقت عین وضعف ہمت ہے جیسے کوئی شخص کاشتکاری اس لئے نہ کرے کہ شاید تخم ضائع ہو جاوے یا پیداوار برف سے ہلاک ہو جاوے ایسا ہی حال ہے محبین دنیا کا کہ عمل بالکل نہیں اور متوقع ہیں مقبولیت ومقربیت کے کہ اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں بے عمل بھی فضل فرمادیتے ہیں اسی طرح عمل میں صدہا شبہات نکالتے ہیں کہ شاید مقبول نہ ہوں یا حبط ہو جاوے کیونکہ وہ بڑے بے نیاز ہیں عمل کی وہاں کیا قدر ہے اور یہ صورۃً خوف ورجا ہے حقیقۃً نہیں اور یہ خوف ورجا طفلانہ ہے اسی لئے طفل کے ستھ اس کو مقرون کیا اور اسی معنی کے افادہ کی طرف بندہ نے ترجمہ شعر میں خوف وامید کے ساتھ لفظ اسی کو ظاہر کر دیا جو بواسطہ عطف کے کلام میں مکرر ہے یعنی ہمدراں طفلی وہمدراں خوف وامید تاکہ خوف ورجا حقیقی نہ سمجھا جاوے بلکہ خاص یہ خوف ورجا صوری سمجھا جاوے آگے اسی خوف ورجا کی تفسیر ہے کہ وہ اس خوف وامید طفلانہ میں رہتا ہے کہ) معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا (اور معلوم نہیں) حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے (یہ مرتب ہے نارسیدہ خواہم ماندپر) یا خود کرم کرے (یہ مرتب ہے رسم پر اس سے یہی مراد ہے کہ خالی احتمالات نکالتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہو گا شاید باوجود عمل نارسیدہ مانم وحق غضب کند یا بدوں عمل رسم وحق کرم کند پھر اس کے بعد اپنی من سمجھوتی کرتا ہے کہ دو احتمال بھی کیوں نکالے جاویں کہ نارسیدن پر غضب اور رسیدن پر کرم بلکہ بفحوائے سبقت رحمتی علی غضبی یہی سمجھنا چاہئے کہ) اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ رہوں تب بھی اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ (دونوں حال میں) میرے ساتھ لطف وکرم ہی فرماوے گا (اور اس میں نفس کی زیادہ تسویل ہے کیونکہ وہ خوف صوری گو خوف حقیقی نہ تھا لیکن اس کے واسطہ سے کبھی احتمال تو غضب کا ہو جاتا تھا یہ کسی وقت شاید نافع ہو جاتا اس میں اس کو بھی رخصت کر دیا اور یہ بھی کہتا ہے کہ) باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے (میں کچھ عمل نہیں کرتا بلکہ معصیت کے کام کرتا ہوں **ودل علی الاول قوله ناقابلی و دل علی الثانی قوله دوری**) وہ بخش دے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت (یعنی وہ مجھ کو خام سے پختہ اور ناقص سے کامل کر دیں گے اس میں نارسیدن پر نجات کی امید سے ترقی کر کے ولی بننے اور رسیدن کا بھی یقین کر لیا اور یوں بھی کہتا ہے کہ) میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں (حتیٰ کہ عمل کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا) اور وہ کرم مجھ کو **لاتیاسو** کہہ رہا ہے (اور) ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے (فی الغیاث طو بالضم وواؤ معروف معرب تو بواؤ

مجہول درتر کی شادی عروسی را گوینداور) ہمارے کان کو لاتقنطوا کھینچ رہا ہے (اس سب کا حاصل وہی غرور ہے اور میرے ذوق میں آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں رجاء حقیقی کی طرف جس میں باوجود عمل کے اپنے عمل کو ہیچ سمجھنے سے حق تعالیٰ ہی کی رحمت پر نظر ہوتی ہے جیسا کاشتکار باوجود تخم پاشی کے بارش کا امیدوار حق تعالیٰ سے رہتا ہے)۔

گرچہ مازیں نا امیدی در گویم	چوں صلا زد دست اندازاں رویم
اگرچہ ہم اس نا امیدی سے گڑھے میں ہیں	جب حق تعالیٰ نے صلا دی ہے تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے چل رہے ہیں
دست اندازیم چوں اسپان سپس	درد ویدن سوئے مرعائے انس
ہم بعد اس کے ہاتھ پھینک رہے ہیں	دوڑنے میں طرف چراگاہ انس کے
گام اندازیم و آنجا گام نے	جام پردازیم و آں جا جام نے
ہم پاؤ پھینک رہے ہیں اور اس جگہ قدم نہیں	ہم پیالہ خالی کر رہے ہیں اس جگہ جام نہیں
زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست	معنی اندر معنی و ربانی ست
اس لئے کہ اس جگہ تمام اشیاء روحانی ہیں	خلاصۃ الخلاصہ اور ربانی ہیں
ہست صورت سایہ معنی آفتاب	نور بے سایہ بود اندر خراب
صورت تو سایہ ہے معنی آفتاب ہے	نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے
چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند	نور مہ را سایہ زشتے نماند
جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی	تو نور ماہ کے لئے کوئی سایہ زشت نہ رہا
خشت گر زریں بود بر کندنی ست	چوں بہائے خشت وحی و روشنی ست
خشک اگر زریں بھی ہے تب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے	جبکہ خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے
کوہ بہر دفع سایہ مندکے ست	پارہ گشتن بہر ایں نور اندکے ست
دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ ہے	اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا تھوڑی بات ہے
بر بروں کہہ چوز و نور صمد	پارہ شد تا دردرونش ہم زند
پہاڑ کے ظاہر پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی	تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تا کہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے
گرسنہ چوں بر کفش زد قرص نان	واشگافد از ہوس چشم و دہاں
گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے	تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑ دیتا ہے
صد ہزاران پارہ گشتن از ردایں	از میاں چرخ بر خیز اے زمیں
لاکھوں ٹکڑے ہو جانا اس کے لئے زیبا ہے	آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جا اے زمین

تاکہ نور چرخ گردد سایہ سوز	شب ز سایہ تست اے باغی روز
تاکہ نور آسمان سایہ سوز ہو جاوے	شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی
ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
یہ زمین مثل گہوارہ اطفال کے ہے	بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے
بہر طفلان حق زمین را مہد خواند	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے	اور اس میں اس دودھ میں سے اطفال پر عطا فرمایا ہے
خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا	طفلکان راز و دبالغ کن شہا
یہ گھر ان گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے	ان اطفال کو جلدی بالغ کر دے اے بادشاہ
ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ	تا تواندرفت بالغ بید رنگ
ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کر	تاکہ بالغ چل سکے بے درنگ
اے گوارہ خانہ را ضیق مدار	تاتواند کرد بالغ انتشار
اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ	تاکہ بالغ آمد و رفت کر سکے

(ربط اوپر مذکور ہوا ہے یعنی انتقال ہے رجاء حقیقی کی طرف جس کے ساتھ عمل بھی ہوتا ہے مگر اس کو بے اثر سمجھا جاتا ہے اور اتکال رحمت پر ہوتا ہے اور اس بے اثر سمجھنے کو خوف لازم ہے پس رجاء کے ساتھ خوب بھی حکماً مذکور ہو گیا ہے اور مامور بہ مجموعہ ہی ہے رجاء اس قول کا مدلول ہے گرچہ ما زیں ناامیدی الخ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ناامیدی نہ چاہئے اور اس کے ساتھ عمل ہونا جس سے وہ رجاء حقیقی ہو جاوے اس قول کا مدلول ہے دست اندازیم و گام اندازیم اور اس کا بے اثر سمجھنا اس قول کا مدلول ہے انجام گام نے وآنجام جام نے اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا اس قول کا مدلول ہے جملہ اشیاء جانی ست معنی اندر معنی الخ اور رجاء کے لئے خوف کے اعتبار کا لازم ہونا ابھی اوپر مذکور ہوا اور پھر اس اتکال کے تعلق سے جذب حق کی ضرورت کا مضمون کہ وہی اصل موثر ہے وصول الی المقصود میں اور ضرورت کے ساتھ اس کی طلب مذکور ہے پس فرماتے ہیں کہ) اگرچہ ہم اس ناامیدی سے (جو ہماری حالت کا مقتضا ہے) گڑھے میں ہیں (حالت ناکارگی کو تشبیہ دی گڑھے کے ساتھ جس میں ہلاک محتمل ہے لیکن) جب حق تعالیٰ نے (دعوت الی رحمت کی) صلا دی ہے (کما قال تعالیٰ واللہ یدعوا الی دار السلام) تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے (یعنی حرکت ممکنہ کرتے ہوئے) چل رہے ہیں (وہذا کقولہ گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید آگے رویم کا معمول بتلاتے ہیں کہ) ہم بعد اسی (صلا) کے ہاتھ پھینک رہتے ہیں دوڑنے میں طرف چراگاہ انس (ومقعد صدق) کے جو مصداق ہے دار السلام مذکور آیت موصوفہ کا فی المنتخب بفتحتین مردم وقبیلہ کہ یکا مقیم باشند اھ و من لوازم المرعی للمجتمعین کونہ ما یونس بہ فترجمت بالحاصل اور) ہم

(ادھر جانے کی طرف ہاتھ) پاؤں پھینک رہے ہیں (یعنی بقدر امکان کوشش کرر ہے ہیں) اوراس جگہ (یہ) قدم (معتدبہ) نہیں (کیونکہ اس مقصود کے مقابلہ میں یہ سعی کیا چیز ہے اور) ہم (اپنے زعم میں) پیالہ خالی کرر ہے ہیں (جو کہ پوری شراب پینے میں ہوتا ہے یعنی مقتضائے عبدیت وخدمت سے کہ افراغ جہد ہے پورا مجاہدہ اختیار کرتے ہیں اور واقع میں) اس جگہ یہ جام (معتدبہ) نہیں (کماذکر فی شرح قولہ گام نے آگے اس گام نے وجام نے کی وجہ کی توضیح ہے یعنی) اس لئے کہ اس جگہ (یعنی اس دربار کے لائق) تمام اشیاء روحانی (یعنی لطیف و خالص) ہیں (آگے جانی کی تفسیر ہے یعنی) خلاصۃ الخلاصہ رربانی ہیں (چونکہ شے کا خلاصہ لطیف بمنزلہ اس کی روح کے ہے اس لئے روحانی بمعنی لطیف وخلاصہ کے ہوا جس کا مصداق ربانی میں بتلادیا یعنی وہ اعمال جن میں کوئی نقص وشائبہ ریا وعجب وکراہتہ وتفریط ادب وحقوق وغیرہ کا نہ ہوا اور خالص ابتغاء لوجہ اللہ کئے گئے ہوں جس سے ان کورب عظیم کی طرف منسوب کرنا صحیح ہو ورنہ اس میں دوسرے کا شائبہ ہونے سے وہ محل ہو جاوے گا اس ارشاد کا انا اغنی الشرکاء عن الشرک مطلب یہ کہ اس حالت میں ظاہر ہے کہ جب ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے لن تحصوا اور لن یشاد الذین احد الاغلبہ تو گام نے وجام نے کا حکم مذکور صحیح ہوگیا اور باوجود اس کے اعمال کا قبول کرنا جیسا کہ جزاء بما کانوا یعملون اس پر دال ہے صاف دلیل ہے کہ وصول الی المقصود میں رحمت حق ہی موثر ہے کما قلت فی التمہید اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا الخ اور چونکہ حاصل اعمال کا سلوک ہے اور حاصل تاثیر رحمت حق کا جذب ہے تو اعمال کے عدم تاثیر اور رحمت حق کی تاثیر کا جو کہ یہاں تک اشعار میں مذکور ہوئے حاصل سلوک کی عدم تاثیر اور جذب کی تاثیر ہے اس لئے آگے اس جذب کے بعض احکام وآثار مثل فناء وبقاء اوران کے خواص اوران کی مطلوبیت بیان فرماتے ہیں یعنی) صورت تو سایہ ہے (اور) معنی آفتاب ہے (صورت سے مراد غلبہ احکام جسمانیہ کا کہ وہی سبب ہوتا ہے شوائب نقص فی الاعمال کا اور معنی سے مراد غلبہ احکام روحانیہ کا کہ اسی سے اعمال کا نقص مبدل بکمال مناسب للعبد لا الکمال اللائق بحقوق الحق تعالیٰ ہو جاتا ہے جس سے اعمال معنوی اور ربانی ہو جاتے ہیں جن کا شعر سابق میں ذکر تھا جس کا راز یہ ہے کہ یہ غلبہ اثر ہے فنا کا اور فنا میں وہ افعال عبد مصداق ہیں مضمون کے ہیں۔

گریہ او خندۂ او نطق او	فہم او ذلق او وحلق او
عقل او و وہم او وحسن او	نیست از وے ہست محض صنع او

کذافی الدفتر الخامس من ھذاالمثنوی فی عنوان بقیہ حال مرید مقلد در گریہ اس لئے وہ ان شوائب سے ناقص ہو جاتے ہیں آگے تفریع ہے مضمون مصرعہ اولیٰ پر یعنی جب صورت سایہ اور معنی آفتاب ہے تو) نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے (کیونکہ آبادی میں تعمیرات واشجار وغیرہ کا سایہ پڑنے سے نور خالص نہیں ہوتا بلکہ مشوب بالظل ہوتا ہے اور) جب وہاں خشت پرخشت نہ رہی تو نور ماہ (یا آفتاب مذکور فی الشعر السابق) کے لئے کوئی سایہ زشت (وصفہ بہ لکونہ مانعا عن النور) نہ رہا۔ (اسی طرح اگر احکام روحانیہ کا غلبہ جس کے آثار ابھی مذکور ہوئے یعنی اعمال کی معنویت وربانیت چاہتے ہو تو فناء جسم کو اختیار کرو کہ اس پر دولت بقاء مرتب ہوگی جس سے تم متخلق باخلاق اللہ وخالص الاعمال ہو جاؤ گے چنانچہ آگے اسی بقاء کا عطاء ہونا مذکور ہے کہ) خشت (جبکہ مانع

نور ماہ وخور ہےتو وہ) اگرزریں بھی ہے تب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے جبکہ (اس) خشت کی قیمت الہام ہےاور نور ہے(یہ آثار ہیں بقاء کے مطلب یہ کہ جب بقاء باللہ صلہ ہے فناء کا تو فناء واجب التحصیل ہےاوراس فناء میں گوتن پروری وتن آرائی فوت ہوگی مگراس کی پروا مت کرنا کیونکہ فناء جسم حصول نور کے لئے وہ چیز ہے کہ) دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ (ہوجاتا) ہے(اور) اس نور کے لئے پارہ پارہ ہوئے جانا تھوڑی بات ہے (یعنی طور پر جب تجلی ہوئی تو نورحق کے تجلی ہونے سے کہ دفع سایہ اس کے لئے لازم ہے جومصرعہ اول میں ہے وہ ریزہ ریزہ ہوگیا اور) پہاڑ کے ظاہر (سطح) پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی تو وہ پارہ پارہ ہوگیا تاکہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے (جیسے) گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ (بھی) پھاڑ دیتا ہے (یہی حالت طور کی ہوگئی کہ گویا منہ پھاڑ دیا کہ غذائے نور جس طرح اس کے ہاتھ یعنی ظاہر پر رکھی گئی اسی طرح اس کے منہ یعنی باطن میں بھی پہنچادی جاوے پس جس طرح اس نے نور کے لئے فناء صورت کو گوارا کرلیا تو بھی جسم کی پروا مت کراس نور کے حاصل کرنے کے لئے فنا کردے اور مقصود اس تشبیہ سے صرف توضیح ہے صورت کے غیر معتد بہ ہونے کی نور کے مقابلہ میں گو مشبہ بہ میں دک اضطراری ہے اور شبہ میں اختیاری آگے جسم کو خطاب کرتے ہیں جس سے مقصود صاحب جسم کو سنا کراس کی ہمت بڑھانا ہے پس فرماتے ہیں کہ) لاکھوں ٹکڑے ہوجانا (کوہ ذرمیں یعنی جسم کے) اس (نور) کے لئے زیبا ہے (پس آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جاے زمین تاکہ نور آسمان (مثلاً نور آفتاب) سایہ سوز ہوجاوے (یعنی جو میں نور ہی نور رہ جاوے کیونکہ) شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی (یعنی مخالف نور آفتاب کی جیسا کہ اہل ہیئت نے کہا ہے کہ شب کی حقیقت سایہ ہے زمین کا کہ آفتاب جس وقت مثلاً ہمارے اعتبار سے زمین کی دوسری طرف ہوتا ہے تو زمین کا سایہ جو میں پڑتا ہے وہ شب ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح مثلاً زمین کے اٹھ جانے سے ہر وقت جو میں نور ہی نور رہا کرے اسی طرح اگر جسم فنا ہوجاوے تو روح پر نور حق متجلی رہا کرے پس جب فنا کی یہ خاصیت ہے تو اس میں کیوں پس وپیش کیا جاوے اور اس فناء مذکور میں جس طرح خود ماموربالفناء کے خطرات ضیاء حظوظ جسمانیہ کے مانع ہوتے ہیں اسی طرح کبھی دوسرے مقیدان احکام جسمانیہ کی طرف سے مزاحمت پیش آتی ہے خواہ موافقانہ جیسے نادان دوست بزعم خود خیر خواہی کیا کرتے ہیں خواہ مخالفانہ جیسے حساد ومعاندین ایذاء پہنچایا کرتے ہیں اور کام میں مشغول نہیں ہونے دیتے اوپر پہلی مانعیت کے متعلق مضمون تھا جس میں ہمت دلائی تھی آگے دوسری مزاحمت کا مضمون ہے جس میں حق تعالیٰ سے التجا ہے اس مزاحمت کے رفع کرنے کی فی قولہ زود بالغ کن اور مزاحمین کو اس لئے شاید خطاب نہ کیا ہو کہ بے شمار ہیں کسے کسے سمجھائیں پس ارشاد ہے کہ) یہ زمین (یعنی عالم اجسام وناسوت) مثل گہوارہ اطفال کے ہے (بوجہ اس کے کہ اس کے اکثر سکان طفلان عقل ہیں کما ذکر مفصلاً فی اشعار قبل اشعار المقام اور یہ گہوارہ) بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے (جیسے کسی گھر میں بہت بچے ہوں اور ہر ایک کے لئے ایک گہوارہ ہو تو سارا گھر گہواروں ہی سے بھر جاوے گا اور بالغوں کو بیٹھنے اور چلنے کے لئے جگہ نہ رہے گی اسی طرح اہل دنیا کی مزاحمتیں کاملین کے ساتھ اور ان کو تنگ کرنا مشابہ اسی کے ہے جیسے مذکور ہوا آگے تائید نقلی ہے اس تشبیہ ارض بالمہد کی کہ دیکھو) اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے (قال تعالیٰ جعل لکم الارض مھداً) اور (پھر) اس (مہد) میں اس دودھ میں سے

اطفال پر عطا فرمایا ہے (یعنی لذات دنیویہ مثل دودھ کے ہیں اور قرآن مجید میں جو مہد آیا ہے وہ بمعنی مطلق فراش کے ہے جو گہوارہ کو بھی مشتمل ہے پس یہ استدلال ایک قسم کا استیناس ہے اور مقصود اس استدلال پر موقوف نہیں اس لئے احتمال مضر نہیں اور) یہ گمراں گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے (کماذکر تقریرہ مع المقصود بہ فی شرح مصراع بالغان راتنگ میدار دمکان پس) ان اطفال کو جلدی بالغ کردے اے بادشاہ (یعنی اللھم اھد قومی تاکہ یہ مزاحمت چھوڑیں آگے خطاب مجازی ہے گہوارہ کو جس سے مقصود محض اظہار تمنی ہے بلا قصد خطاب پس فرماتے ہیں کہ) ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کرتا کہ بالغ چل (پھر) سکے بے درنگ۔ اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ تاکہ بالغ آمد و رفت کر کے (**وھذاالانتشار کقولہ تعالیٰ فانتشروافی الارض .**)

فائدہ:۔ اظہار عجز کے لئے اپنی حکایت بیان کرتا ہوں کہ ان اشعار کے حل میں ایسی طبیعت بستہ ہوئی کہ بڑی مشکل سے اتنا لکھا گیا جس سے اس کا اور تازہ یقین ہو گیا کہ آدمی کا نہ علم کچھ ہے نہ عمل۔ حق تعالیٰ ہی کام لے لیتے ہیں آگے رجوع ہے قصہ کی طرف۔

در بیان استغناء وعجب شاہزادہ وزخم خوردن از باطن شاہ

(حاصل مضمون اس سرخی کا یہ حکایت ہے کہ اس شہزادہ کو شاہ چین سے فیوض و برکات حاصل ہوئے مگر اس کو گمان ہو گیا کہ میں جب کامل ہو گیا مجھ کو شیخ کی اور اس کی خدمت کی کیا ضرورت رہی اس کا یہ وبال ہوا کہ وہ برکات سب مسلوب ہو گئے اور متنبہ ہو کر استغفار کیا اور اس کے بعد ایک سرخی اس قصہ کی اور آوے گی اس میں اس کا تتمہ ہے کہ استغفار میں باطنی مضرت سے تو محفوظ ہو گیا اب خواہ وہ کمال سابق عائد ہوا ہو یا نہ ہوا لیکن چونکہ شیخ کے قلب کو اس سے صدمہ پہنچا تھا اور اس کے قلب میں تصرف کی قوت بھی تھی اس کے اثر سے شاہزادہ مر گیا کہ صاحب تصرف اگر اس کا قصد بھی نہ کرے مگر اس کو صدمہ ہونا اس دنیوی ضرر کا سبب ہو جاتا ہے کیونکہ ناگواری میں ایک گونہ توجہ اس شخص کے اضرار کی طرف طبعاً ہو جاتی ہے اور اس سے یہ اثر ہو سکتا ہے اور اس تقریر سے کئی مسئلے بھی معلوم ہو گئے جو ظاہر ہیں اب صرف حل عبارت شرح اشعار میں کافی ہے)۔

چوں مسلم گشت بے بیع و شری	از دروں شاہ در جانش جری
جب مسلم ہو گیا بدوں بیع و شراء کے	باطن شاہ سے اس کے باطن میں روزینہ
قوت می خوردے زنور جان شاہ	ماہ جانش ہمچو از خورشید ماہ
وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا	اس کا ماہ جان ایسا ہو گیا تھا جیسا خورشید سے ماہ
راتبہ جانی ز شاہ بے ندید	دمبدم در جان مستش می رسید
روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے	دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا
آں نہ کش ترسا ومشرک میخورند	زاں غذائے کش ملائک میخورند
وہ نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں	اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں

اندروں خویش استغنا بدید	گشت طغیانے ز استغنا پدید
اس نے اپنے اندر استغنا دیکھا	استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا
کہ نہ من ہم شاہ وہم شہزادہ ام	چوں عنان خود بدیں شہ دادہ ام
کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں	کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے
چوں مرا ماہے برآمد بالمع	پس چرا باشم غبارے را تبع
جب میرا ایک چاند بانور طلوع ہو چکا ہے	پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں
آب در جوئے من ست و وقت ناز	ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز
پانی میری نہر میں ہے اور وقت ناز کا ہے	میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں
سر چرا بندم چو درد سر نماند	وقت روئے زرد و چشم تر نماند
میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا	روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا
چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر	باز باید کرد دکاں دگر
میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں	تو دوسری دکان کھولنا چاہئے
زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت	صد ہزاران ژاژ خائیدں گرفت
اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا	تو لاکھوں بکواس بکنا شروع کیا
صد بیابان زاں سوئے حرص وحسد	تا بدانجا چشم بدھم میرسد
حرص و حسد سے اس طرف صدہا بیاباں ہوں	وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے
بحر شہ کہ مرجع ہر آب اوست	چوں نداند انچہ اندر سیل و جوست
بادشاہ کا دریا کہ ہر پانی کا مرجع وہ ہے	کیونکر نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے
شاہ را دل درد کرد از فکر او	ناسپاسی عطائے بکر او
بادشاہ کے قلب کو اس کے خیال سے تکلیف ہوئی	اس کی عطائے جدید کی ناسپاسی سے
گفت آخر اے خس واہی ادب	ایں سزائے داد من بودا ے عجب
کہا کہ آخر اے خسیس سست ادب	یہی میری عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے
من چہ کردم باتو زیں گنج نفیس	تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے	تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے

من ترا ماہے نہادم در کنار	کہ غروبش نیست تا روز شمار
میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا	کہ قیامت تک اس کو غروب نہ ہو گا
در جزائے آن عطائے نور پاک	تو زدی دز دیدۂ من خار و خاک
تو نے اس نور پاک کی عطا کی عوض میں	میری آنکھ میں خار اور خاک دے دیا
من ترا بر چرخ گشتہ نرد بان	تو شدہ در حرب من تیر و کمان
میں تو تیرے لئے چرخ پر نرد بان ہو گیا	تو میرے حرب میں تیر و کمان
درد غیرت آمد اندر شہ پدید	عکس درد شاہ اندروے رسید
شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا	درد شاہ کا عکس اس میں پہنچا
مرغ دولت در عتابش بر طپید	پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
مرغ دولت اس کے عتاب کے سبب متحرک ہوا	اس گوشہ گشتہ کے پردہ کو اس نے پھاڑا
چوں دروں خود بدید آں خوش پسر	در سیہ کاری خود کردہ اثر
جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے	اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا
آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ	خانہ شادی اوپر غم شدہ
وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا	اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا
باخود آمد اوز مستی عقار	زاں گنہہ گشتہ سرش خانہ خمار
وہ ہوش میں آیا مستی شراب سے	اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا
ہر کہ خود بینی کند در راہ دوست	مغز را بگذاشت کلی دید پوست
جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے	اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا
دشمن من در جہاں خود بیں مباد	زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد
میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو	کیونکہ خود بیں سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا
مے ازاں آمد حرام اندر جہاں	کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے	کہ اس کو پی کر فوراً تو خود بیں ہو جاتا ہے
بہتر از خود در تصور نایدت	ویں ہمہ از نفس خود بیں زائدت
اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا	اور یہ سب نفس خود بیں سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے

آنکہ باخود می خورد مے باخودست	اینچنیں میخوار خوار و مرتدست
جو شخص اپنی ساتھ شراب پیتا ہے وہ باخود ہے	ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد ہے
ہر کہ با او می خورد بادش حلال	وانکہ بے اودم زند بادش دبال
جو شخص اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنگ کھولتا ہوں اُسکا جمال دیکھتا ہوں
چونکہ با اومی خورد از جام ہو	چشم بکشایم بہ بینم روے او
جب وہ اسکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنکھ کھولتا ہوں اُسکا جمال دیکھتا ہوں
بعد ازاں از خود بکلی بگسلم	ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہوں	شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے
ایک میخواہی کہ از خود بگسلی	تا کے اندر بند ایں جان و دلی
اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے	تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے
جان بجاناں واگزارا اے جان من	تا بہ بینی یار دل رنجان من
جان محبوب کو سپرد کر دے اے میری جان	تا کہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے
دل بدلدارے دہ و آزاد شو	غمخور اوباش و ازوے شاد شو
دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو جا	اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ
نفس خود بر خود مگرداں چیر تو	زود او را باز گیر از شیر تو
اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر	جلد اس کو دودھ سے علیحدہ کر
ہر چہ ہست آں مستئے دارد یقیں	خواہ شیر و خواہ خمر وا نگبیں
جو چیز ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے	خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو
مستی گندم بداں اے آدمی	کہ بکرد آں آدمے را اعجمی
گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی	کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنا دیا
خوردہ گندم حلہ زو بیروں شدہ	خلد بروے بادیہ و ہاموں شدہ
انہوں نے گندم کھا لیا حلہ ان سے علیحدہ ہو گیا	خلد ان پردشت اور صحرا ہو گیا
دید کاں شربت و را بیمار کرد	زہر آں ما و منی ہا کار کرد
اس نے دیکھا کہ اس شربت نے اس کو بیمار کر دیا	اس ماؤمن کا زہر کام کر گیا

جان چوں طاؤس در گلزار ناز	ہمچو چغدے شد بویرانہ مجاز
روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں	مثل چغد کے ہو گئی ویرانہ مجاز میں
ہمچو آدم دور ماند او از بہشت	در زمیں میراند گاوے بہر کشت
مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا	جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے
اشک میراند او کہ اے ہندووی زاوٗ	شیر را کردی اسیر دم گاوٗ
وہ آنسو چلانے لگا کہ اے چور اور اے معمار	تو نے شیر کو دم گاؤ کا اسیر کر دیا
کردہٗ اے نفس بد بارد نفس	بے حفاظی باشہ فریاد رس
اے نفس خبیث سرد سخن تو نے	شاہ فریاد رس کے ساتھ حفظ حق نہ کیا
دام بگزیدی ز حرص گندمے	برتو شد ہر گندم او کژدمے
تو نے جال کو اختیار کیا حرص گندم سے	تجھ پر ہر گندم ایک کژدم ہو گیا
درسرت آمد ہوائے ماؤمن	قید بیں برپائے خود پنجاہ من
تیرے دماغ میں ماؤ من کی ہوا بھر گئی	اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے
نوحہ میکرد ایں نمط برجاں خویش	کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش
اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا	کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا
آمد او باخویش و استغفار کرد	با انابت چیز دیگر یار کرد
وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا	توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا
درد کان از وحشت ایماں بود	رحم کن کان درد بیدرماں بود
جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو	رحم کر کیونکہ وہ درد لاعلاج ہوتا ہے
مر بشر را خود مبا جامہ درست	چوں رہید از صبر درحیں صدر جست
بشر کا جامہ درست ہی نہ ہو	وہ جہاں صبر سے چھوٹا فوراً صدر مقام ڈھونڈھنے لگتا ہے
مر بشر را پنجہ و ناخن مباد	کونہ دین اندیشد انگہ نے سداد
بشر کے پاس پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو	کیونکہ وہ دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا
آدمی اندر بلا گشتہ بہ است	نفس کافر نعمت ست و گمرہ است
آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے	نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے

گشت طاغی چونکہ فارغ شد زناں	نفس کافر خود ہمی ندہد اماں
جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے	نفس کافر خود ہی امان نہیں دیتا
زانکہ زار و عاجز و مضطر بود	آدمی خود مبتلا بہتر بود
کیونکہ وہ زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے	آدمی مبتلا اچھا رہتا ہے

جب مسلم ہو گیا بدوں بیع وشراء کے باطن شاہ سے اس کے باطن میں (روحانی) روزینہ (جری بکسر اول و فتح ثانی والف مقصورہ وظیفہ یعنی فیوض و برکات باطنی شاہزادہ پر فائض ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ یہ محل بیع وشری نہیں) وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا (اور) اس کا ماہ جان ایسا ہو گیا تھا جیسا خورشید سے ماہ روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا (مست کہنا بوجہ ورود سکر کے) وہ (غذا) نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں (کہ وہ غذائے جسمانی ہے بلکہ) اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں (یعنی غذائے روحانی پس) اس (شہزادہ) نے اپنے اندر (بوجہ حصول کمالات کے ایک) استغناء دیکھا (اور اس) استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں (پھر) کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے (اور) جب میرا ایک چاند بانور طلوع ہو چکا ہے پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں (یعنی دوسرے کے قلب سے جو شعاع پہنچے گی کہ وہ میرے چاند کے سامنے بمنزلہ غبار ہے میں اس کا کیوں اتباع کروں) پانی میری نہر میں (موجود) ہے اور (اب) وقت نار (اور استغناء) کا ہے (پھر) میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں میں سر کیوں باندھوں جب دردسر نہ رہا (یعنی امراض باطنی زائل ہو گئے پھر استفادہ عن الشیخ جو کہ اس کا علاج تھا کیوں کروں اور) روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا (یہ بھی لوازم مرض سے ہے اور) میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں تو (اپنی) دوسری دکان (الگ) کھولنا چاہئے (یعنی اب میں خود شیخ ہو کر رہ سکتا ہوں سب کا حاصل اب استفادہ میں شیخ کا محتاج نہ رہنا ہے غرض) اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا تو لاکھوں بکواس (دل میں) بکنا شروع کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) حرص وحسد سے اس طرف (یعنی آگے نکل کر اگر) صدہا بیاباں (بھی) ہوں (مگر) وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے (یعنی بعد تہذیب اخلاص بھی اندیشہ ہے فساد حال کا اور یہ نظر بد عجب وخود بینی ہے جو اپنی ہی نظر ہے پس مامون و بے فکر نہ رہنا چاہئے اور ہر وقت یہ پیش نظر رکھے۔

بے عنایات حق و خاصان حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

پھر قصہ ہے کہ بادشاہ کو کشف سے اس کی خبر ہو گئی کیونکہ) بادشاہ کا دریا (یعنی قلب) کہ ہر پانی (یعنی طالبین تابعین متعلقین کا مرجع وہ ہے کیونکر نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے (یعنی صاحب بصیرت کو بوجہ اس کے کہ اپنے متعلقین کی طرف توجہ ہوتی ہے جو سبب ہے کشف کا ان کی ایسے حالات عیاناً یا وجداناً مکشوف ہو جاتے ہیں) بادشاہ کے قلب کو اس کے (اس) خیال سے تکلیف ہوئی (یعنی اس کی عطائے جدید کی ناسپاسی سے (تکلیف ہوئی اور اپنے دل میں) کہا کہ آخر اے خسیس ست ادب یہی میرے عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے (اور) تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا کہ قیامت تک

(بھی) اس کو غروب نہ ہوں گا (مراد قلب منور اور) تو نے اس نور پاک کی عطا کے عوض میں میری آنکھ میں خار اور خاک جھونک دیا (یعنی ناسپاسی سے صدمہ پہنچایا) میں تو تیرے لئے چرخ (یعنی عالم علوی) پر نردبان ہوگیا (اور) تو میرے حرب میں تیر و کمان (ہوگیا غرض) شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا (غیرت اس پر کہ باوجود مجھ سے فیض لینے کے اپنے کو بے نیاز سمجھتا ہے اور ایسی بڑی نعمت کی ناسپاسی کرتا ہے اور اس) درد شاہ کا عکس (اور اثر) اس میں پہنچا (یعنی) اس کے اندر اس کا ضرر ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ) مرغ دولت (باطنی) اس (بادشاہ) کے عتاب کے سبب (آشیانہ قلب شاہزادہ سے) متحرک ہوا (اور) اس گوشہ گشتہ (یعنی متفرد عن الشیخ کے پردہ (قلب) کو اس (مرغ) نے پھاڑا (اور اڑ گیا) جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا (کہ) وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہوگیا (اور) اس کی خوشی کا گھر پر غم ہوگیا (تب) وہ ہوش میں آیا مستی شراب (عجب) سے (اور) اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا (مولانا فرماتے ہیں کہ) جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا (یعنی حقیقت اس کی نظر سے محجوب ہوگئی) میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو (مطلب یہ کہ دشمن جس کے لئے انسان طبعاً برائی چاہتا ہے مگر یہ خود بینی ایسی برائی ہے کہ میں اپنے دشمن کے لئے اس کو گوارا نہیں کرتا) کیونکہ خود بیں (آدمی) سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا۔ شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے کہ اس کو پی کر فوراً تو خود بیں ہوجاتا ہے) یعنی اس کے پینے کے بعد) اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا اور یہ سب نفس خود بین سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے (یہ حکمت حرمت خمر کی قرآن مجید سے مستنبط ہوسکتی ہے **قال تعالیٰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر** الایہ اور عداوت اور بغضاء کا منشا اکثر خود بینی ہے کہ اپنے کو اوروں سے زیادہ مال کا مستحق سمجھے یا جاہ کا **و مثل ذلک** آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اہل اللہ سے بھی کلمات موہمہ عجب و دعوی خواہ از قبیل شطحیات یا کسی خاص کے خطاب میں صادر ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ. جواب دیتے ہیں کہ منشا دعوے کا ہمیشہ مستی ہوتی ہے لیکن تم اپنی مستی عجب و کبر پر ان کی مستی حال یا مستی غیرت دین کو قیاس مت کرو دونوں میں فرق ہے چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جو شخص اپنی (خودی کے) ساتھ شراب (انانیۃ کی) پیتا ہے وہ باخود ہے (اور) ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد (طریقت) ہے (جیسا شہزادہ شیخ سے پھر گیا اور) جو شخص اس کے ساتھ (یعنی مع الحق ہوکر) شراب (انانیۃ) پیتا ہے اس کو حلال ہے اور جو شخص بدوں اس (کی معیت) کے دعویٰ (انانیۃ کا) کرے اس کے لئے وبال ہے (عبر عن الاخبار بالانشاء مطلب یہ کہ اہل اللہ کا دعویٰ نفس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ناطق بالحق ہوتے ہیں **بمنزلہ حاکی عن الحق** کے **کما ورد کنت سمعہ و بصرہ الخ**) جب وہ اس (کی معیت) کے ساتھ شراب (انانیت کی) پیتا ہے جام حق سے (وہ بزبان حال یوں کہہ رہا ہے کہ) میں آنکھ کھولتا ہوں (اور) اس (محبوب) کا جمال دیکھتا ہوں (یعنی مورد تجلیات حق ہوجاتا ہوں اور) اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہوجاتا ہوں (یعنی فانی فی الحق ہوجاتا ہوں اور) شراب پینے سے (یعنی دعوی انانیت سے) میرا حاصل یہ (مقام) ہے (مطلب وہی جو ابھی لکھا گیا کہ میرے دعوی انانیت کا حاصل اور منشا یہ ہے کہ میں مورد تجلیات و فانی ہوں آگے اس مرتبہ کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے جان محبوب کو سپرد کردے اے میری جان تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے (دل رنجان سے مراد ہے رنج عشق دہندہ دل اور) دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو

2 کاپی - 31

جا (اور) اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ (حاصل یہ کہ منقاد للحق بدرجہ فنا رہ آگے فرماتے ہیں کہ منقاد للنفس مت ہو یعنی) اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر (اور) جلدی اس کو (لذات دنیویہ کے) دودھ سے علیحدہ کر (مثل فطام طفل کے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ دودھ سے مراد وہ ہے جس سے خود بینی کی مستی پیدا ہو خواہ مباح ہو مثل شیر و شہد کے یا غیر مباح مثل خمر کے سب کو چھوڑ اول کو انتہا کا ثانی کو مطلقاً یعنی) جو چیز (مرغوبات نفس سے) ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو (چنانچہ) گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنا دیا (پس یاد رآدمے واقعہ مصرعہ ثانیہ مجہول باشد) انہوں نے گندم کھا لیا حلہ (بہشتی) ان سے علیحدہ ہو گیا (اور) خلد ان پر دست اور صحرا ہو گیا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس (شہزادہ) نے دیکھا کہ اس شربت (خود بینی لذیذ) نے اس کو بیمار کر دیا (اور) اس ماؤ من کا زہر کام کر گیا (اور اس کی) روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں مثل چغد کے ہوگئی ویرانہ مجاز (یعنی دنیا یا حالت متنزلہ) میں مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے (کمارواہ اہل السیر مطلب یہ کہ کیفیات روحانی سے علائق جسمانی میں آ گرا (بس) وہ آنسو چلانے لگا (اور اپنے نفس سے کہا) کہ اے چور (جو میرے اندر چھپا ہوا تھا) اور اے معمار (جس نے خیالات فاسدہ کی تعمیر بنا کر کھڑی کر دی کذا فی الغیاث فی معنی ہندو معنی زاؤ) تو نے شیر کو (یعنی مجھ کو) دم گاؤ (یعنی علائق جسمانیہ) کا اسیر کر دیا اے نفس خبیث سرد سخن (کہ تیرے اس کلام نفسانی میں کوئی گرمی و رونق نہ تھی) تو نے (اس) شاہ فریادرس (و دستگیر) کے ساتھ حفظ حق نہ کیا تو نے جال (بلائے زوال حال) کو اختیار کیا حرص گندم سے (یعنی لذت عجب سے) تجھ پر ہر گندم ایک کژدم ہو گیا تیرے دماغ میں ماؤ من کی ہوا بھر گئی اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے (جس سے رفتار ترقی باطن کی رک گئی غرض) اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا (اور اب) وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا (اور) توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے خود بادشاہ سے معاف کرانا ہے چونکہ معاف کرانے میں ذکر بھی کرنا ضروری ہے اور وہ ایسی حالت میں کہ باطن ہی میں خطا ہوئی ہے سخت دشوار ہے شاید مولانا نے عدم ذکر سے اس کی تعذر ذکر کی طرف اشارہ کیا ہو کہ تعذر سبب ہو جاتا ہے عدم ذکر کا واللہ اعلم آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو (اے مخاطب اس پر) رحم کر (یعنی وہ واجب الرحم ہے) کیونکہ وہ درد لاعلاج (یعنی متعسر العلاج و بطئ البر) ہوتا ہے (**وھذا مشاھد** ایمان سے مراد ایمان کامل یعنی عرفان و فیضان اور وحشت سے مراد وحشتے کہ در مقدمہ ایں ایمان بود یعنی از سلب ایں عرفان و فیضان باشد اور یہ وحشت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شیخ کامل فوراً دستگیری نہ کرے تو اختلاف طبائع سے کبھی تو غم خفیف ہو کر حجاب شدید ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ بعضوں نے ایمان ہی کو جواب دیدیا **نعوذ باللہ من الحور بعد الکور** تفصیل اقسام حجاب کی احقر نے فوائد القواد سے تعلیم الدین میں لکھی ہے جس کا اول مرتبہ اعراض اور آخری مرتبہ عداوت ہے اور کبھی اگر غم خفیف نہ ہوا تو خودکشی وغیرہ کی نوبت آ جاتی ہے اور علاج اس کا صرف شیخ کامل کی تدبیر مناسب ہے آگے بعد ذم عجب بالکمال کے مذمت عجب بالمال وغیرہ اور فقدان اسباب عجب کے قابل قدر ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) بشر کا جامہ (یعنی سامان دنیا) درست ہی نہ ہو (کم سامانی میں رہنا اچھا ہے کیونکہ) وہ جہان صبر (کی حالت) سے (یعنی کم سامانی سے کہ وہ محل صبر ہے) چھوٹا فوراً صدر مقام (یعنی علو) ڈھونڈنے لگتا ہے (اور مراد اکثر بشر ہیں اور) بشر کے پاس

پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو (یہ ایسا مضمون ہے جیسے ہمارے محاورات میں بولتے ہیں خدا گنجے کو ناخن نہ دے) کیونکہ وہ (پھر) دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے (کیونکہ) نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے نفس کافر (عن الکفران) خود (یعنی بے سامان) ہی (صاحب نفس کو) امان نہیں دیتا (اور اوپر سے) جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے (پس) آدمی (بلائے فقر وغیرہ میں) مبتلا اچھا رہتا ہے کیونکہ وہ (اس حالت میں) زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے (اور عجز وزاری کے ہوتے ہوئے مفاسد لازمہ ومتعدیہ سب کم ہوتے ہیں بخلاف اجتماع اسباب طغیان کے اس سے طغیان اکثر مسبب ہو جاتا ہے جیسا آگے نمرود کا قصہ آتا ہے کہ اس کے لئے لا مان سبب طغیان کا ہو گیا وھو **کما قال تعالیٰ الم تر الی الذی حآج ابراھیم فی ربه ان اٰتاہ اللہ الملک الآیة**).

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد ازیں خلائق کہ قبض جان ایشاں کردی وجواب او حضرت عزارا

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور ان کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب	بر کہ رحم آمد ترا از ہر کیب
حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار	تجھ کو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے
گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد	لیک ترسم امر را اہمال کرد
انہوں نے عرض کیا سب ہی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے	لیکن حکم کے اہمال سے ڈرتا ہوں
تا بگویم کاشکے یزداں مرا	در عوض قربان کند بہر فتا
یہاں تک کہ کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو	عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے
گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت	از کہ دل پرسوز و بریاں تر شدت
فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے	کس شخص سے تیرا دل زیادہ پرسوز اور بریاں ہوا ہے
گفت روزے کشتے بر موج تیز	من شکستم زامر تا شد ریز ریز
انہوں نے کہا کہ ایک روز ایک کشتی موج تیز پر	میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی
پس بگفتی قبض کن جان ہمہ	جز زنے و طفلکے رازان زمہ
پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے	بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے
ہر دو بریک تختہ درماندند	تختہ را آں موجہا می راندند
دونوں ایک تختہ پر رہ گئے	تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

چوں بساحل او فگند آں تختہ باد	از خلاص ہر دوام دل گشت شاد
جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا	تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا
باز گفتی جان مادر قبض کن	طفل را بگذار تنہا ز امر کن
پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر	لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن
چوں زمادر بگسلیدم طفل را	خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا
جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا	خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا
پس بدیدم درد ماتمہائے زفت	تلخی آں طفل از فکرم نرفت
پس میں نے درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے	اس طفل کی تلخی میری فکر سے نہ گئی
گفت حق آں طفل راازفضل خویش	موج را گفتم فگن در بیشہ ایش
حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے	میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے
بیشہ پر سوسن و ریحان و گل	پر درخت میوہ دار و خوش اکل
ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحاں اور گل سے پر تھا	درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا
چشمہائے آب شیریں زلال	پروریدم طفل راباصد دلال
آب شیریں زلال کے چشمے	میں نے طفل کو سوناز کے ساتھ پالا
ہشت روزے اندریں خط تن زنید	وز بروں مثلہ تماشامی کنید
آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش رہو	اور باہر مثلہ ہونے کا تماشا دیکھتے رہو
برہوا بردے فگندے بر حجر	تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر
خلا میں لے جاتی پتھر پر پھینک دیتی	یہاں تک کہ گوشت واستخواں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے
یک گرہ را بر ہوا برہم زدے	تاچوخشخاش استخواں ریزہ شدے
ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی	یہاں تک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں
آں سیاست را کہ لرزید آسماں	مثنوی اندر نگنجد شرح آں
اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے	مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی
گربطبع ایں می کنی اے بادسرد	گرد خط دائرہ آں ہود گرد
اے باد سرد اگر تو طبیعت سے ایسا کرتی ہے	تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ

ور بہ حرص ایں میکند گرگ نژند	گو بیادر خط راعی کن گزند
اور اگر حرص سے گرگ خشمین ایسا کرتا ہے	تو کہہ کہ راعی کے خط کے اندر گزند کر
اے طبیعی فوق طبع ایں ملک بیں	یا بیاؤ محو کن از مصحف ایں
ای طبعی طبیعت سے فوق یہ ملک دیکھ	یا آ اور قرآں مجید سے اس کو محو کر دے
مقریان را منع کن بندے بنہ	یا معلم را بمال و سہم دہ
قرات والوں کو منع کر دے قید رکھ دے	یا معلم کو گوشالی دے اور ہراس دلا
عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست	عجز تو دانی ازاں روز جزاست
تو عاجز ہے اور متحیر ہے کہ یہ عجز کہاں سے ہے	تیرا عجز خوب جاں لے کہ اس روز جزا سے ہے
صد ہزاراں مرغ مطرب خوش صدا	اندراں روضہ فگندہ صد نوا
لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے	اس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں
بسترش کردم زبرگ نسترن	کردم او را ایمن از صدمہ فتن
میں نے برگ نسترن سے اس کا بستر بنایا	اس کو صدمہ فتن سے ماموں بنایا
گفتہ من خورشید را کورامگز	باد را گفتہ برو آہستہ وز
میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ	ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل
ابر را گفتہ برو باران مریز	برق را گفتہ برو مگرائے تیز
ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برسا	برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر
زیں چمن اے دے مبرآن اعتدا	پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال
اے ماہ دے اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا	اے بہمن اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا

کرامات شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیبان کہ از گرگ عنید	وقت جمعہ بر رعا خط میکشید
مثل اس شیبان کے کہ گرگ معاند سے	جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے
تا بروں ناید ازاں خط گوسپند	نے درآید گرگ و دزد با گزند
تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے	نہ گرگ اور دزد باگزند آوے

برمثال دائرہ تعویذ ہود	کاندراں صرصر امان آل بود
بر مثال دارۂ حصار ہود علیہ السلام کے	کہ اس صرصر میں وہ متعلقین کی پناہ تھا
عجز ہا داری تو در پیش اے لجوج	وقت شد پنہانیاں رانک خروج
تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند	اب پنہاں چیزوں کے خروج کا وقت ہوا ہے
خرم آنکہ عجز وحیرت قوت اوست	درد و عالم خفتہ اندر ظل دوست
وہ شخص مبارک ہے کہ عجز اور حیرت اس کی غذا ہے	دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے
ہم در اول عجز خود را او بدید	مردہ شد دیں عجائز را گزید
اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا	مردہ ہوگیا عجائز کے دین کو اختیار کیا
چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت	از عجوزی در جوانی راہ یافت
مثل زلیخا کے اس کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا	اس نے عجوزی سے جوانی میں راہ پائی
زندگی در مردن و در محنت ست	آب حیوان دردروں ظلمت ست
زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے	آب حیات ظلمت کے اندر ہے

قصہ پروردن حق تعالیٰ نمرود را بے واسطہ مادر ودایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جان عارفاں	از سموم و صرصر آمد در اماں
حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے	سموم اور صرصر سے امن میں رہا
یک پلنگے بچۂ نوزادہ بود	گفتم او را شیردہ طاعت نمود
ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا	میں نے اس کو حکم دیا اس کو دودھ دے اطاعت کی
پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد	تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں	یہاں تک کہ بالغ ہوگیا اور فربہ اور شیر مرد
چوں فطامش شد بگفتم با پری	تا در آموزید نطق و داوری
جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا	کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ
پرورش دادم مراور ازاں چمن	کہ بگفت اندر نگنجد فن من
اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی	کیونکہ میرا فن گفتگو میں نہیں آتا

داده من ایوب را مہر پدر	بہر مہمانی کرماں بے ضرر
میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی	کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے
داده کرماں رابرو مہر ولد	بر پدرمن اینت قدرت اینت ید
کیڑوں کو ان پر اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی	عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے
مادراں را مہر من آموختم	چوں بود شمعے کہ من افروختم
ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے	کیسی شمع ہو گی جس کو میں نے روشن کیا ہو
صد عنایت کردم و صد رابطہ	تابہ بیند لطف من بے واسطہ
میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے کئے	تا کہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے
تانباشد از سبب در کشمکش	تابود ہر استعانت از منش
تا کہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے	تا کہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو
تا خود از ماہیچ عذرے نبودش	شکوۂ نبود زہر یار بدش
تا کہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے	ہر یار بد سے اس کو گلہ نہ رہے
ایں حضانت دید باصد رابطہ	کہ پرور دم و را بے واسطہ
اس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کی ساتھ	کہ میں نے اس کو بلاواسطہ پرورش کیا
شکر او آں بود اے بندہ جلیل	کہ شد او نمرود سوزندہ خلیل
اس کا شکریہ تھا اے بندہ جلیل	کہ وہ نمرود سوزندہ خلیل ہو گیا
ہمچناں کیں شاہزادہ شکر شاہ	کرد ز استکبار و استکثار جاہ
جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر	استکبار و استکثار جاہ سے کیا
کہ چرا من تابع غیری شوم	چونکہ صاحب ملک واقبالے بوم
کہ کس لئے میں غیر کا تابع ہوں	جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں
لطفہائے شہ کہ ذکر آں گذشت	از تبختر بردلش پوشیدہ گشت
شاہ کے الطاف جن کا ذکر گزر چکا ہے	تبختر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے
ہمچناں نمرود آں الطاف را	زیر پہا بنہادہ از جہل و عمی
اسی طرح نمرود نے ان الطاف کو	زیر پار کھ دیا جہل اور کوری سے

ایں زمان کافر شدورہ میزند	کبر و دعوائے خدائی میکند
وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے	کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے
رفت سوئے آسماں باجلال	باسہ کرگس تاکند بامن قتال
آسمان باجلال کی طرف چلا ہے	تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے
صد ہزاران طفل بے تلویم را	کشت وی تایا بدابراہیم را
لاکھوں طفل غیر قابل ملامت کو	اس نے قتل کر دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں
کہ منجم گفت اندر حکم سال	زاد خواہد دشمنے بہر قتال
کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال کے احکام میں	ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہو گا
ہیں بکن در دفع آں خصم احتیاط	ہر کہ می زائید می کشت از خباط
ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر	جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا
کوری او رست طفل وحی کش	ماند خونہائے دگر در گردنش
اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی	بچا رہا دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے
از پدر یا بیدآں ملک اے عجب	تا غرورش داد ظلمات نسب
وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب	جس سے اس کو ظلمات نسب نے دھوکہ دے دیا
دیگراں را گرام واب شد حجیب	اوز مایا بید گوہر ہا بجیب
اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں	تو اس نے تو ہم سے بہت سے موتی جیب میں پائے ہیں
گرگ درندہ است نفس بدیقیں	چہ بہانہ می نہی برہر قریں
نفس بد یقیں گرگ درندہ ہے	تو ہر قریں پر کیا بہانہ رکھتا ہے
در ضلالت ہست صد کل را کلہ	نفس زشت کفرناک پر سفہ
ضلالت میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے	نفس زشت کفرناک پر سفاہت
زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر	سلسلہ از گردن سگ برمگیر
میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر	زنجیر کتے کی گردن سے مت نکال
گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ ست	باش ذلت نفسہ کو بدرگ ست
یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے تاہم سگ ہی ہے	ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی	برسہیلے چوں ادیم طائفی
فرض کی بجا آوری کر رہا ہے	اگر تو سہیل پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے
تا سہیلت واخرد از ننگ پوست	تا شوی چوں موزۂ ہم پاے دوست
تا کہ سہیل تجھ کو ننگ پوست سے خلاصی دے دے	تا کہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے
جملہ قرآن شرح خبث نفسہاست	بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست
تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے	قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے
ذکر نفس عادیاں کالت بیافت	در قتال انبیا موی شگافت
عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات پا لئے تھے	قتال انبیا میں موشگافی کرتے تھے
قرن قرن از نفس شوم بے ادب	ناگہاں اندر جہاں میزد لہب
ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے	ناگہاں عالم میں شعلہ بھڑکتا تھا

(ربط اوپر بیان ہوا ہے کہ ذکر ہے طغیان نمرود کا اسباب دنیا سے اور اس کی ناسپاسی کا باوجود حق تعالیٰ کے نعم عظیمہ کے یعنی) حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار (بعض فرشتوں کے فی المنتخب نقیب مہتر) تجھ کو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے انہوں نے عرض کیا سبھی پر میرا دل دردے سوختہ ہوتا ہے لیکن حکم کے اہمال (وعدم امتثال سے ڈرتا ہوں (اور دل) یہاں تک (سوختہ ہوتا ہے) کہ (کبھی دل میں) کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے (اور) کس شخص سے تیرا دل زیادہ پرسوز اور بریاں ہوا ہے انہوں نے کہا ایک روز ایک کشتی موج تیز پر میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہوگئی پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے دونوں ایک تختہ پر رہ گئے تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن کے جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا پس میں نے (ماں کی جان قبض کرنے کے وقت اپنے دل میں) درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے (اور) اس طفل کی تلخی میرے فکر سے نہ گئی حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے (یعنی) ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحان اور گل سے پر تھا (اور) درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا (اور اس میں) آب شیریں زلال کے چشمے (تھے اور) میں نے طفل کو سو ناز کے ساتھ پالا (اور) لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے اس باغ میں آوازیں ڈال رکھی تھیں (اور) میں نے بزرگ نسترن سے اس کا بستر بنایا اس کو صدمہ فتن سے مامون بنایا میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برسا برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر (اور موسم کو حکم دیا کہ) اے ماہ دے (ماہ دما کہہ از شہور شتاء کہ خزاں کا

مہینہ ہے) اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا (اور) اے بہمن (پھاگن کہہ دے کے متصل ہی ہے) اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا (آگے تشبیہ کے لئے ایک قصہ ولی کا اور ایک قصہ نبی کا ہے کہ گرگ اور باد کو گزند پہنچانے سے منع فرمادیا تھا یعنی) مثل اس شیبان (راعی) کے کہ گرگ معاند سے (محفوظ رہنے کے لئے) جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے تا کہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے (اور) نہ گرگ اور ذرد با گزند (اندر) آوے برمثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے کہ اس صرصر میں وہ (حصار) متعلقین (یعنی مومنین) کی پناہ تھا (اور فرمایا کہ) آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش (بیٹھے) رہو اور باہر (عاد کے) مثلہ ہونے کا تماشہ دیکھتے رہو (مثلہ کے معنی قطع اطراف آگے بیان ہے مثلہ باد کا یعنی) خلا میں (وہ ہوا) لے جاتی (اور) پتھر پر پھینک دیتی یہاں تک کہ گوشت واستخواں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے (اور) ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی یہاں تک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی (آگے رد ہے اہل طبیعات پر جو ان آثار وافعال کو لازم ذات اشیاء کہتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) اے باد سرد اگر تو طبیعت (کے مقتضا) سے ایسا کرتی ہے (کہ عاد ہلاک ہو رہے ہیں) تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ (معلوم ہو جاوے گا کہ وہ فعل طبعی ہے یا قسری کیونکہ اگر طبعی ہے تو ایک خط طبیعت کا کیسے مانع ہو گیا خطاب ہوا سے مقصود خطاب طبعی کو ہے) اور اگر حرص (طبعی سے) گرگ خشمگیں (کذا فی الغیاث احد معانی نژند) ایسا کرتا ہے تو (اس گرگ سے) کہہ کہ (شیبان) راعی کے خط کے اندر (جا کر) گزند کرا ے طبعی طبیعت سے فوق (اور خارج) یہ ملک دیکھ (اور ان آثار کے طبعی نہ ہونے کا قابل ہو) یا آ اور قرآن مجید سے اس (قصہ) کو محو کر دے (اور) قرات والوں کو منع کر دے (ان پر) قید رکھ دے یا معلم کو گوشمالی دے اور ہر اس دلا (قرآن مجید میں گو خط کا ذکر نہیں لیکن اصل مدعا منصوص ہے **ولما جاء امرنا نجینا هودا والذین اٰمنوا معه برحمة منا** خواہ خط ہو یا نہ ہو سب ایک ہی جگہ موجود کسی پر ہوا اثر کرے کسی پر نہ کرے دعویٰ طبعی کے ابطال کے لئے یہی کافی ہے مگر) تو (اس سے) عاجز ہے (کہ قرآن مجید سے محو کر سکے یا مقری ومعلم کو سزا دینا اس محو کے لئے مفید ہو سکے **کما قال تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون**) اور (تو اس سے) (متحیر (بھی) ہے کہ عجز کہاں سے ہے (یعنی ان خوارق عادات ہادمہ طبعیات کے نصوص کے لئے تدابیر طبعیہ کیوں مفید وکافی نہیں باوجودیکہ بہت سے مخالفین ملت بھی ہوئے اس عجز سے تجھ کو حیرت ہے سو میں اس عجز کا سبب بتلاتا ہوں کہ) تیرا عجز خوب جان لے (حملاً للخبر علی الانشاء) کہ اس روز جزا سے ہے (یعنی اصل عجز کا زمانہ تو قیامت کا دن ہے کہ کسی کا کوئی ظاہری اختیار بھی اس دن نہ چلے گا لیکن جو اس روز ان عجزوں کو ظاہر کریں گے وہ کبھی کبھی یہاں بھی ان کا ظہور کر دیتے ہیں جیسے اصل یوم جزاء وہ دن ہے لیکن دنیا میں بھی کبھی کبھی کوئی جزا ظاہر ہو جاتی ہے پس مقصود ازاں روز جزاست سے بطور کنایہ کے انتقال کرنا ہے ازاں مالک روز جزاست کی طرف **لان یوم الجزاء یستلزم مالکاله** جیسا کنایہ میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے) تو بہت سے عجز در پیش رکھتا ہے اے معاند اب پنہاں چیزوں کے خروج (وظہور) کا وقت (نزدیک) ہوا ہے (**قال تعالیٰ اقتربت الساعة** یہاں تک اس عجز کا ذکر تھا کہ باوجود کوشش مخالفت کے اس میں ناکامی رہی اس کو عجز مذموم کہنا چاہئے آگے ایک

دوسرے عجز کا ذکر ہے کہ غایت موافقت کے لئے اپنے قدرت وارادہ کو فنا کر دیا اور من کل الوجوہ حق تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو گیا اس کو عجز محمود کہنا مناسب ہے اسی طرح حیرت دو ہیں مذمومہ جو جہل سے مسبب ہے **کما فی قوله عاجزی و خیره** اور محمودہ جو کثرت علوم و تواتر تجلیات سے مسبب ہے اوپر مذمومہ کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ) وہ شخص مبارک ہے کہ عجز (محمود) اور حیرت (محمودہ) اس کی غذا ہے (اور وہ) دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے (اور مرحوم و مقرب ہے) اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا (اور احکام حق کے سامنے مثل) مردہ (کے) ہو گیا (اور) عجائز کے دین کو اختیار کیا (کہ ان میں انقیاد و اعتقاد کا مادہ غالب ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے روایت مشہور **علیکم بدین العجائز** کی طرف جس کے لفظوں کا مقاصد حسنہ میں انکار کیا ہے اور معنی کو ثابت کہا ہے آگے اس فنا اور مشابہت بالعجائز کا ثمرہ بتلاتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ) مثل زلیخا کے اس (شخص) کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا (اور) اس نے عجوزی (کی صفت) سے جوانی (کی صفت) میں راہ پائی (اشارہ ہے بقاء بعد الفناء کی طرف پس) زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے (جس طرح) آب حیات ظلمت کے اندر ہے (آگے پھر عود ہے قصہ نمرود کی طرف یعنی) حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے سموم اور صرصر سے امن میں رہا۔ ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا میں نے اس کو حکم دیا (کہ) اس (طفل) کو دودھ دے (اس نے) اطاعت کی پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں یہاں تک کہ بالغ ہو گیا اور فربہ اور شیر مرد (ہو گیا پھر) جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا کہ (اس کو) بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی کیونکہ میرا فن (یعنی تصرف عجیب) گفتگو میں نہیں آتا (چنانچہ میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے (ان کیڑوں کو اور میں نے) کیڑوں کو ان پر (یعنی ایوب علیہ السلام پر) اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے (ایوب علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ اگر کوئی کیڑا گر جاتا تو اس کو اٹھا کر پھر بدن میں رکھ لیتے مہر پدر سے یہ مراد ہے اور مہر ولد بر پدر کا کوئی واقعہ کیڑوں کے متعلق معلوم نہیں ہوا شاید وہ ان کی ایذا کے خیال سے نکلنا چاہتے ہوں مگر وہ نکلنے نہ دیتے ہوں واللہ اعلم) ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے کیسی شمع ہوگی جس کو میں نے روشن کیا ہو (مراد یہ کہ جو محبت میری رکھی ہوئی ہو وہ کیسی ہوگی غرض اس پر) میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے (کرم کے) کئے تاکہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے تاکہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے (کیونکہ اسباب سے مسبب کبھی متخلف بھی ہو جاتا ہے اور اس سے تردد پیدا ہو جاتا ہے کشمکش سے یہ مراد ہے اور) تاکہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو (یعنی وہ اور کسی پر نظر نہ کرے) تاکہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے (یعنی گمراہ ہونے میں کوئی عذر نہ کر سکے کہ میں اسباب پر نظر کرنے کے سبب آپ کی انعامات و آیات کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور) ہر یار بد سے اس کو شکوہ نہ رہے (کہ فلاں قرین سوء نے مجھ کو گمراہ کر دیا سو اب افاضہ نعم بلا اسباب عادیہ میں اس کی گنجائش نہ رہی) اس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کے ساتھ کہ میں نے اس کو بلاواسطہ پرورش کیا (مگر) اس کا شکر یہ تھا اے بندہ جلیل (عزرائیل) کہ وہ نمرود اور سوزندہ خلیل ہو گیا (آگے مولانا تشبیہ دیتے ہیں کہ) جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر استکبار اور استکثار جاہ سے کیا کہ کس لئے میں

غیر کا تابع ہوں جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں شاہ کے الطاف جن کا (اوپر) ذکر گزر چکا ہے بتختر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے اس طرح نمرود نے ان الطاف کو زیر پا رکھ دیا جہل اور کوری سے (آگے تتمہ مقولہ حق ہے خطاب عزرائیل میں یعنی) وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہ زنی کرتا ہے (یعنی) کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے (اور) آسمان با جلال کی طرف چلا ہے تین کرگس کے ذریعہ سے تا کہ میرے ساتھ قتال کرے (اور) لاکھوں طفل غیر قابل ملامت (یعنی بے خطا) کو اس نے قتل کر دیا تا کہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال (خاص) کے احکام (وواقعات کی پیشین گوئی) میں (کہ) ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہو گا۔ ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر (پس) جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا (مگر) اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی (اس کے ہاتھ سے) بچا رہا (اور) دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے (کیا) وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب جس سے اس کو ظلمات نسب سے دھوکہ دے دیا اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں تو اس نے تو (بلا واسطہ تربیت مادر و پدر کے خود) ہم سے بہت سے موتی (اپنی) جیب میں پائے ہیں (آگے مولانا قصہ سے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ یہ) نفس بد یقین گرگ درندہ ہے (جس نے نمرود کو بھی برباد کیا) تو ہر قرین پر کیا بہانہ رکھتا ہے (کہ میں فلانے کے سبب گمراہ ہو گیا گو ظاہراً وہ سبب گمراہی کا ہو جیسا اوپر آیا تھا دیگراں را گرام واب شد حجیب حاصل یہ کہ نمرود کو تو ماں باپ بھی حجاب نہ ہوئے اس کی گمراہی اشد تھی باقی جن کے لئے یہ حجاب ہو جاتے ہیں وہ بھی ظاہری ہیں ورنہ اصل سبب خبث نفس ہے پس اس کی گمراہی بھی شدید ہے اور) ضلالت میں (گویا) سوگنجوں کی ٹوپی ہے نفس (مذکور) زشت (اور) کفرناک (اور پر سفاہت) یعنی جتنے جمال دین سے خالی ہیں مثل گنجے کے ان سب کا سرتاج اور مبداء شر یہ نفس ہے) میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر (کہ) زنجیر (اس) کتے کی گردن سے مت نکال (یعنی اس سگ نفس کو قید مجاہدہ میں اسیر رکھ اور اس پر بے فکر مت ہونا کہ میں اس کی تہذیب کر چکا ہوں اب اس میں شر کا احتمال نہیں رہا جیسا اس دھوکہ میں اکثر غیر محققین مبتلا ہو جاتے ہیں سو سمجھ لو کہ) یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے (جیسے کلاب الصید) تاہم سگ ہی ہے (قابل اطمینان نہیں پس اس حالت میں بھی) ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے (پس اس کو مجاہدہ سے دبائے رکھنا ہی اسلم ہے یہاں تک تو تعلیم تھی مجاہدہ کی آگے صحبت مرشد کی ترغیب ہے کیونکہ بدوں اس کے صرف مجاہدہ اصلاح نفس کے لئے ناکافی ہے پس فرماتے ہیں کہ) فرض (طریق) کی بجا آوری کر رہا ہے اگر تو سہیل (ستارہ) پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے (آگے آمد و رفت کا فائدہ ہے یعنی) تا کہ سہیل تجھ کو ننگ پوست (سریع الفساد) سے خلاصی دے دے تا کہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے (مشہور ہے کہ پوست پر سہیل کی شعائیں پڑنے سے اس کی نظافت بڑھ جاتی ہے اور تغیر سے محفوظ ہو جاتا ہے پس سہیل سے مرشد کو تشبیہ دے کر ترغیب دیتے ہیں اس کی ملازمت کی اور اس کا ثمرہ بتلاتے ہیں اصلاح اور قابلیت قرب کی مثل موزہ کے کہ اصلاح ہو کر قابل قرب قدم کا ہو جاتا ہے آگے پھر خبث نفس کا مضمون ہے جس کی اصلاح کا طریق اوپر مجاہدہ و صحبت مرشد بتلایا ہے یعنی) تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے (اور اس سے دیکھتا کیوں نہیں آگے مفعول ہے بنگر کا یعنی

دیکھ لے) عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات (طغیان) پالئے تھے (اور) قتال انبیاء میں موشگافی کرتے تھے (اسی طرح) ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے ناگہاں عالم میں شعلہ (فساد) بھڑکتا تھا۔ (بہت سے قرون کے قصص قرآن مجید میں بھی ہیں فظھر قولہ جملہ قران الخ آگے پھر قصہ ہے شہزادہ کا۔

رجوع بداں قصۂ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان وزخم خورد از خاطر شاہ وپیش از استکمال فضائل دیگر از دنیا برفت

اس شہزادے کے قصہ کی جانب رجوع جو اس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اس نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھیا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کئے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفس کور	برد او را بعد سالے سوئے گور
قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے	اس کو بعد ایک سال کے قبر کی طرف لے گئی
شاہ چوں از محو شد سوئے وجود	خشم مریخیش آں خون کردہ بود
شاہ جب محو سے ہستی کی طرف آیا	تو اس کے خشم مریخی نے اس کا وہ خون کیا تھا
چوں بترکش بنگریداں بے نظیر	دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر
جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا	تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کم دیکھا
گفت کو آں تیر و از حق باز جست	گفت اندر حلق او آں تیر تست
کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی	ارشاد ہوا کہ اس کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے
عفو کرد آں شاہ دریا دل ولے	آمدہ بد تیر او بر مقتلے
اس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن	اس کا تیر مقتل پر آ چکا تھا
کشتہ شد در نوحہ او میگریست	اوست جملہ ہم کشندہ ہم ولی ست
وہ کشتہ ہوگیا اس کے غم میں روتا تھا	وہ جامع ہے کشندہ بھی ہے ولی بھی ہے
ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست	ہم کشندہ خلق و ہم ماتم کنے ست
اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو پس وہ جامع نہیں	وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے
شکر میکرد آں شہید زرد خد	کان بزد بر جسم و بر معنی نزد
وہ شہید زرد رخسارہ شکر کرتا تھا	کہ وہ جسم پر پڑا اور روح پر نہیں پڑا
جسم ظاہر عاقبت خود رفتنی ست	تا ابد معنی بخواہد شاد زیست
جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے	ابد تک روح شاد زندہ رہے گی

آں عتاب از رفت ہم بر پوست رفت	دوست بے آزار سوئے دوست رفت
وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا	محب بے عقوبت محبوب کے پاس چلا گیا
گرچہ او فتراک شاہنشہ گرفت	آخر از عین الکمال او رہ گرفت
اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا	آخر نظر بد سے اس نے راستہ گرفتہ کر دیا
واں سوم کاہل تریں ہر دو بود	صورت و معنی بکلی اور بود
اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کاہل تھا	اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا
دختر و ملک و خلافت او گرفت	می سزو گرزیں بمانی در شگفت
دختر اور سلطنت اور خلافت اس نے لی	سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے
من ز طول قصہ گشتستم ملول	من غریق بحر معنی تو عجول
میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں	میں غریق معنی ہوں تو مستعجل ہے
وانگہے از ذلت و عجز و نیاز	یافت مقصود از کریم کارساز
اور اس وقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے	مقصود کریم کار ساز سے پایا

قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے اس (شہزادہ) کو گور کی طرف لے گئی (یعنی مرگیا) شاہ جب محو (اور سکر) سے ہستی (اور صحو) کی طرف آیا تو (دیکھا کہ) اس کے خشم مریخی نے اس کا وہ خون کیا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو غصہ آنے کے بعد کوئی حالت غالب ہوگئی جس میں غصہ کے آثار کی طرف التفات نہیں ہوا پھر افاقہ کے بعد معلوم ہوا کہ میرے غصہ کے اثر سے مرگیا آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ) جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کو دیکھا (دل میں) کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی ارشاد ہوا کہ اس (شہزادہ) کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے (میرے ذوق میں اس کی تقریر یہ ہے کہ ہر کیفیت باطنی قبل ظہور کے شدید ہوتی ہے اور بعد ظہور کے خفیف اور ظہور کبھی اظہار سے ہوتا ہے کبھی بلا اظہار اس کے اثر کے نافذ ہو جانے سے۔ پس یہاں جو شاہ کو غصہ پیدا ہوا تھا اس کے بعد غلبہ حال ہونے سے تو اس کے بقاء وزوال کی طرف التفات نہیں ہوا جب شہزادہ کے مرنے کے قریب اس حالت سے افاقہ ہوا تو نفس کی طرف التفات کرنے سے غصہ نہ پایا تعجب ہوا کہ میں نے گو دل میں شہزادہ کی شکایت کی مگر زبان سے ظاہر نہیں کیا پس اظہار تو ہوا نہیں پھر کیا صورت اس غصہ کے نہ رہنے کی ہوئی پھر الہام سے معلوم ہوا کہ اس کا ظہور دوسری طرح ہو گیا کہ اس کا اثر نافذ ہو گیا جس سے شہزادہ مرنے کو ہے اور چونکہ یہاں شاہ نے غصہ میں یہ قصد نہیں کیا کہ یہ مر جاوے ایسی صورت میں معصیت نہیں ہوتی اسی طرح اگر غیر صاحب تصرف دعا کرے کسی کی موت کی اس مرنے سے بھی قتل کا گناہ نہیں ہوتا کیونکہ دونوں صورتوں میں قتل کی مباشرۃ نہیں ہوئی بخلاف اس کے کہ صاحب تصرف ہمت بقصد قتل کے کرے اس صورت میں قتل کا گناہ ہوگا کہ مباشرت جس طرح دوسرے آلات سے مثل شمشیر و بندوق کے ہوتی ہے اسی طرح یہ ہمت

بھی ایک آلہ ہے قتل کا اس سے بھی اس کو قاتل کہیں گے احقر نے یہی مضمون لکھا تھا ایک درویش صاحب ریاضت و صاحب ریاست کے جواب میں انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ میں نے ایک شخص کو بددعا دی تھی اور وہ مر گیا تو مجھ پر قتل کا گناہ ہے یا نہیں اھ اور میں اس سوال سے بے حد اس لئے خوش ہوا کہ یہ سائل کے فہم کی دلیل ہے کہ جس کو عام درویش اپنی کرامت سمجھتے ان کو اس کی معصیت ہونے کا شبہ ہوا اور میں نے جو شاہ کے افاقہ کو قبیل موت شہزادہ قرار دیا بعد موت نہیں سمجھا اس کا قرینہ یہ شعر ہے یعنی) اس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن اس کا تیر مقتل پر آ چکا تھا (اس سے صاف معلوم ہوا کہ شاہ کی یہ تحقیق کہ تیر کہاں گیا جو بعد افاقت ہوئی تھی شہزادہ کی موت کے قبل تھی غرض تیر مقتل پر پہنچنے سے) وہ کشتہ ہو گیا (شاہ) اس کے غم میں روتا تھا (اور رونے کی وجہ یہ ہے کہ) وہ جامع ہے (یعنی اگر چہ) کشندہ بھی ہے (لیکن) ولی بھی ہے (جس کے لئے رحیم ہونا لازم ہے اور رحمت مقتضی ہے بکاء کو اور نرا کشندہ وصاحب تصرف نہیں ہے کہ ایسا ہونا کچھ بھی کمال نہیں کہ کفار بھی ایسے تصرفات مکتسب کر سکتے ہیں) اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو (بلکہ صرف صاحب تصرف ہی ہو اور ولی ورحیم نہ ہو) پس وہ جامع نہیں (بلکہ ناقص ہے اور چونکہ یہ شاہ جامع ہے اس لئے) وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں ولایت کافی نہیں صاحب تصرف ہونا ضرور ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں صاحب تصرف ہونا کافی نہیں ولی ہونا بھی ضرور ہے چنانچہ میں نے اپنی تقریر ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا ہے اور یہ شبہ کہ جب ولایت کے ساتھ تصرف نہ ہوا تو جامعیت کہاں ہوئی جواب اس کا یہ ہے جامعیت باعتبار اوصاف ولایت کے ہے نہ کہ غیر اوصاف ولایت کے مثلاً جامعیت کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ پہلوان بھی ہو تصرف اسی مرتبہ میں ہے اس لئے احقر نے اس کی تفسیر کاملیت کے ساتھ کر دی اس عنوان ورنہ باشد ہر دو اوبس جملہ نیست کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نہایت خوشخط ہو اور لوگ اس کو جامع العلوم بھی کہتے ہوں مگر وہ عالم نہ نکلے تو یوں کہنا صحیح ہوگا کہ یہ شخص صرف خوشخطی سے جامع العلوم نہیں ہو سکتا البتہ اگر اس میں خوشخطی کے ساتھ علوم بھی ہوتے تب البتہ جامع العلوم ہوتا تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کسی عالم میں خوشخطی نہ ہو تو اس کو عالم نہ کہیں گے **فافهم فانه من مزلة الاقدام** آگے قصہ ہے کہ) وہ شہید زر در خسارہ (بوجہ شرمندگی) شکر کرتا تھا کہ وہ (عتاب) جسم پر پڑا اور روح (کی صفت یعنی ایمان) پر نہیں پڑا جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے ابد تک روح شاد زندہ رہے گی وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا (جس سے) محب نے عقوبت (اخرویہ) محبوب کے پاس چلا گیا۔ اگر چہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا (کہ سلوک طے کروں گا) آخر (اپنی ہی) نظر بد (یعنی خود بینی) سے اس نے راستہ (سلوک کا) گرفتہ (یعنی مسدود) کر دیا (جیسا مفصلاً بیان ہوا یہاں تک دو شہزادوں کا قصہ ہوا) اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کاہل تھا (کاہل سے مراد متحمل غیر مستعجل نہ اول کی طرح کہ طبیعت میں تقاضا وصل محبوبہ کا پیدا کر لیا اور شدت اضطراب سے مر گیا اور نہ دوسرے کی طرح کہ جلدی ہی کاہل ہونے کا گمان کر لیا اور ہلاک ہوا پس ایک مستعجل فی استدعاء الوصال تھا دوسرا مستعجل فی ادعاء الکمال تھا یہ تیسرا ایسا نہ تھا اس لئے) اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا (یعنی) دختر اور سلطنت اور خلافت (باطنیہ) اس نے لی سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے (کیونکہ اتنا تحمل کم ہوتا ہے اور کم چیز تعجب خیز ہوتی ہی ہے اور اس پسر سوم کا پورا قصہ اختتام میں مذکور ہے مولانا نے صرف اسی ایک شعر میں اجمالاً فرما کر آگے اپنا عذر فرماتے ہیں کہ) میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں (کیونکہ) میں غریق معنی ہوں (اس لئے قصہ کے ذرا ذرا جزء سے مضامین ارشادیہ کی طرف منتقل ہو

جاتا ہوں اور) تو مستعجل ہے (کہ اور مضامین چھوڑ کر قصہ کہوں تو بے مضامین کے مجھ سے کہا نہیں جاتا اور مضامین کے ساتھ تجھ سے سنا نہیں جاتا اور ملالت سامع سے ملالت متکلم لازم عادی ہے اس لئے میں نے ملول ہو کر چھوڑ دیا مگر ایک شعر اس قصہ کا اور رہ گیا ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی اس تیسرے نے تین چیزیں تو شرائط طریق بجالا کر بادشاہ سے لین دختر اور سلطنت اور خلافت کما ذکر) اور اس وقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے مقصود (حقیقی یعنی رضاء وقرب وقبول کریم کارساز سے پایا (اس میں اشارہ اس طرف ہوگیا کہ یہ شیخ کے اختیار کی بات نہیں وہ صرف ہادی الی الطریق ہے باقی موصل الی المقصود حق تعالیٰ ہیں فاحدالمعنیین للهداية وظيفة الشيخ ای اراء ة الطريق والثانی فعل الحق سبحانه وتعالیٰ ای الایصال الی المقصود پس شیخ کی اطاعت کسے اور حق تعالیٰ کی اطاعت والله الهادیے واهب الایادیے آگے بمناسبت شعروان سوم کاہل الخ ایک حکایت لاتے ہیں جس میں تین کاہلوں کا ذکر ہے کوئی کاہل محمود تھا جو دنیا کے کام میں کاہل تھا کوئی مذموم تھا جو عقبیٰ کے کام میں کاہل تھا کاہل محمود اس شہزادہ سوم کے مشابہ تھا اسی سے یہ حکایت لائی گئی اور یہ بھی اختتام ہی میں اتمام کو پہنچی ہے)۔

مثل وصیت کردن آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراث خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت

اس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اس نے اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہہ دیا

آں یکے شخصے بوقت مرگ خویش	گفتہ بدانددر وصیت بیش بیش
اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت	وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ تھا
پسر سر بودش چوسہ سرو رواں	وقف ایشان کردہ او جان ورواں
اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سرورواں کے	ان پر اس نے جان ورواں وقف کر رکھی تھی
گفت ہرچہ کالہ وسیم و زرست	آں بردزیں ہرسہ کو کاہل ترست
کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم و زر ہے	ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے
گفت با قاضی و بس اندر زکرد	بعد ازاں جام شراب مرگ خورد
قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت کر دی	بعد ازاں شراب موت کا جام پیا
گفت فرزندان بقاضی کاے کریم	نگذریم از حکم او ماسہ یتیم
فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم	ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے
سمع وطاعات می کنیم اورادست ست	ہرچہ او فرمود برمانا فذست
ہم سمع طاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے	اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے

ماچو اسماعیل زابراہیم خود	سر نہ پیچیم از چہ قرباں میکند
ہم مثل اسماعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے	سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کر دے
گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش	تا بگوید قصۂ از کاہلیش
قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی سے	اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے
تا بہ بینم کاہلی ہر یکے	تا بدانم حال ہر یک بے شکے
تا کہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں	تا کہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں
عارفاں از دو جہاں کاہل ترند	زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارفین دونوں جہان سے زیادہ کاہل ہیں	اس لئے کہ بدوں کھیتی کے خرمن حاصل کر لیتے ہیں
کاہلی را کردہ اند ایشان سند	کار ایشان را چو یزداں میکند
انہوں نے کاہلی کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے	چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں
کار یزداں را نمی بینند عام	می نیاسایند از کد صبح و شام
عوام کار یزداں کو نہیں دیکھتے	محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے
کار دنیا راز کل کاہل ترند	در رہ عقبی زمہ گومی برند
کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں	کار عقبی میں چاند سے بھی گیند لے جاتے ہیں
ایں گزیند ہر کہ او باشد رشید	ہیں کہ دنیا رفت و عقبی در رسید
اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو	ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت آ پہنچی
مہتریں را گفت قاضی باز گو	قصہ از کاہلی اے مال جو
بڑے سے قاضی نے کہا کہ بیان کر	کوئی قصہ کاہلی کا اے طالب مال
ہیں زحد کاہلی گوئید باز	تا بدانم خدآں از کشف راز
ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو	تا کہ میں کشف راز سے اس کی حد جان لوں
ہیں زحد کاہلی شرحے دہید	تا بدانم من بچہ حد کاہلید
ہاں کاہلی کی حد کی شرح کرو	تا کہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو
بیگماں خود ہر زباں پردہ دل ست	چوں بجنبد پردۂ رویت حاصل ست
بے شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے	جب پردہ ہلتا ہے رویت حاصل ہو جاتی ہے

پردۂ کوچک چو یک شرحہ کباب	می بپوشد صورت صد آفتاب
ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر	سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے
گر بیاں نطق کاذب نیز ہست	لیک بوے از صدق و کذبش مخبر ست
اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے	لیکن بواسطے صدق و کذب سے مخبر ہے
آں نسیمے کہ بیاید از چمن	ہست پیدا از سموم گولخن
جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے	وہ متمیز ہے سموم گلخن سے
بوئے صدق و بوئے کذب گول گیر	ہست پیدا در نفس چوں مشک و سیر
بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پھنسانے والی ہے	سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے
بوئے اخلاص و نفاق بے مزہ	ہست ظاہر ہمچو عود و انگزہ
بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف	ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے
گر ندانی یار را از دہ دلہ	از مشام فاسد خود کن گلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے	تو اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر
ور ندانی تو عجوز از شاہدے	بیگماں گشت ست چشمت فاسدے
اور اگر تو عجوز کو محبوبہ سے پہچانے	تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد ہو گئی ہے
ور تو نشناسی شکر را از صبر	بیگماں شد حس ذوق تو عذر
اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے	تو بلاشبہ تیرا ذوق بے حس ہو گیا ہے
در یکے شد صورت بلبل با غراب	ہست بیشک حس سمع تو خراب
اور اگر بلبل کی آواز غراب کے ساتھ متحد ہے	تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے
ور یکے گشت سمور و خار پشت	حس لمس تو بتو بنمود پشت
اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں	تو تیری حس لمس نے تجھ کو پشت دکھلا دی ہے
بانگ حیزاں و شجاعاں دلیر	ہست پیدا چوں فن روباہ و شیر
بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز	ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے
چارۂ کار حواس خویش کن	وانگہے راہ طلب در پیش کن
اپنے حواس کا چارہ گار کر	اور اس وقت راہ طلب کو درپیش کر

یا زباں ہمچوں سر دیگے ست راست	چوں بجنبد تو بدانی چہ اباست
یا زباں ٹھیک مثل سر دیگ کے ہے	جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے
از بخار آں بداند تیز ہش	دیگ شیریں راز سکباج ترش
تیز ہوش اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے	دیگ شیریں کو آش ترش سے
دست بر دیگ نوی چوں زوفتی	وقت بخریدن بدید اشکستہ را
نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا	خریدنے کے وقت و شکستہ کو دیکھ لیا
آں یکے پرسید صاحب درد را	گفت در چندے شناسی مرد را
ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا	کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو
گفت دانم مرد را در حین پوز	ورنہ گوید دانمش اندر سہ روز
اس نے کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے پہچان لیتا ہوں	اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں پہچان لیتا ہوں
واں دگر گفت ار بگوید دانمش	ور نگوید در سخن پیچا نمش
اور ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اگر وہ بولے تب تو پہچان لیتا ہوں	اور اگر نہ بولے تو میں اس کو کسی بات میں لگا دیتا ہوں
گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود	لب بہ بندد در خموشی در رود
اس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو	وہ لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے
گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں	تا ابد پوشیدہ بادم حال زیں
اس نے کہا کہ تو کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا	ابد تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے
حال یک تن گر ندانم چہ شود	واندر و نقصان دینم چہ بود
اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا	اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا

مثل

آنچنانکہ گفت مادر بچہ را	گر خیالے آیت در شب فرا
جیسا کہ ماں نے بچہ سے کہا	کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آوے
یا بگورستان و جاے سہمگیں	تو خیال زشت بینی در کمیں
یا گورستان اور خوفناک جگہ میں	تو کسی خیال زشت کو کمین گاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکن حملہ برو	او بگرداندز تو در حال رو
تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا	وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا
زانکہ بے ترسے بسویش ہر کہ رفت	آں خیال دیوش بگریخت تفت
کیونکہ بیخوف ہو کر جو شخص اس کی طرف گیا	تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا
گفت کودک باخیال دیوش	اینچنیں گر گفتہ باشد مادرش
لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے	اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو
حملہ آرد افتد اندر گردنم	زامر مادر پس من آنگہ چوں کنم
وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے	ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا
تو ہمی آموزیم کہ چست ایست	آں خیال زشت را ہم مادریست
تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا	اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہو گی
دیو مردم راملقن آں یکے ست	غالب از وے گردد از خصم اندکے ست
آدمیوں کے شیطان کا تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے	اس سے غالب آجاتا ہے اگرچہ یہ خصومت کنندہ ضعیف بھی ہے
تا کدامیں سوئے باشد آں یراش	اللہ اللہ رو تو ہم آں سوئے باش
خواہ کسی جانب بھی وہ توجہ ہو جاوے	اللہ اللہ تو جا اسی طرف پہنچ جا
گفت اگر از مکر ناید در کلام	حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
اس نے کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے	وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو
سر او را چوں شناسی راست گو	گفت من خامش نشینم پیش او
تو تو اس کے راز کو کیونکر پہچانے ٹھیک کہہ	اس نے کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں
صبر را سلم کنم سوے درج	تا برآیم برسر بام فرج
صبر کو زینہ بناتا ہوں درجہ کی طرف	تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں
ہست مر ہر صبر را آخر ظفر	ہست روزی بعد ہر تلخی شکر
ہر صبر کا انجام مراد رسی ہے	ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے
چوں بجوشد در حضورش از دلم	منطقے بیروں ازیں شادی و غم
جب اس کی حاضری میں میرے دل سے	کوئی کلام جو اس شادی وغم سے خارج ہو جوش کرتا ہے

من بدانم کو فرستاد آں بمن	از ضمیر چوں سہیل اندر یمن
تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے	ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں
من بزرگی وراگردن نہم	منتے ہم بردل و برتن نہم
میں اس کی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں	دل پر بھی اور تن پر بھی منت رکھتا ہوں
دردل من ایں سخن زاں میمنہ است	زانکہ از دل جانب دل روزنہ است
میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے	اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن ہے
چوں فتاد از روزن دل آفتاب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب
جب روزن قلب سے آفتاب جا گرا	تو ختم ہوگئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب کیا ہے

اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ (یعنی مکرر سہ کرر) کہا تھا اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سرورواں کے ان پر اس نے (اپنی) جان ورداں وقف کر رکھی تھی۔ (غرض وصیت میں یہ) کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم وزر ہے ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت (اور تاکید) کردی بعد ازاں شراب موت کا جام پیا۔ فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے (غالباً یتیم بمعنی مطلق بے پدر کے ہیں گو بالغ ہوں اور یہی توجیہ ہوسکتی ہے اس وصیت للوارث کے نفاذ کی کہ تینوں نے اس کو جائز رکھا تھا اسی طرح قاضی نے جو فیصلہ کیا جو کہ اختتام میں مذکور ہے گو کاہل کے معنی عرفی کے خلاف پر مبنی ہے اور اعتبار وصیت میں عرف کا ہوتا ہے لیکن بعد فیصلہ کے باہم توافق وتصالح اس کی بھی توجیہ ہوسکتی ہے بہرحال فرزند کہتے ہیں کہ) ہم سمع وطاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے ہم مثل اسماعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کردے قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی (اور فہم واحتیاط) سے اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں تاکہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں (مولانا بطور انتقال فرماتے ہیں کہ) عارفین دونوں جہان (کے لوگوں) سے زیادہ کاہل ہیں (یعنی دونوں جہان میں ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں سو ایک عالم میں تو کوئی کاہل ہے ہی نہیں قال تعالیٰ یسبحون اللیل والنھار لایفترون دنیا میں البتہ کاہل بھی ہیں پس مطلب یہ کہ دنیا میں بھی ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں کاہلی سے مراد تفویض وتوکل وفناء ارادات کہ صورۃً وعند العوام کاہلی سمجھی جاتی ہے آگے ان کی اس کاہلی کی وجہ بتلاتے ہیں یعنی یہ جو کاہل ہیں تو) اس لئے کہ بدوں کھیتی کے خرمن حاصل کرلیتے ہیں (جیسا متوکلین کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے کہ بدوں اختیار اسباب کے مقاصد میسر ہوجاتے ہیں فی الغیاث شدیا زمینے را گویند کہ برائے زراعت بہ قلبہ رانی شگافتہ زیروزبر کردہ باشند اھ وفی الحاشیہ شگافتن وقلبہ راندن زمین در زمینے کہ بجہت زراعت شگافتہ باشند آھ) انہوں نے کاہلی (مذکور) کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کردیتے ہیں (اور چونکہ دوسرے) عوام (اس) کاریزداں کو

نہیں دیکھتے (اس لئے) محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے (اور وہ عارفین) کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں (لیکن) کار عقبیٰ میں چاند سے بھی (سبقت کی) گیند لے جاتے ہیں (اور) اس (امر) کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو (اور یوں سمجھے کہ) ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت (قریب) آ پہنچی (جیسا کی حدیث میں اس قسم کا مضمون ہے **الاان الدنیا مدبرة الاان الاخرة مقبلة او نحوه**) بڑے (بیٹے) سے قاضی نے کہا کہ بیان کر کوئی قصہ (اپنی) کاہلی کا اے طالب مال (اور دوسروں سے بھی کہا کہ) ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو تاکہ میں (تمہاری اس) کشف راز (و بیان حقیقت) سے اس (کاہلی) کی حد جان لوں (اور کم و بیش کا اندازہ کرلوں) ہاں (اپنی) کاہلی کی حد کی شرح کرو تاکہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو) آگے قصہ سے مولانا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت گوئید تا بدانم کے منتقل ہوتے ہیں اور اسی مضمون پر بدوں عود الی القصہ کے مثنوی ختم فرمادیں گے حاصل اس مضمون منتقل الیہ کا یہ ہے کہ کلام مطابق قول قاضی کے دلیل ہوتا ہے حال باطن پر کبھی تو الفاظ سے جیسا کہ اصل طریق اور عام عادت یہی ہے کبھی اثر سے جبکہ حکایت محکی عنہ کے خلاف ہو جبکہ سامع ذوق صحیح رکھتا ہو اور اس دوسری صورت میں اصل دال حالت ہوگی متکلم کی پس اس طور پر حال بھی مقال حکمی ہوگا جو اصل میں موضوع تھا دلالت علی الباطن کے لئے اب خواہ یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال دال ہے عام اس سے کہ حقیقی ہو یا حکمی یا یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال اور حال دونوں دال ہیں بواطن اور سرائر پر اور دلالت حال کے لئے جو ذوق صحیح کا ہونا شرط ہے اس میں زیادہ معتبر وہ صحت ہو جو اصلاح باطن سے ناشی ہوئی ہو اور اس کے درمیان میں یہ بھی بتلا دیا کہ اگر اتفاقاً کہیں یہ دلالتیں کافی نہ ہوں تو کسی کا اظہار کچھ ضروری بھی نہیں اس کے درپے نہ ہو **کما هو مذکور فی قوله** گفت میرود الخ وقولہ حال یک تن الخ گو معاملہ میں احتیاط کا پہلو رکھنا ضروری ہوگا بس اسی مضمون پر کتاب ختم ہے اور شاید مقصود اس مضمون سے...... دو امر پر ایک یہ کہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر نہ آنا چاہئے استدلال بالحال سے بھی کام لینا چاہئے دوسرا یہ کہ محض اپنے خیال سے کسی کے حال نیک یا بد کا جزم نہ کرنا چاہئے گو عمل میں احتیاط ملحوظ رکھی جاوے اور اس مضمون کا بوجہ بیحد اور ہر وقت مفید ہونے کے خاتمہ افادات میں قابل وصیت ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے سو اس پر کتاب ختم کردی گئی پس فرماتے ہیں کہ) بےشبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے جب پردہ ہلتا ہے اور داخل پردہ چیز کی) دولت حاصل ہو جاتی ہے (زبان کی تشبیہ پردہ کے ساتھ باعتبار اس کی ذات کے نہیں ہے کیونکہ اس پر دو اشکال ہوں گے ایک یہ کہ اگر کسی کی زبان ہی نہ ہو تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کے اسرار پر پردہ نہیں اس لئے اس کے سب اسرار ظاہر ہیں سو ظاہر ہے کہ یہ خلاف واقع ہے بلکہ اس کے اسرار بہ نسبت زبان والوں کے زیادہ مخفی ہوں گے کہ کبھی احتمال ہی نہ ہوگا ظہور اسرار باللسان کا دوسرا یہ کہ اگر زبان کو خالی حرکت دی جاوے بلا تکلم کے تو پردہ تو اب بھی ہل گیا مگر اسرار ظاہر نہ ہوں گے سو یہ تشبیہ باعتبار ذات لسان کے نہیں ہے بلکہ باعتبار اس کی صفت تعلق و عدم نطق کے سو عدم نطق سکون پردہ کے مشابہ ہے اور نطق حرکت پر پردہ کے مشابہ ہے اس پر اشکال اول بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ اصل پردہ عدم نطق ہے سو وہ بیچ اپنے اثر کے صادق ہے اور دوسرا اشکال بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ یہ حرکت نطقیہ نہیں ہے اس لئے اظہار اسرار نہیں ہوا اب تشبیہ مذکور سے ایک اور سوال پیدا ہوتا تھا کہ اسرار تو بے شمار اور زبان ایک جرم

صغیر سواتنے چھوٹے پردہ کے پیچھے اتنے اسرار کیونکر آ گئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعجب مت کرو کیونکہ) ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر (مثلاً ایک سرانگشت کہ کباب کے چھوٹے ٹکڑے سے بھی چھوٹی چیز ہے وہ) سوآفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے (یہ جواب علی تقدیر التسلیم ظاہراً ہے ورنہ جب اس کی ذات پردہ نہیں ہے تو یہ سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا بہر حال یہ ثابت ہوا کہ نطق بوضعہ کاشف اسرار ہے اب اس پر ایک سوال ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنی مافی الضمیر کے خلاف جھوٹ بولتا ہے تو وہ بیان لسان کاشف اسرار و مظہر حقیق کہاں ہوا اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے لیکن (اس کی) بواس کے صدق و کذب سے مخبر ہے (جیسا اکثر سلیم الحس کولب ولہجہ سے اس کا ادراک ہو جاتا ہے پس نطق کاذب بھی دال ہوا ایک امر واقعی پر اور وہ امر واقعی جو متکلم کے ضمیر میں بھی ہے یہ ہے کہ ایں کلام کاذب ست گو دوسرے اسرار اس کلام کاذب کے محکی عنہ واقعی کے تفصیل کے متعلق معلوم نہ ہوں سو یہ تو دعویٰ بھی نہیں کیا گیا کہ ہر نطق تمام اسرار کا کاشف بن جاتا ہے ایک سر واقعی کے لئے کاشف ہو جانا بھی اس حکم کی صحت کے لئے کافی ہے خوب سمجھ لو آگے لب ولہجہ کے مخبر عن الصدق والکذب ہونے کی مثال ہے کہ) جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے وہ متمیز ہے سموم گلخن سے (کہ ایک خوشبودار فرحت بخش ہوگی ایک گرم وسوزندہ ہوگی اسی طرح) بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پھنسانے والی ہے (جس کو وقت ممیزہ نہیں یہ صفت ہے بوئے کذب کی یعنی یہ دونوں بو) سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے (کہ کھانے کے بعد سانس لیا جاتا ہے اس میں خوشبو بدبو ان کی ہوتی ہے اسی طرح تکلم میں کہ تنفس اس کا لازم عادی ہے بوئے صدق و بوئے کذب محسوس ہو جاتی ہے اور آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح لب ولہجہ سے ایک مافی الضمیر یعنی کلام کا صدق و کذب معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرا مافی الضمیر معلوم ہو جاتا ہے یعنی) بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف (لب ولہجہ سے) ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے (اور) اگر تو یار (موافق) کو (یار) منافق سے نہیں پہچانے (اور اس وجہ سے تجھ کو اس حکم مذکور میں شک ہو) تو (اس حالت میں تو) اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر (صدق حکم میں شبہ نہیں ہے اس میں سلامت حواس و صحت ذوق کا اشتراط بتلایا ہے آگے مثال کے لئے اس عدم تمیز کے بعض مواد و مواقع ہیں جن کا تعلق باصرہ وذائقہ وسامعہ ولامسہ سے ہے یعنی) اور اگر تو عجوز کو محبوبہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد (الحس) ہوگئی ہے اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیرا ذوق حس بے حس ہو گیا ہے اور اگر بلبل کی آواز غراب (کی آواز) کے ساتھ (تیرے نزدیک) متحد ہے تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں تو تیری حس لمس نے تجھ کو (اپنی) پشت دکھلا دی ہے (یعنی وہ حس تجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی اور جس طرح یہ سب مدرکات سلیم الحس کے نزدیک متمیز ہیں اسی طرح) بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے (کہ باہم متمیز ہیں روباہ کا فن مکر وحیلہ بصینا ور شیر کا فن شجاعت وجلادت اسی طرح بوئے صدق و بوئے کذب باہم واقع میں تو متمیز ہیں لیکن اگر تجھ کو متمیز نہیں تو) اپنے حواس کا چارہ کار گر اور اس وقت راہ طلب کو در پیش کر (اس دوسرے مصرعہ میں مولانا کے اس مقصود کی تصریح ہے جس کو احقر نے تمہید مضمون منتقل الیہ میں لکھا ہے فی قولہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر الخ وہاں لفظ شاید لکھنے کے وقت یہ مصرعہ پیش نظر نہ تھا اور اوپر تو زبان کی تشبیہ تھی پردہ

کیسا تھ آگے ایک اور تشبیہ ہے کہ) یا (یوں کہو کہ) زبان ٹھیک مثل سر دیگ کے ہے جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے (اور جیسے وہاں بوئے صدق و بوئے کذب کی نسیم وسموم سے تشبیہ تھی یہاں اس کو بخار سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ) تیز ہوش (آدمی) اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے: دیگ شیریں کو آش ترش سے (سکباج آشے کہ در دسر کہ انداز ند مرکب از سگ بمعنی سرکہ و باالمعنی شوربا اور مثال مذکور میں تو مظروف دیگ کی تمیز کا ذکر تھا آگے خود ظرف کی تمیز سے مثال دیتے ہیں کہ) نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا خریدنے کے وقت (اور اس کو بجایا) تو (اس سے) شکستہ کو دیکھ لیا (فی المنتخب فتی کریم و ترحمت بالللازم اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر سلیقہ نہیں تو جب آنکھ سے درار دیکھے گا تب پہچانے گا اور ان اخیر کی امثلہ سے یہ بھی حاصل ہوا کہ اہل ادراک باہم متفاوت ہیں کہ کسی نے شوربا کو ہلا کر دیکھ کر پہچانا کسی نے بھاپ سے ایسے ہی کسی نے ہنڈیا کی شکستگی کو ہاتھ سے پہچان لیا کسی نے آنکھ سے آگے اسی تفاوت پر ایک حکایت ہے کہ) ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا (اور کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو (شاید صاحب درد ہونے کو اس پہچاننے میں اس طرح دخل ہو کہ ایسا شخص سخت دل نہیں ہوتا اور قساوت قلب مانع ہوتی ہے دوسروں کی حالت کی تحقیق سے جیسا ظالموں کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ خواہ دوسروں کی جان نکل جاوے مگر ان کو ان کی بیچارگی کا احساس ہی نہیں ہوتا یا صاحب درد سے مراد صاحب باطن جس کے دل میں صرف درد عشق ہو مگر صاحب کشف نہ ہو جیسا دوسرا شخص جس کا ذکر عنقریب اس شعر میں آوے گا واں دگر گفت الخ صاحب کشف بھی تھا جیسا بالکل ختم اشعار کے قریب اس کا جواب اس پر دال ہے اس نے (جواب میں) کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے) یعنی کلام سے پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں (چال ڈھال سے) پہچان لیتا ہوں (سو اس شخص کے ادراک کا تو یہ درجہ تھا) اور ایک دوسرے شخص نے (جو کہ وہاں موجود تھا اور ممکن ہے کہ اس سے بھی پوچھا گیا ہو یہ) کہا کہ اگر وہ بولے تب تو (فوراً) پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو میں اس کو (کسی بہانہ سے) بات میں لگا دیتا ہوں (اور اس وقت بولنے سے پہچان لیتا ہوں تو اس شخص کے ادراک کا یہ درجہ تھا تو اول میں اور اس میں ادراک کا تفاوت ہوا) اس (سائل) نے (اس دوسرے شخص سے) کہا (کہ) اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو (کہ اس لئے بھی کلام کرایا کرتے ہیں تا کہ امتحان ہو جاوے اور اس وجہ سے) وہ (شخص) لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے (تو کیسے پہچانے گا) اس نے (جواب میں) کہا کہ تو (اس سے) کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا (اور) ابد تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے (لیکن یہ بتلا کہ) اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا (جو مجھ کو یہ احتمال مضر ہو اور مجھ کو اس کی تدبیر سوچنے اور بتلانے یا پوچھنے کی ضرورت ہو مطلب یہ کہ یہ سوال ہی لغو ہے اور اس سوال کی لغویت پر وہ شخص ایک مثل لایا کہ یہ احتمال نکال کر یہ بیہودہ سوال کرنا ایسا ہی ہے) جیسا کہ ماں نے بچہ سے (اس کے دل مضبوط رکھنے کو اور اوہام کا اعتبار نہ کرنے کو اس کے فہم و مذاق کے موافق عنوان اختیار کر کے) کہا کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آجاوے یا گورستان اور خوفناک جگہ میں تو کسی خیال زشت کو (بزعم خود) کمین گاہ میں (مستعد حملہ کا) دیکھے تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا (اور بھاگ جاوے گا) کیونکہ بے خوف ہو کر جو شخص اس کی

طرف گیا تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو (اور اس لئے) وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے (اپنی) ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا (مگر) اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہوگی (تو اس بچہ کی طرح تیرا سوال بھی لغو ہے آگے مولانا ایک انتقال فرماتے ہیں کہ کوئی وہمی آدمی اس مثل کو سن کر اس وہم میں نہ پڑے کہ ہم کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مغلوب نہ ہونے کا طریقہ اور امر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ **انه لیس له سلطان علی الذین اٰمنوا وعلی بهم یتوکلون** جس سے ایمان اور توکل اختیار کر کے اس کے مقابلہ میں ہم قوی الہمت رہیں اور اس کو دفع کرنے میں اپنی کامیابی کا یقین رکھیں اسی طرح ایسا نہ ہو کہ ایسی ہی بات کسی نے شیطان کو سکھلا دی ہو اور اسی طرح وہ ہم کو دفع کرنے میں ہمت کو قوی کر لے تو اس صورت میں اس بچہ کی طرح ہم بھی پوچھتے ہیں من آنگہ چوں کنم مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ شبہ جب ہوتا جب نعوذ باللہ خدا کا کوئی مقابل ادھر شیطان کا تلقین کنندہ ہوتا یہاں تو مقابل درکنار کوئی دوسرا تلقین کنندہ بھی نہیں بلکہ) آدمیوں کے شیطان کا (یعنی اس شیطان کا جو کہ آدمیوں پر مسلط ہے) تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے (جس کی شان یہ ہے کہ) اس (کی مدد) سے (بڑے بڑے اقویاء پر) غالب آجاتا ہے اگر چہ یہ خصومت کنندہ (مع الشیطان) ضعیف بھی ہے (اور یہ غلبہ ہر حالت میں ہے) خواہ کسی جانب بھی (اس ضعیف کی) وہ توجہ (منعطف) ہو جاوے (یعنی خواہ قوی کے دفع کی طرف توجہ کرے یا ضعیف کی دفع کی طرف فی الغیاث یراش توجہ ونہضت پس) اللہ اللہ (یہ تخصیص وتقویت کے لئے ہے) تو جا (اور) اسی (واحد کی) طرف پہنچ جا (تاکہ شیطان پر غالب رہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہاں ملقن ایک ہی ہے اسی نے تجھ کو بھی دفع شیطان کے لئے تلقین فرمایا ہے اور چونکہ اس نے تلقین فرمایا اگر تو اس کے کہنے پر عمل کرے گا **وھو معنی قوله** غالب از وے گرددالخ اور اسی نے شیطان کو ابتلاء تصرف کی قدرت دے دی اس کی تلقین سے یہ مراد ہے نہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اس کو مشورہ دیا کہ تو ایسا کیا کر اور یہ ظاہر ہے اور چونکہ وہ اللہ کا مخالف ہے مومن مطیع کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کی نصرت نہیں فرماتا اس لئے اس سوال کی گنجائش نہ رہی من انگہ چوں کنم کیونکہ نہ ملقن دوسرا نہ تلقین مشورہ کی اور نہ مطیع امر کے مقابلہ میں اس کی نصرت بلکہ خود ہی انسان بخوشی اس کے اضرار کو قبول کر لیتا ہے تو اس سے بچنا کچھ مشکل نہیں ہے پس یہ تو ہم ہر طرح دفع ہو گیا یہ مضمون منتقل الیہ جو بطور جملہ معترضہ کے تھا تمام ہوا آگے پھر عود ہے اس سائل اور مجیب دوم کی حکایت کی طرف یعنی) اس (سائل) نے (مکرر پوچھا اور) کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے (اس وجہ سے کہ) وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو (**کما قد ذکر فی قوله** گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود الخ) تو (پھر) تو اس کے راز (مافی الضمیر) کو کیونکر پہچانے ٹھیک کہہ (راست گو میں غور کرنے سے ذوقاً مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جواب اول کو بخصوصیت حال مجیب کہ وہ صاحب بصیرت ہوگا محض اس کات پر محمول کیا اور سمجھا کہ میرے طرز سوال کے ناپسندیدہ ہونے سے یا اس خیال سے کہ اس سوال سے محض تکثیر کلام مقصود ہے تحقیق مقصود نہیں اس سے ایسا خشک جواب مدافعانہ دیدیا ہے ورنہ یہ بدوں کلام کے دوسرے کسی طریقہ کشف وغیرہ سے بھی حاضر کا ایسا حال جس میں گفتگو ہے معلوم کر سکتا ہے اس لئے مکرر سوال کیا جس میں راست

گو بڑھانے سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مجھ کو واقعی تحقیق ہی مقصود ہے اور شاید اب کے بطریق ادب پوچھا ہو آگے اس کا جواب منقول ہے کہ) اس نے (جواب میں) کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں (اور) صبر کو زینہ (اور ذریعہ وصول) بناتا ہوں درجہ (مقصودہ) کی طرف تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں (صبر سے مراد میرے ذوق میں قلب کو خطرات سے خالی کر کے وقت معتدبہ تک مراقب خاموش بیٹھنا چونکہ دونوں امر میں مشقت ہے خطرات سے خالی کرنا بھی مجاہدہ ہے اور محبوس ہو کر بیٹھنا بھی اس کو حق تعالیٰ نے بھی صبر فرمایا ہے قال تعالیٰ **واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم الآیہ** پس حاصل یہ ہوا کہ اس طرح صبر بالتفسیر المذکور کر کے بیٹھتا ہوں اور صبر ایسی چیز ہے کہ) ہر صبر کا انجام مرادرسی ہے (اور) ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے (یہ مقدمہ خاصیت صبر میں حکم مرتب آتی **فیما بعد** کی لم بتلانے کو بڑھا دیا کہ اس طرح بیٹھنے کو اطلاع خواطر میں کیا دخل ہے اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس طریقہ سے کبھی تخلف مقصود کا ہوتا ہی نہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی توفی نفسہ یہی خاصیت ہے باقی کسی مانع وعارض سے تخلف ہو جاوے تو ممکن اور واقع ہے غرض یہ کہ میں اس طرح بیٹھتا ہوں اس کے بعد) جب اس کی حاضری میں میرے دل سے کوئی کلام (خواہ نفسی یا لفظی) جو اس شادی و غم سے خارج ہو (یعنی دنیوی نہ ہو) جوش کرتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں (پس) میں اس کی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں (اور) دل پر بھی اور تن پر بھی (یعنی اپنے ہر ہر بن مو پر) منت رکھتا ہوں (اور ممنون ہوتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ) میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے (**اطلاقاً للمقید علی المطلق لان المیمنۃ ھو الطرف الایمن خاصۃ ولعل تعبیرہ بالایمن لکون جانب ھذاالرجل مبارکاً** اور ادھر سے آنا جو سمجھتا ہوں تو) اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن (اور منفذ باطنی) ہے (جیسا اہل کشف مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی سے اس کی جانب مقابل کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ اگر اس عمل کے بعد کوئی بڑا خطرہ آوے تو اس سے پہچان ہوتی ہے اس شخص کی حالت ناپسندیدہ کی اور اس عمل کا اثر تو اسی کو مقتضی ہے اور اس طریقہ کو اہل ریاضت نے اسی طرح لکھا ہے لیکن اس شق کو ذکر نہ کرنے کی وجہ بالقاء حق یہ معلوم ہوئی کہ اشارہ اس طرف ہے کہ چونکہ یہ طریقہ حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس بناء پر بدگمانی جائز نہیں اور حسن ظن جائز ہے پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اگر اس طریقہ کے بعد بھلائی آتی ہے تو اس کو اچھا شخص سمجھتا ہوں اور اگر برائی آتی ہے تو اس کو برا نہیں سمجھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا خاموش ہو کر بیٹھ رہتا ہوں اور اس کا ذکر ہی نہیں کرتا جیسا اس وقت بھی اس کا ذکر نہیں کیا یہاں یہ جواب ختم ہوا اب مولانا اوپر کے متصل مضمون پر مبنی کر کے کتاب کو ختم فرمانا چاہتے ہیں یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ دل میں روزن ہے اور واردات کے آنے کا منفذ وہی ہے پس اسی طرح اب تک آفتاب القاء میرے قلب کے مقابل تھا اور اس کی شعاعیں یعنی واردات روزن قلب سے پہنچ رہی تھیں مگر اب بحکمت خداوندی وہ آفتاب افق استتار میں غروب ہو گیا یعنی اب بجائے تجلی کے استتار ہو گیا جیسا عارفین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں اور بعض مصالح اس میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں سو) جب روزن قلب (کی محاذاۃ) سے آفتاب (فیض زیر افق) جا گرا تو (کتاب ہذا) ختم ہو گئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب (اور مصلحت اور حکمت کس وقت کس چیز

میں) کیا ہے (پس جب وہی جانتے ہیں اور حکمت کے موافق کرتے بھی ہیں اور اس وقت انہوں نے ایسا کیا پس یقیناً اسی میں حکمت ہے اس لئے میں بھی اتباع اس حال کا کر کے بتکلف کلام کرنا نہیں چاہتا ختم کئے دیتا ہوں)۔

فائدہ:۔ اس مقام میں ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا اور وہ مسئلہ وہی ہے جس کی طرف دفتر اول کے خاتمہ پر بھی اشارہ تھا تو دونوں دفتروں کا خاتمہ متوافق ہونا یہ بھی عجائب اتفاق سے ہے اور اس مسئلہ کے متعلق شرح دفتر اول کے ختم کی عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ و هی هذا.

فائدہ:۔ اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہئے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم و معارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ فرماوے و فیه قلت آنفاً

گر بگوید بگو بگوئی وبجوش ور بگوید مگو مگوئی و خموش

خاتمہ الترجمة من خاتمة ولده بہاؤالدین رحمہما اللہ تعالےٰ

شکر کایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد) گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نرد بان آسمانست ایں کلام	ہر کہ از ایں بر رود آید ببام
یہ کلام آسمان کی سیڑھی ہے	جو اس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائے گا
نے ببام چرخ کان احضر بود	بل ببامے کز فلک برتر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردشش بشد ہمیشہ زاں ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی چھت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

تتمة الخاتمة من اختتام المثنوی للمولوی الکاندھلوے

روبحق آرو بکن ختم کتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
ربنا فالحمد لک فی کل حال	انت معنی السرفی المقال
انت مقصودی الیک وجھتی	خالصاً لله کانت نهتی
یا محط الکل یا کھف الوریٰ	یا الله العرش یا رب الثریٰ
کن انیس القلب اختم لی بخیر	انت حسبی انت کافی لیس غیر

الفوائدالختمیۃ من المترجم غفرلہ

فائدہ اولیٰ:۔ الحمد للہ کہ آج تیسری جمادی الاول یوم السبت ۱۳۳۴ھ کو کہ میری عمر اس وقت ایک دن کم ایک مہینہ زیادہ ترپن سال کی ہے بوجہ اس کے کہ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو میری ولادت ہوئی ہے یہ عشر عاشر بھی ختم ہوا بفضلہٖ تعالیٰ یہ عشر جو کہ چھ سوسے دو چار زیادہ اشعار پر مشتمل ہے کل چھ دن میں ختم ہوا جس سے سو شعر روزانہ کی شرح کا اوسط پڑتا ہے جو میری استعداد علمی و عملی سے بہت مستبعد ہے **وذلک من فضل اللہ الکبر المتعال ثم من برکۃ مولانا الجلال.**

فائدہ ثانیہ:۔ اس دفتر میں دو قصے ناتمام رہ گئے ہیں ایک شہزادہ سوم کا دوسرا ان کاہلوں کا اس کے متعلق حضرت سلطان بہاء الدین ولد قدس سرہ نے اپنے خاتمہ میں ذکر فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اس کے پورا نہ کرنے کی وجہ پوچھی توانہوں نے یہ فرمایا۔

ہست باقی شرح ایں لیکن دروں　　بستہ شد دیگر نمی آید بروں

الہ قولہ

باقی ایں گفتہ آید بے زباں　　دردل آنکس کہ دارد نور جاں

اس آنکس کا مصداق مدت دراز کے بعد حق تعالیٰ نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی قدس سرہ کو بنایا اور انہوں نے اختتام میں اس کو اتمام کو پہنچایا **کمانہ ذکرہ بنفسہ فی افتتاح الاختتام** اور ایک بار بندہ نے شعر باقی ایں گفتہ آید الخ پر ایک حاشیہ منسوب بہ محمد افضل چھپا ہوا دیکھا چنانکہ آں باقی در مثنوی سلطان ولد قدس سرہ مذکور شدہ وقصہ شہزادگان درآں مثنوی تمام گردیدہ گویا حضرت مولانا قدس سرہ دردل سلطان ولد بے زباں فرمودہ اس کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا اتفاق سے ایک جگہ اس مثنوی سلطان ولد قدس سرہ کا موجود ہونا سنا گیا منگا کر دیکھا حاشیہ کا مضمون صحیح نہ پایا گیا یہ مدت کی بات تھی مجھ کو یاد بھی نہ رہی اب پھر یہ حاشیہ نظر سے گزرا چونکہ پہلا دیکھا ہوا بالکل ذہن میں نہ تھا پھر وہ مثنوی منگائی تو اس کے ساتھ میرا ایک خط نتھی ہوا ہوا اسی زمانہ کا چسپاں ملا اس سے معلوم ہوا کہ میں پہلے اس کی تحقیق کر چکا ہوں اور اس خط میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہاں اس کے بعض ضروری جملے نقل کرتا ہوں۔ **وھو ھذا** ایک حاشیہ میں لکھا دیکھا تھا کہ دفتر ششم مثنوی مولانا رومیؒ کا اختتام سلطان ولدؒ کی مثنوی میں ہوا ہے۔ یہ بات دیکھنا تھی سو غلط نکلی یا تو سنی سنائی لکھ دی ہے یا کوئی اور مثنوی ہو آں یہ خط دسمبر ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا ہے البتہ یہ مثنوی سلطان ولدؒ فی نفسہ بہت اچھی ہے میں تبرکاً و نیز پتہ پہنچانے کے لئے اس کے دو شعر ایک اول کا ایک آخر کا نقل کرتا ہوں۔

بشنوید از نالہ و بانگ و رباب　　نکتہ ہائے عشق در ہر گونہ تاب

اے خنک جانے کہ آں صحبت گزید　　شد ازاں صحبت مزید اندر مزید

فائدہ ثالثہ:؟ **وھذہ آخر الفوائد** بعض نے مشہور کیا ہے کہ مولاناؒ نے خود ایک دفتر سابع بھی لکھا ہے چنانچہ میں نے ایک قلمی مثنوی اسی مثنوی کے وزن پر اولاً مکہ معظمہ میں اور ثانیاً بعد نو دس سال کے ایک دوست

کے پاس ۱۳۲۰ھ میں دیکھی اور اس کے اول ورق پر ایک بزرگ نے اس قول کے اثبات میں چند اشعار اسی وزن پر لکھ دیئے تھے میں اس قول کو بدلائل خلاف واقع جانتا ہوں اس لئے میں نے ان دوست کی درخواست پر نظم ہی میں اسی وزن پر اپنی رائے لکھ دی جو ذیل میں منقول ہے مگر افسوس ہے کہ اس وقت وہ کتاب میسر نہ ہوئی ورنہ اس کا بھی اول و آخر پتہ کے لئے لکھ دیتا غرض دفتر سابع کی نسبت مولانا کی طرف غیر صحیح ہے یہ ممکن ہے کہ کسی اور نے بطور خود لکھ کر اس کا لقب دفتر سابع رکھ دیا ہو چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی دفتر سابع لکھا ہے جس کے لکھنے کو اس نکتہ پر مبنی کیا ہے۔

گرد خانہ یار باید ہفت بار طوف کردن تابود مقصد برآر

اور ایک شعر اس کا احقر بھی اپنی مثنوی زیر و بم میں لایا ہے۔

چوں قلم ایں زیر و بم رافاش کرد غیرت عشقش زباں دو قاش کرد

سو یہ اور بات ہے اب میں وہ اشعار اپنے بہ تخطیہ نسبت دفتر سابع بجانب مولانا الجلال نقل کرتا ہوں۔

رائے اشرف علی تھانوی در انتساب کتاب مشہور بدفتر ہفتم مثنوی معنوی بمولانا رومی اثباتاً ونفیاً وکل رای لایحب ان یقبل

حمد نذر بادشاہ ذوالجلال	صدور دے بر رسول خوشخصال
پس ازیں نازیم بخت خویش را	کین سخن صافی گذشت از چشم ما
گوئیا جزوے ز عین مثنویست	چونکہ شانش چوں کلام معنوی ست

پھر اتفاق سے رجب ۱۳۳۶ھ میں وہ کتاب مکرمی سید نور الحسن صاحب رئیس رتھیڑی ضلع مظفر نگر کے پاس مل گئی اب اس کا اول و آخر پتہ کے لئے لکھتا ہوں۔

آغاز خطبہ:۔ مجلد ہفتم از جملہ دفاتیر مثنوی وطوامیر معنوی کہ خزینہ از ہارامانی و گنجینہ انوار معانی اسرار اللہ است چشمہ زندگانی زندہ دلان خضر قدمان آگاہ ست الخ۔

آغاز نظم:۔

اے ضیاء الحق حسام الدین سعید دوتست پائندہ فقرت برمزید
چونکہ از چرخ ششم کردی گزر برفراز چرخ ہفتم کن مقر
شعر طنجم ہم ضیاء الحق ہفت اندر علوم اینچنیں ہفت دگر مولائے روم
ختم نظم:۔ حسبی اللہ ما عنان اختیار باتو دادیم اے قدیم کردگار ۱۲ منہ

می نہد برگام مولانا قدم	گوئیا ہست ایں وآں از یک قلم
نیست لیکن از کلام آں ہمام	شاہدے چندیں بریں دارد قیام
اولا ایراد برہان کثیر	کہ عدد ہفت ست گویا ناگزیر
ایں بعید از طرز مولاناست ہاں	بہر تائید شمار دفتراں
ثانیاً دورست از اہل علوم	خویش رادادن لقب مولائے روم
یا کہ خود را مولوی کردن خطاب	یاز خود منت کشیدن در کتاب
ثالثاً کردے ششم را اختتام	باز ہفتم را نمودے انصرام
رابعاً من دیدہ ام ایں نسخہ را	نزد حضرت حاجی امداد ما
لیکن باایں اہتمامے کان صفی	داشت در طبع کلام مولوی
ہم ز بہر طبع ایں نسخہ نداد	پس نہ دانستش ز مولانائے راد
پس یقیں شدکایں سخن زاں شاہ نیست	ہاں مگر از غیر حق آ گاہ نیست
آئینہ از تاب خورشیدار پرست	آئینہ خورنیست لیک چوں خورست
ورتو گوئی کاں دو بیت اولیں	میدہد از جزو بودن او یقیں
پس بداں کہ ایں خطاب شاعری ست	غائباں رانے دلیل حاضری ست
گفتہ ام انچہ کہ ذوق من بگفت	باز جوش طبع در نظمش بسفت

الاحقر: اشرف علی غفرلہ

تمہید حصہ کلید مثنوی متعلقہ اختتام از مولانا کاندھلویؒ

بعد الحمد والصلوۃ یہ احقر عرض رسا ہے کہ کلید مثنوی شرح دفتر سادس مثنوی کی تمہید میں اس شرح سے بھی پہلے چند بار خاتمہ مثنوی مصنفہ حضرت مولانا الٰہی بخش کاندھلوی خاتم المثنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھنے کا خیال پیدا ہونے کا ذکر کر چکا ہوں اور اس وقت تک یہی قصد تھا کہ اصل دفتروں کی شرح کا جو طرز اختیار کیا گیا ہے اُسی طرز پر اسکو بھی لکھا جاوے لیکن بعد اتمام شرح دفتر سادس کے خاتمہ موصوفہ پر جو نظر مستانف کی تو بوجہ غیر غامض وغیر دقیق ہونے کے بجائے شرح بطرز مذکور کے اس کا حل بطور تحشیہ کے جہاں جہاں ضرورت واقع ہو کافی معلوم ہوا نیز قلت فرصت احقر بھی اس اختیار کا مرجح ہوا اور اس صورت میں اس حل کے حامل المتن ہونے کی بھی حاجت نہیں صرف پتہ بتلانے کے لئے اولاً ایک سرخی پھر اس کے ذیل میں جو اشعار حل طلب ہیں خواہ لغۃً وترکیباً خواہ تحقیقاً للمقام وتہذیباً ان کو کہیں تام کہیں غیر تام نقل کر کے حل ضروری لکھ دیا جاوے گا اسی طرح پھر دوسری سرخی اور اس کے اشعار اور چونکہ نسخہ کشوری ہر شخص کو بآسانی میسر ہو سکتا ہے اس لئے سرخیاں اسی نسخہ سے نقل کی گئی ہیں کہ اشعار کا ملنا سہل ہو واللہ المستعان فی کل حال و زمان.

نمقـــــــــــــــــــــــــــہ

اشرف علی عفی عنہ

عشرہ اخیر شعبان سنہ ۱۳۳۳ھ

قال الخاتمؒ ناثراً افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی

قالؒ ناظماً جذب ذوق الخ **قلت** فعل میکشد کی نسبت اس جذب کی طرف یا فرضی اور شاعرانہ ہے یا مثل فیضان مولانا رومیؒ کے جس کا ذکر اشعار مقام میں ہے مولانا حسام الدین کا بھی کچھ فیضان ہوا ہو احتمالاً **قالؒ** پرتو خور الخ **قلت** داد آفتابی میں داد بمعنی عطا ہے مراد شعاع **قالؒ** ہر زمانم الخ **قلت** یعنی بام دل پر کھڑے ہوئے اشارہ کرتے ہیں الخ **قالؒ** چونکہ حد خود الخ **قلت** تن زدم خاموش شدم **قالؒ** چونکہ قول الخ **قلت** پاک نظر **قال** ناثراً آغاز داستان بیان کردن **قالؒ** ناظماً تشنہ گشتم الخ **قلت** قولہ آتشم پر دود گشت یعنی بخارات بدماغ رسید وقولہ برکوہ و دشت مراد اعضاء **قالؒ** نفس نالان الخ قولہ سیکنگ فی الغیاث بالکسر ویائے معروف و کاف عربی مفتوح وفتح نون وکاف عربی دیگر بمعنی آہستہ وایں لفظ ترکی ست از لغات ترکی نوشتہ شداھ **قالؒ** از گرانی جامہ الخ **قلت** توجیہش از تکلف خالی نیست اظہر نسخہ دیگر ست از گراں جانی بخواب الخ **قالؒ** از عطش التبین الخ **قولہ** برد بالفتح بمعنی سردی یعنی میں نے سردی ظاہری کو باطن کی طرف اپنے خیال میں منصرف کر لیا اور یہ تجویز کر لیا کہ یہ سردی وجود ظاہری کی حرارت باطنی کے لئے کافی ہو کر اس کو زائل کر دے گی۔ **قال** کاہلی از آب الخ **قلت**

فی المنہیۃ علی المصرع الثانی یعنی اسباب برودت باطنی کہ آب بود در دست داشتم اما بسبب کاہلی نتوانستم نوشید آہ منہ قدس سرہ قالؔ نفس را بکشند الخ قولہ یک دمے آبے فی المنہیۃ یعنی چنانچہ شراب نفس را بر شورش می آرد ہمچنیں زباد آب را می پندارند آہ قالؔ امر نفس خویش الخ قلت کشاؤ فی الغیاث کشاؤ نامہ بضم کاف عربی و فارسی فرمان بادشاہی الخ یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو مثل فرمان شاہی کے واجب الاتباع سمجھتا ہے کہ اس کی ہر بات کو مان لیتا ہے۔ قالؔ زین تردد الخ قلت اشجان جمع شجن بمعنی غم و فی الحاشیہ راخ درد و غم آہ لکن لم ارہ قالؔ کرد پس الخ قلت مصراع ثانی صحیح اینچنیں ست کش ثواب بدنہ آمد الخ قالؔ بانیاز الخ قلت جزع مراد ترس قالؔ گفت زن را الخ قلت ددہ بمعنی درندہ قالؔ زیں سبب الخ قلت مصراع ثانی صحیح بدین سان ست کہ انتک الخ۔

قال ناثراً حکایت قال ناظماً چوں نہ نہی الخ قلت مصرعہ ثانی کے معنی یہ ہیں کہ تیری نماز کا ناہی عن الفحشاء نہ ہونا مخبر و مشعر اس سے ہے کہ بجائے ترقی کے رجعت و واپسی ہو رہی ہے قالؔ اینچنیں شد الخ قلت ایک نسخہ میں بے ریا کی جگہ پیرہا واقع ہوا ہے حاصل دونوں کا ایک ہے کہ پیروں کے حکم ترک کرنے کا یہ انجام ہے اسی حکم کو بے ریا کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں۔ قال ناثراً رجوع بحکایت قال ناظماً گفت خوب آید الخ قلت یعنی اگر میں اس کو دور کر دوں اور وہ دور بھی ہو جاوے تو سب سے بہتر تو یہی ہے لیکن اگر وہ نہ ہٹے اور حاصل ہی ہو جاوے تو اس کو کور یعنی آخرت کے لئے صرف کر دوں گا قالؔ مال دنیا الخ قلت اندازی بخاک کا بیان شعر آئندہ میں ہے یعنی بہر گور خود الخ قالؔ یعنی بہر گور خود الخ قلت انباز بمعنی شریک یعنی دوسرے اعمال بدنیہ کے ساتھ اس طاعت مالیہ کو بھی شریک کر لے و فی بعض الحواشی فراہم آوردن و ہذا بعید من التکلف ان ثبت قال کاہ بسیار ست الخ قلت بگاوان یعنی مع گاوان یعنی ان کو لے کر چرانے آئے اور ان کو حلوب بالقوۃ کہا ورنہ دسویں شعر میں بے شیر ہونا مصرح ہے قال چوں زاکل الخ قلت مستطع از افتعال من السطوع قالؔ گفت درویش الخ قلت بدوش از دوشیدن یعنی سب میں سے کیف ما اتفق کسی ایک کو وہ لے قالؔ راہ حق راچوں الخ قلت چوں بمعنی چرا قالؔ رو بر و الخ قلت یعنی دامن علائق دنیویہ کو قطع کر ڈال تا کہ طے مسافت کے وقت تیرے دونوں پاؤں میں وہ دامن نہ الجھ جاوے اور شعر آئندہ میں جملہ گر تو بے جامہ روی اس میں صریح ہے قالؔ ورنہ بے مبشید الخ قلت خارہ سنگ سخت کذا فی الغیاث قالؔ تیشہ چہ بود الخ قلت ایک نسخہ میں ہے آں زنفی توجیہ یہ ہے کہ اس زکو بیان کہا جاوے آں کا اور مصرعہ ثانی کی اصل یہ ہے کہ سنگ غیریت بر تا بدز راہ اور یہ صفت ہے نفی لا الٰہ کی یعنی جو سنگ غیریت کو راہ سے ہٹا دیتی ہے۔

قال ناثراً قصہ دوشیدن گاؤ نازادہ از راہ امتحان و سوء الاعتقاد قال ناظماً خالطو ہم الخ درحق ایشان زدند یعنی درحق ایں علماء گفتند پس زدند بمعنی سخن زدند یا مثل زدند و فاعل زدند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجمعیۃ للتعظیم یا محدثین و اسناد سوئے ایشان باعتبار نقل ست قالؔ چونکہ سلطان الخ قلت تشبیہ چوں شکر باعتبار زیادت دخل و خصوصیت کے ہے قالؔ اینچنیں مردے الخ قلت شہر نشین یعنی شہر یکہ پائے تخت بادشاہ بود قالؔ مدتے بگذشت الخ قلت عین الوصول بمعنی چشمہ وصول و عرفان یا بمعنی عین واصل۔ قالؔ میز داد کشکجر الخ قلت فی الغیاث بضم اول و سکون شین معجمہ و فتح کاف عربی و سکون نون و جیم عربی مکسور و یائے معروف و راء مہملہ چیزیکہ بداں دیوار قلعہ

می شکنند وبمعنی توپ مجازست واین مخفف کوشک انجیرست ومعنی ترکیبی این لفظ قلعه شگافست از جہانگیری وسراج و درموید بمعنی گوله نوشتہ آھ قالہٗ برمشیت ہائے اوالخ قلت دربعض نسخ برمثبت ہائے اوواغلب آنکہ غلط باشد یامعنی آنکہ برچیز ہائیکہ اوثبت فرمودہ قالہٗ لاجرم الخ قلت مصرعہ ثانیہ بردوگون ست اول پاز غار چوں حرابیروں کشید د ایں اظہرست ودیگر باز غار چوں حرارابرگزیدوتوجیہش آنکہ درشہرہم خلوت رااختیار کردہ کہ مشابہ غارحرابود قالہٗ گرکنی راوی الخ قلت یعنی اگرتو حصول مال وسامان کے وقت جوانمردی وہمت ایثار کی کرے تو تو مشابہ سکندر کے ہے ورنہ جیفہ پرمثل کلب شیزندہ کے ہے بلغندر لغت میں نہیں ملا حاشیہ میں اس کے معنی الحاج کنندہ وابرام نمایندہ وچسپندہ وستیزندہ لکھے ہیں قالہٗ ابتلاء الخ قلت یعنی واقع میں تو یہ سیم وزرروی اور خسیس ہے لیکن شیطان جواس کے ذریعہ سے اغوا کرسکتا ہے حق تعالیٰ نے امتحاناً شیطان کو یہ تصرف دیدیا ہے اس تصرف دینے کومجازاً سیم وزر دادن کہہ دیاقالہٗ ناثراً دربیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعة الآخرة وتفصیل آں قالہٗ ناظماً کستہ الخ قلت فی الغیاث درتحقیق کستی ماخوذ از کستن کہ بمعنی مالیدن ست وبمعنی کوفتن نیز آھ ودربعض نسخہ کفتہ بمعنی کوفتہ وفی الحواشی کشمان بمعنی مزرعة وکشتار بمعنی مرغ بسمل آھ ولم اظفر بہما فی کتب اللغة قالہٗ گرتو غافل الخ قلت کسیرج مروارید مرادایمان۔قال ناثراً رجوع بداستان درویش ووداع گردانیدن دنیا ازاں مردحقیقت اندیش قالہٗ ناظماً چوں رود الخ قلت بلغاک فی الحواشی شوروغوغا وگشن فی الغیاث بفتحتین ودرآخرنون بروزن چمن وبفتح اول وسکون ثانی نیز بمعنی بسیاری وانبوہی وگنجان از ہرچیز کہ باشداھ قالہٗ شیرج وکسبہ الخ قلت شیرج روغن کنجد وکسبہ فی الغیاث کسب بالضم کنجارۂ روغن وآن ثفل روغن ست مرادیہ کہ تعلقات جوروغن وکنجارہ کی طرح متلاصق ہیں کیسے جداہو جاویں گے یرغ فی الحواشی شکنج وشکن وپیشانی چین زدہ اور جوان سے مراد بادشاہ قالہٗ گرچہ زائد الخ ودربعض نسخ کز چہ زائد ولا یظہر وجہہما و عندی انہ کہ چہ زاید یعنی کونسی بات پیدا ہوجاوے گی واں دوم الخ قلت پیل سے مرادمضمون یعنی میرا مضمون کہ قوت اور روانی میں مثل پیل کے ہے کاہلان دنیا کی مزید کاہلی کا سبب ہوگیاقالہٗ ناثراً بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود باقاضی قالہٗ ناظما نصرت الداخل الخ فی الحاشیہ شکلے ست درعلم رمل سعد الخ قالہٗ شاہ ہرشب الخ قلت بیان ہے بانگ مذکور شعر بالا کا وذم فی الغیاث بفتحتین وزائے فارسی بمعنی افسردہ واندوہگیں وبکسر اول وفتح ثانی آشفتہ آھ ملخصاً قالہٗ ناروجنت الخ قلت مصرع ثانی میں تازیانہ جنس اور مراداس سے جمع ہے یعنی تازیانہ ہاپس خبر میں ناقلند کا آنا صحیح ہوا اور بعض نسخوں میں کاہل ست اور ناقل ست واقع ہے اور یہ اظہر ہے۔قالہٗ اسپ بحرالخ قلت یعنی اسپ مشابہ بحردر تیزروی۔قالہٗ ناثراً حکایت کردن آں پسر سوم الخ قال ناظماً دوم بردم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کاو بمعنی کاوش وفحص یعنی اس تجسس کیلئے کہ یہ گائے کہاں تک جاتی ہے میں پاسبانی کرتا تھاقالہٗ خود چراں الخ قلت امر ہے چریدن سے یعنی وہ گھاس چرکہ اس میں خارنہیں ہے مراد وہ منافع جس میں تبعہ نہ ہوخار واڑوں فی الحواشی درخت چرچٹہ آھ وواڑوں بودنش مشاہدست وقتادہ فی المنتخب بالفتح درختے ست سخت وخاردار آھ قالہٗ ناثراً رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم الخ قال ناظماً درگزرزیں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں ترددہ کے معنی دہندۂ تردد مراد حق تعالیٰ قالہٗ روزمن شددیر الخ قلت فی الغیاث دیر شدن بمعنی تمام شدن وخراب شدن ست بعدازاں بمعنی فوت شدن مستعمل شدہ آھ قالہٗ ناثراً حکایت دربیان

آنکہ دنیا طالب ہارب خود وہارب از طالب خود ست قالؔ ناظماً کفترے الخ قلت فی الحاشیہ کبوتر اور مصراع ثانی میں از ہر سہ کے یہ معنی نہیں کہ وہ تینوں سے آگے تھا کیونکہ وہ تین تو اس سمیت تھے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان تینوں میں سے وہ آگے تھا قالؔ در پے عاجز الخ قلت عاجز صفت مقدم ہے مرغ کی اور یہاں یرغ کے معنی حاشیہ میں تیز رو اور دونده کے لکھے ہیں قالؔ کافراں گفتند الخ قلت خمی بمعنی خفی مراد عالم غیب قالؔ دانہ در معنی الخ قلت گرد بمعنی خاک وغبار یعنی فرشتہ نبی کے سامنے گرد ہے یعنی مفضول ہے کما ہو مقرر فی کتب الکلام قالؔ ناثراً جواب گفتن آں صوفی الخ قالؔ ناظماً لیک زینہا الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں زد بمعنی زود قالؔ زاغ یعنی الخ قلت فرہ بمعنی غلبہ و سبقت وظفر کذا فی الغیاث قالؔ ناثراً در بیان معنی ایں حدیث الدنیا سجن المومن الخ قالؔ ناظماً ہیچ باری یاد الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کشت بمعنی زرع وسبزہ اور گہدانہ بمعنی مزبلہ جو حاصل ہے خضراء الدمن کا قالؔ خویش را الخ قلت گردہ جو مصرعہ ثانیہ میں واقع ہے اس کے معنی غیاث میں ہیں گردہ بالفتح ودال مہملہ خاکہ نقاشان وآں زغال سودہ است کہ در پارچہ بستہ باشد و بر کاغذیکہ دراں بنفشہ گلہا وتصویرات سوزنہا زدہ باشند مالند تا ازاں سوراخہا طرح نقش بر کاغذ دیگر نشیند وآں کاغذ سوزن زدہ رانیز گردہ گویند آھ قالؔ ناثراً حکایت بر سبیل تمثیل گوید قالؔ ناظماً چونکہ دید غیر الخ قلت ساز در مصرعہ ثانیہ بمعنی سامان قالؔ کلکلے داری الخ قلت فی الحاشیہ کاف برائے تصغیر بمعنی داغ شاید یہ حکم بمعنی جرح سے ہو اور مستقلاً کہیں نہیں ملا قالؔ تافشک الخ قلت فشک فی الحاشیہ دیوک بعربی ارضہ کہ بیخ درختاں می خورد آھ کہ بعضے آنرا دیمک گویند وکشمان بمعنی زرع وقد مر فی عنوان بیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعة الاخرة یعنی جب تک زرع ہستی میں حب غیر کی دیمک موجود ہے اس میں حب اللہ کا دانہ بونا غیر مفید ہے قالؔ ایں سخن پایاں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں قند فاعل ہے بستہ کا اور مراد قند وحدت قالؔ ناثراً رجوع بحکایت شاہزادہ سوم الخ قالؔ ناظماً اے ضیاء الحق الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں چوں بادیمن کے معنی یہ ہیں کہ چنانچہ بادیمن جان پیغمبر را جذب میکرد ہمچنیں تو جان مرا اور یہ اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن کی طرف قالؔ بے تکثر الخ قلت مصرعہ اول بیان ہے حیرت مذکورہ شعر کا اور مصرعہ ثانیہ جواب ہے اس تردد کا یعنی ایں وحدت ہستی مطلق راہست آنرا ہوش دار دتکثر درمرایاست قالؔ پوتہ وپوتک الخ قلت فی الحواشی خزینہ وگنجینہ اھ شاید کاف برائے تصغیر باشد و پوتہ بایں معنی از نظر نگذشتہ ودر غیاث ست پوت بواو مجہول و تاے فوقانی بمعنی جگر واحشا یعنی درسینہ وشکم باشد اھ شاید کہ گنجینہ راتشبیہاً گفتہ باشند مراد یہ کہ بڑا خزانہ اور چھوٹا خزانہ سب اس کے سپرد کر دیا قالؔ بر ثباتی ورنہ الخ قلت خفوق در مصرعہ ثانیہ بالضم غروب کردن ستارہ الخ کذا فی المنتخب قالؔ زاضطراب عشق الخ قلت چکرہ فی الغیاث بالفتح وکاف عربی بمعنی رشحہ یعنی آبیکہ قطرہ قطرہ بچکد آھ ورا بمعنی برائے قالؔ زن نباشد الخ قلت یعنی اگر نباشد واحواء بمعنی احاطہ وزائغہ بمعنی کج شوندہ یعنی زن اگر استعداد حمل بسبب بلوغ وحیض نداشتہ باشد از گرد آوردن نطفہ دررحم کجی ومیلی پدید آید پس استعداد در ہر کار شرط ست قالؔ ناثراً داستان آں مطبخ الخ قالؔ ناظماً چوں لیکرم الخ قلت یعنی یہ مضمون نشتر سے بھی زیادہ دل میں کونکل رہا تھا پس عجول بمعنی شتابندہ تر قالؔ بیم ادش گفتم الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ وہ شخص وصال حیرت میں فائز ہوا یعنی وہ بھی وصال تھا مگر معرفت تامہ نہ ہونے سے اس وصال وقرب کا اثر حیرت تھی۔ قالؔ ناثراً بیان حال

شہزادہ سوم واکتساب اوقال ناظماً بے طلب بخشید الخ قلت بتوراک فی الغیاث طبل کوچک کہ مزارعان دارند بجہت رمانیدن طیور قالؒ ہر چکادے راالخ فی الحاشیہ تارک سررا گویند وفی الغیاث بدال مہملہ بمعنی پیشانی وچکادک مرغیست از کنجشک اندک بزرگ وخوش آواز وتاج برسر وارد بہندی چنڈول گویند اھ وہر دولغت ماخذ منی حاشیہ مثنوی شد قالؒ نیست یکتارہ الخ قلت فی الغیاث یکتار کنایہ از اندک آھ وفی الحاشیہ جگارہ بجیم عربی وکاف فارسی راہہائے مختلف را گویند یعنی درسوال بطریق مختلف چرادم آھ ودر بعض نسخ چکارہ بجیم فارسی وکاف عربی بمعنی ہیچکارہ وبیکار قالؒ گفت پیغمبر الخ قلت فی الحاشیہ.....بکسر نون وضاء معجمہ مشددہ زرغیر مضروب وفی المنتخب نض وناض بالفتح وتشدید ضاد درم ودینار نقد شدہ آھ قالؒ دیدکان الخ قلت سر دیگر نہ پخت یعنی دوسرا خیال نہیں پکایا برنہالش نہال درخت بر نہ پخت یعنی ثمرہ دیگر پختہ نہ شد قالؒ شاہ گفتا قلت فی الغیاث بالضم وواؤ معروف معرب توئی کہ بتائے فوقانی وواؤ مجہول ست درتر کی شادیوعروسی را گویند قالؒ ناثراً تمثیلات چند الخ قالؒ ناظماً ہر کہ باتو دوست تر الخ زوبر یعنی زود برندہ است قالؒ صحبت عامی الخ قلت عین بمعنی چشم وغین بمعنی ابر واستر افعل التفضیل ساتر قالؒ غین رین الخ قلت رین بمعنی زنگ ومنہ قولہ تعالیٰ بل ران علی قلوبھم ۱ھ میں اشارہ ہے حدیث انہ لیغان علی قلبی کی طرف اور قرص آفتاب سے مراد قلب نبوی یعنی جب وہاں اس اختلاط کا موافق رتبہ کے اثر ہوتا ہے تا بماچہ رسد قالؒ ناثراً چند نالہ زار الخ قالؒ ناظماً رفتہ رفتہ الخ قلت شد کی ضمیر وجود کی طرف اوراس کا ملکوت ہونا مراد اس سے یہ کہ اس کا ظہور ملکوت میں ہونا قالؒ لیک اقسام عروج الخ قلت ایں در سے مراد باب عروج خواہ اضطراری ہو خواہ اختیاری اور خواہ جلال کی طرف ہو کما للکفار یا جمال کی طرف کما للمؤمنین اور فیض عام ہے مطلق تصرف کو نہ کہ مخصوص تصرف نافع کے ساتھ اوراس کو فیض اس لئے کہا کہ اس میں بھی افاضہ ہے بعض اسماء کے آثار کا قالؒ واں عروج دوئمین الخ قلت یہ دوئمین بعد میں مذکور ہے سابق میں مذکور نہیں اوراس شعر کے بعد تین شعر نسخہ کشوری میں کم ہیں اور ضروری ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔

از رہ علم وعمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
پیش مردن مردہ گرد وشوفنا	تا عروجے حاصل آید مرترا
از منازلہا کہ سالک آمدہ است	جہد کردہ ہم بدانسو پازدہ است

بعد ازیں ایں شعر ست تا کہ وجہ حق الخ واحدی احدی بیائے معروف وتقدیر عاطف بینھما قالؒ نے مشابہ آنکہ الخ قلت یعنی نہ بمرتبہ آنکس کہ مطلوب کار او آخر کند باجتبائے محض چنانکہ انبیاء علیہم السلام وبعض اولیاء را افتاد قالؒ برسبرخی الخ فی الحاشیہ خوشی را گویند وستاغ فی الحاشیہ زن عقیمہ قالؒ در رغارہ الخ قلت فی الحاشیہ رغارہ زمین نمناک مراد لحد وزخارہ شاخ درخت وسان سان پارہ پارہ آھ وفی الغیاث سان پارہ وحصہ آھ قالؒ سایہ عہد الخ قلت فی الحاشیہ زخشہ شعلہ آتش وچنگاری وبادکن یعنی از ہوائے طاعت آتش تیز نما۔ قالؒ مہر چوں آئینہ الخ قلت بسیط بمعنی منبسط یعنی خورشید کہ نورش منتشرست یعنی بوجہ کمال تعلق جس طرح آفتاب متجلی تھا اب یہ آئینہ بھی متجلی ہو گیا قالؒ شعلہ عشق الخ قلت مراد از احمد مطلق عارف قالؒ شد گریبان الخ قلت من کجا الخ کے معنی یہ ہیں کہ میں

اور میری ہستی اس عشق کے سامنے کہاں قائم رہ سکتی ہیں قالؔ قارعہ آمد الخ قلت ینا شیشہ قالؔ ناثراً وتکون الجبال کالعھن المنفوش قالؔ ہر زمان از فیض الخ قلت یعنی ہر آن میں اس فیض سے جو موجود سابق کے متعلق ہوا تھا موجود لاحق ہو جاتا ہے اور یہ فیض واحد بالذات ہے صرف متعلق کے اعتبار سے اس میں تعدد ہے قالؔ موجد و مفتی الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ اس کا موجد و مفتی ہونا یعنی مظہر و مبطن ہونا ایسا متقارن ہے جیسے اس کا اختفا یعنی بطون اس کے ظہور کے ساتھ ایسا متقارن ہے کہ گویا وہ اختفاء بنفسہ وبعینہ اس کا ظہور ہے قالؔ مستمر بینی الخ قلت مستمر حال ہے اور عدم بمعنی معدوم مفعول ثانی ہے بینی کا یعنی اعیان کو تم علی الاستمرار معدوم دیکھنے لگو قال ناثراً فامامن ثقلت موازینہ قال ناظماً ہر کرا در ضربت الخ قلت مراع مخفف مرائی اسم مفعول از مراعاۃ یعنی ثابت ماند وانا الحق نگفت قالؔ وانکہ شد میزان الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے یہ معنی ہیں کہ در جام عشق از حد رفت آں تنگ ظرف قالؔ شعلہ الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے معنی یہ ہیں کہ آتش عشق نے اس کو سوز کا تاج دیا قال تیز تر شد قلت سوختہ مصرعہ ثانیہ میں مفعول ہے یافت کا اور مراد سوختہ سے آتش گیرندہ قالس البتین آتش سوزندہ الخ از لہیب آتش الخ قلت مطلب یہ کہ ایسا شخص وصال کامل سے مشرف نہ ہوگا اور یہی ہجران ہے اور چونکہ یہ شخص عاشق بھی ہے گو واصل کامل نہیں اس لئے اس آتش میں دو صفتیں ہیں یہ آتش ہجران بھی ہے اور اس اعتبار سے اس کی سوزندہ ہے اور اس اعتبار سے سوزندہ پر وسیر بھی ہے کہ مانع ترقی ہوگئی اور آتش عشق بھی ہے اور اس اعتبار سے سوزندۂ غیر بھی ہے پس دونوں شعر کے دونوں حکم صحیح ہو گئے اور شمس سے دیدہ دوختن یہی ہے کہ واجب و ممکن میں تمائز نہ کیا۔ قالؔ اے ایاز ار حد الخ قلت یعنی اگر اپنی حد پر رہتا تو واصل کامل ہوتا قال ناثراً باز رجوع نمودن بتفصیل الخ قالؔ ناظماً نفس را پروردی الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں شاؤ بہمزہ دواؤ بمعنی قدم قالؔ چوں ستاکے الخ قلت فی الغیاث ستاک بکسر اول وکاف عربی شاخ نورستہ و نازک از درخت دوستاند فی الحاشیہ خانہ یک ستون چوں بنگلہ وغیرہ قالؔ سنگ راسنبیدی الخ قلت فی الحاشیہ سوراخ کردی و گور بمعنی بہرام گور اور مراد اس سے دونوں مصرعہ میں یہ ہے کہ فرض کردم قالؔ آخر انفاست الخ قلت سکنجیدن فی الحاشیہ بضمتین وسین مہملہ و کاف عربی تراشیدن و گزیدن و سرفیدن دور اینجا معنی اخیر مرادست یعنی دم تو آخر بوقت مرگ در گلو گرفتہ خواہد شد و فی الغیاث فصل الشین المعجمہ مع کاف عربی شکنجیدن بکسر اول وضم ثانی گرفتن عضوے باشد بسر ناخن آہ واینجا ہر دو نسخہ موجہ است و فی الغیاث چغوک بفتح سرخاب و بمعنی گنجشک آہ باید کہ چغک مخفف آں باشد و فی الغیاث چغیدن کشیدن دوم زدن آہ و چغر یدن باید کہ مزید آں باشد قالؔ رفت رفت الخ قلت یعنی انچہ رفت رفت از و بحث نیست قالؔ نفس تو ہمچوں پدر الخ قلت شروع است در تطبیق قصہ قالؔ عصن دین الخ قلت بار بمعنی بارگاہ کذا فی الغیاث قالؔ تا کہ طوعاً الخ قلت انوس من الانس قالؔ ہست اینجا الخ قلت مراد بمعنی تلخی قالؔ ماندہ دررہ الخ قلت یعنی صرف جرعہ نوشید و بکمال نہ رسید قالؔ چوں نظر الخ قلت ستر حال یعنی باطناً و پنہاں قالؔ وآں دو را الخ قلت ان دونوں کو یہ حصہ ملا کہ دختر کے طالب تھے کہ یہ بھی ایک تعلق وتلبس ہے جس کا یہ ثمرہ ہوا کہ بادشاہ تک رسائی ہوئی اور مورد عنایت ہوئے اگر چہ اپنے نقصان کے سبب کمال فوز میسر نہیں ہوا قالؔ ناقصے را الخ قلت یہ متعلق ہے ماقبل کے اور اس میں بیان اس کا ہے کہ جس کو قرب میسر ہوا وہ بھی اس کا استحقاق نہیں محض فضل ہے

قالؔ چلچلہ الخ قلت فی الحاشیہ جانورے خردست کہ بہندی انجہاری گویند کرم رازیرخود می پرورد آھ زاد فی اخری ودر چندروز برشکل خودمیگرداند قالؔ گفت باشہزادہ الخ قلت پوپ تاج کہ برسرطاؤس وغیرہ باشد آھ وفی اخری سرتاج جملہ خدام ست قالؔ غیرخدمت نے تترپولیش الخ قلت فی الحاشیہ بازی وہزل راگویند اھ قال تارومارش الخ قلت فی الغیاث تار مار بمعنی زیروزبروکج مج وپریشانی وپراگندہ گاہے بہمیں معنی تال مال نیزمی آید اھ قالؔ شاہ گفتا الخ قلت روز بازار بمعنی گرمی ورونق بازار قال لطف فرمود الخ قلت ہردو برادر متوفی کا تابع باعتبار ترتیب زمانی کے کہا کہ ان کی نوازش زمانا مقدم تھی ورنہ ترتیب رتبہ کے اعتبار سے ان دونوں پر یہ سابق ہے چنانچہ شعر آئندہ قصرہا الخ اس کی دلیل صریح ہے یا ایک خاص اعتبار سے اس کوتابع محض بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجاہدہ کیا ہوا نہ تھا چنانچہ یہاں سے چودھویں شعر میں اس کی تصریح ہے چوں نبود ایں شاہ ملحق راجہاد اور اس صورت میں شعر قصرہا الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے اندازہ وحوصلہ سے زیادہ دیا گوان دو سے کم ہو۔ قالؔ مرد باش الخ قلت بے مرد گرد یعنی مرد کے پیچھے اور تابع پھرا ہوجا اور مصرعہ ثانیہ میں پوتک وپتہ کے معنی حاشیہ میں خزانہ ودولت لکھے ہیں قالؔ گرخلد خارے الخ قلت تارہ فی الحاشیہ سوزن قال ناثراً اختتام کلام الخ قال ناظماً بشنواز نے الخ قلت مراد زبدایت مبداء وقصد کردن منتہی مراد را ظاہرست قالؔ دورۂ میم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں لاکن مرکب ہے لا اورکن سے یعنی فنا کرا اور آلات مرکب ہے الا اور تائے خطاب سے قالؔ اللہ اللہ کومن الخ قلت لفظ کو اللہ کی خبر نہیں من کی خبر مقدم ہے قال ناثراً مناجات الخ قال ناظماً دوست رابرمن الخ قلت فی العبارت توختن حاصل کردن وخواستن وجمع کردن وبمعنی ادا کردن قالؔ شکر احسان الخ قلت سرکردن شروع کردن وباتمام رسانیدن کذا فی الغیاث۔ قالؔ اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق الخ قلت فی المنتخب روق بالفتح الی قولہ خوش آمدن وبہ شگفت آوردن الخ غالباً دریں تصرف کردہ رواق ساختہ است قالؔ اللہ اللہ ایں چہ احسان کردۂ الخ مراد از چنیں برزخ اسم اللہ است کہ اسم من حیث ذاتہ ظاہرست ومن حیث کون مدلولہ باطناً باطن ست قالؔ اللہ اللہ لیس غیرک الخ قلت ہل تری میں خطاب مطلق رائی کو ہے اور دیر بمعنی مطلق دار مجازاً اور معنی معروف اس کے دار عبادت نصاریٰ قالؔ اللہ اللہ لا الہ الخ قلت اس میں سوال ہے اور شعر آئندہ میں جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفی اس لئے ہے کہ جو چشم کہ ظاہراً اغیار کو دیکھ رہی ہے وہ اس نفی سے ان اغیار کو مرتفع کردے اور اس کی ہمت اسی قدر ہے نہ یہ کہ بالکل غیر کو نظر میں نہ آنے دے پس مقل مصرعہ اول میں بمعنی بردارندہ کما فی قولہ اقلت الغبراء اور ثانی میں بمعنی ذی قلت۔ قالؔ چوں برآرم الخ قلت لیتنی کنت تراباً رابر بمعنی تاویلی فرود آوردند یعنی کاش خاک پائے قابل شدے قالؔ اللہ اللہ مستم الخ قلت راوق بمعنی شراب مجازاً کذا فی الغیاث قالؔ انت مقصودی الخ قلت

فهممت فی المنتخب قصد و همت وهذا الاختتام بعون الله المفضال الانعام والیوم یوم الاربعاء الثالث والعشرون من شعبان المعظم سنه ۱۳۳۳ ھ من الهجرة فقط.

"کلید مثنوی"، شرح مثنوی کی تکمیل کے بعد کچھ اشعار اصل مثنوی متن سے باقی تھے اُن کو اصل سے مکمل کر دیا گیا ہے۔

اُن کا ترجمہ حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ سے لیا گیا ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین (ناشر)

خاتمہ لولدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ

ان کے صاحبزادے عارف کامل محقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ کا اختتام

مدتے زیں مثنوی چوں والدم	شد خمش گفتم وراکاے زندہ دم
میرے والد جب ایک مدت تک اس مثنوی سے	خاموش رہے میں نے ان سے کہا اے زندہ دم
از چہ رو دیگر نمی گوئی سخن	بہر چہ بستی در علم لدن
آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟	علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کردیا؟
قصۂ شہزادگاں نامد بسر	ماندنا سفتہ در سو میں پسر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا	تیسرے لڑکے کا موتی بغیر بندھا رہ گیا
گفت نطقم چوں شتر زیں پس بخفت	نیستش باہیچکس تا حشر گفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کی طرح ہوگئی	اس کی حشر تک کسی سے بول چال نہیں ہے
ہست باقی شرح ایں لیکن دروں	بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے لیکن وہ اندر	بند ہو گی اب وہ باہر نہیں آتی ہے
ہمچو اشتر ناطقہ انجا بخفت	او بگوید من دہاں بستم ز گفت
قوت گویائی اس جگہ اونٹ کی طرح سو گئی	وہ 'گویائی' کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کر لیا
وقت رحلت آمد و جستن زجو	کل شیء ھالک الا وجھہ
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آ گیا	بجز اس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	دردل آنکس کہ دارد زندہ جاں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہے
گفتگو آخر رسید و عمر ہم	مژدہ آمد وقت آں کز تن رہم
بات ختم ہوگئی اور عمر بھی	اس وقت کی خوشخبری آ گئی جبکہ میں جسم سے چھوٹوں گا
در جہان جاں کنم جولاں ہمے	بگذرم زیں نم در آیم دریمے
جان کے جہاں میں جولانی کروں گا	اس نمی سے گزر جاؤں گا سمندر میں پہنچ جاؤں گا

زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش	از یے نم یافت زاں خوب ست و گش
کیونکہ یہ جہاں نمی سے زندہ اور خوشنما ہے	اس نے سمندر سے نمی پائی ہے اس لئے اچھا اور خوش ہے
چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بود	در جہان یم ببیں تاچوں شود
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے	غور کر سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی
یم چو شہرست و چودروازہ ست نم	نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح	نمی کو قطرے کی طرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے
زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ	دریم جاناں کہ تایابی بقا
اس نمی سے جو جان کی طرح ہے، اندر آ	جاناں کے سمندر میں تاکہ تو بقا حاصل کر لے
چونکہ نم از بحر جانست ایں طرف	پس زراہ جاں طلب کن آں شرف
چونکہ اس جانب جان کے سمندر کی نمی ہے	تو اس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر
تاترا آنجا برد کو بودہ است	جستن اندر خاک یم بیہودہ است
تاکہ تجھے اس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے	خشکی میں سمندر ڈھونڈنا لغو ہے
جزو ہر خاکے بخاکستاں برد	موج بحر جاں سوی جاناں برد
ہر خاک کا جز خاکستان کی جانب لے جاتا ہے	جان کے سمندر کی لہر جاناں کی طرف لے جاتی ہے
پس زجاں کن وصل جاناں را طلب	بے لب و بے کام می گونام رب
جاناں کے وصل کو 'دل و' جان سے طلب کر	بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے
تارہی زیں حبس و ایں فانی جہاں	در جہان جاں بمانی جاوداں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے	ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے
تخمہائے عمر را در شورہ خاک	می بکاری تا شوی آخر ہلاک
عمر کے بیجوں کو شور زمین میں	تو بو رہا ہے تاکہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے
ایں چنیں عمر عزیز بے بہا	بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو	تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟
غبن می ناید ترا اے مرد کار	تادہی گلزار و گیری خار زار
اے کام کے آدمی کیا تجھے ٹوٹا نہ ہوگا؟	کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے
عمر کاں شد صرف دردنیا نماند	خرم آنکش حق بسوی خویش خواند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی نہ رہی	مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلا لیا
عمر معدود شمردہ چوں دہی	در رہ حق گردد آں نا منتہی
تو جب گنی چنی عمر دے دے گا	اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ لاانتہا ہو جائے گی
بے شمار و بے حد و بے عد شود	عمردہ روزہ کہ در طاعت رود
بے شمار اور بے حد اور ان گنت ہو جائے	وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

ہیں تجارت کن دریں بازار تو	صد ہزاراں گل بر از یک خار تو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کر لے	تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا
از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار	دانہ بر گیری ز فضل کردگار
تو جو ایک دانہ بوئے لاکھوں	دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کر لے
خود شمار آنجا بود کا خر بود	بیشمار ست آں طرف کاں بربود
شمار وہاں ہوتا ہے جہاں آخر ہو	وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو
سوی کل خود رو اے جزو جدا	از خودی بگذر گریز اندر خدا
اے علیحدہ جزا اپنے کل کی جانب جا	خودی سے گزر جا' خدا 'کی پناہ' میں بھاگ جا
در تن ہمچو سبو ہستی چو آب	گفتگو و صلح و جنگت چوں حباب
تو ٹھلیا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے	تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے
چوں حبابست ایں نقوش و ایں صور	برسرآب دروں اے نامور
یہ نقوش اور یہ صورتیں بلبلے کی طرح ہیں	اے نامور اندرونی پانی کے اوپر
یا چو کفے برسر آب دروں	تاشود سر دروں پیدا بروں
یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح	تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے
از تف و از کف و از بوی قدور	می نماید خور دینہا در تنور
گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بو سے	تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں
تاکہ شیرینی و یاترشی ست آں	می شود ظاہر برپیز و جواں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی	بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے
ہمچنیں از فعل و قول مردماں	می شود پیدا کہ چہ سانست جاں
اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے	ظاہر ہو جاتا ہے کہ جان کیسی ہے
جان او در مرتبہ چونست چیست	مومن ست و یاکہ کافر یاولی ست
اس کی جان رتبہ میں کیسی ہے کیا ہے	مومن ہے یا کافر یا ولی ہے؟
آب را اندر سبو بے یم مدار	تانگردد آب شیریں ناگوار
ٹھلیا میں پانی بغیر سمندر کی مدد کے نہ رکھ	تاکہ میٹھا پانی ناگوار نہ بن جائے
کا ساکن بے مدد ناخوش شود	رنگ و بوئ و طعم خوب از وے رود
بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی برا ہو جاتا ہے	اس میں سے اچھا رنگ اور بو اور مزہ جاتا رہتا ہے
گفت احمدؐ ہر کہ دور وزش یکسیت	ہست مغبون و گرفتار شکیست
(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں	وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے
بے یقینے می زید در ابلہی	پر زبادے ہمچو انبان تہی
بے وقوفی میں بغیر یقین کے جی رہا ہے	خالی تھیلے کی طرح' ہوا سے پر ہے

هر دمے پس میرود از پیش صف	می شود صافیش دردے ہمچو کف
صف کے آگے سے ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے	اس کا صاف جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے
رنج اوہر لحظہ بد تر می شود	ہر دمے او زشت و ابتر می شود
اس کا رنج ہر لمحہ بد تر ہو رہا ہے	وہ ہر لحظہ برا اور ناقص ہو رہا ہے
سوی دوزخ میرود آں ردباب	بے عذاب بحر درنار و عذاب
وہ مردود بارگاہ دوزخ کی جانب جاتا ہے	بغیر سمندر کے شیریں انی کے آگ اور عذاب ہیں
پیش ازانکہ کار تو آنجا رسد	ہر دمے غفلت ترا واپس برد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے	(اور) غفلت کا ہر سانس تجھے الٹا لوٹائے
رو بسوی اصل خود ہمچو خلیلؑ	بگذر از استارہ و چرخ چونیل
(حضرت) خلیلؑ کی طرح اپنی اصل کی جانب جا	ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گزر جا
پائے ہمت بر خورو برماہ نہ	سربراں ایوان و آں درگاہ نہ
ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھ دے	اس بارگاہ اور اس درگاہ پر سر رکھ دے
ایں خودی را خرج کن اندر خدا	تانمانی ہمچو ابلیسے جدا
اس خودی کو خدا میں صرف کر دے	تاکہ تو شیطان کی طرح جدا نہ رہے
آب جاں را ریز اندر بحر جاں	تاشوی دریائے بیحد و کراں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہادے	تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے
قصہ کوتہ کن کہ رفتم در حجاب	ہیں خمش واللہ اعلم بالصواب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا	ہاں چپ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
شکر ایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نرد بان آسمانست ایں کلام	ہر کہ از ایں بررود آید بہام
یہ کلام آسمان کی سیڑھی ہے	جواس کے ذریعہ اوپر جائے گا چھت پر پہنچ جائے گا
نے بہام چرخ کاں اخضر بود	بل بہامے کز فلک برتر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی چھت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

اختتام مثنوی مولوی معنوی

افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ

ازحضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذب ذوق و شوق مولانا حسام	میکشد مارا بسوئے اختتام
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش	ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے
اختتام مثنوی معنوی	میکشد جاں رابراہ مستوی
مثنوی معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا	جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے
می تراود خود بخود از لب سخن	آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے	اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں
چوں زمام عقل من دردست تست	ہر کجا خواہی بکش جاں مست تست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے	جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں جان آپ سے مست ہے
پرتو خور چوں در آبے او فتاد	آب داد آفتابے را بداد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا	پانی نے سورج کی عطا کی داد دی
روح مولانا جلال الدین روم	مہر برج معرفت بحر علوم
مولانا جلال الدین رومیؒ کی روح	جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں
پرتوے زد چونکہ برطور دلم	گشت نورانی تن آب و گلم
جب میرے دل کے (کوہ) طورپر عکس ڈالا	میرا آب و گل کا جسم نورانی بن گیا
ہر زمانم آں مہ چرخ بریں	میزند چشمک ببام دل کہ ہیں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لمحہ	بام دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں
اختتام مثنوی آغاز کن	نامہ سربستہ ام را باز کن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر	میرے سربستہ نامہ کو کھول
آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند	نظم کن آں در کہ ناسفتہ بماند
وہ حکایت کہہ جو بغیر کہی رہ گئی	اس موتی کو پرو جو بغیر پرو دیا رہ گیا
زود در سلک بیاں درکش درا	در رسد فیضان روحانی زما
جلد اس کو لڑی میں پرو	ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا
چونکہ حد خود ندیدم تن زدم	بردرش از عذر سر را من زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہوگیا	عذر سے میں نے اپنا سر ان کے درپر رکھ دیا
چونکہ قول آں ایاز پاک دید	در نگاہ دیدۂ دل میں خلید
چونکہ اس پاک نظر ایاز کا قول	دل کی آنکھ کی نظر میں چبھ رہا تھا

کاشکن امر از گہر دشوار تر	لاجرم بستم بامر او کمر
کیونکہ حکم کا توڑنا موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے	لامحالہ میں نے ان کے حکم سے کمر باندھ لی
اے خدا اے قادر بیچون و چند	راز ہا کردی درون سینہ بند
اے خدا اے بے کم و کیف پر قادر	تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں
سینہ را صندوق سرہا کردۂ	داند راں مخزوں گہرہا کردۂ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے	اور اس میں موتی خزانہ کر دیئے ہیں
ربط دادی سینہ را با سینہ	ربط ایں آئینہ باآئینہ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے	جس طرح اس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے
نقش ایں آئینہ در دیگر پدید	کردی از صنع خود اے رب مجید
اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر	کر دیا اے رب مجید تو نے اپنی کاریگری سے
آب از جوئے بجوئے می رود	باز یکسو گشتہ تا دریا دود
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے	پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے
رفت چوں در بحر آب جویہا	جملہ یکذات و یک آبست اے فتا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا	اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے
با تو رمزے گفتم اے جاں گوش کن	جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کن
اے جان سن میں نے تجھ سے ایک رمز رکھ دی	مجسم جان بن جا اور جان کو ہوش بنا لے
روبسوئے آں وصیت باز گرد	ز انتظار آں سہ پسر را دل بدرد
چل اس وصیت کیجانب پلٹ	ان تین لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیان کردن آں سہ پسر کاہلی خود را و طلب حکم از قاضی بصدق وصفا

ان تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلی خود شما	سر بسر گوئید تفصیلاً بما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی	پوری پوری تفصیل سے ہم سے کہو
ہر یکے باید کہ گوید حال خویش	تابدانم کاہلی کیست بیش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہئے	تاکہ میں سمجھ لوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے
در سخن پنہاں ست حال مرد ماں	مرد در زیر سخن باشد نہاں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے	انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے
حقہ سربستہ جان آدمی ست	باز مفتاحش زبان آدمی ست
انسان کی جان ایک سربستہ ڈبہ ہے	پھر اس کی کنجی آدمی کی زبان ہے
آدمی را از سخن باید شناخت	غیر کشتی برسر دریا کہ تاخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہئے	کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

اولیں گفتا بداں حد کاہلم	کاؤ ستاد وتنبلاں را تنبلم
پہلے نے کہا میں یہاں تک کاہل ہوں	کہ استاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں
ہیں تو بشنو حال مارا اے سنی	بد شب باران و فقد روشنی
اے بزرگ تو ہمارا حال سن لے	بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی
برف می بارید و باراں ز مہریر	عالمے مانند یخ بستہ قریر
برف برستی تھی اور بارش (اور) جاڑا	جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا
تشنہ گشتم آتشم پر دودگشت	آتش باطن بزد بر کوہ و دشت
میں پیاسا ہو گیا میری آگ دھویں سے بھر گئی	باطن کی آگ پہاڑ اور جنگل میں جا لگی
نفس نالاں درپے آب خنک	تنبلی ام گفت بنشیں سیکنک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا	میری کاہلی نے کہا آہستہ بیٹھ 'ٹھہر جا'
از گراں جانی بخواب اندر شدم	گشتہ کاہل پای بربستر زدم
میں سستی کی وجہ سے سونے لگا	کاہل بن کر میں بستر پر چڑھ گیا
خواب نامد اندراں عطشانیم	دمبدم افزود سرگردانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی	لمحہ بہ لمحہ میری پریشانی بڑھی
آخرش برخاستم بہر وضو	قصد کردم جانب آب و سبو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا	پانی اورٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا
یاد من آمد حدیثے از انسؓ	اسبغ امر آں رسول خوش نفس
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی	اس خوش دم رسول کا حکم کہ "وضو مکمل کر"
طالب غر محجل گشتہ زود	در وضو گشتم شتاباں اے دودو
میں فوراً غر محجل کا طالب بن کر	اے محبّ! جلد وضو میں لگ گیا
کردم اسباغ وضو زاں آب سرد	سردی او دست و پا بیکار کرد
میں نے اسے ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی	اس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیئے
غالب آمد کاہلی بر من چناں	کہ نکردم جرعہ زاں اندر دہاں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی	کہ اس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا
از عطش می مردم و اعضاء چو برف	برد ظاہر را بباطن کردہ صرف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضاء نے	ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا
از کسالت گفتم ایں برد وجود	حر باطن عاقبت خواہد ربود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا یہ جسم کی ٹھنڈک	انجام کار باطن کی گرمی کو دور کر دے گی
کاہلی از آب خوردن منع کرد	آب دردست و بدست اسباب برد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا	پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

لیک از دستم دہاں بس دور بود	از کساکت کے مرا مقدور بود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دور تھا	کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟
گفت رمزے گفتہ ام زاں کاہلی	قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اس نے کہا میں نے اس کی طرف ایک اشارہ کر دیا ہے	اے قاضی اگر تو سمجھ دار ہے تو سمجھ لے
زاہداں درکار دنیا کاہل اند	در ادای بار عقبیٰ کامل اند
زاہد دنیا کے کام میں کاہل ہیں	آخرت کا بوجھ اتارنے میں کامل ہیں
نفس را بکشند بہر ناں و آب	یکدم آبی بود شاں را شراب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں	پانی کا ایک گھونٹ ان کے لئے شراب ہے
نفس کافر را بس ست از فربہی	آنکہ بہر ہر عطش آبش دہی
کافر نفس کے مٹاپے کے لئے کافی ہے	یہ کہ تو ہر پیاس کے وقت اسے پانی دے دے
نفس سرکش را بسند ست ز قساوٗ	کو خورد آبے بہر رغبت چوگاوٗ
قساوت کی وجہ سے سرکش نفس کے لئے کافی ہے	کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے
امر نفس خویش را دانی کشاوٗ	میبرد ہر سوترا ایں نفس گاوٗ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے	یہ بیل جیسا نفس تجھے ہر جانب لے جاتا ہے
کار مرداں کاہلی درکار تن	چابکی جستن بطاعت در محن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے	(اور) مشقتوں میں فرمانبرداری کے ساتھ چستی تلاش کرنا
باش کاہلی بلکہ میرکاہلاں	از ہمہ تدبیر دنیا اے فلاں
کاہل بن جا بلکہ کاہلوں کا سردار	اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے
کار عقبیٰ میکند دنیات خوب	روز راہ دیں در دنیا بکوب
آخرت کا کام تیری دنیا کو اچھا کر دے گا	جا دین کے راستہ سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا
گفت پیغمبرؐ کہ ہرکس منقطع	سوئے حق شد گشت کارش مجتمع
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جو شخص انقطاع کر لینے والا	اللہ کی جانب ہوا اس کا کام مجتمع ہو گیا
سوئے دنیا ہرکرا شد انقطاع	گشت تفویضش بدنیا بے نزاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا	بلا اختلاف اس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان بر سبیل تمثیل کہ اختیار کار عقبیٰ بر کار دنیا اولیٰ ست

مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بود مرد صالحے با زہد و ورع	داشت وجہ قوت خود از حرث و زرع
ایک شخص نیک زاہد اور پرہیز گار تھا	جو اپنی روزی کی سبیل کھیت اور کیاری سے رکھتا تھا
بودیک اشتر مر او را بس حروں	بارہا بگریختے کردے زبوں
اس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا	بارہا بھاگ جاتا عاجز کر دیتا

اتفاقاً روز جمعه آمد به پیش	اشترش بگریخت از مرعای خویش
اتفاقی سے جمعہ کا دن آ گیا	اس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا
واندراں جمعه اش مقائ زرع بود	آب نہر آں روز بہرش میکشود
اور اس جمعہ کو اس کی کھیتی کو پانی دینا تھا	اس روزاس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا
مرد حیراں گشت و گفتا یا خدا	نوبت سقی آمده اکنوں مرا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا	اب میری سیرابی کی باری آ گئی
گرسقایت میکنم اشتر کجا	ہم کجا یابم نماز جمعه را
اگر میں سیرابی کروں اونٹ کہاں ہے؟	نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟
ور کنم اندر سقایت من درنگ	میشود ازیبس کار زرع تنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں	تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائیگا
بہر اشتر روبصحرا گر کنم	وز تفحص در بیاباں برتنم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رخ کروں	اور جستجو میں جنگل میں پھروں
پس نماز و زرع ہر دو میرود	وه نمیدانم که حالم چوں شود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں	ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہو گا؟
زیں ترددہا دل او شاخ شاخ	رہن صد گونه ز اشجاں بود و راخ
اس تردد سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا	غموں اور درد میں سو طرح گردی تھا
عاقبت بعد از تردد گفت خوب	بہر جمعه رو در حق را بکوب
انجام کار تردد کے بعد بولا ہاں	جمعہ کے لئے جا اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا
کیں متاع باقی و آں فانی ست	دل بفانی بستن از نادانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے	فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے
ابن عباسؓ از پیغمبرؐ نقل کرد	ہست جمعه حج مسکیناں فرد
(حضرت) ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے	جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے
کرد پس تبکیر مسجد اختیار	کش ثواب بد نه آمد در شمار
اس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا	کیونکہ شمار کرنے میں اس کے لئے اونٹ کا ثواب آیا ہے
رفته در مسجد بحق مشغول شد	جمله ز افکار جہاں معزول شد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کے ساتھ مشغول ہو گیا	دنیا کی تمام فکروں سے جدا ہو گیا
بانیاز دل بصد جزع و خضوع	گشت باحق در سجود و در رکوع
دل کے نیاز کے ساتھ سینکڑوں خشوع اور خضوع سے	اللہ (تعالیٰ) کے لئے سجود اور رکوع میں (مشغول) ہو گیا
چوں فراغت یافت از ورد و نماز	مرد کرد آہنگ خانه زود باز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا	اس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

تا دریں دم کار دنیا ہم کند	یک زمانے برمکاسب برتند
تاکہ اس وقت دنیا کا کام بھی کرے	تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں مصروف ہو جائے
دید اشتر برمنالش بستہ است	بس غریب و عاجز و تن خستہ است
اس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے	بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے
گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ	گفت ایں را خستہ آوردہ ددہ
اس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟	اس نے کہا اس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے
درپئے او گرگ زفت آفتادہ بود	تا بدینجا ایں حروں را رہ نمود
موٹا بھیڑیا اس کے پیچھے پڑا تھا	حتیٰ کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی
مرد را ہر مو زبان شکر گشت	کایں شتر را حق بیا وردہ زدشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا	کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے
بایدم حالا بسوی زرع رفت	تادہم آبے بکشت خویش تفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہئے	تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے لوں
آنچہ ناید کل آں دردست تو	ہیں تو مگزار اے برادر جزو او
جس کا کل تیرے ہاتھ میں نہ آئے	خبردار اے بھائی! اس کے جز کو نہ چھوڑ
آخرش شد سوئے کشت خود دواں	دید خوش سبز و دراں آبے رواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا	اس نے بہت سبز دیکھا اور اس میں پانی جاری تھا
در تعجب آمد آں مرد خدا	کیں زراعت را چگونہ شد سقا
وہ مرد خدا تعجب کرنے لگا	کہ اس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟
نیست در ہمسایہ احساں آں قدر	کو دہد آں آب را ایں سو گذر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے	کہ وہ پانی کو اس جانب گزرنے دے
آخرش پرسید از جار عقار	کایں زراعت را کہ آورد آبشار
بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا	کہ اس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟
گفت حقا کہ عجب کار شگرف	خود بخود گردید ایں سو آب صرف
اس نے کہا یقیناً عجیب معاملہ ہے	پانی خود بخود اس جانب پھر گیا
آب را میراندم اندر کشت خویش	آں رواں می شد بزرعت پیش پیش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا	وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا
منع میکردیم و پشتہ میزدیم	چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
میں روکتا تھا اور پشتہ باندھتا تھا	جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آ گیا
حکم حق ایں آب در کشت تو راند	مرد شاداں گشت والحمد نے بخواند
اس پانی کو اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلا دیا	مرد خوش ہو گیا اور الحمد پڑھی

ہر کہ کار دیں کند دنیائے دوں	بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے کمینی دنیا	عاجز اور سرنگوں ہو کر اس کے سر پڑتی ہے
وربدنیا سرفرو آرد ز شک	لایبال اللہ فی وادھلک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے	اللہ (تعالیٰ) پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا
زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	کہ انتک راغماً من نفسھا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی
در بیان ایں شنو یک داستاں	کاینچنیں باشد طریق راستاں
اس کے بیان میں ایک داستان سن لے	کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیان حال آں درویش کہ از دنیا عزلت گزیدہ بود ودنیا رو بدو آورد وسویش دوید ہر چند کہ او پا کشید بیشتر رسید

اس درویش کے حال کے بیان میں حکایت جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور دنیا نے اس کا رخ کیا اور اس کی جانب دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بود درویشے بسے صاحبدلے	در رہ حق چست و چابک کاملے
ایک درویش بہت صاحب دل تھا	اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں پورا چست اور تیز تھا
روز این و آن خلقاں تافتہ	جاں بتار و پود وحدت بافتہ
مخلوق کے اس اور اس سے اس نے منہ موڑ لیا تھا	جان کو وحدت کے تانے بانے سے بنا تھا
خلق را بگذاشت در غار نے نشست	در بردی خلق و عالم جملہ بست
اس نے مخلوق کو چھوڑا ایک غار میں بیٹھ گیا	مخلوق اور جہاں پر دروازہ بند کر لیا
در فضای تیہ و صحرای بعید	قرب یزداں را بخاطر برگزیدہ
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں	اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا
بود در صحرا یکے غار نہاں	مختفی گردید عارف اندراں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا	عارف اس میں چھپ گیا
بر نمی آمد ازاں در ہیچ گاہ	جز کہ اغراض ضروری گاہ گاہ
اس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا	کبھی کبھی ضروری غرضوں کے سوا
در حرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا	دل خنیدہ از جہان بے وفا
اس نے جگہ پکڑ لی جس طرح نبیؐ نے غار حرا میں	بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہو کر
بعد ہفتہ قوت او برگ شجر	کمترک خوردے تخفے تا سحر
اس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے	تھوڑے سے کھاتا صبح تک نہ سوتا
مدتے ز انساں دراں صحرا و دشت	آں غزال راہ دیں آوارہ گشت
اس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اسی طرح	دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہ

واندراں آوارگی تعمیر بود	گونہ گونہ نور را تیسیر بود
اور اس آوارگی میں تعمیر تھی	قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی
ہر کہ برد زیں جہاں آنسو رود	فصل اینجا وصل عقبیٰ میشود
جو اس دنیا سے کٹتا ہے اس جانب جاتا ہے	اس جگہ (دنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بن جاتی ہے
فصل وصل آمد برش پیوند گشت	شہر ویرانہ ست معمرست دشت
فراق وصل بنا جدائی جوڑ بنی	شہر ویرانہ ہے جنگل آباد ہے
نعل معکوس ست جملہ ایں جہاں	تانہ پے ہرگز برد کس رایگاں
یہ دنیا سب الٹا نعل ہے	تاکہ خواہ مخواہ کوئی پتہ نہ لگائے
جدو کوشش شرط راہ دوست ست	جاھدوا مغزست باقی پوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جدوجہد ہے	انہوں نے کوشش کی مغز ہے بقیہ چھلکا ہے
سخت باریک ست راہ آں حبیب	کے رود بر استقامت جز لبیب
اس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے	عقلمند کے سوا سیدھائی کیساتھ کون جا سکتا ہے؟
ہست عقبات اندریں راہ گراں	طے نگردد بے قلاوز اے فلاں
اس سخت راستہ میں گھاٹیاں ہیں	اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی
زیں سبب فرمود آں شاہ شفیق	کالرفیق اول بود ثم الطریق
اسی لئے اس مہربان شاہ نے فرمایا ہے	کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے
رہبرے جوتا روی تو راہ راست	درنہ در رہ بس مغاک و چاہ ہاست
کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے	ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنوئیں ہیں
ہمچو پرکارے ہمیشہ در ذہاب	لیک یک جاماندۂ بے انقلاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے	لیکن بغیر جگہ بدلے تو ایک جگہ پڑا ہے
سالہا کردی نماز وروزہ را	نور آں صوم و صلوٰۃ تو کجا
تو نے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا	تیری اس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟
جملہ عمرت در عبادتہا گذشت	زانچہ اول بود حال دل نگشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گزری	دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا
گر کنی عادت بہ تیر دیا بہ تیغ	از خدا قتہات خلقے در دریغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے	تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے
تاچہل سال ایں عبادت کردۂ	تاکنوں حرص و ہوا را بردۂ
تو نے چالیس سال یہ عبادت کی	تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے
چوں نمازت فحش و منکر را نبرد	داں کہ در خم تو خالص ہست درد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جدا نہ کیا	سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے

چوں نہ نہیت زوعن الفحشا بود	منہی ست او زانکہ رجعت میشود
جبکہ اس کی وجہ سے تیرا فحش سے رکاؤ نہ ہو	وہ تجھے آگاہ کرنے والا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے
ہمچو قوم موسیٰ اندر تیہ و دشت	واں مناخ کہنہ منزل گاہ گشت
(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں	وہی پرانا پڑاؤ منزل گاہ بنی ہے
اتباع آں قلاوز را بکن	تا بمنزل گہ رسی تو بے سخن
تو اس رہنما کا اتباع کر	تاکہ تو لاکلام منزل گاہ تک پہنچ جائے
ورنہ چوں آں قوم موسیٰ اے سفیہ	مدتے آوارہٗ در جوف تیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰ کی اس قوم کی طرح	تو تیہ کے اندر ایک مدت تک آوارہ ہے
از سحر تا شب ہمی رفتند شاں	باز شب را برمناخ خود ہماں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے	پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے
ایں چنیں شد ترک امر پیرہا	بے کماں پرد چگونہ تیرہا
پیروں کے حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے	تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟
ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں	کہ رسد او بر ہدف یا گرد آں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے	کہ وہ نشانہ پر یا اس کے آس پاس پہنچے
ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں	حال آں درویش را بشنو بجاں
یہ بہت لمبی بات ہے ہاں	اس درویش کا حال دل سے سن لے

پیش آمدن دنیا بصورت زن نازنیں درپیش آں مرد خلوت نشیں

اس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیان غار تنگ آں خوش لقا	ہمچو ابراہیمؑ کردہ بود جا
اس پاک سیرت نے تنگ غار میں	(حضرت) ابراہیمؑ کی طرح جگہ بنا لی تھی
مدتے دہ سال بد مصروف کار	پاز سرکردہ بیامد پیش یار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہ	سر کے بل یار کے سامنے پہنچا
ناگہاں روزے زنے صاحب جمال	باہزاراں خوبی و غنج و دلال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت	ہزاروں حسن اور نازو ادا سے
غرق گوہر بود از پاتا سرش	باج عالم بود ہر یک زیورش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی	اس کا ہر ایک زیور جہان کا خراج تھا
آمد و در خدمت او ایستاد	دست بست و از ادب لب برکشاد
آئی اور اس کی خدمت میں کھڑی ہو گئی	ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی
گر نہی دست قبولی برسرم	نبود اے سلطان دیں دور از کرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں	اے شاہ دین کرم سے بعید نہ ہو گا

حاضرم در خدمت تو صبح و شام	وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
میں صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوں	جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی
مرد کامل از رہ نور دروں	یافت کیں پیش آمد دنیائے دوں
مرد کامل نے باطنی نور سے	محسوس کر لیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے
گفت نے نے سوئے من ہرگز میا	کہ مطلق کردہ ام چوں من ترا
فرمایا نہیں نہیں میری طرف کبھی نہ آ	کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے
من گریزاں از تو اینجا آمدم	دور گشتم از تو در غارے شدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں	تجھ سے دور ہوا ہوں غار میں آ گیا ہوں
بازمی آئی تو اینجا اے پلید	اے زمکرت خائف آمد ہر سعید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آ رہی ہے	اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے
گفت اے درویش اینک آمدم	من بحکم آں شہ ملک قدم
اس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں	ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے
منع تو درباب من اکنوں چہ سود	چونکہ حکم حاکم اینست اے ودود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟	اے محبّ! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے
ایں بگفت و از نظر مفقود گشت	واقعہ را دید و بس مرعود گشت
اس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی	اس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا
گفت خوب آید اگر دورش کنم	ور نگردد مصرف گورش کنم
اس نے کہا اگر میں اس کو دور کروں تو بہتر ہو گا	اور وہ نہ لوٹے تو اس کو قبر کا خرچہ بناؤں گا
صرف سازم در رہ عقبیٰ و دیں	تا شود در عاقبت مارا معیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کروں گا	تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار ہے
مال دنیا ہست زہر سہمناک	گر بیابی بازش اندازی بخاک
دنیا کا مال خوف ناک زہر ہے	اگر تو پائے (اور) پھر اس کو خاک میں ملا دے
یعنی بہر گور خود انباز کن	دفن کن اینجا و آنجا باز کن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے	اس جگہ دفن کر دے اس جگہ کھول لے
گر دریںجا بہر حق سازی تو صرف	حق دہد آنجا عوض صد بار ژرف
اگر تو اس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا	اللہ (تعالیٰ) اس جگہ سو گنا نادر عوض دے گا
اقرضوااللہ راز قرآں برگزیں	وز حرف غیر از سخاوت بر مچیں
"اللہ کو قرض دو" قرآن سے اختیار کرے	اور ہنروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر
چونکہ چیزے خواہد آں رب مجید	میکند در ظاہر اسبابش پدید
وہ رب مجید جب کوئی چیز چاہتا ہے	ظاہر میں اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تابدہ سال اندراں غار آں فقیر	بود در یاد خدائے مستجیر
وہ فقیر اس غار میں دس سال تک	یاد خدا میں پناہ گزین تھا
می نیامد اندراں صحرا کسے	زانکہ دور از عامرہ بود او بسے
اس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا	کیونکہ وہ آبادی سے بہت دور تھا
اشتر دگاؤ و خر از بہر چرا	ہم نمی آمد درآنجا مطلقا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے	بھی اس ۔ جگہ مطلقاً نہ آتا تھا
از قضا قحطے بسالے او فتاد	کاہ و زرع از خشکی آمد در فساد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا	گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آ گئی
راعیاں بہر چراگاہ از بعید	قصد میکردند سوی ہر صعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے	ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے
چند چوپاں در جوار غار او	بہر کاہے آمدند از جستجو
چند چرواہے اس کے غار کے پڑوس میں	گھاس کی جستجو کے لئے آ گئے
کاہ بسیار ست و مرعیٰ نیز خوب	آمدند آنجا بگاوان حلوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے	وہ اس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے
روزے از تقدیر ربانی فقیر	بہر حاجت بیروں آمد زاں نفیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش	اس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا
دید چندے از بنی نوع بشر	جمع گشتہ باسوائم گاؤ و خر
اس نے چند انسان دیکھے	چرنے والی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں
چوں ز اکل و شرب بود او منقلع	نور حق بود از جبینش مستطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جدا تھا	اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کی پیشانی سے طلوع کرنے والا تھا
جملہ چو پاناں بدو راغب شدند	با ہزاراں خواہشش طالب شدند
سب چرواہے اس کی جانب راغب ہو گئے	لاکھوں خواہشوں کے ساتھ اس کے طالب بن گئے
مرد فارغ در تبتل فرد بود	پیش او ایں چاپلوسی سرد بود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا	اس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی
آخرش از راہ عجز و صد نیاز	جملہ گفتندش کہ شاہ پاکباز
بالآخر عاجزی اور سینکڑوں نیاز مندیوں کے ساتھ	سب نے اس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!
گردلت چیزے بخواہد حکم کن	تا بجا آرم درا چوں امر کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دے دے	تاکہ ہم کن کے حکم کی طرح اس کو بجا لائیں
دید چوں درویش ز ایاش خواہشے	وز غناؤ کبرشاں را کاہشے
جبکہ درویش نے ان کی خواہش دیکھی	اور استغناء اور تکبر سے ان کا گھٹاؤ

گفت اگر شیرے بود قدرے بیار	تا ببرم زہر ایں نفس چومار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ	تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں
عرض کردندش کہ از قحط مطر	جملہ بے شیر اندچہ گاؤ چہ خر
انہوں نے ان سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے	سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی
بعد چندیں عجزو زاریہائے ما	خواستی واں راندارم وائے ما
ہماری اسی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد	آپ نے چاہا اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے ہم پر افسوس ہے
گفت درویش از ہمہ یک را بدوش	حق کند اتمام لیکن تو بکوش
درویش نے کہا سب سے ایک کو دوھ لے	اللہ (تعالیٰ) پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر
جہد شرط کار آمد اے عزیز	جہد میکن جہد گرداری تمیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے	اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر
گفتہ است آں سید پاکیزہ خو	المجاھد من یجاھد نفسہ
پاکیزہ خصلت سید نے فرمایا ہے	مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے
بے مساعی کس نہ منزل طے نمود	برسراہے نشستی چہ سود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے	کیا فائدہ تو سر راہ بیٹھ گیا ہے؟
رد قدم برگیرد قطع راہ کن	بعد ازاں منزل بقصر شاہ کن
جا قدم اٹھا اور راستہ طے کر	اس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر
مردرہ رو را کجا آرام و خواب	در قلق بایددلش از اضطراب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟	پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہئے
راہ حق را چوں تو آساں دیدۂ	از سفر داماں چرا واچیدۂ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟	سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟
رہ برو دامن ببر در راہ شو	تانہ پیچد درد و گام اے راہرو
جا دامن چھڑا راستہ اختیار کر	تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے
منزلے بس پر خطر باخارہاست	گر تو بے جامہ روی دروے بجاست
منزل بہت خطروں بھری کانٹوں والی ہے	اگر تو اس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامه های جسم را کوتاه کن	بادل فارغ تو قصد راه کن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کرے	تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر
راہ بس دورست ہر سو بیشہ است	گر توانی روچو باتو تیشہ است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے	اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا
ورنہ بے تیشہ تنت پارۂ شود	مسد راہت سنگ و ہم خارہ شود
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا	تیرے راستہ کی روک پتھر اور (سنگ) خارہ ہو گا
تیشہ چہ بود آں زنفی لا الٰہ	سنگ غیریت کہ برتابد زراہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لاالٰہ کی نفی کا ہے	جو غیریت کے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیتا ہے
خیمہ را در قصر الااللہ کن	سیر آنجا بادل آگاہ کن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا	باخبر دل سے اس جگہ کی سیر کر
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	قصہ درویش را بشنو تو نیز
اے پیارے اس بات کی انتہا نہیں ہے	تو درویش کے قصہ کو بھی سن لے

قصہ دوشیدن گاؤ نازادہ

ازراہ امتحان وسوء اعتقاد

بغیر بیاری ہوئی گائے کا آزمائش اور بداعتقادی کی وجہ سے دوھنے کا قصہ

زاں شباں برخاست یک ژولیدہ مرد	رفت سوئے گاؤ بکرے قصد کرد
ان چرواہوں میں سے ایک الجھا ہوا انسان	گائے کی جانب چلا' بے بیاہی کا ارادہ کیا
تا بگیرد امتحان آں فقیر	کش ز پستان توکل ہست شیر
تاکہ اس درویش کو آزمائے	جس کے لئے توکل کے پستان سے دودھ ہے
زد بہ پستانش چودست امتحاں	جوی شیرے زاندرونش شد رواں
جب اس کے تھن پر آزمائش کے لئے ہاتھ مارا	دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی
عاجزانہ پیش درویش آمدند	وز عقیدت سربہ پای او زدند
وہ نیاز مندی سے درویش کے سامنے آئے	اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیئے

شیر آوردند و صوفی نوش کرد	باز سوی آں حرا روپوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا	پھر اسی حرا کی جانب روپوش ہو گیا
جوق چوپاناں بشہر اندر شدند	لیک زیں خرق آں ہمہ معجب بدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا	لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے
چند روزے زیں نمط بر می گذشت	آمدندے را عیاں برغار و دشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے	چرواہے غار اور جنگل میں آ جاتے
رفتہ رفتہ درمیان شہر ہم	یافت شہرہ قصہ شیر و نعم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی	دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑ لی
بر زبان خلق افتاد ایں سخن	تا بگوش شہ رسید از شاخ و بن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی	حتیٰ کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں پہنچ گئی
گفت شہ او را زیارت کرد نیست	در جہاں دیگر بہ ازوے مرد نیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے	دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے
نزد درویش آمد و تشویش داد	صحبت میرو وزیر آمد فساد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا	امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے
مرد باید کز سلاطیں وارہد	وز امیراں ہمچو تیراں بر جہد
انسان کو چاہیئے کہ بادشاہوں سے جدا رہے	سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے
باعث تشویش وقت اند ایں گروہ	گشت شیطاں ہم ز مکرشاں ستوہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے	شیطان بھی ان کے مکر سے عاجز ہے
کبر و نخوتہا بخاطر پرورند	ہر دمے چوں گرگ میشے بردرند
انہوں نے دل میں تکبر اور نخوتیں پا لی ہیں	ہر وقت بھیڑیئے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں
پیش سلطان و امیراں پس مرو	تا بکے باشی رعونت را گرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا	تو تکبر کا کب تک گروی رہے گا؟
صحبت شاں کبر و غفلت آورد	واں قباہای قناعت بروَرد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے	اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے
زیں جہت فرمود سلطان زماں	سید عالم نبیؐ ذومکاں
سلطان دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے	عالم کے سردار رتبے والے نبیؐ نے
عالماں ہستند امین دین حق	باامیراں گرنباشند ہم طبق
علماء دین حق کے امین ہیں	اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں
خالطوھم پس لصوص دیں شدند	فاحذروھم در حق ایاشں زدند
وہ ان سے گھلے ملے تو دین کے ڈاکو بنے	پس ان سے بچو ان کے بارے میں فرمایا ہے

چونکہ سلطاں بعد عجز و لابہٗ	یافت رہ چوں قند درد و شابہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد	راستہ پا لیا جیسے کہ شکر انگور کے شیرے میں
پیش درویش آمدن آغاز کرد	مکر دیگر از سر نو ساز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا	از سر نو ایک مکر تیار کیا
گفت بادستور خود کاے پر خرد	گر بشہر خود بریمش خوش بود
اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقلمند!	اگر ہم اسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہو گا
باعث برکات رحمانی ویست	سایۂ سد رات ربانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا کرب ہے	وہ خدائی سدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے
اینچنیں مردے بشہر شہ نشیں	زیب شاہی ہست و فر چتر دیں
ایسا انسان پایہ تخت میں	بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان و شوکت ہے
الغرض آمد وزیر حیلہ جو	کرد با صوفی ازیں رو گفتگو
الغرض بہانہ باز وزیر آیا	صوفی سے اس طرح کی بات کی
مرد درویش از ہمہ آزادہ بود	گفت مارا در خلش رفتن چہ سود
درویش مرد سب سے آزاد تھا	کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ؟
میل طبعم سوئے ویرانہ بسے ست	طالب آرام خود راہر کسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے	ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے
طالب آرام نفس خود نیم	طالب آرام جاں روحانیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں	میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں
در حق من مصلحت عزلت نمود	درمیان گاؤ و خرماندن چہ سود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آتی ہے	گاؤ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟
گفت پیغمبرؐ سلامت وحدت ست	آفت جان مہاں ایں کثرت ست
پیغمبرؐ نے فرمایا تنہائی سلامتی ہے	بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے
گفت اگر بگزیدے عزلت را رسولؐ	کے رسیدے دیں بفرعاں از اصول
اس نے کہا اگر رسولؐ تنہائی اختیار فرماتے	دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟
اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید	راہ حق بااہل عالم چوں رسید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے	دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا ؟
سنت پیغمبراں دعوت بود	آں ولی ہم برطریق او رود
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے	ولی بھی انہی کے راستہ پر چلتا ہے
گفت پیغمبر کہ یھدی اللہ بک	خیر من حمرالنعم انکان لک
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ سے ہدایت دے دے	تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر وہ تجھے حاصل ہوں

گفت درویش ایں ہمہ حق ست و لیک	ہر کہ بیمارست گو پرہیز نیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے لیکن	جو بیمار ہے کہہ دے پرہیز اچھا ہے
ورنہ پرہیز زجاں دستے بشو	رنج زائد گشت و صحت شد فرو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھولے	بیماری بڑھی اور صحت گھٹی
وانکہ صحت یافت مطلق از مرض	بادوا وحمیہ او را چہ غرض
اور جس نے مریض سے پوری صحت پا لی	دوا اور پ سے اسے کیا غرض؟
انبیاء و اولیائی را سخاں	رستہ انداز رنج مطلق اے فلاں
انبیا اور پکے ولی	اے فلاں! بیماری سے بالکل بچ گئے ہیں
لیک درمن شمۂ بیماری ست	زیں سبب از حمیہ ام ناچاری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے	اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے
باز فرمود آں وزیر نیک خو	کیں ہمہ از ہضم نفس خود مگو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا	یہ سب اپنی کسر نفسی سے نہ فرمایئے
ترک دنیا دادی و خود نامدی	مابہ پیشت آمدیم از عامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آتے	ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں
نفس پاکت جان ماروشن نمود	آفتابے گشت گرچہ تیرہ بود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کر دی	اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی
در حضورت از ہوا و از ہوس	می نماند در دل کس ہمچو خس
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس	کسی کے دل میں تنکے کی برابر نہیں رہتی
چونکہ خیر الناس من ینفع شد ست	تو بدیں حبل المتیں آویزدست
چونکہ 'لوگوں میں وہ بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے آیا ہے	آپ اس مضبوط رسی کو پکڑ لیں
غافلاں از فیض تو ذاکر شوند	واں کفوران نعم شاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے	اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے
گفت صوفی چاہ برتشنہ نرفت	تشنہ را باید کہ آید چست و تفت
صوفی نے کہا کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے	پیاسے کو چاہئے کہ چست اور جلد آئے
دردل ہرکس کہ میل و رغبت ست	گوبیا کایں گوی و ایں میدان ہست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو	کہہ دے آ جا یہ گیند اور یہ میدان ہے
مدتے بگذشت تا عرضش قبول	می نکرد آں صوفی عین الوصول
ایک زمانہ گزر گیا کہ اس کی گزارش قبول	نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ
آخرش چوں دید ابرام وزیر	کرد دردل حیلہ آں مرد بصیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا	اس مرد بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب امروز بہر فرح تو	سوئے قصر شاہ گردم راہ جو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر	راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قلعہ کی جانب آجاؤں گا
بعد ازاں ہرچہ صلاح وقت ہست	حسب حالت درعمل آوردن ست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہو گا	حسب حال عمل میں لانا ہے
رفت آں درویش ہمراہ وزیر	سوی دولت خانہ شاہ کبیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا	سلطان معظم کے دولت خانہ کی جانب
چوں زدورش دید شہ از جابجست	بہر استقبال ایستاد او چو مست
جب بادشاہ نے اس کو دور سے دیکھا کھڑا ہو گیا	وہ بے خود کی طرح استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا
بہر استخلاص خود آں پیر مرد	سنگہا برتافتن آغاز کرد
اس پیر مرد نے اپنے چھٹکارے کے لئے	پتھر پھینکنے شروع کر دیئے
بے محا بازد بسلطاں آنچناں	کو فراری گشت زاں سنگ گراں
بادشاہ کے بے تکلف اس طرح مارے	کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بن گیا
رفت زاں صفہ بروں بگریخت تفت	تارہد زاں سنگہائے کنگ و زفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا	تاکہ ان موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے
مرد درویش از ہنر مستانہ وار	سنگ پرتابید از یک تا ہزار
درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار	ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے
میزد او کشکنجر وصد منجنیق	سوئے آں شاہ وفادار عشیق
وہ گولہ اور سینکڑوں گوپھن پھینکتا تھا	اس وفادار عاشق شاہ کی جانب
کہ بدیں حیلہ خلاص من شود	خواندم دیوانہ ترک من دہد
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے	مجھے دیوانہ کہہ دے مجھے چھوڑ دے
شاہ چوں بیروں برآمد زاں مکاں	حیلہ دیگر بیامد ز آسماں
بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا	آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی
سقف آں خانہ فتاد از بیخ و بن	جز کہ نامے نہ ازاں سور کہن
بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی	اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا
شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بود	در شکست او ہزاراں ہست سود
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی	اس کے گرجانے میں ہزاروں فائدے ہیں
او خلاصی جست و شد زنجیر چست	ایں چنیں حکم قضا بود از نخست
اس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہو گئی	قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا
آمد و از صدق در پایش فتاد	کہ نہاں در جور تو صد لطف و داد
آیا اور سچائی سے اس کے پاؤں پر گر گیا	کہ آپ کے ظلم میں سینکڑوں مہربانیاں اور عطائیں

خضر کشتی را شکستہ میدہد	وز شکستش کشتی از ظالم رہد
خضر کشتی کو توڑتے ہیں	ان کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے
تو مرا چوں خضرؑ بر ساحل کشی	از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی
تو مجھے خضرؑ کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے	ہزاروں قاتل گڑھوں سے کھینچتا ہے
گفت صوفی ایں ہمہ حکم خداست	رفت چوں حکم خدا چارہ کجاست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے	جب خدا کا حکم ہو گیا تدبیر کہاں ہے؟
بر مشیتہائے او باید تنید	چند روزے زہر ہم باید چشید
اس کی مشیتوں پر چلنا چاہئے	چند دن زہر بھی چکھنا چاہئے
لاجرم گفت شہنشہ را شنید	پا زغار چوں حرا بیروں کشید
اس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی	حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا
شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت	وز درو گنج و گہر بے حد نواخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی	اور بے شمار موتی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا
کرد صوفی را مکین آں مکاں	ہمچو مہ در خرمن ہالہ چماں
صوفی کو اس مکان کا مکین بنا دیا	چاند کی طرح ہالہ کے خرمن میں ٹہلنے والا
آں فقیر پاک جان ور استباز	شد بظاہر در جوار عز و ناز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر	بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا
لیک پنہاں از ہمہ در حجرۂ	زاش جو پیشش کشیدے سفرۂ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر	آش جو کا دستر خوان اپنے سامنے بچھاتا
پوستین و دلق را کردے ببر	در جہاد نفس بودے مستمر
پوستین اور گدڑی کو پہنتا	نفس کے جہاد میں لگا رہتا
چوں ایاز آں چارق و آں پوستیں	در مقفل حجرہ چوں گنج دفیں
ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین	مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے
عشق باآں پوستیں خوش باختے	خویش را بر فقر محکم ساختے
اس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا	اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا
ہیچ زیں دولت نبودش حاصلے	غیر ایثار فقیرے فاضلے
اس دولت سے اس کو کچھ حاصل نہ تھا	فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ
گرچہ دنیا ہست ملعون ازل	لیک دارالحمد شد بیت العمل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے	لیکن عمل گاہ دارالحمد ہے
مال دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست	چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے	اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گرکنی رادی شہ اسکندری	ورنہ بر جیفہ سگ بلفندری
اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے	ورنہ تو مردار پر جھپٹنے والا کتا ہے
مال دنیا را بقائے گرچہ نیست	بہر صید مرغ عقبیٰ خوش فنی ست
دنیا کے مال کے لئے اگرچہ بقا نہیں ہے	آخرت کے پرند کے شکار کے لئے بہترین ترکیب ہے
ابتلا و امتحان ایزدی	داد شیطاں راز روسیم ردی
خدائی آزمائش اور امتحان نے	شیطان کو برا سونا اور چاندی دے دیا
بودن دنیا بدانا خوشتر ست	زانکہ جاہل را خود اوسم وضرست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے	کیونکہ وہ جاہل کے لئے خود زہر اور نقصان ہے
ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضر	مار او را یار باشد بے خطر
جو شخص منتر جانتا ہے اس کو سانپ سے کیا نقصان؟	سانپ اس کے لئے بے خطر دوست ہو گا
در ندانی تو فسوں گردش مگرد	تانبازی جان خود را بے نبرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اس کے گرد نہ گھوم	تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہار دے

در بیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ وتفصیل آں

اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	مزرعۃ الآخرت ہست ایں سرا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے
گرز دستت میشود تخمے بکار	تابرآری خرمنے روز شمار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو	تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اٹھا لے
ورنہ کاری مفلسی یوم التناد	گشتۂ مغبون و خاسر بے مراد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے	تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا
تخم را میکارو آبے ہم بپاش	تا بری یوم الحصاد از غلہ ہاش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک	تاکہ کاٹنے کے دن تو اس کی پیداوار اٹھائے
ور نمی کاری چہ برداری ازو	روز محشر اے عسل وائے عتو
اور اگر تو نہ بوئے گا تو اس سے کیا اٹھائے گا؟	محشر کے دن اے ستمگار اور اے سرکش!
ہیچ من یعمل بقرآں خواندۂ	ایں چنیں کاہل چرا وا ماندۂ
تو نے کبھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے	تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟
ہست حکم پاک او شراً یرہ	باز بہر صالحاں خیراً یرہ
اس کا پاک حکم "شراً یرہ" ہے	پھر نیکوں کے لئے "خیراً یرہ" ہے
ور نپاشی آب دانہ خشک شد	واں ہمہ رنج و تعب خود لغو بد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائے گا	وہ سب تکلیف اور تھکن لغو تھی

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں	تاشود حرف تو سبز و کامراں
اے جوان آنکھ کے چشمے سے پانی دے	تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو
ہم زدزد اے جان من غافل مباش	تانبرد خام را آں بدقماش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ	تاکہ وہ بدفطرت کچی نہ کاٹ لے
دزد پنہاں از نظر ہای عوام	میدود در فکر زرعت صبح و شام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا	تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے
پس ہمہ شب کن حراست دار پاس	تانہ متاصل کند دزدش زد اس
پس تمام رات حفاظت کر خیال رکھ	تاکہ چور اس کو درانتی سے نہ اکھاڑ لے
گردمے غافل شوی از پاس او	می نہد درکشت تو صدد اس او
اگر تو اس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کے لئے غافل ہو گا	تو وہ تیری کھیتی میں سینکڑوں درانتیاں رکھ دے گا
کستہ خرمن راز کشمانت برد	یک بیک اعضا چوکشتارت برد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیرے کھیت سے لے جاتا ہے	تیرے ایک ایک عضو کو مرغ بسمل کی طرح کاٹ دیتا ہے
گر بغفلت خفتی وریع تو رفت	یہ بہ نسیاں شد گناہے از تو زفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چل گئی	یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا
باخود آزود و ندامت پیشہ کن	وز حساب روز حشر اندیشہ کن
جلد ہوش میں آ جا اور ندامت اختیار کر	حشر کے دن کے حساب سے ڈر
گر تو غافل گردی او زراعت برد	بلکہ از تو آں کسیرج را برد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا	بلکہ تجھ سے وہ موتی لے جائے گا
کار باہشیاری و بیداری ست	ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے	جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے
پاسبان تو بہ را بروے گمار	تا بوقت خواب تو آید بکار
توبہ کا محافظ اس پر مقرر کر دے	تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے
تو بخواب او خوش نگہبانی کند	ایں چنیں حارس خدا مارا دہد
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے	خدا ایسا نگہباں ہمیں عطا کردے
ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد	سوی حال صوفی خود باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے نیک مرد!	اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بداستان درویش و وداع شدن دنیا ازاں مرد حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہو جانا

مدت دہ سال ہم زینساں گذشت	ہیچ صوفی از طریق خود نگشت
دس سال اسی طریقہ سے گزرے	صوفی اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بود رسم شہ چو او گشتے سوار	بہر نظم ملک یا سوی شکار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا	سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب
وقت رجعت سوی درویش آمدے	وقفہ کردے زائر آں مہ شدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا	ٹھہرتا اس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا
ہم بریں منوال بودش کاروبار	بود برمہر فقیر او جاں نثار
اس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا	وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا
وندریں اثنا شہ آں کار و زار	داشت با پروردگار خود نیاز
اور اس اثناء میں وہ کار و زار کا شاہ	اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا
ناگہاں آں زن کہ اول آمدش	بار دیگر گشت پیدا از درش
اچانک وہ عورت جو اس کے پاس پہلے آئی تھی	اس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی
گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو	چیست باز ایں سو چرا کردی تورو
صوفی نے کہا ہائیں کیا لائی ہے بتا؟	کیا ہے؟ تو نے پھر اس طرف رخ کیوں کیا؟
گفت بہر رخصت تو آمدم	الوداع اے جاں کہ من رخصت شدم
اس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کے لئے آئی ہوں	اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں
گفت دور اے بیوفا مکار زال	صد ہزاراں دام داری زیرچال
اس نے کہا اے بے وفا مکار بوڑھی! دور ہو جا	تو کنویں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے
تو فسوں خود بہرکس میدمی	گشت چوں رام تو آخر می رمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے	وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ جاتی ہے
ہاں برد کایں دلق من ویں پوستیں	ہر دو موجودست پیش من ببیں
ہاں چلی جا کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین	دیکھ لے دونوں میرے سامنے موجود ہیں
من فریب از غدر تو کے خوردہ ام	پے بضعف عہدت اول بردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟	میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا ہے
زود باش اے بے حیا زیں جا برو	تا بکے داری بافسونم گرو
اے بے حیا! جلدی کر اس جگہ سے چلی جا	مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟
از نظر غائب شد آں فتانہ زن	در تفکر رفت صوفی از فتن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی	فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا
چوں رود ایں شورش بلغاک من	چوں گشنہا کم شود زیں انجمن
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟	اس محفل سے جھگڑے کیسے جائیں گے؟
شیرج و کسبہ چساں گردد جدا	بریغ برروی جواں افتد چرا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟	جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑے گی؟

کز چہ زاید تا ہمہ دولت رود	آفتاب عز من کاسف شود
کس بات سے ہو گا کہ تمام دولت چلی جائے گی؟	میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائے گا
خواند لاحول و بحق مشغول گشت	کان امر اللہ چوں مفعول گشت
اس نے لاحول پڑھی اور اللہ (تعالیٰ) سے مشغول ہو گیا	خدائی حکم تھا جبکہ واقع ہوا
چوں قضا آید شود برعکس کار	جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
جب قضا آتی ہے کام الٹا ہو جاتا ہے	تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں
حق چو میخواہد کہ کارے را کند	سلسلہ اسباب را جنبش دہد
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے	اسباب کے سلسلہ کو حرکت دے دیتا ہے
از قضا در صبح آں روز سعید	شاہ سوئے کوہ شد بہر مصید
تقدیر سے اس اچھے دن صبح کو	بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا
محنتے بسیار کرد و رنج برد	ہیچ باصیدے درآنجا وانخورد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی	کوئی شکار اس جگہ نہ ملا
تعب بیحدے چشید و رنج سخت	شد زتاب مہر جانش لخت لخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی	سورج کی گرمی سے اس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی
درایاب آں شاہ بر رسم قدیم	قاصد درویش شد او زاں رقیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں	اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنے والا بن گیا
آمدہ برپای صوفی او فتاد	بوسہازد بردو پایش ز اعتقاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا	اعتقاد سے اس کے دونوں پاؤں چومے
وقت گرما بود و تاباں آفتاب	اند کے آسود شہ زاں حر و تاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا	اس گرمی اور تابش کی وجہ سے شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا
تکیہ بردیوار زد خوابش ببرد	سوی سایہ ہر کسے رہ می سپرد
دیوار کا سہارا لیا اس کو نیند آ گئی	سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے
شاہ تنہا ماند و آں صوفی صاف	از میان شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے	شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر
در تقلبہا فتادش بر شکم	مرد درویش از رہ لطف و کرم
کروٹیں لینے میں اس کے پیٹ پر گر گیا	درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر
خواست کاں را از شکم یکسو کند	جائے دیگر دور تر ازوے نہد
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے	دوسری جگہ اس سے دور رکھ دے
چشم شہ یکبارگی بیدار شد	دید چوں خنجر برہنہ زار شد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی	جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

زود برجست و بقصر خویش رفت	لیک جانش از غضب سوزاں و نفت
فوراً اٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا	لیکن غصہ سے اس کی جان جل بھن گئی
گفت زود آرید آں دستور را	تا برانداز و سر ایں بے نور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ	تاکہ وہ اس بے نور کا سر اڑا دے
من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام	بارہا سر را بپایش کردہ ام
میں نے اس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں	بارہا اس کے قدم پر سر رکھا ہے
پس سزای نیکوئی زینساں بود	کز برای کشتنم خنجر کشد
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے ؟	کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونتے
شد وزیر آگاہ و استغفار کرد	در شفاعت پیش شہ اصرار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی	شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا
گفت بخشیدم بتو جانش خموش	کن بدروے را بیک بنی دوگوش
اس نے کہا کہ میں نے تیری وجہ سے اس کی جان بخشی کی خاموش ہوجا	اس کو ایک ناک دوکان کے ساتھ نکال دے
ایں بود صدق و وفای پر دول	کز پئے و ہمے بعد داں شد بدل
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے	کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا
دل منہ بر لطف میران و وزیر	دردمے خلد اندو در دیگر سعیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا	گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دروزخ ہیں
از یکے وہم آں تلطف کینہ شد	ہمچو کانوں در تلہب سینہ شد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی	لپٹیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا
می نہ بندی دل بآں سلطاں چرا	کو ہزاراں جرم بخشد از عطا
تو اس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟	جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے
جرمہا دیدہ وظیفہ می دہد	از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے	ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟
ہر خطا کردی وبازار آمدی	از خواص خاص دربارش شدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا	اس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
مال دنیا را وفا خود ایں بود	دل دروبستن ز نقص دیں بود
دنیا کے مال کی یہی وفاداری ہوتی ہے	اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
جاں ببرد از مکر دنیا مرد خوش	چوں نہ بست او دلبراں مغرورکش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچا لے گیا	چونکہ اس نے اس فریب خوردہ کوقتل کرنے والی سے دل وابستہ نہ کیا
گر فتادے اندر و گشتے ہلاک	ہمچو بلعم می شدے مسجون خاک
اگر اس میں مبتلا ہو جاتا ہلاک ہو جاتا	بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا

زیر تیغ بیدریغ شاہ دوں	میشدے درویش بس زار و زبوں
کمینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے	درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا
چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بود	میل سوئے مالہانا وردہ بود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی	مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
جاں سلامت برد ازیں خداعہ او	دل بزہر او مبند اے یار تو
وہ اس دھوکے باز سے جان بچا لے گیا	اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر
باز سوی داستان خود روم	وہ چرا از نصح تو غافل شوم
میں پھر اپنی داستان کی جانب کوٹتا ہوں	ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل ہوئی
باز سوی داستاں من آمدم	وہ دریں دریا چہ دست و پازدم
میں پھر داستان کی جانب آ گیا	ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے
واں دوم کاہل شد از تطویل من	کاہلاں را کرد کاہل پیل من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بن گیا	کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود با قاضی

دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دو می گفتا کہ بشنو حال من	قرعۂ میراث زن در فال من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سن	میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے
نصرت الداخل نگر در بیت مال	تا بیابم از پدر مال و منال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر	تا کہ میں باپ کی جانب سے مال و متاع حاصل کر لوں
گفت من تنبل ترم از تنبلاں	ہستم از کوہ گراں ترہم گراں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں	میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں
گرفتد کوہے نجبم از مکان	یا برد سیلاب ما را رائگاں
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں	یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے
یا چو ابراہیمؑ گر آتش بود	می نتابم سر ازوہم تا ابد
یا (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح اگر آگ ہو	میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا
یا چو زکریاؑ شگافد ارۂ	برندارم من سر خود ذرۂ
یا (حضرت) زکریاؑ کی طرح اگر آرہ چیر دے	میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں
یا چو اسماعیلؑ زیر خنجرے	برندارم من سر خود از مرے
یا (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے سے	جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں
گر بریزد برتنم صد بارنیش	یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
اگر سو بار میرے جسم پر نشتر لگے	یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے

من زتنبل بر نہ جنبانم دودست	مردد گو برسرمن ہرچہ ہست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں	کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گزر جائے
گر بہ پرد سوئے من صد تیر راست	از کسالت بر نگردم چپ و راست
اگر میری طرف سو تیر سیدھے آئیں	میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں
برسرمن آنچہ بہ پسندی رواست	حکم حکم تست بندہ خود فناست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے	حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے
جملہ خواہشہا دراں خواہش گم ست	صلح و تدبیر و ہمہ چالش گم ست
تمام خواہش اس خواہش میں گم ہیں	صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے
چوں جمادم حرکت و خواہش نماند	تنبلیم دست از عالم فشاند
جب پتھر کی طرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی	میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا
ہمچو میت درید غسال شو	از ارادت وز تکلم لال شو
مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مردے کی طرح بن جا	ارادہ ہے اور بولنے سے گونگا بن جا
چوں کفیل من شد او در کارہا	پس چرا چوں خر کشم من بارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا	تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اٹھاؤں؟
بہ زمن تدبیر من میداند او	ہر بلا را بہ زمن میراند او
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے	وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے
پس چرا در نفع و ضر خود تنم	از کنف ہای حمایت چوں پرم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاٹوں؟	اپنایت کے پہلو سے کیوں اڑوں
ایں سخن پایاں ندارد الغرض	گفت باقاضی کہ اے دفع المرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض	اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!
درمیان ہر سہ تن کاہل ترم	وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں	اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں
سود و نقصان دو عالم ہرچہ ہست	کاہلی من زہر دو بہتر ست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے	میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے
در بیان ایں شنو یک قصہ	تا بری از تنبل من حصہ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے	تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے
بہر کارے آمدم در ملک خوز	در رباطے گشتم آسودہ دوروز
میں ملک خوز میں ایک کام لئے آیا	ایک سرائے میں دو دن آرام کیا
شاہ آنجابس سخی و بحر جود	کان لطف و معدن احسان بود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا	مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

چاؤش او ہر زماں کردے گزر	بانگہا کردے برائے کور و کر
اس کا نقیب ہر وقت گزرتا	اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا
شاہ ہر شب برسر تخت کرم	می نشیند اے گدایان دژم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو	بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!
ہر کہ را میلے بمال وجاہ است	دین و دنیا در رکاب شاہ ہست
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے	دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے
ہر کہ بکشاید لب انبان خویش	پر کند دروے درومر جان خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے	وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے
سیم و زر بس در و گوہر ہای سود	ہر کہ بکشودہ زباں بیشک ربود
چاندی اور سونا نفع کے لئے بہت سے موتی اور جواہر	جس نے زبان کھولی بیشک حاصل کر لئے
خوان یغمایش بدشمنہا و دوست	صرف محتاجاں بود با مغز و پوست
اس کا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کے لئے ہے	مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا
آنچہ خواہد از درش ہر کس برد	نیست با اعدای خود او را حسد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے	اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے
دوست دشمن پرورد از لطف وجود	ہر کہ لابہ کرد پیشش یافت سود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے	جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پالیا
دمبدم طول و سخایش در وفور	نیست در انبان جود او فتور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے	اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے
جنبش لب کافی آمد بردرش	بہر استمطار غیث ہامرش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے	اس کی بہنے والی بارش کے برسوانے کے لئے
بردرش آید کسے گر صبح و شام	کار او یابد بکلی انتظام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آ جائے	اس کا کام بالکل منظم ہو جائے
گر بیائی بردر او صبح گاہ	آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے در پر آئے	تو جو چاہے وہ بادشاہ دے دے
گر کسے در نیم شب کو بددرش	میدہد گوہر بہ از سیم و زرش
اگر کوئی آدمی رات کو اس کا دروازہ پیٹے	وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دے دیتا ہے
جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند	وز خبر گیری خلقاں عاطلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں	اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں
شاہ ما بیدار و ہر دم ہوشیار	عالمے را خود بذات او پاسدار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے	وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند	میل آں شہ دردلم انداختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا	انہوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کر دی
بردرش رفتم شبان و صبح گاہ	آستانش را نمودم سجدہ گا
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا	میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا
رویٔ او دیدہ ز خود رفتن چناں	کہ نیامد حرف اعط بر زباں
اس کا رخ دیکھ کر میں ایسا بے خود ہو گیا	کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا
مدتے بگذشت و من از کاہلی	ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
ایک مدت گزر گئی اور میں کاہلی سے	حیرت اور بے مرادی میں رہا
کاہلی من زبانم رابہ بست	ہمچو محوہ بادہؑ ومست الست
میری کاہلی نے میری زبان بندی کر دی	الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح
کاہلی من مرا رخصت نداد	کہ بخواہم از شہ باوجود و داد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا	کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں
واصلاں ینگونہ از ہر دو جہاں	کاہلند و غافلند اے زاہداں
واصل (بھی) لوگ اس طرح سے دونوں جہان ہے	اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں
نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت	ہر دو راہبر خدای خود بہشت
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت	دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے
جز خدارا از خدا خود خواستن	نیست افزونی بود جاں کاستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا	بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے
گر خدارا بہر جنت عابدی	در رفاہ نفس خود بس قاصدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادت گزار ہے	تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنے والا ہے
حسن ذاتی الوہیت چہ شد	آہ آں حق ربوبیت چہ شد
خدائی کا ذاتی حسن کیا ہوا؟	افسوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟
ہست او معبود بالذات اے پسر	درمیانش پس وسائط را مخر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے	تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر
مر خدارا بہر او عابد شوید	نہ کہ بہر حور و جنت میدوید
خدا کے عبادت گزار اس کے لئے ہی بنو	نہ کہ حور اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہیں
حق آں ذات خدای پاک او	خود بدہ انصاف پا سخ را بگو
اس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟	تو خود انصاف کر لے جواب دے
گر پرستی بہر نار و یا جناں	عابد اینہا شدی اے کامراں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے	اے کامیاب! تو ان کا عبادت گزار بنا

گر نبودے جنت و نار اے لئیم	بود معبود حقیقی آں رحیم
اے کمینہ! اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی	وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا
نار و جنت ہر دو سوط کاہل ست	کاہلاں را تازیانہ ناقل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کے لئے کوڑا ہیں	کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے
اسپ بحر از تازیانہ بر جہد	خود بخود پا در رہ عجلت نہد
نیز گھوڑا کوڑے سے بدکتا ہے	وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے
طفل را گویند در مکتب برو	جوز و لوزے میدہم ہاں زود شو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا	میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلد جا
پیش استا خوان نعمتہا بسے ست	فاکہہ و اعناب بہر ہر کسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں	پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں
گر روی پیشش نوازد مرترا	ورنہ بد ہد زیں تغافلہا سزا
اگر تو اس کے پاس جائے گا وہ تجھے نوازے گا	ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا
از طبانچہ روی گلگونت کند	سخت زندانی و محزونت کند
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا	تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا
طفل ازاں ترغیب و ترہیب پدر	رو سوئے مکتب نماید سر بسر
بچہ باپ کے اس پھسلانے اور ڈرانے سے	پورا رخ مکتب کی جانب کرتا ہے
چونکہ طفل رفت و آمد عقل خوب	نیست محتاج رغوب وہم رہوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آ گئی	تو وہ پھسلا دوں اور ڈرا دوں کا محتاج نہیں ہے
خود بخود در پیش استا میرود	ہر سحرگاہے بسویش میدود
وہ خود بخود استاد کے سامنے چلا جاتا ہے	ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے
حسن ذاتی بین و حق شاہیش	غرق شودر بحر ہمچوں ماہیش
ذاتی حسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ	سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا
بے خودی شو ز خودی یکسر بر آ	از برای حق خدارا داں خدا
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل	خدا کے لئے خدا کو خدا جان
مطلب دنیا و عقبیٰ را بہل	ہر دو انباں رابیند از از بغل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ	بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے
بہر او او را عبادت کرد نیست	عابد جنت طلب ہم مرد نیست
اس کی عبادت اس لئے کرنے کی ہے	جنت کے لئے عبادت کرنے والا مرد نہیں ہے
او بذات خود عبادت راسزا ست	نز برای نار و جنت وے خداست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے	نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے

اعبدالله له یاذا النهیٰ	واطرحوالاغیار عن عین الدها
اے عقلمند اللہ کی عبادت اس (اللہ) کے لئے کر	عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو
فامح نقش الغیر عن نوح الصدور	انه المعبود من غیرالفتور
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹا دے	بیشک بلغیر نقصان کے وہی معبود ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	منہی حال خود ست آں سوم نیز
اے پیارے یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودن آں پسر سوم کاہلی خودرا بہ پیش قاضی کاہل بکار دین وچابک بکار دنیا بود وآنست بیکارو کاہل حقیقی

اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملہ میں کاہل اور دنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور بیکار اور حقیقی کاہل رہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں	کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا کہ اے فلاں!	اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر
گفت قاضی! تنبل من بیشتر	ہمچو آتش ہست پر دود و شرر
اس نے کہا (اے) قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے	جو کہ آگ کی طرح دھویں اور چنگاریوں سے پر ہے
در بیانش داستانے میزنم	حال مخفی بر تو روشن میکنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں	چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
دوش بردم سوی صحرا گاؤ را	پاسبانی می نمودم گاؤ را
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا	میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا
برسر جوی کہ بد سبزہ رغید	گاؤ خود بگذاشتم او می چرید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا	میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا
در چرِ می گشت تدریجاً بعید	سبزہ تر می یافت ہر جا میدوید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا	جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا
بود سبزہ پہن و صحرای دراز	می چرید او دور دور از راہ آز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا	وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا
چیست دنیا سبزہ زار خوش فضا	تو چوگاوے اندراں مرعیٰ چرا
دنیا کیا ہے؟ عمدہ فضا والا سبزہ	اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے
خود چرِ آں کاہے کہ دروے خار نیست	خار واژون و قتادہ زار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے	وہ چرچہ اور قتادہ اگنے کی جگہ نہیں ہے
تانگیرد در گلویت خار او	روز محشر گردی آخر زار او
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگ جائے	بالآخر محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

می چرد ایں گاؤ نفس اندر جہاں	سبز کاہے ہر کجا بیند عیاں
یہ نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے	سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے
ویں نداند از شکم پروردنی	کیں مرا شد خوردنی ناخوردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا	کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی
آخرش درد شکم آرد ترا	تخمہ آرد خیرہ گرد اند ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے	تخمہ لگا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے
گر خوری آں را بحکم آں حکیم	کو سمیع ست و بصیر ست و علیم
اگر تو اسے اس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے	جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم
تخمہ و قولنج و ہیضہ ناورد	ہیچ نفخے در شکم نے ہیچ درد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی	نہ پیٹ میں اپھارا نہ کوئی درد
بہر ایں حکمت رسیدند انبیاء	تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں	اے صاحب تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو
تو مریضی جسم تو یک سر سقیم	رو بپرہیز و بہ پرس از ہر حکیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے	جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے
ہمچو گاوے خود سری ہرگز مکن	برخلاف نفس خود کن ہر سخن
بیل کی طرح کبھی خود سری نہ کر	ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنیٰ ایں حدیث ان لکل ملک وحمیً و حمی اللہ محارمہ رواہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

اس حدیث کے معنیٰ کے بیان میں کہ ہر بادشاہ کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محرمات ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

نفس سرکش را عناں گروا دہی	میرود او تا چراگاہ شہی
اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دے گا	وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا
رفتہ رفتہ در حمای شہ رود	گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد
آہستہ آہستہ شاہ کے حمیٰ میں پہنچ جائے گا	اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا
بہر ایں فرمود خیر الانبیاء	خاص باشد بہر ہر سلطاں حما
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے	ہر بادشاہ کا ایک خاص حمیٰ ہوتا ہے
از حمی اللہ آں محارم آمدہ	حمید اصل کل مکارم آمدہ
محرمات خدا کا حمیٰ ہیں	تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے
تاج کرمنا بسرا فراشتی	لیک برسر خاکہا انباشتی
تو نے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا	لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی

ان اکرم عنده اتقا بگو	ہست کرمنا بتقویٰ اے عمو
اس کے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے" کا قائل ہو جا	اے چچا! ہم نے عزت دی" تقوے کی وجہ سے ہے
گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر	گوش کن بل ھم اضل اے دیدہ ور
اگر تو تقویٰ نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے	اے دیدہ ور! بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم و دور تر رفتن گاو او

کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور اس کے بیل کا دور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاوٴ او بس دور رفت	میرود آں گاوٴ سوی سبزہ تفت
ہاں آ کہ وہ اس کا بیل بہت دور چلا گیا	وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے
گاوٴ می شد دور و من از کاہلی	می نمودم در رجوعش غافلی
بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے	اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا
در تردد می روم باز آرمش	یا ہمیں از دور پاسے دارمش
تردد میں میں جاؤں اس کو واپس لاؤں	یا اسی طرح دور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں
می فشردم در تردد سخت سخت	شد دلم از کاہلی بس لخت لخت
میں تردد میں سخت بھینچ رہا تھا	کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
ایں تردد ہست بنیاد غموم	بر تو می آرد المہا زد ہجوم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے	اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں
رد تو یکدل باش و مرد عزم باش	نقش ایں و آں ز لوح دل خراش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن	اس اور اس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے
در گزر زاں کیں بہ است و آں بہ است	از ہمہ بہ آں تردد ہادہ است
اس سے گزر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے	وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے
از عدم بر تو تردد ریختند	امتحاں را حیلہ انگیختند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے	آزمائش کے لئے ایک حیا پیدا کر دیا ہے
زین و آں بگذر بداں سو کن شتاب	کہ بہر کارے الی اللہ المآب
اس اور اس سے گزر جا اس جانب جلدی کر	کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے
از سحر تا شام من در فکر گاوٴ	بر ہماں جو بودم و دل فتنہ کاوٴ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں	اسی نہر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں
ظہر و عصر من دریں غم شد قضا	گر روم در سجدہ گردم زو عمیٰ
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی	کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اس سے اندھا ہو جاؤں گا
من شوم گر در نماز و در نیاز	گاوٴ گیرد آں طرف راہ دراز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا	بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

آخرش چوں قرص خورشید در غروب	گشت ضو از زنگی ظلمت هروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی	روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بن گئی
چشم من شد خیرہ از دیدار گاوٗ	می ندیدم ہیچ میں ز اثار گاوٗ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی	میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا
چشم من از دید او تاریک شد	گاوٗ زاں مرعاش در تحریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی	بیل بھی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا
رفت آں گاوٗ و نشاں معلوم نے	وآں کدمن جملہ جز معدوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں	اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں
روز من شد دیرد گاوٗ از دست شد	سہ نماز من قضا چوں مست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا	دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں
اہل دنیا در چنیں اشغالہا	می کنند ایثار دنیا اے کیا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں	اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں
مرد آں باشد کہ عقبیٰ راتند	کار دنیا را چو جیفہ رد کند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے	دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کردے
اے برائے گاو نفس بے حیا	می کنی ہر دم نمازے را قضا
اے (مخاطب)! بے حیا نفس کے بیل کے لئے	تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے
یاد او ہمچو نماز فرض داں	می کنی تو کاہلی غافل ازاں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ	تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے
در جہاں فانی چنیں فانی شدی	کز رہ عقبیٰ ز نادانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا	تو نادانی سے آخرت کے راستہ سے ہٹ گیا
گر برائے حق ز دنیا بگذری	پیشت آید زال دنیا سرسری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گزر جائے گا	تیرے سامنے بوڑھی دنیا آسانی سے آ جائے گی

در بیان آنکہ دنیا طالب ہارب خود و ہارب از طالب خودست

اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفی صاحبدلے اندر رباط	بدشستہ ہمچو گل باصد نشاط
ایک صاحب دل صوفی سرائے میں	پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا
جمع رہطے مستفیداں برسرش	معتقد بودند ہمچوں حیدرشؓ
مریدوں کا ایک مجمع اس کے پاس	حضرت علیؓ کی طرح اس کے معتقد تھے
ناگہاں سہ جانور از سمت شرق	آمدند از سرعت طیراں چو برق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے	تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

هر یکے زاں دیگرے بد در گریز	واں دگر در جستجویش تیز تیز
ان میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا	اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا
کفترے بس لاغرے ژولیدۂ	پی پیش از ہر سہ بد پریدۂ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان	تینوں میں سے آگے آگے اڑ رہا تھا
در پس او بود زریں مرغ و زفت	با ہزاراں زیب و زینت گرم وتفت
اس کے پیچھے موٹا زریں مرغ تھا	ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ گرم اور تیز
درپے آں مرغ زریں زاغ شوم	ہمچو باد تند میرفت آں غشوم
اس زریں مرغ کے پیچھے منحوس کوا	وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا
ہر یکے زیں مرغ کردے جہد نیک	یک دگر را می نیابیدند لیک
ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا	لیکن ایک دوسرے کو (پکڑ) نہ پاتے تھے
حاضراں گفتند کاے قطب زماں	زیں عجب ترماندیدم از جہاں
حاضرین نے کہا کہ اے قطب زماں	دنیا میں میں نے اس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا
درپۓ عاجز کبوتر چیست مرغ	وزپۓ مرغست چوں ایں زاغ یرغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟	اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوا کیوں ہے؟
کفترے را مرغ پس روشد چہ خاست	زاغ لاغی تابع مرغے چراست
مرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟	بکواسی کوا مرغ کے پیچھے کیوں ہے؟
جنس ہای مختلف را چہ فتاد	اتباع یک دگر چوں دست داد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟	ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟
ہر کسے مرجنس خود را طالب ست	جنس ہا مرجنس ہارا جالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے	جنس جنس کو کھینچنے والی ہیں
جنس سوی جنس دارد خود میل	روز باروزست و بالیلست لیل
جنس جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے	دن دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ
میل مومن سوی مومن می شود	میل کافر سوی کافر می رود
مومن کا میلان مومن کی جانب ہوتا ہے	کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے
صالحاں با صالحاں منضم شوند	طالحاں با طالحاں محرم شوند
نیک نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں	برے بروں کے محرم ہوتے ہیں
زاغ با زاغاں کند پرواز ہا	بلبلے با بلبلاں آوازہا
کوا کووں کے ساتھ اڑائیں بھرتا ہے	بلبل بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے
انبیا زیں رہ بشرہا بودہ اند	از تجانس راہ حق بنمودہ اند
انبیاء اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں	ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا راستہ دکھایا ہے

بوی جنسیت رسد فیضش شتاب	از ملک آدم نگشتے بے حجاب
جنسیت کی بو کا فیض جلد پہنچتا ہے	فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا
کافراں گفتند در حق نبیؐ	کاں فرشتہ چوں نیامد از خفی
کافروں نے نبیؐ کے بارے میں کہا	کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟
ایں نہ فہمیدند کیں جسم بشر	بہر روپوش جہولست اے پسر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انساں کا جسم	اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لئے ہے
جاہلاں چوں از ملائک می رمند	انبیاء از بوئ جنسیت کشند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں	انبیاء جنسیت کی بو سے کھینچتے ہیں
ورنہ در معنیٰ ملک گرد وے ست	چوں نبی در قرب و عرفاں او کے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اس کی گرد ہے	وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟
یک خلاف جنس آمد صد حجاب	وز تجانس می شود صد فتح باب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے	اور ہم جنس ہونے سے سینکڑوں دروازے کھلتے ہیں
روح چوں از عالم امر آمدہ است	زاں بطاعات و ہدیٰ راغب شدہ است
روح چونکہ عالم امر سے آئی ہے	اسی لئے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوئی ہے
جسم چوں از عالم خلقست باز	سوی خواب و خور کشد بے امتیاز
پھر جسم چونکہ عالم خلق سے ہے	(اس لئے) بلا امتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے
زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا	ہر دو خو زابوین در طبعش سزا
نفوس چونکہ ان دونوں سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں	ماں باپ کی طرف سے دونوں خصلتیں اس کی طبیعت کے مناسب ہیں
گر بسوئ خاک سفلی میرود	آں زماں وے نفس امارہ شود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے	تب وہ نفس امارہ بن جاتا ہے
ور بسوی روح علوی سرکشد	آں زماں لوامہ گشت و بارشد
اور اگر علوی روح کی جانب رخ کرتا ہے	تب وہ لوامہ اور باہدایت بن جاتا ہے
میل ملک امر چوں زاید درو	سوئ لوامہ برآید سرخوش او
جب اس میں عالم امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے	وہ مست ہو کر (نفس) لوامہ کی جانب آ جاتا ہے
گرز کوشش سوی لاہوتی تند	دم بسوی ملہمہ وا میزاند
وہ اگر کوشش سے (عالم) لاہوت کی جانب چلتا ہے	ملہمہ کی جانب سانس لیتا ہے
بعد تہذیب و کمال اجتہاد	مطمئنہ گردد و اہل سداد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد	درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے
ایں سخن را نیست پایاں اے فتا	سوی شرح آں سہ طائر باز آ
اے جوان! اس بات کا اخیر نہیں ہے	ان تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

جواب گفتن آں صوفی برائے تسکین خاطر مریداں وشرح حال آں سہ طائر کہ یکے درپئے دیگری می بود

اس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لئے جواب دینا اور ان تین پرندوں کے حال کی شرح جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بردل صوفی ندا آمد نہاں	کیں سہ مرغ آمد مثال آں کساں
صوفی کے دل پر مخفی آواز آئی	کہ یہ تین پرند ان لوگوں کی مثال ہیں
کہ زدنیا ہارب اند و طالب اند	جملۂ شاں یک دگر را جالب اند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں	سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں
می گریزد ایں کبوتر از ہمہ	از فسون مرغ زریں دمدمہ
یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے	مرغ زریں کے منتر (اور) مکر سے
مرغ زریں درپیش جویان او	میدود ہر سو بدل قربان او
زریں مرغ اس کے پیچھے اس کا جویاں ہے	ہر جانب دوڑ رہا ہے دل سے اس پر قربان ہے
زاغ بہر مرغ زریں می پرد	در پیش از حرص ہر سو می دود
کوا زریں مرغ کے لئے اڑ رہا ہے	لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے
لیک زینہا یک دگر را کس نیافت	گرچہ در پرو از ہر یک زوشتافت
لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا	اگرچہ ہر ایک نے اڑنے میں جلدی کی
ہست عارف چوں کبوتر در گریز	دائماً سوئے خدا زیں خاک بیز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے	ہمیشہ خدا کی جانب اس خاک چھاننے والے سے
در پیش دنیا کہ زریں مرغ او ست	می دود ہر سو وگرم جستجو ست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زریں مرغ ہے	ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے
زاغ یعنی اہل دنیا از شرہ	می دود بروے نمی یا بد فرہ
کوا یعنی دنیا دار حرص کی وجہ سے	دوڑ رہا ہے اس پر غلبہ نہیں پاتا ہے
اہل دنیا درپئے دنیای دوں	می دوندو می پرند اے ذوفنوں
دنیا دار کمینی دنیا کے پیچھے	اے ہنرمند! دوڑتے ہیں اور اڑتے ہیں
لیک آں مکارہ زیشاں می رمد	درپئے آں مرد حقانی دود
لیکن وہ مکارہ ان سے بھاگتی ہے	ربانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے
می رمد آں مرد حقانی ازو	جستجویش می کند آں زشت خو
وہ ربانی مرد اس سے بھاگتا ہے	وہ بد عادت اس کی جستجو کرتی ہے
می کند او درپیش پرواز ہا	لیک وے برمی جہد چوں بازہا
وہ اس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے	لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

ہابیاکاں سہ پسر از کاہلی	طالب حکم اند زاں قاضی ولی
ہاں آ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ	اس صاحب اختیار قاضی سے فیصلہ کے طلبگار ہیں

غرض نمودن آں سہ پسر بجناب قاضی

پر ہنر فتویٰ خواستن در باب میراث پدر

ان تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہر سہ با قاضی بگفتند اے حمید	حال ما اینست کن حکم رشید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!	ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دے
خلق بہر حکم او شد مجتمع	ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
لوگ اس کے فیصلہ کے لئے جمع ہو گئے	ہر ایک اس قصہ کو سننے والا تھا
تابدانند آنچہ قاضی حکم کرد	می چہ گوید اندریں آں مرد فرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اس کو جان لیں	وہ یکتا انسان اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟
گفت قاضی ایں ہمہ مال پدر	مرسوم را گشت از حکم قدر
قاضی نے کہا باپ کا یہ سارا مال	مقدر کے فیصلہ سے تیسرے کا ہو گیا
خلق آمد در فغاں زیں ماجرا	کیں سخن را شرح کن بہر خدا
لوگ اس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے	کہ خدا کے لئے اس بات کی تشریح کیجئے
عالمے زیں حکم حیرت ور شدند	کیں دو چوں محروم مال و زر شدند
ایک جہان اس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا	کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟
کاہلی ہر سہ شد باہم قریب	وجہ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے	اے عقلمند! اس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟
گفت قاضی ہست کاہل ترسوم	شد فزوں تر اوز اول وز دوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے	وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے
زانکہ ایں کاہل بکار اخرویست	چست و چابک در امور دنیویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے	دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے
برگزیدہ او کار دنیا بر نماز	ایں بود خود کاہلی اہل آز
اس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی	اہل حرص کی کاہلی یہی ہوتی ہے
کاہلی درکار دنیا چستی ست	کاہلی از نار و جنت سستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے	جہنم اور جنت سے کاہلی سستی ہے
مرد کاہل بہر حق کاہل بود	کاہل از دارین بس عاقل بود
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے	دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

بہر ذات حق گزارد ہر دو را	ایں چنیں کاہل بود مرد خدا
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کے لئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے	مرد خدا ایسا ہی کاہل ہوتا ہے
کاہلی اولیں در زہد برد	کرد اسباغ وضو قطرہ نخورد
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی	اس نے وضو مکمل کیا ایک قطرہ نہ پیا
برامید جنت او بردے کشید	نفس را ہم از عطش گردن برید
اس نے جنت کی امید پر سردی برداشت کی	پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی
واں دوم از بہر حق کاہل شدست	از متاع ہر دو کوں غافل شدست
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کے لئے کاہل بنا	دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا
غیر حق را چوں ندید او ہیچ قدر	کاہلی او ست از چستی و مکر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی	اس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے
کاہلی عقبیٰ مرادم چابکی ست	در توکل کاہلی و بے تکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مراد چستی ہے	(کیونکہ) کاہلی اور کوشش نہ ہونا توکل کی وجہ سے ہے
مال عقبیٰ بہر ایں کاہل بود	مال دنیا بہر آں کاہل بود
آخرت کا مال اس کاہل کے لئے ہوتا ہے	دنیا کا مال اس کاہل کے لئے ہوتا ہے
وایں سوم کو کار حق را خوار کرد	بہر گاوے شد فدا روزش بدرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا	بیل کے لئے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا
کاہل و جاہل ز جملہ ایں کس ست	دولت دنیا مر ایں کس را بس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے	دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے
داں دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست	نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
ان دونوں کے لئے آخرت اوراس کے لئے (دنیا کی) دولت ہے	انجام کا یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے
زیں سبب فرمود پیغمبرؐ مگر	انہ لو کان للدنیا قدر
شاید پیغمبرؐ نے اسی لئے فرمایا	بیشک اگر دنیا کی قدر ہوتی
ماسقی منہا لکافر شربۃً	بلکہ می انداخت بروے صد محن
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا	بلکہ اس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

در بیان معنی ایں حدیث کہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را	اہل فسق و ظلم و آں اشرار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے	فاسقوں اور ظالموں اور ان شریروں کے لئے
بہر مومن ہست زنداں ایں مقام	نیست زنداں جای عیش و احتشام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے	قید خانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

جہد کن تا خود ازیں زنداں رہی	مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پالے	جان کو اس قید خانہ سے چھٹکارا دے دے
زود فکر ژرف می باید گزید	پا ازیں زنداں بروں باید کشید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہئے	اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہئے
آشیان تست عرش اعتلا	چوں بیفتادی دریں دام بلا
تیرا آشیانہ بلندی کا عرش ہے	تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟
ہیچ ناری یاد ازاں کاشانہ	مست گشتی چوں بریں گہدانہ
تو کبھی اس محل کو یاد نہیں کرتا ہے	تو اس پائے خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے؟
می دہندت دانہ عمرت می خرند	گاو گردوں زرع عمرت می چرند
تجھے دانہ دے دیتے ہیں تیری عمر خرید لیتے ہیں	آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں
روزی ہر روزہ پنداری تو مفت	عمر ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے	ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے
تو بدانہ دام را بگزیدۂ	وز لئیمی برفخے پیچیدۂ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے	اور کمینہ پن سے جال میں الجھ گیا ہے
روبداں سو پر بزن کاشانہاست	آں سوئے چرخ بریں بس دانہاست
جا اس جانب پرواز کر محلات ہیں	اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں
لب بہ بند از گفتگوئے این و آں	تا بیابی نور حق دردل عیاں
اس اور اس کی بات سے ہونٹ بند کر لے	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے
خویش را رسوای عالم کردۂ	بہر تصویر جہاں چوں گردۂ
تو نے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنایا ہے	جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے نقشہ ہے
لوح تو پر از خیالات جہاں	فکر و ذکرش چوں شود دردل جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پر ہے	اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہو گا؟
از ہمہ می بر بدو پیوند کن	بر در یک یار خود را بند کن
سب سے کٹ جا اس سے جڑ جا	ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر
یار ہرجائی ترا مرغوب نیست	کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
ہرجائی یار تجھے پسند نہیں ہے	اس کے لئے کب مناسب ہوگا جس کی طرح کا کوئی حسین نہیں ہے

حکایت برسبیل تمثیل

تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بدزنے سیمیں تنے عشوہ گرے	بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی	زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

زلف و رخسار و لب او رشک حور	درزنخدانش دل خلقے حصور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کا رشک (تھے)	اس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا (تھا)
از تبختر چوں تدرد خوش نہاد	برسر کوی گزارے او فتاد
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)	اسکا کوچہ پر سے گزر ہوا
اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل	شد دوچار اوز دستش رفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل	اس کے سامنے آ گیا اس کا دل بے قابو ہو گیا
دید او را گشت تصویر خیال	رفت ہوش از سر بجانش صد نکال
اس نے اس کو دیکھا تصویر خیال بن گیا	ہوش سر سے روانہ ہوگیا اس کی جان میں سو عذاب پیدا ہو گئے
گشت چوں تصویر حیراں اندرو	چشم برہم می نزد از شوق او
اس میں تصویر کی طرح حیران ہو گیا	اس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا
زن چو او را والہ و شیدا بدید	تیر عشق او بجان زن رسید
عورت نے جب اس کو عاشق اور شیدا دیکھا	اس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا
گفت اے سادہ چہ می بینی بگو	از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رو
اس نے کہا اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟	اے آئینہ رو تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟
رو برای کار خود آمادہ باش	پا بز نجیرے منہ آزادہ باش
جا اپنے کام پر آمادہ رہ	پاؤں میں زنجیر نہ ڈال آزاد رہ
گفت عشقت ہوش و عقل من ربود	کو مرا پروای کار نفع و سود
اس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اڑا	مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟
جز تو کار دیگرم باقی نماند	عشق تو در بسترم خارے فشاند
میرے لئے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا	تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیئے
کاروبار من بجز عشق تو نیست	حسن تمثیل تو جاں را رہزنیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے	تیری تصویر کا حسن جان کا رہزن ہے
گفت ہیں واپس نگر ہمشیر من	از عقب می آید آں غنچہ دہن
اس نے کہا خبردار پیچھے دیکھ میری ہمشیر	پیچھے آ رہی ہے وہ غنچہ دہن
صد رہ از من در جمال او خوب تر	کہ نیرزد پیش روی او قمر
وہ مجھ سے حسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے	کیونکہ اس کے رخ کے مقابلہ میں چاند کی قیمت کا نہیں ہے
آں جوان سادہ رو ازوے بتافت	سوی محبوبے نشاں کزوے نیافت
اس بھولے جوان نے اس سے منہ موڑ لیا	اس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا
زن بردیش زد طپانچہ آنچناں	کہ برو صد رشک بردے ارغواں
عورت نے اس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا	کہ گل بابونہ اس پر سو رشک کرے

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی — در بیان دعوی خود صادقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے — اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے

سوی غیر من چرا کردی نظر — دعویٰ عشق ایں بود اے خیرہ سر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟ — اے پراگندہ دماغ عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے

ایں چنیں باشد وفای عاشقاں — روبغیر آرند ظاہر یا نہاں
عاشقوں کی وفا ایسی ہوتی ہے — ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رخ کرتے ہیں؟

چونکہ دید غیر در عشق مجاز — ننگ عشق آمد حقیقت راچہ ساز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا — عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق؟

عاشقی حقی و بینی غیر را — کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے — تو کعبہ چاہتا ہے؟ جبکہ بتخانہ کا ارادہ کرتا ہے

کلمکے داری بردی دل زغیر — ونگہاں خواہی بکوی دوست سیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے — پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے

تافشک داری بکشمان وجود — حب حب اللہ دروکشتن چہ سود
جب تک تو وجود کے کھیت میں دیمک رکھتا ہے — اس میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟

غیر او را از نظر بیروں فگن — چشم دل نہ بر جمال ذوالمنن
اس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے — احسانوں والے کے حسن پر دل کی آنکھ رکھ

کیست دیگر در جہاں غیر از خدا — از چہ احول گشتہ اے ژاژ خا
دنیا میں خدا سے علاوہ دوسرا کون ہے؟ — اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟

خود توئی گر غیر حق خود را بسوز — چشم دل بر وحدہ ہر دم بدوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے — دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا

جزو وجود مطلق و ہستی پاک — آنچہ آید درم خیالت ہست خاک
وجود مطلق اور پاک ہستی کے سوا — جو کچھ تیرے خیال میں آئے خاک ہے

تو کجا و من کجا عالم کجا — ہست یک نور منزہ اے فتا
تو کہاں اور میں کہاں عالم کہاں؟ — اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے

ظاہر و باطن نہاں و آشکار — شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
ظاہر اور باطن پوشیدہ اور کھلا — شمع تو ایک شمع ہے اس کے قندیل ہزار ہیں

در ہزاراں آئینہ یک صورت ست — زیں تکثر ہم خرد را حیرت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے — اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے

کثرت آئینہ آمد از کجا — ایں ز اسما و صفات ست اے کیا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟ — اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے

ایں سخن پایاں ندارد لب بہ بند	ہر دولبہای مر ابر بستہ قند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کر لے	شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں
زیں شکر ہر دو لب من بستہ شد	وز قیود گفتگو دل رستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہو گئے	اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پا گیا

رجوع بحکایت شاہزادۂ سوم کہ از بادشاہ شرف قرابت وعز وجاہت یافت وبمنزل گاہ زوجناھم بحور عین شتافت

تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور عزت اور وجاہت پائی ''ہم کے حورعین سے ان کی شادی کردی'' کی منزل گاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حسام الدین شہ ملک یقیں	حال شہزادہ سوم برگو تو ہیں
اے حسام الدین ملک یقین کے شاہ	ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن	جذب جاں کردی تو چوں بادیمن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کر لی
می کشد مارا ابر عرش علا	پر پروازت چو جبریل صفا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے	تیرا پر پرواز جبرئیل باصفا کی طرح
بردۂ جاں را تو درباغ خلود	سینہ ام پر گل ازانست اے ودود
آپ جان کو ہیشگی کے باغ میں لے گئے	اے محبوب اسی لئے میرا سینہ پھولوں سے پر ہے
خود ز تست ایں گفتگوئے پر شکر	کز زبانم می ترا و د شعر تر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے	کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں
حال خود را بر زبانم گفتہ	خود تو دانی چونکہ ایں در سفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے	چونکہ آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے
من نے خالی بدم نائی توئی	مثنوی را گر بیفزائی توئی
میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں	اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں
نالہ من از دم گرم تو ہست	لطف تو ایں تہمتے برمن بہ بست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے	آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے
اختتام مثنوی خود کردۂ	خود تو میگوئی ولے در پردۂ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے	خود آپ کہہ رہے ہیں۔لیکن آپ پردے میں ہیں
ایں من و ماجز کہ پردہ بیش نیست	پیش آں عقل مآل اندیش نیست
من و ما'' پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے	انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے

در صور گر کثرتے بینی عیاں	معنی جملہ یکست اے نکتہ داں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے	ایک نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے
شمع در آئینہ خانہ گر نہی	پیش ہر آئینہ اش راہے دہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے	ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو رات دے دے گا
در حقیقت یک بود اے ہوشیار	پیش چشم تو نمایاں صد ہزار
اے ہوشیار حقیقت میں وہ ایک ہے	تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں
ذات شمع آں یک بود از کثرتے	مر ترا ز آئینہ باشد حیرتے
شمع کی ذات ایک ہے کثرت کی وجہ سے	تجھے آئینہ سے حیرت ہو گی
بے تکثر شمع یک چوں شد ہزار	وحدت ہستی مطلق ہوشدار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہو گئیں	مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے
گر پرسی آئینہ شد از کجا	شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟	وہ شمع خود قدیم اور منور ہے
آئینہ داں جملہ اسما و صفات	اقتضا کردند فضل کائنات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ	جنہوں نے بقیہ کائنات کو چاہا
زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم	چوں شنید از مرگ آں داور دوم
اس بات سے گزر کیونکہ تیسرے شہزادے نے	جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سنا

بیان حال شہزادۂ سوم کہ بعد مرگ برادر دوم تقرب سلطان وقرب وعرفان یافت

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان، جس نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا تقرب اور قربت و معرفت حاصل کر لی

حاضر آمد در جناب پادشاہ	طالب محبوب خود با دردو آہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا	اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بن کر
پس معرف گفت بہر مصلحت	کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانے والے نے کہا	کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے
ہر دو بازویش بعشق تو شکست	مرشکستش راجبیرہ بستن ست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہو گئے	اس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے
شاہ رحمت کرد او را پیش خواند	وز تلطف برسریر خود نشاند
شاہ نے رحم کیا اس کو آگے بلایا	اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا
گرچہ میدانست حالش را بکشف	جملہ می پرسید باری شگرف
اگرچہ وہ اس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا	عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا
آنچناں از لطف پرسشہا نمود	کاں غم و کربت زجان او ربود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی	کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مردہ را تدفیں نمود	زندہ را با روح خود تضمیں نمود
اس نے مردہ بھائی کی تدفین کر دی	زندہ کو اپنی روح سے وابستہ کر لیا
بعد چندیں صحبت او گرم شد	شاہ را بروے بسے دل نرم شد
تھوڑے دن بعد اس کی صحبت گرم ہو گئی	اس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہو گیا
پوتہ و پوتک مراو را جملہ داد	داخل شاہانہ بہر او کشاد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا	دیوان خانہ اس کے لئے کھول دیا
از دم جاں بخش شاہ بحر جود	غنچۂ او در شکفتن رونمود
سخاوت کے سمندر جان عطا کرنے والے شاہ کے دم سے	اس کا غنچہ کھلنے لگا
راز ہا اندر دلش تخمیر گشت	ہمچو آں دو میں ہمہ تنویر گشت
اس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہو گئے	وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا
منزل قرب وجود و معرفت	بیشتر زاں دو سیمیں شد در صفت
قرب و جود اور معرفت کی منزل میں	صفت میں اس منجھلے بھائی سے زیادہ ہو گیا
کسب ہامی کرد و رہ طے می نمود	جہد ہامی کرد و نورش می فزود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا	وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا
لیک او خود عبرتے بگرفتہ بود	زاں دودادر پندہا پذرفتہ بود
لیکن اس نے خود ایک عبرت حاصل کر لی تھی	ان دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کر لی تھی
عقبہائے راہ وا دانستہ بود	حزمہامی کرد و بد شایستہ خود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا	احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا
دید کاں اول ز عجلت جاں بداد	واں دوم را عجب در گورے نہاد
اس نے دیکھا کہ اس پہلے نے جلدی میں جان دیدی	اور اس دوسرے کو خود پسندی نے قبر میں رکھ دیا
مرد را باید کہ اندر راہ یار	در تانی کو شد و صبر و قرار
انسان کو چاہیے کہ یار کے راستہ میں	آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبیٰ	رفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
احمدؐ مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے	اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے
ابن مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد	نصف ایمان ست صبر اے نیک مرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے	ایک نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے
ورنہ حسن یار نور مطلق ست	چشم دل اندر جمالش مندق ست
ورنہ یار کا حسن نور مطلق ہے	اس کے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے
تاب ناری دیدنش را یک بیک	آئینہ مصقول میکن سیکنک
تو یک بیک اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا	آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر

ایں تانی بہر استعداد ہست	کے جمال بے حجابش در بہ بست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے	اس کے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟
یار چوں شمس ست در وسط السماءٗ	لیک اے خفاش کو چشمے ترا
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے	لیکن اے چگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟
رو تو اول چشم را پیدا بکن	بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن
جا تو پہلے آنکھ پیدا کر	اس کے بعد اس کی طرف آنکھ کھول
برنتابی ورنہ آں نور و شروق	نجم تو گردد ز مہرش در خفوق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا	اس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائے گا
یا بمیری یا شوی دیوانہ خود	زیں سبب ہا اکثرے مجذوب شد
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا	اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں
برنتابد کاہ بار کوہ را	مرد باید ایں غم و اندوہ را
تنکا پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا	اس رنج و غم کے لئے مرد چاہئے
آں نخستیں دادرش تعجیل کرد	وصل عریاں را طپاں تحصیل کرد
اس کے پہلے بھائی نے جلدی کی	عریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا
چوں نبود آں وصل لب در خورد او	در طپش افتاد و خست و مرد او
چونکہ خالص وصل اس کے مناسب نہ تھا	وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا
تا کہ رفع ایں حجاب تن نشد	وصل عریاں کے بدست آید زلد
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ ہٹے	جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟
لیک شیر عشق چوں تازد شتاب	لقمہ گردد عاشق او را چوں کباب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑ پڑتا ہے	عاشق کباب کی طرح اس کا لقمہ بن جاتا ہے
ز اضطراب عشق جلدیہا کند	چکرہ را ہمچوں صدف لب واکند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے	سیپ کی طرح قطرے کے لئے منہ کھول دیتا ہے
لیک پیش از ابر نیساں فتح لب	نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
لیکن ابر نیساں سے پہلے منہ کھولنا	اس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں
زن نباشد طامثہ یا بالغہ	باشد از احوائے نطفہ زائفہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو	وہ نطفہ کے گھیرنے میں کجرو ہوتی ہے

داستان آں مطبخی کہ بدوں استعداد از راہ تعجیل دل بوصل عریاں نہاد و جاں بداد

اس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر استعداد کے جلد بازی کے طور پر وصل عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان دے دی

عارفے را مطبخی ہمسایہ بود	بس سخی و عاقل و پرمایہ بود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا	بہت سخی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حال شیخ — بستہ بودے چشم بر احوال شیخ

اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا — شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا

چونکہ فقر از شان فخر اولیاست — افتقار از سنت خیرالوریٰ ست

چونکہ فقر اولیاء کے فخر کی شان ہے — حاجت مندی خیرالوریٰ کی سنت ہے

باوجود حزم اخفای کمال — گر شدے احیاناً او دانای حال

باوجود کمال کے اخفاء کی پختہ کاری کے — اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا

خدمتے کردے بصد عجز و نیاز — باکمال اعتقاد و امتیاز

سینکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا — پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ

اتفاقاً چند مہمان عزیز — شد قنق روزے بآں صاحب تمیز

اتفاقاً چند معزز مہمان — ایک روز ان صاحب تمیز کے مہمان بن گئے

چونکہ فقد نزل بود وہم عشا — مرد عارف گشت در رنج و عنا

چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا — (وہ عارف) مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہو گیا

چونکہ لیکرم ضیفہ حکم رسولؐ — دردل عارف ز نشتر بدعجول

چونکہ چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے" رسول کا حکم ہے — وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنے والا تھا

یک دوبار از خانقہ تاخانہ رفت — تاکند مہمانی شاں چست زفت

ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا — تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں

لیک در خانہ یسار او نبود — زیں سبب تشویش وقت او فزود

لیکن ان کے گھر میں مالداری نہ تھی — اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی

مطنجی آں شیخ را بر رغم طبع — دید گہ در خانقہ گاہے بربع

نان بائی نے شیخ کو ان کے مزاج کے خلاف — کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا

بر در او آمد و تفتیش کرد — ماجرا دریافت و بس تشویش کرد

وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی — معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا

زود از دوکان تتماج و ثرید — نان و قلیہ ماہی بریاں گزید

فوراً دکان سے دلیا اور پنیر — روٹی اور شوربا بھنی ہوئی مچھلی لی

برد نزد شیخ کاے مرد خدا — صرف کن ایں جملہ اے نورالہدا

شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مرد خدا — اے نور ہدایت اس سب کو خرچ کر لیجئے

ہر کجا خواہی مر آں را صرف کن — جملہ کردم ملک تو از بیخ و بن

آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کر لیں — میں نے جڑ اور بنیاد سے آپ کی ملک کیا

شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت — جملہ رازاں خوان نعمت سیر ساخت

شیخ خوش ہوگئے مہمانوں کو نوازا — اس خوان نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا

آنچہ باقی ماند بخشید اہل را	رفت تشویش و دلش آمد بجا
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا	ان کی پریشانی رفع ہوگئی اور دل ٹھکانے آ گیا
مطبخی را گفت چہ خواہی بگو	ہر درے خواہی ازیں دریا بجو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟	تجھے جو موتی چاہئے اس دریا میں تلاش کر لے
بحر من در جوش آمد ایں زماں	آنچہ می خواہی بگیرودا ستاں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے	تو جو چاہے حاصل کر لے اور لے لے
مطبخی گفتا کہ از لطف شما	ولد و مال و جاہ شد حاصل مرا
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے	اولاد اور مال اور رتبہ مجھے حاصل ہے
نیست در دنیا بچیزے حاجتم	از رہ شکر و قناعت ساکتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے	شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں
حق چو بیش از حاجت من رحم کرد	چوں کنم دیگر طلب اے نیک مرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا ہے	اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟
باز چوں دریائے حق در جوش بود	عارف اندر خواہ خواہش میفزود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا	شیخ (اس سے) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے
مطبخی گفتا کہ می خواہم شہا	ہمچو خود عارف کنی بے فرقہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں	بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے
غیر ازیں دیگر مرا حاجت چونیست	زیں عطایم گر نوازی خوش فنیست
اس کے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے	اگر آپ اس بخشش سے مجھے نواز دیں تو بہتر کام ہے
عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں	زیں سوال خام رو دیگر گزیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!	اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے
گفت نے نے من ہمیں را خواستم	وز سر مال و جہاں برخاستم
اس نے کہا نہیں نہیں میں یہی چاہتا ہوں	مال اور دنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں
گفت عارف گر چو من عارف شوی	غرق بحر لاشوی وز خود روی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا	"لا" کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اپنے سے جاتا رہے گا
تار و پود اسطقست بگلسد	طوطی تو ایں قفس دردم ہلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا	تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی
گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم	واصل حق گشتہ بر خیزم سلیم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہو گا؟	واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا
گفت عارف اندرون حجرہ آ	ساعتے بنشیں مراقب پیش ما
شیخ نے فرمایا حجرے کے اندر آ جا	تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

خلوتے کردند آں عارف تمام	صرف ہمت کرد در سقی المدام
ان شیخ نے پوری خلوت کر لی	شراب (معرفت) پلانے میں توجہ لگا دی
بعد یک ساعت چو بیروں آمدند	صورت و معنیٰ ہمہ یکساں شدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے	ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے
خلق ہم از جمع مثلیں خیرہ شد	عقل جزوی از تمیز تیرہ شد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے	جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی
آخرش بعد از زمانے مطنجی	در طپش جاں داد چوں مرغ اے اخی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد نانبائی نے	اے بھائی مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دے دی
الغرض جاں را بجاناں باز داد	ہمچو شہزادہ نخستیں بے مراد
الغرض اس نے جاں جاناں کو واپس دے دی	پہلے بے مراد شہزادے کی طرح
نامرادش گفتم در صورت است	ورنہ در معنیٰ وصال حیرت است
اس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے	ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے
حبذا خرمن کزیں برق او بسوخت	تیر آں دلدار مرغ جانش دوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا	اس محبوب کے تیر نے اس کی جان کے پرند کو بیندھ دیا
صورت تکمیل اگرچہ تام نیست	وصل حاصل شد بمعنیٰ خام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے	وصل حاصل ہو گیا حقیقت میں ناقص نہیں ہے
حبذا جانے کہ در راہش دہی	مرحبا آں سرکہ در کویش نہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اس کی راہ میں دے دے	قابل تحسین ہے وہ سر جس کو تو اس کے کوچہ میں رکھ دے
بہر او مردن بہ از صد زندگیست	کایں چنیں موت ست بس فرخندگیست
اس کے لئے مر جانا سو زندگی سے بہتر ہے	کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے
ایں سخن را اند کے کوتاہ کن	وز حدیث آں سوم آگاہ کن
اس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے	اور اس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیان حال شہزادہ سوم اکتساب اومر کمالات صوری ومعنوی وصبر کردن اواز بیان حاجت خودو بمحبوب خودرسیدن

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اوراس کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اوراس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر کرنا اوراپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سوم شہزادہ باصد حزم و صبر	می کشید از یم عرفاں ہمچو ابر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے	عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا

ہر شبے تازے ز صحبت ہای شاہ	دردلش ز انوار وحدت ہاپگاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے	صبح کو وحدت کے انوار اس کے دل میں
کسب استعداد و توفیر حکم	می نمود از فیض شاہ او دمبدم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی	اس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوئی
دردلش ہر دم ز سلطاں چوں قمر	نور نو وارد شدے شام و سحر
چاند جیسے شاہ کی جانب اس کے دل میں ہر وقت	صبح و شام نئے نور وارد ہوتے
دم نمی زد لیکن از مطلوب خود	داشت دردل شعلہ محبوب خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کی وجہ سے	اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا
باچنیں شاہ پر از جود و سخا	حرف مطلب بر زباں آرم چرا
ایسے جود اور سخا سے پر بادشاہ سے	میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟
لطف او بے گفتہ صد نعمت دہد	سوی گفتن چوں دل من برجہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے	کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟
بے طلب بخشید چوں جان و تنم	بر درش پس چوں تبو را کے زنم
جبکہ اس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا فرمایا	پھر اس کے دروازے پر ڈھپڑی کیوں بجاؤں؟
شاہ ما آئینہ صافی دل ست	خطرہ ام را در دل شہ منزل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے	شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے
گر سزاوارم بداں در ثمیں	خود شہم بنوازد از لطف گزیں
اگر میں اس قیمتی موتی کے لائق ہوں	پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا
لف او ہر صاحب استعداد را	حسب حالش میدہد بے امترا
اس کی مہربانی ہر صاحب استعداد کو	بے شک اس کے حسب حال عطا کر دیتی ہے
ہر چکا دے را کہ اہلیت بود	چتر شاہی برسرش از شہ رسد
جس سڑی میں اہلیت ہوتی ہے	شاہ کی جانب سے اس کے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے
نیست یکتا رہ برآں شہ چوں خفا	در طلب پویم جگارہ من چرا
اس شاہ پر جب سوئی کا تکوا بھی مخفی نہیں ہے	میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟
از فضولی چوں سخن پیشش کنم	از چہ پیدا حاجت خویشش کنم
اس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کریں؟	اس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟
شاہ ما روشن ضمیر ست و خبیر	مید ہد آخر مراد دل بدیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے	انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے
صبر کن اے دل کہ مفتاح خوشی ست	درمیان صبر بس عیش و کشی ست
اے دل صبر کر کیونکہ وہ خوشی کی کنجی ہے	صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کاے جان کرم	بحر صبر و حلمی و کان کرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جان کرم	تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے
خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ است	دل بتخت اوج وحدت بستہ است
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے	وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے
جانشین من شود خود کامراں	تارہم من از خراش این و آں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا	تاکہ میں اس اور اس کی خلش سے نجات پا جاؤں
رو بخلوت خانہ خاصے کنم	از سخن گفتن من اکنوں تن زنم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رخ کرتا ہوں	میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں
گفت پیغمبرؐ کلام از فضلہ است	مر سکوت از تبر خالص فضہ است
پیغمبرؐ نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے	خاموشی بغیر ان گھڑ خالص سونے سے ہے
تخت ارشاد ست اگرچہ بس سنی	لیک اندر بے خودی صدر روشنی
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے	لیکن بے خودی میں سینکڑوں روشنیاں ہیں
از تفکر ہادلم خالی شود	مظہر انوار اجلالی شود
میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا	انوار اجلالی کا مظہر ہو جائے گا
فکر ساعت بہتر از طاعات سال	ایں تفکر ہست حیرت در جمال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے	یہ تفکر جمال میں حیرت ہے
چونکہ شہزادہ شنید ایں ماجرا	زد ز تعظیم ادب سر را بپا
جب شہزادے نے یہ قصہ سنا	ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا
کہ مباد آں دم کہ از مسند روی	یا بخلوت خانہ گردی منزوی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں	یا خلوت خانہ میں خلوت نشیں ہوں
سایۂ تو برسر من مستدام	ظل گستر باد تو یوم القیام
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر	قیامت تک سایہ فگن ہو
تاج ایں سر سایۂ اقبال تست	سلم من پایۂ اقبال تست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے	میری سیڑھی آپ کے اقبال کا پایہ ہے
یار بم ہرگز بقا چنداں مباد	کہ بہ بینم مسند شہ را خماد
اے خدا میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو	کہ میں شاہ کی مسند کا بجھاؤ دیکھو
زیں نمط بسیاری شد گفتگو	لیک شہ از امتحاں در جستجو
اسی طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی	لیکن شاہ امتحاناً جستجو میں تھا
کہ درادردل بود از حب جاہ	یا شکوہ سلطنت مانند شاہ
کہ اس کے دل میں حب جاہ ہو	یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو

ہیچ دردل عجب یا پندار ہست	یا درونش از مئے شوقست مست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟	یا اس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے؟
دیدکاں در سرسر دیگر نہ پخت	بر نہالش جز نیازے بر نہ پخت
اس نے دیکھا کہ اس نے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا	اس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں پکا
حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا	در سرش راہے ندارد ما سوا
رتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش	اس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا
جز خدا و و حب خاصان خدا	دردل او نیست راہے ہیچ را
خدا اور خاصان خدا کی محبت کے علاوہ	اس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے
جملہ احوالش بطبق وضع یافت	ہر قدم بر شاہ راہ شرع یافت
اس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے	ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا
دردلش میلے بسوی ملک نے	طالب بحرست و رہن فلک نے
اس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے	سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گردی نہیں ہے
برمحک امتحاں بس آزمود	غیر زردہ دہی آں جانبود
اس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا	سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا
گفت بااصحاب شہ کیں نوجواں	می نیرزد جز بآں دخت چو جاں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان	اس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے
ماہ را با مہر پیوندی خوش ست	جسم را با روح پابندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے	جسم کی روح سے وابستگی بہتر ہے
ایں مر او را او مر ایں را لائق ست	ہر یکے اقران خود را فائق ست
یہ اس کے اور وہ اس کے لائق ہے	ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے
اینچنیں دختر مر اینکس را سزاست	آنچناں فص اندریں خاتم رواست
ایسی لڑکی اس شخص کے مناسب ہے	ویسا نگ اس انگوٹھی میں درست ہے
جملگی تحسین رایش را بدل	کردہ گفتند العجل نعم المحل
سب نے دل سے اس کی رائے کی تحسین	کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے
شاہ گفتا مجلسے آراستند	بزم طوئی بس سنی افراشتند
بادشاہ نے حکم دیا انہوں نے مجلس آراستہ کی	شادی کی محفل بہت اعلیٰ قائم کی
ہر دو مشتاق ازل یک جان و دل	گشت ایجاب و قبول مستحل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا	حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا
ہر یکے زاں دیگرے سرمست شد	جاں بجان و دل بدل پیوست شد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا	جان جان سے اور دل دل سے جڑ گیا

از تانی کار دارین ست راست	زیں سبب تعجیل از شیطاں بخاست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں	اس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی
صبر را فرمود حق عزم الامور	می برد بے ریب ارب خود صبور
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا	بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے
ہر کہ رنجے برد گنجے ہم بہ برد	وانکہ کاہل گشت در سختی بمرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا	اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا
لیک کاہل کاہل دنیا خوش ست	عجلت اندر کار دنیا ناخوش ست
لیکن کاہل دنیا کا کاہل بہتر ہے	دنیا کے کام میں عجلت بری ہے
صبر کن توکیل دنیا کن بدو	خیر و شرت را بہ از تو داند او
صبر کر دنیا اس کے سپرد کر دے	وہ تجھ سے زیادہ تیرا برا بھلا جانتا ہے
کاہل دنیا شود چابک بدیں	ہمچو آں شہزادۂ کاں سو میں
دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے	اس شہزادے کی طرح جو تیسرا ہے

تمثیلات چند در بیان آنکہ کار دنیا جملہ برعکس کارہاست

چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام کاموں کے بالعکس ہیں

کار دنیا جملہ عکس کارہاست	در خوشی غم ہست و زغم فرح خاست
دنیا کے سب کام کاموں کے الٹے ہیں	خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے
ہر کہ گریان ست او خنداں بود	وانکہ شاداں زیست او گریاں بود
جو روتا ہے وہ ہنستا ہے	اور جو خوش جیا وہ رونے والا ہوتا ہے
نعل معکوس ست نقش ایں جہاں	میل ہر چیزے بسوی ضد بداں
اس دنیا کا نقش الٹا نعل ہے	ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ
ہر کہ را خوانند سلطاں او گداست	زانکہ و طرش کامل از او طارماست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے	اس لئے کہ اس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہے
کاں فلاں را ایں رعایت کردن ست	دز فلاں مال فلانے بردن ست
کہ اس کلاں کی یہ رعایت کر لی ہے	اور فلاں سے فلاں مال لیتا ہے
گر گدا را بنی او سلطان وقت	مالک وقت و پدر شد زان وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے	وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کی وجہ سے باپ بن گیا ہے
خود ابوالوقت ست در احوال خویش	نے چو سلطاں ابن وقت و حال خویش
وہ اپنے حالات میں ابوالوقت ہے	بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے
ہمچنیں بخل و سخارا در نگر	نام بر د آمد اے نیکو سیر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ	اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

از بخیل آمد سخی تر گو کدم	مال خود را می گزارد بہر عام
بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے؟	وہ اپنا مال عوام کے لئے چھوڑ جاتا ہے
نفس خود را جملہ زو محروم داشت	بہر خرج وارثاں معصوم داشت
اپنے نفس کواس سے بالکل محروم رکھا	وارثوں کے خرچ کے لئے محفوظ رکھا
خود نخورد و نابکس از دست داد	کیں دو راجع سوی او ہست المراد
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا	کیونکہ یہ دو (ہی) اس سے متعلق ہیں المراد
ہر کہ را خوانی سخی او شد بخیل	زانکہ غیرے رانداد او یک فتیل
تو جس کو سخی کہتا ہے وہ بخیل ہے	کیونکہ اس نے غیر کو قلیل چیز بھی نہ دی
یا بدنیا خود خورد یا میدہد	بہر عقبیٰ در لحد یکسر نہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے یا دے دیتا ہے	آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے
دیگرے از مال او نفعے نہ بردہ	ہم خورانید او بمسکیں یا بخورد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اٹھایا	اس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا
صرف در راہ خدا بہر خود ست	تابوقت بے کسی آید بدست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے	تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے
چونکہ در محشر درم دینار نیست	دیں دو موزوں را در آنجا بار نیست
چونکہ محشر میں درہم دینار نہیں ہے	ان دونوں تلنے والی چیزوں کا وہاں کا دخل نہیں ہے
اندراں وقتش رسد آں مال او	پرشود میزان فرخ فال او
اس کا وہ مال اس وقت میں پہنچ جاتا ہے	اس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے
دوستی و دشمنی ایں جہاں	ہمچنیں برعکس آمد اے فلاں
اس دنیا کی دوستی اور دشمنی	اے فلاں! اسی طرح الٹی ہے
ہر کہ با تو دوست تر دشمن ترست	نخل عمرت را بافسوں زو برست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے	وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے
ہر کہ دشمن گشت نامد سوی تو	نامد او گاہے ندید او روی تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا	نہ وہ کبھی آیا نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا
در حقیقت او بود از دوستاں	نقد عمرت رانکشتہ اوہتاں
در حقیقت وہ دوستوں میں سے ہے	وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا
دوستاں تضیع عمرت می کنند	در فساد وقت و حالت می تنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں	تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں
بر تو حالے آمد او آمد ز دور	حال دل برگشت و پیدا شد نفور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا	دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

بر تو حالے آمد او آمد ز در	بہر گفت بیہودہ بہر سمر
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا	بیہودہ باتیں کرنے کے لئے (اور) قصہ گوئی کے لئے
صحبت عامی بلای اکبر ست	بہر عین قلب غین استرست
عوام کی صحبت بڑی مصیبت ہے	دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپانے والا ابر ہے
غین رین آمد بقرص آفتاب	پس دل مہ را ازو چہ بود حساب
سورج کی ٹکیا پر سیاہی کا ابر آیا	تو چاند کے دل کو اس سے کیا واسطہ؟

در بیان مغلوبیت حال خود و پرتو نور اجلال مولانا جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا کاشانہ سوز خودی گشتہ

اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور مولانا جلال الدین قدس سرہ کے نور اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برق تجلی جلال	آتش اندر خرمنم زد چیست حال
تجلی جلال کی برق کے جلوے نے	میرے کھلیان میں آگ لگا دی کیا حال ہے؟
نور اجلال از جلال الدین روم	مخزن اسرار حق صدر النجوم
(حضرت) جلال الدین رومیؒ کا نور اجلال	جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ ستاروں کے صدر ہیں
از درونم خود بخود سری زند	ز آشیانم باز شہپر می زند
میرے باطن سے خود بخود ابھرتا ہے	پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے
من ندانم من کیم گوینده چیست	ویں شرر در پنبہ ام از برق کیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کیا ہے؟	یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق ہیں؟
نالہ من از کدا میں پردہ است	حیرتم در بحر عمال بردہ است
میرا نالہ کون سے پردے سے ہے	حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے
می ترا ود بے من و بے سعی من	از نئے دل نالہ موزوں پر شجن
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے	دل کی نے سے غموں سے بھرا موزوں نالہ
قافیہ مضموں پئے روپوش ہست	معنیٰ از دل ہمچو شیر از بیشہ جست
مضمون کا قافیہ پردے کے لئے ہے	دل میں سے معانی جھاڑی سے شیر کی طرح نکلتے ہیں
ہم مرا خوردی وہم وہم خودی	اے حسام الحق مگر در من شدی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی	اے حسام الدین شاید آپ میرے دل میں پہنچ گئے ہیں
آمدی در من مرا بردی تمام	اے تو شیر حق مرا خوردی تمام
آپ مجھ میں آ گئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا	آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پورا نگل لیا
من چہ دانم آنچہ می دانی بگو	شد بدست تو زمام اے نیک خو
میں کیا جانتا ہوں آپ جو جانتے ہیں کہیں	اے نیک خصلت؟ باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

از چہ رو کردی مرا روپوش خود	من ندارم از سروپا ہوش خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟	مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

چند نالۂ زار کہ از نے بے قرار درد آثار غمگسار سرزدہ و بیان منازل کلی وجود و عروج و نزول اطوار ہستی بر مرتبہ شہود

چند نالہ زار جو غمگین درد آشام بے قرار رو سے نکلے اور وجود کے تمام منازل اور عروج اور ہستی کے شہود کے مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نے چوں حکایت میکند	قصۂ ہجراں روایت میکند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے ؟	جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے
کز وجود مطلقم چوں کندہ اند	من بگریہ مرداں در خندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جدا کیا ہے	میں رونے میں لوگ ہنسنے میں ہیں
حال زار من نمید اند کسے	ہستم اندر آتش غم چوں خسے
کوئی میرا حال زار نہیں جانتا	میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں
چونکہ از قوس احد منزل شدم	خود بخُم واحدیث حل شدم
جب میرا قوس "احد" سے تنزل ہوا	میں خود واحدیت کے مٹکے میں گھل گئی
منزل لاہوت را کردم عبور	کردم از جبروت اسمی ہم مرور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا	میں "اسمی جبروت" سے بھی گزر گئی
رفتہ رفتہ عالم ملکوت شد	عالم روحانی منعوت شد
رفتہ رفتہ "عالم ملکوت" ہو گیا	موصوف "عالم روحانی" بن گیا
بعد ہ در عالم ملک و شہود	گشت ظاہر جملہ اطوار وجود
اس کے بعد "عالم ملک و شہود" میں	وجود کے تمام مراتب ظاہر ہو گئے
منتہایش عالم ناسوت گشت	زیں تنزلہا دلم مبہوت گشت
اس کا منتہا "عالم ناسوت" ہو گیا	ان تنزلات سے میرا دل حیران ہو گیا
کے بود یارب کہ معراجے شود	روح سوی قوس احدیت رود
اے خدا کب ہو گا کہ "معراج" ہو گی؟	روح "قوس احدیت" کی جانب جائے گی
ہر تنزل را عروجے لازم ست	قطرہ سوی بحر اخضر عازم ست
ہر تنزل کے لئے عروج ضروری ہے	قطرہ بحر اخضر کے لئے ارادہ کرنے والا ہے
لیک اقسام عروج ایجاں سہ است	بر کس از فیض خدا ایں در نہ بست
لیکن اے جان عروج کی تین قسمیں ہیں	خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا
شد عروج عامہ مرگ جسم خاک	بس تعرج ہست در موت و ہلاک
عوام کا عروج خاکی جسم کی موت ہے	موت اور ہلاکت میں عروج ہے

قدر مرگ خود نمیدانی چرا	میدہد در مرج لاہوتی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟	وہ تجھے "لاہوتی" چراگاہ میں خوراک دیتی ہے
موت قبل الموت اگر دستت نداد	میکند کارت اجل حسب المراد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا	موت مراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے
موت جس ر موصل آمد سوئ یار	مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پل ہے	اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ
دہ چہ خوش باشد کہ سوی شہ روم	واصل درگاہ آں بیچوں شوم
واہ کیا اچھا ہو گا کہ میں شاہ کی جانب جاؤں گا	اس بے چون کے دربار سے متصل ہو جاؤں گا
وقت آمد کز جہان بیکسی	پای کوباں سوی بام او رسی
وقت آ گیا کہ بے کسی کی دنیا سے	تو رقص کرتا ہوا اس کے بالا خانہ کی جانب پہنچ جائے
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبےٰ	تحفۃ المومن کہ الموت اے فتا
اسی لئے احمدؐ مجتبیٰ نے فرمایا	اے نوجوان! موت مومن کا تحفہ ہے
گر نبودے موت در دنیای دوں	سخت می گشتیم عاجز بس زبوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی	ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے
شکر حق کو مخلصی بنہادہ است	غرفہ سوی آں جہاں بکشادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے	اس جہان کی جانب کھڑکی کھول دی ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	از عروج بعد مردن گو تو نیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا
زاں عروجے کردہ در برزخ رود	درمیان قبر تا محشر بود
اس کے ذریعہ عروج کر کے برزخ میں جاتا ہے	قبر کے اندر محشر تک رہتا ہے
پس عروجے ہست در محشر پدید	بعد ازاں درنار یا جنت کشید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے	اس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لے جاتا ہے
پس بسوی واحدیت تا احد	سربرآرد از تعین می رہد
پھر "واحدیت" کی جانب "احد" تک	سر ابھارتا ہے تعین سے نجات پا جاتا ہے
منتہیٰ سوی خدا شد زیں سبب	ہست رجعیٰ سوی او خود بے طلب
اس لئے منتہیٰ اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا	خود بغیر مانگے اس کی جانب واپسی ہے
مومن از نور جما لے می رسد	ثمرہا از باغ رویت می چشد
مومن کو نور جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے	دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے
کافر از نور جلالی گورسید	لیک محجوب ست و خسرانے کشید
کافر گویا نور جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے	لیکن وہ محجوب ہے اوراس نے نقصان اٹھایا ہے

معنی کل الینا راجعون	فہم کن واللہ اعلم بالفنون
''ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے'' کے معنی	سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے
ایں عروج اضطراری عام ہست	بہر ہر ناپختہ و ہر خام ہست
یہ اضطراری عروج عام ہے	ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے
زیں سبب فرمود آں احمدؐ لبیب	موت جسر موصل آمد تا حبیب
ان عقلمند احمدؐ نے اسی لئے فرمایا	موت دوست تک پہنچانے والا پل ہے
واں عروج دومی شد ز اختیار	اولیاء و انبیاء را زاعتبار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا	اولیاء اور انبیاء کے اعتبار سے
از رہ علم و عمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
وہ علم و عمل کے راستہ سے عروج حاصل کرنے والے ہے	وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے
پیش مردن مردہ گرد و شو فنا	تا عروجے حاصل آید مرترا
مرنے سے پہلے مردہ بن اور فنا ہو جا	تاکہ تجھے عروج حاصل ہو
از منازلہا کہ سالک آمدست	جہد کردہ ہم بدانسو پازدست
سالک جن مراتب سے آیا ہے	کوشش کر کے اسی جانب قدم بڑھایا ہے
تاکہ وجہ حق برو ظاہر شود	در تجلی واحدی احدی رود
تاکہ اس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے	''واحدی احدی'' تجلی میں چلا جائے
خود فنا گردد بقا حاصل کند	قطرۂ را تا بحر کل واصل کند
خود فنا ہو جائے بقا حاصل کر لے	قطرے کو بحر کل سے جوڑ دے
سو میں معراج جذب ایزدی	کو کشد در لمحہ سوی بے خودی
تیسری معراج ایزدی جذب ہے	جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے
چوں رسول مجتبیٰ در یک نفس	وارہید از قید ایں نازک قفس
جس طرح رسول مجتبیٰؐ ایک سانس میں	اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے
دفعۃً تاقاب قوسین او پرید	راہ صد سالہ بیک جنبش برید
دفعۃً وہ تاب قوسین تک اڑے	سو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا
در دم از ظاہر سوی باطن رود	واں کثافت خود لطافتہا شود
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے	وہ کثافت خود لطافتیں بن جاتی ہے
ظلمت خاکی ز جسم تو رود	نور یزدانی بہفت اعضا دود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے	خدائی نور سات اعضاء میں دوڑ جاتا ہے
لیکن ایں در اختیار عبد نیست	بندہ را فعلے بجز در جہد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے	بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

ز اجتبا گشتند محبوباں مصیب	واں دگرہا گشتہ یھدی من ینیب
محبوب "اجتباء" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں	اور وہ دوسرے "وہ اس کو ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے" کے صداق ہے
ہر مرید آخر مرادے می شود	طالبے مطلوب رادے می شود
ہر مرید آخر میں مراد بن جاتا ہے	طالب جوان کا مطلوب بن جاتا ہے
نے مشابہ آنکہ کار آخر کند	ہر مرید ایں اجتبارا کے سزد
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے	ہر مرید اس "اجتبار" کے لائق کہاں ہے
قدر حال خود مرید آمد مراد	زیں سبب فرمود آں رب العباد
مرید اپنے حال کے اندازہ سے مراد بنتا ہے	اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
من تقرب شبر باعاً کنت لہ	من اتی یمشی اتیت ہرولہ
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا	جو چل کر آیا میں بھاگ کر آیا
جہد کن کز جہد ہا عارج شوی	ز آشیان آب و گل خارج شوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں سے تو صاحب معراج ہو گا	آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائے گا
از چہ نور پاک و خوش آمد ملک	از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے	یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟
زانکہ از خاک مکدر برتر اوست	زانکہ از نفس دنی مطہر اوست
اس لئے کہ مکدر خاک سے وہ بالا ہے	اس لئے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے
نفس خیرہ خاک تیرہ شد بہم	بربلا آمد بلا اے خوش قدم
بے باک نفس اورمکدر مٹی اکٹھے ہوئے	اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت ہوئی
جہد کن تا خاک را صافی کنی	زیں ہمہ آلودگی ہا برکنی
کوشش کرتاکہ تو مٹی کو صاف کر لے	تو ان سب آلودگیوں سے جدا ہو جائے
نفس خیرہ را بدہ بس گوشمال	تادمد از خاک جسمت صد نہال
بے باک نفس بہت سزا دے	تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اگیں
جہد کن اندک زمانہ روز چند	چند شب گریہ بکن باقی بخند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرے	چند راتیں رو لے باقی ہنس
زیں سبب فرمود قرنی اویسؓ	ساعۃ دنیا و فیہا الروح لیس
اسی لئے اویس قرنیؓ نے فرمایا	دنیا کچھ وقت ہے اور اس میں آرام نہیں ہے
کاہلی درکار دنیا در سپار	چابکی میکن پے روز شمار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر	حساب کے دن کے لئے چستی برت
زہد در دنیا چہ جای فخر تست	میل سوی جیفہ ننگ و خسر تست
دنیا میں زہد تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟	مردار کی طرف میلان ذلت اور ٹوٹا ہے

قدر او حقا چو پرپشہ نیست	پیش بحر آں جہاں جزر شہ نیست
یقیناً اس کی قدر مچھر کے پر کی طرح (بھی) نہیں ہے	اس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوانہیں ہے
کرد احسانے خداوند بلند	زہد ایں ناچیز را از ما پسند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا	کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کر لی
زہد نامرغوب چیزے بس حقیر	از کرم بنوشت او شیئاً کثیر
بہت حقیر ناپسندیدہ چیز سے بے رغبتی کو	کرم سے اس نے "گھنی چیز" لکھ دیا
از عنایتہای خاص ایزدست	کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے	کہ وہ پوتھ لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے
عمر معدود قلیلے بے ثبات	طاعتے کردی و رفتی در حیات
ناپائیدار تھوڑی گنی چنی عمر	تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا
آں حیات باقی بے انتہا	نے عدم گردش بگردد نے فنا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی	جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا
لایحوم حوله الاعدام قط	صرت روحاً باقیاً حیًا فقط
نیستیاں اس کے گرد کبھی چکر نہیں کاٹتیں	تو بس باقی رہنے والی زندگی روح بن گیا
عمر دنیا پیش عقبیٰ ساعت ست	ساعتے را ناہی راحت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عمر ایک گھڑی ہے	ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے
ہے کجائی فہم و عقل تو چہ شد	پاس انفاس چو گوہر دار خود
ہائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟	اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ
ہر نفس بہر مسیحائیت چست	گر نداری پاس او از جہل تست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لئے تیار ہے	اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے
قیمت یک دم جہانے گروہی	نیست ممکن کز اجل یکدم رہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دینار لے	ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کے لئے موت سے نجات پائے
اینچنیں انفاس خوش ضائع مکن	غفلت اندر شہر جاں شائع مکن
ایسی بہتر سانس ضائع نہ کر	جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر
بر سپرخی سہ روزہ می تنی	چوں ستاع آخر بپاسے برزنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے	بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا
درز غارہ چوں زخارہ سان ساں	بند بندت گردد آخر اے فلاں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے	بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہو جائے گا اے فلاں!
سامۂ عہد ازل را یاد کن	زخشۂ فطرت چو داری باد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر	جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے ہوا دے

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست	در صلوٰۃ و صوم میقاتے شدست
ہر عبادت کا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے وقت مقرر ہے	نماز اور روزے کا ایک وقت معین ہے
ہم زکوٰۃ و حج فرض وقتی ست	غفلت اندر وقت آں بدبختی ست
زکوۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے	اس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے
جز کہ ذکر آں خدائے پاک ذات	نیستش وقت معین از خدات
اس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا	خدا کی جانب سے تیرے لئے اس کا وقت معین نہیں ہے
نوط ذکر حق بہ نسیاں داشتند	ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا	ذکر کو بھول میں دائر کر دیا
گفت اذکرربک آں شاہ جہاں	وقت نسیاں اذنسیت راہخواں
اس شاہجہاں نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا	بھول کے وقت جبکہ تو بھولے پر پڑھ لے
ظفر اذکراذنسیت آمدست	پس بہر نسیاں قریں ذکرے شدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے	تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے
ہر گہت نسیاں بتازد ذکر گو	تانماند غیر ذکر و فکر ہو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر	تا کہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے
جز خدائے وحدہٗ چہ بود دگر	نام او برجان و دل شیر و شکر
خدائے وحدہ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟	اسی کا نام جان اور دل کے لئے شیر و شکر ہے
ذکر کن مذکور تا گردد عیاں	نے ہمیں ذکر کہ باشد بر زباں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہوا مشاہد ہو جائے	نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو
ذکر لفظی غیر عارض بیش نیست	ذکر روحی جز فن درویش نیست
لفظی ذکر ایک عارض سے زیادہ کچھ نہیں	روحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے
چونکہ برباید ترا سلطان ذکر	آں زماں گشتی سراپا کان ذکر
جب سلطان الذکر تجھے اڑا لے	اس وقت تو مجسم ذکر کی کان بن گیا
ذاکر و مذکور و ذکر آید یکے	غیر حق باقی نماند بے شکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا	بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہے گا
عالمے دیگر بدل زائد ترا	کیں سما و ارض شد آنجا ہبا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہو گا	کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرہ ہیں
آفتاب دیگر از مشرق تند	ذرہ ات اشراق خورشیدے کند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا	اس کا ایک ذرہ سورج کو روشن کر دے گا
مہر چوں آئینہ را گردد محیط	آئینہ خود جلوہ گر شد زاں بسیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے	اس پھیلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے

بعد ازیں گفتن اجازت کے بود	نحن اقرب ہر زمانم وے بود
اس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟	ہر وقت تیرے لئے "ہم زیادہ نزدیک ہیں" وہ ہوتا ہے
در رگ و در پوست و اندر استخواں	برق زد چندانکہ رفت از من نشاں
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں	ایسی بجلی گری کہ میرا نشان مٹ گیا
شعلۂ عشق از گریباں سر برد	احمدا اکنوں مجو غیر از احد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر ابھارا	اے احمدؐ! اب احد کے غیر کو تلاش نہ کر
شد گریباں صورت مقراض لا	من کجا و ہستی فانی کجا
گریبان "لا" کی قینچی کی صورت بن گیا	(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟
قارعہ آمد ز عشق ذوالجلال	ریزہ ریزہ کرد مینای خیال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی	جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا
در قیامت راز عشق ست اے فلاں	صد قراع چوں کتائب الاماں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے	لشکروں کو سو مرتبہ کھنکھٹانے کی طرح الامان

درتاویل برتصوف سورۃ القارعۃ ماالقارعۃ وماادرک القارعۃ

تصوف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر القارعہ کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ

قارعہ دانی کہ چہ بود قارعہ	ہست بہر کوب دلہا سارعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟	دلوں کو کوٹنے کے لئے جلدی کرنے والی ہے
پس چہ آگاہی بگوزاں قرع سخت	کو کند دلہائے عاشق لخت لخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟	جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے
قرع عشق آں روز باشد بردلت	تا بدیں نوبت رساند منزلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اس روز ہو گا	حتیٰ کہ تیرا مقام اس نوبت پر پہنچا دے گا
پیش تو شاہ وامیر و ہر کبیر	جملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا	سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے
در نظر کسی را نباشد وزن جو	دل نباشد با کسے ہرگز گرو
نظر میں کسی کا جو برابر وزن نہ ہو گا	دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہو گا
روزن عجب دریا مسدود شد	تاترا خلق از نظر مفقود شد
تکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا	حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی
غیر حق را قدر نبود دردلت	مردہ گردد خواہش آب و گلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہو گی	تیری آب و گل کی خواہش مردہ ہو جائے گی

وتکون الجبال کالعھن المنفوش

اور ہوجائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح

کوہہای سخت چوں پنبہ شود	از نظر ہمچوں سحابے میرود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے	نظر کے سامنے ابر کی طرح چلیں گے
عالمے گردد ہبا پیش نظر	غیر حق را مرتفع گردد اثر
آنکھ کے سامنے عالم ذرات بن جائے گا	حق کے غیر کا اثر اٹھ جائے گا
چیست عالم آں عرضہا مجتمع	در یکے عین بسیط متسع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں	ایک وسیع چوڑے عین میں
نیست چوں اعراض را ہرگز بقا	ہر چہ مودست ہست اکنوں فنا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے	جو موجود ہے اب فنا ہے
عالم امواجیست در بحر وجود	لیک چوں آبیست سیال اے ودود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں	لیکن اے دوست پانی کی طرح بہنے والا ہے
ہمچو آں جوالہ شعلہ دائرہ	در نظر آید بسرعت سائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ	نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے
نیست درواقع بجز نقطہ دگر	ایں فساد از حس تو شد اے پسر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے	اے بیٹا! یہ فساد تیری حس سے ہوا
ہمچناں کہ قطرہائے نازلہ	نزد توشد مستقیم وواصلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات	تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں
بسکہ او جنبش بسرعت میکند	حس تو بر فقد او کے می تند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں	تیرا حس اس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے
ہست در تجدید اکواں ایں جہاں	میشود مثلش مجدد ہر زماں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے	اسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے
لیک حس ظاہرت از اشتباہ	دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے	ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے
در نظر آمد نظام متسق	ہست در ہر آں و لیکن ممحق
نگاہ میں متصل نظام ہے	جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے
نیست در یک لمحہ عالم را قرار	ہمچو موج آب دائم در فرار
عالم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے	پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے
ہر ماں از فیض سابق لاحقے	ہمچو او موجود گردد فائقے
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے	ایک بڑھا ہوا اس جیسا موجود ہوجاتا ہے

موجد و مفنی ہماں یکذات دوست	اختفا باخود ظہور نور اوست
پیدا کرنے والی اور فنا کرنے والی دوست کی وہی ایک ذات ہے	اس کا مخفی ہونا خود اس کا ظہور ہے
سرعت کون و فساد ایں سحر کرد	شد ز حس مشترک تمییز فرد
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے	حق حس مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے
کل شی ء ھالک الاوجھہ	ایں زماں ست آشکارا اے عمو
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات	اے چچا! اسی وقت ظاہر ہے
لیک فیض حق مدد آرد زجود	ہر دمش بخشد سر نو نو وجود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا فیض پہنچاتا ہے	اس کو ہر دم از سر نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے
ہر دمت اے جاں فنا و زندگیست	غیر وجہ اللہ کرا پایند گیست
اے جان تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے	اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟
قارعہ ایناں چو برجانت زند	ضربت آں تیشہ ہستت را کند
کھڑکھڑانے والی (قیامت) اس طور پر جب تیری جان پر پڑتی ہے	اس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے
مستمر بینی عدم اعیان را	نیست موجودے بجز ذات خدا
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا	خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے
کوہہا گردد ترا مرالسحاب	مرتفع شد چونکہ از چشمت حجاب
پہاڑ تیرے لئے ابر کا چلنا ہو جائے گا	جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فامامن ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ الیٰ آخرہ

لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا در ضربت عشق و قراع	کفۂ میزان عقلش شد مراع
عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں	جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا
کفۂ میزان عقلش شد گراں	از نہیب عشق نامد در زیاں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا	عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا
گرچہ کنت سمعہ بی یسمع اوست	خود کہ بی یبصروبی یبطش زدوست
اگرچہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہے	وہ خوددوست کی جانب سے "میرے ذریعہ دیکھتا ہےاورمیرے ذریعےدیکھتا ہے" ہے
لیک در شور فنا از جانشد	در مقام جمع شطح افزانشد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا	وہ جمع کے مقام میں خلاف شریعت بات بڑھانے والا نہ بنا
حد خود را داشت مطموح نظر	آنچہ می بیند نگفت او از حذر
اس نے اپنی حد کو منظور نظر رکھا	جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اس نے وہ نہ کہا
اوست در عیش پسندیدہ مدام	در مقام خلت از کاس الکرام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے	"خلت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ میں

وانکہ شد میزان عقل او سبک	رفت در جام از حدآں ظرف تنگ
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی	وہ کم ظرف (ایک) جام سے حد سے گزر گیا
شورشے دو حشتے آغاز کرد	خویش را باقرص خور انباز کرد
شورش اور وحشت شروع کر دی	اس نے اپنے آپ کو اپنی ٹکیہ کے ساتھ شریک کر لیا
گشت در آئینہ تاباں آفتاب	محو شد آئینہ رخشاں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا	آئینہ محو ہو گیا سورج روشن ہے
خود گمان آفتابے او نمود	لیک در واقع بجز عکس او نبود
اس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا	لیکن واقع میں اس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا
گشت منصور و سرے برباد داد	وز شرار عشق آتشہا فتاد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا	عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں
برق از جان و دلش سربرزند	شعلۂ شوقش چو خاکستر کند
اس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے	اس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے
شعلہ غیرت بدل گرم او فتاد	آتش عشق افسر سوزش بداد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا	عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا
تیز تر شد برق عشق بے نشاں	سوختہ چوں یافت سورد بیگماں
بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی	جب اس نے ایندھن پایا وہ یقینا جل جائے گا
پس شود جای دلش درہاویہ	ہیچ میدانی چہ باشد ماہیہ
اس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی	تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"
آتش سوزندہ نقش غیر را	کہ بسوزد پر طیر و سیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ	جو اڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے
از لہیب آتش ہجراں بسوخت	ہر کہ زاں شمس مشعشع دیدہ دوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپیٹ سے جل گیا	جس نے اس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی
اے ایاز ارحد خود بشناختی	جاں بجان شاہ بے حد ساختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا	جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

بازرجوع نمودن بتفصیل وتاویل قصہ شہزادگاں وتطبیق نمودن او برمنازل عرفان

شہزادہ کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصۂ شہزادگاں	باز گردانم بسوی آں عناں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا	اس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں
اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام	تا بری زیں داستاں حصہ تمام
اس قصہ سے پوری عبرت حاصل کرلے	تاکہ تو اس داستان سے پورا حصہ حاصل کرے

مرد را باید کہ کار خود کند	نے برافسون و فسانہ برتند
انسان کو چاہئے کہ اپنا کام کرے	نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے
عمرہا کردی در افسانہ تمام	صبح نزدیک ست بر خیز از منام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کر دی	صبح قریب ہے نیند سے بیدار ہو جا
صبح پیری آمد و وقت رحیل	در اساطیر و سمر کم شود حیل
بڑھاپے کی صبح آ گئی اور کوچ کا وقت ہے	کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے
آں بکن کہ زاد راہے باشدت	در لحد روشن چوماہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو	جو چاند کی طرح تیرے لئے قبر میں روشن ہو
شام شد آمد غروب آفتاب	وقت بیگہ شد بخانہ روشتاب
شام ہوگئی آفتاب کے غروب کا وقت ہو گیا	دیر ہو گئی جلد گھر جا
نان و حلوا خوردہ تو مدتے	ہیچ زاں دیدی بباطن عدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے	اس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟
نفس را پروردی و گاوے شدی	کے بمنزلگاہ خود شادے زدی
تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا	تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟
چوں ستا کے تازہ سر افراختی	خود ستادندے معلے ساختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر ابھارا	اپنے آپ کو اونچا بنگلہ بنایا ہے
سنگ را سنبیدی از ناخن بزور	شیر را رنجاندی ازا قوت چو کور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کر دیا	تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا
آخر انفاست سکنجیدن کند	چوں چغک در مرگ چغزیدن کند
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے	چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے
پس بکن امروز بہر مرگ ساز	در گزری سوی حقیقت از مجاز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کر لے	مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا
نان و حلوا خوردی و کمتر شدی	در و حلہای گنہ چوں خرشدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو موٹا ہوگیا	گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح رہ گیا
نعمت الوان دیگر خوردہ گیر	خویشتن را آخر اے جاں مردہ گیر
فرض کر لے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں	اے جان بالآخر اپنے آپ کو مردہ فرض کر لے
چرب و شیریں خوردہ گیر اے شیر زفت	در دو روزہ تب ہمہ آں زور رفت
اے موٹے شیر فرض کر لے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھائیں	دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہو گئی
آں بخور کاں نور دل افزایدت	غرفہ سوی آں جہاں بکشایدت
وہ کھا جو تیرے دل کا نور بڑھائے	اس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے

رفت عمر بے بہادر کاہلی	چند روزے ماندہ است و غافلی
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوئی	چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے
رفت رفت اکنوں بیاہم سوی دوست	تیز تر نہ گام اندر کوی دوست
جو گزرا سو گزرا اب بھی دوست کی جانب آ جا	دوست کے کوچہ میں تیز قدم اٹھا
آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ	پاز سرکن سر بہ پائے یار نہ
جو کچھ باقی ہے اس کو ہاتھ سے نہ دے	سر کے بل چل سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے
آنکہ گر صد سال عصیانش کنی	باز درباز ست چوں حلقہ زنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اس کی نافرمانی کرے	پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے
زیں چنیں یارے نکو ببریدہٴ	خاک بر فرقت کہ بد فہمیدہٴ
تو ایسے بھلے دوست سے کٹا ہے	تیرے سر پر خاک تو غلط سمجھا ہے
کار حق برطاق نسیاں داشتی	در ہوا چندیں علم افراشتی
تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاق نسیاں میں رکھ دیا	تو نے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کئے
پنبہ غفلت بدر از گوش کن	پندم ایجاں بشنو اندک ہوش کن
غفلت کی روئی کان سے نکال	اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر
چیست روح آں طائر قدسی صفت	در قفس محبوس بہر معرفت
روح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے	معرفت کے لئے پنجرے میں بند ہے
چیست روح آں طائر قدسی نژاد	بہر کسبے اندریں زنداں فتاد
روح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے	کمائی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے
بہر تعلیم ست طوطی در قفس	تابیا موزد صفیر از خوش نفس
طوطی پنجرے میں سکھانے کے لئے ہے	تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے
آمدہ بہر تجارت از عدم	روبداں سو باشد او را دمبدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے	اس کا رخ ہر وقت اس جانب ہے
نفس تو ہمچو پدر در تربیت	میکند منع از حصار مدہشت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے	تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے
نفس امارہ بعصیاں راندت	سوئ فسق و کفر و طغیاں خواندت
نفس امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے	تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے
منع آرد زاں حصار پر صور	کاں رباید ہوش دنیا سربسر
اس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے	کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اڑا دیتا ہے
حصن دین احمدیؐ بابرج دبار	می رباید ہوش دنیا ز اعتبار
برج اور بزرگی والا احمدیؐ دین کا قلعہ	عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اڑا دیتا ہے

اندراں تصویر شاہ و دخت او ست	ذکر حور و جنت و عشق نکوست
اس میں شاہ اور اس کی دختر کی تصویر ہے	حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے
چونکہ زوجنا بحور عین گفت	گوہر دل را بتارِ طمع سفت
چونکہ "ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کردی" فرمایا	دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا
چونکہ انسانیت مجبول از ازل	سوئے جلب نفع و دفع ہر خلل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے	نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب
زیں سبب در حصن شرع خوش نظر	کردہ انداز رغبت و رہبت صور
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں	رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں
گہ زراہ طمع بر راہ آورند	گاہ خوف قعر دوزخ میدہند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں	کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں
تازیانہ نفسہای سرکشاں	جبر و کرہاً می برد سوی شہاں
سرکش نفوس کو کوڑا	جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے
تاکہ طوعاً یا کہ کرہاً ایں نفوس	سوئے شاہ و دخترش گردد انوس
تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبراً	شاہ اور اس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں
لیک چوں شہزادگاں یعنی بشر	بر سہ قسم انداز سلوک اے دیدہ ور
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان	اے دیدہ ور سلوک میں تین قسم کے ہیں
ظالم منھم لنفسہ مقتصد	سابق بالخیر بعضے شد زجد
ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رو ہے	بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا بنا
اولیں شہزادہ کشت او نفس خود	از گروہ ظالمان نفس شد
پہلا شہزادہ اس نے اپنی جان کو ہلاک کیا	وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہو گیا
در طپش آں در جانش از کف فتاد	داد کسب و معرفت ہرگز نداد
اس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا	اس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی
لیک لطف شاہ دستش را گرفت	شد ز منظوران درگاہ ایں شگفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اس کی دستگیری کی	وہ مقبولان بارگاہ میں سے ہو گیا یہ تعجب ہے
ہر کہ بہرش جاں دہد جانش دہند	وانکہ یاقوتے دہد کانش دہند
جو اس کے لئے جان دے دیتا ہے وہ اس کو جان دے دیتے ہیں	اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اس کو کان دے دیتے ہیں
سوخت از یک شعلہ چوں پروانگاں	در چہے افتاد چوں دیوانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا	دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا
مرد باید در نبرد شیر عشق	تا بقدر وسع گردد سیر عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے	تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

گر بمردن یار درد ست آمدے	پس رہ حق سخت آساں تر بدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آ جایا کرتا	تو خدا کا راستہ بہت آسان ہوتا
ہست اینجا ہرکس مر گے دگر	کز مرارش موت دارد صد خطر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے	جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے
واں دوم تحصیل کرد و اجتہاد	لیک در عجبے فتاد و در فساد
اور اس دوسرے کے تحصیل اور کوشش کی	لیکن تکبر میں اور فساد میں پڑ گیا
خویش رابا آفتاب انباز کرد	دعویٰ قول انا الحق ساز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا	"انا الحق" کے قول کا دعویٰ شروع کر دیا
در رہ اوہم توقف بیش شد	منزل دارآں سرش را پیش شد
اس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا	سولی کی منزل اس کے سر کے سامنے آگئی
ماند در راہ از کمال احمدیؐ	جرعہ نوشید از جمال احمدیؐ
کمال احمدیؐ سے راستہ میں رہ گیا	اس نے احمدیؐ جمال کا ایک گھونٹ پیا
لطف شہ او را بجاں مقبول کرد	باوصال خویشتن مشغول کرد
شاہ کی مہربانی نے اس کو (دل و) جان سے مقبول بنایا	اپنے وصال میں مشغول کر دیا
نے ز استعداد و استحقاق بود	ایں ہمہ لطف شہ خلاق بود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا	یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی
واں سوم شہزادہ بود از سابقاں	گشت از ہر دو برادر سابق آں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لے جانے والوں میں تھا	وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا
از طریق معرفت آگاہ شد	باحقیقتہای شہ ہمراہ شد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا	شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا
کرد جہد و کسب عرفانی نمود	قرب آں شہ دمبدم برمی فزود
اس نے مجاہدہ اور کسب کیا عرفان ظاہر ہوا	دمبدم اس شاہا کا قرب بڑھ رہا تھا
چوں ز ترغیب اہل ایماں میروند	سوی شاہ از عشق دختر میدوند
چونکہ اہل ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں	شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں
چوں نظر برشہ فتاد از خود شدند	عشق دختر مستتر بر شہ زدند
جب ان کی نظر شاہ پر پڑی از خود رفتہ ہو گئے	پوشیدہ لڑکی کا عشق شاہ سے وابستہ کر دیا
چونکہ استعداد کامل دید شاہ	در حبالش داد دختر ز انتباہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی	آگاہی کی وجہ سے لڑکی اس کے نکاح میں دے دی
واں دوراہم شد ز دختر گو نصیب	لیک کوں آں رتبہ و قرب عجیب
اگرچہ ان دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا	لیکن وہ رتبہ اور عجیب قرب کہاں؟

ناقصے را شاہ برمسند نشاند	خویش خواند و برسرش زرہا فشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا	اپنا کہا اور اس کے سر پر زر افشانی کر دی
ہست از نقصان خود او منفعل	برسریر سلطنت محزوں خجل
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے	وہ سلطنت کے تخت پر غمگین شرمندہ ہے
دردلش از زلت خود خارہا	می کشد زاں منقصت آزارہا
اس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں	اس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیرالبشر	نیست غم در جنت از غفلت مگر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا	جنت میں کوئی غم نہیں ہے مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنت رہ دہند	چتر سلطانی و قصر شہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں	شاہی چتر اور شاہی قلعہ دے دیتے ہیں
ہمچو طاؤس اوز پای زشت خویش	منفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے مور کی طرح	شرمندہ ہے سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی راز آئینہ خانہ چو سود	ہر طرف آئینہ ہت او را حسود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟	اس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے
صورت زشتش در آئینہ بلاست	دیدن خود برسر او ارہاست
اس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے	اس کا خود دیکھنا اس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمو	حال آں سلطاں کہ شد لاحق بگو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا

رجوع آوردن بحکایت آں بادشاہ کہ دراثنای راہ ترک سلطنت کردہ ملحق بایں سہ گردیدہ بود

اس بادشاہ کی حکایت کی جانب رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان راستہ میں ان تینوں سے آملا تھا

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن	باز گو حال شہ چارم بمن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیے
چونکہ شد او تارک آں سلطنت	ماند باشہزادگاں در مسکنت
جبکہ وہ اس سلطنت کو چھوڑنے والا بن گیا	وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا
ملک را بگذاشت شد شاں را رفیق	ہمرہی میکرد در قطع طریق
اس نے سلطنت کو چھوڑا ان کا ساتھی بن گیا	راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا
خدمتے میکرد سرگرم وفاق	بادل خالص منزہ از نفاق
موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا	نفاق سے پاک خالص دل سے

پرتوے از عشق شاں او را ربود	در سفر باہر سہ ہمراہی نمود
ان کے عشق کے پر تو نے اس کو اچک لیا	سفر میں ان تینوں کی ہمراہی دکھائی
عشق رازیں ساں بسے تاثیر ہاست	مردل آزادہ را زنجیرہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں	آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں
صحبت عاشق ترا عاشق کند	صحبت فاسق ترا فاسق کند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے	فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے
ہر کسے از دیگرے خوی برد	خربزہ از خربزہ بوی برد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے	خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے
منکر از تاثیر صحبت جاہل ست	ہر کہ از صحبت رمدبس غافل ست
صحبت کی تاخیر کا منکر نادان ہے	بد صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے
رنگ گیرد خربزہ ران دگر	صحبت انساں نہ بخشد چوں اثر
خربوزہ دوسرے خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے	انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟
ہمرہ اصحاب کہف آں کلب شد	تا سگی ازوے بکلی سلب شد
وہ کتا اصحاب کہف کا ہمراہی بنا	حتیٰ کہ اس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا
باش مردان خدا را خاک پا	تارسد از مہر او نورے ترا
مردان خدا کے پاؤں کی خاک بن جا	تا کہ تجھے اس کے چاند سے نور حاصل ہو
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبیٰ	لاتصحب انت الامومنا
اس لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر
مشک گرداند معطر طبلہ را	پشک بخشد مثنیہاز بلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے	مینگنی کوڑی کو بدبوئیں بخشتی ہے
چونکہ روغن کرد خود را صرف گل	گشت در طیب روائح ظرف گل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صرف کر دیا	وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا
چلچلہ از صحبت خود بیضہ را	می کند مانند خود بے امترا
انجن ہاری اپنی صحبت سے انڈے کو	بیشک اپنی طرح (انجن ہاری) بنا لیتی ہے
بود آں شہ ہمرہ شہزادگاں	تا دوداور زیں سہ تن دادند جاں
وہ شاہ شہزادوں کے ساتھ تھا	جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دے دی
گشتہ باشہزادۂ سوم رفیق	ہر نفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا	ہر دم اس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا
واں سوم چوں گشت صہر شاہ چیں	درخواصش بود ایں مرد گزیں
وہ تیسرا جب شاہ چین کا داماد بن گیا	یہ برگزیدہ مرد اس کے خواص میں سے تھا

شاہ چیں چوں دید خلطہاش بیش	اختصاص خاص با محبوب خویش
شاہ چین نے جب اس کی بہت محبتیں دیکھیں	اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت
یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دو را	میل شد شہ را بسویش از ولا
اس نے جب دونوں کو ایک جاں دو قالب پایا	شاہ کا دوستی سے اس کی طرف میلان ہو گیا
گفت باشہزادہ از روی کرم	کیں رفیق تست پوپ ہر خدم
اس نے ازروئے کرم شہزادے سے کہا	کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے
غیر خدمت نہ تتربویش نہ لاغ	در خیالت دارد از عالم فراغ
خدمت کے علاوہ اس کا مزاج ہے دل لگی	تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے
اینچنیں کس رانوازش لازم ست	کو ہوائے نفس خود را عادم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے	جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے
در ہوای تو ہوای خویش باخت	اینچنیں کس را بسے باید نواخت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا	ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہئے
کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت	آشکارا برتو ہر چہ ازمانہفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا	جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے
چوں باامید تقریبہای شاہ	از وطن آوارہ افتادم براہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر	میں وطن سے آوارہ راہ پر پڑا
ایں کہ شاہ کامران ملک بود	در رفاقتہائے ما چستی نمود
یہ جو ملک کا کامیاب بادشاہ تھا	اس نے ہماری رفاقتوں میں چستی دکھائی
ملک و دولت بہرما بگذاشت	در وفاق از دل علم افراشت ست
اس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑی ہے	موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تاروبارش بہر ما بسیار شد	ملک خود درباخت مارا یار شد
ہماری وجہ سے اس پر بہت نشیب و فراز آئے	اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لطف شہ تقاضا می کند	جائے لطف و مرحمت ہست اے سند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے	اے معتمد! لطف و رحم کا مقام ہے
شاہ گفتا ملک وادرارش کنند	درخور او روز بازارش کنند
شاہ نے کہا اس کو ملک اور عطا کردیں	اس کے مناسب گرمی بازار دیں
لطف فرمود و زحد بنواختش	تلو آں ہر دو برادر ساختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اس کو نوازا	اس کو ان دو بھائیوں کا تابع بنا دیا
قصر ہا و ملکہا اندازہ بیش	از طفیل ایں سوم آورد پیش
اندازہ سے زیادہ قلعے اور ملک	اس تیسرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا

آنچه لاعین رأت او رابداد	وانکه لا اذن سمع پیشش نہاد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اس کو دے دیا	اور جو کچھ کان نے نہ سنا اس کے سامنے رکھ دیا
گشت آں شہ واصل مقصود نیز	چوں طفیلی باکۂ مہمان عزیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا	جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ؟ معزز مہمان کیساتھ
زیں سبب فرمود آں شاہ رئیس	کہ ہم قوم فلا یشقیٰ جلیس
اس شاہ رئیس نے اسی لئے فرمایاہے	کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمنشیں محروم نہیں رہتا
پاس دلہا کردن و خدمت گری	سازدت مخدوم و بخشد سروری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گزاری	تجھے مخدوم بناتی ہے اور سرفرازی بخش دیتی ہے
خاصہ خدمتگاری مرد خدا	خوش قبولی بخشدت نزد خدا
خصوصاً مرد خدا کی خدمتگاری	تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کردیتی ہے
ہر کہ شد مقبول مقبول آلہ	لطف حق مبذول او گردد ز شاہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے	اس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے
ہر کہ شد مقبول مقبولان حق	گردد او لطف خدارا مستحق
جو شخص خدا کے مقبولوں کا مقبول بن جاتا ہے	وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے
ہر کہ مردان خدا را دل بجست	در ادای خدمت شاں گشت چست
جس شخص نے مردان خدا کی دلداری کی	ان کی خدمت گزاری میں چست بنا
گشت ملحوظ عنایتہای حق	مست و محظوظ از حمایتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظور نظر بنا	وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مست اور حق دار بنا
ابن مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد	مرء رامع من احب اے نیک مرد
(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبر سے نقل کیا ہے	اے نیک مرد! انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے
من احب القوم منھم آمدہ	حب اہل اللہ نور جاں شدہ
''جس نے جس قوم سے محبت کی وہ ان میں سے ہوتا آیا ہے	اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی
حب للہ بغض للہ کن شعار	تابیابی بردر دلدار بار
محبت اللہ کے لئے بغض اللہ کے لئے شعار بنا لے	تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو
چوں نبود ایں شاہا ملحق را جہاد	حب پاکاں شمع برراہش نہاد
جب کہ اس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا	پاکوں کی محبت نے اس کے راستہ پر شمع رکھ دی
کو نبودش جہد و استعداد کوب	صحبت مرداں بکار آمد فحسب
وہ جس کے لئے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی	مردوں کی صحبت کام آئی اور بس
جہد کن تا خود ز مقبولاں شوی	یا بمقبولان حق شو منطوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جاوے	یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا

مرد باش و یا کہ خود پئے مرد گرد	پوتک و پوتہ رسد زاں مرد فرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گردش کر	بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملے گا
زیں دو کس یک ہم گر اے جاں نیستی	روز محشر سخت رسوا ایستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے	تو محشر کے دن سخت رسوا اٹھے گا
زیں سبب فرمود در قرآں خدا	خود طلب میکن وسیلہ در ہدیٰ
اسی لئے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا	ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر
بے مربیٰ کس مربا چوں خورد	مرغ بے پرور ہوا گوچوں پرد
تربیت دینے والے کے بغیر مربا کس نے کھایا ہے	بتا پرند بغیر پر کے کیسے اڑے؟
دشت پر خون مست و پردام ددوست	ہرطرف راہ کژی پیداشد ست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندے سے بھرا ہے	ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے
دشت پرمار و بہر سو سبزہ زار	بے فسوں گر پامنہ گردی تو زار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے	بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ تو عاجز آ جائیگا
ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار	دشت پرخوں راہ دیں را می شمار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے	دین کے راستہ کو پرخون جنگل سمجھ
گرگزد مارت شوی خستہ ملول	بے فسوں گز ایمنی ہستی تو گول
اگر تجھے سانپ ڈس لے گا تو خستہ (اور) ملول ہو	تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہے
گر خلد خارے بپای دل ترا	تارہ گر نبود برآری چوں درا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے	اگر سوئی کی نوک نہ ہو تو اس کو تو کیسے نکالے گا؟
فکر تارہ کن فسوں را یاد گیر	رہبرے جو تا بری راہ عسیر
سوئیں کی نوک کی فکر کر منتر یاد کر لے	کوئی رہبر تلاش کر لے تا کہ تو دشوار راستہ طے کر لے
دشت پر خار و بہر سو راہہاست	برسر ہر ہر قدم بیں چاہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے	دیکھ ہر ہر قدم پر کنویں ہیں
دشت بس خونخوار و رہزن مختفی	رہبرے جوباش ویرا مقتفی
جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے	کوئی رہبر تلاش کر لے اور اس کا متبع بن
راہ بس دشوار غولے ہر طرف	برسر رہ میزند صد چنگ و دف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب چھلاوا ہے	جو راستہ پر سینکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے
راہ بس سخت و شب تاراست پیش	گر نگیری دست کس رفتی ز خویش
راستہ بہت دشوار اور سامنے تاریک رات ہے	اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	مثنوی را ختم باید کرد نیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہئے

کار حق را نیست پایاں اے غلام	مثنوی را کردہ باید اختتام
اے لڑکے! اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو ختم کرنا چاہیے
اختتام مثنوی معنوی	شد ز فیض مولوی اولوی
مثنوی معنوی کا خاتمہ	مولوی اولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتام کلام بہ پریدن طائر روح خودکام بسوی شاہ عالی مقام

خود پسند روح سے پرند کی پرواز عالی مقام شاہ کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

بشنو از نے چوں حکایت میکند	منتہیٰ قصد بدایت می کند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے	آخر ابتدا کا ارادہ کر رہا ہے
باز شہ اکنوں سوی سلطاں پرید	پردہای عاریت را بر درید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب اڑ گیا	عارضی پردوں کو پھاڑ دیا
ہست چوں کل الینا راجعون	می شوم مراصل خود را سرنگوں
سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب ہے	میں اپنی اصل کے لئے سرنگوں ہوتا ہوں
شد نے من خالی از صورت انا	خالی از خود گشت و درنائی فنا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی	خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی
شد تہی از خود نئے من گشت نیست	جز نفخت فیہ دروے ہیچ نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی نیست ہو گئی	"میں نے اس میں پھونکا" کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے
سوختم ایں نے وخاکستر شدم	در نیستاں رفتم و مضمر شدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا	میں نیستاں میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا
احمدا چوں دورۂ میم از تو رفت	ماند احد دیگر مشو تو گرم و تفت
اے احمدؐ! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا	احد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں
دورۂ میم آں تعین ہائے تست	لاکن ایں راتا شود الات چست
میم کا دائرہ تیرے تعینات ہیں	ان کو "لا" بنا تاکہ تیرا چست ہو جائے
وقت آں آمد کزیں فخ بر پرم	رخت سوی ملک لاہوتی برم
وہ وقت آ گیا کہ میں اس جال سے پرواز کر جاوں	لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں
ہم کزاں جا آمدم آنجا روم	باجمال یار بے پردہ شوم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اسی جگہ چلا جاؤں	یار کے حسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں
چوں تجلی کرد برطور وجود	گشت کاہ کوہ جسمانی چو دود
جب اس نے وجود کے طور پر تجلی کی	جسمانی پہاڑ کا تنکا دھویں جیسا ہو گیا
خر موسیٰ صاعقا خاموش شد	رفت عقل جزوی و بیہوش شد
موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے	جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے

اللہ اللہ غیر اللہ نیست کس	اللہ اللہ گشت مارا ہم نفس
اللہ اللہ کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے	اللہ اللہ ہمارا ساتھی ہو گیا
اللہ اللہ من کجا و ایں خطاب	ختم کن واللہ اعلم بالصواب
اللہ اللہ میں کہاں اور یہ خطاب کہاں؟	ختم کردے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

ارجاع کلام باستمداد روحانی از جناب مولانا جلال الدین ہمام قدس سرہ علی الدوام

کلام کالوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کیلئے جناب مولانا جلال الدین بزرگ سے ہمیشہ کے لئے ان کا راز مقدس کیا گیا

شمس حقانی جلال الدین ہمام	چونکہ خود فرمود وقت اختتام
خدائی سورج جلال الدین بزرگ	چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انہوں نے فرمایا
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	دردل آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس کا باقی بغیر کہے آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہو گا
خواستم از روح پاک او مدد	خود وفائے وعدہ ہم زاں معتمد
میں نے ان کی پاک روح سے مدد مانگی	(اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی
وعدۂ اہل کرم گنجے بود	وعدۂ نااہل چوں رنجے بود
اہل کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے	نااہل کا وعدہ رنج جیسا ہوتا ہے
کہ شحہ زاں بحر بر جانم بریخت	رشتہ ماء و من مارا گسیخت
اس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے	ہمارے ماء و من کے دھاگے کو توڑ دیا
بازبان بے زبانی خود بگفت	درہائے نغز را در سلک تفت
انہوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا	قیمتی موتی لڑی میں پروئے
حد سعی من نبود ایں گفتگو	خود تو ایں ڈر را چو آوردی زجو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے	خود آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے
گر اجازت باشد اظہارش شود	ویں سفینہ ہم بہ بحر تو رود
اگر اجازت ہو تو اس کا اظہار ہو	یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے
بے اجازت ذرہ را یارا کجاست	کوز خورشیدے بجوید نور چاشت
بغیر اجازت کے ذرہ کی طاقت کہاں ہے؟	کہ وہ سورج سے چاشت کا نور طلب کرے
خود تو دانی از توشدرد و قبول	من چہ گویم پیش تو حرف فضول
آپ خود جانتے ہیں کہ رد اور قبول آپ کی جانب سے ہے	میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟
آنچہ درپردہ بگفتی اے ہمام	ساز مقبول اے ضیاء الحق حسام
اے بزرگ آپ نے جو کچھ درپردہ فرمایا	اے ضیاء الحق حسام اس کو قبول فرما لیں

مناجات بجناب قاضی الحاجات

قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا

اے خدا سازندۂ عرش بریں	شام رادادی تو زلف عنبریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا	تو نے شام کو عنبریں زلف عطا کی
روز را باشمع کافور اے کریم	کردۂ روشن تر از عقل سلیم
اے کریم دن کو کافوری شمع کے ساتھ	تو نے عقل سلیم سے زیادہ روشن کر دیا
خوں بناف نافۂ مشکے کنی	سنبل و ریحاں چرد پشکے کنی
تو ناف کے خون کو مشک کا سا بنا دیتا ہے	وہ سنبل اور ریحان چرتا ہے تو مینگنی بنا دیتا ہے
قادرا قدرت تو داری بر کمال	انت ربی انت حسبی ذوالجلال
اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے	اے ذوالجلال تو ہی میرا رب ہے تو ہی مجھے کافی ہے
اے خدا قربان احسانت شوم	کان احسانی بقربانت شوم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں	تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں
معدن احسانی و ابر کرم	فیض تو چوں ابر ریزاں برسرم
تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے	تیرا فیض میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے
از عدم دادی بہ ہستی ارتقا	زاں سپس ایمان و نور اہتدا
تو نے عدم سے وجود کو ترقی عنایت کی	اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور
اے خدا احسان تو اندر شمار	کے توانم بازبان صد ہزار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں	لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟
من بخوان و پاسان من توئی	من چو طفل و حرز جان من توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے	میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے
من بعصیاں صرف وقت خود کنم	بینی و از حلم می پوشی برم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں	تو دیکھتا ہے ور بردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے
روزیت را خوردہ عصیاں میکنم	نعمت از تو من بغیرے می تنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں	نعمت تیری ہے میں غیر کے چکر کاٹتا ہوں
جملہ میں بینی نگیری انتقام	از در حلم و کرم آئی مدام
تو سب کچھ دیکھتا ہے بدلہ نہیں لیتا	تو ہمیشہ بردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے
بردل من سہ صد و شصت از نظر	می کنی ہر روز اے رب البشر
میرے دل پر تین سو ساٹھ شفقتیں	اے رب البشر! تو ہر دن کرتا ہے
لیک من غافل ز لطف بیکراں	چشم دارم ہر زماں بااین و آں
لیکن میں "بے حد مہربانی سے غافل ہوں	میں ہر وقت اس اور اس سے امید باندھتا ہوں

دوست را برمن نظر شد دوختہ	حیف من بادیگراں دل توختہ
دوست کی نگاہ مجھ پر جمی ہوئی ہے	افسوس میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے
من گنہ آرم تو ستاری کنی	جرم من دارم تو معذاری کنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے	میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے
جرمہا بینی و خشم ناوری	اے بقربانت چہ نیکو داوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا	میں تجھ پر قربان تو کس قدر اچھا خدا ہے
در مصائب در حوادثہائے زار	چونکہ برمن تنگ شد از درد کار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حوادث میں	جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا
یار و خویشانم مرا بگذاردند	زار در دست غم بسپا ردند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا	مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا
جز تو کے دیگر دراں سختی رسد	درمتاعبہا تو کشتی مدد
اس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟	تکالیف میں تو مدد بنا ہے
در رسیدی زود بگرفتی مرا	وارہاندی از ہمہ سختی مرا
تو جلد پہنچا تو نے مجھے پکڑا	مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا
چوں شمارم من ز احسان تو چوں	گر زباں ہر موشود لطفت فزوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ	اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے
شکر و احسان ترا چوں سرکنم	اندریں رہ گو قدم از سرکنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟	اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں
جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست	جملہ از درہائے احسانت پرست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں	سب تیرے احسان کے موتیوں سے پر ہیں
ایں کہ شکر نعمت تو می کنم	ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں	یہ بھی تیری ایک مغتنم نعمت ہے
شکر ایں شکر از کجا آرم بجا	من کیم از تست توفیق اے خدا
اس شکر کا شکریہ کہاں سے بجا لاؤں؟	میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہے
دست و پاؤ ایں زبان و لفظ شکر	عاریت از تست بے از ہیچ نکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر	بغیر کسی انکار کئے تجھ سے مانگے ہوئے ہیں
طاعت و توفیق طاعت ہم ز تو	لطف تو برما نوشتہ صد نکو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے	تیری مہربانی نے ہم پر سینکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں
خود چہ شیریں ست نام پاک تو	خوشتر از آب حیات ادراک تو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟	تیری معرفت آب حیات سے بہتر ہے

نام تو چوں بر زبانم می رود	ہر بن مو از عسل جوی شود
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے	ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام	شیر و شکر می شود جانم تمام
اللہ اللہ یہ نام کس قدر میٹھا ہے	میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق	حرف حرفش میدہد جانرا رواق
اللہ اللہ یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے	اس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے
اللہ اللہ ایں چہ احساں کردۂ	در چنیں برزخ چساں درپردۂ
اللہ اللہ یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟	ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟
ایں چنیں حبل المتیں دادی مرا	کاعتصامش عرش راشد مرتقیٰ
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسی عطا فرمائی	کہ اس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوئی
اللہ اللہ خود چہ نیکو کردۂ	آشکارا ہستی و درپردۂ
اللہ اللہ تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے	تو ظاہر ہے اور درپردہ ہے
وہ چہ بدکارم کہ جملہ نیستم	پس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم نیستی ہوں	تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں
اللہ اللہ انت لی نعم الوکیل	انت ربی انت حسبی یا جلیل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے	اے جلیل تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے
الله الله لیس غیرک فی الوجود	هل تریٰ الدیار فی دیرالشهود
اللہ اللہ تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں	شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟
الله الله لا اله بہر چیست	چونکہ الا اللہ خورشید جلیست
اللہ اللہ لاالہ کس لئے ہے؟	جبکہ "الا اللہ" روشن سورج ہے
چشم ظاہر بیں بنفی آمد مقل	می تواں کردن بلیٰ جہد المقل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رفع کرنے والی ہے	(تاکہ) نادار کی کوشش "بلیٰ" کہہ سکے
اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست	اسم اعظم از برائے قرب اوست
اللہ اللہ دوست کا پاک اسم ذات	اسم اعظم اس سے قرب کے لئے ہے
اللہ اللہ گو برد تاسقف عرش	پیش معراج تو گردد چرخ فرش
اللہ اللہ کہہ عرش کی چھت تک لے جائے گا	تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا
چوں بر آرم دم باللہ الصمد	چرخ نعرہ لیتنی کنت زند
جب میں "اللہ الصمد" کا نعرہ لگاتا ہوں	آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے
اسم اعظم ہست اللہ العظیم	جان جان و محی عظم رمیم
اللہ العظیم! اسم اعظم ہے	جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کر دینے والا ہے

الله الله مستم از نام خدا	مے چکد از ہر رگم راوَق جدا
الله الله میں خدا کے نام سے مست ہوں	میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے
ساقیم آں بادہ اندر جام کرد	کہ زماؤ من برآوردست گرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے	جس نے ''ماومن'' کی گرد اڑا دی ہے
ریخت در جامم مئے از کاف و نون	لیس فیها غول ولا هم ينزفون
''کاف و نون'' کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے	جس میں نہ [illegible] ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں
بیخودم زاں بادۂ واکنوں مرا	نیست فرں از جان وتن و ز سرز پا
میں اس شراب سے بیخود ہوں اور اب میرے لئے	جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے
ریخت در کامم جلالے جرعہ	میزنم بر لوح وحدت قرعہ
''جلال'' نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا	میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں
رشحہ بحر جلالش بردلم	آمد و بربود ازیں آب و گلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر	آیا اور مجھے اس آب و گل سے اچک لے گیا
شورش بحر حسامی آمدست	زیں صدف ایں در کہ نامی آمدست
''حسامی'' سمندر کی ایک شورش آتی ہے	اس سیپ سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے
فیض مولانا جلالؒ وہم حسامؒ	نخل جان راداد سیرابی تمام
مولانا جلالؒ کے فیض احمد حسامؒ نے	جان کے پودے کو پوری سیرابی دے دی ہے
نور مہر و مہ بطور دل بتافت	سنگ من زاں تاب یا قوتی بیافت
سورج اور چاند کا نور دل کے ظہور پر چمکا	میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بن جانا پا لیا
برادیم تافت چوں نجم یمن	عنبریں شد جملہ چوں مشک ختن
یمن کے ستارے کی طرح میری ادھوڑی پر چمکا	وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبو دار بن گئی
پیش ازیں خلقے ز انفاس خوشش	مقتبس از نور عرفاں گشت و خوش
اس سے پہلے بہت سے لوگ ان کے اچھے سانسوں سے	معرفت کے نور کے حاصل کر لینے والے اور بھلے بنے
صد ہزاراں یافتند از مثنوی	ارتقا سوی صراط مستوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی	سب سیدھے راستہ کی جانب بلندی
من ہم از فیضان انفاس جلالؒ	در رسیدم تا جلیل ذوالجلال
میں بھی جلالؒ کے سانسوں کے فیضان سے	جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا
نیست دور از لطف اخوان الصفا	در رسید ایں بندہ ہم سوی خدا
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے	یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا
چہ عجب شمس ار نواز د ذرہ را	ابر خوش سیراب سازد ترہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرے کو نوازے	ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کر دے

روبحق آرد بکن ختم کتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رخ کراور کتاب ختم کر دے	دم نہ مار اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
ربنا فالحمد لک فی کل حال	انت معنی السر فی کل المقال
اے ہمارے رب ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے	ہر قول میں معنی راز تو ہی ہے
انت مقصودی الیک و جہتی	خالصاً للہ کانت نہمتی
تو ہی میرا مقصود ہے تیری طرف میرا رخ ہے	میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے
یا محیط الکل یا کھف الوریٰ	یا الٰہ العرش یارب الثریٰ
اے سب کو محیط اے مخلوق کے کہف	اے عرش کے خدا اے زمین کے رب
کن انیس القلب واختم لی بخیر	انت حسبی انت کافی لیس غیر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر	تو مجھے کافی ہے تو میرے لئے کفایت کرنے والا ہے دوسرا نہیں ہے

درختم وسال تاریخ اختتام مثنوی مذکورمیشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سال غیور	غیرت حق داردش از غیر دور
(لفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا	اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اس کو غیر سے دور رکھے
دست غیر از دامن او دور باد	ہر کہ از نورش رمد بے نور باد
غیر کا ہاتھ اس کے دامن سے دور رہے	جو اس کے نور سے بھاگے خدا کرے بے نور رہے
غیر آں کز یاد حق بیگانہ است	در پئے دنیائے دوں دیونہ است
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے	کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے
در پئے مال جہاں مجنون بود	حب جاہ او را بدل مکنوں بود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو	اس کے دل میں رتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
انما اموالکم اولادکم	فتنہ فرمود حق ذوالحکم
بیشک تمہارے اموال تمہاری اولاد	حکمتوں والے اللہ تعالیٰ نے (ان کو) فتنہ فرمایا ہے
تاتوانی غیر حق را دور کن	بعد ازاں عزم دژآں سور کن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دور کر	اس کے بعد اس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر
باخودی بینی اگر ایں اختتام	خود بروں در بمانی والسلام
اگر تو اس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا	خود باہر رہ جائے گا والسلام
وز خودی بیروں برآ و یار باش	ور بہ پندار خودی اغیار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن	اور اگر تو خودی کے غرور میں تاکہ غیروں میں سے رہ
بہر یک رنگ ایں سخن یک رنگ شد	بہر رجم آں شیاطیں سنگ شد
یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے	ان شیطانوں کے سنگسار کرنے کے لئے پتھر ہے
دخل غیر اندر چنیں حصن حصیں	کے شود بے صلح و رفع حرب و کیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل	بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟

مصرع اول	مصرع دوم
بادل صاف از برای حق ببیں	از گل او تابری بوی یقیں
خدا کے لئے صاف دل کے ساتھ دیکھ	تا کہ تو اس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
ورنہ در چون و چرا آزارہاست	ہر کجا گل ہست آنجا خارہاست
ورنہ چوں و چرا میں تکالیف ہیں	جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں
لفظ روپوش ست مقصد معنی ست	غیر حق جستن ازیں لایعنی ست
لفظ نقاب ہے اور معنیٰ مقصود ہیں	اس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بجود حق بگوو حق بخواں	ہر زماں حق حق بگو حق رابداں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ	ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان
ہر کہ حق را جست حقانی ست او	رحمت حق باد رحمانی ست او
جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے	وہ اللہ کی رحمت خدائی ہوا ہے
کار شیطانی مکن شیطاں مباش	برغبار جان کس آبے بپاش
شیطانی کام نہ کر شیطان نہ بن	کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیر حق ضائع مکن	بطن را پرروح را جائع مکن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر	پیٹ کو پر اور روح کو بھوکا نہ بنا
پردۂ پندار تست ایں نقش غیر	نیست جز آں یک صنم در جملہ دیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے	تمام بت خانہ میں اس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے
فانی از خود شوبشو باقی بحق	سردہد از باطنت رب الفلق
اپنے اعتبار سے فانی بن باقی باللہ بن	رب الفلق تیرے اندر سے نمودار ہو گا
مثنوی در شش مجلد یک نواست	حاصل آں غوطہ در بحر فناست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے	اس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے
گر رہ حق بایدت ہشیار باش	غفلت از خود دور کن بیدار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیے ہوشیار بن	اپنے اندر سے غفلت دور کر بیدار بن
باش اول بر شریعت استوار	بعد ازاں سوی طریقت روبیار
پہلے شریعت پر استقامت کر	پھر طریقت کی جانب رخ کر
گام اول مستقیم شرع شو	بعد ازاں راہ طریقت را برو
پہلے قدم پر شرح پر جم	اس کے بعد طریقت کا راستہ چل
تخلیہ باتحلیہ باید ضرور	تانمائی بحر عرفاں را عبور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے	تا کہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے
ایں سخن را نیست ہرگز اختتام	پس سخن کوتاہ باید والسلام
اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے	تو بات کو مختصر کر دینا چاہئے والسلام

سلسلہ التبلیغ کا چھبیسواں وعظ مسمی بہ

شکر المثنوی

یہ وعظ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بتقریب اختتام کتاب شرح مثنوی مدرسہ امداد العلوم میں (بتاریخ ۴ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ) فرمایا تھا جس کو حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ نے ضبط کیا۔

وضاحت: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ "شکر المثنوی" اپنے نام سے واضح ہے جو حضرت نے تکمیل شرح مثنوی پر شکر خداوندی کے طور پر ارشاد فرمایا۔
چونکہ یہ وعظ ''کلید مثنوی'' سے متعلق اہم بنیادی نکات اور تعارف پر مشتمل ہے۔
اس لئے کلید مثنوی کی جدید طباعت پر ہم بھی شکر خداوندی بجالاتے ہوئے اس مبارک وعظ کو ''کلید مثنوی'' کے آخر میں شامل کررہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ اس سعی کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمیں بھی اپنی محبت ومعرفت کا کوئی ذرہ نصیب فرمائیں۔ آمین (ناشر)

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
ما یفتح الله للناس من رحمة فلا ممسک لها و ما یمسک فلا
مرسل له من بعده وھو العزیز الحکیم

سبب وعظ

ایک عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ مثنوی کی شرح کی ضرورت ہے اس لئے اس کے تمام دفتروں کی شرح ہونی چاہئے اس لئے میں نے اس کا کام شروع کیا۔ اور جس طرح ہوسکا دفتر اول اور دفتر ششم کی شرح کی باقی دفتروں کی شرح کا سرانجام چونکہ بعض عوائق کی وجہ سے مجھ سے بلا استعانت نہ ہوسکتا تھا اس لئے میں نے اس کی تکمیل میں اپنے بعض احباب سے مدد لی اور بحمد اللہ اب مکمل ہوگئی چونکہ یہ انعام تھا حق سبحانہ کی طرف سے اور ہر نعمت شکر کو مقتضی ہوتی ہے اس لئے ضرورت تھی کہ حق سبحانہ کے اس انعام کا شکر یہ ادا کیا جاوے پس یہ جلسہ اس کے شکر کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ (جس میں تداعی واہتمام وغیرہ کو دخل نہیں) لیکن جو آیت اس وقت اختیار کی گئی ہے اس پر بادی النظر میں عدم مناسبت بمقصود جلسہ کا شبہ ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں بیان ہے حق سبحانہ کے **تفرد بالغلبة والقدرة والحکمة** کا جس کو شکر سے بظاہر کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی اس لئے قبل اس کے کہ نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے یہ بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیت متلوہ مقصود جلسہ سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو اس سے ایک غامض اور باریک تعلق ہے۔

شکر کا مفہوم

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شکر کے معنی ہیں منعم کے۔ انعام کے جواب میں منعم کا دل سے یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے منعم کی عظمت ظاہر ہوتی ہو پس اس وقت ہمارا حق سبحانہ کے انعام کے جواب میں اس آیت کا تلاوت کرنا جو کہ اس کی توحید صفاتی پر دلالت ہے اور اس کی **تفرد بالقھر والغلبة والقدرة والحکمة** کا دل اور زبان سے اقرار کرنا اس کلیے کا ایک فرد اس مقسم کی ایک قسم ہوگا اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ صرف اسی آیت کا نہیں بلکہ ہر ایسی آیت جس سے حق سبحانہ کی توحید اور عظمت وجلالت شان ظاہر ہو اس کا تعلق شکر سے ہے۔ اس سے نہایت واضح طور پر آیت متلوہ کا تعلق مقصد جلسہ سے ظاہر ہوگیا اب نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے اس آیت کا تعلق توحید سے ہے اپنی ذات سے بھی کیونکہ اس میں بیان ہے **تفرد بالقدرة والغلبة والحکمة** جو کہ توحید صفاتی کا فرد اور اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے بھی ہے۔

توحید ذاتی صفاتی اور افعالی

کیونکہ اس سے قبل حق سبحانہ نے فرمایا ہے **الحمد لله فاطر السمٰوٰت والارض جاعل الملٰئکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنیٰ و ثلٰث و رباع یزید فی الخلق مایشاء ان الله علی کل شی قدیر** اس میں انہوں نے اپنی ان صفات وافعال کا بیان کیا ہے جو ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں پس اس کا تعلق توحید صفاتی وتوحید افعالی دونوں سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا ہے **یایہا الناس اذکروا نعمت الله علیکم هل من خالق غیر الله یرزقکم من السماء والارض لاالٰه الاهو فانی توفکون** اس میں توحید ذاتی و توحید صفاتی وتوحید افعالی تینوں کا بیان ہے پس ان تینوں کا تعلق توحید سے ہے۔ یہاں توحید کے بعد حق سبحانہ نے مسئلہ رسالت کو بیان فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے **وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک والی الله ترجع الامور** (اس کے بعد معاد کا بیان فرمایا ہے)۔

تین امہات مسائل

اور ارشاد فرمایا ہے **یایہا الناس ان وعدالله حق فلاتغرنکم الحیوٰۃ الدنیا ولایغرنکم بالله الغرور** (یہ تینوں مسئلے امہات مسائل میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن پاک میں ان تینوں کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ان پر زبردست براہین قائم ہیں امام رازیؒ نے اس پر جا بجا تنبیہ کی ہے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تینوں مسئلے اصل ہیں اور باقی مسائل ان کی فروع اور یہ مضمون بالکل ٹھیک ہے جو شخص بامعان نظر قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو اس کی قدر ہوگی اور وہ اس کی تصدیق کرے گا ان تینوں میں سب سے اہم مسئلہ توحید ہے اس کے بعد مسئلہ رسالت اس کے بعد مسئلہ معاد اس لئے حق سبحانہ نے اس مقام پر اول مسئلہ توحید کو بیان فرمایا اس کے بعد مسئلہ رسالت کو اس کے بعد مسئلہ معاد کو۔ اس گفتگو کا تعلق تو نوعیت مضمون آیت سے تھا۔ اب اس کا مضمون شخصی بیان کیا جاتا ہے اس آیت میں جو حق تعالیٰ شانہ نے **ما یفتح الله للناس من رحمۃ** فرمایا ہے جس میں انہوں نے کلمہ ما استعمال فرمایا ہے جو ابہام کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر اس ابہام کی توضیح میں **من رحمۃ** فرمائی ہے۔

پس حاصل اس جملہ کا یہ ہوگا کہ حق سبحانہ جس رحمت کو بھی کھول دیں اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کمال غلبہ وقدرت

اس سے حق سبحانہ کا کمال قدرت وغلبہ ظاہر ہوا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی قوت اور قدرت والا نہیں جو اس کا مزاحم ہو سکے اور گو واقعی طور پر اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا مگر سطح نظر میں اور محض احتمال عقلی کے طور پر شبہ ہو سکتا تھا اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ فتح حق سبحانہ کے بعد کوئی روکنے والا نہیں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے روکنے کے بعد کوئی کھول بھی نہیں سکتا اس لئے حق سبحانہ نے اس احتمال کو ہی دفع کر دیا اور فرمایا **ومایمسک فلامرسل له** یعنی جس کو وہ روک لیں اس کو کوئی چھوڑنے والا بھی نہیں۔ اب یہی ایک احتمال عقلی تھا وہ یہ کہ اس سے تو

معلوم ہوا کہ اس کے فتح اور امساک کے بعد اس کی کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود فتح وامساک کی حالت میں بھی اس کا کوئی مزاحم ہوسکتا ہے یا نہیں اس احتمال کے اٹھانے کے لئے فرمایا **وھو العزیز** یعنی عزت و غلبہ عین منحصر ہیں اس کی ذات میں اور وہی ہر حیثیت سے سب پر غالب ہے اس پر کسی طرح بھی کوئی غالب نہیں اب تمام احتمالوں کا خاتمہ ہوگیا اور اس کا **تفرد بالغلبة** باکمل وجہ ظاہر ہوگیا۔ یہ تو ہوگیا مگر اس پر ایک شبہ اور ہوسکتا تھا وہ یہ کہ جب اس کو ایسی قدرت اور قوت حاصل ہے اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا تو شاید اس کی بھی وہی حالت ہو جو بااقتدار انسانوں کی ہوتی ہے کہ بلا لحاظ مصلحت ومنفعت جو جی میں آیا کر بیٹھے اس کے دفع کے لئے **الحکیم** بڑھا دیا اور ظاہر کردیا کہ ہمارے افعال لاابالی حکام وسلاطین کے سے نہیں بلکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہم کو مصلحت و حکمت ملحوظ ہوتی ہے۔ **سبحان الذی تکلم بھذا الکلام البلیغ الدقیق الاسرار.**

آیت مبارکہ کے دقیق نکات

اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ جملہ **مایمسک فلامرسل له** اور **وھو العزیز الحکیم** یہ دونوں جملہ تاکید میں مضمون **ما یفتح الله للناس من رحمة فلاممسک لھا** کی کہ جن سے مقصود تمام اوہام وشکوک کو زائل کرکے اپنی کمال قدرت وحکمت کا ظاہر کرنا ہے جو اصل مقصود ہے اس آیت کا تو یہ بیان تھا حق سبحانہ کے عموم و کمال قدرت کا جو کہ اس آیت سے مقصود ہے اب سنئے کہ رحمت کے لغوی معنے رقت قلب اور نرم دلی ہیں حق سبحانہ چونکہ دل اور نرمی سے جو کہ ایک خاص قسم کا تاثر اور انفعال ہے پاک اور منزہ ہیں اس لئے یہ لفظ اس مقام پر یا جہاں کہیں وہ حق سبحانہ کے لئے استعمال کیا جاوے جیسے رحمٰن رحیم وغیرہ اپنے معنی لغوی میں مستعمل نہیں ہوسکتا بلکہ مجازاً بعلاقہ سببیت اثر رقت قلب یعنی فضل وانعام احسن مراد ہوگا۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حق سبحانہ نے **مایفتح الله للناس من رحمة** فرمایا اور **من خیر** نہیں فرمایا حالانکہ مطلب **من خیر** کا بھی وہی ہے جو **من رحمة** کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت میں اشارہ ہے اس طرف کہ حق سبحانہ کے تمام انعامات بلا استحقاق **منعم علیھم** ہیں اور یہ اشارہ لفظ خیر میں نہ تھا اس لئے اس کے بجائے اس کو اختیار کیا چونکہ اس مضمون کو سن کر کہ حق سبحانہ کے تمام احسانات بلا استحقاق **منعم علیھم** ہیں کسی کو خلجان ہوتا اس لئے میں اس کو بھی زائل کئے دیتا ہوں یہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کے انعامات کو بندوں کے انعامات کے مماثل سمجھا گیا ہے اور اپنی طاعت کو طاعت عباد کی مانند خیال کیا گیا لیکن خود یہ قیاس ہی غلط ہے کیونکہ آدمی جب بندہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے قویٰ اور اعضاء وغیرہ کو ایک ایسے شخص کے کام میں لگاتا ہے جو اس کے مملوک ومصنوع ہیں اور اس لئے اس کو ان سے انتفاع کا کوئی حق بھی نہیں ہے اس بناء پر خادم مخدوم سے معاوضہ کا مستحق ہوتا ہے بخلاف اس کے کہ جب وہ سبحانہ کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ خود حق سبحانہ کی مملوک چیزوں کو اس کے کام میں لگاتا ہے اور وہ خود بھی حق سبحانہ کا مملوک ہے ایسی صورت میں وہ اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوسکتا کیونکہ مملوک من حیث ہو مملوک کا مالک پر کوئی حق نہیں یہ مضمون آپ کی سمجھ میں یوں آسانی سے آجائے گا کہ جب کوئی شخص کسی کی ملازمت کرلیتا ہے تو اب وہ **من حیث الخدمت** اس کا مملوک ہوجاتا ہے خواہ عارضی ہی طور پر سہی پس جب وہ

کوئی اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہے تو اس کے معاوضہ میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا ایسی حالت میں اگر آقا اس کی خدمت کا کوئی صلہ دے تو وہ اس کا انعام اور احسان سمجھا جاتا ہے اور اپنی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جاتا ہے پس جب کہ اس کمزور اور برائے نام ملک کا یہ اثر ہے تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ملک حقیقی پر اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کیا حق رکھ سکتا ہے اب ہم کو یہ ثابت کرنا رہ گیا کہ بندہ حق سبحانہ کا مملوک محض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز کسی کی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے کیونکہ وہ ابتداء میں معدوم محض اور اپنے تمام کمالات حتیٰ کہ اپنی ہستی سے بھی عاری تھا۔ ایسی حالت میں اس کی کوئی چیز خود اس کی ذاتی کیسے ہوسکتی ہے پس لامحالہ اس کی تمام چیزیں کسی دوسرے کی مملوک ہیں اور خدا کے سوا اگر کوئی اس کے مالک ہونے کا مستحق ہوسکتا ہے تو اس کے ماں باپ ہوسکتے ہیں کیونکہ ان سے زیادہ اس کے ہستی میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس دخل کی بناء پر بعض لوگوں کو شبہ ہوگیا اور وہ اپنا خالق اپنے ماں باپ کو سمجھ بیٹھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل

چنانچہ جس زمانہ میں میرے ماموں منشی شوکت علی صاحب مدرسہ سرکاری میں مدرس تھے اس زمانے میں ایک انسپکٹر مدارس مدرسہ میں امتحان کے لئے آئے اثنائے امتحان میں انہوں نے لڑکوں سے اپنے منصب کے خلاف سوال کیا کہ بتلاؤ خدا کی ہستی کی کیا دلیل ہے لڑکے بیچارے کیا جواب دیتے وہ تو خاموش رہے ماموں نے فرمایا کہ جناب مجھ سے پوچھئے میں جواب دوں گا۔ انسپکٹر صاحب اپنی افسری کے گھمنڈ میں تھے انہوں نے ناخوشی کے لہجہ میں فرمایا کہ اچھا آپ ہی جواب دیجئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ خدا کی ہستی کی دلیل یہ ہے کہ پہلے تم معدوم تھے اور اب موجود ہو اور ہر حادث کے لئے کوئی علت ہونی چاہئے وہ علت خدا ہے اس نے جواب دیا کہ ہم کو تو ہمارے ماں باپ نے پیدا کیا ہے نہ کہ خدا نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ماں باپ کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا کہ ان کو ان کے ماں باپ نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو الی غیر النہایہ یوں ہی سلسلہ چلا جاوے گا یا کہیں جا کر ختم ہوگا پہلی صورت میں تسلسل لازم آتا ہے جو کہ محال ہے دوسری صورت میں خدا کا وجود ماننا پڑے گا اس کا اس سے کچھ جواب نہ آیا اور اس نے کہا کہ آپ تو منطق کی باتیں کرتے ہیں لوگوں کا مذاق بگڑ گیا ہے کہ دقیق اور گہرے مضامین کو ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور سطحی اور پیش پا افتادہ باتوں کو دلائل خیال کرتے ہیں غرض کہنے لگا کہ ہم ان منطقی باتوں کو نہیں جانتے وہ یہ کہ اچھا اگر خدا ہے تو آپ اپنے خدا سے کہئے کہ ہماری آنکھ درست کر دے یہ انسپکٹر کانا تھا ماموں صاحب نہایت ظریف تھے انہوں نے کہا بہت بہتر ہے ابھی کہتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر کے آسمان کی طرف منہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے انسپکٹر صاحب سے کہا کہ میں نے عرض کیا تھا مگر وہاں سے یہ جواب ملا ہے کہ ہم نے اس کو دو آنکھیں عطا کی تھیں اس نے ہماری نعمت کی ناشکری کی اور کہا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں اس پر غصہ آیا ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اب اس سے کہو کہ اس آنکھ کو اپنے انہیں ماں باپ سے بنوا جنہوں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس جواب پر اس کو بہت غصہ آیا اس کا اور تو کچھ بس نہ چلا مگر معائنہ خراب لکھ گیا اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر درد اٹھا اور ہلاک ہوگیا۔

قہر کی دو قسمیں

یاد رکھو کہ حق سبحانہ کا قہر دو طرح کا ہوتا ہے کبھی تو صورتاً بھی قہر ہوتا ہے اور کبھی قہر بصورت لطف ہوتا ہے یہ قہر قہر اول سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ (اعاذنا الله منه)

کیونکہ اس میں توبہ اور انابت الی الحق کی طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے اس لئے کہ انابت الی الحق اور توبہ تو اس وقت ہو جب کہ آدمی اس کو قہر سمجھے اور جبکہ لطف سمجھتا ہے تو وہ توبہ کیسے کرے گا اور حق سبحانہ کی طرف کیسے رجوع ہوگا بعض مرتبہ بعض سالکین کو یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے ذوق وشوق واحوال و مواجید میں کچھ فرق نہیں آتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نسبت مع اللہ بہت قوی ہے کہ معصیت سے اس کو صدمہ نہیں پہنچتا ۔اس سے وہ معاصی پر اور دلیر ہو جاتے ہیں واضح ہو کہ یہ قہر بصورت لطف ہے اور قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے۔ سالکین کو اس سے نہایت ہوشیار رہنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ نسبت احوال مواجید کا نام ہے بلکہ وہ ایک خاص تعلق ہے جو کہ عبد طائع کو حق سبحانہ سے اور حق سبحانہ کو اپنے مطیع بندہ سے ہوتا ہے۔ احوال و مواجید سو یہ غالب احوال میں اس تعلق کی امارات ہوتی ہیں نہ وہ عین تعلق خاص ہیں اور نہ اس تعلق کو مستلزم ہیں اور اگر بالفرض احوال و اذواق ہی کو تعلق مع اللہ یا اس کو مستلزم کہا جاوے تو اس سے صرف یہ لازم آئے گا کہ اس کو خدا کے ساتھ تعلق ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خدا کو بھی اس سے تعلق ہو پس ایسے سالک کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہاری شادی ہوگئی یا نہیں اس نے جواب دیا آدھی ہوگئی اور آدھی نہیں ہوئی اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تراضی طرفین کی ضرورت ہے سو میں تو رضامند ہوں مگر وہ رضامند نہیں پس جس طرح اس طالب علم کی رضامندی بغیر شاہزادی کی رضامندی کے بے سود اور کالعدم تھی یونہی اس سالک کا تعلق بغیر حق سبحانہ کے تعلق کے بے کار ہے۔

مستی روحانی اور مستی شہوانی میں فرق

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ ہرگز باقی نہیں رہ سکتی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک مقام پر مہمان گیا میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے ہم نے ایک مسجد میں سونے کا ارادہ کیا اتفاق سے اس روز محلہ میں گانا بجانا بھی ہو رہا تھا مجھ کو آواز پہنچی میں نے سونے کے لئے دوسری جگہ تجویز کی مگر میرے ساتھی مسجد ہی میں رہے صبح کو ان صاحب نے مجھ سے کہا کہ رات جس قدر میرا نوافل میں جی لگا ہے اور جس قدر مجھے مزہ آیا ہے اتنا کبھی نہیں آیا محلّہ سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں جس سے ذوق وشوق کو حرکت ہو رہی تھی اور میں اسی ذوق وشوق میں نماز پڑھ رہا تھا اور مجھ پر ذوق وشوق کا ایسا غلبہ تھا کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے میں نے کہا کہ جناب یہ تو صحیح ہے کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ وہ کس چیز سے دفع ہوئے تھے اور مستی ذوق و شوق کس چیز کا تھا۔ یہ مستی روحانی نہ تھی بلکہ شہوانی تھی جو راگ باجے سے منبعث ہوئی تھی پس دافع خطرات خود خطرات سے زیادہ خطرناک تھا ایسی حالت میں یہ اندفاع خطرات کیا قابل قدر ہو سکتا ہے اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی کے

بچھو کاٹ لے اور وہ رفع تکلیف کے لئے سانپ سے کٹوا لے ایسا کرنے سے وہ تکلیف تو ضرور جاتی رہے گی مگر جان کے لالے پڑ جائیں گے پس یہ کہنا کہ گانے سے خطرات دفع ہو گئے تھے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ کا مفہوم

اسی مثال پر ایک حکایت یاد آئی وہ ہے تو غیر مہذب مگر موضح خوب ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملا دو پیازہ سے بادشاہ نے پوچھا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے کیا معنی ہیں انہوں نے اس وقت اس کا جواب نہیں دیا اور موقع کے منتظر رہے۔ ایک روز بادشاہ آگے آگے جا رہے تھے پیچھے سے ملا نے ان کی پشت میں انگلی سے اشارہ کر دیا اس نے منہ موڑ کر دیکھا اور تیز لہجہ میں کہا یہ کیا نالائق حرکت ملا نے جواب دیا کہ قصور معاف ہو میں سمجھا کہ بیگم صاحبہ ہیں اس پر وہ اور بھی برافروختہ ہوا تب ملا نے کہا کہ یہ معنی ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ کے اس طرح ان صاحب کا یہ عذر کہ مجھ کو خطرات بند ہو گئے اسی مثل کا مصداق ہے۔

اصرار معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہتی

خلاصہ یہ ہے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہ سکتی اور ذوق وشوق کسی معصیت سے پیدا ہو یا معاصی کی حالت میں باقی رہے وہ قہر بصورت لطف ہوتا ہے جو قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور کبھی یہ قہر بصورت قہر ہوتا ہے۔

موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں

جیسے اس منکر توحید کو پیش آیا ہاں ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر خدا کے سوا کسی پر مالک ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو ماں باپ ہو سکتا ہے جیسے اس منکر نے اپنی بکواس میں کہا تھا لیکن ماں باپ بھی مالک نہیں ہو سکتے کیونکہ گو ان کو ان کی ہستی میں گونہ دخل ضرور ہے مگر وہ اس کے خالق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ امر مشاہد ہے کہ اس کے وجود میں ان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں چنانچہ بہت لوگ عمر بھر اولاد کے متمنی رہتے ہیں اور اولاد نہیں ہوتی اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے اولاد نہ ہو مگر ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ماں باپ کو بچے کی ہستی میں محض برائے نام دخل ہے اور موثر حقیقی اور مفیض وجود فقط حق سبحانہٗ ہیں پس وہ ہی اس کی تمام چیزوں کے مالک ہوں گے اور جب وہ مالک ہیں تو بندہ کو اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کچھ استحقاق نہیں ہے جیسا کہ ہم پیشتر اس کی تفصیل کر چکے ہیں اور جب کہ اس کا کوئی استحقاق نہیں تو حق سبحانہ کے انعامات اس کا فضل محض ہوں گے اس لئے بجائے من خیر کے من رحمة فرمایا ہے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ رحمت سے مراد انعام خداوندی اور اس کا فضل واحسان ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ رحمت کو لفظ خیر پر کیوں ترجیح دی گئی۔

لفظ رحمت کا مفہوم

اب ہم رحمت وفضل واحسان وانعام واردنی الآیہ کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسرین نے بیان کیا ہے

کہ یہاں رحمت عام ہے صحت، امن، علم، عمل، غرض کہ ہر مفید چیز کو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ روح المعانی نے عروہ بن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ شغدف بھی رحمت ہے کیونکہ اس سے سفر میں راحت پہنچتی ہے مگر لوگ معمولی چیزوں کو نعمت نہیں سمجھتے بلکہ صرف بڑی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں جو کہ بڑی مشقتوں کے بعد ملتی ہیں۔ اسی لئے وہ چھوٹی نعمتوں پر شکر ہی نہیں کرتے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے میں جس زمانہ میں تفسیر لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں شاید سہارن پور ریلوے تیار ہو رہی تھی حسن اتفاق سے جس روز میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اسی روز ہماری عیدگاہ کے سامنے پٹڑی بچھائی جا رہی تھی اس وقت مجھے عروہ کا قول دیکھ کر خیال ہوا کہ ریل بھی خدا کی نعمت اور وہ بھی رحمت میں داخل ہے۔

تھانہ بھون میں ریل جاری ہونے کی تاریخ

پس میں نے اس مقام پر اس واقعہ کا بھی تذکرہ حاشیہ میں کر دیا اور ریل کے تھانہ بھون پہنچنے کی تاریخ بھی لکھ دی تا کہ بیک کرشمہ دو کار ہو جاوے۔ آیت کی تفسیر بھی ہو جاوے اور تاریخ بھی منضبط ہو جاوے۔ اب اگر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ ریل تھانہ بھون میں کب جاری ہوئی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میری تفسیر دیکھ لو وہ متحیر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو تفسیر سے کیا مناسبت ہے تو میں ان سے واقعہ بیان کر دیتا ہوں میں ریل کے نعمت ہونے کی ایک سند ایک بڑے شخص سے بھی رکھتا ہوں جب میری عمر ۱۴ برس کی ہوگی اس زمانہ میں مولانا شیخ محمد صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا تھا ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ ریل بھی خدا کی نعمت ہے۔

بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے نعمت

گو دوسروں کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ نعمت بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے پہنچتی ہے شاید کسی کو سن کر استعجاب ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ **ان اللہ لیؤید ھذاالدین بالرجل الفاجر** پس جب کہ کافر کے ہاتھ سے دین کی تائید واقع ہے تو کفار کے ہاتھ سے دنیوی نعمت کا پہنچنا کیوں مستبعد ہے اس مقام پر ایک حکایت یاد آ گئی ایک شیعی نے ایک عالم سے کہا آپ لوگ حضرت عمرؓ کی اشاعت اسلام پر فخر کرتے ہیں اور اس کو ان کے کامل مسلمان ہونے کی دلیل بتاتے ہیں حالانکہ اس سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان اللہ لیؤیدھذا الدین بالرجل الفاجر** اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جس دین کی وہ مدد کرے گا وہ دین اسلام اور دین حق ہوگا اب اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا مصداق بناتے ہو تو اس سے اتنا تو لازم آیا کہ انہوں نے دین الٰہی میں مدد کی ہے اب یہ دیکھ لو کہ جس دین کی انہوں نے مدد کی ہے وہ شیعوں کا دین ہے یا سنیوں کا تم ضرور یہی کہو گے کہ سنیوں کا پس سنیوں کے مذہب کا حق ہونا ثابت ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین بھی یہی تھا لہٰذا ان کا مسلمان اور کامل الایمان ہونا بھی ثابت ہو گیا یہ سن کر وہ شیعی صاحب مبہوت ہو گئے۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ ریل بھی رحمت میں داخل ہے۔

قرآن میں ریل کا ذکر

اب ہم کہتے ہیں کہ اس بناء پر اگر یوں کہا جاوے کہ منجملہ اور نعمتوں کے ریل کا ذکر بھی قرآن میں ہے تو

ایک حد تک صحیح ہے اور یہ امر کوئی قابل اعتراض نہیں ہے اجمالی ذکر کا انکار محض بلا وجہ ہے اس کا اجمالی ذکر صرف اسی آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسرے علماء نے اور آیت میں بھی اس کو داخل کیا ہے مثلاً حق سبحانہ مراکب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں **ویخلق مالاتعلمون** اس آیت کے عموم میں ریل بھی داخل ہے کیونکہ اوپر سے سواری اور بار برداری کے جانوروں کا تذکرہ آ رہا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ **ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون و تحمل اثقالکم الیٰ بلدلکم تکونوا بلغیه الابشق الانفس ان ربکم لرؤف الرحیم والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینةً و یخلق مالاتعلمون** . پس گویا حق سبحانہ تعالیٰ نے ایجاد ریل کی خوش خبری بھی سنا دی اور حاصل یہ ہوا کہ مذکورہ بالا سواری اور بار برداری کے جانور تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے ہی ہیں ان کے علاوہ ہم ایک اور بار برداری کی (ریل) پیدا کریں گے جس کا اب تم کو علم بھی نہیں ہے۔ اس سے کسی قدر زیادہ واضح طور پر اس کو ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے **وایت لھم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون و خلقنالھم من مثله ما یرکبون** کیونکہ ریل بہ نسبت چوپاؤں کے کشتی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے '**ولکن لایناسب ھذالمحمل قوله تعالیٰ و خلقنا الاٰان یؤول والتاویل بعید فلیتامل**) خیر تو جبکہ ریل اور شغدف وغیرہ نعمائے دنیویہ بھی رحمت میں داخل ہیں تو نعمائے اخرویہ مثل علم وغیرہ بالاولیٰ اس رحمت میں داخل ہوں گے خصوص علم کا عموم رحمت میں داخل ہونا ایک دوسری آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام پر اپنے انعام واحسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **فوجدا عبداً من عبادنا اٰتیناه رحمةً من عندنا و علمناه من لدنا علماً** اس سے علم کا ایک رحمت کبریٰ اور موہبت عظمیٰ ہونا ظاہر ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ رحمت ہر مفید چیز کو شامل ہے خواہ دنیوی ہو یا دینی اور چھوٹی ہو یا بڑی اس بناء پر حق سبحانہ نے بعض جگہ اپنے کلام میں نبوت کو کہ اکمل فرد ہے علم کی رحمت سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہے

اھم یقسمون رحمة ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو علاوہ اور اعتراضوں کے کفار نے کہا تھا کہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا اور اس کو کیوں نہ نبی بنایا گیا حق سبحانہ ان کے اس قول کو نقل فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت یعنی نبوت کو کیا یہ لوگ اپنی تجویز سے تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ سامان معیشت سی ادنیٰ چیز کو تو ہم تقسیم کرتے ہیں اور اس کے تقسیم کا ان کو اختیار نہیں دیا ہے نبوت سی عظیم الشان شے کو یہ خود کیوں کر تقسیم کریں گے اور ان کو اس کے تقسیم کا کیا حق ہوگا جب یہ معلوم ہو گیا کہ رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہوا ہے تو اس سے ایک دوسری آیت کی تفسیر بھی ہو گئی اور ایک بڑا معرکۃ الارا مقام حل ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے **قل لو انتم تملکون خزائن رحمة ربی اذالامسکتم خشیة الانفاق و کان الانسان قتوراً** اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے پہلے بھی رسالت

کا ذکر ہے اور بعد کو بھی یہ بیچ میں انسان کے بخل کا ذکر کیسے آ گیا مفسرین نے اس کے متعلق کوئی تسکین بخش بات نہیں لکھی امام رازی نے گو اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے مگر انہوں نے بھی کوئی شافی بات نہیں لکھی لیکن جب کہ رحمت سے نبوت مراد لی جاوے اس وقت آیت مذکورہ بے تکلف اپنے ماقبل و مابعد سے مرتبط ہو جاوے گی۔

حافظ قرآن ہونا علم تفسیر میں معین ہے

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مفسر کے لئے علاوہ دیگر شرائط کے حافظ ہونا بھی معین ہے کیونکہ **القران بعضه یفسر بعضاً** مسلم ہے پس حافظ کی نظر چونکہ پورے قرآن پر ہوتی ہے اس لئے جس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ مقصود آیت کی توضیح وہ کر سکتا ہے اس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ غیر حافظ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تفسیر کے وقت ایک مضمون کی تمام آیتوں کو ذہن میں متحضر کرے گا اس کے بعد تفسیر کرے گا برخلاف غیر حافظ کے کہ اس کی نظر صرف ایک ہی آیت تک محدود ہوگی اور وہ جو کچھ سمجھے گا اسی ایک آیت سے سمجھے گا البتہ غیر حافظ مولویوں کے لئے تفسیر ابن کثیر زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں اس مضمون کی تمام آیتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اس کے بعد تفسیر کرتے ہیں لیکن جس قدر تفسیر ابن کثیر سے غیر حافظ مولویوں کے لئے آسانی ہوتی ہے اسی قدر بخاری کی کتاب التفسیر سے ان کو پریشانی بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے کہ جس صورت یا آیت کی تفسیر کے لئے انہوں نے باب منعقد کیا ہے بعنوان صریح اس کی تفسیر کریں بلکہ وہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک سورۃ کے ذیل میں بلا تصریح دوسری سورۃ کے کسی لفظ کی تفسیر کر جاتے ہیں طالب علم اس لفظ کو اس سورۃ میں تلاش کرتے ہیں جب وہ نہیں ملتا تو پریشان ہوتا ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہو سکتی میں اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ سنو امام بخاری نے باب منعقد کیا ہے باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب اور اس باب میں لکھا ہے **الدین الجزاء. فی الخیر والشر کماتدین تدان قال مجاهد بالدین بالحساب مدینین محاسبین** پس جب طالب علم **قال مجاهد بالدین بالحساب** پر پہنچتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بالدین سورۃ فاتحہ میں کہاں ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کا ذہن فوراً **ارائیت الذی یکذب بالدین** کی طرف منتقل ہو جائے گا اور سمجھ لے گا یہ لفظ فلاں سورت میں واقع ہوا ہے اور وہاں اس کی تفسیر منقول ہے اس تفسیر سے **مالک یوم الدین** کی تفسیر ہے علیٰ ہٰذا جب وہ **مدینین محاسبین** پر پہنچے گا اور مدینین کو سورۃ فاتحہ میں نہ پائے گا تو متحیر ہوگا لیکن حافظ کا ذہن فوراً **لولا ان کنتم غیر مدینین** الخ کی طرف جو کہ سورۃ واقعہ میں ہے منتقل ہوگا اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ تفسیر دوسری سورۃ سے متعلق ہے اس سے آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مولویوں اور طالب علموں کے لئے حفظ قرآن کی نہایت شدید ضرورت ہے اسی واسطے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شخص عربی پڑھنے کا ارادہ ظاہر کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ بتلاؤ کہ تم حافظ بھی ہو یا نہیں اس کے جواب میں اگر وہ یہ کہتا جی ہاں میں حافظ ہوں تو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہارے مولوی ہونے کا ذمہ کرتا ہوں اور کہتا کہ حافظ تو نہیں ہوں تو فرماتے اچھا کوشش کرو میں بھی دعا کروں گا اور تم بھی دعا کرنا چونکہ اوپر رحمت کی تفسیر میں نبوت و مطلق علم کا فرد رحمت ہونا مذکور تھا جس سے علم کا نبوت کی ساتھ ملابس ہونا معلوم ہوتا ہے۔

نبوت نا قابل انقسام منصب ہے

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ایک کام کی بات بتلا دی جاوے نبوت ایک منصب خاص ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو بالتخصیص عطا ہوتا ہے بعض چیزیں اس کے لوازم یا مناسبات میں سے ہوتی ہیں جو حقیقۃً نہ عین نبوت ہوتی ہیں نہ جز و نبوت مثلاً علم یا رویائے حقہ وغیرہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور وہ نبوت کو قابل انقسام سمجھ کر اور اس کے حصے اور اجزاء متعین کر کے اپنے کو جزوی نبی کہنے لگتا ہے یہ ایک سخت مغالطہ ہے اس سے آگاہ رہنا چاہئے۔

رویائے صالحہ کے نبوت کے چالیسواں جزو ہونے کا مفہوم

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چالیسواں جزو ہے وہ محمول بر حقیقت نہیں ہے بلکہ شدت ملابست کی وجہ سے اس کو جزو کہہ دیا گیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ نبوت قابل انقسام ہے تب بھی ایسے شخص کو دعوت نبوت کا حق نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کی شریک نہیں ہوتی مثلاً اینٹ اور گھر تو رویائے صالحہ وغیرہ کے اجزاء نبوت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جس میں کوئی جزو نبوت پایا جاوے وہ نبی کہلا سکتا ہے یہ تفصیل تھی اس آیت کے متعلق جس کو شکر کے لئے اس جلسہ میں تلاوت کیا گیا تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود مثنوی کے متعلق بھی کہ علم نافع کا ایک مادہ تحقیق ہے اور اس کی شرح اور شاحین کے وشرکاء جلسہ کے متعلق بھی کچھ بیان کر دیا جاوے۔

مثنوی مولانا روم مضامین حقہ سے لبریز ہے

مثنوی ایک ایسی کتاب ہے جو مضامین حقہ سے لبریز مولوی جامی نے اس کی نسبت فرمایا ہے۔

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اسرار و دقائق قرآنیہ کو بیان فرمایا ہے یہ معنی ایسے ہیں جن سے عوام کو وحشت نہیں ہو سکتی اور دوسرے معنی وہ جن میں عوام کے توحش کا خطرہ ہے اور وہ وہ ہیں جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں یعنی مثنوی حق سبحانہ کا الہامی کلام ہے اور اس مقام پر قرآن سے کلام معروف حق سبحانہ مراد نہیں ہے بلکہ مطلق کلام حق مراد ہے گو بالوحی نہ ہو بالالہام ہو حق سبحانہ کا کلام فی نفسہ تو حرف وصوت سے پاک ہے مگر جس طرح وہ لباس عربیت میں جلوہ گر ہوا ہے یوں ہی لباس فارسی میں بھی جلوہ گر ہو سکتا ہے اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ کلام حق ہے تو اس کے لئے بھی وہی احکام ثابت ہوں گے جو قرآن کے ہیں کیونکہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا قطعی ہے اور مثنوی کا کلام الٰہی ہونا قطعی نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا قرآن اپنے مرتبہ میں رہے اور مثنوی اپنے مرتبہ میں بلکہ دوسری کتب سماویہ خود کلام قطعی بھی ہیں ان کے لئے بھی کسی حکم کا ہونا محتاج دلیل مستقل ہوگا خیر یہ وہ معنی ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں۔

اہل کمال اور غیر اہل کمال کے غلبہ حال میں فرق

اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے پھر حاجی صاحب کیسے مغلوب ہوئے کیونکہ یہ خود قاعدہ ہی صحیح نہیں کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے ضرور ہوتے ہیں مگران میں اور غیر اہل کمال میں فرق یہ ہوتا ہے کہ جن احوال سے غیر اہل کمال مغلوب ہو جاتے ہیں اہل کمال ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ ان کے مغلوب کرنے والے احوال دوسروں کے احوال سے اقویٰ ہوتے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل کمال کی مغلوبیت کم ہوتی ہے اور غیر اہل کمال کی زیادہ مگر ان کی نفس مغلوبیت کا انکار مشکل ہے انبیاء سے زیادہ کون صاحب کمال ہوسکتا ہے لیکن جب ان کے حالات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاثر من الحال وہاں بھی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی **اللھم ان تھلک ھذا العصابة لم تعبد بعد الیوم**.

اب آپ خیال کر لیجئے کہ اگر غلبہ حال نہ ہوتا تو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عنوان سے دعا فرماتے جس میں ابہام ہے حق سبحانہ کی احتیاج الی العبادات کا گو آپ کا مقصود یہ نہیں بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اے اللہ آپ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے گو آپ کو ان کی احتیاج نہیں ہے اور نہ آپ کا کچھ نفع ہے پس اگر تیرے بندوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہوگئی تو میرے خیال میں پھر حق کی اشاعت نہ ہو سکے گی اور انسانوں کی پیدائش سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جاوے گا اس لئے آپ اس جماعت کو بچا لیجئے علیٰ ہذا موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں **رب لوشئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا بما فعل السفھاء منا ان ھی الا فتنتک تضل بھا من تشاء و تھدی من تشاء** یہ اگر غلبہ حال نہ تھا تو کیا تھا یہ واقعات محض تائید کے درجے میں ہیں اگر ان کو کوئی نہ مانے تو اس کو خود غیر انبیاء اہل کمال کا اعتراف تو ماننا ہی پڑے گا۔

عارف رومی اور ان پر غلبہ حال

حضرت مولانا مثنوی معنوی میں جگہ جگہ اپنی مغلوبیت کا اظہار فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

چوں بگوشم تا سرش پنہاں کنم　　سربر آرد چوں علم کا نیک منم
غم انہم گیردم ناگہ دو گوش　　کائے مدمغ چوں ہمی پوشی بپوش

دوسری جگہ کہتے ہیں۔

اے بروں از وہم و قال وقیل من　　خاک بر فرق من تمثیل من
بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت　　ہر زماں گوید کہ جان مفرشت

علیٰ ہذا اور بہت سے مقامات پر مولانا نے خود اعتراف فرمایا ہے اس تقریر سے **من عرف کل لسانه** کے معنی بھی ظاہر ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ اس کلل میں کلال سے کلال اضافی مراد ہے نہ کہ عدم افشاء **مطلقاً** اس مقام پر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ مقولہ دو طرح سے منقول ہے اول یوں کہ **من عرف کل لسانه** اور دوسرے یوں کہ **من عرف طال لسانه** ان دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں کیونکہ **من عرف طال**

لسانه ابتدائی حالت پر محمول ہے اور من عرف کل لسانہ انتہائی حالت یعنی عارف ابتدا میں ضبط اسرار پر قادر نہیں ہوتا اس لئے اس وقت اس کی زبان کشادہ ہوتی ہے لیکن جب وہ پختہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی زبان گنگی ہو جاتی ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ غالب اوقات میں۔ ہاں تو مثنوی مضامین حقہ سے لبریز ہے مگر وہ عوام کی کام کی نہیں ہے کیونکہ اس کے مضامین دقیق ہیں اور مولانا کا کلام ذو وجوہ ہے ہر خیال کا آدمی اس کے مضامین کو اپنے خیالات پر منطبق کر سکتا ہے اس لئے اس میں یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا. کی شان ہے اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔

نکتہا چوں تیغ پولادست تیز چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا

مثنوی کا ایک خاص کمال

مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے مضامین حافظہ میں ضبط نہیں ہو سکتے حالانکہ میں اس کی شرح بھی لکھ چکا ہوں اور متعدد بار پڑھنے پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا ہے لیکن جب اٹھا کر دیکھتا ہوں تو ہر مرتبہ وہ مجھے نئی معلوم ہوتی ہے اور جن اشعار کے جو مضامین میں نے پہلے سمجھے تھے وہ یاد نہیں آتے بلکہ نئے مضامین یاد آتے ہیں کبھی کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا اور خود اپنی شرح کو دیکھنا پڑتا ہے یہی حالت قرآن شریف کی ہے کہ جب دیکھئے نیا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے ہی مجھے اپنی تفسیر دیکھنی پڑ جاتی ہے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف مثنوی شریف بخاری شریف یہ تینوں کتابیں الیبلی ہیں یعنی ان تینوں کتابوں کا کوئی ضابطہ نہیں ہے جس کا احاطہ ہو سکے مثنوی اور قرآن کے اس تشابہ طرز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مثنوی الہامی کلام حق ہے مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وقت وعلوصولت وشوکت معانی کی طرح اس میں شوکت وصولت الفاظ بھی ہے جو اور کتابوں میں نہیں دیکھے جاتے اور اس کا فیصلہ ذوق صحیح کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ذوقی بات ہے نہ کہ استدلالی دیکھو ایک بلغاء عرب تھے جن پر قرآن کریم کی بلاغت نے وہ اثر کیا ہے کہ باوجود کمال مخالفت وعناد وحق پوشی کے ان کو جرات نہ ہو سکی وہ جھوٹوں بھی کوئی کلام بنا کر اس کے مقابلہ میں لے آئیں اور کہہ دیں کہ یہ اس کے ہم پلہ ہے اور ایک آج کل کے حمقاء ہیں جو مقامات حریری کو بلکہ خود اپنے کلام کو قرآن کے برابر بتاتے ہیں یہ تفاوت کیوں ہے محض اس لئے کہ بلغاء عرب کا ذوق صحیح تھا اور ان کا ذوق فاسد ہے ان کا ذوق صحیح ان کو اعتراف اعجاز پر مجبور کرتا تھا اور ان کا فساد مذاق اس بیہودہ دعوے پر جرات دلاتا ہے دیکھو بلغاء تصریح کرتے ہیں کہ قرآن میں ابلغ الآیات یہ آیت ہے۔ یاارض ابلعی ماء ک و یاسماء اقلعی و غیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی و قیل بعد اللقوم الظالمین.

صحت وفساد مذاق

مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی نسبت سنایا گیا ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تھے تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حالانکہ ہم لوگوں کو کچھ بھی لطف نہیں آتا یہ فرق کیوں ہے۔ فلذلک فادع فاستقم کما امرت ولاتتبع اهواء هم و قل آمنت بما انزل الله من کتاب و امرت لاعدل

بینکم الله ربنا و ربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لاحجة بیننا و بینکم الله یجمع بیننا و الیه المصیر اتنا عمر بھر میں کسی آیت میں نہیں آیا لیکن اگر پوچھتے کہ کیوں تو میں اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتا کہ اس لئے کہ یہ ذوقی امر ہے اور امر ذوقی بیان میں نہیں آ سکتا۔

حسن معنوی ایک ذوقی امر ہے

چنانچہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو اور اس سے پوچھا جاوے کہ تو اس پر کیوں عاشق ہے تو وہ اس کی پوری اور مفصل وجہ نہیں بیان کرتا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس میں فلاں خوبی ہے مثلاً اس کی آنکھ اچھی ہے یا بال اچھے ہیں وغیرہ مگر جب اس سے پوچھا جاوے کہ اس میں کیا اچھائی ہے اور وہ کیوں اچھی ہے تو وہ اس کی وجہ بیان کرنے سے عاجز ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن معنوی کی طرح حسن صوری بھی درحقیقت ذوقی ہے نہ کہ مدرک بالبصر ہاں حسن صوری کو معلوم کرنے کے لئے حسن ظاہر شرط بے شک ہے مگر شرط ہونا اور چیز ہے اور مدرک ہونا اور شئے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسن دو قسم کا ہے حسن صوری اور حسن معنوی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدرک دونوں کے لئے ذوق ہے فرق اتنا ہے کہ حسن معنوی کے ادراک کے لئے حسن ظاہر شرط نہیں ہے اور حسن ظاہر کے ادراک کے لئے شرط ہے۔

ادراک حسن کے لئے بصارت شرط نہیں

اور اسی سے اس کا راز بھی معلوم ہو گیا کہ اندھے کسی پر کیوں عاشق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ادراک حسن کا مدار آنکھ پر نہیں ہے بلکہ بعض خوبیاں بدوں آنکھ کے بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔ پس اندھے ان پر ان خوبیوں کی بناء پر عاشق ہوتے ہیں جو بلا توسط آنکھ کے مدرک ہو سکتے ہیں جیسے آواز یا کوئی عادت و خصلت ہے وغیرہ وغیرہ اندھوں کے عاشق ہونے پر ایک اندھے کا قصہ یاد آ گیا لڑکوں کو پڑھاتا تھا ایک لڑکے کی ماں خوشامد میں اس اندھے معلم کے پاس اپنے بچہ کے ہاتھ کبھی کبھی کھانا وغیرہ بھیج دیا کرتی تھی کبھی سلام کہلا بھیجتی اندھے نے سمجھا کہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے اس لئے اس کو بھی اس سے محبت ہو گئی۔

ایک روز اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اس کی ماں کے پاس اظہار عشق کے ساتھ درخواست ملاقات کا پیام کہلا بھیجا عورت پارسا تھی اسے ناگوار ہوا اس نے اپنے خاوند سے تذکرہ کیا ان دونوں میں یہ طے ہو گیا کہ اندھے کو اس کا مزہ چکھانا چاہئے اور اس کی صورت بھی تجویز کر لی گئی اس کے بعد اس عورت نے حافظ جی کو لڑکے کے ہاتھ بلوا بھیجا حافظ جی وقت معہود پر پہنچ گئے۔

اتنے میں باہر سے آواز آئی کواڑ کھولو حافظ جی یہ سن کر گھبرائے عورت نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں تم یہ دوپٹہ اوڑھ کر چکی پیسنے لگو حافظ جی نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر کواڑ کھول دیئے خاوند اندر آیا ملی بھگت تو تھی ہی۔ پوچھا یہ کون عورت ہے کہا ہماری لونڈی ہے آٹے کی ضرورت تھی اس لئے بے وقت چکی پیس رہی ہے۔ وہ خاموش ہو رہا حافظ جی نے کیوں چکی پیسی تھی آخر تھک گئے اور ہاتھ سست چلنے لگا یہ دیکھ کر خاوند اٹھا اور کہا مردار سوتی ہے پیستی کیوں نہیں یہ کہہ کر چند جوتے رسید کئے اور آ کر اپنی جگہ لیٹ رہا۔ حافظ جی نے قہر درویش بر جان درویش پھر پیسنا

شروع کیا تھوڑی دیر پیسنے کے بعد پھر ہاتھ سست چلنے لگا خاوند نے پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا۔ غرض صبح تک حافظ جی سے خوب چکی پسوائی اور خوب جوتہ کاری کی جب یہ دیکھا کہ حافظ جی کو کافی سزا مل چکی ہے تو حسب قرارداد خاوند وہاں سے ٹل گیا عورت نے کہا حافظ جی اب موقعہ ہے آپ جلدی سے تشریف لے جائیں۔ ایسا نہ ہو وہ ظالم پھر آ جاوے حافظ جی وہاں سے بھاگ گئے اور مسجد میں آ کر دم لیا یہ قصہ تو رفت گذشت ہوا اس کے بعد عورت کو شرارت سوجھی اور اس نے لڑکے کے ہاتھ پھر سلام کہلا بھیجا حافظ جی نے کہا ہاں میں سمجھ گیا آٹا نہیں رہا ہوگا خیر یہ مضمون تو استطراداً تھا۔

مثنوی سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت

کہنا ہم کو یہ ہے کہ مثنوی میں حسن صوری بھی ہے اور معنوی بھی مگر اس کے سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ہے مگر اس کے مضامین کی وقت اور اس کے ذو وجوہ ہونے نے اس کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ عوام کے ہاتھوں میں رہے کیونکہ اس سے لوگوں کو گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اس بناء پر جی یوں چاہتا ہے کہ اس کو یوں پردہ میں چھپایا جاوے کہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگے کیونکہ گو مثنوی اپنی ذات سے ایک کتاب ہدایت ہے اور اس سے جو گمراہی پھیلتی ہے اس کی ذمہ دار خود لوگوں کی نا اہلیت ہے مگر جس وقت کہ اس کی اشاعت میں ایک مفسدہ ہے گو خارجی ہے اور شیوع اس کا ضروری نہیں تو اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس کو شائع نہ کیا جاوے اس لئے کہ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ جس بات سے کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور وہ خود ضروری نہ ہو تو اس کو روک دیا جاتا ہے ہاں اگر وہ امر خود ضروری ہو اور اس میں کوئی مفسدہ بھی ہو تو خود اس کو نہ روکا جاوے گا بلکہ اس وقت خود مفاسد کو روکا جاوے گا لیکن اس وقت اس کے اشاعت کا بند ہونا تو ناممکن ہے کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے حکومت کی اور حکومت ہے نہیں تو اشاعت کیونکہ رکے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو مثنوی سے بالکل تعرض نہ کیا جاوے اور اس پر جو مفاسد مرتب ہوں ہونے دی جاوے یا ان مفاسد کو دور کرنے کی کوشش کی جاوے پہلی صورت کچھ اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اس لئے جی چاہتا تھا کہ مثنوی کی کوئی ایسی شرح ہو جاوے جو اس کے مضامین کو شریعت پر منطبق کر دے مگر اس طرح کہ حق بھی نہ چھوٹنے پائے تا کہ ایک حد تک مفاسد کا انسداد ہو جاوے۔

کلام کی شرح لکھنے کے لئے مذاق سخن شرط ہے

اب تک جو لوگوں نے حواشی و شروح لکھے وہ فرداً فرداً تو کافی نہیں کیونکہ بعض تو فن کو چھوڑ دیا ہے جیسے محض اہل علم ظاہر اور بعض نے شریعت کو چھوڑ دیا جیسے ولی محمد اور بعض ایسے ہیں جن کو مذاق سخن حاصل نہیں ہے اور جب تک مذاق سخن نہ ہو اس وقت تک کسی کے کلام کی شرح ناممکن ہے غرض کہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہم کو کوئی شرح یا حاشیہ ایسا نہ ملا جو ان تمام باتوں کا جامع ہو یہ ممکن ہے کہ ان سب کے مجموعہ سے مقصود حاصل ہو جاوے مگر اس میں اول تو یہ وقت ہے کہ ہر شخص کے پاس اتنا ذخیرہ جمع ہونا مشکل پھر اگر جمع بھی ہو جاوے تو ہر شخص میں تنقید کی قابلیت کب ہے۔

کلید مثنوی لکھنے کا سبب

اس بنا پر جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی شرح ہو جاوے جس میں ان تمام باتوں کا حتی الامکان لحاظ رکھا گیا ہو۔ لیکن

احباب کیا صرار سے یہ بار خود مجھ ہی کو اٹھانا پڑا اور میں نے دفتر اول کی شرح پوری کر دی اس کے بعد کئی سال تک ہمت پست رہی پھر احباب کے طرف سے بھی اصرار ہوا کچھ آمادگی ہوئی لیکن یہ امید نہ ہوئی کہ میں اس کو پورا کرسکوں گا اس لئے خیال ہوا کہ کچھ اور لکھ دیا جاوے اور میں نے حاجی صاحب سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار بہت ہیں اس لئے خیال ہوا کہ دفتر ششم کی شرح بھی ہو جاوے تو اچھا ہے اس بنا پر میں نے دفتر ششم کی شرح شروع کی اور بدقت تمام اس کو ختم کیا اب تو ہمت بالکل ہی پست ہوگئی لیکن احباب کا اصرار کسی طرح کم نہ ہوا تب خیال ہوا کہ اس کو پورا ہونا چاہئے اور ہمت تھی نہیں اس لئے اس کے لئے یہ تدبیر بتلائی کہ میں پڑھادوں اور پڑھنے والے ضبط کرلیں چنانچہ دفتر ثالث نصف اول دفتر رابع اول دفتر خامس کی شرح اس طرح تحریر مولوی حبیب احمد و مولوی شبیر علی تمام ہوگئی۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مثنوی سے مناسبت

اس کے بعد بعض عوارض کی وجہ سے اس کے درس کا سلسلہ موقوف ہو گیا مگر اس کی تحریر موقوف نہیں ہوئی یعنی میں نے مولوی حبیب احمد کو بوجہ اس کے کہ میرے خیال میں ماشاء اللہ ان کو مثنوی سے پوری مناسبت تھی اجازت دے دی کہ تم خود لکھ لو اور جو مقام حل نہ ہو یا جہاں کہیں کوئی شبہ ہو مجھ سے پوچھ لو نصف ثانی دفتر رابع ربع ثانی وثالث ورابع دفتر خامس کی شرح اس طرح تمام ہوئی۔ غرض چار دفتر تو یوں تمام ہوئے اور دو دفتر میں خود لکھ چکا تھا اس لئے اب بفضلہ تعالیٰ پوری مثنوی کی شرح ہوگئی چونکہ حق سبحانہ کا یہ ایک بہت بڑا انعام اور احسان تھا اس لئے جی چاہا کہ اس کے ادائے شکر کے لئے بے تکلف واہتمام خاص ایک جلسہ کیا جاوے جس میں حق سبحانہ کی اس نعمت کو ظاہر کیا جاوے کیونکہ اظہار نعمت بھی شکر ہے اگر بہ نیت تفاخر نہ ہو چونکہ بعض وہ احباب موجود نہ تھے جن کے شریک کرنے کو جی چاہتا تھا اس لئے اس میں ذرا تاخیر ہوگئی آج وہ بھی اتفاقاً آ گئے اور احباب غیر متوقع بھی آ گئے اس لئے خیال ہوا کہ یہ کام آج ہی ہو جاوے تو اچھا ہے اس لئے یہ مختصر اور بے تکلف جلسہ منعقد کیا گیا گو شرح مثنوی کا کام ہمارے کئی کے ہاتھوں انجام پایا جائے۔

چھوٹی اور بڑی ہر نعمت پر اظہار شکر کی ضرورت

مگر ہمیں اس پر ناز نہ ہونا چاہئے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں **مایفتح الله للناس من رحمة فلاممسک لها و مایمسک فلامرسل له من بعده وهو العزیز الحکیم۔**

یعنی حق سبحانہ جس چھوٹی یا بڑی نعمت کو کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دیں اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب مطلق اور حکیم مطلق ہیں نیز فرماتے ہیں **ما اصابکم من نعمة فمن الله** یعنی جو نعمت تم کو ملی وہ حق سبحانہ کی طرف سے ہے ان نصوص میں تصریح ہے کہ ہر نعمت خواہ علم ہو یا کچھ اور اسی کے اختیار میں ہے اور بدوں اس کے دیئے کسی کو نہیں مل سکتے پس بجائے اس کے ناز کیا جاوے ہم کو حق سبحانہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم پر انعام کیا اور ہم سے یہ خدمت لی ہم کو ناز کا کیا حق ہوسکتا ہے جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے **ولئن شئنا لنذهبن بالذی او حینا الیک**

شارحین مثنوی کی شکر گزاری اور انہیں ہدیہ سے نوازنا

پس ہم کو خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے یہ مضمون تو حق سبحانہ کے شکر سے متعلق تھا اب میں کہتا ہوں کہ حدیث میں **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** اس لئے مجھے شارحین کی شکر گزاری کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان سے مجھے اس مقصد میں مدد ملی ہے سو ایک تو ان کی شکر گزاری کی یہ ہی صورت ہے کہ ان کی ثنا کی ساتھ ذکر ہو رہا ہے اور دوسری صورت ان کی شکر گزاری کی یہ کہ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان پر حق تعالیٰ اپنی رحمت فرماویں اور ان کو تقویٰ حقیقی نصیب فرمائیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کروں سو مولوی شبیر علی تو میری مثل جز کے ہیں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کرنا تو خود اپنے لئے تجویز کرنا ہے اور مولوی حبیب احمد میرے دوست ہیں گو وہ بھی میرے لئے من وجہ جزو ہی کی مثل ہیں مگر پھر بھی دونوں میں بہت فرق ہے اس لئے میں ہدیہ رسم صالحہ کے طور پر صرف مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کرتا ہوں اس تفریق کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے **لو کان بعدی نبی لکان عمرا** اور یہ نہیں فرمایا لکان ابوبکر اس کی وجہ استادی علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ بوجہ شدت تعلق برسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملحق برسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکماً بعد کے مضاف الیہ میں داخل ہیں گو حیثیات الحاق دونوں واقعوں میں جداگانہ ہیں مگر اس سے اصل مقصود پر اثر نہیں پڑتا دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ یہ ہنس کر فرمایا' کہ مولوی حبیب احمد نے شرح کو پورا کیا ہے اور مولوی شبیر علی نے پورا نہیں کیا اس کی ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جو بات محبت سے ہو وہ خود بھی محبوب ہے خواہ فعل ہو خواہ ترک ہو کیونکہ کبھی فعل مودی ہوتا ہے معنی کی اور کبھی ترک۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مفتاح مثنوی کے لقب سے نوازنا

خیر جو تحفہ میں نے مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کیا ہے وہ اب میں پیش کرتا ہوں برگ سبز ست تحفہ درویش اس تحفہ کو حقیر نہ سمجھئے یہ میری ٹوپی ہے جس میں یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

گشتہ مفتاح باب مثنوی　　　　اے حبیب مولوی معنوی

اس میں لفظ حبیب مضاف ہے مگر بشکل موصوف اس کو عربی میں یوں پڑھا جا سکتا ہے۔

صرف مفاحالباب المثنوی　　　　یا حبیب المولوی المعنوی

میں نے اس پر ۱۳۳۶ھ بھی یادداشت کے لئے لکھ دیا ہے اور میں حبیب احمد کو مفتاح المثنوی کا لقب دیتا ہوں اور صلاح اعمال کی دعا کرتا ہوں اس کے بعد اتمام ذرہ نوازی کے لئے اس نااہل کو اپنے دست مبارک سے ٹوپی اوڑھا دی حبیب احمد' میں شارحین کو حق سبحانہ کا ارشاد **مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ**

پھر یاد دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ اس پر ناز نہ کریں بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کیونکہ یہ ان کا انعام ہے جو ان پر کھولا گیا ہے اگر وہ بند کر لیتے تو پھر اس کا کوئی کھولنے والا نہ تھا۔

وعظ کا نام شکر المثنوی تجویز فرمانا

اس لئے میں اس وعظ کا نام شکر المثنوی رکھتا ہوں اور حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ مثنوی کے سبق کے بعد یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ جو کچھ اس میں ہے ہمیں بھی نصیب ہو سبحان اللہ کیسی مختصر اور جامع دعا ہے اور ایک دفعہ اس دعا کے بعد فرمایا تھا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کو ایک ذرہ محبت عطا ہوگا آپ نے تو یہ بشارت دی تھی کہ جتنے لوگ اس جلسہ میں شریک ہیں سب کو اس میں سے حصہ ملے گا ہم بشارت کے قابل نہیں ہاں ہم کو حق سبحانہ کے فضل سے امید ہے کہ جتنے اس جلسہ میں شریک ہیں ان کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس سے حصہ ملے گا۔

کلید مثنوی کی تکمیل پر تقسیم مٹھائی

اس جلسہ میں تقسیم کے لئے مٹھائی بھی منگائی گئی جو تقسیم ہونے والی ہے جو لوگ اس تقسیم میں ایسے ہیں جن کو مٹھائی دینے سے ثواب ملے اے اللہ اس کا ثواب حضرت مولانا رومی کو پہنچے یہ فاتحہ مروجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں اور فاتحہ مروجہ میں بہت فرق ہے۔ اہل بدعت کی شیرینی وغیرہ ان کے آگے ہوتی ہے ہماری مٹھائی بائیں طرف رکھی ہے وہ کسی شے پر فاتحہ دے کر خود ہی کھا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شے کا ثواب مردہ کو پہنچ جاوے گا ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے ایک عورت کا قصہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز پکاتی تو اس کو چند پیالوں میں اتارتی اور کہتی کہ یہ فلانے کے نام کا ہے اور یہ فلانے کے نام کا اس کا ثواب فلانے کو پہنچے اور اس کا فلانے کو کہہ کر خود کھا جاتی سو ہمارے فاتحہ تو ایسی نہیں اہل بدعت کے یہاں ثواب کی تین قسمیں ہیں ایک مستحقین کو دینے کا اور ایک غیر مستحقین کو دینے کا ایک خود کھانے کا اس لئے ان کے مردوں کو ثواب بھی کم پہنچتا ہے کیونکہ جو غیر مستحقین کو دیا گیا ہے اس میں اگر خلوص نہ تھا جو کہ اغلب ہے کیونکہ ان کے ایصال ثواب میں یا ریا و تفاخر ہوتا ہے یا محض پابندی رسم وتقلید آباء تو وہ یوں اکارت گیا۔ اب بتلایئے مردوں کو کیا پہنچا برخلاف اہل حق کے کہ جب وہ ایصال ثواب کریں گے تو اس میں اس کی شرائط کا لحاظ رکھیں گے اس لئے سارا ثواب مردوں کو پہنچے گا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے منت مانی تھی منت کا کھانا جن لوگوں کو کھلایا گیا ان میں کوئی تحصیلدار تھا کوئی پیش کار غرض کہ سب اغنیاء تھے ایک شخص نے کہا بھائی جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں اس جلسہ میں دیکھ لے اگر کسی کو ہمارے مولانا کو ثواب پہنچانے پر یہ شبہ ہو کہ وہ تو خود بزرگ ہیں ان کو ثواب پہنچانے سے کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو خود بزرگوں کا ہے وہ یہ کہ مراتب بلند ہوں گے اور ان کے تقریب خداوندی میں اضافہ ہوگا جس کے وہ ہم سے زیادہ طالب ہیں دوسرا فائدہ خود ہمارا ہے کہ ان کے تعلق سے حق سبحانہ کو ہم سے تعلق ہوگا کیونکہ وہ خدا کے دوست ہیں اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔

آیت متلوہ کی عجیب وغریب تفسیر

اب میں آیت متلوہ کے متعلق تھوڑا سا مضمون اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد اس بیان کو ختم کر دوں گا وہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے جس طرح اس آیت میں اپنے عموم قدرت وقہر غلبہ کو صراحتاً بیان فرمایا ہے یوں ہی انہوں نے اس میں اپنے کمال جود و کرم کی

طرف بھی اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت میں جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک لائے ہیں اور امساک کے مقابلہ میں فتح اور جملہ ثانیہ میں امساک کے مقابلہ میں ارسال لائے ہیں اور ارسال کے مقابلہ میں امساک۔

پس اس میں دو امر خلاف ظاہر ہیں ایک تو جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک اور امساک کے مقابلہ میں فتح لانا کیونکہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک اور امساک کا مقابلہ ارسال ہے نہ کہ فتح اور دوسرا یہ کہ جملہ ثانیہ مقابل ہے جملہ اولیٰ کا اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک۔

پس جملہ اولیٰ میں **ما یفتح اللہ** فرمایا اور اس کے مقابلہ میں جملہ ثانیہ میں **ما یمسک** فرمانا خلاف مقتضائے تقابل ہے اس بنا پر آیت مذکورہ پر شبہ ہوتا ہے کہ اس میں رعایت نہیں رکھی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایت معنوی چونکہ رعایت لفظی پر مقدم ہے اور رعایت معنوی عدم لحاظ تقابل میں تھی اس لئے اس کا لحاظ نہیں کیا گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت سے جس طرح اظہار کمال قدرت مقصود ہے یوں ہی اس میں غایت کرم اور کمال جود کی طرف بھی اشارہ ہے پس جملہ اولیٰ میں بجائے لفظ ارسال کے فتح کا لفظ اس واسطے استعمال کیا گیا ہے کہ گو یہ دونوں لفظ اطلاق پر دلالت کرتے ہیں مگر جو دلالت اطلاق پر لفظ فتح کرتا ہے وہ دلالت لفظ ارسال نہیں کرتا اس لئے **ما یفتح اللہ** میں اشارہ ہوگا اس طرف کہ جب حق سبحانہ کسی پر رحمت کرتے ہیں تو بہت اور بے دریغ کرتے ہیں اور یہ اشارہ ارسال میں نہ تھا اس لئے بجائے ارسال کے فتح لایا گیا اور بجائے غلق کے امساک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ جس قدر کمال قدرت نفی ممسک سے ظاہر ہوتا ہے اس قدر نفی غالق سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ غلق خاص ہے اور امساک عام اور نفی عام تو نفی خاص کو مستلزم ہے مگر نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں اور جملہ ثانیہ میں لفظ امساک بجائے غلق کے اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دلالت کرتا ہے کرم پر کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق سبحانہ جب کسی پر انعام نہیں کرتے تو یہ اس کا بند کرنا نہیں ہوتا کہ نہر جاری نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے عارضی طور پر روک لینا ہوتا ہے اور زوال عارض کے بعد پھر اسکا اجراء ہو جاتا ہے۔

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلاغالق لھا اس لئے نہیں کہا کہ اس میں گو کثرت جود کی طرف اشارہ ہے مگر اس سے کمال قدرت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ نفی غالق کے لئے نفی ممسک لازم نہیں اور **مایرسل اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا** اس واسطے نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے مگر اس سے کمال جود مفہوم نہیں ہوتا اور **ما یرسل اللہ للناس من رحمۃ فلا غالق** اس واسطے نہیں فرمایا کہ نہ اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے اور نہ کمال جود کی طرف اشارہ اور **ما یغلق فلا فاتح لہ** اس واسطے نہیں فرمایا کہ حق سبحانہ کی طرف سے غلق رحمت نہیں ہوتا بلکہ فقط امساک ہوتا ہے۔ جو کہ ادنیٰ ہے غلق سے نیز اس میں کمال قدرت پر بھی دلالت نہیں ہے کیونکہ نفی فاتح مستلزم نفی مرسل نہیں ہے۔

مایغلق فلامرسل لہ اس واسطے نہیں نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت پر دلالت ہے مگر حق سبحانہ غلق رحمت نہیں فرماتے اور **ما یمسک فلا فاتح لہ** اس واسطے نہیں فرمایا کہ اس میں کمال قدرت پر دلالت نہیں ہے۔ اس تفصیل کے بعد آیت کا حاصل یہ نکلا کہ حق سبحانہ جب کسی پر کوئی عنایت کرتے ہیں تو بے دریغ کرتے ہیں اور خود ان کی طرف سے کوئی روک نہیں ہوتی اور جس کسی پر وہ عنایت کرتے ہیں اس کا کوئی بند کرنے والا تو درکنار روکنے والا بھی

نہیں ہوتا اور جس پر وہ رحمت نہیں کرتے تو وہ اس کو بند نہیں کرتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روک لیتے ہیں اور اگر وہ عارض زائل ہو جاوے تو پھر جاری فرما دیتے ہیں اس سے اہل سلوک کو خاص طور پر سبق لینا چاہئے اور اگر کسی وقت احوال و مواجید اور ذوق شوق میں کمی آ جاوے یا وہ بند ہو جاویں تو مایوس نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ نہایت کریم ہیں اس لئے کسی نعمت کو خود نہیں روکتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روکتے ہیں اور عارض کبھی معصیت ہوتا ہے اور کبھی غیر معصیت پس اگر معصیت ہو تو اس کا توبہ واستغفار سے تدارک کرنا چاہئے حق سبحانہ پھر اس کو جاری فرما دیں گے اور غیر معصیت ہو تو سمجھنا چاہئے کہ یہ روکنا کسی خاص مصلحت سے ہے اور مفید ہے نہ کہ مضر اس لئے اس کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے کیوں حق تعالیٰ حکیم ہے یا نہیں۔

حق تعالیٰ شانہ کے ہر امر میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے

چنانچہ اسی آیت میں **وھو العزیز الحکیم** فرمایا ہے اسی لئے ان کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جب کہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومیؒ سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ پر اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کی سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں۔

چارہ میجوید پے من درد تو	می شنو دم دوش آہ سرد تو
می توانم ہم کہ بے ایں انتظار	رہ نمایم دادہم راہ گزار
تا ازیں طوفاں دوراں وارہی	برسر گنج و صالم پانہی
لیک شیرینی و لذات مقر	ہست بر اندازۂ رنج سفر
انگہ از فرزند و خویشاں برخوری	کز غریبی رنج محنتہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہاری درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے (اس میں میرا مقدمہ اولیٰ تسلیم کیا ہے) اور میں کل رات تمہاری آہ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کروں اور تمہیں آنے کے لئے راستہ دے دوں تا کہ تم گردش کے طوفان سے نجات پاؤ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریحاً اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا ہے لیکن کسی قدر تاخیر کے بعد کیونکہ قاعدہ ہے کہ گھر کا مزہ اور اس کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھائی ہو اور تم کو اپنے بال بچوں اور عزیز و اقارب سے مل کر لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑی اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اس توقف میں یہ

مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو واقعی بات یہ ہے کہ جو راحت بہت سی تکالیف کے بعد حاصل ہوتی ہے اس میں نہایت ہی لطف آتا ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے مولوی ناظر حسن کی بارات میں شریک ہونا چھوڑ دیا ہے، بارات دیر میں رخصت ہوئی اور راستہ ہی میں رات ہو گئی مینہ اور آندھی رعد و برق کے ساتھ جو آئی لوگ اپنی اپنی گاڑیاں اڑا لے گئے ہماری گاڑی بھی اکیلی رہ گئی غرض بے حد تکلیف ہوئی اللہ اللہ کر کے تھانہ بھون آیا جب میں گھر پہنچا ہوں میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت مجھے کس قدر لطف آیا ہے اور کس قدر راحت حاصل ہوتی ہے اسی پر ان سالکین کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے جو بہت سی تکالیف برداشت کرنے کے بعد مقصود تک پہنچتے ہیں۔ اب ایک بات اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد بیان کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ **ومایمسک فلامرسل له من بعده من بعده** میں مضاف محذوف ہے اے **من بعد امساکہ** چونکہ مضاف بلا ذکر بھی سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو حذف کر دیا گیا غرضکہ قرآن میں لفظی اور معنوی دقائق و محاسن بے انتہا ہیں مگر جس قدر ان کو اہل زبان سمجھ سکتے ہیں غیر اہل زبان نہیں سمجھ سکتے ایک شاعر کا واقعہ ہے کہ اس نے بڑی محنت اور دماغ سوزی کے بعد ایک شعر کہا اور اس پر بہت خوش ہوا شعر یہ تھا۔

سیہ چوری بدست آں نگاری نازنین دیدم بشاخ صندلیں پیچیدہ مار آتشیں دیدم

اور بہت فخر کے ساتھ ایک اہل زبان شاعر کو سنایا۔ اس نے سنتے ہی ناک چڑھائی اور بجائے اس کے کہ تعریف کرتا یہ کہا کہ تم نے شعر کا ناس کر دیا۔ نازنین دیدم آتشیں دیدم کیا کہو۔

سیہ چوری بدست آں نگارے بشاخ صندلیں پیچیدہ مارے

اس اصلاح نے شعر کو کہیں پہنچا دیا۔ واقعی زبان کا لطف اہل زبان ہی کو حاصل ہوتا ہے غیر اہل زبان کو وہ لطف نہیں آتا۔

خاتمہ بر دعائے خیر

اچھا اب دعا کرو مولانا رومی کے لئے اور وعظ لکھنے والوں کے لئے بھی اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی اور شارحوں کے لئے بھی کہ خداوند تعالیٰ ہر غلطی سے بچائیں آمین۔